اکابرین دیوبند، بالخصوص شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ
کے افکار و نظریات کا بے باک ترجمان

بفیضان: قائد اہل سنت وکیل صحابہؓ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین نور اللہ مرقدہ
بیاد: امام اہل سنت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر نور اللہ مرقدہ

شیخ المشائخ نمبر

بیاد

قائد تحریکِ ختمِ نبوت، قطب الاقطاب، شیخ المشائخ
امام الاولیاء، خواجہ خواجگان حضرت مولانا ابوالخلیل

خواجہ خان محمد نور اللہ مرقدہ

تلمیذ رشید شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ

سجادہ نشین: خانقاہ سراجیہ، کندیاں شریف

مجلہ صفدر گجرات

مظہریہ دار المطالعہ
حق چار یار اکیڈمی
مدرسہ و محلہ حیات النبی نزد فوارہ چوک، گجرات

شیخ المشائخ نمبر

مجلّہ صفدر گجرات

بسم الله الرحمن الرحيم

باسمہٖ تعالیٰ

قائد تحریک ختم نبوت، قطب الاقطاب، شیخ المشائخ
امام الاولیاء، خواجہ خواجگان، حضرت اقدس مولانا

خواجہ خان محمد نور اللہ مرقدہ

امیر: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت سجادہ نشین: خانقاہ سراجیہ، کندیاں شریف

نظر ثانی

جانشین شیخ المشائخ
حضرۃ مولانا پیر طریقت

خواجہ خلیل احمد صاحب مدظلہ

سجادہ نشین: خانقاہ سراجیہ، کندیاں شریف

مرتب

خادم اہل سنت

سرفراز حسن خان حمزہ

متعلم دار العلوم مدنیہ ماڈل ٹاؤن بی بہاولپور

حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کی زندگی کا خلاصہ یہ ہے کہ اکابرین کی تاریخ کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی زندگی کو اس کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کریں اور ان کی تحقیقات کو اپنا امام بنائیں اسی میں راہ نجات ہے۔ توحید وسنت کو اپنائیں اور شرک وبدعت سے سخت نفرت کریں۔ ہمارے یہاں سب سے بڑا سانحہ یہ ہے کہ ہر جدید فکر رکھنے والا ان بزرگوں سے ملاقات کرنے کے بعد ان کی شخصیت کو اپنی تائید میں پیش کرتا ہے۔ **کلا وحاشا**

این خیال است ومحال است وجنوں

یہ حضرات دیوبندی مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے خالص اور سچے دیوبندی تھے اور سچی دینی سیاست اور قیادت کے قائل تھے، حضرت شیخ کی ذات بابرکات نہایت واضح اور کھلی زندگی پر مبنی ہے اتنی بڑی شخصیات کی زندگی کی طرز اپنانے کی بجائے ان کو اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ختم نبوت زندہ باد — بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِھِمْ یُصَلُّوْنَ۔ — یا اللہ مدد — خلافت راشدہ حق چار یارؓ

اکابرین دیوبند، بالخصوص شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ
کے افکار و نظریات کا بے باک ترجمان

مجلّہ صفدر گجرات

بفیضان مظہر شریعت و طریقت حضرت مولانا قائد اہل سنت وکیل صحابہؓ قاضی مظہر حسین نور اللہ مرقدہ

بیاد

امام اہل سنت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر نور اللہ مرقدہ

مفسر قرآن ولی کامل حضرت مولانا صوفی عبد الحمید خان سواتی نور اللہ مرقدہ

فقیہ العصر ترجمان دیوبند حضرت مولانا مفتی عبد الشکور ترمذی نور اللہ مرقدہ

حکیم العصر شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید نور اللہ مرقدہ

فخر اہل سنت وکیل صحابہؓ حضرت مولانا عبد اللطیف جہلمی نور اللہ مرقدہ

امین ملت مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی نور اللہ مرقدہ

جانشین شہید اسلام محقق العصر حضرت مولانا سعید احمد جلالپوری شہید نور اللہ مرقدہ

بدعا

قائد اہل سنت وکیل صحابہؓ حضرت مولانا عبد الستار تونسوی صاحب مدظلہ العالی

حکیم العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد المجید لدھیانوی صاحب مدظلہ العالی

زیر سرپرستی

جانشین قائد اہل سنت بقیۃ السلف — حضرت مولانا شیخ الحدیث حبیب الرحمٰن سومرو صاحب مدظلہ

جانشین شیخ المشائخ — حضرت مولانا پیر طریقت خواجہ خلیل احمد صاحب مدظلہ

نمونہ اسلاف — حضرت اقدس مولانا محمد حسن صاحب مدظلہ

جانشین فقیہ العصر — حضرت مولانا مفتی عبد القدوس ترمذی صاحب مدظلہ

زیر نگرانی

جانشین امام اہل سنت — شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد القدوس خان قارن صاحب مدظلہ

جانشین امین ملت — حضرت مولانا مفتی محمد انور اوکاڑوی صاحب مدظلہ

مجلس مشاورت

- مولانا عبد الحق خان بشیر (گجرات)
- مولانا عبد الجبار الحنفی السلفی (لاہور)
- مولانا ندیم الرشید (بہاولپور)
- مولانا فضل الرحمٰن دھرم کوٹی (خانقاہ)
- مولانا منیر احمد منور (کہروڑپکا)
- مولانا مفتی محمد شاہد مسعود (سرگودھا)
- محترم جناب اشتیاق احمد (جھنگ)
- مولانا نور محمد تونسوی (ترنڈہ محمد پناہ)
- مولانا قاری عبد الرحمٰن ضیاء (سرگودھا)
- مولانا جمیل الرحمٰن عباسی (بہاولپور)

مدیر مسئول: احسن خدامی — مدیر: حمزہ احسانی — معاون: انس نعمانی

khadim.khan4@yahoo.com

مظہریہ دار المطالعہ حق چار یار اکیڈمی
مدرسہ محلہ حیات النبی نزد فوارہ چوک گجرات

0334-4612774
0312 4612774
0332-8354133
0334-4678327

نام کتاب......................مجلّہ ''صفدر'' شیخ المشائخ نمبر..................

بیاد.............................شیخ المشائخ حضرۃ مولانا خواجہ خان محمد رحمہ اللہ

نظر ثانی....................پیر طریقت مولانا خلیل احمد مدظلہ......

مرتب..........................خادم اہل سنت سرفراز حسن خان حمزہ......

صفحات.........................876

قیمت..............................500

طبع اول.........................رمضان المبارک ۱۴۳۱ھ

ناشر............................مظہریہ دار المطالعہ، حق چار اکیڈمی، مدرسہ ومحلّہ حیات النبی، گجرات

ملنے کے پتے

☆ مظہریہ دار المطالعہ، حق چار یار اکیڈمی، مدرسہ ومحلّہ حیات النبی، گجرات۔ حمزہ احسانی 0334-4612774

☆ خانقاہ سراجیہ، کندیاں شریف، ضلع میانوالی۔۔۔ ☆ دار العلوم مدنیہ، ماڈل ٹاؤن بی بہاولپور۔۔۔۔

☆ مدرسہ تعلیم القرآن حسینیہ، نزد نیازی میڈیکل ٹاور، سرگودہا۔ قاری عبد الستار صاحب 03009606429

☆ مکتبہ الحسن، اردو بازار لاہور 0300-4339699۔ ☆ ادارہ اشاعت الخیر، بیرون بوہڑ گیٹ ملتان

☆ مکتبہ ہاشمیہ اینڈ شاہد پرفیوم سنٹر، بالمقابل مدینہ مسجد بہاولپور۔ فقیر شاہد عطار 0300-7811936

☆ مکتبہ صفدریہ، نزد گھنٹہ گھر چوک گوجرانوالہ 0300-7463292 محمد مغیرہ 0333-8250280

☆ مولانا عبد الجبار صاحب، مدرسہ عربیہ علوم شرعیہ، میانوالی روڈ، مظفر گڑھ چوک، جوہر آباد 0301-8602997

☆ مکتبہ سراجیہ چوک سیٹلائٹ ٹاؤن سرگودہا۔ محمد بلال ڈیروی 0333-9810455

☆ ادارہ نشر واشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ۔ محمد حنیف 0321-6432659--0333-8165702

☆ حافظ عبد الوحید حنفی، مدنی جامع مسجد، نیا محلّہ، نزد بھون روڈ چکوال 0543-551357

☆ حافظ محمد سفیان، جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام جہلم 0333-5849750--0321-5415878

☆ مکتبہ امام اہل سنت، مرکزی جامع مسجد شیرانوالہ باغ گوجرانوالہ۔ حافظ محمد طاہر 0334-4458256

باب 1

آغازِ سخن

فہرست ابواب، فہرست مضامین، انتساب
کلمات تبریک، کلمات تہنیت، اظہار تشکر
کلمات حبیب، مجلّہ صفدر، اداریہ، عرضِ خادم

فہرست ابواب

[1] باب اول....1......تا......52

آغازِ سخن ......فہرست......کلمات تبریک......کلمات تہنیت......اظہار تشکر......کلمات حبیب امام اہل سنت رحمہ اللہ......پیش لفظ......مجلّہ صفدر......اداریہ......عرض خادم



[2] باب دوم ....53......تا......218

''**سوانح حیات**''......خاندان، ولادت باسعادت، تعلیم وتربیت، سلوک وطریقت، مسند نشینی، مجلس تحفظ ختم نبوت کی قیادت، جہد مسلسل، اسارت، علالت، رحلت، تدفین......مشائخ، اساتذہ، خلفاء، ازواج واولاد......سوانحی خاکہ ماہ وسال کے آئینے میں



[3] باب سوم ....219......تا......236

''**بابا جی** رحمہ اللہ''......اعزہ واقارب کے مضامین وتاثرات، وابستہ یادیں۔



[4] باب چھارم......237......تا......270

''**تاثرات وتعزیتی پیغامات**''......علماء ومشائخ، احباب ومتعلقین کے تعزیتی شذرے۔



[5] باب پنجم......271......تا......570

''**مقالات ومضامین**'' رفقاء، احباب، تلامذہ، مریدین، معتقدین، محبین کا اظہار عقیدت۔



[6]باب ششم...571......تا......650

''**تحریری خدمات**''......مختلف کتب پر تقاریظ وافتتاحیے ......اپیلیں......اہل اسلام کے عقائد کے تحفظ کے لیے وقیع خدمت ''عقائد اہل السنۃ والجماعۃ'' کی طباعت واشاعت



[7]باب ھفتم......651......تا......708

''**منتخب مکاتیب ومضامین**''......اعزہ واقارب، احباب، تلامذہ، مریدین اور معتقدین کو لکھے گئے خطوط میں سے چند منتخب مکتوبات۔اور اکابر واحباب کی یاد میں لکھے گئے مضامین۔



[8]باب ھشتم...709......تا......824

''**اخبار وجرائد کا خراج تحسین**''......مختلف ماہناموں، روزناموں اور ہفت روزوں کا خراج عقیدت۔



[8]باب نھم.........825......تا......840

''**منظوم خراج عقیدت**''......شعراء کرام کا نذرانۂ عقیدت۔



[10]باب دھم....841......تا......860

''**آئینۂ تحاریر**''......حضرۃ شیخ المشائخ رحمہ اللہ کے ہاتھ مبارک کی چند یادگار تحاریر کے عکس۔



فہرست مضامین

باب 1 آغازِ سُخن

......فہرست		8
......کلمات تبریک	......قائد اہل سنت حضرۃ مولانا عبدالستار تونسوی دامت برکاتہم	20
...... کلمات تہنیت	......حکیم العصر حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی دامت برکاتہم	22
......اظہار تشکر......	......شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی عطاء الرحمٰن دامت برکاتہم	24
...... کلمات حبیب	......بقیۃ السلف ،حضرۃ مولانا حبیب الرحمٰن سومرو دامت برکاتہم	26
امام اہل سنت رحمہ اللہ	......بقیۃ السلف ،حضرۃ مولانا حبیب الرحمٰن سومرو دامت برکاتہم	28
......مجلّہ ''صفدر''	......خطیب اسلام حضرۃ مولانا عبدالرؤف چشتی دامت برکاتہم	32
......پیش لفظ......	......جانشین شیخ المشائخ ،حضرۃ مولانا خلیل احمد دامت برکاتہم	33
......اداریہ......	......حمزہ احسانی	34
......عرض خادم......	......مرتب کے قلم سے	39

باب 2 سوانح

ان الزمان بمثلہ لبخیل	شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان	55
سوانحی خاکہ	مولانا محمد عابد	62
شاق ہے ساری رعیت پر جدائی آپ کی!	محمد طاہر مسعود ناصر	70
حیات وخدمات	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی	73
تصور شیخ	مولانا عبدالرحیم	79
میر کارواں کی رحلت!	شاہین ختم نبوۃ مولانا اللہ وسایا	95
واقعات وخدمات	مولانا حافظ مومن خان عثمانی	183
مخدوم المشائخ کا وصال اور بعد کی صورتحال!	شاہین ختم نبوۃ مولانا اللہ وسایا	187
مشائخ ،اساتذہ ،خلفاء ،اوراز واج واولاد	سرفراز خان حمزہ	191
حیات شیخ المشائخ ،ماہ وسال کے آئینے میں!	احمد طاہر اختر	213

باب 3 ’’باباجی‘‘

ہم متاعِ عظیم سے محروم ہوگئے!……… ……… مولانا فضل الرحمٰن……… 221

میرے والدگرامی رحمہ اللہ……… ……… صاحبزادہ مولانا خلیل احمد…… 226

ہمارے باباجی رحمہ اللہ……… ……… صاحبزادہ محمد حامد سراج…… 230

باب 4 تأثرات وتعزیتی پیغامات

امام اہل سنت، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر نوراللہ مرقدہ……… 239

وکیل صحابہ حضرت مولانا محمد نافع صاحب دامت برکاتہم العالیہ……… 240

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد صدیق صاحب دامت برکاتہم العالیہ……… 241

یادگاراسلاف حضرت مولانا عبداللہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ……… 242

شیخ المعقول والمنقول حضرت مولانا منظور احمد نعمانی دامت برکاتہم العالیہ……… 243

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہ العالی……… 244

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی……… 245

حضرت مولانا نوراشرف ہزاروی صاحب مدظلہ العالی……… 245

قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدظلہ العالی……… 246

شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ العالی……… 249

جانشین فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالقدوس ترمذی صاحب مدظلہ العالی……… 250

استاد العلماء حضرت مولانا قاری قیام الدین الحسینی صاحب مدظلہ العالی……… 251

فخر جمعیت حضرت مولانا عبدالغفور حیدری صاحب مدظلہ العالی……… 252

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی جمیل الرحمٰن صاحب مدظلہ العالی……… 253

مناظر اسلام، قاطع رفض حضرت مولانا محمد عمر قریشی صاحب مدظلہ……… 253

مناظر اسلام، وکیل صحابہ حضرت مولانا عبدالغفار تونسوی صاحب مدظلہ……… 253

مناظر اسلام، فاتح مماتیت، حضرت مولانا مفتی محمد شاہد مسعود صاحب مدظلہ……… 254

استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی عبدالمعید صاحب مدظلہ……… 255

فخر جمعیۃ، برادر صغیر قائد جمعیۃ حضرت مولانا عطاء الرحمٰن صاحب مدظلہ……… 256

خطیب اسلام، برادر جرنیل اسلام حضرت مولانا محمد عالم طارق صاحب مدظلہ……… 256

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد طاہر مسعود صاحب مدظلہ……… 257

حضرت مولانا علی اصغر شاہ صاحب مدظلہ..............................	258
حضرت مولانا عطاء الحق قلبی مدظلہ..............................	258
مولانا سراج الحق نعمانی مدظلہ..............................	260
مولانا حافظ زاہد حسین رشیدی مدظلہ..............................	261
قاری عبدالرحمٰن رحیمی مدظلہ..............................	262
سابق صدر پاکستان، محمد رفیق تارڑ..............................	262
سابق وزیر اعلیٰ سرحد محمد اکرم درانی..............................	263
دیگر معتقدین ومحبین..............................	263

......باب 5 ''مقالات ومضامین''......

حضرۃ کا جمعیۃ علماء سے تعلق..........	....	مولانا محمد عبداللہ..........	273
شیخ المشائخ سے چند ملاقاتیں..........	....	مولانا عبدالرحمٰن اشرفی......	278
پیکر شفقت ومحبت..........	....	مولانا مفتی عطاء الرحمٰن......	281
قافلۂ دیوبند کے سالار......مولانا خان محمد......	....	مولانا فضل الرحمٰن دھرم کوٹی......	283
فاضل دیوبند..........	....	مولانا ابو احمد نور محمد تونسوی......	288
شیخ الکل، خواجۂ خواجگان..........	....	مولانا عبدالرؤف چشتی......	292
وہ جو بیچتے تھے دوائے دل..........	....	مولانا مفتی عبدالقدوس ترمذی	297
شرف انسانی کا نادر نمونہ..........	....	پروفیسر خواجہ ابوالکلام صدیقی......	318
حجرہ علماء..........	....	مولانا مفتی کفایت اللہ......	336
یک زمانہ صحبتے با ولیاء..........	....	مولانا مفتی ارشاد الحق......	338
شیخ المشائخ......علماء کی نظر میں!..........	....	مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی	341
اک دیا اور بجھا!..........	....	مولانا سید عبدالمجید ندیم......	346
قافلۂ حق وصداقت کا میر کارواں......	....	مولانا زاہد الراشدی......	349
اس دل کا کیا کروں جو بہلتا کہیں نہیں..........	....	مولانا عبدالحق خان بشیر......	353

حضرۃ کے خاص مقامات ولایت..........	مولانا مفتی امداداللہ انور......	356
اولئک آبائی............	مولانا رب نواز بہاولپوری......	364
عالم اسلام کا عظیم راہ نما............	مولانا ظفر احمد قاسم............	374
منتہائے عقیدت......مصطفائے فطرت......	مولانا مفتی عبدالرحمٰن ظفر......	377
روحانی قافلے کا تابندہ ستارہ..........	سید شمشاد حسین شاہ......	379
خواجہ صاحب......جوارِ رحمت میں..........	سید خضر شاہ مسعودی......	384
فلک ولایت کا بدرِ منیر............	مولانا عبدالمعبود..........	389
چند مشاہدات......بعض یادداشتیں......	مولانا عبدالقیوم حقانی......	394
خواجۂ خواجگان......ایک شجرِ سایہ دار......	مولانا ثناءاللہ سعد شجاع آبادی	400
کئی دماغوں کا ایک انساں............	مولانا جمیل الرحمٰن عباسی......	412
حضرۃ کی خدمت میں چند حاضریاں......	مولانا محمد زبیر صدیقی......	416
درخشندہ ستارہ............	مولانا عرفان الحق حقانی......	421
مہ کامل............	مولانا شفیق احمد سلیم............	428
اٹھ کے میکدہ سے چل دیا وہ ساقی..........	مولانا محبوب احمد..........	432
یادگارِ اسلاف......عاشق سنت..........	مولانا نور محمد آصف..........	437
حیرت انگیز واقعات............	سید مقصود علی شاہ..........	441
عظیم روحانی شخصیت............	مولانا عبدالخالق رحمانی......	445
رفتید ولے نہ از دلِ ما!............	مولانا مشتاق احمد چنیوٹی......	447
زندگی کے بیس دن............	اشتیاق احمد............	449
اب جن کے دیکھنے کو آنکھیں ترستیاں ہیں......	سید محمد کفیل شاہ بخاری......	450
یہاں ایک نگار ہے خیمہ زن............	مولانا محمد احمد رضا............	456
شیخ المشائخ اور......مولانا ضیاء القاسمی	مولانا زاہد محمود قاسمی..........	477
ایک جامع و ہر دلعزیز شخصیت............	مولانا شاہ نواز فاروقی......	479
خواجہ صاحب......فتنوں کے تعاقب میں......	مولانا رشید احمد **الحسینی**......	481
بے مثال خاموشی............	مولانا محمد اعجاز............	487
فیض پاتے ہیں ہم ان کے افکار سے......	مولانا صالح الدین..........	491

دلوں کا حکمران...........	....	قاضی محمد اسرائیل گڑنگی......	494
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں	....	قاری عزیز الرحمٰن...........	500
خانقاہ سراجیہ کا سراج منیر	....	مولانا احمد الرحمٰن...........	503
ایک روشن ستارہ...........	....	مولانا محمد بلال معاویہ......	505
اللہ مہربانی کریسی...........	....	واجد محمود سرگانہ...........	507
شیخ المشائخ کی زیارت...........	....	محمد ازہر حسین حقانی...........	510
ایک عبقری روحانی شخصیت...........	....	مولانا عبدالحکیم نعمانی...........	512
طریقت وسلوک کا بحر بیکراں...........	....	قاری محمد اصغر عثمانی...........	515
ایک مشفق ومحسن اور مربی کی رحلت...........	....	سید محمد معاویہ بخاری...........	518
آہ! میرے مرشد، میرے شیخ...........	....	ابن حسین، مشہدی، نقشبندی	529
سیدالاصفیاء......امام الاولیاء...........	....	محمد طلحہ الحسن...........	531
حضرۃ قبلہ سے وابستہ چندیادیں...........	....	سرفراز حسن خان حمزہ...........	534

......باب 6 ''تحریری خدمات''......

امام اہل سنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کی کتاب ''تسکین الصدور'' پر تقریظ	573
شاہین ختم نبوۃ مولانا اللہ وسایا مدظلہ کی کتاب ''آئینہ قادیانیت'' پر تقریظ	575
شاہین ختم نبوۃ مولانا اللہ وسایا مدظلہ کی کتاب ''مناظرے'' پر تقریظ	575
مولانا محمد بشیر احمد حامد حصاری کی کتاب ''اصحاب محمد کا مدبرانہ دفاع'' پر تقریظ	576
مولانا مفتی محمد طاہر مسعود مدظلہ کی کتاب ''عقائد اہل السنۃ والجماعۃ'' پر تقریظ	577
صوفی اشفاق اللہ واجد صاحب کی کتاب ''فیضان معصومیہ'' پر تقریظ	578
محمد نذیر رانجھا صاحب کی کتاب ''تاریخ وتذکرہ خانقاہ سراجیہ'' پر تقریظ	578
اپیل بنام خطباء عظام، ہر ماہ ایک جمعہ ختم نبوت کے لیے وقف کریں۔	579
حضرۃ شیخ المشائخ، فتنوں کے تعاقب میں......معہ......حضرۃ قبلہ کے عقائد ونظریات......حمزہ احسانی	580

عرض حال[580]...... عقیدہ کی اہمیت[583]...... مذہب اہل السنۃ والجماعۃ[586]...... مسئلہ ختم نبوت[590]...... قادیانی فتنہ[591]...... عظمت صحابہ[594]...... رافضی فتنہ[595]...... عظمت اہل بیت[607]...... خارجی فتنہ[611]...... خلافت راشدہ[612]...... یزیدی فتنہ[617]...... عقیدہ عصمت انبیاء[622]...... صحابہ کرام معیار حق ہیں[622]...... مودودی فتنہ[625]...... عقیدہ حیات النبی[627]...... مماتی فتنہ[629]...... عقائد ونظریات[644]

......باب 7 ''منتخب مکاتیب''......

بنام شیخ الحدیث مولانا عبدالحق حقانی رحمہ اللہ........................ 653
بنام شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق حقانی مدظلہ........................ 656
بنام رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمہ اللہ........................ 675
بنام قاضی سراج احمد نعمانی صاحب........................ 677
بنام مولانا عطاء الحق قلبی........................ 678
بنام مولانا سید حامد میاں صاحب نور اللہ مرقدہ........................ 678
بنام مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ........................ 681
بنام مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی رحمہ اللہ........................ 683
بنام مولانا مفتی عطاء الرحمٰن صاحب مدظلہ........................ 683
بنام جناب نذیر احمد رانجھا صاحب........................ 684
بنام جناب ملک حاکم خان صاحب......دربارہ ''عقیدہ حیات النبیؐ'' مسلک دیوبند...... 686
بنام جناب عبدالرحمٰن صاحب......دربارہ ''فسق یزید'' مسلک اہل حق، دیوبند........................ 687
بنام صاحبزادہ محمد حامد سراج صاحب........................ 687
بنام ملک محمود اقبال صاحب........................ 692
بنام صاحبزادہ نجیب احمد صاحب........................ 693

......''منتخب مضامین''......

قائد تحریک ختم نبوت، محدث کبیر، حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ 696
محمود الملۃ والدین مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ 698
امام اہل سنت، شیخ الحدیث حضرۃ مولانا علامہ محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ 700
فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ 702
حکیم العصر، شہید اسلام حضرۃ مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ 702
مرشد العلماء پیر طریقت حضرت اقدس سید نفیس الحسینی شاہ رحمہ اللہ 703
امین ملت، مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ 704
امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمہ اللہ 705

......باب 8 ''رسائل وجرائد کا خراج تحسین''......

ہفت روزہ ضرب مومن	دو آنسو..................	مفتی ابولبابہ شاہ منصور......	712
ہفت روزہ ضرب مومن	اللہ کے ولی..................	مولانا محمد اسلم شیخوپوری......	714
ہفت روزہ ضرب مومن	واہ خواجہ صاحب!..................	قاری منصور..................	717
ہفت روزہ ضرب مومن	سلطان الاولیاء..................	سید عدنان کاکا خیل......	719
ہفت روزہ ضرب مومن	اللہ رحم کرے..................	محمد توصیف..................	721
ہفت روزہ ضرب مومن	میر کارواں!..................	عبدالمنعم فائز..................	724
ہفت روزہ ضرب مومن	تاریخ ساز شخصیت..................	محمد عادل..................	725
ہفت روزہ القلم پشاور	ایک اور سایہ اٹھ گیا..................	اداریہ..................	726
روزنامہ اسلام کراچی......	تذکرہ چند بزرگوں کا..................	مولانا زاہد الراشدی......	728
روزنامہ اسلام کراچی......	خواجہ صاحب کی رحلت..................	پروفیسر خباب احمد..................	731
روزنامہ اسلام کراچی......	خواجہ صاحب کی عقلمندی..................	مولانا ولی خان المظفر......	733
روزنامہ اسلام کراچی......	خاموش لوگ بھی بلا کے..................	خالد عمران..................	735
روزنامہ اسلام کراچی......	شجر سایہ دار نہ رہے..................	طاہر محمود اشرفی..................	738
روزنامہ اسلام کراچی......	خانقاہ سراجیہ ایک تعارف......	حبیب اللہ چیمہ..................	740
ماہنامہ حق چار یارؓ لاہور	تصوف وسلوک کا گل سر سبد......	مولانا عبدالجبار سلفی......	742
ماہنامہ بینات کراچی......	خواجہ صاحب بھی چل بسے!......	مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ......	746
تسکین الصدور، بہاولپور	خواجہ صاحب کا سانحۂ ارتحال......	مولانا جمیل الرحمٰن عباسی......	750
ماہنامہ الصیانہ لاہور......	خواجہ صاحب کا انتقال..................	مولانا قاری محمد زاہد......	752
ماہانہ مدینۃ العلم فیصل آباد	اک چراغ اور بجھا!..................	محمد طاہر سلیم..................	753
ماہنامہ الخیر ملتان..................	جو بیچتے تھے دوائے دل..................	مولانا محمد ازہر..................	754
ماہنامہ الخیر ملتان..................	ایمان پرور یادیں..................	ماسٹر محمد عمر..................	757
ماہنامہ البلاغ کراچی......	خواجہ صاحب وفات پاگئے......	مولانا عزیز الرحمٰن......	759

ماہانہ تذکرہ دارالعلوم، کبیروالا	امیر تحریک ختم نبوۃ کی رحلت......	مولانا سراج الحق.........	761
ماہنامہ لولاک ملتان......	رشد و ہدایت......................	عبدالستار حیدری...........	764
ماہانہ نقیب ختم نبوت ملتان	حضرت خواجہ صاحب...............	رانا عبداللطیف..............	766
ماہانہ نقیب ختم نبوت ملتان	نابغۂ عصر............................	....	768
ماہنامہ انوار ربانیہ......	اٹھ کے چل دیا ساقی.............	عثمان غنی..................	771
ماہنامہ ملیہ فیصل آباد......	خواجہ صاحب کی رحلت........	حبیب الرحمٰن لدھیانوی......	772
ماہنامہ الجمیعۃ راولپنڈی	ماپدر گم کردہ ایم.................	مفتی زاہد شاہ................	773
ماہنامہ الجمیعۃ راولپنڈی	سیاست وطریقت کا امتزاج......	ڈاکٹر عبدالحکیم...............	775
ماہنامہ نصرۃ العلوم	حضرۃ لاہوری کے جناہ کی یاد......	مولانا مہر محمد میانوالوی......	783
مجلّہ المصطفیٰ بہاولپور......	میر کارواں کی وفات..............	مفتی محمد یوسف الحسینی......	785
مجلّہ المصطفیٰ بہاولپور......	جانے والوں کو بھلا...............	جمشید اقبال..................	787
ماہنامہ الحق، اکوڑہ......	خواجہ صاحب کی جدائی..........	محمد راشد الحق سمیع.........	788
ماہنامہ علم وعمل لاہور......	قطب عالم خواجہ کی جدائی.........	مولانا عتیق الرحمٰن...........	789
ماہنامہ نورعلیٰ نور......	شعلۂ عشق سیاہ پوش ہوا..........	مولانا عبدالرشید انساری......	790
ماہنامہ انوارِ مدینہ......	حرف آغا (زاداریہ).............	مولانا سید محمود میاں..........	792
ماہنامہ الابرار..........	خواجہ صاحب کی رحلت...........	مولانا محمد ارشاد اعظم......	793
روزنامہ نوائے وقت......	موت العالم موت العالم...........	اداریہ............................	794
روزنامہ جنگ..........	موت العالموت العالم..............	اداریہ............................	794
روزنامہ آوازِ وطن......	غمناک جدائی.....................	جمیل الرحمٰن فاروقی	795
روزنامہ آوازِ وطن......	جو بیچتے تھے دوائے دل..........	شبیر احمد بہلوی..............	798
روزنامہ آوازِ وطن......	قائدانہ صاحیتوں کی جھلک......	دین محمد فریدی..............	803
روزنامہ آوازِ وطن......	یادوں کے جھروکے................	حافظ محمد شریف.............	815
روزنامہ آوازِ وطن......	خانقاہی نظام اور حضرۃ قبلہ......	محمد رمضان عظیمی...........	818
فہرست دیگر مضامین......	....	....	821

باب 9 ''منظوم خراج عقیدت''

کاروانِ وفا	اثر جونپوری	826
گیا کون اس جہاں سے	سید نفیس شاہ رحمہ اللہ	827
حضرۃ خواجہ خان محمد رحمہ اللہ	مولانا فضل الرحمٰن دھرم کوٹی	828
حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ	سید سلمان گیلانی	829
میر کارواں!	مطیع الرحمٰن اطہر ہاشمی	830
راہی خلد بریں	پروفیسر محمد افضل	831
شجرہ طیبہ	عطاء الحق قلبی	832
نذرانۂ عقیدت	مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی	833
ہمارے شیخ	محمد یوسف	835
موت العالم موت العالم	محمد یاسر	836
تبصرہ وتعارف [عقائد اہل السنۃ والجماعۃ]	[منہاج الاسلام داؤدی غفرلہ]	837
عقائد اہل السنۃ والجماعۃ......اکابرین امت کی نظر میں		839

باب 10 ''آئینۂ تحاریر''

عکس مکتوب گرامی......عقیدہ حیات النبی کے بارے مسلک حقہ کی وضاحت	843
عکس مکتوب گرامی......فسقِ یزید کے بارے مسلک حقہ کی وضاحت	844
عکس مکتوب گرامی بنام قاضی سراج نعمانی صاحب	846
عکس مکتوب گرامی بنام مولانا مفتی عطاء الرحمٰن مدظلہ	847
عکس مکتوب گرامی بنام مولانا سید حامد میاں رحمہ اللہ	848
عکس مکتوب گرامی بنام مولانا عطاء الحق قلبی مدظلہ	849
عکس۔علمائے کرام سے اپیل	850
عکس۔جمعیۃ کے فارم پر دستخط	851
عکس مکتوب گرامی بنام محمد حامد سراج صاحب مدظلہ	852
عکس مکتوب گرامی بنام صاحبزادہ نجیب احمد صاحب مدظلہ	859

انتساب

جانشین شیخ المشائخ

حضرۃ مولانا ابوالسعد پیر طریقت خواجہ خلیل احمد صاحب مدظلہ

سجادہ نشین: خانقاہ سراجیہ، کندیاں شریف

اپنے مہربان ومحترم استاد گرامی

حضرۃ مولانا علی اصغر شاہ صاحب مدظلہ

استاذ الحدیث: دار العلوم مدنیہ، بہاولپور

اور اپنے محسن ومحبوب استاد گرامی

حضرۃ مولانا ابوعدنان قاری عبد الرحمٰن ضیاء صاحب مدظلہ

مدیر: مدرسہ تعلیم القرآن حسینیہ سرگودھا

کے نام

جن کے مشورے، بھرپور توجہ، سرپرستی اور دعاؤں سے یہ خصوصی نمبر ترتیب دیا گیا۔

قائد اہل سنت حضرت علامہ عبدالستار تونسوی مدظلہ

کلمات تبریک

عزیزی مولوی عمر فاروق تونسوی سلمہ کے ذریعہ معلوم ہوا کہ آپ کوئی رسالہ شروع فرما رہے ہیں، بہت دل خوش ہوا، آپ بزرگوں کی اولاد اور نشانی ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کے رسالے کو دن دوگنی، رات چوگنی ترقی سے نوازے، اسے خوب پھیلائے، عام کرے اور اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔آمین۔

آپ کی عمر، علم، عمل اور صحت وتقویٰ میں برکت عطا فرمائے۔اپنے بزرگوں (نانا اور دادا) کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے اور انہی کی مثل دین کی خدمت آپ سے لے، آپ ان کے حقیقی جانشین ثابت ہوں۔بندہ کی دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔آپ بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

شیخ المشائخ حضرت اقدس مولانا خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بلاشبہ اپنے وقت کے ولی کامل اور عارف باللہ تھے‘ جامع شریعت وطریقت ایسی ہی باخدا ہستیوں کو کہا جاسکتا ہے‘ آپ نے دارالعلوم دیوبند میں اپنی دینی تعلیم کی تکمیل کی اور وقت کے شیوخ واکابر محدثین سے پڑھا شیخ العرب والعجم حضرت اقدس مولانا حسین احمد مدنی قدس سرہ سے آپ کو ایک ہی سبق پڑھنے کا موقع ملا‘ لیکن آپ نے ساری زندگی اسے اپنے لئے باعث شرف سمجھا‘ پھر ظاہری علم کے ساتھ باطنی علوم ومعارف سے بھی آپ بجا طور پر مزین تھے‘ حضرت اقدس خواجہ احمد خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے نسبی رشتے کے ساتھ روحانی رشتہ بھی حاصل تھا اور ان کے جانشین حضرت مولانا عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے خاص طور پر روحانی فیوض اور ملکات کو آپ نے حاصل فرمایا اور سولہ سال تک ان کی خدمت کی

اوران کی وفات کے بعد بجا طور پر آپ ان کے خلیفہ وجانشین برحق قرار پائے چھپن سال تک آپ خانقاہ سراجیہ کی مسند طریقت پر جلوہ افروز رہے اور لاکھوں طالبین کو سیراب فرمایا' آپ نے پوری دنیا میں شریعت وطریقت کے علم کو پھیلایا' اس لئے ہر جگہ آپ کے خدام ومتوسلین موجود ہیں' اہل حق کی ہر دینی تحریک جماعت کی آپ نے سرپرستی فرمائی تمام اہل حق کی حوصلہ افزائی اور رہنمائی کا فریضہ ہمیشہ آپ نے بحسن وخوبی نبھایا بطور خاص ختم نبوت کے عظیم مشن کو آپ نے ہمیشہ اپنایا اوراس کیلئے ہر طرح کی قربانیاں دیں۔

ہماری جماعت تحریک تنظیم اہل سنت والجماعت کے ساتھ بھی آپ کی خصوصی عنایات شامل حال تھیں' احقر سے بھی خاص شفقت ومحبت فرماتے تھے' مختلف مقامات پر حضرت سے ملاقات اور گفتگو کا موقع ملتا رہا' وہ ہمیشہ خندہ پیشانی اور محبت سے ملتے اور ہماری سرپرستی فرماتے' اور دعاؤں سے نوازتے۔

ان کا سایہ امت مسلمہ کے حق میں یقیناً اللہ تعالیٰ کا انعام اور رحمت تھا' ان کے اٹھ جانے سے وہ سایہ بھی اٹھ گیا ہے اور امت ایک عارف ربانی اور ولی سے محروم ہوگئی ہے' اللہ تعالیٰ حضرت کی قربانیوں کو قبول فرمائیں اور درجات بلند فرمائیں' نیز ان کے اخلاف کرام کو ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دین حق کی خدمت کی توفیق عطا فرمائیں ۔آمین۔

فقط

بندہ عبدالستار تونسوی عفی عنہ

سرپرست: تنظیم اہل السنۃ والجماعۃ پاکستان

حکیم العصر مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہ

کلمات تہنیت

عزیزی سرفراز حسن خان حمزہ سلمہ اللہ تعالیٰ، عافانی وایاہ اللہ تعالیٰ فی الدارین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے خط کے ذریعے معلوم ہو کر باعث مسرت ہوا کہ آپ مدرسہ حیات النبی گجرات سے حضرت امام اہل سنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ، قائد اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ اور دیگر اکابرین اہلِ حق کی یاد میں ''صفدر'' کے نام سے ایک مجلّہ شروع کر رہے ہیں، میری دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس رسالہ کو اہل السنۃ والجماعۃ (علماء دیوبند) کے افکار ونظریات کا ترجمان بنا کر اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، اسے قبولیت عامہ نصیب کرے، آپ کے قلم میں برکت عطا کرے، اور آپ کو ہمیشہ اپنے اکابرین کے نقش قدم پر مضبوطی سے قائم رہنے اور ان کے عقائد وافکار کی اشاعت وحفاظت اور ان کے مشن کو تادم آخر جاری وساری رکھنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

یہ معلوم ہو کر مزید خوشی ہوئی کہ مجلّہ ''صفدر'' کا پہلا شمارہ ہی ''شیخ المشائخ نمبر'' ہوگا۔ ماشاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور اس کام سمیت ہر نیک کام میں آپ کی مدد فرمائے۔ آمین

حضرت شیخ المشائخ، قطب وقت، خواجۂ خواجگان، مولانا خواجہ خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے دین متین کی بہت بڑی خدمت لی، مخلوق خدا کی اصلاح وتزکیہ کے ساتھ ساتھ انہوں نے ختم نبوۃ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور

ناموسِ رسالت کے تحفظ و دفاع کے لیے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے پلیٹ فارم سے بے مثال خدمات سرانجام دیں۔

بندہ کو حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ سے محبت وعقیدت عرصۂ دراز سے تھی۔ بارہا ان کی زیارت وملاقات کے لیے ان کی خدمت میں حاضری نصیب ہوئی۔ وفات سے دو دن قبل بھی جب وہ سیال کلینک ملتان میں زیر علاج تھے، حاضری ہوئی، زیارت ومصافحہ کی سعادت ملی۔ پھر جنازہ میں بھی شرکت نصیب ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ہمارے لیے نافع اور نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین

حضرت اقدس بھی کئی بار ''جامعہ باب العلوم'' کہروڑ پکا میں تشریف لائے، شفقت ومحبت بھی بہت فرماتے تھے۔ حضرت سے تعلق تو تھا ہی، ان کے صاحبزادے حصول علم دین کی خاطر یہاں تشریف لائے تو اس تعلق میں اضافہ ہوا، حضرت کی کرم نوازی بھی خوب رہی۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی حسنات کو قبول فرمائے، ان کے درجات کو بلند سے بلند تر فرمائے۔ ان کے بعد جملہ فتن، آفات وبلیات سے ہماری حفاظت فرمائے، ان کے اخلاف، بالخصوص مولانا عزیز احمد صاحب [سجادہ نشین: خانقاہ سراجیہ، ڈھاکہ، بنگلہ دیش] اور مولانا خلیل احمد صاحب [سجادہ نشین: خانقاہ سراجیہ، کندیاں شریف، ضلع میانوالی] کو اور بالعموم جملہ متعلقین کو اُن کے نقش قدم پر چلتے ہوئے تادم آخر اُن کے مشن کو جاری وساری رکھنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

مضمون نویسی کا مجھے سلیقہ نہیں، اس لیے مفصل مضمون لکھنے سے معذور ہوں۔

والسلام......عبدالمجید غفرلہ......جامعہ باب العلوم کہروڑ پکا

شعبان المعظم ۱۴۳۱ھ

شیخ الحدیث مولانا مفتی عطاء الرحمٰن مدظلہ

اظہار تشکر

5 مئی 2010 کو بعد نماز مغرب موبائل کی گھنٹی بجی، فون سنا تو یہ روح فرسا خبر کانوں میں پہنچی کہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد کا انتقال پر ملال ہو گیا ہے۔

حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ کے انتقال پر ملال سے صرف خانقاہ سراجیہ، مدرسہ سعدیہ، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور جمعیۃ علماء اسلام کے قائدین و کارکنان و متعلقین اور حضرت کے اعزہ و اقرباء ہی نہیں بلکہ پوری ملت اسلامیہ اس صدمہ سے نڈھال ہو گئی، بلا مبالغہ حضرت کے خدام، تلامذہ اور مریدین و متعلقین کی دنیا اندھیر ہو گئی۔

اس سانحہ کے بعد مجلّہ ''صفدر'' کے منتظمین نے حضرت کی حیات وخدمات پر اشاعت خاص کا اہتمام کیا، حضرت شیخ المشائخ کی عبقری وہمہ گیریت وجامعیت رکھنے والی شخصیت نہ کسی تعارف کی محتاج ہے اور نہ ہی یہ خاص اشاعت اس مقصد کو پورا کر سکتی ہے اس اشاعت کا اصل مقصد تو صرف اتنا ہے کہ حضرت کے سانحۂ ارتحال کے بعد ملت اسلامیہ کے قلوب جس غم واندوہ میں ڈوب کر پژمردہ نظر آنے لگے وہ حضرت کے دینی علمی کارناموں سے روشنی حاصل کر کے کچھ سکون حاصل کر سکیں، حضرت رحمہ اللہ کا بنیادی مشن خانقاہ عالیہ سراجیہ کندیاں شریف کے متعلقین کی اصلاح وتزکیہ کے ساتھ ساتھ، ناموس رسالت کا دفاع، منکرین ختم نبوت کی تردید اور قادیانیت کا تعاقب تھا جس میں مسلسل اپنے آپ کو وقف کیے رکھا، علو ہمت، حوصلہ، راہِ عزیمت پر چلنا، ان کے رگ وپے میں بسا ہوا تھا اور آخری دم تک یہ بلند ہمتی برقرار رہی، انہیں قدرت نے طوفانی ہواؤں میں ''چراغِ حق'' جلانے کی صفت عطا کی تھی، دنیا بھر میں جہاں کہیں بھی قادیانیوں نے اپنے پر پرزے نکالنے شروع کیے، حضرت نے فوراً ان کا تعاقب کر کے اس کا قلع قمع کیا اور جب تک طوفانوں کا رخ موڑ کر مسلمانوں کو قادیانیوں کے پھیلائے ہوئے گمراہیوں کے جال سے محفوظ نہیں کر لیا اس وقت تک چین کی سانس نہ لی۔

حضرت شیخ المشائخ مرحوم آج ہم میں نہیں لیکن ان کا مشن اوران کے اہداف ہمارے سامنے ہیں جنہیں پورا کر کے ہم حضرت کی روح کو تسکین پہنچا سکتے ہیں اور یہی ہماری طرف سے حضرت کے لیے سب سے بڑا اخراج عقیدت ہے۔

ہمیں مسرت ہے اور ہم اس پر اللہ رب العزت کے شکر گزار ہیں کہ حضرت رحمہ اللہ کی سوانح، حالات وواقعات ترتیب دے کر اُن کے مریدین ومتوسلین سمیت جملہ امت مسلمہ کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت ''دارالعلوم مدنیہ'' بہاولپور کے ایک طالب علم عزیزی سرفراز حسن خان حمزہ سلمہ اللہ حاصل کر رہے ہیں۔ خدا تعالیٰ اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر مرتب سمیت ہم سب کے لیے اسے نافع بنائے اور ہمیں حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سمیت جملہ اکابرین کے نقش قدم پر چلتے ہوئے تمام عمر دین کی خدمت کی توفیق سے نوازے۔

آخر میں اپنی گزارشات کو حضرت مولانا سعید احمد صاحب جلالپوری شہید رحمہ اللہ کی دعا پر ختم کرتا ہوں (جو انہوں نے بینات شہید نمبر ۱۴۲۰ھ میں فرمائی ہے۔)

''یا اللہ! مجلّہ صفدر آپ کے ایک مقبول بندے کا یہ تذکرہ آپ کی بارگاہ عالی میں پیش کر رہا ہے، اے کریم! آپ ان کے ظاہر، باطن اوران کے مبداء مآل سے پوری طرح واقف ہیں، یا اللہ! تیرے عاجز بندوں نے ان کو اچھا جان کر اچھائی کے ساتھ ذکر کیا ہے، اے مالک الملک! ہمیں تو اب یہ بھی یاد نہیں کہ ان میں سے کس نے ان کا تذکرہ کس نیت اور کس جذبہ سے لکھا ہے؟ یا اللہ! کسی بات کو نقل کرنے میں فروگذاشت یا کسی جذبہ کے اظہار میں افراط وتفریط ہوئی ہو تو اپنے لطف بے پایاں سے اسے معاف فرما دے اور اپنے ستر جمیل سے عیوب کی ستاری فرما!''

فاطر السمٰوٰت والارض، انت ولی فی الدنیا والآخرہ، وتوفنی مسلماً والحقنی بالصالحین''

عطاء الرحمٰن

دارالعلوم مدنیہ بہاولپور

شعبان المعظم ۱۴۳۱ھ یوم الخمیس



شیخ الحدیث مولانا حبیب الرحمٰن سومرو مدظلہ
خلیفہ مُجاز: قائدِ اہل سنت، وکیل صحابہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین نوراللہ مرقدہ

کلماتِ حبیب

یہ جان کر نہایت خوشی ہوئی کہ آپ حضرت الشیخ حضرت اقدس، امام اہل سنت، شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر نوراللہ مرقدہ کے نام نامی سے منسوب ''ایک جریدہ [مجلّہ ''صفدر''] شروع کررہے ہیں، میری دلی دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اسے کامیابی سے ہمکنار فرمائے، اور برکت سے نوازے۔ آپ کے قلم میں خوب خوب برکت دے، اور آپ کے قلم کو اہل حق کی زبان وترجمان بنائے۔ آپ ہمیشہ حق کی صدا بلند کرتے رہیں۔ بلکہ اگر دیگر رسائل حق چار یار وغیرہ آپ کے مضامین شائع کریں تو گاہے بگاہے ان میں بھی مضامین لکھتے رہا کریں، قلم بھی دین کی اشاعت وحفاظت کا ایک بہت بڑا اور مؤثر ذریعہ ہے۔ اور تحریری صلاحیت واستعداد ہمارے اکابر کی وراثت ہے۔

یہ آپ نے بہت اچھا کیا کہ اپنے ادارے سے رسالہ شروع کرلیا، اس میں بہت سے فوائد ہیں، جو ان شاء اللہ وقتاً فوقتاً سامنے آتے رہیں گے، اور ان شاء اللہ رب العزت اسے خوب ترقی سے نوازے گا۔ اب آپ کھل کر اپنے اکابر کے مزاج ومذاق اور اُن کے افکار ونظریات اور طرزِ عمل کو سامنے لاسکیں گے۔ اہل السنۃ والجماعۃ کے عقائد کو واضح، واشگاف اور غیر مبہم انداز میں بیان کرسکیں گے۔ اور اس کی اشاعت سے ہمارا مقصد بھی یہی ہونا چاہیے۔ میری دعا ہے کہ خدا تعالیٰ آپ کو دنیا وآخرت کی کامیابیوں سے نوازے۔

اور یہ بات تو نورٌ علیٰ نور ہے کہ مجلّہ ''صفدر'' کا پہلا شمارہ ہی شیخ المشائخ حضرت اقدس خواجہ خان محمد نوراللہ مرقدہ کی یاد میں خاص اشاعت (شیخ المشائخ نمبر) ہے۔ حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ سے راقم الحروف کو بھی نیاز مندی کا موقع نصیب ہوا، ہمارے یہاں سجاول میں تشریف لائے تھے تو زیارت ہوئی، خانقاہ سراجیہ بھی حاضری کی سعادت ملی، مگر افسوس کہ اس وقت زیارت نہ ہوسکی۔ اب وفات کے بعد بھی حاضری دی۔ خداوند قدوس قبول فرماکر نافع بنائے۔ آمین۔

حضرت کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ ان کی قبر انوارات سے پہچانی جاسکتی ہے،

وہاں انوارات کی بارش ہے، اللہ ہم سب کو اس سے فیض کامل نصیب فرمائے۔ حضرت کی زندگی فنا فی اللہ اور باللہ اور استغراق کامل اور انتہائی بے خودی سے تعبیر تھی وہ بے خودی کے عالم میں محو تھے اور مقام حیرت میں تھے۔ **ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء، واللہ ذو الفضل العظیم**

وہ اب اصل مقام کی طرف رحلت فرما چکے ہیں، وہ یہاں ناسوت میں رہ کر بھی تعلق مع اللہ میں کمال رکھتے تھے، گویا یہ کہیے کہ جس عالم ملکوت کو وہ قلبی نگاہ سے دیکھ رہے تھے اب اللہ تعالیٰ ان کی آنکھوں کو یہ مقام دکھا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات میں ترقی فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ اپنے اکابرین کے مسلک پر مضبوطی سے کاربند رہے، ساری زندگی اس سے انحراف کا سوچا تک نہیں، بلکہ اپنے مریدین کے عقائد ونظریات کی اصلاح وحفاظت کے لیے فکرمند رہتے تھے۔ اس کے لیے آپ نے ایک کتاب (عقائد اہل السنۃ والجماعۃ مؤلفہ: مولانا مفتی محمد طاہر مسعود مدظلہ] بھی لکھوا کر خانقاہ سراجیہ سے چھپوائی۔ آپ نے ہمیشہ اپنے اسلاف کی روایات کو زندہ رکھا، باوجودیکہ اس وقت غالباً سب سے زیادہ مریدین آپ کے تھے، آپ نے چند گنے چنے حضرات کے علاوہ کسی کو خلافت عنایت نہیں فرمائی۔ اور یہی ہمارے اکابر کا طریق رہا ہے کہ خلافت صرف اس کو دیتے تھے جس کو نسبت حاصل ہو، آج کل اس کا فقدان ہے، چھوٹے چھوٹے بچوں اور طلباء تک کو خلافت دے دی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے اور اکابرین کے نقش قدم پر چلائے۔ آمین

میرے عزیز! آپ بھی اپنے اکابر واسلاف کے دامن سے ہمیشہ وابستہ رہنا، کبھی اس سے سرمو انحراف نہ کرنا اور انہی کے طرز پر دین حق کی خدمت کو زندگی بھر کے لیے اپنا اوڑھنا بچھونا بنائے رکھنا۔ اسی میں دنیا وآخرت کی کامیابی ہے۔ اور اس سلسلے میں جو بھی مشکلات اور رکاوٹیں آئیں ان کو خندہ پیشانی سے قبول کریں، اور حق پر ڈٹ جائیں، حائلین اور ناقدین کی قطعاً پرواہ نہ کریں۔ خدا تعالیٰ توفیق مرحمت فرمائے۔ اپنی خصوصی مدد سے نوازے اور آپ کی جملہ خدمات کو اپنی بارگاہ میں قبول ومنظور فرمائے۔ آمین۔ بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم......والسلام

یکے از خدم......قائد اہل سنت، وکیل صحابہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نور اللہ مرقدہ

حبیب الرحمٰن سومرو

خادم التدریس والطلبہ، جامعہ خلفائے راشدین، جنہان سومرو، ضلع ٹنڈو محمد خان (سندھ)

شیخ الحدیث مولانا حبیب الرحمٰن سومرو مدظلہ

حضرۃ اقدس امام اہل سنت نور اللہ مرقدہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

امابعد۔ یہ دین آخری دین ہے جس کی حفاظت کے لیے اللہ جل شانہ نے قدسی جماعت پیدا فرمائی جنہوں نے قرآن کے نور عدالت کے اعلیٰ معیار اور حفظ واتقان کے کمال سے دین کے اصلی روپ کو نکھار کرامت کے سامنے پیش فرمایا اور باطل کے ریشہ دوانیوں اور لٹیروں کی دست اندازی کو روکا۔ مکتب نبوت سے براہ راست فیضان یافتہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی یہی شان تھی جن کی برکت سے ہم تک دین صحیح شکل میں پہنچا۔ اعلم الامۃ جناب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس جماعت کے سرخیل تھے جو بشہادت قرآن کریم اتقیٰ تھے اور حفظ واتقان کا کمال یہ تھا اونٹوں اور گھوڑوں کی نسلیں تک یاد تھیں اور فرمان نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام **رُبّ مبلّغ اوعی من السامع** امت کے آئندہ محافظین طبقہ اور حاملین دین کے حفظ واتقان کے کمال کی گواہی ہے۔ محدثین کرام اور حفاظ الحدیث کے واقعات پڑھ دیکھ کر حیرانگی اور تعجب ہوتا ہے آسمان سے بڑھ کر اتنا بے پناہ حافظہ سے اللہ جل شانہ نے انہیں نوازا۔

ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

دنیا کے ہر عجوبہ میں یہ چیز ہے کہ وہ (ایک) وقت بسوئے زوال ہوتا ہے اور اس سے اصلیت، چمک مہک ختم ہو جاتی ہے لیکن اس دین کا کمال ہے کہ بڑھتا جا رہا ہے میدان علمی کی وسعتیں آسمان کو پہنچ رہی ہیں، تحقیقات کا دائرہ وسیع ہے، اور کتب تحریرات، ملفوظات اور مکتوبات اقوال آراء کی وسعت سے دامن کون ومکاں تنگ ہوتا جا رہا ہے، اس دین میں دو ایسی خصوصیتیں ہیں جو کہیں بھی نظر نہیں آئیں گی ایک یہ کہ قول کے ساتھ اس کی شخصیت اور اس کی زندگی ہوتی ہے، یعنی یہ دین صرف اقوال کا مجموعہ نہیں بلکہ قول عمل کی ہم آہنگی سے عبارت ہے۔ لقد کانت لکم اسوۃ حسنۃ فی ابراھیم والذین معہ اور لقد کان لکم فی

رسول الله اسوة حسنة یہی اس دین کی جھلک ہے اور دوسری چیز ہے سند جس سے دین کا اصلی صورت میں نکھار اور بقا ہے۔لو لاالاسناد لقال من شاء ماشاء حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں احب بیتاً خالیاً و سنداً عالیاً حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے تجدیدی کارناموں پر شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے عمارت استوار فرمائی اور علماء دیوبند کثر اللہ سواد ہم نے بکھرے موتیوں کا انمول خزانہ امت کے لیے محفوظ کر کے پیش فرمایا فللہ الحمد والمنة علی ذالك، پوری دنیا کے ایوانوں سے قال اللہ وقال الرسول کی صدائیں آنے لگیں، مرجھائی ہوئی دینی رونق بحال ہوئی، گری پڑی امت کے چہرے پر مسکراہٹ آئی، عقیدہ عمل کے خزاں میں بہار آئی، ایوان باطل میں لرزہ آیا، خزاں ان کا مقدر بنی، فلسفہ یونان سے لوگ نکل کر بسوئے فرقان آئے، درس کی رونقیں بحال ہوئیں، روضہ اطہر علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیمات کے سایہ میں شیخ الاسلام شیخ العرب والعجم حضرت سید مدنی نوراللہ مرقدہ نے چودہ سال عربوں کو قرآن وحدیث کا درس پڑھایا پھر وہ زمانہ آیا کہ فیضِ مدنیؒ ہندوپاک پر چھا گیا کہ آج تاریخ دین حضرت مدنیؒ کے نام کے بغیر نامکمل ہے جن سے فیض پانے والے وقت کے امام بنے، جن سے باطنی فیض پانے والے رشد وہدایت کے ومعرفت کے امام بنے اور اپنے زمانے کے مردقلندر بنے، جیسے ہمارے حضرت اقدس حضرت قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ۔ حضرت شیخ الاسلام سے فیض پانے والے ایسے شخص بھی تھے جن کے بارہ میں حضرت مدنی رحمہ اللہ نے فرمایا! کہ مولانا ہندوستان میں چراغ لے کر پھروگے ایسا آدمی تجھے نہیں مل سکے گا۔ جو جہاں تھے ہندوپاک بنگال میں امام وقت خویش تھے۔ جنہوں نے حضرت مدنیؒ سے ظاہری علوم حاصل کیے وہ اپنے زمانے کے ایسے شیخ الحدیث اور ماہر فن حدیث ہوئے جو شہرت کے آسمان پر پہنچے اور تمام اہل علم انکے ایسے محتاج ہوئے جیسے کہتے ہیں الناس فی الفقه عیال ابی حنیفة اور فی زمانہ اسکے مصداق شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ تعالیٰ کی عظیم علمی شخصیت تھی جو علمی دنیا پر چھائی ہوئی تھی، جن کی ہر بات آخری رائے اور آخری تحقیق کا درجہ رکھتی ہے۔ افسوس صد افسوس کہ کچھ دن پہلے ہم سے ہمیشہ کے لیے جدا ہو کر دارالبقاء کی طرف روانہ سفر ہوئے

انا لله وانا اليه راجعون

احسن، حمزہ، انس ابھی نانا جی نوراللہ مرقدہ کے غم سے نہیں سنبھلے تھے کہ دادا جی نوراللہ مرقدہ داغِ مفارقت دے گئے۔ اللہ کے نظام تکوینی کے سامنے کوئی پر نہیں مار سکتا وہ عزیز وحکیم ذات ہے۔ ہم سے وہ شخصیت بچھڑ گئی کہ جس سے رونق علم میں بہار تھی، جو ہمارے لیے باعث فخر تھی، جس کے بارہ ہم کہہ سکتے ہیں

ھؤلاء آبائی فجئنی بمثلھم

اذا جمعتنا یاجریر المجامع

جو باطل کے لیے شمشیر بے نیام اور تیغ ھندی تھے، جن کے علم کی خوشبو سے ہر خاص وعام کا دماغ معطر ہے، جن کے قلم سے عقائد واعمال کی راہیں کھلتی ہیں۔ آج کل تو ہر حدیث پڑھانے والا محدث اور دو تین سال میں وہ شیخ الحدیث بن جاتا ہے لیکن فن حدیث میں ماہر وہی ہے جو اسماء الرجال کے فن سے پوری واقفیت رکھتا ہو۔ احقر کے استاد محترم حضرت مولانا محمد صاحب نور اللہ مرقدہ جن سے جسمانی اور روحانی ہر طرح کا تعلق ہے حضرت سید مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ کا ارشاد نقل فرماتے کہ اس وقت اسماء الرجال کے فن میں شیخ الحدیث (مولانا سرفراز خان صفدر) سب سے بڑھ کر ہیں، یہ فن علم حدیث میں حافظے کا سب سے زیادہ طلب گار ہے۔ اور حافظہ ایک عطائی چیز ہے جسے اللہ تعالیٰ عطا فرمائے۔ احادیث کے صحت وسقم کو معلوم کرنا اور علل حدیث پر واقف ہونا اس فن میں مہارت سے ہوتا ہے حضرت شیخ الحدیث صاحب رحمہ اللہ کو اس میں حظ وافر عطا فرمایا ہوا تھا اور عمر کا اکثر حصہ احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ تعلق جن برکات حسی ومعنوی کو اپنے اندر سمیٹتا ہے جس سے صحابیت کا معنوی شرف نصیب ہوتا ہے، حضرت شیخ الحدیث کو اس سے کامل حصہ ملا ہوا تھا جس کے سبب زندگی کے آخری دم تک بیماری کے احساس کے اثرات تک محسوس نہیں ہوئے، جب بھی زیارت کے لیے جاتے چہرے پر کبھی بھی حزن وملال کی کیفیت نظر نہیں آئی بلکہ کوئی بھی علمی بحث شروع فرماتے اور کسی حدیث شریف کی بات آتی تو پوری روایت راوی کے نام کے ساتھ ذکر فرماتے، ذہن ودماغ پر شغف حدیث کا حاوی ہونا حسن خاتمہ کی علامت ہے۔ **تموتون کما تحیون** میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ جس طرح حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کو عرصہ دراز ناسور ہوگیا، زخم سے پیپ بہتا اور چہرہ ہر وقت ہشاش بشاش رہتا، کسی نے پوچھا کہ آپ کے چہرے پر بیماری کے اثرات واضح نہیں؟ فرمایا کہ اس شخص سے کیا حال پوچھتے ہو جس سے روزانہ فرشتے عیادت کرنے آتے ہیں۔

مشکوٰۃ شریف پڑھنے کے زمانے میں جب سے حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کا تعارف سنا زیارت کا اشتیاق تھا، پھر جب اپنے حضرت پیر ومرشد حضرت قاضی صاحب نور اللہ مرقدہ سے بیعت ہوئے اس پہلی بار میں واپسی میں گکھڑ حضرت رحمہ اللہ کی زیارت کے لیے پروگرام بنایا، ہم تین ساتھی تھے، مجھے سخت بخار تھا، چکوال ہسپتال ساتھی انجکشن لگوانے کے لیے لے گئے تھے، جب ہم ظہر کے وقت گکھڑ پہنچے تو گاڑی سے اترتے ہی طبیعت زیادہ خراب ہوگئی اور بخار کی شدت ہوگئی، حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے گھر پر مصافحہ

فرمایا اور بیٹھک میں بٹھانے کے بعد خود چائے بسکٹ لائے تو ہم حیران رہ گئے، لیکن سمجھ گئے کہ مدنی تربیت کا اثر یہی ہے، ہمارے ساتھ کافی دیر تک بیٹھے رہے، رات کو رہنے کے لیے فرمایا، آخر ہم نے اجازت طلب کی تو حضرت نے رخصت فرمایا اور دعا فرمائی۔ اسوقت حضرت کے ایک ہاتھ میں رعشہ کا اثر تھا اس کے بعد زیارتیں ہوتی رہیں خاص کر حضرت اقدس (مولانا قاضی مظہر حسین) نوراللہ مرقدہ کے وصال کے بعد تو حضرت کے ساتھ تعارف بڑھ گیا تو پہچاننے لگے اور اجازت حدیث اور خاص تقریرات حدیث کی بھی اجازت عطا فرمائی جو بندہ کے لیے ایک بہت بڑا اعزاز ہے، اسی طرح ایک مرتبہ فرمایا آپ سومرو بسمرہ صحابیؓ جن کا ذکر حدیث میں آتا ہے اُن کی اولاد ہیں؟ یہ پتہ نہیں کہ حضرت رحمہ اللہ نے نام کی مناسبت سے فرمایا، یا کسی تاریخی گواہی کی بنیاد پر۔ پھر ہر دفعہ کی مجلس میں جو چیز زیادہ محسوس کی کہ حضرت کی طبیعت پر حدیث کا اتنا غلبہ ہے کہ کسی راوی یا روایت کا ذکر ضرور چھیڑ دیتے ہیں، جس کا اثر خاص ہے کہ آج ان کے خدام تلامذہ پاک ہند اور کئی ممالک میں بڑے بڑے دار العلوم چلا رہے ہیں اور قال اللہ وقال الرسول کی صداؤں سے حضرت شیخ الحدیث کی روح کو ایصال ثواب کر رہے ہیں۔

حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کی زندگی کا خلاصہ یہ ہے کہ اکابرین کی تاریخ کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی زندگی کو اس کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کریں اور ان کی تحقیقات کو اپنا امام بنائیں اسی میں راہ نجات ہے۔ توحید وسنت کو اپنائیں اور شرک وبدعت سے سخت نفرت کریں۔ ہمارے یہاں سب سے بڑا سانحہ یہ ہے کہ ہر جدید فکر رکھنے والا ان بزرگوں سے ملاقات کرنے کے بعد ان کی شخصیت کو اپنی تائید میں پیش کرتا ہے کلا وحاشا ایں خیال است محال است جنوں

یہ حضرات دیوبندی مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے خالص اور سچے دیوبندی تھے اور سچی دینی سیاست اور قیادت کے قائل تھے، حضرت شیخ کی ذات بابرکات نہایت واضح اور کھلی زندگی پر مبنی ہے اتنی بڑی شخصیات کی زندگی کی طرز اپنانے کی بجائے ان کو اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کرتے ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ جل شانہ حضرت رحمہ اللہ کے فیض کو تا قیامت جاری وساری رکھے اور باقیات صالحات ان کے نقش قدم کو اپنا کر قرآن وحدیث کی خدمت میں زندگی گزاریں ان کا نسبی نسبتی سلسلہ قائم ودائم رہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

مولانا عبدالروف چشتی مدظلہ

مجلّہ ''صفدر'' گجرات

صفدر حضرات نے پہلے ہی اغیار کے غلط عقائد ونظریات کے پرخچے اڑا رکھے ہیں، میرا مطلب ہے کہ استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ اور حضرت مولانا محمد امین صفدر رحمہ اللہ نے اپنے اپنے انداز اور اسلوب سے تقریر اور تحریر سے اغیار کی خود ساختہ راہوں پر دلائل وبراہین کے ایسے ایسے ناکے لگا رکھے تھے کہ ہرنا کہ پر ان کے غلط عقائد کا دھما کہ ہو جاتا تھا اور ان کے قرآن وحدیث سے متصادم نظریات خس وخاشاک کی طرح اڑ جاتے تھے۔ یہ تدبر وتفکر سے عاری، عقل وفہم سے پیدل ابھی تک اپنے نظریات کے خس وخاشاک اور کوڑا کرکٹ کو جمع نہیں کر پائے تھے کہ فرزندانِ صفدر نے ایک اور دھما کہ کر دیا کہ مجلّہ ''صفدر'' گجرات کی اشاعت کا اعلان کر دیا، جزاک اللہ! یقیناً مجلّہ ''صفدر'' اسم بامسمّٰی ہوگا باطل کی صفیں توڑنے والا بہادری، شجاعت اور دلیری سے حق کو حق کہنے والا اور سچ کو سچ لکھنے والا ہوگا۔ امید واثق ہے کہ مجلّہ ''صفدر'' گجرات عقیدۂ دیوبندی پیش کرے گا، دھڑے بندی کا شکار نہیں ہوگا۔ قائد اہل سنت وکیل صحابہ، مداحِ اہل بیت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ دھڑے بندی کے قائل نہیں تھے۔ (خارجی فتنہ حصہ اول صفحہ 436) مجھے یہ بھی امید ہے کہ مجلّہ ''صفدر'' گجرات ضد، تعصب، عناد اور بغض سے پاک ہوگا۔ تحریر میں تاک ہوگا اور اغیار کی تقریر وتحریر سمجھنے میں چالاک ہوگا۔ آئین جوانمرداں حق گوئی کا علمبردار ہوگا

اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں، بیگانے بھی ناخوش
میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

کا مصداق ہوگا میری قلبی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مجلّہ صفدر کو نظرِ بد سے بچائے، اغیار کے لیے ضیاء ثابت ہو، احباب کے لیے باعثِ راحت ہو، مجلّہ ''صفدر'' گجرات میں لکھنے والے تمام حضرات کو پیشگی مبارک باد عرض کرتا ہوں۔ اور دعا کی درخواست کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اکابرین علماء دیوبند کے عقائد ونظریات پر قائم رکھے۔ آمین، بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

جانشینِ شیخ المشائخ مولانا خلیل احمد مدظلہ

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم،امابعد

قبلہ حضرت مرشد عالم، والد گرامی قدر رحمہ اللہ کی حیات مبارکہ اور آپ کی سوانح پر بہت کچھ لکھا جاتا رہے گا اور حضرت کا تذکرہ بھی ان شاء اللہ مردہ دلوں کو جلا بخشے گا۔

الاول، فــالاول کے ضابطہ کے مطابق اس میں مجلّہ ''صفدر'' گجرات کی فوقیت واضح ہے کہ تین ماہ کے مختصر عرصہ میں قبلہ والد صاحب رحمہ اللہ کا نمبر شائع کر دیا ہے۔اور حُسن اتفاق یہ ہے کہ مجلّہ ''صفدر'' کا آغاز بھی اسی نمبر سے ہو رہا ہے۔

عزیزم سرفراز حسن خان حمزہ سلمہ قابل صد مبارباد ہیں کہ ان کی انتھک محنت سے یہ مبارک کام پایۂ تکمیل کو پہنچا ہے۔

فقیر دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ عزیز سلمہ کی اس محنت کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، مجلّہ ''صفدر'' کو قبولیت عامہ نصیب کرے اور قبلہ حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ مبارک تذکرہ گم گشتہ گان راہ کے لیے مینارہ نور ثابت ہو۔آمین

فقیر ابوالسعد خلیل احمد عفی عنہ

خانقاہ سراجیہ، کندیاں، ضلع میانوالی

۲ رمضان المبارک ۱۴۳۱ھ یوم الجمعہ

اداریہ

حمزہ احسانی

ربا! تیرے سہارے

مجلّہ ''صفدر'' کے نام سے ایک رسالہ نکالنے کاارادہ تو کافی عرصہ سے تھا،لیکن اس کاوقت اب سے دوسال بعد کا طے ہواتھا،یعنی جب راقم درسِ نظامی سے فراغت پالے گا، پھراس کام کا آغاز کیا جائے گا۔اس بارہ میں مختلف اکابرواحباب سے مشاورت کے بعد ذہن میں ایک ترتیب دے کرراقم اس فائل کوٹھپ کرچکا تھا۔کہ دورانِ تعلیم نہ ہی اس کاوقت ملتاہے،نہ اساتذہ بالخصوص حضرت مہتمم صاحب (شیخ الحدیث مولانا مفتی عطاء الرحمٰن صاحب مدظلہ العالی) اجازت دیں گےاورنہ ہی حضرت والدصاحب مدظلہ العالی۔اپناذہن بھی یہی تھا کہ راقم کے بعض اعزہ کوحضرۃ اقدس داداجان رحمہ اللہ نے یہ نصیحت فرمائی تھی کہ ''تحریری میدان میں قدم،تعلیم کے حصول کے بعدرکھنا!ورنہ تعلیم متاثر ہوگی۔''

لیکن خداوندقدوس کی اپنی حکمتیں ہیں،کسی کام کوہم لیٹ کرنا چاہتے ہیں وہ جلدی ہورہاہے اور جسے ہم جلدی کرنا چاہتے ہیں اس میں تاخیر درتاخیر ہوتی چلی جارہی ہے۔وہ قادروحکیم ذات جانتی ہے کہ اس میں کیا حکمت ہے۔

اس مجلّہ کی ابتدا ابھی (وقت سے پہلے) کیوں اور کیسے ہوئی؟اس سوال کا جواب آپ کو''عرض خادم''میں ملے گا۔سردست یہاں مجلّہ ''صفدر'' کی پالیسی سے متعلق چندمعروضات پیش خدمت ہیں۔

......یہ مجلّہ جیساکہ ٹائٹل پربھی مذکورہے کہ اکابرین دیوبندبالخصوص شیخ العرب والعجم حضرت اقدس مولاناسیدحسین احمدمدنی نوراللہ مرقدہ کےافکارونظریات کا''بےباک''ترجمان ہے۔

......دورحاضرمیں یہ قائداہل سنت،وکیل صحابہ حضرت مولانا قاضی مظہرحسین رحمہ اللہ اورامام اہل سنت،شیخ الحدیث حضرت مولانامحمدسرفرازخان صفدررحمہ اللہ کے مسلک اورطرزعمل کاپابندہے۔

......اس کا اولین مقصد قرآن وسنت اور فقہ حنفی کی تعلیمات کی صحیح تشریح......تحفظ ناموس رسالت......دفاع صحابہ اورمسلک اہل السنۃ والجماعۃ کی اشاعت وحفاظت ہے۔

......یہ مجلّہ اپنے قارئین سے اس بات کا عہد کرتا ہے کہ جب تک یہ جاری رہے گا،اپنے اسلاف کے نقش قدم سے نہ ہٹے گا،اورجس روزخدانخواستہ ایسی نوبت آئی تواسی روزاسے بندکردیا جائے گا۔یعنی ان

شاء اللہ العزیز اس مجلّہ میں قارئین کی، اکابرین کے مسلک کے خلاف ذہن سازی نہ کی جائے گی۔

...... یہ ناچیز نہ تو کوئی عالم فاضل ہے اور نہ ہی کوئی ادیب و قلم کار...... نہ ہی محقق و مدقق ہے اور نہ مصنف و مؤلف......اور نہ ہی ان چیزوں کا کوئی خاص شوق ہے۔ ہاں! بس ایک تڑپ ضرور ہے، کہ اکابرین کے مشن و مؤقف کو خوب خوب پھیلایا جائے اور ان کے حقیقی نظریات و روایات کو برقرار رکھا جائے

وہ جس کو بزرگوں کی روایت نہ رہے یاد
اس شخص کی لوگو! کوئی پہچان نہیں ہے

شراب کی بوتل پر بزوری کا لیبل اور ''میڈ اِن برطانیہ'' پر ''میڈ اِن مکہ و مدینہ'' کی مہر لگا کر پیش کرنے سے گریز کیا جائے۔ بس یہی میرا جذبہ ہے، یہی میری آرزو ہے اور یہی میرا مشن۔

...... یہ حقیقت ہے کہ ظلم و جور...... ناانصافی و بے حیائی...... فحاشی و عریانی...... بے دینی و فتنہ سازی ......اور...... دین دوری و اکابر دشمنی کے اس دور میں اسلام کی پاکیزہ تعلیمات...... نبی کریم کے روشن و منور مطہر اخلاق......اور شریعت کا عادلانہ و منصفانہ نظام زندگی...... بیان کرنا بھی جرم بن چکا ہے، اپنانا تو بڑی دور کی بات ہے ؎

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا کر یہ تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

نام نہاد روشن خیالی کا پھیلاؤ......سیکولرزم کا طوفان...... لادینیت کا چرچا...... جدیدیت کا شور...... مصلحت! مصلحت! مصلحت! کی آوازیں......تحمل، بردباری، رواداری اور برداشت کے نام پر بے غیرتی کا سبق...... راہ نمائی کے عنوان سے رہزنی کی وارداتیں...... چوروں کی چوکیداری...... غیروں کے طعنے ......اور......اپنوں کی مخالفت......اور سب سے بڑھ کر ''مصلحت'' کے نام پہ ''مسلک'' کا خون......اس سب کا ہمیں سامنا ہے۔ لیکن ہم نے ایک عہد کیا جسے ان شاء اللہ العزیز پورا کریں گے۔

......اس بات کا بھی ہمیں بخوبی احساس ہے کہ آج کے اس تاریک ماحول میں یہ چراغ جلانا، اور حالات کی تیز و تند آندھیوں میں اسے جلائے رکھنا انتہائی مشکل کام ہے بلکہ جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ لیکن ان تمام مشکلات و مصائب اور حالات کی سنگینی کے باوجود ہم بے ''سروساماں'' میدان میں اترے ہیں۔ صرف اور صرف ''ربا! تیرے سہارے''۔ اور رب جس کی مدد کرے پھر اسے ''سر'' و ''سامان'' کی حاجت نہیں رہتی جب وہ میدان میں اترتا ہے تو

کفن باندھ کے جب ہم بے سروماں نکلے

دیکھ کر بھاگ اٹھے سب سر، ساماں والے

کا سماں ہوتا ہے۔ پھر لکڑی کی شاخ تلوار کا اور معمولی تنکا تیر اور نیزے کا کام دیتا ہے۔ جب رب کا سہارا ہو تو پھر ایک مٹھی کنکر درجنوں ٹینکوں کی تباہی کے لیے کافی ہوا کرتے ہیں۔ پھر مجاہد کی گن کی ایک گولی جنگی ہیلی کا پٹر کو تباہ کر ڈالتی ہے۔ بلکہ پھر تو مجاہد کے ہاتھ ہلانے کی دیر ہوتی ہے، تلوار لگنے سے پہلے کافر کا سر قلم ہو چکا ہوتا ہے۔ اس لیے ہم ''سر و سامان'' کے پیچھے بھاگنے اور اسے حاصل کرنے کی بجائے ''رب کے سہارے آئے'' ہیں اور یہ صدا لگائی ہے ''ربا! تیرے سہارے''۔

رب کے حضور مناجات:

یارب! تجھے تیرے حبیب کا واسطہ......امت کی کشتی بھنور میں پھنس کر ڈوب چلی ہے......سمندری موجیں اچھل چھل کر اپنی طغیانی کا احساس دلا رہی ہیں۔ ایسے میں ہماری یہ کوشش اگرچہ ''ڈوبتے کو تنکے کا سہارا'' کے مترادف ہے، لیکن تو اسے قبول فرما، یااللہ! ہم کمزور ہیں، تُو تو عاجز نہیں......ہم بے بس ہیں تُو تو لاچار نہیں......تو ہی اس اندھیر نگری میں ہماری اس معمولی کرن کو روشن کر دے۔ تو اسے نصف النہار کا سورج بنا دے اور اسے اپنی بارگاہ میں مقبولیت دے کر جہاں بھر میں عام فرما دے۔

......یارب! تیرے محبوب کے امتی...... تیرے محبوب کی پاکیزہ جماعت کے دیوانے......تیرے محبوب لوگوں سے محبت کرنے والے چند اہل جنوں......آج ممولے کو شاہیں سے لڑانے نکلے ہیں۔ تیری توحید...... تیرے نبی کی رسالت وختم نبوت ...... تیرے محبوب کی پاکیزہ حیات...... جماعت صحابہ کی شان......حضرات اہل بیت کے فضائل......اور......فقہاء ومجتہدین کی حقانیت بیان کرنے کے لیے آج ہمیں تیرا سہارا درکار ہے۔ یارب! تُو ہمیں اپنی آغوش رحمت وحفاظت میں لے لے۔......تُو ہمارا محافظ بن جا......تُو ہمارا نگہبان بن جا......تُو ہمارا سائبان بن جا......اور تُو ہی ہمارا پہلا اور آخری سہارا بن جا......

آمین۔یارب العالمین۔ بجاہ النبی الکریم ۔صلی اللہ علیہ وسلم

امام اہل سنت......اور......شیخ المشائخ

حُسن اتفاق کہیے یا خدائی فیصلہ سمجھیے! بیسویں صدی کی دوسری دہائی میں دو بچوں کی پیدائش ہوتی ہے، دونوں کے نام میں ''محمد'' اور ''خان'' قدرِ مشترک ہے، دونوں کو حصول علم کے لیے اپنا وطن ترک کرنا پڑا، دونوں اپنے اساتذہ کے منظورِ نظر رہے، دونوں اپنے بڑوں کے حکم پر دورہ حدیث کے لیے دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے، دونوں نے 1941ء کے لگ بھگ دورہ کیا، دونوں شیخ العرب والعجم حضرت

مولانا سید حسین احمد مدنی نوراللہ مرقدہ سے فیضیاب ہوئے، دونوں پر مدنی عزیمت واستقامت کا اثر غالب رہا، دونوں خانقاہ موسیٰ زئی شریف کے وابستگان سے منسلک ہوئے، دونوں شریعت وطریقت کے جامع کہلائے، دونوں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے بلند پایہ شیخ ہوئے، دونوں مدرس، دونوں مربی، دونوں قائد، دونوں راہبر وراہنما اور دونوں شیخ المشائخ قرار پائے، دونوں وقت کے امام تھے، دونوں اکابرین کی روایات کے سچے اور سُچے امین تھے، دونوں آل دیوبند کا سرمایہ اور خود دیوبند کی آبرو تھے، دونوں سردار تھے ایک علماء امت کے سرخیل تھے تو دوسرے اولیاء زمانہ کے سرتاج، ایک علم کے بادشاہ تھے تو دوسرے طریقت کے شہنشاہ، دونوں دین حق کے محافظ تھے، دونوں ختم نبوت کے مجاہد تھے، دونوں نے ختم نبوت کی خاطر قربانیاں دیں اور قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں، دونوں جمعیت علماء اسلام سے وابستہ رہے، دونوں اکابر کی یادگار اور نشانی تھے، دونوں اپنے اسلاف کا پرتَو تھے، دونوں اپنے اپنے شیخ کی زندہ تصویر تھے، دونوں **الاستقامة فوق الکرامة** کا مصداق تھے، دونوں نے مذاہب باطلہ بالخصوص قادیانیت کی تردید وبیخ کنی اور استیصال کے لیے اپنی توانائیاں صرف کیں اور امت کو جگایا، دونوں کی رائے اکثر مسائل میں متفق ہوتی تھی، (تکفیر شیعہ کا فتویٰ ہو یا حرمت تصویرِ سکرین کا)۔ دونوں نے مسلک دیوبند کی صحیح ترجمانی کی، دونوں اکابر کے طریقے کو فوقیت اور اہمیت دیتے تھے، دونوں پر اکابرین دیوبند نے اعتماد فرمایا، دونوں کی شیخ الاسلام حضرت بنوری رحمہ اللہ نے تعریف فرمائی، ایک کے بارے میں فرمایا ''مولانا سرفراز کام کے دیوبندی ہیں۔'' اور دوسرے کے بارے میں فرمایا کہ ''اگر مولانا خان محمد نیابت قبول کریں تو میں امارت قبول کرتا ہوں۔'' جانشین حضرت بنوری، شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ بھی دونوں کے معتقد تھے ایک کے بارے میں فرمایا کہ ''اگر مولانا سرفراز خان صفدر کے علم کی زکوٰۃ نکالی جائے تو مجھ جیسے غنی ہوجائیں'' دوسرے کے بارے میں فرمایا ''حضرت خواجہ صاحب قطبِ وقت ہیں''۔ اور حضرت لدھیانوی کے جانشین مولانا سعید احمد جلالپوری شہید رحمہ اللہ بھی دونوں کے گن گاتے تھے، فرمایا ''حضرت نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمہ اللہ کے بعد بس دو ہستیاں باقی رہ گئی ہیں جن کی ٹھنڈی چھاؤں میں ہم ذرا ستا سکتے ہیں اور اپنے ایمان کو جِلا بخش سکتے ہیں، ایک مولانا خواجہ خان محمد اور دوسرے مولانا سرفراز خان صفدر''۔ نیز مولانا جلالپوری شہید رحمہ اللہ نے ہی یہ بھی فرمایا کہ ''جس مسئلے پر مولانا خواجہ خان محمد اور مولانا سرفراز خان صفدر کا اتفاق ہوجائے، میں سمجھتا ہوں کہ حق اس کے علاوہ نہیں ہوسکتا۔''

پھر دونوں کی عادات میں اتفاقاً یا تکویناً مطابقت تو دیکھیے! دونوں اکثر سفید لباس زیب تن فرماتے تھے، دونوں سر پر خوبصورت (کبھی سفید کبھی سیاہ) عمامہ سجاتے تھے، دونوں چشمہ لگاتے تھے، آخر عمر میں

شدید بیماری سے پہلے پہلے دونوں کے ہاتھ میں عصا ہوتا تھا، دونوں کی ریش مبارک پہلے بالکل سفید ہوکر آخر میں چند بال سیاہ ہوگئے تھے، دونوں کی عادات واطوار دورِ حاضر میں سنت نبوی کا اکمل نمونہ تھے، دونوں نے فتنہ مماتیت کی بھرپور تردید کی اور اسے دیوبندیت سے علیحدہ بلکہ اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج قرار دیا، دونوں نے عامۃ المسلمین کو اس فتنے سے بچنے کی تلقین کی، دونوں نے ختم نبوت اور ناموس رسالت کی خاطر تمام فرق سے اتحاد کی فضا کو نہ صرف برداشت کیا بلکہ اسکی تائید وحمایت بھی کی۔ دونوں ہی کو مجاہدین سے محبت تھی، دونوں مجاہدین کو ملنے کے لیے پیرانہ سالی کے باوجود اٹھ کھڑے ہوئے۔

دونوں نے دو شادیاں کیں، دونوں کی دونوں اہلیہ ان سے پہلے وفات پا گئیں، دونوں آخری دنوں میں خاصے علیل رہے، دونوں میں وفات سے چند دن قبل بولنے کی سکت بھی نہ ہونے کے برابر رہ گئی، دونوں کی وفات کے وقت ان کے اکثر صاحبزادے موجود تھے، دونوں کی آخری وصیت، نصیحت اور اپیل ختم نبوت کے بارے میں تھی، دونوں کی اولاد میں علماء ہیں، دونوں کی اولاد بحمد اللہ ان کی جانشین ثابت ہوئی، دونوں کی وفات اکیسویں صدی کی پہلی دہائی میں ہوئی، اس سے بڑھ کر یہ کہ دونوں کا سانحہ ارتحال 5 مئی کو پیش آیا۔ دونوں کے جنازے مثالی تھے، دونوں کے جنازوں میں بکثرت مشائخ، علماء، صلحاء اور اتقیاء نے شرکت کی، دونوں کے جنازے ان کے صاحبزادوں نے پڑھائے، دونوں کے مزارات ان کی رہائش گاہوں کے قریب بنے، دونوں کے فیض یافتگان دنیا بھر میں موجود ہیں، دونوں کے مستفیدین لاکھوں میں ہیں، ایک کے شاگرد اپنے وقت کے محدث اور فقیہ ہیں تو وہی فقہاء وشیوخ حدیث دوسرے کے مرید بھی ہیں، دونوں نے روایتی طرز کے مطابق اپنی دوکان چمکانے کے لیے خلفاء کی منڈی نہیں لگائی بلکہ دونوں کے خلفاء انگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں، دونوں پر تمام دیوبندی جماعتیں متفق تھیں ہر جماعت دونوں کو اپنا سرپرست کہنے میں فخر محسوس کرتی تھی، دونوں کا سایہ عاطفت اسلامیان عالم بالخصوص برصغیر کے مسلمانوں کے لیے نعمت عظمیٰ تھا جو تیز ترین دھوپ میں گھنے درخت کی ٹھنڈی چھاؤں سے کم نہ تھا، دونوں کے جانے سے پیدا ہونے والا خلا دور دور تک پورا ہوتا نظر نہیں آتا، دونوں کے جانے کے بعد ہمارا کوئی پرسان حال نہیں

ع نہیں دور دور چھاؤں کہاں اپنا سر چھپائیں

قارئین! اس اتفاقی مطابقت کی وجہ سے ہی شائد مجلّہ ’’صفدر‘‘ کا پہلا شمارہ ’’شیخ المشائخ نمبر‘‘ ہے۔ اور یہ مجلّہ چونکہ حضرۃ امام اہل سنت کی یاد میں ہے، لہٰذ پہلے شمارے میں حضرت کے حوالے سے بھی ایک مضمون (صفحہ 28 پر) اور ایک نصیحت درج ہے۔ خدا تعالیٰ مقبول ومنظور فرمائے۔ آمین۔ بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

مرتب کے قلم سے

عرضِ خادم

بسم اللہ الرحمن الرحیم، نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم اما بعد

قائد تحریک ختم نبوت، قطب الاقطاب، شیخ المشائخ، امام الاولیاء، خواجہ خواجگان حضرت اقدس قبلہ مولانا خواجہ خان محمد نور اللہ مرقدہ کی وفات حسرت آیات کے تیسرے دن جب احقر تھکے قدم اور شکستہ دل لیے واپس اپنے مادر علمی دارالعلوم مدنیہ بہاولپور پہنچا تو اگلے روز استاد مکرم حضرت مولانا علی اصغر شاہ مدظلہ العالی [استاد الحدیث: دارالعلوم مدنیہ بہاولپور] نے فرمایا کہ حضرت قبلہ خواجہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ پر اپنے ادارہ ''مدرسہ حیات النبی'' یا ''حق چار یار اکیڈمی'' کی طرف سے ایک عدد خصوصی نمبر کی اشاعت کا اہتمام کرو! راقم نے عرض کیا کہ

[۱] راقم کو حضرت کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں ہیں۔

[۲] یہ کام میرے لیے باعث سعادت تو ضرور ہے لیکن راقم اس قابل نہیں کہ حضرۃ شیخ المشائخ رحمہ اللہ کی سوانح مرتب کر سکے۔

[۳] حضرۃ کی سرپرستی میں بے شمار رسائل چل رہے تھے، وہ خصوصی اشاعتوں کا اہتمام کریں گے، خصوصاً ''لولاک'' اور ''ختم نبوت'' والے، اور شاید ''الجمعیۃ'' اور ''نقیب ختم نبوت'' والے بھی کریں۔

[۴] پچھلے سال حضرۃ اقدس دادا جان رحمہ اللہ پر راقم نے جو نمبر ترتیب دیا تھا اس میں میرے مضمون پر کافی حضرات برہم ہوئے۔ حالانکہ اکابرین بالخصوص امام اہل سنت کے مسلک کی وضاحت ہی تو تھی۔ اور پھر وہ مضمون حضرت جلالپوری شہید رحمہ اللہ، مولانا عبد القدوس قارن مدظلہ اور مولانا مفتی عطاء الرحمٰن مدظلہ وغیرہم کی نظر ثانی کے بعد طبع ہوا تھا۔ پھر بھی بہت سے حضرات ناراض تھے۔ اب اگر اکابر کا مسلک بیان کیا تو پھر احباب ناراض ہوں گے۔!! اس لیے بندہ کو زمانہ تعلیم میں اس سے معذور سمجھیں۔ مگر استاد محترم نے حکماً فرمایا کہ ''نہیں! تم ضرور کرو، اللہ خیر کرے گا، کچھ نہیں ہوگا۔'' احقر خاموش ہو گیا اور عرض کیا کہ حضرت قبلہ کے صاحبزادہ اور جانشین مولانا خلیل احمد صاحب مدظلہ سے اجازت لے لوں پھر کام شروع کروں گا۔

بندہ نے حضرۃ لالہ جی خلیل احمد صاحب مدظلہ کی خدمت میں عریضہ ارسال کرنے سے قبل اپنے محبوب، محسن و مشفق استاد گرامی حضرۃ مولانا قاری عبد الرحمٰن ضیاء صاحب مدظلہ العالی سے مشورہ کے لیے ان

کو خط لکھا، کہ: ''ایک طرف یہ مسائل اربعہ ہیں دوسری طرف استادِ محترم کا حکم ہے، اب کیا کروں؟'' استاد جی حضرت قاری صاحب مدظلہ میرا خط لے کر لالہ جی خلیل احمد صاحب مدظلہ کی خدمت میں کندیاں شریف چلے گئے۔ اور ان کو دکھایا۔ حضرت لالہ جی نے بندہ کے نام مکتوب لکھا جو درج ذیل ہے

مکرمی جناب سرفراز حسن خان حمزہ سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سلام مسنون کے بعد گزارش ہے کہ جناب قاری عبدالرحمٰن ضیاء صاحب آپ کا مکتوب لے کر آئے تھے۔ یہ تو آپ کی حضرت والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ عقیدت ہے۔ آپ یہ کام احسن انداز میں سرانجام دے سکتے ہیں۔ لہٰذا فقیر کی طرف سے بخوشی اجازت ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی محنت کو قبول فرماویں۔ آمین

والسلام......فقیر خلیل احمد عفی عنہ......خانقاہ سراجیہ......۲ جمادی الثانی ۱۴۳۱ھ

یہ مکتوب راقم کو ملا، استاد مکرم حضرت شاہ صاحب کو دکھایا، بہت خوش ہوئے، دعا دی اور فرمایا کہ: ''اب تو تسلی ہوگئی ہے! اب کام شروع کرو! بزگوں کی دعا بھی مل گئی ہے، اللہ تعالیٰ بہت فضل فرمائیگا۔ ان شاء اللہ۔'' تعمیل حکم میں راقم نے درج ذیل مکتوب مختلف اہل علم وقلم کے نام ارسال کر دیا

محترم ومکرم جناب.......................................صاحب زید شرفکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!......امید مزاج بخیر ہوں گے۔

گزارش ہے کہ قائد تحریک ختم نبوت، قطب الاقطاب، شیخ المشائخ، امام الاولیاء، خواجہ خواجگان حضرت اقدس قبلہ مولانا خواجہ خان محمد نوراللہ مرقدہ [فاضل: دیوبند، سجادہ نشین: خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف، مرکزی امیر وسرپرست: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت] کی وفات، اہل اسلام بالخصوص مسلک اہل السنۃ والجماعۃ علماء دیوبند اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ سے وابستہ اکابر واصاغر کے لیے ایک عظیم ترین سانحہ ہے۔ حضرت قبلہ خواجہ صاحب رحمہ اللہ نے نصف صدی سے زائد عرصہ تک سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے لاکھوں سالکین کی تربیت وتزکیہ کے حوالے سے اور اہل حق کی ترجمانی اور مذاہب باطلہ بالخصوص فتنۂ قادیانیت کی سرکوبی اور بیخ کنی کے لیے جو عظیم ترین خدمات سرانجام دی ہیں وہ عصر حاضر کی تاریخ کا ایک روشن اور یادگار باب ہیں۔ جنہیں وقت کا مؤرخ نظر انداز کرنے کی جسارت نہیں کر سکتا۔

بندہ ناچیز نے جانشین شیخ المشائخ، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مدظلہ [سجادہ نشین: خانقاہ سراجیہ کندیاں] کے مشورے اور اجازت سے حضرت اقدس قبلہ خواجہ صاحب رحمہ اللہ کی ہمہ جہت خدمات کو خراج تحسین پیش کرنے اور ان کی حیات مستعار کے علم وتقویٰ اور قادیانیت کے خلاف جہد

مسلسل پر مبنی حالات وواقعات کو منظر عام لانے کے لیے ایک عدد خصوصی نمبر شائع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ جو ان شاء اللہ رمضان المبارک ۱۴۳۱ھ میں طبع ہو کر عوام تک پہنچے گا۔

آپ سے دست بستہ درخواست ہے کہ حضرت قبلہ خواجہ صاحب رحمہ اللہ کے حالات' واقعات' تعلیمات اور خدمات کے بارہ میں اس خصوصی اشاعت کے لیے اپنے خیالات، جذبات، یادداشتیں، نگارشات اور قلبی تاثرات تحریر فرما کر ممنون فرمائیں۔ اگر بالفرض آپ اپنی تدریسی، تحقیقی اور دعوتی یا دیگر مصروفیات وعوارض کی وجہ سے تفصیلی مضمون تحریر نہ فرما سکیں تو آپ کی طرف سے چند صفحات اور چند سطور بھی ہمارے لیے باعث سعادت ہوں گی۔ از راہ کرم 10 جولائی 2010ء تک اپنا مضمون یا مکتوب ضرور ارسال فرمادیں۔ امید ہے کہ خاص شفقت سے نوازیں گے۔ خدا تعالیٰ آپ کو دنیوی واُخروی سعادتوں سے نوازے۔ آمین یارب العالمین، بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

والسلام

خادم اہل سنت سرفراز حسن خان حمزہ بن حضرت مولانا عبدالحق خان بشیر مدظلہ

میں ان تمام حضرات کا تہہ دل سے ممنون اور بے انتہا شکر گزار ہوں جنہوں اپنی تمام تر مصروفیات کے باوجود راقم کی فقط ایک درخواست پر اس خصوصی نمبر کے لیے مضامین ومکاتیب بروقت ارسال فرما کر اسے زینت بخشی۔ جزاهم الله تعالیٰ احسن الجزاء

اسی دوران بعض احباب نے پوچھا کہ یہ نمبر کس رسالے کی طرف سے شائع ہوگا؟ بندہ نے عرض کیا ابھی کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ جیسے طے ہوگا۔ راقم چاہتا تھا کہ یہ ''مدرسہ حسینیہ سرگودہا'' یا ''خانقاہ سراجیہ'' سے طبع ہو، جبکہ استاد گرامی حضرت شاہ صاحب اور استاد محترم قاری عبدالرحمٰن ضیاء صاحب کا اصرار تھا کہ اپنے ادارے کی طرف سے شائع کرو! لہٰذا راقم نے کچھ توقف کے بعد استاد شاہ صاحب سے عرض کیا کہ ''فراغت کے بعد گجرات سے ایک رسالہ ''صفدر'' نام سے شروع کرنے کا ارادہ ہے، کیا اسی کا افتتاح ''شیخ المشائخ نمبر'' سے کرلیں؟'' استاد محترم نے فرمایا: ''یہ تو بہت ہی اچھی بات ہے، بڑی سعادت اور برکت ہے، ایسا ہی کرلو! بہرحال، ہو آپ کے اپنے ادارے کی طرف سے، اور ہو بھی آپ کے والد مکرم کی نگرانی میں۔'' بندہ نے اپنے طور پر ترتیب طے کرکے مشاورت شروع کردی۔

رسالے کے نام، سرپرست، نگران، مجلس مشاورت اور دیگر امور کے بارہ میں مختلف احباب سے مشاورت ہوئی، اور بالآخر ''صفدر'' نام ہی طے پایا۔ راقم کا خیال تھا کہ بیاد، بفیضان، بدعا، زیر سرپرستی، زیر نگرانی کے تحت فقط ایک ایک ہی نام لکھا جائے، البتہ مجلس مشاورت میں 5/7 جتنے بھی نام ہوں، آجائیں۔ لیکن مشورے کے بعد یہ طے ہوا کہ اپنے موجودہ دور کے اکابر جن کی مسلکی خدمات نمایاں ہیں،

ان میں سے جن حضرات کے نام سہولت سے آسکیں لکھ دیے جائیں۔ چنانچہ اسی پر عمل کر لیا گیا۔

اب مسئلہ یہ تھا کہ یہ رسالہ ماہنامہ ہو، دو ماہی ہو یا سہ ماہی؟ راقم کا ذاتی خیال یہ تھا کہ ماہنامہ ہو، لیکن ابتدائی دو سال صرف وہ اکابر جن کے نام اس میں درج ہیں ان کے حالات شائع کیے جائیں اور وہ تمام راقم اپنی انہی (شعبان/رمضان کی) تعطیلات میں جمع و مرتب کر لے، بس ہر ماہ اشاعت ہوتی رہے۔ جبکہ بعض اکابر کا خیال تھا کہ یہ مجلّہ سہ ماہی ہو، اور مدرسہ کی سہ ماہی، شش ماہی اور سالانہ تعطیلات میں اس کے مضامین کی جمع و ترتیب کا کام کیا جائے۔ لیکن حضرت داداجی رحمہ اللہ کی نصیحت کو مدنظر رکھتے ہوئے بعد از مشاورت یہ طے ہوا کہ یہ نہ ماہنامہ، نہ دو ماہی، نہ سہ ماہی اور نہ سالانہ۔ بلکہ فی الحال سلسلہ اشاعت نمبر ایک کے حساب سے شائع کر دیا جائے۔ جب کبھی ضرورت پڑے، مدرسہ کی تعطیلات بھی ہوں تو سلسلہ اشاعت نمبر دو، پھر تین۔ اس طرح دو سال اسے بلا ترتیب چلا کر بعد میں مستقل صورت دے دی جائے۔ اسی پر اتفاق ہوا۔ لہٰذا ابھی یہ مجلّہ کسی مستقل ترتیب کے بغیر ہے۔ یعنی یہ سلسلہ اشاعت نمبر 1 ہے۔ قارئین سے درخواست ہے کہ اس نو مولود کو اپنی خصوصی دعاؤں میں ضرور یاد رکھیں۔ یہ خداوند کائنات کے فضل، اکابرین کی سرپرستی و نگرانی اور دعاؤں کے ساتھ ساتھ آپ حضرات کی دعاؤں کا بھی محتاج ہے۔ خدا تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین

اب چند گزارشات ''شیخ المشائخ نمبر'' کے بارے پیش خدمت ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں!

☆......اس عاجز سے تین ہفتے کے قلیل عرصہ میں جو کچھ ممکن ہو سکا، حاضر خدمت ہے، اگرچہ مضامین کے حصول کے لیے خطوط کی ترسیل حضرت کی وفات کے ایک ماہ بعد ہو گئی تھی، لیکن باقاعدہ کام، وفاق کے امتحان کے ایک ہفتہ بعد شروع ہوا۔ اس قلیل وقت میں راقم جو کچھ چاہتا تھا اور جس کی توقع تھی وہ نہ ہو سکا، جس کی بڑی وجہ اکثر مضامین کا انتہائی تاخیر سے موصول ہونا اور بعض کا سرے سے موصول ہی نہ ہونا ہے۔

☆...... یہ خصوصی نمبر حضرت قبلہ خواجہ صاحب رحمہ اللہ کی ہمہ جہت خدمات کو خراج تحسین پیش کرنے کے لیے ہماری طرف سے ایک ادنیٰ ترین کاوش ہے، جس میں ہم حضرت رحمہ اللہ کی عبقری اور جامع شخصیت کا نہ تو احاطہ کر سکے ہیں اور نہ ہی یہ ہمارے لیے ممکن تھا، یہ صرف ایک نشانِ منزل ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور ہم سب سمیت آنے والی نسلوں کے لیے اسے ''سنگِ میل'' بنا کر عقائد و ایمان کی حفاظت کا ذریعہ بنائے اور فکر اسلاف کی حفاظت میں یہ سب کا معاون و مددگار اور صحیح راہ نما و ترجمان ثابت ہو۔ آمین

☆...... بندہ نے ترتیب و تدوین میں زیادہ تر مجلّہ المصطفیٰ کے ''امام اہل سنت نمبر'' کو پیش نظر رکھا، جی چاہتا تھا کہ ''شیخ المشائخ نمبر'' اور ''امام اہل سنت نمبر'' ترتیب کے اعتبار سے یکساں ہوں۔ الحمدللہ اس میں بڑی حد تک کامیاب بھی رہا۔

☆...... ہم نے تو اپنی طرف سے بھرپور کوشش کی ہے کہ اس خصوصی نمبر میں کسی بھی قسم کی مبالغہ آرائی کا عنصر، خلاف حقیقت واقعات، غیر ضروری تکرار اور غیر معیاری مضامین نہ آنے پائیں اور یہ نمبر ہر لحاظ سے معیاری ہو، اس کے لیے ہم نے وسیع پیمانہ پر کانٹ چھانٹ کی ہے کہ اس کے بغیر ان مضامین کی اشاعت ممکن ہی نہ تھی، اس کے باوجود اپنی نوعمری، ناتجربہ کاری، کم علمی اور سستی کے باعث بندہ کو اس بات کا پوری طرح احساس ہے کہ ان تمام امور کی طرف بندہ کما حقہ توجہ نہ دے سکا، جس پر بندہ قارئین سے معافی کا خواستگار ہے، بندہ عاجز کو قارئین کی آراء وتجاویز کا انتظار رہے گا۔

☆......حضرت قبلہ خواجہ صاحب رحمہ اللہ کے سنِ ولادت اور سن فراغت کے بارے میں مختلف اقوال وتحریرات کی وجہ سے کافی الجھن پیدا ہوگئی تھی، مثلاً......

......حضرت کے حالات کی اکثر کتب ''تحفہ سعدیہ''، ''تحفہ نقشبندیہ''، ''تاریخ وتذکرہ''، ''حضرات نقشبند''، ''فیضان معصومیہ'' وغیرہ اور اکثر مضامین میں سن ولادت 1920ء ہے۔ جبکہ لالاجی خلیل احمد مدظلہ فرماتے ہیں کہ ''مولانا زاہد الراشدی صاحب نے بتایا تھا کہ حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ نے حضرت خواجہ صاحب کی ولادت 16-1915ء کی بتائی تھی۔'' لالاجی نے مزید بتایا کہ: ''خاندان کے افراد میں جو مائی صاحبہ حضرت کی ہم عمر بتائی جاتی تھیں ان کی ولادت 1909ء کی ہے۔ (اور اعلیٰ حضرت کے قلم سے بھی حضرت خواجہ صاحب کا سن ولادت 1909ء ہی لکھا ہوا ملا ہے۔) اور یہ بھی کہ حضرت خواجہ صاحب سکول پڑھنے کے بعد کچھ بڑی عمر میں اِس طرف آئے تھے، اس حساب سے 20ء کی ولادت اور 40ء میں (20 سال کی عمر میں) دارالعلوم دیوبند سے فراغت سمجھ نہیں آتی۔ لہٰذا زیادہ گمان یہی ہے کہ حضرت قبلہ کی ولادت 1920ء سے کافی پہلے کی ہے، باقی حقیقت تو اللہ کو معلوم ہے، یہ محض اندازے ہیں۔''

اور سن فراغت کے بارہ میں، مثلاً......

......حضرت قبلہ خواجہ صاحب نے اپنے مضمون میں لکھا ہے حضرت امام اہل سنت کو اور فقیر کو حضرت مدنی سے تلمذ کی نسبت حاصل ہے۔ [دیکھیے ص700] اور اپنی ایک تحریر میں لکھا کہ بندہ نے 1940ء میں دیوبند میں دورہ کیا، اس وقت دورۂ حدیث کے اساتذہ حضرت مدنی، حضرت بلیاوی، اور حضرت شیخ الادب تھے۔ بخاری، ترمذی حضرت مدنی کے پاس تھیں۔ [دیکھیے ص 61-860 باب نمبر 10 آئینۂ تحاریر] اور حضرت قبلہ رحمہ اللہ سے بہت سے لوگوں نے یہ سُنا کہ حضرت کے دورہ والے سال ہی حضرت مدنی رحمہ اللہ گرفتار ہوئے تھے۔ [بروایت مولانا مفتی محمد طاہر مسعود مدظلہ، مدیر: جامعہ مفتاح العلوم سرگودہا]

......راقم نے اپنے جد امجد، امام اہل سنت، حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ سے بارہا سنا کہ:

''حضرت خواجہ صاحب، مفتی رشید احمد لدھیانوی صاحب، مولانا محمد امین صاحب (راولپنڈی) رحمہم اللہ، مولانا محمد یوسف کشمیری صاحب مدظلہ، وغیرہم حضرات ہمارے دیوبند کے ساتھی ہیں۔'' اور دادا جان نے لکھا ہے کہ ''ہم نے دورہ حدیث 1941ء میں کیا تھا، 333 ساتھی تھے، بخاری اور ترمذی حضرت مدنی کے پاس تھیں۔ اسی سال کے دوران شیخ مدنی رحمہ اللہ گرفتار ہوئے۔'' [ملخصاً مجلّہ المصطفیٰ امام اہل سنت نمبر ص]

......حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں کہ ''حضرت خواجہ صاحب، حضرت امام اہل سنت اور ان کے رفقا کے ساتھی ہیں، ۱۳۶۱ھ میں انہوں نے دورہ کیا، دوران سال حضرت مدنی گرفتار ہوگئے۔ اگلے سال یعنی ۱۳۶۲ھ میں بندہ (مولانا سلیم اللہ خان مدظلہ) دارالعلوم میں داخل ہوا اور 5 سال دارالعلوم میں گزارے۔'' [دیکھیے ص 56 باب نمبر 2]

......جبکہ حضرت مولانا محمد نافع صاحب دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ صاحب ہمارے دورہ حدیث کے ساتھی ہیں، اور ہم نے دورہ حدیث ۱۳۶۲ھ/1943ء میں دارالعلوم دیوبند میں کیا تھا، اس سال حضرت مدنی رحمہ اللہ گرفتار تھے، دارالعلوم تشریف نہیں لائے تھے۔ [دیکھیے ص 241 باب نمبر 4]

......حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ کے حالات سے متعلق بعض کتب میں بھی سن فراغت 1943ء درج ہے۔ [تاریخ وتذکرہ ص] البتہ ''تحفہ نقشبندیہ'' میں ۱۳۶۲ھ/1941ء مذکور ہے۔ [تحفہ نقشبندیہ (اول) ص 203] جبکہ ''حضرات کرام نقشبند'' اور ''فیضان معصومیہ'' میں صرف ۱۳۶۲ھ لکھا ہوا ہے۔ [حضرات کرام نقشبند ص، فیضان معصومیہ ص]

......مولانا احمد رضا صاحب سرگودھوی فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ اپنی سند حدیث حضرت مدنی رحمہ اللہ سے بیان نہیں فرماتے تھے بلکہ حضرت مولانا فخر الدین رحمہ اللہ سے بیان فرماتے تھے۔ اور مولانا فخر الدین صاحب نے ۱۳۶۳ھ میں دیوبند میں بخاری پڑھائی تھی۔ [دیکھیے ص 473 باب نمبر 5]

......کہیں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ صاحب 1941ء میں دارالعلوم میں دورہ حدیث کر رہے تھے تو اعلیٰ حضرت ابو سعد خان صاحب رحمہ اللہ کا انتقال ہوگیا۔ [دیکھیے ص 108 باب نمبر 2]

......ایک جگہ لکھا ہے کہ حضرت خواجہ صاحب نے دورہ حدیث تو 1943ء میں کیا، لیکن اعلیٰ حضرت، حضرت خواجہ صاحب کے ڈھابیل یا بھیرہ کے قیام کے دوران 1941ء میں وفات پاگئے تھے۔ [دیکھیے ص 64-63 باب نمبر 2]

......کسی نے لکھا ہے کہ حضرت مدنی رحمہ اللہ سے صرف ایک سبق پڑھا تھا کہ حضرت مدنی گرفتار ہوگئے۔ ایک صاحب نے دو دن بھی لکھا ہے۔ [دیکھیے ص 74 باب نمبر 2]

......ایک مضمون میں لکھا ہے کہ حضرت مدنی کے خصوصی شاگرد تھے، اور حضرت مدنی نے ان کے بارے پیش گوئی

بھی فرمائی تھی کہ ''اللہ تعالیٰ ان سے بڑا کام لے گا۔'' [مضمون مولانا قاضی اسرائیل گڑنگی، غیر مطبوعہ]

یہ وہ ساری باتیں ہیں جن کی وجہ سے کھچڑی پک گئی ہے، راقم کے خیال کے مطابق قول فیصل حضرت قبلہ خواجہ صاحب کی اپنی تحریر ہے جس کی تائید حضرت امام اہل سنت اور حضرت الشیخ مولانا سلیم اللہ خان مدظلہ کی بات سے بھی ہوتی ہے۔ باقی ایک تعلیمی سال میں دو ہجری اور عیسوی سال اکٹھے ہو سکتے ہیں جیسے اس سال ہمارا تعلیمی سال ۱۴۳۰-۳۱ھ/2009-10ء پر مشتمل تھا۔ اسی طرح ان حضرات کا تعلیمی سال 1940-41ء پر مشتمل ہوگا، جس کی وجہ سے حضرت خواجہ صاحب نے 40ء اور حضرت امام اہل سنت نے 41ء لکھا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ۔ یہاں اقوال نقل کر کے وضاحت کر دی ہے، باقی اس خاص اشاعت کے مختلف مضامین میں جہاں، جیسے لکھا ہے اکثر مقامات پر اسے اُسی طرح رہنے دیا ہے۔ قارئین نوٹ فرمالیں!

☆......اس نمبر کی تیاری میں بہت سے اکابر، اساتذہ اور احباب کا بھرپور تعاون رہا: مثلاً

حضرت اقدس لالا جی خلیل احمد صاحب مدظلہ نے نہ صرف بخوشی اجازت عنایت فرمائی بلکہ مسلسل سرپرستی، دعاؤں اور تعاون سے نوازا، حضرت قبلہ کے حالات پر مبنی کتب مہیا کیں، بعض حضرات سے مضامین لکھوا کر ارسال فرمائے، اپنے قیمتی مضمون سے اشاعت خاص کی رونق کو دوبالا فرمایا، پیش لفظ لکھے اور آخر میں نظر ثانی فرمائی......محترم صاحبزادہ محمد حامد سراج صاحب نے مختصر مگر نہایت ہی عمدہ مضمون سے نوازا، حضرت قبلہ سے متعلق تصاویر مہیا فرمائیں، خطوط ارسال کیے، اور قدم قدم پر راہنمائی فرمائی......حضرت مفتی عطاء الرحمٰن صاحب مدظلہ [مدیر: دارالعلوم مدنیہ بہاولپور] نے دست شفقت سر پر رکھا، دعائیں فرمائیں، نمبر کی تیاری کے دوران تعطیلات کے باوجود بندہ کے قیام وطعام کا خصوصی انتظام فرمایا، بھرپور خیال رکھا، مضمون وخطوط سے بھی تعاون کیا......استاد جی مولانا علی اصغر شاہ صاحب نے اس اشاعت خاص کا حکم دیا، ارادہ بندھوایا، پھر اول تا آخر پوری پوری معاونت وسرپرستی فرمائی......قاری عبدالرحمٰن ضیاء صاحب مدظلہ نے اہم مشورے دیئے، مکمل تعاون فرمایا اور سرپرستی فرمائی......مولانا جمیل الرحمٰن عباسی مدظلہ نے اکثر حصہ کی پروف ریڈنگ فرمائی اور مفید مشوروں سے راہنمائی فرمائی......مفتی خالد صاحب مدظلہ نے ابتدائی اخراجات کی ذمہ داری اٹھائی......مولانا صہیب احمد صاحب مدظلہ کا بھی پروف ریڈنگ اور دیگر امور میں مکمل تعاون رہا......قاری عبدالستار صاحب [ناظم: مدرسہ تعلیم القرآن سرگودہا] نے طباعت کے جملہ اخراجات اپنے ذمہ لیے...... برادر محترم بلال میانی صاحب، برادرم احسن خدامی صاحب اور برادرِ عزیز انس نعمانی سلمہ اللہ نے مضامین کے حصول کے لیے خوب کوشش اور محنت کی......
برادرم مولانا احمد طاہر مدظلہ نے کمپوزنگ میں تعاون کیا، مولانا احمد طاہر اور ان کے والد مولانا منظور احمد مدظلہ نے اپنا کمپیوٹر اور گھر کی بیٹھک اس کام کے لیے مسلسل وقف کیے رکھے۔ بہت خیال رکھا، ہمہ قسم تعاون فرمایا......احقر

کے ہم کلاس ساتھی محمد بلال قاضی، غلام اکبر اور دیگر احباب کمپوزنگ و پروف ریڈنگ میں تعاون کے ساتھ ساتھ موقع بموقع مفید مشوروں سے نوازتے رہے۔ سب کا نام ذکر کرنا مشکل ہے، جن جن حضرات نے دامے، درمے، سخنے کسی بھی صورت میں تعاون فرمایا بندہ سب کا شکر گزار ہے۔ خدا تعالیٰ سب کی کاوشوں، محنتوں اور قربانیوں کو قبول فرما کر انہیں اپنی بارگاہ سے خوب خوب جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔ بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

☆......پچھلی بار راقم نے (امام اہل سنت نمبر میں) مضمون کے آغاز میں صفحے کی ابتدا میں مضمون نگار کا نام اور آخر میں پتہ لکھا تھا، اس سے کافی دقت ہوئی، مضامین آگے پیچھے کرنے میں بہت دشواری پیش آئی۔ لہٰذا اس بار ایسا نہیں کیا، بلکہ ہر مضمون یا مکتوب کے آخر میں اگر جگہ بچی ہے تو فون نمبر، پتہ، عہدہ وغیرہ دے دیا ہے ورنہ نہیں دیا۔

☆......راقم کے مکتوب کے جواب میں جو مکاتیب موصول ہوئے ان میں سے چند درج ذیل ہیں۔

☆......☆......(۱)......☆......☆

مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مدظلہ العالی

مخدومی!......سلام مسنون......مزاج گرامی!

ہفت روزہ ''ختم نبوت'' اور (ماہنامہ) ''لولاک'' (کے خاص نمبروں) کی تیاری ہو رہی ہے، ذرا انتظار کر لیں، ان شاء اللہ (ہم آپ کے ساتھ بھی) تعاون کریں گے۔ والسلام

☆......☆......(۲)......☆......☆

برادر عزیز سرفراز حمزہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ......وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ نظر نواز ہوا، یاد فرمائی اور کرم نوازی کا بہت بہت شکریہ! آپ نے بندہ ناچیز کے لیے جس محبت کا اظہار فرمایا ہے وہ میرے لیے باعث فخر ہے۔ بندہ خانوادۂ حضرت صفدرؒ کا عقیدت مند اور نیاز مند ہے، اس لیے آپ کی محبت اور ذرہ نوازی پر دلی مسرت محسوس ہوئی۔ آپ نے میرے لیے جو دعائیں لکھی ہیں، مجھے اللہ کی ذات سے یقین ہے کہ وہ میرے حق میں ضرور قبول ہوں گی کیونکہ جن مستجاب الدعوات شخصیات سے آپ کو نسبت حاصل ہے، اللہ تعالیٰ ان کی اس نسبت کی ضرور لاج رکھیں گے۔ میری بھی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بھی دنیا و آخرت کی تمام بھلائیاں نصیب فرمائے۔ (آمین)

آپ نے جس عظیم کام کا بیڑہ اٹھایا ہے، وہ آپ کے علمی ذوق اور اپنے بزرگوں کی تابندہ روایات پر چلنے کے اچھے جذبے کی علامت ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو حضرت شیخ رحمہ اللہ کے ہم نام (ہونے) کے ناطے ان کا ''ہم کام'' بھی بنا دے اور حضرات شیخین کی روحوں کو راحت و تسکین نصیب فرمائے۔

آپ نے حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ سے متعلق مضامین بھیجنے کا جو حکم دیا ہے، اس کی تعمیل جاری ہے، ان شاء اللہ یہ عریضہ ملنے تک مضامین آپ کو مل چکے ہوں گے۔ مجھ سے اور دوستوں اور بزرگوں نے بھی حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ پر لکھنے کی فرمائش کی ہے، میں اس کی بھی ضرور کوشش کروں گا۔ ہوسکتا ہے کہ حضرت پر میرا مضمون بھی اس ہفتے ''اسلام'' میں شائع ہو جائے۔ آپ سے ایک بار پھر دعاؤں کی درخواست ہے۔

فقط......والسلام......اخوکم محمد شفیع چترالی غفرلہ [روزنامہ اسلام کراچی]

☆......☆......(۳)......☆......☆

برادر عزیز محترم سرفراز حمزہ صاحب بارک اللہ تعالیٰ فی علمکم و عملکم ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عرض ہے کہ احقر نے آپ کے حکم پر چند سطور حضرت کے متعلق لکھ دی ہیں، چونکہ احقر حضرت کے حالات سے زیادہ واقف نہیں اور نہ ہی زیادہ ان کے ہاں حاضری کا موقع ملا۔ اور احقر کو تحریر کا تجربہ بھی نہیں ہے۔

والسلام......احقر نور اشرف ہزاروی غفرلہ (جہلم)......۲۰ رجب المرجب ۱۴۳۱ھ

☆......☆......(۴)......☆......☆

محترم جناب صاحبزادہ سرفراز حسن خان حمزہ صاحب۔ زید مجدہم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ......خدا کرے مزاجِ گرامی بخیر و عافیت ہوں۔

مختلف ذرائع سے یہ معلوم ہو کر خوشی ہوئی کہ آنجناب حضرت سیدی و مرشدی مولانا خواجہ خان محمد صاحب قدس اللہ تعالیٰ سرہ کی سیرت و کردار اور نقوشِ حیات کے بارے میں ''مجلّہ صفدر گجرات'' کا خاص نمبر تیار فرما رہے ہیں، اس عظیم دینی، روحانی و ملّی خدمت پر اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے، اور تمام مراحل سے بحسن و خوبی عہدہ برا ہونے کی توفیق عطاء فرمائے۔ آمین۔

راقم الحروف اگرچہ کوئی قلمکار نہیں، لیکن حضرتِ اقدس رحمۃ اللہ علیہ سے نسبتِ عشق و ارادت نے اس خامہ فرسائی پر مجبور کر دیا ہے، اسی لئے کے بہاؤ میں چند بے ترتیب جملوں کو مرتب کر کے یہ سطور تحریر کی ہیں، اس امید پر آنجناب کی خدمت میں بھیج رہا ہوں کہ اپنے خاص نمبر میں شائع کر کے حوصلہ افزائی فرمائیں گے۔ والسلام......محمد احمد رضا سرگودھوی......فاضلِ درسِ نظامی دار العلوم فیصل آباد......وتخصص فی الحدیث، جامعہ علومِ اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی......وتخصص فی الافتاء، جامعہ دار العلوم کراچی۔

پتہ برائے مراسلت: مکان نمبر ۲۷، گلی نمبر ۲۰، بلاک ''Y''، نیو سیٹلائٹ ٹاؤن، سرگودھا۔

موبائل: 0300-9194932, 0301-5087734

ای میل ایڈریس: raqimriza@yahoo.com

☆......☆......(۵)......☆......☆

محترم المقام مولانا محمد سرفراز حمزہ صاحب......السلام علیکم۔ مزاج گرامی؟

آپ کا مکتوب گرامی ملا، حکم کی تعمیل میں چند سطور پیش خدمت ہیں، قبول فرما کر شائع فرما دیں۔

رسالہ شائع ہونے پر اگر ایک عدد نسخہ اس خط کے آخر میں درج پتہ پر بھیج دیں تو مہربانی ہوگی۔ ماہنامہ المصطفیٰ کا امام اہل سنت نمبر بھی بمشکل تمام صرف دیکھنے کا موقعہ ملا اور وہ بھی عزیزم مولانا محبوب احمد صاحب [مدرس: مفتاح العلوم سرگودہا] کے بھائی کی معرفت۔ کسی کتب خانہ پر نظر نہیں آیا کہ خرید ا جاسکتا۔ الشریعہ کا خاص نمبر مولانا عمار خان ناصر صاحب کی مہربانی سے ہدیۃً مل گیا تھا۔ دیکھتے ہیں کہ آپ کرم فرمائی کرتے ہیں یا نہیں؟ بہرحال مضمون ملنے کی بذریعہ فون اطلاع کردیں تو اطمینان رہے گا۔ واللہ وفقکم بخیر وبما یحب ویرضیٰ۔ دعاؤں کا محتاج ہوں، یاد فرماتے رہیں۔......والسلام......مشتاق احمد چنیوٹی

co......مشتاق اخبار فروش، بیرون کچہری جھنگ روڈ، چنیوٹ......0334-8161838

☆......☆......(۶)......☆......☆

برادر مکرم سرفراز حسن خان حمزہ صاحب سلمک اللہ تعالیٰ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ......مزاج گرامی؟

معلوم ہوا کہ آنجناب حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے کوئی نمبر شائع فرما رہے ہیں، ایک مضمون ارسال خدمت ہے، آنجناب اس کو شامل اشاعت فرما کر مشکور فرمائیں۔

والسلام......محمد طاہر مسعود ناصؔر......فاضل جامعہ مفتاح العلوم سرگودہا......0307-6746850

mtahirmn@gmail.com

☆......☆......(۷)......☆......☆

عزیز القدر جناب مولانا سرفراز خان حمزہ سلمہ......السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

تقریباً ایک سال سے طبیعت کافی ناساز تھی، اللہ کا شکر ہے اب بہت بہتر ہے، مگر کمزوری اور ضعف ابھی باقی ہے، اس لیے اس مضمون کو بھی قسطوں میں لکھا۔ تھوڑا سا لکھتا تھا پھر لیٹ جاتا تھا۔

دو تین سال قبل خانقاہ سراجیہ سے متعلق کچھ پڑھنے کا اتفاق ہوا تھا، انہی دنوں میں یہ ضروری نوٹس لکھ لیے تھے۔ میرا طریقہ یہی ہے، جو پڑھتا ہوں اس میں سے ضروری اور دلچسپ باتیں نوٹ کرلیتا ہوں، یوں کرتے کرتے بہت سا ذخیرہ ہوگیا ہے، اگر اللہ نے ہمت دی تو اس ذخیرہ میں سے مختلف موضوعات مرتب کرکے اشاعت کے لیے تیار کردوں گا، پھر جب اللہ کو منظور ہوا میری زندگی میں یا میرے بعد یہ انتظام بھی ہوجائے گا۔ جناب ماسٹر منظور صاحب اکثر آپ کا ذکر کرتے ہیں، ایسے پُرعزم نوجوان واقعی قابل قدر ہیں، اللہ تعالیٰ خیر وبرکت اور استقامت نصیب فرماوے۔ آمین۔......والسلام......احقر شمشاد حسین......27/6/2010

☆......☆......(۸)......☆......☆

برادرم جناب سرفراز حسن خان حمزہ صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ......مزاج گرامی!

جناب کا خط ملا، اچھی کاوش پر خوشی ہوئی، چند سطور تحریر کی ہیں، غلطی ہو تو درست کرلیجیے گا، والد صاحب (حضرت اقدس مولانا صوفی محمد سرور صاحب دامت برکاتہم) تحریر نہیں فرماتے۔ فقط

نوٹ: مبالغہ آرائی سے بچیئے گا، نیز ''رح'' کو رحمہ اللہ تعالیٰ اور ''رضہ'' رضی اللہ تعالیٰ عنہ پورا لکھا کیجیے۔ شکریہ۔

والسلام......عتیق الرحمٰن بن صوفی محمد سرور صاحب مدظلہ......مدیر: ماہنامہ ''علم و عمل'' لاہور
مدرس وخادم: جامعہ عبداللہ بن عمر۔23 کلومیٹر فیروز پور روڈ۔سوّا گجومتہ۔نزد کاہنہ نو۔لاہور۔
0321-8898258--042-35272270--04235272280
Aibneumar@yahoo.com--WWWibn-e-umar.edu.pk

☆......☆......(۹)......☆......☆

گرامی قدر جناب سرفراز حسن خان حمزہ صاحب مدظلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔عافیت مدام مطلوب۔

مکتوب گرامی نظر نواز ہوا، یاد فرمائی کا بے حد شکر گزار ہوں۔حضرت اقدس خواجہ خواجگان رحمۃ اللہ علیہ جیسی نابغہ روزگار ہستی کے متعلق لکھنا مجھ ایسے کم علم مبتدی کو زیبا ہی نہیں۔لیکن صرف حضرت اقدس کے سوانح نگاروں میں شمولیت میری نجات کا ذریعہ بن جائے، اس خیال کے پیش نظر کچھ یوم قبل ایک تحریر مرتب کی تھی، جس کی کاپی حضرت اقدس مخدومنا مولانا خلیل احمد زید مجدہ کی خدمت گرامی میں ارسال کردی تھی، اسی کی نقل جناب والا کی خدمت میں پیش کررہا ہوں۔

البتہ چند گزارشات کا اضافہ بھی آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔

۱۔حضرت اقدس خواجہ خواجگان نور اللہ مرقدہ کا سن ولادت عموماً سوانح نگار حضرات نے ۱۹۲۰ء تحریر فرمایا ہے، لیکن مولانا اللہ وسایا دامت برکاتہم نے ماہنامہ ''لولاک'' بابت جمادی الثانی ۱۴۳۱ھ ص۱۲ میں ارقام فرماتے ہیں ''اب آپ کے وصال کے بعد خانقاہ شریف کی لائبریری میں موجود دلائل الخیرات کے حواشی دیکھنے والوں کے قول کے مطابق خاندان کے دیگر حضرات کے علاوہ حضرت خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ کی تاریخ پیدائش ۱۹۰۹ء حضرت اعلیٰ کے قلم سے لکھی ہوئی ملی ہے'' لہٰذا جناب والا اس کی صحیح تحقیق فرما کر تاریخ ولادت تحریر فرمائیں۔حضرت کے شناختی کارڈ سے بھی تاریخ دیکھ لی جائے۔

۲۔حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب زید مجدہ نے اسی مضمون کے ص ۱۶ پر حضرت خواجہ خواجگان رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم کے سلسلہ میں لکھتے ہیں ''ڈابھیل میں فلاں محدث بنوری رحمہ اللہ سے مقامات پڑھی تھی۔'' حضرت مولانا محمد ازہر دامت فیوضہم اپنے ادارتی مضمون الخیر شمارہ جمادی الاخریٰ ص ۵ میں تحریر فرماتے ہیں ''حضرت نے ڈابھیل میں سبعہ معلقہ وغیرہ اسباق حضرت بنوری سے پڑھے ہیں۔'' البتہ ماہنامہ ''بینات'' جمادی الاخریٰ ص۶ پر حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مضمون کے حوالہ سے لکھا ہے ''حضرت مولانا مرحوم سے سبعہ معلقہ، مقامات حریری اور ادبی متوسطات پڑھنے کا اتفاق ہوا۔'' آپ سے عرض ہے کہ اپنے مضمون کو جامع بنانے کی غرض سے اس معاملہ کو بھی زیادہ واضح تحریر فرمائیں تاکہ تشنگی نہ رہے۔

۳۔اگرچہ اس عبارت میں سقم نہیں ہے، محض ایک نامور شخصیت کے اسم گرامی کا اضافہ چاہتا ہوں، حضرت مولانا اللہ

وسایا صاحب مدفیوضہم نے ماہنامہ ''لولاک'' شمارہ جمادی الثانی ص ۷ پر تحریر فرماتے ہیں۔

''دیگر حضرات کے علاوہ جامعہ، محمدی شریف، ضلع جھنگ (جامعہ آباد اب ضلع چنیوٹ میں ہے۔[خادم]) کے معروف عالم دین وشیخ وقت، محقق ومصنف حضرت مولانا محمد نافع (دامت برکاتہم العالیہ) بھی حضرت قبلہ کے (دیوبند کے) دورہ حدیث کے ساتھیوں میں سے ہیں'' راقم آثم نے راولپنڈی ایک مجلس میں حضرت قدس رحمۃ اللہ علیہ کی زبان سے خود سنا تھا ''حضرت مولانا عبید اللہ انور دیوبند میں دورہ حدیث میں میرے ساتھ شامل تھے۔'' اگر مولانا عبید اللہ انور رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر بھی آجائے تو بہت ہی اچھا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ آپ کی اس کام میں مدد فرمائے، قبول فرمائے اور آپ کو اپنے والد گرامی قدر اور حضرت اقدس شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ یعنی دادا جان کے مشن کو جاری رکھنے کی سعادت سے سرفراز فرمائے۔آمین

والسلام......عبدالمعبود

جامعہ عائشہ صدیقہ (للبنات) BS/132-A باغ سرداراں، راولپنڈی۔۵۵۵۶۹۱۱-۰۵۱

☆......☆......(۱۰)......☆......☆

محترم المقام مولانا صاحبزادہ سرفراز حسن خان حمزہ صاحب زید مجدہم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

کے بعد عرض ہے کہ امید ہے آپ خیریت سے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ سلامت رکھے۔(آمین) آپ کے حکم کے مطابق بندہ کا یہ ٹوٹا پھوٹا مضمون حاضر خدمت ہے، مدرسہ اور کالج کی مصروفیات کی وجہ سے تاخیر پر بندہ معذرت خواہ ہے۔

باقی آپ جیسے بزرگوں کی دعاؤں سے بندہ نے دورۂ حدیث شریف کے بعد حضرت مولانا مفتی حمید اللہ جان صاحب دامت کاتہم کی خدمت میں تخصص فی الافتاء کیا، اور اب شعبۂ حفظ وشعبۂ کتب میں خدمت کر رہا ہوں، اور ساتھ ساتھ تبلیغ دین کی نیت سے گورنمنٹ ڈگری کالج شاہ پور صدر ضلع سرگودہا میں شعبہ عربی میں بطور عربی پروفیسر خدمت سرانجام دے رہا ہوں، آپ سے دعاؤں کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اپنے دین کے لیے قبول فرمائے۔(آمین)

مضمون میں کسی قسم کی تبدیلی کی ضرورت ہو تو بے شک فرمادیں۔ خدا تعالیٰ آپ کے علم وعمل میں ترقی عطاء فرمائے۔آمین ثم آمین......والسلام......محمد احمد الرحمٰن بن مفتی عبدالرحمٰن

مدرسہ عربیہ رفیقیہ، جامع مسجد کلاں، جھاوریاں، ضلع سرگودہا......0300-3539547

☆......☆......(۱۱)......☆......☆

عزیز محترم صاحبزادہ سرفراز حسن خان حمزہ صاحب سلمہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ چند سطور غیر مربوط حسب فرمائش، برائے خصوصی اشاعت بیاد ''حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ'' ارسال خدمت ہیں۔ قابل اشاعت ہوں تو فبہا، ورنہ واپس بھیج دیجیے۔ فقط......والسلام

فقیر ابواکرام، محمد ارشاد الحق عفا اللہ عنہ......صدر مدرس: جامعہ خیر العلوم، خیر پور ٹامیوالی، ضلع بہاولپور

☆......☆......(۱۲)......☆......☆

عزیز القدر جناب مولوی حمزہ صاحب سلمہ ربہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ خیریت موجود! عافیت مطلوب!

صورتحال یہ ہے کہ بندہ ناکارہ کو آپ نے اس قابل سمجھا، ورنہ حقیقت یہ ہے جو یقیناً آپ کو تحریر پڑھ کر سمجھ بھی آجائے گی، کہ اس میدان سے واقف نہیں ہوں۔ بہر حال آنجناب کا حکم اور کچھ ضروری باتیں منظر عام پر آجائیں۔اس نیت سے یہ بے ربط و بے جوڑ تحریر حاضر خدمت ہے۔تاخیر پر بہت شرمندگی ہے، جسکی بہت بہت معذرت پیش خدمت ہے۔

آپ کے اخلاق عالیہ سے امید کی جاتی ہے کہ انتظار کی جو کوفت آپ کو اٹھانا پڑی، مجھے معاف فرمادیں گے۔ یہ ناکارہ اپنی بعض مصروفیات کی بنا پر بروقت آپ کے حکم کی تعمیل نہیں کرسکا۔دعاؤں کی درخواست کے ساتھ اجازت کا متمنی......خادم اہل سنت......رشید احمد الحسینی

ایک نئی اُفتاد یہ آن پڑی کہ مضمون مکمل کر کے شائد نماز پڑھنے گیا تو کاغذ چھوٹی بچی کے ہاتھ لگ گئے، اس نے پانی میں ضائع کردیئے، بعد میں بڑی مشکل سے یہ مضمون آپ کو بھیج رہا ہوں۔ تفصیل ان شاء اللہ تعالیٰ کبھی عرض کروں گا۔

پچھلی تاخیر پر معذرت لکھی تھی، یہ مزید تاخیر ہوگئی۔ باقی اس پر بھی افسوس ہے کہ بعض دفعہ آپ کا فون آیا لیکن کبھی موبائیل گاڑی میں رہ جاتا تھا اور کبھی چارجنگ پر۔ بہر حال ایک مرتبہ پھر آپ کے اخلاق حسنہ وکریمانہ سے التجا اور امید ہے درگزر وعفو کا معاملہ فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائے۔آمین......رشید احمد الحسینی......جامع مسجد عثمان غنی......مین جی ٹی روڈ، کامرہ، ضلع اٹک

0300-5477867

☆......☆......(۱۳)......☆......☆

محترمی ومکرمی شیخ المشائخ نمبر کے لیے حقیر سی کاوش حاضر خدمت ہے۔امید ہے کہ طباعت کر کے شکریہ کا موقع مرحمت فرمائیں گے۔والسلام......اخوکم فی الدین......احقر الانام......عبدالحکیم نعمانی غفرلہ

مبلغ: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، چیچہ وطنی۔۔۔۔0300-7832358

☆......☆......(۱۴)......☆......☆

محترم ومکرم ایڈیٹر صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مزاج

مخدوم المشائخ مولانا خواجہ خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں ''شیخ المشائخ نمبر'' کی اشاعت میں شامل فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔جناب کی عین نوازش ہوگی۔والسلام......احقر محمد اصغر عثمانی

0300-6921633----0321-6921633

☆......☆............☆......☆

قائد اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین نور اللہ مرقدہ

کی تالیفات

رد مودودیت

[۱] صحابہ کرام اور مودودی

[۲] علمی محاسبہ بجواب علمی جائزہ

[۳] مودودی مذہب

[۴] مودودی جماعت کے عقائد و نظریات پر ایک تنقیدی نظر

[۵] مولانا سید گل بادشاہ رحمہ اللہ کا فتویٰ اور مودودی جماعت

[۶] کیا عورت صدر مملکت بن سکتی ہے؟

[۷] مودودی صاحب کے نام کھلی چٹھی

[۸] جماعت اسلامی شیعہ انقلاب چاہتی ہے۔

[۹] عقیدہ عصمت انبیاء اور مودودی

[۱۰] جوابی مکتوب (بنام قاضی حسین احمد صاحب)

رد رافضیت

[۱۱] آفتاب ہدایت

[۱۲] بشارت الدارین بالصبر علیٰ شہادت الحسین

[۱۳] ہم ماتم کیوں نہیں کرتے؟

[۱۴] سنی مذہب حق ہے۔

[۱۵] تجلیات صداقت پر ایک اجمالی نظر

[۱۶] سنی تحریک طلبہ کا سنی مؤقف

[۱۷] دینی مدارس کے سنی، شیعہ طلبہ کا اتحادی فتنہ

[۱۸] صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور پاکستان

[۱۹] سواد اعظم کے ملکی و ملی حقوق کے لیے اہم سنی مطالبات

[۲۰] عقیدہ خلافت راشدہ اور امامت

[۲۱] سنی عرضداشت

[۲۲] سنی، شیعہ متفقہ ترجمہ قرآن کا عظیم فتنہ

[۲۳] ایک غیر منصفانہ فیصلہ (سرکاری نصاب میں شیعہ دینیات کے فیصلے پر احتجاج)

[۲۴] یادگارِ حسین رضی اللہ عنہ

[۲۵] ایک خطرناک سازش (شیعہ کا خود ساختہ کلمہ کی کتب میں منظوری پر احتجاج)

[۲۶] مقدمہ المطرقة الکرامه علیٰ مرأة الامامه

[۲۷] مقدمہ بر تحفہ خلافت

[۲۸] عظمت صحابہ اور حضرت مدنی رحمہ اللہ

معاصرین ومشائخ کے نام مکاتیب

[۲۹] مکتوب مرغوب (بنام سید نور الحسن شاہ بخاری رحمہ اللہ)

[۳۰] احتجاجی مکتوب (بنام مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ)

[۳۱] اصلاحی مکتوب (بنام مولانا سید حامد میاں رحمہ اللہ)

رد مرزائیت

[۳۲] مقدمہ بر تازیانۂ عبرت

[۳۳] قادیانی دجل کا جواب

[۳۴] کشف التلبیس

[۳۵] اعجاز الحق بجواب اظہار الحق

رد خارجیت

[۳۶] خارجی فتنہ (حصہ اول) [مشاجرات صحابہ]

[۳۷] خارجی فتنہ (حصہ دوم) [فسق یزید]

[۳۸] کشف خارجیت

[۳۹] دفاع حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

متفرق موضوعات

[۴۰] اکابر دار العلوم کا اجمالی تعارف (مقدمہ المہند علی المفند)

[۴۱] خدام اہل سنت کا شرعی منشور

[۴۲] تحفظ اسلام پارٹی کا انتخابی مؤقف

[۴۳] حضرت لاہوری فتنوں کے تعاقب میں

[۴۴] خدام اہل سنت کی دعوت

باب 2

سوانح حیات

خاندان، ولادت باسعادت، تعلیم وتربیت، سلوک وطریقت
مسند نشینی، مجلس تحفظ ختم نبوت کی قیادت، جہد مسلسل، اسارت
علالت، رحلت، تدفین۔ مشائخ، اساتذہ، خلفاء، ازواج واولاد
سوانحی خاکہ (ماہ وسال کے آئینہ میں)

قارئین! یہ واقعہ ہے کہ ایک رات حضرت خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ نے فیصل آباد کارخانہ بازار میں ختم نبوت کانفرنس کی صدارت کی۔ اگلے روز گیارہ بجے کراچی پریس کانفرنس سے خطاب کیا۔ رات کو کوئٹہ میں ختم نبوت کانفرنس کی صدارت۔ اگلے روز کہروڑ پکا باب العلوم کے جلسہ کی صدارت۔ اسی شام کراچی سے حیدر آباد جا کر ختم نبوت کانفرنس کی صدارت فرمائی۔ ان دنوں کے آپ کے معمولات پر نظر ڈالیں تو لگتا ہے کہ ایک جرنیل جو اپنی فوجوں کو ہر محاذ پر منظّم انداز میں آگے بڑھانے کیلئے در پے ہوتا ہے۔ یہی کیفیت حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ پر طاری تھی۔ نہ دن کا چین نہ رات کو آرام۔ محض رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے دشمنوں کو نتھ ڈالنے کے لئے شب و روز ایک کئے ہوئے۔

مولانا سلیم اللہ خان مدظلہ

اِنَّ الزَّمَانَ بِمِثْلِہٖ لَبَخِیْلٌ

الحمدللہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

وبعد !

ابتدائی حالات:

حضرت خواجہ خواجگان مولانا خان محمد قدس اللہ سرہ العزیز صاحبزادے ہیں خواجہ عمر ولد ملک مرزا ولد ملک غلام محمد کے۔قوم راجپوت تلوکر ہے۔خواجہ عمر حضرت خواجہ سراج الدین موسیٰ زئی رحمہ اللہ کے مرید ہیں۔خانقاہ سراجیہ کے بانی حضرت مولانا ابوسعد احمد خان رحمہ اللہ بھی حضرت خواجہ سراج الدین موسیٰ زئی کے مرید اور خلیفہ ہیں،انہوں نے اپنے شیخ اور مرشد کے نام پر ہی اپنی خانقاہ کا نام خانقاہ سراجیہ رکھا ہے،خواجہ عمر رحمہ اللہ حضرت خواجہ مولانا ابوالسعد احمد خان کے چچازاد بھائی ہیں۔

خواجۂ خواجگان حضرت مولانا خان محمد رحمہ اللہ 1920ء میں خواجہ عمر کے یہاں موضع ڈنگ کندیاں ضلع میانوالی میں پیدا ہوئے،آپ کے تین بھائی اور تھے ملک شیر محمد، ملک فتح محمد، ملک محمد افضل۔ بھائی شیر محمد بڑے ہیں ان کے بعد دوسرے نمبر پر خواجہ خان محمد ہیں باقی دو آپ سے چھوٹے ہیں۔تینوں بھائیوں کا انتقال پہلے ہو چکا ہے،اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو سب پر۔آمین

تعلیم:

حضرت خواجہ صاحب مڈل اسکول کھولہ میں چھٹی جماعت میں زیر تعلیم تھے،کہ محبوب سبحانی حضرت خواجہ ابوالسعد احمد خان رحمہ اللہ نے حضرت خواجہ خان محمد رحمہ اللہ کو ان کے والد خواجہ عمر سے اپنی زیر نگرانی تعلیم وتربیت کے لیے مانگ لیا اور آپ اسکول چھوڑ کر خانقاہ آگئے اور آپ کو پیر سید عبداللطیف احمد پورسیال کے سپرد کیا گیا،ان سے قرآن مجید اور ابتدائی کتابیں پڑھیں،علم الصرف اور علم النحو کی کتابیں حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب سے پڑھیں۔پھر دارالعلوم عزیزیہ بھیرہ تشریف لے گئے،یہ اس وقت دینی علوم کی مرکزی درسگاہ تھی،اس کے بعد موقوف علیہ کی تعلیم کے لیے جامعہ اسلامیہ،ڈابھیل ضلع سورت میں داخلہ لیا،وہاں

حضرت مولانا حافظ عبدالرحمٰن امروہی رحمہ اللہ‘ حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی رحمہ اللہ حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ حضرت مولانا محمد ادریس سکروڈھوی رحمہ اللہ حضرت مولانا عبدالعزیز کیملپوری رحمہ اللہ سے اسباق پڑھے۔

پھر 1361ھ میں دورہ حدیث کیلئے دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے۔ یہاں آپ کے رفقاء درس میں امام اہل سنت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ ان کے برادر صوفی عبدالحمید سواتی رحمہ اللہ‘ مفتی رشید احمد لدھیانوی رحمہ اللہ‘ مولانا محمد یوسف کشمیری وغیرہ تھے۔ حضرت شیخ الاسلام رحمہ اللہ کی گرفتاری کا حادثہ پیش آیا تو حضرت مولانا اعزاز علی صاحب رحمہ اللہ (شیخ الادب والفقہ) اور علامہ محمد ابراہیم بلیاوی رحمہ اللہ وغیرہ اساتذہ سے دورہ حدیث کی تکمیل کی، جس سال یہ حضرات فارغ ہوئے اس سے اگلے سال احقر دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوا۔ اور درجہ خامسہ کی کتابیں ہدایہ اولین مختصر المعانی وغیرہ شروع کیں اور پانچ سال دارالعلوم میں گزارے۔

ازدواجی زندگی:

دیوبند سے آنے کے بعد حضرت خواجہ ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صاحبزادی کے ساتھ آپ کا نکاح کردیا۔ ان سے ایک صاحبزادہ عزیز احمد‘ دوسرے صاحبزادہ خلیل احمد خان تیسرے صاحبزادہ رشید احمد خان پیدا ہوئے اور ایک بیٹی پیدا ہوئی۔ پھر اچانک مائی صاحبہ بیمار ہوئیں اور ان کا انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مائی صاحبہ کے انتقال کا طبیعت پر بہت اثر تھا اور آپ نے آئندہ زندگی تجرد میں گزارنے کا ارادہ کرلیا تھا‘ لیکن حضرت ابوالسعد احمد خان کو یہ تجرد کا ارادہ منظور نہ ہوا اور آپ نے اپنی پوتی حمیدہ بی بی سے آپ کا نکاح کردیا ان کے بطن سے صاحبزادہ سعید احمد خان اور صاحبزادہ نجیب احمد خان پیدا ہوئے۔

حضرت خواجہ خواجگان خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت:

حضرت خواجہ ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال 12 صفر 1360ء مطابق 14 مارچ 1941ء میں ہوا آپ کے جانشین حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ ہوئے‘ تو حضرت خواجہ خواجگان خان محمد رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے بیعت کرلی اور 16 سال حضرت لدھیانوی کی خدمت میں گزارے‘ حضرت پیر

ومرشد کے ادب کا یہ عالم تھا کہ جب کبھی انہوں نے یاد کیا تو آپ کا رنگ زرد پڑ جاتا تھا' حضرت لدھیانوی نے مجددی نصاب سلوک کی ساری تعلیم دی تین مرتبہ امام ربانی شیخ احمد سرہندی کے مکتوبات کو سبقاً سبقاً پڑھایا۔ حضرت شاہ دہلوی کے مکتوبات' مکتوبات معصومیہ اور شاہ ابوسعید کی ہدایت الطالبین بھی پڑھائی اس طرح علوم مجددیہ سے مکمل آ گاہی اللہ بزرگ وبرتر نے نصیب فرمائی۔

خانقاہ کی خدمت:

''ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد'' دیو بند سے آنے کے بعد شروع ہی سے خانقاہ کے لنگر کی ضروریات کی فراہمی مہمانوں اور زائرین کی خاطر مدارت اور ان کی راحت رسانی کا اہتمام' گھوڑوں اور مویشیوں کی دیکھ بھال اور اعلیٰ حضرت ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ کے خانگی امور کی انجام دہی بھی آپ کے سپرد تھی فارغ اوقات میں مدرسہ سعدیہ میں طلبہ کو اسباق پڑھانے کی ذمہ داری آپ کے سپرد تھی۔

شیخ کی اولاد اور اساتذہ کا ادب:

حضرت خواجہ نے شیخ کے وصال کے بعد ان کی اکلوتی صاحبزادی اور اکلوتے صاحبزادے محمد عابد رحمۃ اللہ علیہ کے اکرام و احترام میں حد کر دی۔ حالاں کہ صاحبزادے محمد عابد مرحوم ومغفور آپ سے بیعت کر چکے تھے، لیکن آپ ان کی خانقاہ آمد پر احتراماً کھڑے ہو جاتے، بعض اوقات ان کے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھ جاتے، وہ جو فرماتے فوراً اس کو قبول کر لیتے، ہمیشہ ہر سال ان کو اپنے ساتھ حج پر لے جاتے' آپ نے ہمیشہ یہ بات پیش نظر رکھی کہ یہ میرے مرشد زادے ہیں۔

مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے محمد بنوری رحمۃ اللہ علیہ جب بھی آتے تو ان کیلئے احتراماً کھڑے ہو جاتے اور ان کے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھتے، یہی روش حضرت مولانا سید اسعد مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا انظر شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تھی، اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جب مرشد کی اولاد اور اساتذہ کی اولاد کا یہ احترام تھا تو مرشد اور اساتذہ کا ادب اور احترام کیسا ہوگا! یہ برکت تھی اپنے مشائخ عظام کی صحبت کی۔

حضرت مخدوم خواجہ خان محمد کی بارگاہ:

یہاں ہر جماعت سے تعلق رکھنے والے علماء آ کر حاضری دیتے ہیں اور آپ سب کے ساتھ شفقت

سے پیش آتے تھے، آپ فرماتے تھے سیاسی پلیٹ فارم مختلف بھی ہوتو رواداری کا رشتہ کمزور نہیں ہونا چاہیے، آپ جمعیۃ علماء اسلام (فضل الرحمٰن گروپ) کے سرپرست تھے، لیکن اس کے باوجود مولانا سمیع الحق کے ساتھ پیار ومحبت کا تعلق پوری شدت سے قائم رہا اور مختلف امور کیلئے حضرت نے ان کو خطوط بھی لکھے (جو ماضی قریب میں روزنامہ اسلام میں شائع بھی ہوئے) حضرت والا ہر سال حج پر تشریف لے جاتے تھے آپ نے سب صاحبزادوں کو ان کے اہل خانہ کے ساتھ حج کرایا، سب کیلئے رہائشی مکانات بنا کر ان کے حوالہ کیے معذوری سے پہلے حضرت والا خود تمام نمازوں میں امامت فرماتے تھے۔

ہر سال ختم نبوت کانفرنس میں برطانیہ برمنگھم تشریف لے جاتے اسی طرح پاکستان میں چناب نگر یا کہیں ختم نبوت کے سلسلے میں اجتماع ہوتا اس کی سرپرستی فرماتے' آپ کے زمانہ امارت میں ختم نبوت کے کام کی بہت ترقی ہوئی۔ آپ ہمیشہ اس کیلئے فکر مند رہتے اور متعلقین کو علماء کو عوام کو ختم نبوت کے کاز کیلئے مستعد فکر مند اور کاربند رہنے کی تلقین وتاکید فرماتے تھے۔ آپ پر جنرل ضیاء الحق کے دور میں اسلام آباد کی سڑکوں پر تحریک ختم نبوت 1974ء میں پولیس نے لاٹھیاں برسائیں اور تھانہ مارگلہ میں آپ کو حوالات میں بند کر دیا گیا۔

حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کے حجابات:

اس بلند مقام پر فائز ہونے کے باوجود اپنے اخفاء حال میں حد کر دی زبان کی تالا بندی ایسی کی کہ اس کی کہیں مثال نہیں ملتی۔ واردین صادرین آرہے ہیں، جارہے ہیں، مجلس پر مجلس ہورہی ہے، لیکن شیخ وقت بالکل خاموش ہیں، بڑے بڑے جلسوں کی صدارت کر رہے ہیں، کرسی صدارت پر رونق افروز ہیں، لیکن خاموش ہیں۔ اپنے اوپر اس قدر سخت پابندی اور زبان کی حفاظت کا اہتمام حیرت ناک نہیں تو کیا ہے۔؟

اسی طرح مریدین کا مجمع ہے اخبار پڑھا جارہا ہے، مرید سیاسی گفتگو کر رہے ہیں آپ ہیں کہ اخبار بھی غور سے پڑھتے ہیں سیاسی گفتگو بھی سنتے ہیں معلوم ہوتا کہ عام سی مجلس ہے، یہاں کوئی اللہ کا محبوب ومقبول بندہ وعلم وعرفان سے بہرہ ور، انابت وقرب سے سرفراز، سید الاولیاء، رئیس الاتقیاء، مخدوم المشائخ موجود نہیں، حالاں کہ وہ محترم ومبارک ہستی موجود ہے لیکن اس کو اظہار کے بجائے اخفاء محبوب ہے۔

نظم وضبط:

حضرت اقدس کے یہاں نظم وضبط کا اہتمام بھی مثالی تھا۔ فلاں تاریخ کو فلاں وقت خانقاہ سے

روانگی ہے، فلاں وقت فلاں جگہ پہنچنا ہے، فلاں سے ملاقات ہے، اسفار کی کثرت اور نظم وضبط کا یہ اہتمام کرامت سے کم نہیں ''میرے خلیل'' میں محمد اشفاق اللہ واجد مجددی کے نام خطوط سے اس مثالی نظم کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے، پھر سفر کی حالت میں بھی خانقاہی معمولات مراقبہ وغیرہ جاری رہتا ہے اور مریدین حضرت والا کی توجہ کے فیض سے مستفید ہوتے رہتے، خانقاہ سراجیہ میں ارادتمندوں کا ہجوم رہتا ہے عقیدت مندوں کی آمد ورفت شب وروز جاری رہتی ہے سب کے لیے کھانے ناشتے کا قیام کا انتظام فری اور مفت ہوتا ہے، خانقاہ سراجیہ میں نہ کوئی ہفتہ وار ماہانہ، سالانہ جلسہ ہوتا ہے نہ مریدوں کی کوئی فہرست رکھی جاتی ہے، ایک مرتبہ ملتان میں ایک عالم نے حضرت خواجہ سے کہا کہ آپ کی فقیری جلسوں کے بغیر کیسے چلتی ہے، حضرت نے فرمایا فقیری جلسوں کی محتاج نہیں ہوتی۔

خواجہ صاحب کی کرامات:

''میرے خلیل''، میں محمد اشفاق اللہ واجد مجددی نے حضرت کی بہت سی کرامات نقل کی ہیں جن کے وہ عینی شاہد ہیں۔

☆......مولانا محمد امین صاحب ملتان کے ڈسٹرکٹ خطیب تھے، بھٹو کا دور تھا مولوی سلمان طارق نے ان کا تبادلہ ملتان سے مظفر گڑھ کروادیا اور خود ملتان کے ڈسٹرکٹ خطیب مقرر ہوگئے، رمضان کا مہینہ ہے حضرت خواجہ مخدوم بارہ تراویح کے بعد تازہ وضو کے لیے اپنے کمرے میں آئے تو وہاں مولانا محمد امین موجود تھے، ''حضرت نے حیرانی سے پوچھا آپ رمضان میں کیسے آئے ہیں؟'' مولانا محمد امین نے تبادلہ کا سارا قصہ سنایا حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا، مولانا خاطر جمع رکھیں، جب تک فقیر قبول نہیں کرتا آپ ملتان سے نہیں جاسکتے مولانا واپس ملتان پہنچے تو ان کا تبادلہ کینسل ہو چکا تھا۔

☆......ایک مرتبہ خانقاہ شریف کے لنگر کے لیے سودا سلف خریدنے کندیاں شہر جانے لگا تو حضرت مخدوم جہاں مدظلہ نے حکم دیا کہ ''کندیاں سے شیر شاہ جنکشن کے لیے عطاء اللہ ایکسپریس ٹرین کی دو سیٹیں بک کرواتے!'' آنا عرض کی ''بہت اچھا جی!'' اور سائیکل پر کندیاں شہر کی طرف چلتا ہوا بازار سے سودا سلف لیا اور اسٹیشن سے سیٹیں بک کروانے پہنچا تو وہاں ایک کمزور دبلا پتلا بکھرے بال والا آدمی پلیٹ فارم پر کھڑا ہے اور وہیں پلیٹ فارم پر اس نے پیشاب کرنا شروع کردیا، کسی سے شرم نہیں کی، فقیر سمجھا یہ کوئی

ملامتی فقیر ہے۔حضرت خواجہ جہاں دامت برکاتہم شام کے وقت سفر پر روانہ ہوئے ٹرین اگلی صبح آٹھ بجے شیر شاہ جنکشن پر رکی اور رحیم یار خان کے لیے گاڑی بدلی آپ نے فرمایا سیٹ پر بستر کھول دو فرسٹ کلاس کا ڈبہ ڈبل برتھ والا تھا ایک سیٹ پر خادم نے بستر لگا دیا آپ بستر پر لیٹ گئے جونہی ٹرین روانہ ہوئی کندیاں اسٹیشن والا مجذوب ٹرین کے ڈبہ میں اندر آ گیا اور مجھ سے کہنے لگا ایک طرف کو ہو جاؤ! وہ مجذوب بھی سیٹ پر دراز ہو گیا اور اپنے سر پر مکے مارنے لگا،حقیر فقیر نے حضرت خواجہ کی طرف دیکھا تو آپ آنکھیں بند کیے مسکرا رہے تھے،تھوڑی دیر بعد مجذوب سیدھا ہو کر بیٹھ گیا اور مجھ سے سگریٹ کی فرمائش کی، مرشد برحق آنکھیں بند کیے ہوئے ہیں مجذوب سے فرمایا بھاگ جا ورنہ تجھ کو مار دوں گا۔ وہ مجذوب ڈبہ سے باہر چلا گیا،لیاقت پور اسٹیشن پر ٹرین جونہی رکی وہ مجذوب پھر ٹرین کے ڈبہ کی کھڑکی کے سامنے دوبارہ آ کھڑا ہوا اور مجذوب نے آپ کو دونوں ہاتھوں سے سلام عرض کیا، جب تک ٹرین روانہ نہ ہوئی وہ سامنے ہی کھڑا رہا۔

جب مشرقی پاکستان (موجودہ بنگلہ دیش) علیحدہ ہوا تو امیر نامی مجذوب فروری کے مہینے میں خانقاہ شریف آیا،حضرت مرشد ظہر کی نماز پڑھ کر مسجد سے باہر آ رہے تھے امیر مجذوب مسجد کی سیڑھیوں کے پاس کھڑا تھا،حضرت خواجہ مدظلہ العالٰی نے امیر مجذوب سے فرمایا ''امیر خان بہت دیر بعد خانقاہ شریف آئے ہو اور آئے بھی تو پاکستان توڑ کر!'' امیر خان نے عرض کیا ''حضور والا نے فیصلہ پر خود دستخط کیے ہیں، ہماری کیا مجال کہ حکم عدولی کریں'' مجذوب کا جواب سنتے ہی حضرت حجرے میں بیٹھنے کے بجائے گھر تشریف لے گئے کہ کہیں مجذوب کوئی اور راز کی بات نہ کر دے۔

احقر کی خانقاہ سراجیہ حاضری:

احقر کی خانقاہ سراجیہ حاضری پہلی مرتبہ تو وفاق المدارس کے سلسلہ سے ہوئی، مدارس کا معائنہ مقصود تھا، مدرسہ سعدیہ خانقاہ میں واقع ہے اس ضمن میں حضرت خواجہ جہاں کی زیارت بھی ہوئی، پھر ایک مرتبہ 10 دن کے قیام کی نیت سے حاضر ہوا،شب و روز حضرت اقدس کی مجلس میں حاضر رہا اور خصوصی التفات اور توجہ سے بہرہ ور ہونا نصیب ہوا۔

اس کے بعد پھر مزاج پرسی کی غرض سے وصال سے ایک ماہ قبل حاضری ہوئی ہر موقعہ پر جانشین مرشد مکرم مولانا خواجہ خلیل احمد خان کی عنایات و نوازشات سے سرفراز ہوا۔

ان ملاقاتوں کے علاوہ مختلف اوقات اور مختلف مواقع میں حضرت اقدس کی زیارت سے مستفید ہونے کا موقع ملتا رہا ہے، حضرت والا کے متعدد خطوط بھی ختم نبوت کے مضمون کو وفاق کے نصاب میں شامل کرنے کے حوالہ سے احقر کو ملتے رہے ہیں۔

سفرآخرت:

قبلہ خواجہ خواجگان نے دنیا میں رہتے ہوئے اسفار کی کثرت کا ریکارڈ قائم فرمایا، ہرسال حج اور ختم نبوت کے حوالے سے برطانیہ کے سفر، اندرون ملک سفر، اب آخر میں سفرِ آخرت ''ختامہ مسک'' ہوا، وصال ملتان نشتر ہسپتال میں 5 مئی 2010 آغاز عشرہ اخیرہ جمادی الاولیٰ 1431ء کو ہوا۔ عزیزم مولوی عبیداللہ خالد اور مفتی معاذ خالد کے ساتھ بذریعہ شاہین ائیر اسلام آباد، وہاں سے قاضی عبدالرشید، مولوی محمد آدم خان، مولوی حبیب الرحمٰن ایبٹ آباد کے ہمراہ نماز جنازہ میں شرکت کے لیے کندیاں حاضری ہوئی، مجمع بے شمار تھا ہر طرف آدمی ہی آدمی نظر آرہے تھے، ہجوم کی وجہ سے ہم جیسے معذور لوگوں کا نماز جنازہ میں شامل ہونا ناممکن معلوم ہو رہا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے عقیل احمد صاحب کی شکل میں ایک مہربان عنایت فرما دیا جنہوں نے اپنی موٹر سائیکل پر بٹھا کر جنازہ گاہ تک پہنچا دیا۔ ورنہ اتنے بڑے مجمع میں جہاں قدم قدم پر رکاوٹیں موجود تھیں سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کس طرح جنازے کی نماز میں شرکت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ عقیل احمد صاحب کو ان کے احسان کا بہترین بدلہ عطا فرمائیں اور حضرت خواجہ خان محمد صاحب قدس سرہ العزیز کو جنت الفردوس کی راحتوں سے مالا مال فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

سلیم اللہ خان

مہتمم: جامعہ فاروقیہ۔ شاہ فیصل ٹاؤن۔ بلاک نمبر 4۔ کراچی

رئیس: وفاق المدارس العربیہ پاکستان

صدر: اتحاد تنظیمات مدارس پاکستان

۱۶ شعبان المعظم ۱۴۳۱ھ/۲۹ جولائی ۲۰۱۰ء

مولانا محمد عابد

سوانحی خاکہ

اسمِ گرامی : خان محمد

وِلادت باسعادت : ۳۹۔۱۳۳۸ھ/ ۱۹۲۰ء

جائے وِلادت : موضع ڈنگ ضلع میانوالی

والد بزرگوار : حضرت ملک عمر رحمۃ اللہ علیہ، آپ بانئ خانقاہ سراجیہ قیوم زماں حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان صاحب (م : ۱۳۶۰ھ/۱۹۴۱ھ) کے چچازاد بھائی تھے۔

شجرۂ مبارکہ :خان محمد بن ملک عمر بن ملک مرزاخان بن ملک غلام محمد بن ملک فتح محمد رحمہم اللہ

قوم : تلوکر راجپوت

اِبتدائی تعلیم :چھٹی کلاس تک تعلیم لوئر مڈل سکول کھولہ شریف ضلع میانوالی میں حاصل کی۔

مرادِقیومِ زماں وقطبِ دَوراں :

اَبھی آپ سکول میں زیر تعلیم تھے کہ آپ کو حضرت قیومِ زماںؒ کی رُوحانی فرزندگی کا اِعزاز نصیب ہوا جس کی تفصیل جناب نذیر رانجھا صاحب تحریر فرماتے ہیں :

''قیوم زماں قدس سرہ نے ایک مرتبہ آپ کے والدِگرامی حضرت خواجہ محمد عمر صاحبؒ سے فرمایا کہ آپ کے پاس تین ایسی چیزیں ہیں کہ میرے پاس اِس قسم کی ایک بھی نہیں۔ آپ اُن میں سے ایک مجھے دے دیں (اُس وقت حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ کے ہر دو برادران گرامی شیر محمد صاحب اَور فتح محمد صاحب حیات تھے اَور آپ تینوں میں منجھلے تھے اَور محترم ملک محمد اَفضل صاحب رحمۃ اللہ علیہ اَبھی تولد نہ ہوئے تھے۔ اِتفاق کی بات کہ اُن دِنوں لنگر کی شِیر دار (دُودھ دینے والی) بھینس خشک ہوچکی تھی اَور حضرت خواجہ محمد عمر صاحبؒ کے پاس تین بھینسیں تھیں چنانچہ اُنہوں نے خیال کیا کہ حضرت اقدس قدس سرہ العزیز اپنے لنگر کے دَرویشوں کے لیے ایک بھینس طلب فرما رہے ہیں لہٰذا فرمایا کہ آپ میری تینوں شیر دار بھینسیں لے لیں۔

اِس پر قیوم زماں قدس سرہ مسکرائے اُور فرمایا : ''خواجہ عمر! ہمیں کسی بھینس کی احتیاج نہیں، اپنا ایک بیٹا ہمیں دے دو۔'' حضرت خواجہ محمد عمر صاحبؒ نے جواب دیا کہ آپ جونسا لڑکا پسند فرمائیں وہ آپ کی خدمت کے لیے حاضر ہے، چنانچہ حضرت اَقدس قدس سرہ کے اِرشاد کے مطابق مخدوم زماں حضرت خان محمد صاحب کوسکول کی تعلیم سے ہٹا کر آپ کی خدمت میں خانقاہ شریف بھیج دیا گیا۔''

تعلیم قرآن :

قیومِ زماں حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان صاحب رحمہ اللہ کے مخلص خادم اُور اِرادت مند حضرت مولانا سید پیر عبداللطیف شاہؒ (احمد پور سیال) خلیفہ مجاز نائب قیومِ زماں حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب لدھیانویؒ سے قرآنی تعلیم کے ساتھ ساتھ اِبتدائی کتب پڑھیں۔ حضرت مولانا سید عبداللطیف شاہ صاحبؒ حضرت سید مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ کی اُولادِ اَمجاد میں سے تھے۔

فارسی وعربی تعلیم :

آپ نے فارسی نظم ونثر اُور عربی صرف ونحو کی کتب اپنے شیخ ومرشد حضرت مولانا عبداللہ لُدھیانویؒ سے پڑھیں۔

دارُالعلوم عزیزیہ بھیرہ میں داخلہ :

آپ نے درجۂ وسطیٰ تک کتب دارُالعلوم عزیزیہ بھیرہ تحصیل بھلوال ضلع سرگودھا میں پڑھیں۔ یہاں آپ کا قیام تین سال رہا۔ اِن ہی سالوں میں قائدِ اہلِ سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ (م:۳ ذوالحج ۱۴۲۴ھ/ ۲۶ جنوری ۲۰۰۴ء) خلیفہ مجاز شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ (م: ۱۳۷۷ھ/ ۱۹۵۷ء) بھی دارُالعلوم میں زیرِ تعلیم تھے۔

جامعہ اِسلامیہ ڈابھیل (اِنڈیا) میں داخلہ :

درجۂ عُلیا کی تحصیل کے لیے آپ جامعہ اِسلامیہ ڈابھیل (ضلع سورت، ہندوستان) تشریف لے گئے یہاں آپ نے مشکوٰۃ شریف، جلالین، ہدایہ، مقامات حریری اُور دُوسری کتابیں پڑھیں۔ اِس مدرسہ میں جن گرامی قدر اَساتذہ سے کسبِ علم وفیض کا موقع نصیب ہوا اُن میں صدرالمدرسین حضرت مولانا حافظ عبدالرحمٰن اَمروہوی رحمۃ اللہ علیہ (م:۲۳ جمادی الاخریٰ ۱۳۶۷ھ) حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ (م: ۱۹۶۵ء) حضرت مولانا محمد سید یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ (م: ۱۹۷۷ء) حضرت مولانا

محمد اِدریس سکروڈھوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا عبدالعزیز کیمل پوری رحمۃ اللہ علیہ کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔

دارالعلوم دیوبند میں داخلہ :

۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء میں آپ دارُالعلوم دیوبند میں تحصیل علم کی غرض سے تشریف لے گئے اور یہاں حدیث وتفسیر کی تعلیم مکمل فرمائی۔ اُس زمانہ میں شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ (م:۱۹۵۷ء) یہاں صدر مدرس تھے لیکن آپ ۱۹۴۲ء تا ۱۹۴۴ء جیل میں نظر بند تھے لہٰذا حضرت مولانا اعزاز علی رحمۃ اللہ علیہ (م:۱۳۷۴ھ)، حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ (م :۲۴ رمضان ۱۳۸۷ھ) اَور دُوسرے جلیل القدر اَساتذہ سے دورۂ حدیث وتفسیر کی تکمیل فرمائی۔

باطنی علوم وفیوض کی تحصیل :

دارالعلوم دیوبند سے دورۂ حدیث وتفسیر کی تحصیل وتکمیل فرمانے کے بعد آپ خانقاہِ سراجیہ شریف واپس تشریف لائے۔ آپ کو تمام معقول ومنقول اَور متداولہ علوم پر جامع وکامل عبور تو نصیب ہو چکا تھا۔ لہٰذا باطنی علوم وفیوض کے کسب وحصول کا ذوق دامن گیر ہوا۔ اللہ کریم نے اِس کی تکمیل کا یوں سبب پیدا فرمایا کہ آپ کو اپنے شیخ ومرشد نائب قیوم زماں صدیق دَوراں حضرت مولانا محمد عبداللہ قدس سرہ (م:۱۳۷۵ھ/ ۱۹۵۶ء) سے حضرت خواجہ محمد معصومؒ (۱۰۷۹ھ) کے خلیفہ مولانا محمد باقر حسینی لاہوریؒ بن حضرت شرف الدین لاہوریؒ کی کتاب ''کنز الهدایات لکشف البدایات والنہایات'' مکاتیب حضرت شاہ غلام علی دہلوی قدس سرہ (م:۱۲۴۰ھ) مکتوبات اِمام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ (م:۱۰۳۴ھ)، مکتوبات خواجہ محمد معصوم قدس سرہ (م:۱۰۷۹ھ) اور ہدایۃ الطالبین جیسی فیض پرور کتابیں سبقاً پڑھنے کا موقع نصیب ہوا اَور نقشبندیہ مجددیہ رُوحانی معارف سے لبریز ''مکتوبات اِمام ربانی'' تین بار اپنے شیخ و مربی سے سبقاً پڑھے۔

تدریسی خدمات :

خانقاہ سراجیہ شریف کے مدرسہ سعدیہ میں آپ نے تدریسی خدمات انجام دیں۔ یہاں آپ نے گلستان، بوستان، منیۃ المصلی، قدوری، اصول الشاشی اَور دُوسری کئی کتب پڑھائیں۔ آپ سے ظاہری علم حاصل کرنے والوں میں مولانا عبداللہ خالد صاحب (خطیب مرکزی جامع مسجد مانسہرہ) اَور حافظ ظفر احمد رحمہ اللہ (مظفر گڑھ) کے نام شامل ہیں۔

حضرت شیخؒ کی خصوصی شفقت :

نائب قیوم زماں، صدیق دَوراں حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب قدس سرہ نے ایک دفعہ حضرت قاضی شمس الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ (م:۹/ذوالقعدہ ۱۴۱۱ھ/۳/جون ۱۹۹۱ء) سے فرمایا :

''حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ جب مالٹا میں نظر بند تھے تو معارف قرآن حکیم پر ایک کتاب لکھنے کا اِرادہ فرمایا مگر چند صفحات لکھنے کے بعد اِسے ترک کردیا۔ اِستفسار پر فرمایا کہ میں نے کتاب کی بجائے ایک آدمی (حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ) پر محنت شروع کردی ہے تاکہ خلقِ خدا کی ہدایت کے لیے ایک چلتا پھرتا نسخہ تیار ہوجائے۔''

حضرت اَقدس (مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی) قدس سرہ نے یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ میں بھی ایک آدمی تیار کررہا ہوں۔ بعد اَزاں قرائن سے پتہ چلا کہ وہ آدمی مخدوم زماں حضرت مولانا ابوالخلیل خان محمدؒ ہیں۔

ہفت سلاسل کی خلافت واِجازت :

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجدیہ کی تحصیل وتکمیل کے بعد آپ نے نائب قیوم زماں صدیق دَوراں حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب لدھیانوی قدس سرہ سے سلاسل اَربعہ (۱) نقشبندیہ مجددیہ (۲) قادریہ (۳) چشتیہ (۴) سہروردیہ کی خلافت پائی۔ علاوہ اَزیں سہ سلاسل (۱) قلندریہ (۲) مداریہ (۳) کُبرویہ کی خلافت سے بھی سرفراز ہوئے۔

تحفظ ختم نبوت :

تحفظ ختم نبوت خانقاہ سراجیہ کا خاص اَور اہم موضوع رہا ہے بانی خانقاہ سراجیہ قیوم زماں حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان رحمہ اللہ کا ملفوظ مولانا محبوب الٰہی صاحب مرحوم نقل فرماتے ہیں کہ ایک موقع پر آپ نے یہ فرمایا:

''اصل فتنہ موجودہ دور میں مرزائیت کا ہے جو وجودِ اسلام کو مٹانا چاہتا ہے اِس کے خلاف جہاد جاری رکھنا چاہیے۔''

حضرت قیوم زماںؒ کے زمانہ میں اَور آپ کے بعد سے لے کر تاہنوز فتنہ مرزائیت کی سرکوبی اِس خانقاہ شریف کا اِمتیازی نشان رہا ہے اَور اِنشاء اللہ مستقبل میں بھی اِس فتنہ کے لیے سپر کا کام کرنے میں یہ خانقاہ سرگرم عمل رہے گی۔

۱۹۵۳ء کی تحریکِ ختمِ نبوت کے زمانہ میں نائب قیوم زمان حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب لُدھیانویؒ خانقاہ سراجیہ کی مسندِ اِرشاد پر متمکن تھے۔ اُس زمانہ میں آپ نے تحریکِ ختمِ نبوت کی بھرپور تائید فرمائی اُور اپنے مریدین و متوسلین اُور عقیدت مندوں کو اِس تحریک میں بھرپور حصہ لینے کا حکم فرمایا۔ اُور خاص طور پر مخدوم زماں حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ کو اِعلانِ حق کے لیے دُوسرے قائدینِ ختمِ نبوت کے ساتھ شامل فرمایا۔ ذاتی دلچسپی لیتے ہوئے آپ کو میانوالی بھیج کر گرفتاری پیش کرنے کا حکم فرمایا۔ اِس طرح حضرت مخدوم زماںؒ نے ختمِ نبوت کے لیے جیل کی صعوبتیں بھی برداشت کیں اُور اپنی توانائیاں تحفظِ ختمِ نبوت کے لیے صرف کرنا شروع کیں۔

۱۵/ربیع الاول ۱۳۹۴ھ/ ۹/اپریل ۱۹۷۴ء کو حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا اُمیر مقرر کیا گیا آپ نے اپنی ذاتی دلچسپی سے حضرت مخدوم زماںؒ کو نائب امیر مقرر کیا۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کی قیادت اُور آپ کی نیابت میں پورے زور وشور سے جاری رہی، بالآخر ۷/ستمبر ۱۹۷۴ء کو قادیانیوں کو قانونی طور پر غیر مسلم اُقلیت قرار دے دیا گیا اس تحریک میں آپ نے مجاہدانہ کارنامے اُنجام دیے آپ کی اِن خدمات کو پیش نظر رکھتے ہوئے حضرت بنوریؒ کی وفات (۳/ذوالقعدہ ۱۳۹۷ھ/ ۱۷/اکتوبر ۱۹۷۷ء) کے بعد آپ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ساتویں اُمیر مقرر ہوئے۔ اِس عہدہ پر آپ تینتیس برس تک فائز رہے حتیٰ کہ اِسی حیثیت سے آپ اللہ کے حضور میں حاضر ہوگئے۔ آپ کی توجہ اُور برکت سے ملک و بیرون ملک کامیاب کانفرنسز منعقد ہوتی رہیں۔

خانقاہ سراجیہ کی مسند نشینی :

۲۷/شوال المکرّم ۱۳۷۵ھ/ ۷/جون ۱۹۵۶ء کو نائب قیوم زماں حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب لدھیانویؒ کی وفات ہوئی۔ اگلے روز جمعرات کی صبح نو بجے آپ کی نماز جنازہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ نے پڑھائی اُور تین اُحباب کی مدد سے آپ نے خود اپنے شیخ محترم حضرت نائب قیوم زماںؒ کو لحد میں اُتارا۔ تدفین کے بعد ایک مجمع عام میں بانی خانقاہ حضرت قیوم زماں مولانا ابو السعد احمد خان صاحبؒ کے خلفاء میں سے حضرت حکیم حافظ چن پیر صاحبؒ اُور حضرت ڈاکٹر محمد شریف صاحبؒ اور حضرت نائب قیوم زماں مولانا محمد عبداللہ صاحبؒ کے خلفاء میں سے حکیم عبدالمجید سیفی صاحبؒ (م:۲۴/اگست ۱۹۶۰ء) اُور حضرت مولانا مفتی عطاء محمدؒ جیسے اُکابر صوفیاء نے دوطرفہ پگڑی

پھیلائی اَور مجمع کثیر کی موافقت سے حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ سے بیعت کر لی۔ اِس طرح حضرت نائب قیوم زماںؒ کے بعد آپ کی جانشینی عمل میں آئی۔ اگلے روز جمعۃ المبارک کو بھی اَکابر متوسلین خانقاہ سراجیہ نے تجدید بیعت کی اَور آپ بالاتفاق حضرت نائب قیوم زماں کے جانشین کی حیثیت سے خانقاہ سراجیہ شریف کی مسند اِرشاد پر جلوہ اَفروز ہوئے۔

شادی خانہ آبادی :

حضرت قیوم زماںؒ نے آپ کو فیضانِ باطنی کے ساتھ ساتھ ظاہری اِنعام واِکرام سے بھی اِس طرح نوازا کہ آپ کو اپنی فرزندگی میں قبول فرما کر اپنی صاحبزادی آپ کے نکاح میں دے دی۔ اِن سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین صاحبزادے اَور ایک صاحبزادی عطا فرمائیں۔ سب سے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا عزیز احمد صاحب مدظلہم پھر حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مدظلہم تیسرے نمبر پر حضرت مولانا رشید احمد صاحب مدظلہم، اِن اہلیہ محترمہ کے اِنتقال کے بعد اَوّلاً آپ نے تجرد کا اِرادہ فرمایا لیکن اَحباب کے اصرار سے حضرت قیوم زماںؒ کی پوتی صاحبہ سے عقد ثانی فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اِن سے آپ کو صاحبزادہ سعید احمد صاحب مدظلہم اور صاحبزادہ نجیب احمد صاحب مدظلہم عطا فرمائے۔ دُوسری اہلیہ محترمہ کا اِنتقال بھی آپ کی حیات مبارکہ ہی میں ۲۴ ؍جون ۲۰۰۵ء کو ہو گیا تھا۔

وفات حسرتِ آیات :

مخدومِ زماں خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ ویسے تو بتقاضائے عمر عوارضات کا تحمل کیے ہوئے تھے لیکن آخری عمر میں ''پیلا یرقان'' اَیسا حملہ آور ہوا کہ جان لیوا ثابت ہوا۔ اِس بیماری نے آپ کو کافی کمزور کر دیا۔ آپ پر غشی بھی طاری رہتی تھی لیکن نماز کا وقت شروع ہوتے ہی غشی کی کیفیت ختم ہو جاتی تھی جب تک نماز اَدا نہ فرما لیتے اُس وقت تک اطمینان وسکون نہ ہوتا تھا، آخر وقت تک پہچان برقرار تھی۔ وفات سے ایک روز پہلے تک ڈاکٹر حضرات کافی مطمئن تھے لیکن بالآخر وقت موعود آ چکا تھا۔ ۲۰ ؍جُمادَی الاُولیٰ ۱۴۳۱ھ/ ۵ ؍مئی ۲۰۱۰ء بروز بدھ عصر کی نماز ادا فرمانے کے بعد بار بار نماز مغرب کی ادائیگی کا فرماتے رہے، اِسی فکر میں غروبِ آفتاب سے ذرا پہلے قلبِ ذاکر وشاغل کے ساتھ اپنے محبوبِ حقیقی کی جانب سے آئے ہوئے بُلاوے پر لبیک کہتے ہوئے سیال کلینک ملتان میں دارِ فانی سے دارِ باقی کو رِحلت فرمائی **اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ**۔ آپ کے اِنتقال کی خبر آناً فاناً پورے ملک اَور بیرون ملک پھیل گئی، ملک کے اَطراف واَکناف اور صوبہ پنجاب کے ہر چہار طرف سے فدایانِ ختم

نبوت اَور جاں نثارانِ شیخ اپنے اَمیر وشیخ کے آخری دیدار اور نماز جنازہ میں شرکت کے لیے خانقاہ سراجیہ پہنچنے شروع ہوگئے، اگلے روز ۲۱ رجُمادَی الاُولیٰ ۱۴۳۱ھ/ ۶ رمئی ۲۰۱۰ء بروز جمعرات دوپہر کو ۲:۵۰ پر صاحبزادہ محترم حضرت مولانا خواجہ خلیل احمد صاحب مدظلہم کی اِقتداء میں ایک جم غفیر نے نماز جنازہ اَدا کی۔ نماز جنازہ کے بعد آپ کو اَحاطہ مزارات شریف میں نائب قیوم زماں حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دائیں جانب سپرد خاک کر دیا گیا، الحمدللہ آپ کی قبر مبارک سنت نبوی کے مطابق بغلی طرز پر تیار کی گئی تھی۔

اَخباری اَندازہ کے مطابق آپ کی نماز جنازہ میں چار لاکھ اَفراد نے شرکت کی سعادت حاصل کی، بہت سے بزرگوں سے یہ کہتے بھی سنا گیا کہ پاکستان کی تریسٹھ سالہ تاریخ میں اَب تک اِتنا بڑا جنازہ کسی کا دیکھنے میں نہیں آیا، الحمدللہ منتظمین خانقاہ نے اَیسا نظم بنایا تھا کہ نہایت خوش اُسلوبی سے اِتنے بڑے مجمع نے نماز اَدا کی اور بعد اَزاں تدفین کا عمل ہوا لیکن کسی قسم کی کوئی بد نظمی کہیں بھی دیکھنے میں نہیں آئی، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اُس روز موسم بھی خوشگوار تھا اَیسا محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے حضرت رحمہ اللہ اپنی زندگی میں اپنے متوسلین اَور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے لیے سراپا رحمت اَور ٹھنڈی چھاؤں تھے اِسی طرح آپ جاتے جاتے بھی اُن لاکھوں نفوس کو اپنی چادر رأفت میں سمو کر جا رہے ہیں، آسمانی سورج اپنی تمام تر تمازت وتپش کو لپیٹے اَور بادل بادِ سموم کو برودت سے تبدیل کیے ایک کھلے میدان میں جمع لاکھوں اَفراد کے لیے تسکین وراحت کا سامان کیے ہوئے تھے۔

جانشین :

صاحبزادہ حضرت مولانا عزیز احمد صاحب مدظلہم، صاحبزادہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مدظلہم اور صاحبزادہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب مدظلہم کو حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ کے مجاز حضرت مولانا اَنظر شاہ صاحب کشمیریؒ بن حضرت مولانا اَنور شاہ صاحب کشمیریؒ نے ۱۴۲۹ھ میں اِجازت بیعت سے سرفراز فرمایا جس پر حضرت خواجہ صاحبؒ نے اطمینان کا اظہار فرمایا تھا، ۲۲ رجُمادَی الاُولیٰ ۱۴۳۱ھ/ ۷ رمئی ۲۰۱۰ء بروز جمعہ قائدِ جمعیۃ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدظلہم اور حضرت حاجی خلیفہ عبدالرشید صاحب مدظلہم خلیفہ مجاز حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ نے صاحبزادہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مدظلہم (جو آپ کی زندگی میں بھی خانقاہ شریف اَور مدرسہ سعدیہ کی ذمہ داری بحسن وخوبی نبھا رہے تھے) کی دستار بندی فرمائی اَور آپ کو حضرت مخدوم زماںؒ کا رُوحانی جانشین مقرر

فرمایا، اِس موقع پر حضرتؒ کے دیگر مجازین اَور متوسلین کی کافی تعداد موجود تھی۔

اللہ پاک اِس خانقاہ کو تا اَبد قائم رکھے اَور تشنگایانِ معرفت خداوندی اِس چشمہ صافی سے اپنے قلوب کو سیراب کرتے رہیں، آمین۔

اِین دُعاء اَز من واز جملہ جہان آمین باد

محمد عابد ۲/۶/۱۴۳۱ھ

ناظم: صفہ ٹرسٹ، جامعہ مدنیہ لاہور

مصادر و مراجع :

(۱) تاریخ دارالعلوم دیوبند، ج:۲، سید محبوب رِضویؒ، ص:۴۶۴، ناشر: ادارہ اہتمام دارالعلوم دیوبند (ہندوستان) سال اشاعت: ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء۔

(۲) تاریخ وتذکرہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ موسٰی زئی شریف، نذیر رانجھا، ص:۲۰۴-۲۰۷، ناشر: جمعیۃ پبلی کیشنز لاہور، سال اشاعت: جنوری ۲۰۰۵ء۔

(۳) تاریخ وتذکرہ خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، نذیر رانجھا، ص:۵۶۰، ناشر: جمعیۃ پبلی کیشنز لاہور، سال اشاعت: جون ۲۰۰۳ء۔

(۴) جشن نامہ یونیورسٹی اَوری اَینٹل کالج ج:۱، ڈاکٹر عبادت بریلوی، ص:۵۱۲+۳۰، ناشر: پنجاب یونیورسٹی لاہور، سال اشاعت: دسمبر ۱۹۷۲ء۔

(۵) چودہویں صدی کے علمائے برصغیر (ترجمہ نزہۃ الخواطر ج:۸) مترجم: مولانا انوارالحق قاسمی، ص:۶۵۶، ناشر: دارالاشاعت کراچی، سال اشاعت ۲۰۰۴ء۔

(۶) شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی ؒ، مولانا سید فرید الوحیدیؒ، ص:۸۵۶، ناشر: مکتبہ محمودیہ لاہور، سال اشاعت: ۱۴۱۵ھ/ ۱۹۹۵ء۔

(۷) ماہنامہ بینات کراچی، جنوری، فروری ۱۹۷۸ء۔

(۸) ماہنامہ حق چار یارؓ لاہور ج:۱۸، ش:۳-۴۔



(بشکریہ ماہنامہ انوارِ مدینہ لاہور......و......ماہنامہ ملیہ فیصل آباد)

مولانا طاہر مسعود ناصر

شاق ہے ساری رعیت پر جدائی آپ کی

5 مئی اہل حق کیلئے ''یوم الحزن......غم کا دن......بن گیا ہے ایک ہی سال کے وقفہ سے اس تاریخ کو ہماری دو محبوب شخصیتیں ہم سے جدا ہو گئیں۔ 5 مئی 2009ء کو امام اہل سنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ ہم سے جدا ہوئے تھے۔ ابھی وہ زخم ہرا تھا کہ امسال مئی کا مہینہ اہل حق کے لئے ایک اور سانحہ کی خبر لے آیا، اب کی بار ہمارے مخدوم مکرم، شیخ المشائخ، خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد جن کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہوئے قلب وجگر پر نشتر چلنے لگتے ہیں دار فانی سے دار بقاء کی طرف کوچ فرما گئے۔

اناللہ وانا علیہ راجعون۔ اللھم لاتحرمنا اجرھما و لاتفتنا بعدھما۔ آمین

یہ بیسیوں صدی کی بیسیویں بہار کی بات ہے کہ ضلع میانوالی کے موضع ''ڈنگ'' میں خواجہ محمد عمر کے گھر میں ایک بیٹا پیدا ہوا۔ سعادت ونجابت کے پیکر اس شہزادے کا نام ''خان محمد'' تجویز ہوا۔ خواجہ محمد عمر کا اصلاحی تعلق اپنے چچازاد بھائی ابوالسعد احمد خان کی طرح خواجہ سراج الدینؒ سے تھا۔ وہ پیار سے ان کو ''نکا مرید'' چھوٹا مرید کہا کرتے تھے'' خان محمد جو آگے چل کر شیخ المشائخ اور مجاہد ختم نبوت بننے والے تھے اپنے بھائیوں میں دوسرے نمبر پر تھے۔ جب پڑھنے لکھنے کے قابل ہوئے تو انہیں اسکول میں داخل کرا دیا گیا چھٹی جماعت تک لوئر مڈل سکول کھولہ ضلع میانوالی میں تعلیم حاصل کی۔ مگر قدرت نے ان کو کسی اور مقصد کیلئے پیدا فرمایا تھا اس کی تکمیل کی صورت یہ ہوئی کہ خواجہ محمد عمر کے چچازاد بھائی ابوالسعد احمد خان جو خانقاہ سراجیہ کے سجادہ نشین تھے نے فرمائش کی کہ وہ اپنے بیٹوں میں سے ایک بیٹا ان کو دے دیں۔ وفا شعار خواجہ نے تینوں بیٹے ان کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے کہا کہ ان میں سے جو بیٹا آپ کو پسند ہو وہ آپ لے لیں! ۔ مرد قلندر کی نگاہِ انتخاب خان محمد پر آ کر ٹک گئی، چنانچہ خان محمد حضرت احمد خان کی کفالت میں چلے آئے۔ ان کی کفالت میں آنے کے بعد اسکول کی تعلیم ترک کر کے خانقاہ چلے آئے اور دینی تعلیم شروع ہو گئی۔

حضرت نے انہیں احمد پور سیال پیر عبداللطیف کے ہاں بھیج دیا۔ ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کی فارسی اور صرف ونحو حضرتؒ مولانا عبداللہ لدھیانوی سے پڑھی اس کے بعد بھیرہ میں بگوی خاندان کے قائم کردہ ادارہ ''دارالعلوم عزیزہ'' بھیرہ میں تین سال پڑھتے رہے۔ یہاں مولانا ظہور احمد بگوی سے استفادہ کیا۔

بڑے درجات کی تعلیم کے لئے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کا رخ کیا، وہاں مشکوٰۃ، جلالین، ہدایہ اور دیگر کتب پڑھیں۔ یہاں مولانا بدر عالم میرٹھیؒ مولانا یوسف بنوری اور مولانا عبدالعزیز کمبل پوریؒ سے کسب فیض کیا۔ دورہ حدیث کے لئے مشہور عالم درس گاہ ازہر ہند'' دارالعلوم دیو بند'' پہنچے جہاں اپنے وقت کے جبال علم، تشنگان علم کی پیاس بجھانے میں مصروف تھے۔ یہاں پر مولانا عزاز علیؒ مولانا ابراہیم بلیاویؒ اور دیگر اکابر سے استفادہ کیا۔

1943ء میں دورہ حدیث سے فراغت کے بعد وطن واپس تشریف لائے۔ خانقاہ کے مدرسہ میں تدریس کے ساتھ ساتھ اپنے استاذ مولانا عبداللہ لدھیانویؒ سے اصلاح باطن کی منزلیں طے کرنی شروع کیں۔ حضرت کے پاس ہی '' مکتوبات امام ربانی'' پڑھی۔ یہاں پر مہمانوں کی خاطر مدارت کے ساتھ ساتھ اپنے استاذ اور شیخ کی خدمت کو بھی اپنا شعار بنالیا۔ صحبت شیخ اور خانقاہ کے نورانی ماحول نے آپ کو کندن بنادیا۔ تصوف وسلوک کی منازل طے کرنے کے بعد جلد ہی سلاسل اربعہ میں خلافت سے سرفراز ہوئے۔ شیخ لدھیانوی جو کہ ابوالسعد احمد خانؒ کے خلیفہ اور سجادہ نشین تھے کی وفات کے بعد ان کی جانشین کا قرعۂ فال بھی ان کے نام نکلا۔ چنانچہ 1956ء میں خانقاہ سراجیہ کے مسند نشین ہوئے۔ اس طرح تقریباً 55 سال تک لاکھوں بندگان کو فیض یاب کیا۔

حضرت خواجہ صاحب کو ختم نبوت کی محبت اور اس کے تحفظ کیلئے تن من دھن قربان کرنے کا جذبہ اپنے استاذ شیخ سے ورثہ میں ملا تھا۔ چنانچہ 53ء کی تحریک میں نہ صرف یہ کہ تحریک میں شامل ہوئے بلکہ ''سنت یوسفی'' پر عمل کرتے ہوئے میانوالی جیل، سنٹرل جیل اور لاہور جیل کو آباد کیا۔ 1977ء میں جب امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضرت مولانا محمد یوسف بنوری قدس سرہ کا انتقال ہوا تو مجلس کے ارباب کی نگاہ انتخاب بھی آپ پر مرکوز ہوگئی چنانچہ آپ مجلس کے چھٹے عالمی امیر مقرر ہوئے۔ اس وقت سے تادم آخر مجلس کی امارت آپ کے پاس رہی۔ آپ کے زیر امارت عالمی مجلس نے دنیا بھر میں ختم نبوت کا تحفظ اور قادیانیت کا تعاقب کیا اس طرح حضرتؒ نے اپنے اکابرین کے مشن کو پوری دنیا میں پھیلا دیا۔ حضرت کو اس مشن سے کس قدر لگاؤ تھا اس کا انداز اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ زندگی کے آخری برسوں میں جب ڈاکٹروں نے آپ کی صحت کے پیش نظر اسفار پر پابندی لگائی تو آپؒ نے اپنے دیگر اسفار کے سلسلہ میں تو پابندی قبول فرمائی لیکن حج اور تحفظ ختم نبوت کیلئے کیے جانے والے اسفار پر پابندی کو قبول نہ فرمایا۔ دونوں قسم کے اسفار آخر تک جاری رہے۔ آپ کے نامہ اعمال میں جہاں اور بہت سارے اعمال حسنہ موجود ہیں وہیں 65 حج بھی جگمگا رہے ہیں۔ مجلس میں خاموش رہتے ہیں ''فرمایا'' جس کو اس فقیر کی خاموشی سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا

اس کو بیان سے بھی کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ سالکین کی تربیت کے ساتھ ساتھ حضرت کے یہاں اتباع سنت کا بہت زیادہ اہتمام تھا ایک مرتبہ ایک آدمی جو کئی دنوں سے آپ کے یہاں ٹھہرا ہوا تھا آپ سے کہنے لگا ''حضرت میں اتنے دنوں سے یہاں ہوں میں نے آپ کی کوئی کرامت تو دیکھی نہیں؟ فرمایا ''توں میرا کوئی کم سنت دے خلاف دیکھیا اے؟'' (تو نے میرا کوئی عمل خلاف سنت بھی دیکھا ہے)

حضرت کافی عرصہ سے بیمار تھے۔ اپریل 2010 کے آخر میں ملتان کے سیال کلینک میں لے جایا گیا یہ 5 مئی کا دن تھا سیال کلینک میں صبح سے ہی عقیدت مندوں کا تانتا لگ رہا تھا ایسا لگتا تھا کہ جیسے عشاق کو کسی نے بتا دیا ہے کہ آج شیخ کی حیات طیبہ کا آخری دن ہے۔ عقیدت مند کھچے چلے آرہے تھے۔ آخر کار سورج اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ چمکنے کے بعد غروب ہوگیا کسے پتہ تھا کہ آنے والی رات اپنے ساتھ ایک تاریکی بھی لانے والے ہے۔ عشاق و عقیدت مند جمع تھے سب کے لبوں پر حضرت کی صحت یابی کی دعائیں تھیں۔ مگر وقتِ آخر آچکا تھا، اگر ایک کی جگہ دوسرے کو موت آسکتی یا ایک آدمی کی عمر دوسری کو دی جاسکتی تو عقیدت مندوں کے اجتماع میں ایک نہیں ہزاروں ایسے تھے جو شیخ کی جگہ اپنی جان کی بازی ہارنے کیلئے تیار ہوتے۔ لیکن قضاء و قدر کے فیصلوں کے سامنے بھلا کس کی پیش چلتی ہے؟ قدرت کے اٹل فیصلوں کو کن ٹال سکتا ہے؟ چنانچہ 5 مئی کو 8 بج کر 15 منٹ پر لاکھوں انسانوں کی عقیدتوں کا مرکز، یہ محبوب، پیرو جواں سب کو سوگوار چھوڑ کر دار الفناء سے دار لبقاء کو سدھار گیا۔

حضرت کے وصال پر ہر آنکھ پرنم اور ہر دل حزن و ملال سے معمور تھا۔ اس لئے کہ لوگ مرتے ہیں تو وہ ایک گھر اور ایک خاندان کا نقصان ہوتا ہے لیکن حضرت کے جانے سے ایک گھر یا ایک خاندان محروم نہیں ہوا بلکہ ایک جہاں یہ محسوس کرتا ہے کہ اس کا سب کچھ لٹ گیا ہے۔ حضرت کے صاحبزادگان غمگین ہیں کہ ان کے والد فوت ہوگئے، اہل خانہ اداس ہیں کہ سرپرست اٹھ گیا، اہل علاقہ افسردہ ہیں کہ رحمت کا سائبان ہٹ گیا، متوسلین مغموم ہیں کہ ان کا شیخ مربی انہیں داغ مفارقت دے گیا، کارکن اس کرب میں مبتلا ہیں کہ میر کارواں ہجر و فراق کے صدمے دے گیا، مسجد و خانقاہ اداس ہے کہ اس کی رونق ختم ہوگئی، مدرسہ کے طلبہ و اساتذہ اور خدام پریشان ہیں کہ اب وہ ''باباجی'' کس کو کہیں گے، دینی جماعتیں حزیں ہیں کہ ان کے اتحاد کی علامت اور سرمایۂ افتخار باقی نہیں، اہل حق اپنا سہارا چھن جانے پر پُر ملال ہیں۔ غرضیکہ:

ع شاق ہے ساری رعیت پر جدائی آپ کی

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

حیات وخدمات!

شیخ المشائخ خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب نور اللہ مرقدہ 1339ھ مطابق 1920ء میں ''ڈنگ'' میانوالی میں ملک محمد عمر کے گھر پیدا ہوئے۔آپ خاندانی طور پر راجپوت تلوکر قوم سے تعلق رکھتے تھے۔آپ کا قبلہ مرزا خیل کے نام سے مشہور ہے۔خیل پشتو زبان میں گروہ کو کہتے ہیں۔آپ کے دادا کا نام ملک مرزا خان تھا۔اس لئے آپ کا قبیلہ مرزا خیل کہلاتا ہے۔آپ کی عمر دس سال کی تھی کہ آپ کی والدہ محترمہ پچاس سال کی عمر میں انتقال فرما گئیں۔آپ کے والد محترم ملک محمد عمر ستر بہتر سال کی عمر میں فوت ہوئے۔آپ کے والد محترم نیک صالح وخدا ترس انسان تھے۔حضرت خواجہ سراج الدین آپ پر بہت شفقت اور محبت فرماتے تھے۔

تعلیم وتعلم:

آپ نے سکول کی تعلیم مڈل سکول کھولہ میں حاصل کی۔آپ چھٹی جماعت میں تھے کہ آپ کے والد محترم کو قیوم زمان خواجہ احمد خان بانی خانقاہ سراجیہ کندیاں کے حکم پر سکول چھڑوا کر خانقاہ سراجیہ لے آئے۔پھر حضرت خواجہ صاحب کے ارشاد پر حضرت مولانا سید عبداللطیف شاہ سے ناظرہ قرآن پڑھا اور کتب کا آغاز حضرت ثانی مولانا محمد عبداللہ سے کیا پھر پنجاب کی مشہور اور قدیمی درسگاہ دارالعلوم عزیزیہ بھیرہ میں ماہرین فنون اساتذہ کرام سے علوم عقلیہ ونقلیہ کی تعلیم حاصل کی۔آپ نے حضرت مولانا محمد قاسم ہزاروی،مولانا عبدالحق کیملپوری سے قدوری، کنزالدقائق، نحومیر، شرح مائۃ عامل وغیرہ پڑھیں۔موقوف علیہ آپ نے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں کیا۔چنانچہ آپ نے ڈابھیل میں جلالین شریف، مشکوۃ شریف، ہدایہ، مقامات وغیرہ پڑھیں۔مشکوٰۃ شریف آپ نے مولانا سید محمد بدر عالم میرٹھی سے پڑھی۔مقامات محدث العصر حضرت مولانا بنوری اور ہدایہ مولانا محمد ادریس سکروڈھوی سے پڑھی۔ان دنوں جامعہ اسلامیہ ڈابھیل سورت (انڈیا) کے صدر و مدرس شیخ الاسلام مولانا شبیر احمد عثمانی تھے۔

دارالعلوم دیوبند میں داخلہ:

اپنے شیخ حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی نور اللہ مرقدہ کے حکم پر دارالعلوم دیوبند میں دورہ حدیث شریف میں داخلہ لیا۔ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نے ایک ہی سبق پڑھایا تھا کہ انگریز گورنمنٹ نے آپ کو گرفتار کرلیا تو دارالعلوم دیوبند کی انتظامیہ حضرت مولانا فخر الدین امروھی کو بطور شیخ الحدیث لے کر آئی۔ چنانچہ آپ نے دارالعلوم میں مندرجہ ذیل مشاہیر ملت سے علوم اسلامیہ کی تکمیل کی۔

1- حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ　　2- حضرت مولانا فخر الدین مراد آبادیؒ

3- حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ　　3- حضرت مولانا اعزاز علیؒ

حضرت مولانا فخر الدین مراد آبادی سے بخاری شریف جلد اول' حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاوی سے بخاری جلد دوم حضرت مولانا اعزاز علی سے ابوداؤد' شمائل ترمذی پڑھیں۔ جبکہ مسلم' موطا امام محمد'' نسائی، طحاوی' ابن ماجہ' موطا امام مالک' تفسیر بیضاوی دیگر اساتذہ کرام سے پڑھیں۔

سلوک واحسان:

دورہ حدیث شریف سے فراغت کے بعد خانقاہ سراجیہ پہنچے تو 7 جون 1994ء کو حضرت ثانی مولانا محمد عبداللہ نے بیعت فرما کر اپنے دامن تربیت لے لیا اور تصوف کی مندرجہ ذیل کتب بھی پڑھائیں۔ کنز الہدایات مکاتیب حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ مکتوبات معصومیہ حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندیؒ ہدایۃ الطالبین حضرت شاہ احمد سعید دہلوی' مکتوبات امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی سرہندی تین تین مرتبہ سبقا پڑھیں حضرت اقدس مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی نے 1952ء میں حرم شریف میں حج کے موقع پر بعد نماز عصر خلافت عطا فرمائی حضرت والا نے پندرہ سال تک اپنے شیخ حضرت اقدس مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی کی خدمت میں گزارے۔ حضرت والا روزانہ اپنے شیخ کیلئے کچھ نہ کچھ پکوا کر لے جاتے۔ حضرت ثانی صاحب اس وقت تک مسجد میں نہ جاتے جب تک حضرت خواجہ صاحب تشریف نہ لے آتے۔ حضرت ثانی صاحب کے گھریلو امور بھی حضرت خواجہ صاحب کے سپرد تھے اور مہمانوں اور درویشوں کی خدمت اس پر مستزاد۔ حضرت ثانی کی وفات کے بعد حضرت کے خلفاء مولانا مفتی عطاء محمد چودھوان ڈیرہ اسماعیل خان' حکیم عبدالمجید سیفی لاہور اور دیگر مریدین ومتوسلین نے حضرت ثانی کی وفات کے بعد حضرت خواجہ صاحب کے دست حق پرست پر تجدید بیعت کی۔ اس سے قبل حضرت ثانی خود ارشاد فرما چکے تھے۔ چنانچہ سر ہند شریف کے سفر میں دوران گفتگو حاجی جان محمد نے حضرت ثانی سے دریافت فرمایا کہ آپ کے بعد کون

ہوگا؟ فرمایا کہ حالات کے پیش نظر خاموش ہوں۔ مولانا خان کی تیاری میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ اس ارشاد گرامی سے سمجھ میں آ گیا کہ آپ کے بعد حضرت خواجہ صاحب سجادہ نشین ہوں گے۔ علامہ میاں منظور احمد سیالکوٹ راوی ہیں جو دارالعلوم دیوبند کے زمانہ تعلیم کے ساتھی ہیں۔ فرماتے ہیں کہ دارالعلوم دیوبند کے تمام اساتذہ کرام حضرت خواجہ صاحبؒ کا زمانہ طالب علمی میں احترام کرتے تھے اور دارالعلوم دیوبند میں خورد کلاں (چھوٹے بڑے) کی زبان پر یہی تھا کہ یہ پنجاب کی بہت بڑی گدی کے سجادہ نشین ہوں گے۔

مجلس کے نائب امیر:

مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اختر کی رحلت کے بعد عارضی طور پر چھ ماہ کیلئے فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیات کو مجلس تحفظ ختم نبوت کا عارضی مرکزی امیر بنایا گیا۔ مولانا محمد حیات نے مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی مجلس شوریٰ کا اجلاس بلایا جس میں حضرت مولانا محمد یوسف بنوری بطور خاص شریک ہوئے۔ اجلاس کے دوران حضرت بنوری کے سامنے مجلس کی تاریخ رکھی گئی اور بتایا گیا کہ تحفظ ختم نبوت کا مشن آپ کے استاذ حضرت علامہ انور شاہ کشمیری نے شروع فرمایا تھا۔ انہوں نے ختم نبوت کی تحریک کی قیادت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے سپرد کی اور انہیں امیر شریعت قرار دیا۔ حضرت شاہ جی یہ امانت حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی کے سپرد فرما کر اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ حضرت قاضی صاحب کے بعد حضرت مولانا محمد علی جالندھری نے ختم نبوت کی تحریک کو سنبھالا۔ ان کے بعد گزشتہ تمام امراء کے معتمد مناظر اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھری نے ختم نبوت کی تحریک کو سنبھالا اور پوری دنیا میں قادیانیت کا ناطقہ بند کیا۔ حضرت مولانا کے بعد مبلغین کی کھیپ میں ایسی کوئی شخصیت نہیں جو ان کی نیابت کرے۔ حضرت بنوری سے استدعا کی گئی کہ وہ اپنے استاذ محترم کی اس امانت کو سنبھالیں۔ تھوڑی ردوقدح کے بعد حضرت بنوری نے اس شرط پر مجلس کی امارت سنبھالنے پر آمادگی کا اظہار فرمایا کہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد کندیاں شریف نائب امیر ہوں گے۔ چنانچہ حضرت بنوری نے خط لکھا۔ حضرت خواجہ صاحب جو حضرت بنوری کے ڈابھیل کے زمانہ کے شاگرد بھی تھے کی خدمت میں جب حضرت بنوری کا والا نامہ پیش کیا گیا تو انہوں نے چوم کر آنکھوں پر لگایا اور بلا حیل و حجت مجلس کی نائب امارت قبول فرمائی۔ اس طرح حضرت والا 1974ء سے 1977ء تک مجلس کے نائب امیر رہے۔ اکتوبر 1977ء میں جب حضرت بنوریؒ انتقال فرما گئے تو حضرت خواجہ صاحبؒ مجلس کے امیر منتخب ہوئے اور 5 مئی 2010ء تک مجلس کے امیر اور قائد رہے۔

تحریک ختم نبوت 1984ء:

جنرل محمد ضیاء الحق کے دور میں 1984ء میں ختم نبوت کی تحریک چلی۔ آپ تمام مکاتب فکر کی متفقہ مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے صدر اور بریلوی مکتب فکر کے مفتی مولانا مختار احمد نعیمی جنرل سیکرٹری منتخب ہوئے۔ آپ نے بڑی پامردی' جرات اور بہادری کے ساتھ تحریک کی قیادت فرمائی اور مجلس عمل نے آپ کی قیادت میں اسلام آباد میں 24 اپریل 1984ء کو مظاہرے کا اعلان کیا ان دنوں مشہور مسلم لیگی رہنما راجہ ظفر الحق جنرل صاحب کی کابینہ میں غالبا وزیر اطلاعات تھے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ناظم اعلیٰ مولانا محمد شریف جالندھری، راجہ صاحب کو ملے اور انہیں حالات کی سنگینی کا احساس دلایا۔

راجہ صاحب نے صدر مملکت کو مظاہرے اور بعد میں پیدا ہونے والے حالات سے باخبر کیا تو جنرل محمد ضیاء نے 24 اپریل کی شام کو مجلس عمل کے وفد کو مذاکرات کی میز پر بلالیا۔ چنانچہ مجلس عمل کا ایک وفد حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب کی قیادت میں صدر مملکت کو ملا اور انہیں قادیانیت کے شر وفتن' ملک وملت کے خلاف سازشوں سے فرمایا تو جنرل صاحب نے تعزیرات پاکستان میں دفعہ 298 سی کا اضافہ کرتے ہوئے قادیانیوں کی سرگرمیوں پر پابندی عائد کردی۔ یہ تحریک ختم نبوت کی دوسری بڑی کامیابی تھی۔

وفاقی شرعی عدالت میں کیس:

امتناع قادیانیت ایکٹ کے خلاف قادیانی وفاقی شرعی عدالت میں گئے۔ پچیس دن تک وفاقی شرعی عدالت میں کیس زیر سماعت رہا۔ حضرت خواجہ صاحب کی قیادت میں مجلس نے کیس کی بھرپوری پیروی کی تا آنکہ وفاقی شرعی عدالت نے قادیانیوں کی رٹ کو خارج کردیا اور امتناع قادیانیت ایکٹ برقرار رہا۔ قادیانی مختلف آٹھ ہائی کورٹوں میں گئے قادیانیوں کی رٹیں خارج ہوئیں اور امتناع قادیانیت ایکٹ برقرار رہا۔

قادیانی سپریم کورٹ میں:

قادیانی وفاقی شرعی عدالت اور ہائی کورٹس کے فیصلوں کے خلاف سپریم کورٹ میں گئے۔ سپریم کورٹ کے فل بینچ نے قادیانیوں کی اپیلوں کو خارج کردیا۔ جسٹس عبدالقدیر چوہدری نے پینتیس صفحات پر مشتمل فیصلہ تحریر کیا۔ سپریم کورٹ نے ماتحت عدالتوں کے فیصلوں کو برقرار رکھا۔

نظر ثانی کی اپیل:

قادیانی 1995ء کے تاریخی فیصلہ کے خلاف نظر ثانی میں گئے اور اپیل کئی سال تک لٹکی

رہی۔تا آنکہ جنرل مشرف نے اقتدار سنبھالا۔

پرویز مشرف کا دور اقتدار:

چیف آف آرمی سٹاف جنرل پرویز مشرف نے میاں نواز شریف کی منتخب حکومت پر شب خون مارتے ہوئے حکومت کو چلتا کیا۔جس سے یہ تاثر ابھرا کہ امتناع قادیانیت ایکٹ سمیت ختم نبوت کی ترامیم معطل ہوگئیں تو حضرت والا نے ملک بھر کے علمائے کرام' مشائخ عظام' شیخ حدیث کو خط لکھا اور دعاؤں کی درخواست کی اور حضرت والا خود بھی شب وروز دعاؤں میں مصروف ہوگئے۔پرویز مشرف نے 14 اکتوبر کو اقتدار پر قبضہ کیا تھا۔8 نومبر 1999ء کو نظر ثانی کی اپیل لگی۔جیسے سپریم کورٹ نے فل بینچ نے مسترد کردیا اور یوں امتناع قادیانیت ایکٹ سمیت اعلیٰ عدالتوں کے فیصلے برقرار رہے۔

پاسپورٹ میں مذہب کے خانہ کی بحالی:

پرویز مشرف نے اپنے دور اقتدار میں قادیانیوں اور ان کے سرپرست امریکہ کو خوش کرنے کیلئے پاسپورٹ میں مذہب کے خانہ کا خاتمہ کیا۔مجلس نے مکاتب فکر کو اکٹھا کیا اور حضرت والا کی قیادت میں مذہب کے خانہ کی بحالی کی تحریک چلائی۔کئی ماہ تک مسلسل جدوجہد کی۔حضرت والا کی دعاؤں کی برکت سے کمپیوٹرائز پاسپورٹ میں خانہ بحال کردیا گیا۔

مجلس تحفظ ختم نبوت......''پاکستان'' سے ''عالمی'':

مجلس تحفظ ختم نبوت کی باقاعدہ تشکیل 1934ء میں ہوئی مجلس تحفظ ختم نبوت نے ملک بھر میں قادیانیوں کا ناطقہ بند کئے رکھے۔1984 کے امتناع قادیانیت آرڈی نینس کے نفاذ کے بعد مرزائی جماعت کا لاٹ پادری آنجہانی مرزا طاہر احمد قادیانی نے رات کی تاریکی میں ملک سے راہ فرار اختیار کی اور لندن میں بھیڑوں کا باڑہ خرید کر ٹلفورڈ کے مقام پر اسلام کے نام سے دجل وفریب کا نیا مرکز قائم کیا تو بقول شورش کشمیریؒ حضرت والا نے فرمایا کہ مرزا طاہر تو جنوری ہے تو میں دسمبر ہوں تو آگے آگے اور میں پیچھے پیچھے۔تو جہاں جائے گا میں تیرا تعاقب کروں گا۔چنانچہ حضرت والا کی قیادت میں مجلس نے لندن میں بارہ ہزار مربع فٹ پر مشتمل ایک گرجا گھر خرید کر کے اس کو عالمی مرکز سے تبدیل کیا اور لندن میں سالانہ کانفرنس شروع کی گئی۔الحمدللہ! چوبیس سال سے یہ کانفرنس جاری ہے۔تو ضروری محسوس ہوئی کہ پاکستان سے باہر بھی کام کو وسعت دی جائے۔چنانچہ مجلس کے ساتھ عالمی کا سابقہ لگا کر اسے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بنادیا گیا۔

اندرون و بیرون دفاتر کا قیام:

حضرت والا کے دور امارت میں دفتر مرکزیہ ملتان کی تکمیل ہوئی۔ چناب نگر ریلوے اسٹیشن پر محمدیہ مسجد اور مسلم کالونی میں عظیم الشان جامع مسجد پر مشتمل قطعہ اراضی خریدا گیا۔ امسال 23 مارچ کو مرکزی مجلس شوریٰ کا اجلاس حضرت والا کی صدارت میں خانقاہ سراجیہ میں منعقد ہوا۔ جس میں دیگر امور کے علاوہ مذکورہ بالا قطعہ اراضی تعمیر کی اجازت مانگی گئی تو حضرت والا نے اجازت مرحمت فرمائی اور تعمیر کا سلسلہ جاری ہے۔

ختم نبوت کانفرنسیں:

حضرت والا نے اپنے 33 سالہ دور امارت میں سینکڑوں سے متجاوز ختم نبوت کانفرنسوں کی صدارت فرمائی اور آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس چناب نگر آپ کی بابرکت دور میں شروع کی گئی اور ستائیس اٹھائیس سال سے یہ کانفرنس بلا انقطاع جاری وساری ہے۔ تمام تر عوارض کے باجود گزشتہ سال تشریف لے آئے اور اجلاسوں کی صدارت فرمائی۔

غرضیکہ حضرت والا کی ساری زندگی دعوت وتبلیغ' تزکیہ واحسان اور تمام دینی تحریکوں کی سرپرستی میں گزاری۔ آپ بیک وقت مختلف الخیال لوگوں کے پیرومرشد' محسن ومربی تھے۔ ہر دینی تحریک کے کارکنوں سے برابر محبت فرماتے۔ سرپرستی فرماتے ڈھیروں دعاؤں سے ڈھارس بندھوانے اور روتے ہوئے آنے والے کارکنوں خی تسلی وتشفی فرما کر ہنستا ہوا روانہ کرتے۔

علالت ووفات:

کئی ماہ سے کمزوری چلی آ رہی تھی۔ بایں ہمہ شوگر' بلڈ پریشر' ہارٹ ٹربل جیسے موذی امراض سے محفوظ تھے۔ 5 مئی 2010ء کو معمولی غنودگی ہوئی اور روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ اگلے دن خانقاہ سراجیہ میں عظیم الشان جنازہ ہوا۔ جس میں لاکھوں حضرات نے شرکت کی۔

مولانا عبدالرحیم

تصورِ شیخ رحمہ اللہ

''بندہ 1997 سے تاحال جامعہ عربیہ سعدیہ خانقاہ سراجیہ میں تدریسی خدمات سرانجام دے رہا ہے۔ بحمد اللہ جہاں اپنے آپ کو ادارہ میں مصروف رکھا وہاں قبلہ حضرت نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں حاضری ہوتی رہی ہے، اور اسباق بھی چلتے رہے ہیں، اس عرصہ میں حضرت والا کی حیات طیبہ سے بہت کچھ دیکھنے سننے میں آیا، جن کا احاطہ ناممکن ہے، اختصار کے ساتھ چند باتیں تصورِ شیخ کے نام سے آپ حضرات کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرماوے اور عمل کی توفیق بخشے۔ آمین۔''

محتاج دعا بندہ عبدالرحیم

مدرس: جامعہ عربیہ سعدیہ، خانقاہ سراجیہ، کندیاں ضلع میانوالی

۲۲ جمادی الاخریٰ 5 جون 2010ء

آفتاب ولایت، ہادئ دوراں حضرت الشیخ رحمہ اللہ کیا تھے؟

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے شیخ و مرشد نور اللہ مرقدہ کا سانحۂ ارتحال امت مسلمہ کے لیے، بالخصوص حضرات علماء کرام، طلبہ عظام، دینی و مذہبی جماعتوں اور مدارس کے لیے بہت بڑا صدمہ ہے۔ حضرت کا اس حالت میں ہم سے جدا ہونا جب کہ امت کا شیرازہ ہر طرف بکھرا ہوا ہے، یقیناً اُس کا سایہ اٹھ جانا ہے جو سب پر سائبان کی طرح تھا، جس سائے کے نیچے ہر ایک اپنے آپ کو ایک مرکز سے وابستہ اور منسلک سمجھتا تھا۔ اب جہاں خانقاہ شریف کے در و دیوار اُداس اُداس، حضرت کے اہل خانہ و متوسلین غمزدہ ہیں تو وہاں ہر آدمی کا دل اِس جان لیوا فراق سے مضطرب، چہرہ افسردہ اور آنکھیں پرنم ہیں۔

کہاں سے لائے گی دنیا تیرا ثانی زمانے میں
نہیں تیری طرح کوئی وفاؤں کے نبھانے میں

عظیم سانحۂ ارتحال:

کسی شخصیت کے سانحۂ ارتحال کا عظیم ہونا شخصیت کی عظمت پہ دلیل ہے اور شخصیت کی عظمت، مذہب وملت کی عظمت سے وابستہ ہے اور ہمارا مذہب وہماری ملت اور زندگی کا کل سرمایہ دین اسلام ہے۔اور دین اسلام اعظم واکمل دین ہے۔اب جو شخصیت جس قدر اسلام سے وابستہ ہوگی اس قدر اس کا سکہ عالم میں منوایا جائے گا۔اس اُصول کے پیشِ نظر آیئے! اپنے جدا ہو جانے والے شیخِ طریقت کی مبارک زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں۔

واضح رہے کہ انسان سے دینِ اسلام کو عبادت، ریاضت، تواضع، صبر وقناعت اور پھر ان پر استقامت مطلوب ہے، بحمد اللہ یہ سب چیزیں حضرت اقدس قدس سرہ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھیں۔ ذیل میں ہر ایک پر قدرے تفصیل سے گفتگو کی جاتی ہے۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ کی عبادت:

عبادت کا مفہوم ویسے تو بہت وسیع ہے، ہمہ قسم عبادات کو شامل ہے، خواہ عبادات بدنیہ ہوں یا مالیہ، یا ہر دونوں سے مرکب ہوں، یہاں ہر ایک کا احاطہ مقصود نہیں، ان میں سے چند ایک کو بیان کیا جاتا ہے۔

وضوءِ شیخ:

حضرت والا جب وضو کرنے کے لیے اپنے کمرہ میں بنی ہوئی جائے وضو پر رکھی ہوئی چونکی پر تشریف رکھتے تو بڑے اطمینان کے ساتھ وضو کرنا شروع فرماتے،(مولانا محمد اسحاق ساقی صاحب مدظلہ [مبلغ: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بہاولپور] راوی ہیں کہ ''آپ رحمہ اللہ نے کبھی کھڑے ہو کر وضو نہیں کیا، فرمایا کرتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کھڑے ہو کر وضو ثابت نہیں تو خان محمد کیسے کر سکتا ہے؟'' [خادم، حمزہ]) وضو کے ہر عضو پر حکم وضو کو بجا لانے کے لیے فرائض، سنن، مستحبات وآداب کی خوب رعایت فرماتے تھے۔مسواک ہر وضو میں تین مرتبہ کرتے، ایک مرتبہ کلی کرنے سے پہلے مسواک کو گیلا کر کے، دوسری مرتبہ کلی کرنے کے بعد مسواک کرتے اور پھر کلی کرتے، اسی طرح تیسری مرتبہ مسواک کرتے اور پھر کلی کرتے تھے۔داڑھی مبارک کا خوب خلال کرتے اور بالوں کو ملتے رہتے، اسی طرح ہاتھ پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرتے۔آپ وضو میں تقریباً ڈیڑھ لوٹا پانی استعمال فرماتے تھے۔ خادم توجہ سے پاس کھڑا رہتا تھا، جب آپ سر کا مسح فرماتے تو خادم دوسرے لوٹے میں موجود پانی وضو

والے لوٹے میں ڈال لیتا، جس سے آپ پاؤں دھوتے تھے۔ وضو کرنے کے بعد اعضاءِ وضو خشک کرنے کے لیے آپ تولیہ استعمال فرماتے اور پھر ٹوپی پر باندھی ہوئی دستار اپنے سر مبارک پر سجا لیتے تھے۔

مسجد کی طرف روانگی:

آپ دائیں بائیں دو آدمیوں کے سہارے پہ مسجد کی طرف چل پڑتے، سر جھکا ہوا، دستار سجائے یوں لگتے جیسے چاند دو بدلیوں کے درمیان چمکتا آرہا ہے۔ خانقاہ شریف کے برآمدے کی سیڑھیوں سے جب نیچے اترنے لگتے تو ہر سیڑھی پر قدم رکھتے ہوئے سبحان اللہ فرماتے تھے اور جب مسجد کی سیڑھیوں سے مسجد کی طرف چڑھنا شروع فرماتے تو ہر سیڑھی پر قدم رکھتے وقت اللہ اکبر فرماتے تھے۔ لیکن جب مسجد سے واپس تشریف لاتے تو اس عمل کا عکس کر لیتے تھے، یعنی مسجد کی سیڑھیاں اترتے ہوئے سبحان اللہ سبحان اللہ کہتے جاتے اور برآمدہ کی سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اللہ اکبر، اللہ اکبر فرماتے تھے۔

مسجد میں دخول وخروج:

حضرتِ والا سنت کے مطابق بایاں پاؤں جوتے سے نکال کر جوتے کے اُوپر رکھ دیتے تھے اور دایاں پاؤں جوتے سے نکال کر مسجد میں رکھتے اور یہ دعا پڑھتے'' **اللھم افتح لی ابواب رحمتک**''۔

جب اپنے معمولات سے فارغ ہو کر مسجد سے باہر تشریف لاتے تو پہلے بایاں پاؤں باہر نکال کر جوتے پر رکھ دیتے اور پھر دایاں پاؤں نکال کر جوتے میں داخل کر دیتے، پھر بایاں پاؤں داخل کرتے اور مسجد سے نکلنے کی دعا پڑھتے ''**اللھم انی اسئلک من فضلک**''۔

واقعۂ جھنگ:

مواظبت علی السنۃ کا ایک واقعہ بیان کرتا چلوں، ایک مرتبہ حضرتِ والا کے ساتھ جھنگ جانا ہوا، مخدوم مکرم صاحبزادہ رشید احمد صاحب اس سفر میں ساتھ تھے، خدمت کی ذمہ داری بندہ کی تھی، صاحبِ دعوت نے ایک مقام پر حضرت کے آرام کا بندوبست کیا ہوا تھا، حضرت نے وضو فرمایا، جب مسجد جانے کے لیے تیار تیار ہوئے اُس وقت آپ چارپائی پر تشریف فرما تھے، بندہ نے عجلت میں پہلے بائیں پاؤں کا جوتا آگے کر دیا، حضرت والا نے اپنے بائیں پاؤں کے انگوٹھے سے جوتے کی ایڑی والی جگہ دبا دی، اب بندہ جوتا پاؤں میں ڈالنے کی کوشش میں ہے جبکہ حضرت اقدس اسے دبائے ہوئے ہیں اور پھر خاموش بھی ہیں، تھوڑی دیر بعد جب بندہ نے سر اُٹھا کر حضرت کے رُخِ انور کو دیکھا تو جلال کے آثار معلوم ہوئے،

حضرت نے قدرے تیز نگاہ سے میری طرف دیکھا تو میرا پسینہ چھوٹ گیا اور فوراً سمجھ بھی گیا کہ معاملہ کیا ہے، اس جوتے کو چھوڑ کر دائیں پاؤں والے جوتے کو پاؤں میں ڈالا، حضرت والا نے پہلے اُسے پہنا اور پھر بائیں پاؤں میں جوتا پہنا۔ یہ ہے قدردانی۔

حاضرین مسجد پر سلام:

حضرت والا جب مسجد میں تشریف لے جاتے تو تمام حاضرینِ مسجد، صفوں میں کھڑے ہو جاتے۔ آپ مسجد میں داخل ہو کر السلام علیکم فرماتے، آپ کا سلام کرنا مختلف طریق پر دیکھنے میں آیا، کبھی تو ایک مرتبہ سلام کرتے، کبھی دو مرتبہ اور کبھی تین مرتبہ۔

اقامت صلوٰۃ:

آپ کی آمد پر اقامت کہی جاتی تھی، جب صحت بحال تھی تو ظہر عصر کی امامت خود فرماتے تھے اور جب ضعف بڑھ گیا تو پھر سب نمازوں میں حضرۃ الاستاذ حضرت قاری مفتاح الاسلام صاحب امامت کرتے تھے جو تا حال منصب امامت پر فائز ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو استقامت عنایت فرمائیں۔ (آمین۔)

کیفیت نماز:

آپ نماز کو سنن ومستحبات وآداب کی رعایت رکھ کر ادا فرماتے تھے، ہر ہر رُکن کو بڑے اطمینان کے ساتھ بجا لاتے تھے، حالت قیام میں بالکل سکون ہوتا تھا جیسے ایک مضبوط ستون اپنے مقام پر کھڑا ہو، اس طرح حضرت جی سر جھکائے، سیدھے کھڑے ہو کر اپنے رب کے ساتھ محوِ راز و نیاز ہوتے۔

ایک مرتبہ حضرت مولانا انیس الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نمازِ عشاء پڑھائی، پہلی رکعت میں سورۃ الم نشرح اور دوسری میں **''والتین والزیتون''** تلاوت کی، سلام کے بعد حضرت شیخ نے فرمایا ''پہلی رکعت میں چھوٹی سورۃ پڑھی ہے اور دوسری میں بڑی؟'' اندازہ لگائیں کہ مستحب پر کس قدر مواظبت تھی! ہمیشہ آپ نے نماز با جماعت ادا فرمائی، چاہے حضر ہو یا سفر، صحت کا عالم ہو یا مرض کا، جوانی کا زمانہ ہو یا بڑھاپے کا، حتیٰ کہ (انتہائی ضعف، کمزوری اور ناتوانی کی حالت میں) آخری نماز، نمازِ عصر بھی جماعت سے ادا فرمائی اور مغرب سے پہلے اپنے معبود حقیقی کے پاس جا پہنچے۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون.**

ختم خواجگان وختم مجددیہ ومعصومیہ:

نماز سے فراغت کے بعد حضرۃ الشیخ، ختم خواجگان خواد کراتے تھے، چار ختم ہوتے تھے، ایک صبح

کی نماز کے بعد، دوظہر کی نماز کے بعد اور ایک عصر کی نماز کے بعد۔ آپ صبح اور عصر کی نماز کے بعد والے ختم سے پہلے اور بعد میں طویل دعا منگواتے تھے اور ظہر کے بعد ختمہائے مجددیہ معصومیہ میں صرف بعد میں دعا منگواتے تھے۔ ان مبارک ختموں کا معمول اور دعاؤں کا یہ سلسلہ اب تک جاری وساری ہے، اللہ تعالیٰ تا قیام قیامت جاری وساری رکھے۔ آمین۔

مراقبہ:

ختم خوجگان کے بعد آپ مراقبہ کرواتے تھے اور مراقبہ کا سلسلہ سفر وحضر میں جاری رہتا تھا، تقریباً آدھ گھنٹہ مراقبہ چلتا، وقت اشراق پر مراقبہ ختم فرماتے اور دعا فرما کر اپنے خانہ مبارک کی طرف تشریف لے جاتے اور حاضرین اپنے اپنے انفرادی معمولات میں شروع ہو جاتے، حضرت والا اشراق کے نوافل گھر پر ادا کرتے اور پھر ناشتہ فرماتے تھے۔

شیخ اپنے مریدوں میں:

حضرت شیخ قدس سرہ ناشتہ کرنے کے بعد ۸ بجے تک اپنے (خانقاہ شریف والے) کمرہ میں تشریف لے آتے، متوسلین وزائرین کا جم غفیر پہلے ہی موجود ہوتا تھا، اس وقت حضرت جہاں مریدین کی طرف سے آئے ہوئے خطوط کا جواب لکھتے وہیں حاضرین کی عرضیں بھی سماعت فرماتے رہتے۔ پھر کمال یہ کہ مجلس میں مختلف المزاج لوگ تشریف رکھتے تھے، ان میں سالکین بھی ہیں جو اپنا روحانی سفر طے کر رہے ہیں، شیخ کے پاس ان کے اسباق جاری ہیں، یہ اپنی عرضیں پیش کر رہے ہیں، مریض اپنے مرض کا رونا رو رہا ہے، دم کروانے والے اپنے تیل، چینی اور پانی دم کروا رہے ہیں، گھریلو پریشانیوں والے اپنا دکھڑا سنا رہے ہیں، نوکریوں کے خواہش مند نوکریوں کے لیے دعائیں کروا رہے ہیں دنیاوی ڈگریاں حاصل کرنے والے اپنے مقصد کے لیے طالب دعا ہیں، اور ادھر ایک اکیلے حضرت جو سب کی عرضیں، درخواستیں اور دکھڑے سن سن کے دعا کر رہے ہیں، تعویذ دے رہے ہیں، اور دلوں کو جیت رہے ہیں، لیکن مجال ہے کہ رُخِ دلربا پر ملال کے آثار ظاہر ہوں، بلا مبالغہ کہا گیا ہے کہ حضرت قدس سرہ ایک سمندر ہیں جو اپنے اندر موافق ومخالف، رطب ویابس، ترش وشیریں کو سمیٹے ہوئے ہیں۔ زیارت کے لیے تشریف لانے والے مختلف حضرات کا بیان ہے کہ حضرت اقدس کے رُخِ دلربا میں اور آپ کی زیارت میں اتنی برکتیں ہیں کہ صرف زیارت سے ہی پریشانیاں دور ہو گئی ہیں، سینکڑوں میل کی تھکاوٹ کافور ہو گئی ہے۔

ایک مرتبہ استاد مکرم جامع المعقول والمنقول حضرت مولانا شبیرالحق صاحب کشمیری دامت برکاتہم العالیہ [استاذ الحدیث: جامعہ خیر المدارس ملتان] تشریف لائے، سارے دن کا سفر کیے ہوئے تھکے ماندے جب حضرت کی زیارت کر چکے تو فرماتے ہیں کہ میں جب حضرت کی زیارت کر چکا تو طبیعت پُرسکون ہوگئی اور سب تھکاوٹیں ختم ہوگئیں۔

بایں ہمہ حضرت والا اپنی مجالس میں خاموش رہتے، بلکہ مراقبہ کی حالت میں رہتے، ایک مرتبہ ایک آدمی نے مجلس اقدس میں کچھ اپنے واردات کو بیان کرنا شروع کر دیا جن سے خود ثنائی ٹپکتی تھی، حضرت نے فرمایا ''بھائی! اپنے جذبات کو جذب کرو!'' اور پھر خاموش ہوگئے۔

سوالات کے جوابات:

حضرت والا مجلس میں سوالات کے جوابات بھی دیتے تھے۔ ایک مرتبہ کسی نے سوال کیا کہ ''حضرت! مولانا فضل الرحمٰن صاحب اسمبلی سے استعفیٰ کیوں نہیں دیتے، جبکہ باقی جماعتوں کے لوگ استعفیٰ پیش کر رہے ہیں؟'' تو فرمایا کہ ''تیرا خیال ہے کہ اسمبلی میں کوئی مولوی نہ رہے اور لوگ اپنی من مانیاں کر لیں؟''

ایک مرتبہ ایک آدمی نے سوال کیا کہ آپ کا عقیدہ حیات انبیاء کا ہے، اس پر آپ کے پاس قرآن سے کیا دلائل ہیں؟ تو آپ نے فرمایا ''میرے اکابر میری دلیل ہیں!'' حضرت والا کے اس جواب سے معلوم ہُوا کہ اکابرین کو چھوڑ کر نہ قرآن مل سکتا ہے نہ حدیث، نہ اللہ مل سکتا ہے اور نہ اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔

آپ کہ یہ جواب منکرینِ حیات انبیاء کے لیے لمحۂ فکریہ ہے کہ اب بھی وقت ہے اپنے آپ کو سنبھال لیں اور اکابرین کے ساتھ اپنے آپ کو وابستہ کر لیں۔ **اللھم اھدنا الصراط المستقیم.**

ایک مرتبہ کسی نے سوال کیا کہ ''حضرت! جمعیۃ علماء اسلام کے بارے میں آپ کا کیا مؤقف ہے؟'' فرمایا ''میں خود جمعیۃ کا سرپرست ہوں!''

بہرحال طرح طرح کے سوالات ہوتے اور آپ جوابات ارشاد فرماتے۔ آپ کا رُخِ انور ہنس مکھ، مظہر جمال تھا، ایسا لگتا تھا جیسے پھول کِھلا ہوا ہے۔

آپ کا مطالعہ:

آپ مجلس میں کسی نہ کسی کتاب کا مطالعہ بھی فرماتے تھے اور اتنے انہاک سے مطالعہ فرماتے کہ

مکمل کتاب کے ہو کر رہ جاتے تھے، ماسوا کی کوئی خبر نہ ہوتی تھی۔ بعض اوقات تو لگا تار گھنٹوں مطالعہ فرماتے، خادم کو وقت کے بارے میں بتانا پڑتا تھا۔ کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ حاضرین مجلس کو کتاب یا رسالہ سے خود کوئی واقعہ سُنانا شروع فرما دیتے تھے اور پھر پڑھتے پڑھتے خود بھی رو پڑتے اور حاضرین مجلس کو بھی رُلا دیتے تھے۔ آپ کے آنسو موتیوں کی لڑی سے گرنے کی طرح گرتے تھے۔ کبھی حضرت والا مجلس میں کسی بات پر ہنس بھی پڑتے تھے، اکثر آپ خاموش رہتے تھے اور متوجہ الی اللہ رہتے تھے۔

تصور میں تجھے لاکر ہمہ تن گوش رہتا ہوں
مثلِ شمع جلتا ہوں، مگر خاموش رہتا ہوں

آپ کا رمضان المبارک:

حدیث شریف میں ہے کہ جب رمضان المبارک آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تہہ بند کو کس لیتے تھے جو اس بات سے کنایہ تھا کہ آپ علیہ السلام رمضان کو خوب اہتمام اور مجاہدوں میں گزاریں گے اور گھر والوں کو بھی اس کی ترغیب دیتے تھے۔ اس مبارک سنت کا عکس بھی حضرت والا کی زندگی میں دیکھا گیا، آپ رمضان شریف کو خوب اہتمام اور مجاہدات سے گزارنے کے لیے اپنے تہہ بند کو کس لیتے تھے یعنی خوب تیار ہو جاتے تھے۔

اس اجمال کی تفصیل:

جب رمضان المبارک کا چاند نظر آجاتا تو نمازِ عشاء اپنے مقررہ وقت سے آدھا گھنٹہ مؤخر ہو جاتی، نمازِ عشاء کو مستحب تک کی رعایت رکھ کر ادا فرمانے کے تقریباً پانچ، سات منٹ بعد تراویح کی جماعت کھڑی ہو جاتی، حضرت والا کے سامنے ٹائم پیس رکھا ہوتا تھا، تراویح شروع ہونے سے پہلے وقت کا خیال فرما لیتے تھے اور جب چار رکعت تراویح پڑھ لیتے تو پھر وقت کو دیکھتے۔ اب جتنا وقت چار رکعت تراویح پڑھنے پر صرف ہوا کم و بیش اتنی دیر مراقبہ فرماتے تھے، اس لحاظ سے بیس رکعات تراویح ادا فرماتے تھے، ہر رات (تراویح میں) تین پارے قرآن پڑھا جاتا، حضرت والا مکمل تراویح میں قیام کھڑے ہونے کی حالت میں کرتے تھے، جب ضعفِ بدن بڑھ گیا تو مراقبات میں قدرے تخفیف آگئی اور قیام میں بھی کبھی کبھی بیٹھ جاتے، لیکن جب محسوس فرما لیتے کہ قاری صاحب رکوع کرنے والے ہیں تو کھڑے ہو جاتے، حالتِ قیام سے رکوع میں جاتے۔ کم و بیش پانچ گھنٹے تک یہ سلسلۂ تراویح چلتا رہتا، رات کے ڈیڑھ دو بج جاتے، پھر آخر میں حضرت والا دعا فرما کر گھر تشریف لے جاتے۔

رمضان المبارک میں تین ختم کا معمول تھا لیکن حضرت والا کی طبیعت میں شدید ضعف کی وجہ سے گذشتہ سال سے قبل دو سال، دو ختم ہوئے۔ جب حضرت والا نے تراویح اپنے کمرہ میں ادا فرمانا شروع فرمایا تو پھر گزشتہ سال سے تین ختم کا معمول دوبارہ جاری ہو گیا، اللہ تعالیٰ اس مبارک سلسلے کو جاری وساری رکھے۔ یہ خانقاہ شریف کا طرۂ امتیاز ہے، سحور تک سلسلہ تراویح جاری رہتا ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سنت کا عکس ہے، بحمد اللہ اس مبارک معمول کی برکت سے خانقاہ شریف کے رمضان کو بہت شہرت حاصل ہے، یہی وجہ ہے کہ رمضان المبارک میں سینکڑوں افراد کا اجتماع ہوتا ہے، جبکہ آخری عشرہ میں تو مسجد شریف بھری ہوئی ہوتی ہے، صرف معتکفین حضرات کی تعداد ڈیڑھ سو تک ہو جاتی ہے۔

ایک مرتبہ ایک آدمی نے سوال کیا کہ ''خانقاہ سراجیہ میں کوئی سالانہ جلسہ / اجتماع وغیرہ نہیں ہوتا؟'' تو کسی نے جواب دیا کہ ''یہاں سالانہ پورے ایک ماہ کا اجتماع ہوتا ہے جو دوسرے ہر جلسہ کی ضرورت پوری کر دیتا ہے۔''

اضافی معمولات:

رمضان شریف میں صبح کے ختم خواجگان کے بعد شمائل ترمذی کا درس ہوتا ہے اور اس کو اتنی مقدار سے چلایا جاتا ہے کہ آخری عشرہ کے اواخر میں کسی دن شمائل مکمل ہو جاتی ہے اگر کچھ دن باقی ہوں تو ''ریاض الصالحین'' کا درس شروع فرما دیتے تھے۔ ظہر کے ختمہائے مجددیہ اور معصومیہ کے بعد ''ایضاح الطریقہ'' پڑھایا جاتا ہے اور اس کی بھی یوماً اتنی مقدار رکھی جاتی ہے کہ آواخر رمضان تک ختم ہو جائے۔ عصر کے ختم خواجگان کے بعد ''مکتوبات شریف'' پڑھے جاتے ہیں۔

یہ وہ معمولات ہیں جو آپ کے خانقاہ شریف کے حوالے سے ذکر کیے گئے ہیں۔ گھریلو معمولات میں تلاوت، تہجد، اشراق، چاشت اور اوابین وغیرہ شامل ہیں۔ **فللہ الحمد اولاً وآخراً**

آپ کا حج:

جس تاریخ کو حج کا مبارک سفر شروع کرنا ہوتا تو صبح کے معمولات سے فراغت کے بعد گھر تشریف لے جاتے اور پھر سفر کی تیاری فرما کر تقریباً ۹ بجے تک باہر تشریف لاتے، کرتا و شلوار پہنے ہوئے، سر پر دستار سجائے ہوئے، ہاتھ میں عصا مبارک لیے ہوئے، پاؤں میں سیاہ چمڑے کے بوٹ ڈالے، محو

انوارات بنے ہوئے سیدھے اپنے شیوخ نوراللہ مرقدھما کے مزارات پرتشریف لے جاتے ، فاتحہ پڑھتے ، دعامانگتے اورمزارات کے احاطہ سے باہرتشریف لاتے۔

اپنے شیخِ اقدس کوسفرِ حج کے لیے رخصت کرنے کومریدین ومتوسلین کاجمِ غفیرخانقاہ کے سامنے احاطہ میں جمع ہوتا، حضرت والا ہرایک سے تبسم بھرے چہرے کے ساتھ مصافحہ کرتے اور کار میں لاہور کی طرف روانہ ہوجاتے ، وہاں سے اگلے دن کی فلائٹ پرحجاز مقدس کی طرف روانہ ہوجاتے ، ہمارے شیخِ اقدس کاسفرِ حج ہرسال ہوتا تھا، بحمداللہ حضرت رحمہ اللہ نے ۶۵ حج کیے، جبکہ عمرے توکہیں زیادہ ہیں۔ **ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء.** جب ضعف بدن بہت بڑھ گیا توبامرمجبوری سفرِ حج بھی موقوف کرناپڑا،لیکن یادیں حرمین شریفین کی دِل میں بسائے رہتے تھے۔

حج سے واپسی:

شیخ اقدس سفرحج سے واپسی پرپہلے خانقاہ شریف کی طرف آتے ، حاضرین سے مصافحہ فرماتے اورسیدھے مزارات پرتشریف لے جاتے ، فاتحہ پڑھتے ، اس کے بعد کچھ وقت اپنے کمرے میں تشریف رکھتے ، پھرآپ گھرتشریف لے جاتے۔سبحان اللہ۔

حضرت والا کے ہمسفر:

حضرت والا کے سفرِ حج میں آپ کے ہمراہ مخدوم زادگان یعنی حضرت مولانا عزیزاحمد صاحب زیدمجدہم، حضرت مولاناخلیل احمد صاحب دامت برکاتہم ، حضرت مولانا رشیداحمد صاحب مدظلہ، حضرت مولاناسعیداحمد صاحب مدظلہ اورمحترم ومکرم نجیب احمد صاحب مدظلہ میں سے ایک توضرورساتھ تشریف لے جاتے تھے،کبھی ان میں سے دوساتھ ہوئے اورکبھی توسب ہی ساتھ تشریف لے جاتے۔(چندایک بارخادم کے استادگرامی، حضرت قبلہ رحمہ اللہ کے پرانے مرید، مولانا قاری عبدالرحمٰن ضیاء صاحب مدظلہ العالی بھی حضرت الشیخ کے ساتھ سفرحرمین پرتشریف لے گئے ، اوراب صاحبزادہ مولاناخلیل احمد صاحب کے ہمراہ جانا آنا رہتا ہے۔فللہ الحمد [خادم، حمزہ]) بحمداللہ اب بھی مخدوم زادگان کا حرمین شریفین کی طرف جانا آناباقی ہے، اللہ تعالیٰ ان کی برکات سے ہم سب کونوازدیں۔آمین

شیخ اقدس کی کرامت:

جس سال آپ نے حج پرجانا موقوف کیااسی سال ایام حج کے بعدمکہ مکرمہ سے ایک آدمی نے مخدوم زادہ حضرت نجیب احمد صاحب سے موبائل پربات کی، خیرخیریت پوچھنے کے بعدحج کی مبارک باد

دی اور کہا کہ میں نے حضرت جی کو باب فہد سے باہر نکلتے دیکھا، اُس وقت آپ بھی حضرت شیخ کے ساتھ تھے، لیکن رش کی وجہ سے ملاقات نہ ہوسکی، محترم نجیب احمد صاحب نے فرمایا کہ اس سال تو حضرت حج پر تشریف ہی نہیں لے گئے؟۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کی طرف سے ایک فرشتہ کو مقرر فرمادیا ہے جو حضرت کی صورت میں حضرت کی طرف سے حج کر رہا تھا، اس واقعہ سے یہ بھی بخوبی عیاں ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں حضرت جی رحمہ اللہ کا کیا مقام ہے۔

حضرت والا کے مجاہدات:

حضرت والا کی پوری زندگی پر نگاہ دوڑائی جائے تو پوری زندگی ریاضات، مجاہدات سے عبارت نظر آتی ہے، پورے زمانۂ صحت میں طے شدہ معمولات پر بڑی قوت سے ثابت قدم رہے، اس سے بڑھ کر کمال یہ کہ زمانۂ مرض میں بھی حتی المقدور اپنے معمولات میں فرق نہیں آنے دیا، اس پر ایک واقعہ عرض کرتا ہوں: ایک مرتبہ حضرت شیخ کو گھٹنے کے اندرونی جانب ایک گلٹی نکل آئی جو بہت درد کرتی تھی، ایک روز اس میں شدید درد تھا، ادھر حضرت والا کا معمول یہ تھا کہ ختم خواجگان دوزانوں ہو کر پڑھاتے تھے، آپ نے گلٹی کو خوب دبایا اور بڑی مشقت سے دوزانو بیٹھے، ختم شریف کے بعد جب اٹھنے کی نوبت آئی، اگرچہ ساتھیوں نے دونوں بازوؤں سے پکڑ کر اٹھایا، شدت درد کی وجہ سے چہرۂ انور پر اثرات نمایاں تھے، لیکن زبان سے کوئی کلمہ نہیں نکالا جو درد و تکلیف پر دلالت کرتا ہو۔

چند سال قبل آپ کو پاؤں کی تکلیف شروع ہوئی جو کافی عرصہ رہی، اتنے دن ملتان نشتر ہسپتال میں آپ کو داخل رہنا پڑا، آپریشن بھی ہوا، لیکن اتنی طویل مشکل میں آپ کی نماز باجماعت قضا نہیں ہوئی اور نہ زبان سے ایسا کلمہ نکلا جو تکلیف بیان کرے۔

حضرت جی کا صبر:

ان واقعات سے جہاں آپ کے مجاہدات معلوم ہوتے ہیں وہاں حضرت والا کا بے پناہ صبر بھی سامنے آتا ہے، صبر کے مفہوم میں تین صورتیں آتی ہیں

[۱]**صبر علی الطاعة**، یعنی نیکیوں پر اپنے آپ کو جما دینا۔

[۲]**صبر عندالمصیبة**، یعنی مصیبت کے وقت صبر کرنا، جزع فزع نہ کرنا، کوئی ایسا کلمہ زبان سے نہ نکالنا جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب بن جائے۔

[۳]**صبر عن المعصیة**، اپنے آپ کو معصیة و گناہ سے دور رکھنا۔

حضرت والا نوراللہ مرقدہ کا وجود مسعود صبر کی ان تینوں صورتوں کو اپنے اندر راسخ کیے ہوئے تھا۔ صبر عند المصیبۃ کے لیے بنسبت دو صورتوں کے طاقت زیادہ چاہیے، کیونکہ اس کے بارہ میں فرمایا گیا ہے ''**الصبر عند صدمة الاولیٰ**'' ۔یعنی جب کوئی مصیبت آئے تو اس کے اول وھلہ میں تو جزع فزع اور ہائے ہائے کا عالم ہو اور کچھ دن بعد صبر کر لینا تو یہ کوئی صبر نہیں، کیونکہ اس صبر نے تو بعد میں آنا ہی تھا، صبر کا مقام اصل میں تو عند صدمۃ الاولیٰ ہے۔ اس بات کو سامنے رکھ کر حضرت والا کے عند صدمۃ الاولیٰ صبر کرنے کو معلوم کر لیتے ہیں۔

بندۂ ناچیز کو حضرت والا کی ہمشیرہ کا فوت ہونا بھی یاد ہے اور حضرت والا کہ اہلیہ محترمہ نوراللہ مرقدہا مخدوم مکرم حضرت صاحبزادہ سعید احمد و نجیب احمد صاحبان والدہ کی وفات کا وقت بھی یاد ہے جب حضرت والا بیرون ملک سفر پر تھے، صاحبزادہ حضرت سعید احمد و نجیب احمد بھی ہمراہ تھے، دور دراز کی طویل مسافت طے کر کے حضرت واپس تشریف لائے اور ہماری اماں جی کا جنازہ حضرت جی نے خود پڑھایا۔

وہ منظر بھی میرے سامنے ہے جب آپ خدمات دارالعلوم دیو بند کانفرنس میں شرکت کے لیے پشاور تشریف لے گئے تھے، کہ آپ کے بھائی محترم ملک افضل صاحب وفات پا گئے، حضرت والا کو اطلاع ملی، آپ واپس تشریف لائے۔ بہن، اہلیہ اور بھائی کی جدائی کے صدمات معمولی نہیں تھے، ان کا شمار عظیم صدمات میں ہوتا ہے، لیکن ایک حضرت والا ہیں کہ زبان پر اُف نہیں، ہائے نہیں، بلکہ بالکل خاموش ہیں، ان کو اپنے اللہ کے سپرد کر کے پھر اپنے معمولات پر رواں دواں ہیں، مجال ہے کہ سرِ مُو ان میں فرق آنے دیا ہو۔

اسی طرح گھٹنے میں گلٹی، پاؤں پر انتہائی تکلیف دہ زخم، پھر آخری عمر میں صاحب فراش بن جانا، اسی دوران دل کا عارضہ، جگر کا عارضہ، یرقان کی شکایت، ٹانگوں کا سیدھا نہ ہونا، اور بہت سے عوارض لاحق تھے، لیکن کوئی آدمی یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ حضرت والا نے کبھی کہیں کوئی جملہ بے صبری کا فرمایا ہو، جزع فزع کیا ہو، ہائے ہائے کا عالم ہو۔

اے شیخ محترم نوراللہ مرقدہ! اللہ آپ کی تربت پہ کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے، اب دنیا آپ کے دیدار کو ترسے گی ضرور، لیکن آپ کا ثانی نہیں لا سکے گی۔ **فجزاکم الله عنا احسن الجزاء**

آپ کی تواضع:

اس سلسلے میں آپ کی ذات بالا صفات سے کئی امور دیکھنے میں آئے ہیں

[۱] حضرت والا جب بھی اپنے کمرہ میں مسند مبارک پر تشریف فرما ہوتے تو انتہائی سکڑ کر بیٹھتے تھے، کبھی بھی پاؤں دراز کر کے نہیں بیٹھے۔

[۲] اولادِ شیخ اور اپنے اساتذہ کا بہت ادب واحترام کرتے تھے، صاحبزادہ محمد عابد صاحب رحمہ اللہ جب بھی خانقاہ تشریف لاتے تو آپ ان کو دیکھتے ہی احتراماً کھڑے ہوجاتے، اسی طرح اپنے اساتذہ کرام کی اولاد کا بھی بہت احترام کرتے تھے، ان کے لیے بھی کھڑے ہوجاتے اور دوزانو ہو کر بیٹھ جاتے، یہی برتاؤ اکابرین موسیٰ زئی شریف کے ساتھ بھی تھا۔

اکابر وہم عصروں کے احترام کا واقعہ:

ایک مرتبہ آپ کی ہمشیرہ کے انتقال کی تعزیت پر قائد اہل سنت سلطان المناظرین حضرت مولانا علامہ عبدالستار تونسوی صاحب دامت برکاتہم تشریف لائے، حضرت والا کھڑے ہو کر حضرت تونسوی کو گلے ملے اور پھر اپنی مسند چھوڑ کر جنوبی طرف حضرت تونسوی کے سامنے دوزانو بیٹھ گئے، آپ کا رُخ حضرت تونسوی کی طرف اور اُن کا رُخ آپ کی طرف، دونوں بزرگوں پر خاموشی طاری، اللہ جانتا ہے اس خاموشی میں کیا کچھ ہوا، تقریباً بیس پچیس منٹ کے بعد حضرت تونسوی صاحب دامت برکاتہم نے اجازت طلب فرمائی، فرمایا: ''بہت اچھا!''۔ آپ اندازہ لگائیں کہ حضرت والا کے قلب میں اپنے اکابر کی کتنی قدر تھی؟

بالکل اسی طرح کا واقعہ پیر طریقت حضرت مولانا میاں سراج احمد صاحب دین پوری دامت برکاتہم کے سامنے بھی ہُوا، جب آپ رحیم یار خان تشریف لے گئے تھے اور رحیم یار خان سے ملحق اُن کے مرکز میں تشریف لے گئے تھے، یہ بندہ ناچیز بھی اُس وقت ساتھ تھا، آپ حضرت دین پوری کے سامنے دوزانو بیٹھ گئے، بلکہ نیچے بیٹھنے سے پہلے آپ کی نشست کے لیے بچھائی گئی جائے نماز بھی آپ نے اُٹھالی تھی اور ایسے ہی دوزانو بیٹھ گئے۔ اس طرح کے واقعات بہت مرتبہ دیکھنے میں آئے، جن کا احاطہ ممکن نہیں۔

[۳] حضرت والا نے کبھی بھی اپنے آپ کو جمع کے صیغے کے ساتھ ظاہر نہیں فرمایا، یعنی کبھی بھی اپنے بارے میں ''ہم''، ''ہمیں''، ''آپ'' وغیرہ الفاظ استعمال نہیں فرمائے۔

ایک مرتبہ آپ باگڑ سرگانہ سے واپس تشریف لائے، دوسرے دن ایک آدمی باگڑ سرگانہ سے آپ کو ملنے آیا تو حضرت نے فرمایا ''میں تو کل باگڑ تھا؟'' مقصد یہ تھا کہ تکلیف کر کے آئے ہیں، وہیں مل لیتے، دیکھیے! آپ نے مفرد کا صیغہ ارشاد فرمایا، یوں نہیں فرمایا کہ ''ہم تو کل باگڑ تھے!''۔

ظرافت:

ایک مرتبہ آپ نے اپنے جھنگ کے سفر میں عجیب جملہ ارشاد فرمایا، ہوا یوں کہ وہاں کے متعدد حضرات کی خواہش تھی کہ حضرت ہمارے ہاں تشریف لے آئیں، حضرت والا ایک دو کے گھر تو تشریف لے گئے، لیکن آگے جب اصرار بڑھا تو آپ نے یہ جملہ ارشاد فرمایا

’’بھئی! میکوں دَر دَر نہ پھراوَ!‘‘۔

اللہ اکبر! کیا عاجزی تھی، کیا تواضع تھی۔ **من تواضع لله رفعه الله۔**

قناعت شیخ:

حضرت والا نے کبھی دسترخوان پہ اپنی خواہش ظاہر نہیں فرمائی، جو موجود ہوتا تناول فرما لیتے، وارثِ مسندِ شیخِ طریقت صاحبزادہ خلیل احمد صاحب مدظلہ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ ہمارے والد گرامی نے ساری زندگی اپنی خواہشوں کے خلاف گزار دی، البتہ حضرت والا کا خورد و نوش بھی معمول کے مطابق تھا، حضرت شہد پانی میں حل کر کے پیتے تھے، اس کا وقت مقرر تھا، خادم خود حضرت کے لیے تیار کر کے اس کو خدمت میں پیش کرتا تھا۔ یہی حال آپ کے ناشتے، دوپہر اور شام کے کھانے کا تھا۔ آپ کھانا بہت کم تناول فرماتے، البتہ چائے عمدہ بنی ہوتی تو دو، دو کپ نوش فرما لیتے تھے، دسترخوان پہ حاضرین کی دلجوئی کے لیے آہستہ آہستہ کھانا تناول فرماتے تھے۔

مدارس اسلامیہ کی سرپرستی:

مدارس اسلامیہ اسلام کے قلعے ہیں، جہاں علوم اسلامیہ کے محافظ، وارثِ علوم نبوت پیدا ہوتے ہیں، اور یہ وہ مقدس مقامات ہیں جن میں انسانیت کے منتخب افراد کے ذہنوں و سینوں میں دین اسلام کو علیٰ منہاج النبوۃ منتقل کیا جاتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ مدارس اسلامیہ پورے دین کے ہر ہر جز کے لیے چشمہ صافی ہیں۔ مکمل دین اسلام انہی مدارس کے وجود کی برکت سے آگے پھیل رہا ہے، یہی وجہ ہے کہ ہمارے اکابر و اساتذہ و شیوخ دامت فیوضھم نے مدارس کی ہمہ گیریت کے پیش نظر ان کے تحفظ اور دفاع کی ٹھانی ہوئی ہے اور کسی بدباطن کو ان کی طرف میلی آنکھ سے نہیں دیکھنے دیتے، جبکہ دوسری طرف دین دشمن انگریز یہود و نصاریٰ اور ان کے پالتو آئے دن دینی مدارس کی در و دیوار ہلانے کی فکر میں ہیں، ان نازک حالات میں حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ سینکڑوں جامعات و مدارس کی سرپرستی فرما رہے تھے،

صرف اندورن ملک نہیں بلکہ بیرون ملک بھی کئی مدارس آپ کے زیرِ نگیں تھے۔ جب کہ اپنے اور جامعہ عربیہ سعدیہ خانقاہ سراجیہ کے صرف سرپرست ہی نہیں بلکہ عرصہ دراز تک آپ اس کے مہتمم رہے، اور پھر ذمہ داری اپنے صاحبزادے مولانا خلیل احمد صاحب مدظلہ کے سپرد فرمادی تھی جو اس وقت جہاں ادارے کے مہتمم ہیں وہاں پیر طریقت بن کر وارثِ مسند شیخ بھی ہیں۔ **اللھم زد فزد**

بحمداللہ جامعہ عربیہ سعدیہ میں حفظ وناظرہ تجوید، درجہ فارسی سے لیکر موقوف علیہ تک تمام درجات مربوط نظام تعلیم سے وابستہ ہوکر منزل کی طرف رواں دواں ہیں۔ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ خانقاہ شریف کے ساتھ ساتھ ادارہ کو بھی اپنے مقاصد میں کامیاب فرمائے۔ آمین

دینی جماعتیں اور حضرت الشیخ:

دینی جماعتوں کی افادیت سے کسی سلیم العقل انسان کو انکار نہیں، البتہ سقیم العقل کے بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا، دینی جماعتیں جہاں تبلیغ دین اور اشاعت کا کام کررہی ہیں وہاں یہ جماعتیں دفاع اسلام کا کام بھی بڑے جرأت کے ساتھ کر رہی ہیں، حضرت والا نوراللہ مرقدہ کی پوری زندگی دینی جماعتوں کی بلا امتیاز سرپرستی فرماتے ہوئے گزرگئی، ہر جماعت کے قائد حضرت والا کے سامنے باادب بیٹھے ہوئے اور اپنے اپنے مشن کے لیے دعائیں کرواتے ہوئے نظر آتے تھے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور حضرت الشیخ:

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے تحفظ کے لیے دنیا کے ہر ملک میں سرگرمِ عمل ہے اور دشمنان ختم نبوت مرزائی، قادیانی (اور دوسرے ان کے پالتو خواہ کسی روپ میں ہی کیوں نہ ہوں) کو لوہے کی لگام چڑھانے اور پھر ان کی باگیں کھینچنے میں روزِ اول سے لیکر آج تک اپنی وسعت میں اس میدان کے شہسوار رکھتی ہے، یہ مجلس تحفظ کا طرۂ امتیاز ہے کہ ہر دور میں اس کی امارت کی ذمہ داری نابغۂ روزگار، پیکر شریعت وطریقت، ذوات قدسیہ کے ہاتھ میں رہی ہے، حضرت قبلہ نوراللہ مرقدہ کی شخصیت امراء مجلس میں سے ایک ہے، جن کی امارت کا پینتیس سالہ دور مجلس تحفظ ختم نبوت کی فتوحات اور بے پناہ وسعتوں کا دور ہے، اس میں آپ نے اپنی زندگی کا چین، سکون، راحت وآرام بس مجلس ہی کو بنا رکھا تھا، آپ نے اس منصب کو خوب سنبھالنے کے لیے پوری زندگی وقف کردی تھی، طویل مشکلات جھیلیں، پے در پے اسفار کیے، ماریں کھائیں، گرفتار ہوئے، الغرض اس راہ پہ ترش

وشیریں، رطب ویابس کو برداشت کیا، بالآخر اسی منصب پر فائز رہ کر راہِ آخرت کو اختیار فرمالیا۔ جب سے حضرت والا کی طبیعت میں ضعف بڑھا اور سفر کرنے کی سکت نہ رہی تو جماعتی ذمہ داریاں مخدوم محترم حضرت مولانا صاحبزادہ عزیز احمد صاحب زید مجدہم نے نبھائیں، اس کے لیے طویل اسفار کیے، اندرون وبیرون ملک ختم نبوت کانفرنس کی صدارت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس میدان میں مزید ترقی عطا فرمائے۔ آمین

جمعیۃ علماء اسلام اور حضرت الشیخ:

حضرت والا اس بات سے بخوبی واقف تھے کہ سیاسی قوت کے بغیر ہم کسی بات کو عملی جامہ نہیں پہنا سکتے اور نہ ہی دشمنان دین اور دشمنان ختم نبوت کو شکنجہ میں جکڑ سکتے ہیں، اس وجہ سے آپ نے سیاسی قوت کو مضبوط کرنے اور مؤثر آواز اٹھانے کے لیے ہمیشہ جمعیۃ علماء اسلام کی سرپرستی فرمائی اور اپنے آپ کو سیاسی حوالہ سے جمعیۃ کے ساتھ وابستہ رکھا اور قائدینِ جمعیۃ کے لیے دعا گو رہے۔

خلاصۂ کلام:

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کا وجود مسعود جامع طریقت وشریعت تھا، عزیمت پر رہتے ہوئے ہر کام کی عملی صورت پیش کرتا تھا اور یہی عملی صورت مبلغ تھی اور آپ خاموش رہتے تھے، چنانچہ جب آپ سے یہ سوال ہوا کہ آپ وعظ کیوں نہیں فرماتے تو فرمایا کہ ''جو میری خاموشی سے فائدہ نہیں اٹھاتا، وہ میرے بولنے سے کیا فائدہ اٹھائے گا؟''۔ پوری زندگی عزیمت پر عمل کرتے ہوئے استقامت کے ساتھ گزاردی، ایک بال کے برابر بھی فرق نہیں آنے دیا۔ **ذالک من عزم الامور.**

شیخ کی نمازِ جنازہ:

شیخ اقدس کی نماز جنازہ میں علماء کرام، مشائخ عظام، سیاسی ومذہبی زعماء وقائدین، دانشور، دین دار ودنیا دار، تاجر، مزدور، زمیندار غرض ہر طبقہ کے انسانوں نے شرکت کی، 135 ایکڑ رقبہ کے وسیع وعریض میدان میں نماز جنازہ ادا کی گئی، نماز جنازہ حضرت شیخ کے صاحبزادہ پیر طریقت حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مدظلہ العالی نے پڑھائی جو اَب مسندِ شیخ کے سجادہ نشین ہیں۔ نماز جنازہ میں لاکھوں افراد نے شرکت کی، حضرت شیخ کے جنازہ پر بادلوں نے سایہ کر دیا تھا، گرمی کا نام ونشان نہ تھا، تواتر کے ساتھ یہ خبر موصول ہوئی کہ ابابیلوں کے ایک لشکر نے مجمع کا چکر لگایا، پھر حضرت کے جنازہ پر اڑتے رہے، ایسے لگ رہا تھا کہ

جیسے انسانوں نے آہوں، سسکیوں، نہ رکنے والے آنسوؤں اور غمزدہ دلوں کے ساتھ اپنے شیخ مکرم کو رخصت کیا، ایسے ہی چرند پرند، زمین وآسمان بھی آہ وفغاں کے عالم میں تھے۔ کیوں نہ ہوتے؟ خود ختمی مرتبت حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے **"موت العالم موت العالم"**۔ اور یہ بھی عالم کا حصہ ہیں تو عالم کی موت کا اثر ان پر بھی ضرور پہنچا ہوگا۔

تدفین شیخ:

بالآخر حضرت والا کو اپنے شیخ ومرشد نائب قیوم زماں، حضرت مولانا عبداللہ صاحب (المعروف حضرت ثانی) نوراللہ مرقدہ کے پہلو میں ان کی مغربی جانب سپرد خاک کر دیا گیا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون، ان للہ ما اخذ ولہ ماعطی

آپ کو مرقد میں مخدوم زادگان محترم مولانا حافظ رشید احمد صاحب زید مجدہم [مدیر مرکز سراجیہ لاہور]، محترم جناب سعید احمد صاحب زید مجدہم نے اتارا، اور پھر مرقد مبارک کو بند کرنے کے لیے اینٹیں اور گارا مخدوم محترم صاحبزادہ نجیب احمد صاحب زید مجدہم دے رہے تھے، حضرت شیخ مولانا خلیل احمد صاحب زید مجدہم اور مخدوم مکرم حضرت مولانا مفتی شاہد مسعود زید مجدہم نے تلاوت فرمائی، آخر میں عزت مآب مخدوم ومکرم حضرت والا کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا عزیز احمد صاحب دامت برکاتہم نے بارگاہِ الٰہی میں دست دعا بلند فرمائے۔

اللہ تعالیٰ حضرت اقدس نوراللہ مرقدہ کو کروٹ کروٹ درجات عالیہ سے نوازیں اور حضرت رحمہ اللہ کے فیوض وبرکات سے ہم سب کو مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائیں۔

اللھم اغفر لہ وارحمہ وعافہ واعف عنہ بجاہ سید المرسلین وخاتم النبیین سیدنا ومولانا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین۔ برحمتک یا ارحم الراحمین۔

گزارش:

''تصور شیخ'' کے ذریعے جہاں اپنے مشاہدات ومحسوسات پیش کرنا مقصود ہے وہاں یہ نیت بھی ضروری ہے کہ ہم سب متوسلین، حضرت قبلہ نوراللہ مرقدہ کے اخلاق عالیہ، معمولات، مجاہدات کو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کریں، یہاں تک کہ اوصاف شیخ ہم سب پر غالب آجائیں۔ اللہ تعالیٰ اس کی توفیق عطا فرماوے۔ آمین۔

شاہین ختم نبوت مولانا اللہ وسایا

میرِ کارواں کی رحلت!

27 اپریل 2010ء کو ظہر کے قریب پہلے مخدوم گرامی صاحبزادہ مولانا عزیز احمد صاحب کا پھر تھوڑی دیر بعد مخدوم گرامی جناب صاحبزادہ نجیب احمد صاحب کا فون آیا۔ مصروفیت کے باعث فقیر دونوں فون نہ سن سکا۔ فراغت پر دونوں نمبروں کو بار بار ملایا۔ پہلے صاحبزادہ نجیب احمد صاحب پھر صاحبزادہ مولانا عزیز احمد صاحب سے بات ہوئی۔ معلوم ہوا کہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ کی طبیعت ٹھیک نہیں اور وہ آپ کو چھوٹے طیارہ سے ملتان لے جارہے ہیں۔ فقیر نے عرض کیا۔ اس وقت چناب نگر ہوں۔ ایبٹ آباد جانا تھا۔ اب سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر کل دوپہر تک ملتان حاضر ہو جاؤں گا۔ ٹھیک ہے۔ یہ کہہ کر مولانا صاحبزادہ عزیز احمد صاحب نے فون بند کر دیا۔ اب فقیر نے ملتان مرکزی ناظم اعلیٰ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مدظلہ کو صورتحال سے مطلع کیا۔ آپ نے بھی چناب نگر تشریف لانا تھا۔ چنانچہ ۲۸/اپریل ظہر تک ملتان حاضر ہوئے، عصر کے وقت ملتان سیال کلینک جا کر تمام صاحبزادہ صاحبان سے ملاقات ہوئی۔ قبلہ حضرت صاحب رحمہ اللہ کی بھی عیادت کا شرف حاصل کیا۔ معلوم ہوا کہ بخار، یرقان، بلڈ پریشر کئی عوارض نے گھیر لیا۔ تو چوہدری شجاعت حسین، چوہدری پرویز الٰہی صاحب سے ان کا ذاتی طیارہ مانگا اور قبلہ حضرت صاحب رحمہ اللہ کو لے کر ملتان سیال کلینک آ گئے۔ چیک اپ اور علاج شروع ہوا۔ جملہ ٹیسٹ ٹھیک اور طبیعت اب بہت بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ قبلہ حضرت صاحب رحمہ اللہ سے پھر ملے، اجازت طلب کی، دفتر آ گئے۔ ملک بھر سے مہمانوں کا تانتا بندھ گیا۔ میاں خان محمد سرگانہ کی کوٹھی اور دفتر ختم نبوت مہمانوں کا پہلا اور آخری پڑاؤ تھے۔ دوست یہاں تشریف لاتے، معلومات حاصل کرتے پھر زیارت وعیادت کے عمل سے فراغت کے بعد تشریف لاتے۔ مختصر قیام کے بعد ان کی واپسی ہو جاتی۔ فقیر 29 اپریل کو پھر حاضر ہوا۔ طبیعت میں بہت حد تک بہتری کے آثار تھے۔ معلوم ہوا کہ قبلہ حضرت صاحب رحمہ اللہ نے مغرب کی نماز خود پڑھائی۔ زیارت ہوئی واپس آ گئے۔ 30 اپریل جمعہ بوسن روڈ ملتان پڑھ کر ۳ بجے کے قریب سیال کلینک حاضر ہوا۔ قاری عبدالرحمٰن رحیمی ملتان، قاری عبدالرحمٰن ضیاء سرگودھا والوں سے ملاقات ہوئی۔ معلوم ہوا کہ بیماری کوئی نہیں صرف کمزوری ہے۔ اس کا علاج ہو رہا ہے۔ اب

قبلہ حضرت صاحب رحمہ اللہ آرام فرما رہے ہیں۔ ہڑپہ کے جناب محمد رمضان بگھیلہ نے فقیر کو دیکھ لیا۔ تھوڑی دیر بعد تشریف لائے۔ اشارہ سے مجھے بلایا۔ قبلہ حضرت صاحب رحمہ اللہ کے کمرہ میں لے گئے۔ محترم ڈاکٹر عنایت اللہ صاحب، محترم صاحبزادہ نجیب احمد صاحب، محترم حکیم سلطان صاحب کمرہ میں موجود تھے۔ کمرہ میں داخل ہوتے ہی صاحبزادہ نجیب احمد صاحب نے قبلہ حضرت صاحب رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ اللہ وسایا آیا ہے۔ قبلہ حضرت صاحب رحمہ اللہ نے دائیں ہاتھ کو جنبش دی۔ فقیر نے فوراً مصافحہ کا شرف حاصل کیا۔

باہر کے لوگوں کے لیے دیوار میں لگے ہوئے شیشے کے پردے ہٹا دیے گئے۔ باہر سے دوستوں نے زیارت کے لیے لائن بنائی اور زیارت شروع ہوگئی۔ فقیر دس منٹ قریباً قبلہ حضرت صاحب کے رخ مبارک کو تکتا رہا۔ اب قبلہ حضرت صاحب رحمہ اللہ نے اشارہ کیا آپ کو بٹھا دیا گیا۔ قبلہ حضرت صاحب نماز عصر کے لیے تیاری کا فرما رہے تھے۔ صاحبزادہ نجیب احمد صاحب نے عرض کیا کہ ابھی کچھ وقت باقی ہے۔ پھر عصر کا وقت داخل ہوگا۔ اس دوران حضرت قبلہ رحمہ اللہ اپنے بیڈ پر بیٹھے ہوئے اور پاؤں نیچے لٹکائے ہوئے۔ صاحبزادہ نجیب احمد صاحب نے فقیر کو حکم کیا کہ کوئی بات کرنی ہو تو موقعہ ہے۔ یہ سن کر قبلہ حضرت صاحب رحمہ اللہ نے بھی فقیر کی جانب نظر عنایت فرمائی۔ فقیر قریب ہوا تو قبلہ حضرت صاحب رحمہ اللہ کے پہلو میں بیڈ پر صاحبزادہ صاحب نے بٹھا دیا۔ فقیر نے سکھر و سیالکوٹ کی عظیم الشان ختم نبوت کانفرنسوں کی رپورٹ پیش کی۔ قبلہ حضرت صاحب رحمہ اللہ ہر بات پر ''اللہ تعالیٰ قبول فرمائے'' فرماتے رہے۔ فقیر نے عرض کیا کہ آج سفر کرنا ہے۔ چناب نگر جانا ہے۔ پھر ایبٹ آباد کا سفر ہے۔ ایبٹ آباد کانفرنس کی تیاری کی بھی رپورٹ پیش کی۔ تو آپ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ آسانیاں پیدا فرمائے'' اجازت لی اور پندرہ بیس منٹ کے بعد فقیر کمرہ سے باہر آ گیا۔

اب کمرہ کے باہر لگی کرسیوں پر جناب ڈاکٹر پروفیسر عنایت اللہ صاحب صاحبزادہ نجیب احمد صاحب اور فقیر بیٹھ گئے۔ ڈاکٹر صاحب سے قبلہ حضرت صاحب رحمہ اللہ کی طبیعت کی بحالی کی بابت معلومات حاصل کرتے رہے۔ کچھ دیر بعد باہر کھڑے ہو کر شیشہ سے قبلہ حضرت صاحب رحمہ اللہ کو دیکھا اور واپس دفتر چلا آیا۔ آتے ہی سفر پر روانہ ہوگیا۔ راستہ میں صاحبزادہ صاحبان مولانا صاحبزادہ عزیز احمد، مولانا صاحبزادہ خلیل احمد، صاحبزادہ حافظ رشید احمد، جناب صاحبزادہ سعید احمد، سے سفر کی اطلاع عرض کی۔ قبلہ حضرت صاحب رحمہ اللہ سے اجازت کی رپورٹ پیش کی۔ ۳ مئی کی صبح چناب نگر سے چل کر داتہ ضلع مانسہرہ میں مغرب کے بعد پہلا بیان مولانا عزیز الرحمٰن ثانی کا اور دوسرا فقیر کا ہوا۔ رات مانسہرہ آ گئے۔ ۴ مئی کو ظہر کے بعد شنکیاری، مغرب کے بعد ہری پور کی ختم نبوت کانفرنسوں میں شرکت کی۔ ۵ مئی کو تناول کی کانفرنس میں بیان ہوا۔ واپس آئے مغرب کے بعد مولانا عزیز الرحمٰن ثانی کا جامع مسجد ناڑی مانسہرہ میں عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس میں بیان شروع ہوا۔ فقیر کا

قیام جناب عبدالرؤف صاحب روفی کے مکان پر تھا۔ آٹھ بجے انہوں نے کانفرنس میں شمولیت کے لیے تیاری کا فرمایا۔ فقیر اٹھا، فون پر گھنٹی بجی، آن کیا تو دفتر مرکزیہ کے عبدالناصر جمالی نے کہا کہ قبلہ حضرت صاحب کا وصال ہوگیا ہے اور یہ کہ میں اس وقت ہسپتال سے بول رہا ہوں۔ اس افسوسناک خبر سننے کے لیے پہلے سے تیار نہ تھے۔ یکدم طبیعت بجھ گئی۔ بالکل سمجھ نہ آیا کہ کیا ہوا۔ وضو کے لیے جاتے ہوئے عبدالرؤف صاحب سے صورتحال عرض کی وہ بھی ششدر رہ گئے۔ وضو کر کے آیا تو صاحب زادہ مولانا عزیز احمد صاحب کو فون کیا۔ وہ اتنا ہی فرما سکے کہ انا للہ وانا الیہ راجعون! پھر فون منقطع ہوگیا۔ کانفرنس میں گیا۔ ثانی صاحب بیان کر رہے تھے۔ ان کے بیان کو روکا، ایبٹ آباد کانفرنس کی تیاری پر ۳،۴ منٹ معروضات عرض کیں۔ پھر قبلہ حضرت صاحب رحمہ اللہ کی رحلت کی خبر سنائی۔ اجتماع انا اللہ و انا الیہ راجعون! کی صداء سے گونج اٹھا۔ فقیر نے مفتی کفایت اللہ صاحب کو دعا کے لیے عرض کیا۔ عبدالرؤف صاحب کے گھر آئے۔ کھانا کھایا۔ عشاء پڑھی، ایبٹ آباد اور پھر وہاں سے خانقاہ شریف کے لیے سفر شروع ہوا۔

ادھر ملتان سے قبلہ حضرت صاحب رحمہ اللہ کے جسدِ خاکی کو لے کر جملہ صاحبزادہ صاحبان اور قاری عبدالرحمٰن ضیاء، بمع دیگر احباب کے ملتان سے سڑک کے راستے روانہ ہوئے۔ راستہ میں دو تین بار مظفر گڑھ، چوک اعظم کے قریب ان حضرات سے رابطہ ہوا۔ جنازہ بعد از ظہر خانقاہ شریف ہوگا۔ اس فیصلہ کی اطلاع بھی ملی۔ اب فون تو چپ ہونے کا نام نہ لیتا تھا۔ ساتھیوں کو جنازہ کے وقت کی اطلاع کرتا رہا۔ تعزیتیں وصول ہوتی رہیں۔ پریشانی کا سفر کتنا مشکل سے کٹتا ہے۔ بوجھل دل سے سفر کی کوفت بھی دو آتشہ ہو جاتی ہے۔ جیسے کیسے خانقاہ شریف کی حدود میں داخل ہوئے تو فجر کی اذانیں ہو رہی تھیں۔ معلوم ہوا کہ جسدِ خاکی بھی پہنچ گیا ہے۔ مسجد و مدرسہ کا پورا احاطہ مہمانوں کی آمد سے اٹا ہوا تھا۔ اندازہ ہوا کہ جس ساتھی کو قبلہ حضرت صاحب رحمہ اللہ کے وصال کی اطلاع ملی جو جس حال میں تھا سنتے ہی سفر پر روانہ ہوگیا۔ نماز فجر با جماعت پڑھی۔ در و دیوار، مسجد کی ایک ایک اینٹ سے اداسی ٹپکتی محسوس ہوتی تھی۔ اب سمجھ میں آیا کہ پریشان خیال آدمی پورے ماحول کو پریشان خیال کر دیتا ہے اور آج تو پریشان خیالی ہر شخص کے چہرہ اور ماحول کے ہر ذرہ سے عیاں تھی۔ فجر کی نماز پڑھ کر دائیں جانب نظر پڑی تو میاں خان محمد سرگانہ کے عزیز نوعمر جناب طاہر صاحب نماز پڑھ رہے تھے۔ وہ سلام پھیر کر مصافحہ کے لیے تشریف لائے۔ فقیر نے ان سے عرض کیا کہ صاحبزادہ مولانا عزیز احمد صاحب سے عرض کرنا ہے کہ ''اللہ وسایا عرض کرتا ہے کہ قبلہ حضرت صاحب کے غسل و کفن کے عمل میں اگر سہولت سے ممکن ہو تو مجھے بھی شریک کیا جائے۔'' اب مسجد میں قاضی احسان احمد اور دوسرے حضرات سے ملاقات ہوگئی۔ حضرت ناظم اعلیٰ صاحب کا بھی معلوم ہوا کہ وہ تشریف لا چکے ہیں۔ مسجد سے قبلہ حضرت صاحب رحمہ اللہ کی مسند نشینی کے

کمرہ کے دروازہ پر آیا۔ وہ مقفل، چاروں جانب ساتھیوں کا ہجوم، وہیں قبلہ حضرت صاحب رحمہ اللہ کے کمرہ کے دروازہ پر برآمدہ میں بیٹھ گیا۔ آٹھ بجے کے لگ بھگ مولانا محمد کامران شریک دورہ حدیث باب العلوم کہروڑ پکا، جو قبلہ حضرت صاحب رحمہ اللہ کا خادم بھی رہا ہے۔ وہ آیا اور اکیلے مجھے ساتھ چلنے کے لیے کہا۔ وہاں سے مدرسہ وہاں سے ڈیرہ وہاں سے صاحبزادہ سعید احمد صاحب کے گھر کے سامنے کے راستہ سے قبلہ حضرت صاحبؒ کے کمرہ میں لے گیا۔ وہاں مولانا صاحبزادہ عزیز احمد صاحب کے علاوہ چاروں صاحبزادگان، یوسف صاحب، حکیم سلطان صاحب، قاری عبدالرحمٰن صاحب اور کوئی ایک آدھ ساتھی اور بھی ہوگا موجود تھے۔ اب قبلہ حضرت صاحب رحمہ اللہ کے جسد خاکی کو جہاں غسل دینا تھا وہاں لے گئے۔ صاحبزادہ خلیل احمد صاحب وصاحبزادہ سعید احمد صاحب تو مہمانوں کی آمد کے شدید دباؤ پر باہر تشریف لے گئے۔ صاحبزادہ رشید احمد، صاحب زادہ نجیب احمد صاحب اول سے آخر تک غسل کے عمل میں شریک کار رہے۔ پانی ڈالنے کی ڈیوٹی قاری عبدالرحمٰن نے لی۔ وضو کرانے کی سعادت فقیر کے حصہ میں آئی۔ صابن لگانے میں یوسف، حکیم صاحب فقیر اور دوسرے احباب شریک رہے۔ اس دوران میں کافی عمل مکمل ہوگیا تو فقیر نے پاؤں دھونے کی ڈیوٹی سنبھال لی۔ قاری عبدالرحمٰن صاحب نے پانی ڈالا۔ فقیر نے پانی میں آنسوؤں کی آمیزش شامل کر کے صابن لگایا۔ لو صاحب! اس عمل سے بھی فارغ ہوگئے۔ اب جسم مبارک کو خشک کرنے کے لیے سر مبارک سے کندھوں تک کا حصہ فقیر نے سفید کپڑا سے خشک کیا۔ باقی بھی ہر ساتھی اس سعادت میں شریک رہا۔ اب آپ کو کفنانے کے لیے پہلے سے تیار شدہ چارپائی پر لایا گیا۔ کیا خوبصورت لگ رہے تھے۔ کیا سفید کپڑے کفن کے آپ پر سج رہے تھے۔ اب دوبارہ آپ کو آپ کے کمرہ میں لایا گیا۔ آخری بار پھر شربت دیدار نصیب ہوا اور پھر دل ترساں، چشم بریاں سے واپس خانقاہ شریف حضرت قبلہ رحمہ اللہ کے کمرہ کے باہر برآمدہ میں آبیٹھا۔ کراچی سے حضرت ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر، حضرت مفتی خالد محمود، حضرت مولانا سلیم اللہ خان، حضرت مولانا محمد یحیٰی لدھیانوی بمعہ جملہ برادران، مولانا انس جلالپوری اور دیگر بہت سارے حضرات کے آنے کی لحہ لحہ کی خبر اور فون معلوم ہوا کہ بلا مبالغہ درجنوں دوست تو عشاء سے فجر تک جتنے جہاز کراچی سے لاہور یا راولپنڈی آئے سب پر آتے گئے۔ اب مولانا محمد یحیٰی صاحب کی خبر سن کر نو تعمیر شدہ مدرسہ کے مہمان خانہ میں گئے۔ وہاں حضرت ناظمِ اعلیٰ صاحب، مولانا محمد عبداللہ بھکر اور دیگر بہت سارے حضرات کا جمِ غفیر جمع ہوگیا۔ اتنے میں جامعہ باب العلوم کہروڑ پکا کے شیخ الحدیث مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہٗ بمع رفقاء تشریف لائے۔

قارئین! اب ناموں کے شمار کی بحث کو یہاں ختم کرتا ہوں کہ کون کون آئے۔ یہاں یہ بحث اصولاً غلط ہے۔ اس لیے کہ یہ سوال نہیں کہ کون آیا؟ اگر یہ سوال ہو تو بہت آسانی ہو جائے گی کہ کون نہیں آسکا؟ میرے خیال میں

کوئی قابلِ ذکر بزرگ جسے بروقت اطلاع ہوئی اور وہ جنازہ میں شامل ہونے پر قادر تھا۔ وہ پیچھے نہیں رہا۔

مہمان خانہ میں رش ہوا تو فقیر پھر خانقاہ شریف آ گیا۔ قبرستان کی چار دیواری پر اینٹیں دیکھیں تو سمجھ میں آیا کہ قبر مبارک کی تیاری کا کام شروع ہے۔ وہاں چلا گیا تو ساتھیوں نے کرم کیا۔ اندر جانے کی اجازت مل گئی۔ اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کے پڑپوتے اور صاحبزادہ محمد حامد سراج کے بڑے صاحبزادے جناب محمد اسامہ کی سربراہی میں قبر مبارک کی کھدوائی و تیاری کا عمل جاری تھا۔ اب بہت دیر وہاں پر کھڑے ہونے کا موقعہ مل گیا۔ ایک بجے واپس آ کر حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہٗ کے ہمراہ مولانا عبدالقدوس قارن کی امامت میں ظہر کی نماز مدرسہ کے مہمان خانہ میں پڑھی۔ اب جو نکلے تو رش اتنا بڑھ گیا تھا کہ بہت ہی مشکل سے قبرستان خاص کے شرق سے جنازہ گاہ کی طرف گئے۔ تیس ایکڑ سے زائد جگہ جنازہ پڑھنے کے لیے مختص تھی۔ وہاں تو رش الامان والحفیظ۔ لیجیے قارئین! اب میرے حضرت قبلہ رحمہ اللہ کا سفرِ آخرت کا یہ مرحلہ بھی آپ کی آنکھوں کے سامنے آ جائے۔ توجہ فرمایے:

۱...... تیس ایکڑ سے زائد جگہ جنازہ پڑھنے کے لیے مختص کی گئی۔ لیکن جب صفیں بنیں تو خانقاہ شریف کے شرق میں واقع نہر وسڑک تک جا پہنچیں۔

۲...... بہت سارے دوست ٹاہلی کے درختوں پر چڑھ کر صفوں کو دیکھنے لگے تو انہوں نے گواہی دی کہ چہار جانب تا حدِ نگاہ انسان ہی انسان تھے۔

۳...... میانوالی ٹول پلازہ پر پنڈی سرگودھا سے آنے والوں کی صرف کاروں کا چند گھنٹوں میں شمار پینتیس ہزار سے زائد شمار ہوا۔ ملتان، مظفر گڑھ، ڈیرہ اسماعیل خان، بھکر، ڈیرہ غازی خان، کیطرف سے آنے والی کاریں جن کا ٹول پلازہ سے تعلق نہ تھا ان کی بھی اتنی تعداد تسلیم کر لی جائے تو ستر ہزار سے زائد صرف کاریں تھیں۔

۴...... یہی وجہ ہے کہ کندیاں موڑ سے خانقاہ شریف تک سڑک کے دونوں جانب گاڑیوں کو پارک کیا گیا۔ خالی کھیتوں کے درمیان جو گاڑیاں تھیں وہ علاوہ ازیں۔

۵...... ایک مرحلہ آیا کہ میانوالی سے چشمہ تک ٹریفک میں گاڑیوں سے گاڑیاں مل گئی اور بجائے چلنے کے رینگنے لگیں۔ کئی گھنٹے وہاں پہنچنے میں لگے۔

۶...... پھر یہ بھی ہوا کہ کندیاں موڑ سے خانقاہ شریف لوگوں کو پیدل سفر کرنا پڑا، اور اس رش وہجوم کو جس نے بھی دیکھا یہی کہا کہ کندیاں تا خانقاہ خلقِ خدا ایک دوسرے سے ملے ہوئے چل رہے تھے۔

۷...... پنجاب، بہاولپور سے پنڈی، اسلام آباد، اٹک، اکوڑہ خٹک، کشمیر، قصور، فیصل آباد، لاہور تک ہمارے

دینی جامعات سے کئی بسوں پر اساتذہ وطلباء نے سفر کیا۔ ان کی تعداد بھی ستر ہزار کاروں کے ساتھ شامل کی جائے۔ تو سامعین ان کی تعداد لاکھوں پر مشتمل جا بنتی ہے۔ ستر ہزار کاریں ہوں، فی کار اوسطاً چار آدمی ہوں تو دو لاکھ اسی ہزار افراد تو یہ بنتے ہیں۔ پیدل، بسوں، ٹرینوں، ویگنوں پر جو لوگ آئے ان کو بھی شامل کریں تو بات درختوں پر چڑھ کر دیکھنے والوں کی صحیح لگتی ہے کہ چاروں جانب تاحدِ نگاہ انسان ہی انسان تھے۔ ایک سیلاب تھا جو امڈ آیا تھا۔

۸...... رب کریم کی شان بے نیازی کہ گذشتہ سال ۵ مئی کو حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کا وصال ہوا اور اس سال ۵ مئی کو حضرت خواجہ خان محمد صاحب کا۔

۹...... یہ بھی عجیب تر ہے کہ جنازہ کی نماز سے کچھ دیر قبل گویا جوں ہی جنازہ کی گاڑی پنڈال میں آئی۔ اگلی صفوں کے سروں پر ابابیلوں جیسے چھوٹے چھوٹے پرندوں نے پرواز شروع کی۔ جونہی جنازہ ختم ہوا جنازہ گاڑی، جنازہ کو لے کر قبرستان کی جانب چلی تو پنڈال سے وہ پرندے بھی غاب ہو گئے۔

۱۰...... مئی اپنی گرمی کے اعتبار سے گرم، پھر میانوالی کی گرمی، لیکن اس دن صبح سے شام تک موسم دلنواز ودلپسند، ٹھنڈا، روح افزاء کہ رب کریم کی سخاوت پر ہر شخص جھوم اٹھے۔ سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم!

چلیے صاحب! جنازہ کے لیے ۲ بجے کا اعلان تھا ایک بجے سے لوگوں نے صفوں میں کھڑا ہونا شروع کر دیا دو بجے تو تل دھرنے کی جگہ نہ رہی۔ اتنا وسیع پنڈال سپیکر کا بھرپور خوبصورت جامع نظام، اتنے ہجوم کی صف بندی پر پون گھنٹہ صرف ہوا۔ پونے تین بجے مولانا صاحبزادہ خلیل احمد نے جنازہ کے لیے تکبیر تحریمہ کہی۔ اللہ اکبر! واقعی اللہ ہی بہت بڑا ہے۔

جنازہ ختم ہوا۔ اب واپسی قبرستان کی جانب تو تصور بھی نہ تھا۔ پرانے مدرسہ کی غربی جانب سے پھر مشرق کی جانب، مسجد وخانقاہ سے ہوتے ہوتے قبرستان پہنچا تو کسی اللہ کے بندہ کو ترس آ گیا اور میرا مقدر جاگ اٹھا۔ دروازہ کھلا تو قبرستان میں جا پہنچا۔ اس وقت میرے حضرت قبلہ رحمہ اللہ کو لحد میں لٹایا جا چکا تھا۔ سر مبارک سے پاؤں مبارک تک اس حالت میں پھر آخری دیدار، ہر چند کہ ضبط کے بندھن ٹوٹے۔ لیکن سوائے صبر کے چارہ نہ تھا۔

صاحبزادہ سعید احمد قبر میں کھڑے اینٹیں لگوا رہے تھے۔ نجیب میاں پاؤں کی جانب بیٹھے محوِ دیدار۔ خلیل احمد مشرق کی جانب۔ رشید احمد مغرب کی سائیڈ پر رہے۔ صاحبزادہ عزیز احمد تو وہ مہمانوں میں گھرے، اب ہر لمحہ ہم اپنے حضرت رحمہ اللہ سے دور ہوتے چلے جا رہے تھے اور ہمارے حضرت قبلہ رحمہ اللہ، اللہ تعالیٰ کے حضور قریب سے قریب تر ہوتے جا رہے تھے۔ اب اینٹوں کی لگوائی کا عمل مکمل ہوا۔ مٹی ڈالنے کا مرحلہ آیا تو

صاحبزادہ عزیز احمد بھی پہنچ گئے۔ خانقاہ شریف کے احاطہ میں ہر شخص کو مٹی ڈالنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ کوئی مٹھی بھر کر، کوئی لپ بھر کر، کوئی بیلچہ سے کوئی کسی سے مٹی ڈال رہا ہے۔ بڑے سکون محبت واحترام کے اس منظر پر دل پسیجا کہ کیا ہو رہا ہے۔ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا وہ قول یاد آیا کہ جب آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ تم کیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کو مٹی سے بھرنے پر آمادہ ہو گئے تھے۔ تم نے یہ کیسے گوارا کر لیا؟ لیکن جب سے دنیا بنی ہے۔ جب تک رہے گی۔ یہ عمل بھی برابر دھرایا جاتا رہے گا۔ ہر شخص اپنی سب سے قریبی شخصیت کو رحمت حق کے سپرد کرتا چلا جائے گا کہ آخر اسکے بغیر چارہ ہی کیا ہے۔ آدھی مٹی ڈل چکی تو فقیر وہاں سے پھر خانقاہ شریف آ گیا۔

اب جب قبر مبارک تیار ہو گئی تو شیخ المشائخ خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمہ اللہ کے سب سے بڑے صاحبزادہ مولانا عزیز احمد نے الوداعی دعا کرائی۔ قبرستان وخانقاہ شریف کے احاطہ میں موجود ہر آدمی نے اس میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔ اتنی دیر میں کیا سے کیا ہو گیا۔

کل جس ذات گرامی سے ہر شخص دعا کراتا تھا۔ آج سبھی ان کے لیے دعا کر رہے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کیدن بھی ان کا ساتھ نصیب فرمادے۔ آمین بحرمۃ النبی الکریم۔

لیجیے! اب میں حضرت قبلہ رحمہ اللہ کے حالات کی طرف آتا ہوں۔

آغاز:

ہمارے حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ ملک خواجہ محمد عمر بن ملک مرزا خان بن ملک غلام محمد۔ قوم تلوکر۔ جو راجپوت برادری کی ایک شاخ ہے۔ تلوکر قوم کا قدیم پیشہ زمیندارہ ہے۔ خواجہ محمد عمر صاحب خداترس، نیک خصلت، سادہ منش زمیندار تھے۔ خانقاہ موسیٰ زئی شریف کے سراج الاولیاء حضرت خواجہ سراج الدین رحمہ اللہ سے بیعت کا تعلق تھا۔ آپ ان کے خدمت گار، محبّ ومخلص مرید تھے۔ حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ آپ کو ''نکا'' مرید سے یاد فرماتے تھے۔ ''نکا'' سرائیکی زبان میں چھوٹے کو کہتے ہیں۔ نکا مرید یعنی چھوٹا مرید۔ غالباً اس کی وجہ سے یہ تھی کہ خواجہ محمد عمر صاحب، حضرت خواجہ ابوالسعد احمد خان رحمہ اللہ بانی خانقاہ سراجیہ کے چچازاد بھائی تھے۔ خواجہ ابوالسعد احمد خان رحمہ اللہ کی بیعت بھی حضرت خواجہ سراج الدین رحمہ اللہ سے تھی۔ وہ بڑے مرید اور آپ کے چچازاد بھائی خواجہ محمد عمر صاحب شاید اسی نسبت سے نکا مرید (چھوٹا مرید) کے نام سے یاد فرماتے۔

خواجہ محمد عمر کو اللہ تعالیٰ نے چار صاحبزادے بالترتیب ملک شیر محمد، مولانا خواجہ خان محمد، ملک فتح محمد،

ملک محمد افضل رحمہ اللہ ودیعت فرمائے۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب کی تاریخ پیدائش حتمی طور پر متعین کرنا مشکل ہے۔ اس لیے کہ اس زمانہ میں تاریخ لکھنے کا خاندان میں رواج نہ تھا۔ البتہ قرائن واقعات کو سامنے رکھ کر آپ کے سوانح نگاروں نے 1920ء تاریخ پیدائش لکھی ہے۔ اب آپ کے وصال کے بعد خانقاہ شریف کی لائبریری میں موجود دلائل الخیرات کے حواشی پر دیکھنے والوں کے قول کے مطابق خاندان کے دیگر حضرات کے علاوہ حضرت خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ کی تاریخ پیدائش 1909ء حضرت اعلیٰ کے قلم سے لکھی ہوئی ملی ہے۔ 1920ء کی تاریخ کا تعین کیا جائے آپ کی عمر مبارک اکانوے سال اور 1909ء کا اعتبار کیا جائے تو عمر مبارک ایک سو سال بنتی ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب) موضع کھولہ بستی ڈنگ نزد کندیاں میں آپؒ کی پیدائش ہوئی۔ یہاں پر ہی خواجہ محمد عمر اور آپ کا پورا خاندان آباد تھا۔ چشمہ بیراج تعمیر پر وہاں سے نقل مکانی کر کے اکثر خاندان خانقاہ سراجیہ میں آ کر آباد ہوا۔ خانقاہ سراجیہ کی بعد میں بنیاد رکھی گئی۔

ابتدائی تعلیم:

حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ جب تعلیم کے قابل ہوئے تو آپ کو بستی ڈنگ کے قریب موضع کھولہ کے لوئر مڈل سکول میں داخل کرایا گیا۔ آپ نے چھٹی جماعت تک یہاں تعلیم حاصل کی۔

لطیفہ غیبی

ایک دن خانقاہ سراجیہ کے بانی حضرت مولانا خواجہ ابوالسعد احمد خان رحمہ اللہ المعروف ''اعلیٰ حضرت'' نے اپنے چچازاد اور پیر بھائی ملک خواجہ عمر سے فرمایا کہ آپ کے پاس ایسی تین چیزیں ہیں جو میرے پاس نہیں۔ ان میں سے ایک مجھے دے دیں۔ ان دنوں خانقاہ سراجیہ کے لنگر خانہ میں دودھ دینے والی کوئی بھینس نہ تھی۔ خواجہ عمر صاحب کے پاس تین بھینسیں دودھ دینے والی تھیں۔ اس لیے آپ سمجھے کہ لنگر کے لیے بھینس کا حضرت اعلیٰ اشارہ فرما رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تینوں بھینسیں لنگ کے لیے حاضر ہیں۔ حضرت اعلیٰ رحمہ اللہ مسکرائے اور فرمایا کہ ہمیں آپ کی بھینسوں سے سروکار نہیں۔ آپ اپنے تینوں بیٹوں میں سے (ابھی محمد افضل آپ کے سب سے چھوٹے بیٹے کا تولد نہ ہوا تھا) ایک مجھے دے دیں۔ خواجہ عمر صاحب نے ایک لمحہ سوچے بغیر فرمایا کہ جونسا بیٹا آپ فرمائیں حاضر ہے۔ حضرت اعلیٰ رحمہ اللہ نے ہمارے حضرت خواجہ خان محمد رحمہ اللہ کی بابت فرمایا کہ یہ ہمیں دے دیں۔ سچ ہے کہ: ''قدرِ زر زرگر بداند قدرِ جوہر جوہری۔'' حضرت اعلیٰ رحمہ اللہ کی خدمت اور آپ کی علمی وروحانی وراثت وجانشینی خانقاہ سراجیہ کی ترقی، سلسلہ نقشبندیہ کی ترویج اور دین اسلام کی اشاعت کے لیے یوں ہمارے حضرت خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ کو اللہ رب العزت نے منتخب

فرمالیا۔ **فالحمدللہ!**

ہمارے حضرت خواجہ خان محمد صاحب سکول چھوڑ کر دینی تعلیم کے لیے وقف ہوگئے۔ اس زمانہ میں خانقاہ سراجیہ، جامع مسجد، کتب خانہ، تسبیح خانہ، مہمان خانہ کی تعمیر کا کام ہو رہا تھا۔ حضرت اعلیٰ کی سرکردگی میں آپ کے خلیفہ وجانشین حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی رحمہ اللہ المعروف ''حضرت ثانی'' اس کام کے نگران تھے۔ حضرت ثانی دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل تھے۔ حضرت اعلیٰ رحمہ اللہ نے ہمارے حضرت خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ کو پڑھانے کے لیے حضرت ثانی رحمہ اللہ اور حضرت مولانا سید عبداللطیف شاہ رحمہ اللہ احمد پور سیال کو حکم فرمایا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ان اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور دینی تعلیم میں مشغول ہوگئے۔ تعلیم کے ساتھ اپنے استاذ گرامی ذی وقار کے ساتھ خانقاہ سراجیہ کی ابتدائی تعمیر میں بھی شامل رہے۔ آپ نے مولانا عبداللطیف شاہ رحمہ اللہ سے قرآن مجید اور ابتدائی کتب اور حضرت ثانی رحمہ اللہ سے صرف ونحو کی تعلیم مکمل کی۔ قرآن مجید، فارسی نظم ونثر، صرف ونحو کی تکمیل کے بعد بھیرہ 1937ء میں بقیہ تعلیم کے لیے تشریف لے گئے۔

بھیرہ میں تعلیم:

انجمن حزب الانصار بھیرہ کے زیرِ اہتمام دارالعلوم عزیزیہ بھیرہ کا اس دور میں چہار سو شہرہ تھا۔ حضرت مولانا نصیر الدین بگوی رحمہ اللہ اور حضرت مولانا ظہور احمد بگوی رحمہ اللہ دونوں حضرت اعلیٰ رحمہ اللہ سے بیعت تھے۔ اس تعلق کی بناء پر آپ کو دارالعلوم عزیزیہ بھیرہ میں حضرت اعلیٰ رحمہ اللہ نے داخل کرایا۔ اس زمانہ میں دارالعلوم عزیزیہ کا اہتمام حضرت مولانا ظہور احمد بگوی رحمہ اللہ کے پاس تھا۔ آپ بہت ہی متبحر عالم، مناظر اور مبلغ اسلام تھے۔ ان دنوں بھیرہ حزب الانصار کے ناظم تبلیغ حضرت مولانا عبدالرحمٰن میانوی رحمہ اللہ تھے۔ مولانا عبد الرحمٰن میانوی رحمہ اللہ بہت بڑے خوش الحان مقرر اور شعلہ نوا، جفاکش خطیب تھے۔ بعد میں آپ نے مجلس احرار اسلام کل ہند کے پلیٹ فارم سے آزادی ہند کے لیے گرانقدر خدمات انجام دیں۔ پاکستان بننے کے بعد حضرت امیرِ شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ نے اپنے گرامی قدر رفقاء کے ساتھ مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کی بنیاد رکھی تو بانی ممبران میں مولانا عبدالرحمٰن میانوی رحمہ اللہ بھی شامل تھے۔ زندگی کے آخری سانس تک عالمی مجلس کے شعبہ تبلیغ سے وابستہ رہے۔ اسی طرح بہاولپور کے معروف مذہبی وسیاسی رہنما حضرت مولانا علامہ رحمت اللہ ارشد رحمہ اللہ مغربی پاکستان اسمبلی کے رکن تھے۔ پنجاب اسمبلی کے قائد حزب اختلاف بھی رہے۔ بلاء کے پارلیمنٹیر ین مقرر تھے۔ خراش، تراش کر قدرت نے ملکہ خطابت آپ کو دیا تھا۔ وہ بھی ان دنوں دارالعلوم عزیزیہ بھیرہ میں

مدرس تھے۔ ہمارے حضرت خواجہ خان محمد رحمہ اللہ صاحب نے اس ماحول میں بھیرہ میں تین سال تک دیگر علوم کی تحصیل کی۔ بھیرہ دارالعلوم کے حضرات، خانقاہ سراجیہ سے بیعت وارشاد کا تعلق رکھتے تھے۔ اس لیے حضرت قبلہ کو اس نسبت سے شفقتوں سے بھرپور مالا مال کیا۔ آپ کی تعلیم وتربیت پر خصوصی نظر رکھی۔ آپ نے اپنی ذاتی شرافت، کم گوئی، بھرپور محنت وخداداد قابلیت سے اساتذہ کی نظروں میں مقبولیت حاصل کر لی۔ دارالعلوم کی انتظامیہ نے آپ کی انتظامی صلاحیتوں کو بھانپ کر دورانِ تعلیم ہی آپ کو دارالعلوم کے مطبخ کا انچارج بنا دیا۔ آپ نے مطبخ کا نظم اس خوبصورتی سے چلایا کہ اساتذہ، منتظمہ اور طلباء میں آپ کو ہر دلعزیزی حاصل ہوگئی۔

قدرت کے فیصلے:

دارالعلوم عزیزیہ میں آپ کی تعلیم کے دوران میں ناظم تبلیغ مولانا عبدالرحمٰن میانوی رحمہ اللہ تھے۔ جب آپ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر اور پھر امیر بنے تو انہی مولانا عبدالرحمٰن میانوی رحمہ اللہ نے آپ کی زیرِ صدارت تبلیغی خدمات سرانجام دیں۔ اسی طرح مولانا رحمت اللہ ارشد رحمہ اللہ جو آپ کی تعلیم کے دنوں دارالعلوم عزیزیہ کے مدرس تھے۔ جب حضرت قبلہ خانقاہ سراجیہ کے گدی نشین اور پھر مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر بنے تو 1974ء کی تحریک ختمِ نبوت چلی تو انہیں مولانا رحمت اللہ ارشد رحمہ اللہ نے آپ کا بہاولپور اسٹیشن پر استقبال کیا۔ جب بھی آپ کا خانقاہی یا مجلس کے پروگرام کے سلسلہ میں بہاولپور کا سفر ہوتا تو استقبال والوداع کے لیے اسٹیشن پر ضرور تشریف لانے میں اپنی سعادت سمجھتے اور حضرت قبلہ رحمہ اللہ بھی ان سے بہت ہی عزت وتکریم کا معاملہ فرماتے۔ مولانا رحمت اللہ ارشد رحمہ اللہ نے ایک دن مجلس میں فرمایا کہ: ''مولانا خواجہ خان محمد رحمہ اللہ کی زبان پر تقدیر بولتی ہے۔'' حاضرین نے اس جملہ پر ان کی طرف تعجب سے دیکھا تو انہوں نے اپنا واقعہ سنایا کہ ایوب خان کے عہد اقتدار میں بہاولپور کے ایک کمشنر کا تبادلہ رکوانے کے لیے میں بہت فکرمند تھا۔ لاہور، اسلام آباد اپنے متعلقین سے پورا اثرورسوخ استعمال کرنے، سفارشیں کروانے کے باوجود کامیابی نہ ہوئی۔

اسی سلسلہ کے ایک سفر سے بہاولپور اسٹیشن اترا تو اسٹیشن پر دوسری طرف بہت سے تعلق والے علماء، صلحاء کے جمِ غفیر کو دیکھا۔ ملنے پر معلوم ہوا کہ مولانا خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ کی تشریف آوری ہے۔ استقبال کی غرض سے یہ حضرات جمع ہیں۔ استقبالیوں کے ساتھ میں بھی انتظار میں کھڑا ہوگیا۔ ٹرین آئی، حضرت خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ اترے تو باری آنے پر مصافحہ کرتے ہی کمشنر کے تبادلہ رکوانے کی بابت اپنی پریشانی کا عرض کیا۔ سن کر ایک لحہ توقف کیا اور پھر فرمایا کہ ''آپ اسلام آباد چلے جائیں۔ اللہ تعالیٰ بھلا فرمائیں گے۔''

میں ضرورت مند تھا۔ کس کے پاس جانا ہے؟۔ کیا کرنا ہے؟ کچھ نہ پوچھا۔ اتنے میں کراچی سے ٹرین آرہی تھی۔ ٹکٹ لیا اور لاہور چلا آیا۔ وہاں سے جہاز پر بیٹھا اور راولپنڈی چکلالہ ائیر پورٹ اترا۔ وی آئی پی لاؤنج میں ایوب خان کے بھائی بہادر خان مل گئے۔ معلوم ہوا کہ صدرِ مملکت کسی سفر سے واپس آرہے ہیں۔ ان کے استقبال کے لیے آئے ہیں۔ ان سے ساری صورتحال عرض کی۔ انہوں نے حامی بھرلی۔ ایوب خان کا طیارہ اترا۔ استقبال کیا۔ بہادر خان نے ایوب خان سے تبادلہ کمشنر رکوانے کے لیے میرے حوالہ سے گزارش کی۔ ایوب خان نے کھڑے کھڑے ہاٹ لائن پر آرڈر جاری کیا۔ میں اسی فلائٹ سے لاہور آیا۔ وہاں سے ٹرین پکڑی بہاولپور شادمان وفرحان، کامیاب وکامران اترا۔ ایک درویش خدا رسیدہ کی اتنی بات کہ: ''اسلام آباد چلے جائیں۔ اللہ تعالیٰ بھلا فرمائیں گے۔'' فرمادینے سے میرا کام ہوگیا۔

یہاں پر مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی خطیب غلہ منڈی وناظم مجلس تحفظِ ختمِ نبوت ٹوبہ ٹیک سنگھ کی روایت عرض کیے بغیر چارہ نہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ سے بارہا سنا۔ آپ فرماتے تھے کہ برِصغیر میں مولانا عبدالعزیز سرگودھوی رحمہ اللہ (جو حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری کے خلیفہ وجانشین تھے) سے بڑا عبادت گذار کوئی نہیں اور مولانا خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ سے بڑا مستجاب الدعوات کوئی نہیں۔ یہ عام آدمی کی بات نہیں اپنے زمانہ کے سب سے بڑے عالم دین کی اپنے شاگرد حضرت خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ سے متعلق شہادت ہے۔ **العظمة لله ولرسوله وللمؤمنين. فالحمد لله اوّلا وآخراً!**

جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں داخلہ:

ہمارے حضرت خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ نے بھیرہ سے تعلیم مکمل کرنے کے بعد جامعہ اسلامیہ ڈابھیل ضلع سورت صوبہ گجرات (انڈیا) میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے داخلہ لیا۔ یہ آپ کی تعلیم کا موقوف علیہ کا سال تھا۔ آپ نے تفسیر سے جلالین، حدیث شریف سے مشکوٰۃ، فقہ سے ہدایہ اور عربی ادب سے مقامات حریری، ایسی کتابیں حضرت مولانا عبدالرحمٰن امروہی، حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی، حضرت سید محمد یوسف بنوری، حضرت مولانا محمد ادریس سکروڈھوی، حضرت مولانا عبدالعزیز کیمل پوری (اٹک) رحمہم اللہ ایسے یگانۂ روزگار اساتذہ سے پڑھیں۔ یہاں پر ایک واقعہ جو ہمارے حضرت خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ کی جلالت شان پر دلالت کرتا ہے۔ اسے درج کرنا ضروری ہے۔ وہ یہ کہ آپ رحمہ اللہ نے ڈابھیل سے دیگر اساتذہ کے علاوہ شیخ الاسلام حضرت مولانا یوسف بنوری رحمہ اللہ سے بھی شرفِ تلمذ حاصل کیا۔ کچھ عرصہ بعد پاکستان بنا۔ حضرت بنوری رحمہ

اللہ ابتدائی کچھ عرصہ پاکستان بننے کے بعد بھی ڈابھیل میں تدریسی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ پھر پاکستان میں دارالعلوم ٹنڈو الہ یار خان سندھ میں تشریف لائے۔ پھر مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیو ٹاؤن کراچی میں قائم کیا۔ جو آج جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کے نام سے چہار دانگ عالم میں مشہور یونیورسٹی کا درجہ حاصل کر چکا ہے۔

ہمارے حضرت خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ نے اگلا سال 42-1941ء دیوبند میں گذارا۔ پھر خانقاہ سراجیہ تشریف لائے۔ حضرت ثانی رحمہ اللہ سے تصوف کی تکمیل کی۔ آپ کی رحلت کے بعد خانقاہ سراجیہ کی مسند نشینی پر فائز ہوئے۔ آپ کی شہرت رفتہ رفتہ ملک گیر ہوئی۔ حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ تک آپ کی بزرگی اور شیخ وقت ہونے کے حوالہ سے روایات پہنچیں۔ آپ کے دل میں خانقاہ سراجیہ حاضری اور ہمارے حضرت خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ سے ملاقات کا داعیہ اور پھر شوق پیدا ہوا۔ ویسے آپ خانقاہ سراجیہ سے متعارف تھے۔ اس لیے کہ یہاں حضرت اعلیٰ رحمہ اللہ کے زمانہ میں حضرت بنوری رحمہ اللہ کے آئیڈیل اور استاذ، نابغہ روزگار حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ تشریف لا چکے تھے۔ اپنے استاذ کی زبانی خانقاہ کے مشہور عالم نادر کتب پر مشتمل کتب خانہ کی تعریف سن چکے تھے۔ چنانچہ آپ خانقاہ سراجیہ تشریف لائے۔ اتفاق کی بات ہے کہ ہمارے حضرت خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ خانقاہی سفر کے سلسلہ میں ہری پور تشریف لے جا چکے تھے۔ حضرت بنوری رحمہ اللہ نے مزارات پر حاضری دی۔ خانقاہ شریف کے ماحول سے دل خوش کیا۔ کتب خانہ دیکھا۔ آپ نے بھی یہاں سے سرحد جانا تھا۔ تو آپ نے اپنے دورہ کی ترتیب بدلی اور ہری پور تشریف لے گئے۔ ہمارے حضرت خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ ہری پور محلّہ درویش میں مولانا قاضی شمس الدین رحمہ اللہ کے ہاں قیام پذیر تھے۔ صبح حضرت بنوری رحمہ اللہ مولانا قاضی شمس الدین رحمہ اللہ کی قیام گاہ پر بغیر اطلاع کے تشریف لائے۔ ہمارے حضرت خواجہ خان محمد رحمہ اللہ آپ کے رفقاء اور ہری پور کی دینی قیادت وعلماء تصور نہیں کر سکتے تھے کہ بغیر پروگرام واطلاع کے حضرت شیخ بنوری رحمہ اللہ ایسے متبحر عالمِ دین اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود یہاں تشریف فرما ہو سکتے ہیں۔ ہمارے حضرت خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ قاضی شمس الدین رحمہ اللہ کے ہاں ناشتہ کے لیے دسترخوان پر بیٹھے ہی تھے کہ گلی میں شور ہوا کہ حضرت بنوری رحمہ اللہ تشریف لائے ہیں۔ اچانک یہ خبر سنتے ہی سب عید کے چاند کی طرح حضرت بنوری رحمہ اللہ کے استقبال کے لیے کھڑے ہو گئے۔ اتنے میں حضرت بنوری رحمہ اللہ کمرہ میں داخل ہوئے۔ سب نے استقبال کیا۔ حضرت بنوری رحمہ اللہ نے ہمارے خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ سے فرمایا کہ حضرت آپ کی تعریف سنی۔ خانقاہ شریف حاضر ہوا، کتب خانہ دیکھا، مزارات پر حاضری دی۔ آپ کے یہاں تشریف فرما ہونے کا سنا۔ دعا وملاقات کی

غرض سے پروگرام تبدیل کر کے ہری پور چلا آیا۔ ہمارے حضرت خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ حضرت بنوری رحمہ اللہ کے لیے باادب اور دوزانو ہوکر بات سنتے رہے اور پھر گویا ہوئے۔ حضرت میں کیا اور میری ملاقات کیا۔ مجھے کراچی بلوا بھیجتے۔ سعادت سمجھ کر سر کے بل حاضر ہوتا۔ یہ سب آپ کا فیض ہے۔ میں تو آپ کا شاگرد ہوں۔ حضرت بنوری رحمہ اللہ یہ سن کر چونکے۔ فرمایا وہ کیسے؟ مجھے تو بالکل یاد نہیں۔ کہاں، کب اور کیا پڑھا مجھ سے؟ حضرت خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ڈابھیل میں فلاں سال مقامات آپ سے پڑھی۔ حضرت بنوری رحمہ اللہ نے تعجب سے پھر ہمارے حضرت خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ کو بغور دیکھا اور فرمایا، بالکل یاد نہیں آرہا۔ اچھا تو کون کون سے ساتھی آپ کے ہم کلاس تھے۔ ہمارے حضرت خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ نے بعض ہم درس ساتھیوں کے نام بتائے۔ حضرت شیخ بنوری رحمہ اللہ نے اس پر بھی فرمایا، بالکل یاد نہیں آرہا۔ خیر حضرت بنوری رحمہ اللہ نے دعا کے لیے فرمایا۔ حضرت خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ نے آپ کے باادب ہاتھ پکڑ کر دعا کے لیے ایسے انداز میں التجا کی جیسے بیٹا باپ سے یا مرید شیخ سے کرتا ہے۔ حضرت بنوری رحمہ اللہ کے آنسو ابل پڑے۔ دعا ہوگئی۔ حضرت بنوری رحمہ اللہ نے اجازت چاہی۔ ہمارے حضرت خواجہ خان محمد صاحب نے سواری تک استاذ محترم کو الوداع کہنے کے لیے مشایعت کی۔ چلتے چلتے حضرت بنوری رحمہ اللہ نے وعدہ لیا کہ جب کراچی آنا ہو قیام میرے مدرسہ میں ہوگا۔ آپ رحمہ اللہ نے بسر وچشم قبول کیا۔ حضرت بنوری رحمہ اللہ رخصت ہوئے۔ واپسی پر حضرت بنوری رحمہ اللہ نے ساتھیوں سے فرمایا کہ حضرت مولانا خان محمد صاحب رحمہ اللہ کو جو سنا تھا اس سے بھی بڑھ کر پایا۔ ایک تو انکی مجلس کی برکات دیکھیں۔ دوسرا چہرہ پر نور ولایت ملاحظہ کیا۔ تیسرا بے نفسی کی انتہاء کو پہنچے ہوئے۔ خدارسیدہ ہیں۔ اگر ذرہ برابر ان میں دنیاداری ہوتی کبھی ظاہر نہ کرتے کہ میں آپ کا شاگرد ہوں۔ مریدوں پر رعب جمانے کے لیے خاموش رہتے کہ کتنا کامل ہوں کہ بنوری جیسے شخص مجھے ملنے کے لیے میرے دروازے پر آئے۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاب رحمہ اللہ نے سب حقیقت کھول کر بیان کر دی۔ یہ ان کی بے نفسی کا کمال ہے اور مجھے خوشی ہوئی کہ ایسے باکمال سے استاذ ہونے کا تعلق قائم ہے۔ غرض ؂

خوشبو آنست کہ خود بگوید نہ کہ عطار بگوید

دارالعلوم دیوبند میں داخلہ:

ڈابھیل سے اگلے سال (1941ء) میں دارالعلوم دیوبند میں دورہ حدیث شریف کے لیے داخلہ لیا۔ تب دارالعلوم دیوبند کی مسند حدیث وصدر مدرس کی سیٹ پر شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین

احمد مدنی رحمہ اللہ براجمان تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا کرنا ہوا ایسے کہ حضرت مدنی رحمہ اللہ نے بخاری شریف کا افتتاحی سبق پڑھایا اور پھر تحریک آزادی میں سرگرم حصہ لینے کے باعث حوالہ زندان ہو گئے۔ حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاوی رحمہ اللہ، حضرت مولانا اعزاز علی رحمہ اللہ اور ذی قدر مشائخ وقت سے آپ نے صحاح ستہ، مؤطین، طحاوی پڑھ کر دارالعلوم دیو بند سے تحصیل علوم کی سند فراغ حاصل کی۔ دیگر حضرات کے علاوہ جامعہ محمدی شریف ضلع جھنگ کے معروف عالمِ دین وشیخ وقت، محقق ومصنف حضرت مولانا محمد نافع صاحب مدظلہ العالی بھی حضرت قبلہ کے دورہ حدیث کے ساتھیوں میں سے ہیں۔ ہمارے حضرت خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ ۱۹۴۳ء میں دارالعلوم دیو بند سے فارغ ہوئے۔ جب کہ حضرت مولانا ابو السعد احمد خان رحمہ اللہ آپ کے مربی سرپرست اور مرشدِ اول کا انتقال ۱۹۴۱ء میں ہوا۔

وادی سلوک میں:

علوم متداولہ کی تحصیل وتکمیل اور دارالعلوم دیو بند سے فراغت سے قبل خانقاہ سراجیہ کے بانی حضرت مولانا خواجہ ابو السعد احمد خان رحمہ اللہ وصال فرما چکے تھے۔ اب آپ کے جانشین وخلیفہ اجل حضرت مولانا محمد عبداللہ المعروف حضرت ثانی رحمہ اللہ مسند نشین تھے۔ ہمارے حضرت خواجہ خان محمد صاحب کی آپ سے شاگردی کی نسبت پہلے سے قائم تھی۔ آپ نے حضرت ثانی رحمہ اللہ سے بیعت کی اور آپ سے علم تصوف حاصل کرنے کے لیے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی تین بار مکمل، کنز البدایات مولانا محمد باقر لاہوری، مکتوبات حضرت شاہ غلام علی، مکتوبات حضرت خواجہ محمد معصوم اور ہدایۃ الطالبین جیسی کتب تصوف کو سبقاً سبقاً حضرت ثانی رحمہ اللہ سے پڑھا۔ حضرت ثانی رحمہ اللہ نے طلب صادق پاتے ہی مرید کامل بنانے کے لیے توجہ دینے کا ساتھ ساتھ سلسلہ جاری رکھا۔ ہمارے حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ کی اس زمانہ کی مصروفیات کو دیکھا جائے تو عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ آپ اپنے یومیہ معمولات کیونکر مکمل کر لیتے تھے۔

تصوف کے اسباق پڑھنے، مدرسہ کے طلباء کو کئی درسی کتب پڑھانی، اپنے گھر بار کی ضروریات، اپنے مرشد اول حضرت خواجہ ابو السعد احمد خان رحمہ اللہ کے گھر بار کی خدمت، ذکر اذکار، تلاوت، مراقبہ کے یومیہ معمولات اور پھر اپنے شیخ واستاذ کی ہمہ نوع کی خدمت، صبح وشام ان کے مزاج کی رعایت سے چائے بنانا، بستر لگانا، وضو کا انتظام کرنا، شیخ کی خدمت میں حاضر باش رہنا۔ خانقاہ شریف کے واردین ومہمانان کے جملہ لوازمات سمیت انتظامات، اپنے مربی ومرشد اور خانقاہ شریف کے لنگر کی اشیاء خورد ونوش کی خریداری، اپنے مرشد کے ساتھ مہینوں اسفار، غرض گرمی، سردی، دھوپ، بارش، صبح وشام، دن رات کی مصروفیات، آپ کے

مجاہدہ کی عملی مثال پیش کرنا اس دور میں نہ صرف مشکل ہے بلکہ اسے سمجھنا بھی دشوار ہے۔

محنت کا صلہ:

آپ کی انہیں مجاہدانہ بھرپور محنت نے بڑی سرعت کیساتھ آپ کو اپنے مرشد ثانی رحمہ اللہ کا نقشِ ثانی بنادیا۔حضرت ثانی رحمہ اللہ بھی بال بال اور ہر حال آپ سے نہ صرف خوش بلکہ دل وجان سے راضی ومہربان تھے۔ ہر چند کہ راقم اس وادی کا مسافر نہیں۔لیکن پڑھا اور سنا ہے کہ نقشبندی سلسلہ میں توجہ شیخ ،نسخہ تصوف کا جزو اعظم ہے۔قدرت جب کرم کرے تو مرشد حضرت اعلیٰ کو حضرت ثانی جیسا جانشین، حضرت ثانی رحمہ اللہ کو حضرت خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ جیسا مسند نشین دے دے۔جنہوں نے اپنے اپنے وقت میں اپنے اپنے شیخ کے تمام کمالات کو اپنے اندر سمولیا۔ایں سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ!

حضرت بنوری رحمہ اللہ نے اپنے صاحبزادہ مولانا سید محمد بنوری رحمہ اللہ کو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ کی خدمت میں مدینہ بھیج دیا۔حضرت بنوری رحمہ اللہ کے کسی ملنے والے نے کسی دوست سے پوچھا کہ محمد بنوری رحمہ اللہ کیسے ہیں؟ انہوں نے کہا۔دوشیوخ کی نظروں میں ہیں۔ بڑے خوش نصیب ہیں۔دو شیوخ سے مراد ایک حضرت بنوری رحمہ اللہ خود اور دوسرے حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ۔ یہ کسی اہلِ دل کا مقولہ ہے۔ جو ہمارے حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ پر سو فیصد ایسا صحیح فٹ آتا ہے کہ دنیا دیکھ کر عش عش کر اٹھی کہ حضرت اعلیٰ رحمہ اللہ، حضرت ثانی رحمہ اللہ اپنے اپنے وقت کے دوشیوخ کی نظر التفات وتوجہ کرم نے ہمارے حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ کو بھی اپنے وقت کا صرف شیخ نہیں، بلکہ شیخ الشیوخ بنادیا۔اسے ایک مرید کے مبالغہ پر محمول نہ کیا جائے۔ بلکہ انصاف سے دیکھا جائے تو اس وقت آپ کی ٹکر کا شیخ وقت ڈھونڈنے پر بھی نہ ملے گا۔ یہ سب اللہ رب العزت کا کرم اور شیخ زمانہ کی توجہات عالیہ اور خود ہمارے حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ کی طلب صادق پر انعام الٰہی نہیں تو اور کیا ہے؟

حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کی توجہات نے مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کو شیخ العرب والعجم بنادیا تو حضرت ثانی رحمہ اللہ کی فکر احسان نے مولانا خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ کو مرشد العلماء والصلحاء اور شیخ الشیوخ بنادیا۔**ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء!**

ہمارے حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ نے بھی اپنے مربی ومرشد، استاذ ومحسن کے کمال ادب کا نیا ریکارڈ قائم کیا کہ ان کی زندگی بھر خدمت کی سعادت حاصل کی۔آپ کے وصال کے بعد آپ صاحبزادہ حافظ محمد عابد صاحب رحمہ اللہ کی تعلیم وتربیت، رہائش، مکان وشادی اور جملہ ضروریات کے صرف متکفل ہی نہیں

رہے بلکہ ان کو بعض امور میں اولاد سے بھی زیادہ وقعت دی۔ انہیں فضائل مبارکہ وعادات کریمانہ وطلب صادق واحترام کا یہ نتیجہ نکلا کہ جس طرح حضرت اعلیٰ رحمہ اللہ نے اپنی حیات میں حضرت ثانی کو اپنا جانشین نامزد کر دیا تھا اسی طرح حضرت ثانی رحمہ اللہ نے بھی ہمارے حضرت خواجہ صاحب کو چاروں سلاسل میں مجاز بیعت وخلیفہ اور اپنا جانشین اور خانقاہ سراجیہ کا مہتمم ومتولی نامزد فرما کر سنت شیخ پر عمل کی مثال قائم کر دی۔

تحریک ختمِ نبوت 1953ء:

خانقاہ سراجیہ کندیاں خالصۃً اصلاحی مرکز ہے۔ جو خلق خدا کا ذکر وفکر، مراقبہ ومعمولات کے ذریعہ خالق سے رشتہ جوڑنے میں مصروف عمل ہے۔ ساتھ ہی خانقاہ سراجیہ ہر دینی تحریک، اور اسلام کی پاسداری کے لیے اٹھنے والی ہر صداء کی صحیح رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیتی ہے۔ جب تحریک مسجد شہید گنج شروع ہوئی تو مجلس احرار اسلام کو تحریک کے رہنماؤں نے تنقید کے نشانہ پر رکھ لیا۔

ماسٹر تاج الدین انصاری رحمہ اللہ نے تحریک شہید گنج سے قبل قادیان سے احرار رہنماء چوہدری افضل حق رحمہ اللہ کو اطلاع بھجوائی کہ مرزا محمود نے قادیان سے بہت سا لٹریچر بنڈلوں میں بند کر کے ملک کے مختلف حصوں میں بھجوایا ہے۔ جس میں احرار کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ چند دنوں تحریک شہید گنج شروع ہوگئی تو مجلس احرار کو نشانہ پر رکھ لیا گیا منصوبہ تھا کہ اس تحریک میں مجلس احرار شریک ہو تو حکومتی گولیوں سے اسے بھون دیا جائے۔ اگر احرار علیحدہ رہے تو اسے تنقید کا نشانہ بنا کر عوام میں اتنا بدنام کر دیا جائے کہ وہ اس تحریک کے ملبوں کے نیچے دم توڑ دے۔

مشہور عالم بہاولپور مقدمہ کی تین جلدوں میں کارروائی سید عبد الماجد لاہور سے شائع کرنے لگے تو مولانا محمد مالک کاندھلوی رحمہ اللہ کے ذریعہ ہمارے حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ سے مقدمہ تحریر کرایا۔ اس میں حضرت نے تحریر فرمایا کہ مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی رحمہ اللہ نے تحریک شہید گنج کے بعد ایک مجلس میں فرمایا کہ ہندوستان کے دو بزرگوں نے ہماری رہنمائی کی۔ ایک خانقاہ سراجیہ کے بانی مولانا ابو السعد احمد خان رحمہ اللہ اور دوسرے حضرت مولانا شاہ عبد القادر رائے پوری رحمہ اللہ نے۔ کہ اس تحریک سے مجلس احرار علیحدہ رہے۔ مولانا ابو السعد احمد خان رحمہ اللہ نے مجلس احرار کے رہنماؤں کو جو پیغام بھجوایا ہمارے حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ نے اس کے یہ الفاظ تحریر فرمائے۔ ''مجلس احرار تحریک مسجد شہید گنج سے علیحدہ رہے اور مرزائیت کی تردید کا کام رکنے نہ پائے۔ اسے جاری رکھا جائے۔ اس لیے کہ اگر اسلام باقی رہے گا تو مسجدیں باقی رہیں گی۔ اگر اسلام باقی نہ رہا تو مسجدوں کو کون باقی رہنے دے گا۔''

2 جولائی 1939ء کو لالہ موسیٰ میں حضرت امیرِ شریعت رحمہ اللہ کی ایک تقریر کے مفہوم کو جعل سازی سے بدل کر حضرت امیرِ شریعت رحمہ اللہ پر بغاوت کا کیس دائر ہوا۔ لدھارام رپورٹر نے عدالت میں اپنے بیان سے انحراف کیا تو حضرت امیرِ شریعت رحمہ اللہ بری ہو گئے۔

اس کیس کے سلسلہ میں سالہا سال تک حضرت امیرِ شریعت رحمہ اللہ جیل میں رہے تو اس دوران جیل سے ایک با اعتماد ملاقاتی کے ذریعہ حضرت امیرِ شریعت رحمہ اللہ نے خانقاہِ سراجیہ کے بانی مولانا ابوالسعد احمد خان رحمہ اللہ کو پیام بھجوایا کہ آپ کے ہوتے ہوئے میں جیل میں ہوں۔ یہ بات وارہ نہیں کھاتی۔ حضرت اعلیٰ رحمہ اللہ کو پیغام ملا تو آپ نے لمبا ٹھنڈا سانس لیا اور فرمایا کہ اس وقت بوڑھا ہو گیا ہوں۔ ورنہ شاہ جی رحمہ اللہ ایک دن بھی اندر نہ رہتے۔ غالبًا کوئی عمل کرنا پڑتا جس کی مشقت اب بڑھاپے میں حضرت اعلیٰ کے لیے ممکن نہ تھی۔ غرض یہ کہ حضرت امیرِ شریعت رحمہ اللہ ایسے مجاہدِ ختمِ نبوت اور تحریک آزادی کے جرنیل بھی مشکل گھڑی میں جن بزرگوں کی دعاؤں کے سہارے کی ضرورت محسوس کرتے ان میں خانقاہ سراجیہ کے بانی بھی شامل تھے۔

اس طرح راقم نے خود حضرت مولانا شریف جالندھری رحمہ اللہ ناظم اعلیٰ عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت سے یہ روایت سنی ہے کہ اس بغاوت کے کیس میں حضرت امیرِ شریعت رحمہ اللہ جب جیل میں تھے تو ایک رات کے آخری حصہ میں مولانا ابوالسعد احمد خان رحمہ اللہ اچانک چارپائی پر اٹھ کر بیٹھ گئے اور سر جھکا لیا۔ حضرت مولانا محمد عبداللہ حضرت ثانی رحمہ اللہ اسی حجرے میں خادم خاص کی حیثیت سے رہتے تھے۔ حضرت اعلیٰ کے یوں اچانک خلافِ معمول جاگنے پر وہ بھی اٹھ کر بیٹھ گئے۔ حضرت اعلیٰ رحمہ اللہ کے قریب ہو کر ادب سے پوچھا کہ حضرت کوئی تکلیف ہے کہ اٹھ کر بیٹھ گئے؟ تو حضرت اعلیٰ رحمہ اللہ نے فرمایا نہیں کوئی تکلیف نہیں۔ بس امیرِ شریعت رحمہ اللہ کے جیل میں قید ہونے کا تصور مجھے سونے نہیں دیتا۔ اس پر حضرت ثانی رحمہ اللہ نے گھبرا کر کہا کہ حضرت کوئی پریشانی کی بات ہو گئی؟ فرمایا بالکل نہیں اپنی گود کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ امیرِ شریعت رحمہ اللہ تو میری جھولی میں ہیں۔ اس واقعہ سے بھی جنگ آزادی کے رہنماؤں سے خانقاہ سراجیہ کے بانی کے تعلقات کا نقشہ سمجھا جا سکتا تھا۔

1941ء میں حضرت اعلیٰ رحمہ اللہ کا وصال ہوا۔ حضرت ثانی رحمہ اللہ مسند نشین خانقاہ سراجیہ ہوئے۔ پاکستان بنا، قادیانی منہ زور گھوڑے کی طرح بِدکنے لگے تو مشہور زمانہ تحریک ختمِ نبوت 1953ء چلی۔ خانقاہ سراجیہ کی روایات کو زندہ رکھتے ہوئے حضرت ثانی رحمہ اللہ نے اس تحریک کا بھرپور ساتھ دیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوت کی طرف سے ''تحریک ختمِ نبوت 1953ء'' نام سے کتاب شائع ہوئی۔ اس میں مولانا محمد عبد اللہ بھکروالوں کی تحریر کردہ میانوالی ضلع کی رپورٹ بھی شائع ہوئی۔ اس میں یہ حصہ بطورِ خاص قابلِ توجہ ہے۔

''حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب رحمہ اللہ اس دور کے اکابر اولیاء میں تھے۔ ان کے مقام کو وہی لوگ جان سکتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے باطن کی آنکھیں عطا فرمائیں۔'' میں نے اپنے شیخ حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب رائے پوری قدس سرہٗ العزیز سے حضرت مولانا کی تعریف سنی تھی اور حضرت کے یہ الفاظ اب تک یاد ہیں کہ: ''وہ اللہ کے بندے ہیں۔'' حضرت امیرِ شریعت رحمہ اللہ کو ایک مجلس میں دیکھا۔ حضرت مولانا جھوم جھوم کر تذکرہ فرما رہے تھے۔

۱...... حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب رحمہ اللہ خانقاہ کے مسند نشین اور ہزاروں اہل دل اور اصحاب درد کے شیخ اور مربی تھے۔ اس کے ساتھ ہی وہ ملکی اور عالمی حالات پر نظر رکھتے تھے۔ تحریک ختمِ نبوت کے ساتھ انہیں قلبی لگاؤ تھا۔ ان کی فکرمندی اور دلچسپی دیکھ کر محسوس ہوتا تھا کہ اس معاملے میں کوئی خاص ذمہ داری اٹھائے ہوئے ہیں۔ 1952ء بمطابق ۱۳۷۱ھ میں حج کے لیے تشریف لے جا رہے تھے۔ ظفر اللہ کی کراچی والی تقریر کے خلاف احتجاجی مظاہرے اور جلسے شروع ہو گئے تھے۔ حکومت نے بعض مقامات پر رہنماؤں اور کارکنوں کی پکڑ دھکڑ شروع کر دی تھی۔ مرزائیوں کے متعلق مطالبات تسلیم ہونے کے کوئی آثار نظر نہیں آ رہے تھے۔ راست اقدام کے حالات پیدا ہو رہے تھے۔ آپ نے حج کا ارادہ ملتوی فرما دیا اور راستے سے واپس تشریف لے آئے۔ پورے ملک میں اپنے متوسلین کو ہدایت فرمائی کہ وہ تحریک میں سرگرمی سے کام کریں اور تحریک کو کامیاب بنانے کی کوشش کریں۔

۲...... حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی مرحوم حضرت کے متوسلین میں تھے۔ 27 فروری 1953ء کو مرکزی راہنماؤں کی گرفتاریاں ہوئیں تو مولانا گرفتاری سے کسی طرح بچ گئے اور لاہور میں تحریک کا مرکز سنبھالا۔ مولانا غلام غوث صاحب رحمہ اللہ کے متعلق حکم تھا کہ جہاں ملیں گولی مار دی جائے۔ لاہور سے سیدھے خانقاہ سراجیہ اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت نے معتمد خصوصی صوفی احمد یار صاحب کے ذمہ لگایا کہ وہ مولانا کی حفاظت کا انتظام کریں۔ صوفی صاحب نے اپنے علاقہ بھلوال کے دیہات میں انتظام کیا۔ مولانا غلام غوث صاحب رحمہ اللہ وہاں آرام اور سکون سے رہے۔ تمام راہنما رہا ہو گئے اور حالات پوری طرح معمول پر آ گئے تو مولانا بھی حضرت کی اجازت سے اپنے گھر تشریف لے گئے۔

۳...... 19 جون 1953ء کو گورنر پنجاب نے آرڈیننس جاری کر کے تحقیقاتی عدالت قائم کی۔ جسے ''تحقیقاتی عدالت برائے تحقیقات فسادات پنجاب 1953ء'' کا نام دیا گیا۔ اس عدالت نے مجلس عمل اور مجلس احرار کو بھی الگ الگ فریق بنا دیا کہ وہ عدالت میں اپنا مؤقف پیش کریں۔ تمام رہنما جیل میں تھے۔ تحقیقات کا دائرہ بہت وسیع تھا۔ اپنا مؤقف مدلل طریقے سے پیش کرنے کے لیے بڑی تیاری کی ضرورت تھی۔

اس نازک اور اہم موقع پر حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب رحمہ اللہ نے کام سنبھالا۔ لاہور میں حکیم عبدالمجید سیفی مرحوم کے مکان کا نچلا حصہ خالی کرایا۔ باقاعدہ دفتر قائم کیا۔ مولانا عبدالرحیم صاحب اشعر رحمہ اللہ کو مستقل طور پر وہاں بٹھایا گیا۔ مذہبی اور قانونی کتابیں اکٹھی کیں۔ مجلس عمل کی وکالت مولانا مرتضیٰ احمد خان میکش رحمہ اللہ نے اپنے ذمہ لی اور مجلس احرار کی مولانا مظہر علی اظہر نے یہ حضرات اور ان کے علاوہ بھی علماء اور قانون دان دفتر میں تشریف لاتے مشورے ہوتے اور یہیں سے عدالت کے لیے بیانات وغیرہ کی تیاری ہوتی تھی۔ حضرت رحمہ اللہ وقفے وقفے سے لاہور تشریف لے جاتے اور کئی کئی دن وہاں قیام فرماتے اور کام کرنے والے حضرات کو ہدایات اور مشوروں سے سرفراز فرماتے تھے۔

۴...... اپنے ضلع (میانوالی) میں بھی حضرت کی سرپرستی، دعائیں اور توجہات ہمارے لیے بہت بڑا سرمایہ تھیں۔ آپ کے حکم سے حضرت مولانا خان محمد صاحب رحمہ اللہ نے علاقے میں بہت کام کیا تھا۔ اس زمانے میں سڑکیں نہیں تھیں۔ ایک بستی سے دوسری بستی میں پہنچنا بھی مسئلہ ہوتا تھا۔ حضرت مولانا خان محمد صاحب رحمہ اللہ نے پورے علاقے میں دورے کیے۔ دیہات کے علماء سے ملے۔ انہیں تحریک کا ہمنوا بنایا۔ دور دراز کی بستیوں اور فوجی چکوک میں بھی تشریف لے گئے۔ جہاں لوگ نئے آباد ہو رہے تھے اور حضرت مولانا رحمہ اللہ کی شخصیت اور خانقاہ شریف کے مقام سے پوری طرح واقف نہ تھے۔ آپ نے تحریک کے لیے رضا کار بھرتی کیے اور ان کی فہرستیں میانوالی بھیجیں۔

۵...... اپنے چھوٹے بھائی ملک محمد افضل کو رضا کاروں کے ساتھ گرفتاری دینے لیے میانوالی بھیجا اور انہوں نے 13 مارچ 1953ء کو جلوس کے ساتھ گرفتاری پیش کی۔

۶...... مارچ کے آخر میں جب ضلعی رہنما گرفتار ہو گئے تو آپ نے میانوالی میں تحریک کا مرکز سنبھالا۔ مارچ کے پہلے عشرے میں آپ (مولانا خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ) نے ایک دورے کے بعد جو رضا کاروں کی فہرستیں بھیجیں۔ ان میں ایک فہرست کے نیچے میرے نام جو تحریر لکھی وہ چند سال پہلے پرانے کاغذ میں سامنے آئی اور میں نے اسے محفوظ کر لیا۔ یہ مختصر سی تحریر مبارک دنوں میں مبارک ہاتھوں سے لکھی ہوئی ہے جو ہمارے لیے اچھی اور مبارک یادگار ہے۔ وہ تحریر حسبِ ذیل ہے۔

''موضع ڈنگ کے رضا کاروں کی مزید فہرست آج صبح کی گاڑی سے پہنچی تھی اور مولانا غلام یٰسین صاحب قریشی نے خود وہ فہرست ساتھ لانی تھی۔ لیکن وہ کسی شدید عارضہ کی وجہ سے آج نہیں پہنچ سکے۔ دو تین روز میں فہرست پہنچ جاوے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ موضع علووالی میں بھی کام شروع کر دیا گیا ہے۔ وہاں کثیر تعداد میں رضا کار بھرتی ہونے کی قوی امید ہے۔ موضع علووالی کی جملہ کارروائی بھی دو تین روز میں صدر دفتر پر پہنچ

جاوے گی۔ موضع ساجری اوراس کے مضافات کے فوجی چکوں میں بھی مجلس عمل کے مطالبات اور پروگرام کی اشاعت کا کام شروع کردیا ہے۔ پہلے تحریک کی وضاحت اوراس کی دینی ودنیاوی اہمیت لوگوں کے ذہن نشین کرانی لازمی ہے اور بعدازاں اس میں حصہ لینے کی ترغیب دی جاسکتی ہے۔ فنڈ کی فراہمی کی طرف ابھی تک کوئی توجہ نہیں دی گئی۔ کیونکہ اگر دیہات میں اس کو بھی ساتھ اپنایا جاوے تو لوگوں کا حصہ لینا ناممکن ہو جاتا ہے اور پھراس قحط وگرانی میں بہت مشکل ہے۔ گر جان طلبی مے دھم گرز رطلبی سخن دریں است! والا معاملہ ہے اوراس وقت توبے چارے زمینداروں کے پاس کوئی چیز ہی نہیں۔ تاہم پھر بھی بعض لوگوں سے نجی طور پرفنڈ فراہم کرنے کاارادہ ہے۔ مولیٰ پاک کامیابی نصیب فرماوے۔''

العارض خان محمد عفی اللہ عنہ

از خانقاہ پاک سراجیہ مجددیہ کندیاں ضلع میانوالی!

(تحریک ختمِ نبوت 1953ء ص۴۴۰ تا ۴۴۲)

اس طویل اقتباس میں نمبرات لگادیے ہیں۔ جس سے یہ امورواضح ہوتے ہیں کہ:

۱...... حضرت ثانی رحمہ اللہ نے تحریک ختمِ نبوت 1953ء کے باعث حج کا سفرملتوی کیا۔

۲...... حضرت ثانی رحمہ اللہ نے اپنے مرید خاص مولانا غلام غوث ہزاروی رحمہ اللہ کی روپوشی اورتحریک کے لیے کام کرنے کانظم بنایا۔

۳...... تحریک کے رہنماؤں کے لیے اپنے مرید خاص حکیم عبدالمجید کا مکان مہیا کیا اورانکوائری کے دوران عدالتی رہنمائی کے لیے لاہور سے حضرت ثانی رحمہ اللہ کے ساتھ سفر کیے۔

۴...... ہمارے حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ نے حضرت ثانی رحمہ اللہ کے حکم پرتحریک کو پروان چڑھانے کے لیے دن، رات ایک کردیا اور گرفتاری پیش کی۔ (اس کی تفصیل آگے آتی ہے)

۵...... ہمارے حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ کے چھوٹے بھائی ملک محمد افضل نے تحریک کے کارکنوں کے ساتھ گرفتاری دی۔

۶...... ہمارے حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ نے میانوالی میں تحریک کی قیادت سنبھالی۔

حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ کی گرفتاری:

حضرت قبلہ رحمہ اللہ نے 15 اپریل 1953ء کو گرفتاری دی اور میانوالی جیل میں رہے۔ پھر 25 اپریل لاہورسنٹرل جیل لاہور منتقل ہوئے اور بعدۂ 28 اپریل کو بورسٹل، 11 اگست کو پھر سنٹرل جیل منتقل ہوئے۔ کئی ماہ سنت یوسفی پرعمل کیا۔

اس قید میں تحریک ختمِ نبوت کے رہنماؤں حضرت امیرِ شریعت، مولانا ابوالحسنات قادری، مولانا خلیل احمد قادری، مولانا محمد علی جالندھری، مولانا عبدالحامد بدایونی، صاحبزادہ فیض الحسن، مولانا عبدالستار خان نیازی، مولانا سید ابوالاعلیٰ، مولانا احمد علی لاہوری، مولانا قاضی احسان احمد رحمہم اللہ کے ساتھ جیل میں وقت گذارا۔

اس قید کے دوران جیل میں جامعہ خیر المدارس کے شعبہ قرأت کے صدر مدرس حضرت قاری رحیم بخش صاحب سے قرأت وتجوید کے ساتھ قرآن مجید پڑھا اور آخری پارے بھی انہی سے حفظ کیے۔

حضرت قبلہ سے راقم نے خود سنا کہ حضرت ثانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس تحریک میں مجھے گرفتاری دینی چاہیے۔ اس پر ہمارے حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آپ کی طرف سے میں گرفتاری دیتا ہوں۔ گویا حضرت ثانی رحمہ اللہ نے تحفظ ناموس رسالت، وتحفظ ختمِ نبوت کی خاطر حضرت قبلہ کو گرفتاری کی اجازت دے کر ان دونوں امور کے لیے آپ کو تیار کر دیا۔ اسی کی برکت ہی سمجھی جائے کہ پھر عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوت کے نائب امیر اور پھر امیر کی حیثیت سے 1974ء کی تحریک میں بھرپور شمولیت اور 1984ء کی تحریک ختمِ نبوت کی قیادت فرمائی۔ یہ سب حضرت ثانی رحمہ اللہ کی دعاؤں کے ثمرات ہیں۔ فالحمدللہ!

میں اس حصہ کو مولانا محمد عبداللہ بھکروالوں کی تحریر کے ان جملوں پر ختم کرتا ہوں۔ ''حضرت مولانا خان محمد رحمہ اللہ بھی لاہور میں ساتھیوں کے ساتھ رہا ہوئے اور ساتھ ہی ریل میں تشریف لائے اور کندیاں سے خانقاہ شریف تشریف لے گئے۔ آپ کا جیل میں ساتھیوں کے ساتھ رہنا ساتھیوں کے لیے اطمینان اور استقامت میں ممد ثابت ہوا۔ آپ اس وقت سجادہ نشین نہیں تھے۔ لیکن خانقاہ کے سجادہ نشین حضرت مولانا عبداللہ رحمہ اللہ کے عزیز ترین خلیفہ مجاز اور معتمد ترین نمائندہ تھے۔ آپ کی خاندانی عظمت سے بھی سب لوگ واقف تھے۔ ایسے حضرات کا جیل میں کارکنوں کے ساتھ ہونا سب کے لیے ثابت قدمی کا باعث ہوا کرتا ہے۔''

(تحریک ختم نبوت 1953ء ص ۴۴۰)

خانقاہ سراجیہ کی مسند نشینی:

بہت حد تک موقع بموقع تفصیلات گذر چکی ہیں کہ ہمارے حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ نے دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد مسلسل شب وروز 16 سال حضرت ثانی رحمہ اللہ کی سرپرستی ونگرانی میں گذارے اور اگر حضرت اعلیٰ رحمہ اللہ کی زندگی سے حضرت ثانی رحمہ اللہ کے وصال تک کا عرصہ شمار کیا جائے تو قریباً نصف صدی ہمارے حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ نے اپنے مرشد، مربی، استاذ، محسن کی زیرِ صحبت گذارے۔ حضرت اعلیٰ رحمہ اللہ کا انتخاب، حضرت ثانی رحمہ اللہ کی صحبت صالح، نے آپ کو چمکتے دمکتے چاندی کی

طرح یا موتی آبدار یا کندن خالص بنا دیا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ثانی رحمہ اللہ نے اپنے وصال سے قبل ہمارے حضرت خواجہ صاحب کو اپنا جانشین نامزد فرما دیا۔ حضرت ثانی رحمہ اللہ نے جو امانت حضرت اعلیٰ سے حاصل کی تھی حضرت اعلیٰ کے عزیز بلکہ عزیز القدر کو وہ تمام امانت بمعہ اپنے کمالات کے سب کچھ سپرد فرما کر اپنے شیخ اعلیٰ رحمہ اللہ کی روح پرفتوح کے سامنے سرخرو ہو کر گئے۔ حضرت ثانی رحمہ اللہ کا وصال جون 1956ء میں ہوا۔ آپ کی تدفین کے بعد مجمع عام میں حضرت اعلیٰ رحمہ اللہ کے خلفاء، حضرت چن پیر رحمہ اللہ خوشاب اور ڈاکٹر محمد شریف رحمہ اللہ اور حضرت ثانی رحمہ اللہ کے خلفاء حضرت حکیم عبدالمجید سیفی رحمہ اللہ لاہور، مولانا مفتی عطاء محمد رحمہ اللہ ڈیرہ اسماعیل خان نے اولاً ہمارے حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ کے ہاتھ پر تجدیدِ بیعت کی۔ اس کے بعد حاضرین کے جمِ غفیر نے تجدید بیعت کی اس سے اگلے روز بعد میں نیچے والے جمیع مریدان وخلفاء حضرت ثانی نے آپ کے ہاتھ پر تجدید بیعت کی۔ یوں خانقاہ سراجیہ کے خلفاء، متعلقین، مریدین متوسلین کا آپ کی جانشینی پر اجماع منعقد ہو گیا۔

پورے ملک میں آپ کے دورے ہوئے۔ جہاں جہاں تشریف لے گئے ہر ایک نے آپ کی ذات گرامی سے فیض حاصل کیا اور داخل طریقت ہوئے۔ فالحمدللہ!

جمعیت علماء اسلام سے وابستگی:

8 اکتوبر 1956ء میں جمعیۃ علماء اسلام کل پاکستان کی مدرسہ قاسم العلوم ملتان میں بنیاد پڑی۔ جمعیت علماء اسلام کے پہلے امیر مرکزیہ حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ اور مرکزی ناظم اعلیٰ مولانا غلام غوث ہزاروی رحمہ اللہ تھے۔ حضرت ہزاروی رحمہ اللہ کا روحانی رشتہ خانقاہ سراجیہ سے تھا۔ اس نسبت اور دوسری کئی نسبتوں کے باعث ہمارے حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ یوم تاسیس سے تا وصال جمعیت علماء اسلام کے ساتھ وابستہ رہے۔ مرکزی نائب امیر، مرکزی شوریٰ کے رکن اور وصال کے وقت سرپرستِ اعلیٰ تھے۔ آپ کی اصابت رائے کا یہ عالم ہے کہ جب جمعیت علماء اسلام کے دو گروپ بنے۔ ہزاروی گروپ اور درخواستی گروپ۔ ہر چند کہ مولانا غلام غوث ہزاروی رحمہ اللہ سے بہت تعلقات تھے۔ لیکن آپ درخواستی گروپ جس کے مرکزی ناظم اعلیٰ مفکر اسلام مولانا مفتی محمود صاحب تھے۔ آپ اور آپ کے متوسلین ان کے ساتھ رہے۔ حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمہ اللہ نے بھی اختلاف رائے کے باوجود خانقاہ سراجیہ اور ہمارے حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ سے اپنے روحانی تعلق میں سرمو فرق نہیں آنے دیا۔ اسی طرح حضرت قبلہ بھی مولانا غلام غوث ہزاروی رحمہ اللہ پر برابر شفقت و محبت فرماتے رہے۔

مفکر اسلام مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ کے وصال کے بعد ایم، آر، ڈی کے مسئلہ پر پھر جمعیت دو رائے کا شکار ہوئی۔ ایک دھڑا درخواستی گروپ اور دوسرا دھڑا فضل الرحمٰن گروپ کہلایا تو ہمارے حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ نے اپنا تمام تر وزن مولانا فضل الرحمٰن کے جمعیت والے حصہ میں ڈال دیا۔ اس وقت حضرت درخواستی کا پورے ملک بالخصوص پنجاب میں طوطی بولتا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ پنجاب کے مساجد و مدارس کی اکثریت حضرت درخواستی والے حصہ جمعیت کے ساتھ تھی۔ واحد ہمارے حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ کی ذات گرامی ہے کہ آپ کے باعث پنجاب کے مدارس و مساجد کا معتد بہ حصہ مولانا فضل الرحمٰن صاحب کے ساتھ رہا۔ آپ کا فیصلہ کتنا صحیح تھا کہ اس وقت جمعیت نام ہی اس حصہ کا ہے۔ جس کے ساتھ آپ ہمیشہ رہے۔

مجلس تحفظ ختم نبوت سے وابستگی کی تفصیلات تو آگے آئیں گی۔ جمعیت اور مجلس کے حوالہ سے ایک بات یہاں جوڑ کھاتی ہے جسے ذکر کیے بغیر چارہ نہیں کہ ایم، آر، ڈی کے مسئلہ پر مولانا فضل الرحمٰن، درخواستی گروپ منقسم ہوئے تو مولانا فضل الرحمٰن والے حصے کے امیر مرکزیہ کا مسئلہ درپیش تھا۔ آپ نے اس حصہ کے سرکردہ حضرات کے سامنے رائے رکھی کہ مولانا سراج احمد دین پوری کو امیر بنایا جائے۔ چنانچہ اعلان ہو گیا۔ مولانا محمد لقمان علی پوری اور جمعیت کے دوسرے رفقاء کا وفد گیا اور آپ کو آمادہ کر لیا گیا۔ جمعیت علماء اسلام جمہوری ادارہ ہے۔ اگلے الیکشن میں حضرت مولانا عبدالکریم رحمہ اللہ بیر شریف والے امیر منتخب ہوئے تو ہمارے حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ نے خانقاہ سراجیہ سے جا کر دین پور شریف مولانا سراج احمد دین پوری کو پوری صورتحال پیش فرمائی اور ان کو آمادہ کیا۔ بعد میں حضرت میاں سراج احمد صاحب نے پیپلز پارٹی میں شمولیت اختیار کی۔ (آگے تفصیل آئے گی) سردست یہاں پر میاں سراج احمد دین پوری کے حوالہ سے اتنا عرض ہے کہ پیپلز پارٹی کا ان دنوں جنرل ضیاء الحق سے خوب تناؤ تھا۔ مولانا محمد لقمان علی پوری کے گاؤں بستی رنوجہ جلسہ تھا۔ ہمارے حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ کی صدارت تھی۔ میاں سراج احمد دین پوری نے بیان کے دوران جنرل ضیاء الحق پر تنقید کرتے ہوئے ایک جملہ حضرت خواجہ صاحب کے متعلق کہہ دیا۔ جو آپ کی شان سے فروتر تھا۔ میاں سراج احمد کو اگلے لمحہ احساس ہوا کہ مجھ سے یہ سہو ہو گیا ہے۔ اسی وقت کرسی سے اٹھ کر حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ کے پاؤں پر ہاتھ رکھ دیے اور پبلک کے سامنے ہاتھ باندھ کر معافی کے خواستگار ہوئے۔ حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ اٹھے۔ میاں صاحب کو سینے سے لگایا اور مسکرا دیئے۔

اس واقعہ سے میاں سراج احمد کی بے نفسی کے اظہار کے ساتھ ساتھ حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ کے عالی حوصلہ پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ بجائے میاں صاحب پر اظہار ناراضگی کے فوراً گلے لگا لیا۔ سچ ہے کہ ان اکابر کی شان بہت ہی نرالی ہے۔ ترتیب تو یاد نہیں۔ مولانا حامد میاں بھی جمعیت علماء اسلام کے امیر رہے۔ ان کے

انتقال کے بعد ایک مرحلہ آیا کہ جمعیت علماء اسلام کی امارت اور اتنی بڑی اہم ذمہ داری کے لیے جمعیت کے تمام حضرات کی رائے ہوئی کہ حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ کو امیر بنایا جائے۔ مولانا محمد خان شیرانی نے دوسرے رفقاء کے ساتھ سفر کیا اور خانقاہ شریف حاضر ہو کر جمعیت کی امارت کے لیے آپ سے استدعا کی۔ آپ نے عذر فرمایا کہ خانقاہ شریف اور مجلس تحفظ ختم نبوت کی امارت کی ذمہ داری کے علاوہ مزید بوجھ کا میں متحمل نہیں۔ انہوں نے اصرار کیا تو آپ نے صاف صاف انکار فرما دیا۔ مولانا شیرانی مصر رہے اور پھر فرمایا کہ ہم آپ کے انکار کے باوجود منتخب کر کے اعلان کر دیں گے۔

اس پر حضرت نے فرمایا کہ جمعیت مجھے دل و جان سے عزیز ہے۔ اپنی جماعت ہے۔ لیکن امارت کا اعلان کیا تو میں تردید کر دوں گا۔ وہ مایوس ہو گئے۔ قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن، حضرت مولانا عبد الکریم رحمہ اللہ بیر شریف کا والا نامہ لے کر خود تشریف لائے۔ آپ نے والا نامہ پڑھا اور احترام سے رکھ دیا۔ مثبت، منفی۔ کوئی جملہ نہ فرمایا۔ حضرت مولانا فضل الرحمٰن نے خاموشی کو رضا خیال فرمایا۔ ملتان میں جمعیت کا انتخابی اجلاس ہوا۔ حضرت قبلہ کے انکار کرتے کرتے اعلان ہو گیا۔ آپ نے سخت غصہ میں فرمایا کہ فیصلہ تبدیل کریں۔ ورنہ میں اجلاس سے اٹھ کر چلا جاؤں گا۔ تمام حضرات پریشان ہو گئے۔ خیر حضرت قبلہ رحمہ اللہ کے واضح انکار کو سامنے رکھ کر حضرت قبلہ رحمہ اللہ ہی کی تجویز پر حضرت بیر شریف رحمہ اللہ والوں کو امیر بنا دیا گیا۔ اس انکار و اصرار پر اجلاس کا خاصہ وقت خرچ ہوا۔

اجلاس کے بعد حضرت مولانا فضل الرحمٰن، سرگانہ ہاؤس ملتان، حضرت قبلہ رحمہ اللہ کی رہائش گاہ پر تشریف لائے اور فرمایا کہ حضرت بیر شریفؒ والوں کا خط لے کر جب میری خانقاہ سراجیہ حاضری ہوئی تو آپ کی خاموشی کو میں رضا سمجھا تھا۔ اس پر حضرت قبلہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حضرت بیر شریف والوں کے احترام میں خط پر فوری انکار نہ کیا۔ مصمم ارادہ اس وقت بھی یہی تھا کہ میں امارت قبول نہیں کروں گا۔ بلکہ حضرت بیر شریفؒ والوں کو اگر وہ نہ مانے تو آپ (مولانا فضل الرحمٰن) کو امیر بنائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی شان پر قربان کہ حضرت قبلہ کی رائے کو اللہ تعالیٰ نے ایسے شرفِ قبولیت سے نوازا کہ اگلے انتخاب میں جمعیت نے متفقہ طور پر مولانا فضل الرحمٰن کی امارت کا متفقہ فیصلہ کر لیا۔ پھر جس طرح مولانا کے عہد امارت میں جمعیت نے ترقی کی منزلیں طے کیں وہ حضرت قبلہ رحمہ اللہ کی اصابت رائے پر واضح دلیل ہے۔

حضرت قبلہ رحمہ اللہ و حضرت بیر شریف رحمہ اللہ:

لیجیے! موقعہ کی مناسبت سے ایک اور واقعہ بھی عرض کیے دیتا ہوں کہ عالمی مجلس کے ایک تبلیغی لمبے دورہ

پر حضرت قبلہ رحمہ اللہ، بیر شریف، پیرِ طریقت، حضرت مولانا عبدالکریم قریشی بیر شریف والوں سے ملنے کے لیے تشریف لے گئے۔ صاحبزادہ حافظ محمد عابد صاحب رحمہ اللہ فقیر راقم اور مولانا جمال اللہ الحسینی رحمہ اللہ اور دوسرے رفقاء بھی ہمراہ تھے۔ دونوں اکابر گھنٹوں ایک دوسرے کے سامنے دوزانو بیٹھے رہے۔ مختلف موضوعات پر گفتگو رہی۔ دونوں بزرگوں کے خدام بھی مجلس میں موجود، خاموشی یعنی مراقبہ کی کیفیت بھی مجلس پر گاہے بگاہے طاری رہتی۔ پھر گفتگو، کھانا، چائے، دعاء، خاصہ وقت حضرت قبلہ رحمہ اللہ، حضرت بیر شریف رحمہ اللہ کے ساتھ رہے۔ جب اجازت چاہی تو حضرت بیر شریف والوں نے آپ کا ہاتھ پکڑا اور علیحدگی میں تشریف لے جا کر دروازہ بند کر دیا۔ دونوں بزرگوں کے رفقاء باہر انتظار میں کھڑے رہے۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا۔ باہر تشریف لائے۔ الوداعی معانقہ مصافحہ ہوا اور حضرت قبلہ رحمہ اللہ اگلے سفر پر روانہ ہو گئے۔ غالباً حضرت صاحبزادہ حافظ محمد عابد رحمہ اللہ کے کہنے پر مولانا جمال اللہ صاحب رحمہ اللہ نے عرض کیا کہ حضرت بیر شریف رحمہ اللہ والے آپ کو علیحدہ لے گئے۔ کسی خاص امر پر مشاورت تھی؟ پہلے تو حضرت قبلہ رحمہ اللہ نے خاموشی اختیار کی۔ مولانا جمال اللہ کے اصرار پر فرمایا کہ حضرت بیر شریف والوں کی محبت ہے۔ مجھے بٹھایا خود میرے سامنے دراز ہوئے۔ قلب مبارک سے کپڑا اٹھایا اور فرمایا کہ نقشبندی طریقہ پر میرے قلب کو توجہ دے دیں۔ میں نے حکم کی تعمیل کی۔ انہوں نے اظہارِ مسرت فرمایا اور باہر آ گئے۔ اس سے حضرت بیر شریف والوں کی قدردانی کہ وہ خود پیرِ طریقت اور شیخ وقت لیکن حضرت قبلہ رحمہ اللہ کو اس وقت مجددی، نقشبندی سلسلہ کا امام یقین فرماتے ہوئے کسبِ فیض کے لیے عرض کی۔ حضرت بیر شریف والوں کی بے نفسی اور حضرت قبلہ رحمہ اللہ کا مقام ان دونوں کو ایک واقعہ سے سمجھا جا سکتا ہے۔

لیجیے! لگے ہاتھوں ایک اور واقعہ بھی ہو جائے کہ ایک بار حضرت بیر شریف والوں نے حضرت قبلہ رحمہ اللہ سے ملاقات کے لیے سندھ سے سفر کیا۔ خانقاہ سراجیہ تشریف لائے۔ چناب نگر کانفرنس کے شروع ہونے سے ایک دن قبل حضرت قبلہ چناب نگر تشریف لائے۔ یاد رہے کہ حضرت قبلہ اپنی صحت کے زمانہ میں چناب نگر کانفرنس کے شروع ہونے سے ایک دن قبل تشریف لاتے۔ کانفرنس کے اختتام کے بعد مزید بھی ایک رات قیام فرماتے۔ یہ تقریباً آپ کا معمول تھا۔ اب خانقاہ سراجیہ سے حضرت بیر شریف والوں کو پتہ چلا کہ حضرت چناب نگر تشریف لے گئے ہیں تو خانقاہ شریف سے چناب نگر صبح آٹھ، نو بجے تشریف لائے۔ ہم خدام کی عید ہو گئی۔ گھنٹہ بھر حضرت قبلہ رحمہ اللہ کی ملاقات رہی اور اجازت چاہی، حضرت قبلہ رحمہ اللہ نے اجازت دے دی۔ حضرت بیر شریف والوں کو جاتا دیکھ کر ہم خدام دوڑے کہ حضرت کانفرنس چند ساعتوں میں شروع ہونے والی ہے۔ آپ افتتاحی بیان فرما دیں۔ حضرت بیر شریف والے مسکرائے اور فرمایا کہ کانفرنس میں شرکت ہو گئی۔ گھر

سے صرف حضرت قبلہ رحمہ اللہ کی ملاقات کے لیے چلا تھا۔ اس سفر میں حضرت قبلہ رحمہ اللہ کی ملاقات کے علاوہ اور کسی مصروفیت کی آمیزش پر دل نہیں مانتا۔ ہم دل مسوس کر رہ گئے۔ حضرت قبلہ بھی مسکرا دیے اور حضرت بیر شریف والے چل دیے۔ سچ ہے کہ بڑوں کی باتیں بڑے ہی جانتے ہیں۔ ہم چھوٹوں کو دخل دینا۔ دخل در معقولات نہیں۔ بلکہ سوءِ ادبی کے زمرہ میں آتا ہے۔

اکابر سے حضرت قبلہ رحمہ اللہ کے تعلقات:

یہاں پر ایک اور بات بھی سن لیجیے کہ برطانیہ ''بری'' میں دار العلوم کے بانی اور مہتمم حضرت مولانا یوسف متالا بہت بڑے شیخ وقت اور برطانیہ کے لیے آیہ من آیات اللہ ہیں۔ حضرت قبلہ جب بھی برطانیہ کے سفر پر جاتے ان کی ملاقات کے لیے تشریف لے جاتے۔ وہ بھی احترام کا حق ادا کر دیتے۔ گھنٹوں مجلس میں اللہ تعالیٰ کے فضل ورحمت کی بارش کا سا سماں بندھ جاتا۔ گذشتہ کئی سالوں سے کمزوری کے باعث حضرت قبلہ رحمہ اللہ کا برطانیہ کا سفر نہیں ہوا۔ کانفرنس کے بعد مولانا حافظ محمد نگین، مولانا محمد ابراہیم خطیب بریڈفورڈ، اور فقیر راقم دار العلوم بری حضرت متالا کی ملاقات کے لیے حاضر ہوئے۔ آپ نے شفقتوں کی انتہاء کر دی۔ جب اجازت چاہی تو دروازہ میں ہمیں کھڑا کر کے خود بالا خانہ پر تشریف لے گئے۔ کچھ دیر کے بعد لفافہ میں چھ عدد غالباً اعلیٰ عطر کی شیشیاں لائے اور راقم سے فرمایا کہ یہ میری طرف سے حضرت قبلہ رحمہ اللہ کو ہدیہ پیش کر کے حضرت قبلہ کی ایک مستعملہ پگڑی کی درخواست کرنا۔ پھر بہت دیر تک حضرت قبلہ رحمہ اللہ کے لیے بڑے وقیع جذبات کا اظہار فرماتے رہے۔ وہ حضرت شیخ الحدیث کے خلیفہ مجاز اور شیخ طریقت، وشیخ زمانہ ہیں۔ لیکن حضرت قبلہ رحمہ اللہ کی مستعملہ پگڑی کے لیے خواہش کا اظہار خوب حضرت قبلہ رحمہ اللہ کی رفیع شان پر دلالت کرنے والی بات ہے۔ وہی جو پہلے عرض کیا کہ بڑوں کی باتیں بڑے ہی جانتے ہیں۔

خانقاہ قادریہ راشدیہ دین پور شریف کے مسند نشین ثانی حضرت مولانا عبد الہادی صاحب رحمہ اللہ بہت کامل بزرگ اور جامع شریعت وطریقت مسلم رہنما تھے۔ آپ یومیہ کئی پارے تلاوت بلا ناغہ کرتے تھے۔ اسمیں کسی سے میل ملاقات بات چیت نہ کرتے تھے۔ فجر کے بعد اور ظہر تا عصر تو تلاوت کا معمول تھا ہی۔ اس دوران سب کو معلوم تھا کہ ملاقات ناممکن ہے۔ حضرت قبلہ رحمہ اللہ ایک سفر کے دوران میں دین پور تشریف لے گئے۔ وقت ایسا تھا کہ حسبِ معمول حضرت میاں عبد الہادی رحمہ اللہ تلاوت میں مصروف تھے۔ حضرت قبلہ رحمہ اللہ نے بھی سفر کرنا تھا۔ کسی خادم خاص نے جا کر حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ کو حضرت قبلہ رحمہ اللہ کی تشریف آوری کا بتایا۔ آپ نے تلاوت کو روکا۔ تشریف لائے، معانقہ ومصافحہ ہوا۔ خیر خیریت پوچھی۔ بیٹھے رہے۔

خانقاہ دین پور کے تمام خدام ششدر کہ یہ سب کچھ خلافِ معمول کیسے ہوگیا۔ جب حضرت قبلہ رحمہ اللہ نے جانے کے لیے اجازت طلب کی تو حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ نے بہت ہی محبت سے فرمایا کہ ''حضرت! قیامت میں بھی خیال رکھنا''۔ آپ نے سر جھکا کر جواباً ارشاد فرمایا۔ ''اللہ تعالیٰ بھلی فرمائیں گے'' دونوں بزرگ باہمی احترام اور محبت سے ایسے ایک دوسرے سے رخصت ہوئے کہ موجود حضرات پر وجد آفرین کیفیت کی بہار چھا گئی۔

حضرت قبلہ اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت:

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے دوسرے امیر خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی رحمہ اللہ کے انتقال کے بعد حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمہ اللہ بہت سے اکابر کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی امارت کے لیے آمادہ کرتے رہے۔ راقم نے خود حضرت قبلہ رحمہ اللہ سے سنا۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت جالندھری رحمہ اللہ میرے پاس بھی تشریف لائے تھے اور مجھے بھی امارت قبول کرنے کے لیے فرمایا۔ لیکن میں نے کہا کہ آپ کے ہوتے ہوئے کسی اور کی امارت پر سوچنا بھی ٹھیک نہیں۔ آپ (حضرت جالندھری رحمہ اللہ) سے بڑھ کر اس کام کو اور کون احسن انداز میں چلا سکتا ہے؟ پھر حضرت قبلہ رحمہ اللہ نے مسکرا کر فرمایا کہ یہ جو مجلس کی امارت میرے سپرد ہوئی حضرت جالندھری رحمہ اللہ کی اس زمانہ کی پیشکش کو اللہ تعالیٰ نے یوں پورا فرمادیا۔ اللہ رب العزت کے اپنے فیصلے ہوتے ہیں۔

غرض حضرت قاضی صاحب کے بعد حضرت جالندھری رحمہ اللہ ان کے بعد مولانا لال حسین اختر، ان کے بعد عارضی طور پر مولانا محمد حیات رحمہ اللہ فاتح قادیان (چھ ماہ کے لیے) امارت کے عہدہ پر رہے۔ 9 اپریل 1974ء میں مجلس کا سہ سالہ انتخاب ہونا تھا۔ حضرت مولانا محمد شریف جالندھری رحمہ اللہ، حضرت مولانا تاج محمود رحمہ اللہ اور ملک کے دیگر بہت سے مجلس کے بہی بزرگ اس کوشش میں تھے کہ شیخ الاسلام مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ کو اس منصب کے لیے آمادہ کیا جائے۔ اس کی کئی وجوہات تھیں۔ مثلاً:

۱...... قادیانیت ان دنوں منہ زور گھوڑے کی طرح دولتیاں مار رہی تھی۔ مسلمان خواص وعوام میں بھی ردعمل عروج پر تھا۔

۲...... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی امارت کے لیے بین الاقوامی شہرت کی حامل شخصیت کی ضرورت تھی۔ اس لیے کہ بیرون ملک بھی قادیانی خرمستیاں زوروں پر تھیں۔

۳...... اندرون ملک بھی کام کے لیے ایسی جامع شخصیت کی ضرورت تھی۔ جن کے احترام کا حلقہ

ایسا مسلّم ہو کہ سب اس شخصیت کی قیادت میں جمع ہو کر قادیانیت کا تعاقب کر سکیں۔

۴...... حضرت بنوری رحمہ اللہ ان تمام خصوصیات کے حامل تھے۔علاوہ ازیں آپ حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کی نسبتِ شاگردی کے نا صرف حامل تھے بلکہ پاکستان میں بلاشبہ وہ حضرت کشمیری رحمہ اللہ کے علمی جانشین کے طور پر جانے پہچانے اور مانے جاتے تھے۔

۵...... اور درحقیقت یہ کہ قدرت کی طرف سے قادیانیوں کی آئینی رسوائی کا وقت بھی آن پہنچا تھا۔اس جدوجہد کی قیادت کے لیے قدرت کا فیصلہ بھی حضرت بنوری رحمہ اللہ ہی کے لیے تھا۔

۶...... مجلس کے تمام رہنما صرف اور صرف اس کام کے لیے اول و آخر صرف بنوری رحمہ اللہ کے لیے ہی کوشاں تھے۔ وہ متبادل کے طور پر کسی اور کا سوچ بھی نہ سکتے تھے۔انہوں نے بھی پورا زور حضرت بنوری رحمہ اللہ پر لگایا۔

۷...... حضرت جالندھری رحمہ اللہ کے عہدِ امارت میں حضرت بنوری رحمہ اللہ مجلس کی شوریٰ کے رکن بھی رہے۔ وہ مجلس کے مزاج سے واقف اور مجلس کے حضرات ان کے مزاج شناس۔اس لیے کسی اور پر نظر نہ جاتی تھی۔

۸...... مسلمہ دینی شخصیات مثلاً مولانا قاضی عبدالقادر رحمہ اللہ جھاوریاں والے تبلیغی جماعت کے معروف رہنما اور شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ کے خلیفہ مجاز، خانقاہ قادریہ راشدیہ دین پور شریف کے سجادہ نشین حضرت میاں عبدالہادی رحمہ اللہ دین پوری، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ مہاجر مدنی اور دیگر بہت سے اکابر نے اس کام کے لیے حضرت شیخ بنوری رحمہ اللہ کو آمادہ کرنے کی سعی بلیغ و مشکور فرمائی۔

۹...... قدرت کے اپنے فیصلے ہوتے ہیں۔مجلس کے اکابر کو معلوم نہ تھا کہ یہ بزرگ بھی شیخ بنوری رحمہ اللہ کو مجلس کی امارت کے لیے کوشش فرما رہے ہیں۔ ہاں ان اکابر حضرات کو معلوم ہو گا کہ مجلس کی قیادت حضرت بنوری رحمہ اللہ کو امارت کے لیے آمادہ کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔اس لیے کہ مجلس کے حلقہ میں دن رات ہر جگہ حضرت بنوری رحمہ اللہ کے حوالہ سے تذکرہ عام تھا کہ وہ امیر بن رہے ہیں۔

۱۰...... ان تمام تر کوششوں کے باوجود حضرت بنوری رحمہ اللہ کے سامنے اپنی علمی مصروفیات، اور جامعۃ العلوم الاسلامیہ کی ذمہ داری۔اس لیے خیال کیا جا سکتا ہے کہ حضرت بنوری رحمہ اللہ دونوں امور کو سامنے رکھ کر کوئی واضح فیصلہ کرنے میں تاخیر کا شکار تھے۔

مجلس تحفظ ختم نبوت کی مجلس عمومی کا اجلاس:

ان حالات میں روز بروز مجلس عمومی کے اجلاس کی تاریخیں قریب سے قریب تر ہو رہی تھیں۔ اجلاس میں شرکت کے لیے حضرت بنوری رحمہ اللہ آمادہ تو ہو گئے۔ لیکن آپ نے حکم فرمایا کہ اجلاس میں بطور خاص حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ کو میرے حوالہ سے دعوت دے کر ان کی آمد کو یقینی بنایا جائے۔ اب یاد نہیں کہ حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ کے پاس کون گئے۔ کیا ہوا۔ بہر حال حضرت قبلہ رحمہ اللہ نے اپنے استاذ حضرت شیخ بنوری رحمہ اللہ کے حکم پر اجلاس میں شریک ہونے کا وعدہ فرمالیا۔ جس کی حضرت بنوری رحمہ اللہ کو اطلاع کر دی گئی۔ آپ نے بھی انشراح صدر کے ساتھ اجلاس میں شرکت کا یقینی وعدہ فرمالیا۔

اس موقعہ پر راقم اپنا تأثر اس طرح بیان کر سکتا ہے کہ غالباً حضرت بنوری رحمہ اللہ اپنی مصروفیات اور مجلس کی امارت کی اہمیت دونوں میں تطبیق اسطرح فرمانا چاہتے ہوں گے کہ اپنے معتمد اور جامع شخص جو مجلس کی امارت کے بوجھ کو اٹھا سکتے ہوں۔ وہ ان کو امیر بنا کر اور خود اپنی رہنمائی وتعاون کے ساتھ پیچھے رہ کر ان دونوں کاموں کی تقسیم کار کرنا چاہتے تھے۔ تا کہ جامعہ اور مجلس کے کام دونوں کما حقہ چلتے رہیں۔ اس لیے آپ کی نظر انتخاب حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ پر پڑی۔ چنانچہ آپ کو بطور خاص اجلاس میں ملتان تشریف لانے پر پختہ وعدہ لیا۔ قرائن بتاتے ہیں کہ اس کے لیے انہوں نے مفکر اسلام مولانا مفتی محمود صاحب رحمہ اللہ کو بھی اعتماد میں لیا۔ یہ دونوں بزرگ اس زمانہ میں ہر اہم کام میں ایک دوسرے کے مشورہ کو ضروری سمجھتے تھے۔ لیکن جب مجلس عمومی کا اجلاس ہوا تو صورتحال یکسر تبدیل ہو گئی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت قبلہ رحمہ اللہ نے جس ٹرین کو کندیاں سے پکڑنا تھا۔ اس سے رہ گئے۔ جو صبح ملتان پہنچتی ہے۔ دوسری ٹرین جو صبح کندیاں سے چلتی ہے اس نے ملتان اجلاس کے اختتام پر پہنچنا تھا۔ اس لیے آپ کندیاں سے واپس خانقاہ آگئے اور اجلاس کے وقت پر نہ پہنچ سکے۔ اس کے باعث سفر ملتوی کر دیا۔ مولانا محمد عبد اللہ صاحب بھکر والوں کو بھی آپ نے فرمادیا تھا کہ وہ رات کی ٹرین سے ملتان کے لیے سفر کریں۔

حضرت قبلہ خود تو رہ گئے۔ مولانا محمد عبد اللہ بروقت پہنچ گئے۔ حضرت شیخ بنوری رحمہ اللہ بھی صبح کے جہاز پر کراچی سے ملتان تشریف فرما ہو گئے۔ اجلاس شروع ہونے کا وقت ہو گیا۔ حضرت قبلہ نہیں۔ تو مولانا عبد اللہ نے عرض کیا کہ پروگرام تو پختہ تھا۔ ممکن ہے کہ ٹرین چھوٹ گئی ہو تو اب دوسری ٹرین سے دوپہر تک تشریف لائیں۔ حضرت بنوری رحمہ اللہ نے فرمادیا کہ صبح دس بجے کی بجائے اجلاس مؤخر کر دیا جائے۔ اس زمانہ میں ڈائریکٹ ڈائلنگ کا نظم نہ تھا۔ ہوتا بھی تو خانقاہ سراجیہ میں فون کی سہولت موجود نہ تھی۔ اس زمانہ میں چشمہ کالونی

ایک ارادت مند کے ذریعہ رابطہ ہوتا تھا۔ کال بک کرائی جاتی تو بھی گھنٹوں باری کی انتظار کرنا پڑتی تھی۔ اس تگ ودو میں ظہر کے بعد اجلاس شروع ہوا۔ جب دوسری ٹرین آ گئی اس پر حضرت قبلہ رحمہ اللہ تشریف نہ لائے۔ اب حضرت قبلہ رحمہ اللہ بھی تشریف نہیں لا سکے۔ حضرت شیخ بنوری رحمہ اللہ آپ سے مشورہ بھی نہ کر سکے۔ ادھر اجلاس حضرت بنوری رحمہ اللہ کی صدارت میں شروع۔ تلاوت کے بعد سابقہ اجلاس عمومی کی کارروائی پڑھی گئی۔ اس کی توثیق ہوتے ہی حضرت بنوری رحمہ اللہ کا نام پیش ہوا۔ تمام حاضرین نے یک زبان ہو کر نہ صرف تائید کی بلکہ ہاتھ بھی بلند کر دیے۔ حضرت بنوری رحمہ اللہ کچھ فرمانا چاہتے تھے کہ حضرت امیرِ شریعت رحمہ اللہ کے ساتھی، مفتی کفایت اللہ رحمہ اللہ کے شاگرد، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بانی رکن اور سرائیکی زبان کے نامور خطیب مولانا محمد شریف بہاولپوری رحمہ اللہ کھڑے ہو گئے۔ ان کو دیکھ کر حضرت بنوری رحمہ اللہ نے گفتگو کا آغاز روک دیا۔ حضرت بہاولپوری رحمہ اللہ نے کہا کہ حضرت (حضرت بنوری رحمہ اللہ) ختم نبوت کا کام آپ کے استاذ حضرت انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے امیرِ شریعت رحمہ اللہ کے ذمہ لگایا تھا۔ ہم سب نے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر حضرت امیرِ شریعت کے ساتھ امکانی حد تک جو بن پڑا قادیانیت کو لگام دی۔

حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ، ان کے رفقاء حضرت قاضی، حضرت جالندھری، حضرت مولانا لال حسین اختر رحمہم اللہ یکے بعد دیگرے ہمیں یتیم کر گئے۔ ان کی جدائی سے خمیدہ کمر، شکستہ دل اس ٹیم کی آپ امارت قبول فرمائیں۔ اس پر پورے اجتماع میں آہوں اور سسکیوں کا ایسا ماحول بنا کہ شام غریباں پر ان کے خطیب کیا بناتے ہوں گے۔ خود حضرت بنوری، مولانا محمد حیات، مولانا تاج محمود، مولانا محمد شریف جالندھری رحمہم اللہ اور دیگر حضرات نے بھی رو رو کر اپنی داڑھیوں کو آنسوؤں سے تر کر لیا۔ اس پر مولانا محمد شریف بہاولپوری رحمہ اللہ نے پھر بات کا آغاز کیا کہ:

حضرت! (حضرت بنوری) آپ امارت قبول کریں ہم نے جسطرح امیرِ شریعت کی اطاعت کی اور جس طرح قادیانیوں کو نتھ ڈالی۔ اس طرح تیار ہیں بلکہ بڑھ کر اطاعت کا وہ نمونہ پیش کریں گے کہ اولاد بھی اپنے والدین کی وہ اطاعت نہیں کر سکتی۔ جو ہم آپ کی کریں گے اور اگر امارت پر آپ آمادہ نہیں تو مولانا محمد شریف جالندھری سے چابیاں لے کر جذبات میں حضرت بنوری رحمہ اللہ کی طرف بڑھا دیں کہ یہ چابیاں ہیں۔ اس دفتر کو بند کر دیں۔ ہم بھی گھروں کو جاتے ہیں۔ اس پر پھر وہی آہ و بکا کی کیفیت، حضرت بنوری رحمہ اللہ نے صرف اتنا فرمایا بہت اچھا۔ پورا اجلاس خیر مقدمی کلمات سے گونج اٹھا۔ حضرت بنوری رحمہ اللہ کچھ فرمانا چاہتے تھے کہ مولانا حسین علیؒ (واربٹن والے) کھڑے ہوئے اور نائب امارت کے لیے مولانا محمد شریف جالندھری کا نام پیش کر دیا۔ اس کا بھی ایک پسِ منظر ہے۔ وہ یہ کہ مجلسِ شوریٰ کے دستور کے اعتبار سے مرکزی ناظم اعلیٰ کو امیرِ

مرکزیہ نامزد کرتے ہیں۔اس وقت ناظم اعلیٰ مولانا عبدالرحم اشعر تھے۔جب کہ تمام مبلغین اور ارا کین عمومی اس کام کے لیے مولانا محمد شریف جالندھری رحمہ اللہ کو موزوں سمجھتے تھے۔مگر رکاوٹ یہ کہ ناظم اعلیٰ کا اختیار۔وہ امیر مرکزیہ کے پاس تھا۔البتہ امیر مرکزیہ اور نائب امیر کا چناؤ وہ مجلس عمومی نے کرنا تھا۔مولانا منظور احمد شاہ حجازی، مولانا خدا بخش، مولانا قاضی اللہ یار، خود راقم اور اکثر دوست تیاری کے ساتھ مجلس عمومی کو قائل کر کے آئے تھے کہ مولانا محمد شریف جالندھری رحمہ اللہ کو مجلسِ عمومی نائب امیر بنا دے۔ناظم اعلیٰ نہ سہی، نائب امیر تو وہ ہو جائیں گے۔مولانا حسین علیؒ وار بٹن اچھے خطیب، خوب جہیر الصوت، ایک پاؤں سے معذور جس کے باعث ڈنڈا ہاتھ میں، پگڑی پہنے، چشمہ لگائے، انہوں نے حضرت شیخ بنوری رحمہ اللہ کے کچھ فرمانے سے قبل ڈنڈا اٹھایا۔اس کے سہارے کھڑے ہوئے۔خوب تیزی اور بلند آواز سے نائب امیر کے لیے مولانا محمد شریف جالندھری رحمہ اللہ کا جوں ہی نام پیش کیا مقابلہ میں کسی اور کا نام آنے کا موقعہ ہی نہ آنے دیا کہ اتنے میں ہال میں اکثر رفقاء کے ہاتھ مولانا محمد شریف جالندھری رحمہ اللہ کی نائب امارت کے لیے بلند ہو گئے۔کہاں حضرت بنوری رحمہ اللہ امیر بننے کے لیے خوشی سے آمادہ نہیں، وہ سب نے مولانا محمد شریف بہاولپوری کی قیادت میں رو رو کر آپ کو آمادہ کر لیا۔اب حضرت بنوری کچھ فرمانا چاہتے ہیں کہ مولانا محمد شریف جالندھریؒ کی نائب امارت کنفرم ہونے کو ہے۔

حضرت بنوری رحمہ اللہ نے ہال کے اس منظر کو دیکھا۔اکثر وبیشتر عمومی کے ارکان، علماء، مشائخ یا حضرت امیرِ شریعت، حضرت جالندھری کے تربیت یافتہ تھے۔جیسے پہلے عرض کیا ہے کہ حضرت بنوری رحمہ اللہ کا ارادہ تھا کہ حضرت قبلہ مولانا خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ کو امیر بنائیں گے۔اجلاس نے حضرت بنوری رحمہ اللہ کو امیر بنا لیا۔اب نائب امیر کے لیے مولانا محمد شریف جالندھری رحمہ اللہ کو لایا جا رہا ہے تو حضرت بنوری رحمہ اللہ نے ماحول کو دیکھا اور مولانا حسین علی سے فرمایا۔مولوی صاحب بیٹھ جائیے۔حضرت بنوری رحمہ اللہ کے اس جملہ پر پوری عمومی نے حضرت کے احترام میں سر جھکا لیے۔تو حضرت بنوری رحمہ اللہ نے فرمایا دیکھیے کہ اگر میں امیر ہوں تو نائب امیر مولانا خواجہ خان محمد رحمہ اللہ ہوں گے اور بس۔اس پر کوئی بات سننے کے لیے آمادہ نہیں اور آپ میں سے کوئی کچھ نہ کہے۔اب مجلسِ عمومی کے اکثر ارکان اور غالباً تمام مبلغین جو مولانا محمد شریف جالندھری رحمہ اللہ کو آگے لانا چاہتے تھے۔لگے بغلیں جھانکنے۔خلاف توقع سارا منصوبہ ہی ناکام ہو گیا۔ایک تو حضرت الامیر اور وہ بھی حضرت بنوری رحمہ اللہ۔ان کا حکم، دوسرا یہ کہ حضرت خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ کے نام کے سامنے آتے ہی پورے اجتماع میں سے ایک شخص بھی اس سے انکار کا سوچ بھی نہ سکتا تھا۔لیکن حضرت بنوری رحمہ اللہ ایسے خدا رسیدہ، معاملہ فہم رہنما اگلے ہی جملہ میں سب کے دل جوڑ دیے۔فرمایا کہ نائب امیر تو

مولانا خواجہ خان محمد صاحب ہی ہوں گے۔ ہاں آپ دوستوں کی اکثریت چاہتی ہے کہ مولانا محمد شریف جالندھری اہم ہیں۔تو میں انہیں ''ناظم اعلیٰ'' نامزد کرتا ہوں۔اب تو پورا اجتماع ''سبحان اللہ! ماشاء اللہ! ٹھیک ہے۔ بالکل منظور ہے۔ منظور ہے۔'' کی صداؤں سے گونج اٹھا۔ لیجیے! حضرت شیخ بنوری رحمہ اللہ نے جو امیر بنتے ہی پہلا فیصلہ کیا ''اگر میں امیر تو نائب امیر بہرحال مولانا خان محمد صاحب رحمہ اللہ ہوں گے اور آپ کہتے ہیں تو ناظم مولانا محمد شریف جالندھری رحمہ اللہ ہوں گے۔''اس پر ایسا اتفاق رائے ہوا کہ حضرت خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ کے مقابلہ میں دوسرا نام آنے کا نہ سوچا جا سکتا تھا اور نہ ہی پیش ہوسکتا تھا۔نہ سوچا جا سکا۔نہ پیش ہوسکا۔نہ حضرت بنوری رحمہ اللہ نے کسی کو پیش کرنے کی اجازت دی۔اس انتخاب کو میرے جیسا مجلس کا نیازمند خالصۃً منشاءِ خداوندی سے تعبیر کرتا ہے۔حضرت بنوری رحمہ اللہ نے پھر نصائح فرمائیں۔ بیوروکریسی، بہرحال بیوروکریسی ہوتی ہے۔ چاہے حکومتی ہو یا کسی دینی ادارے کی۔حضرت کے بیان کے دوران ہی مجلس عمومی کے رجسٹر پر حضرت بنوری رحمہ اللہ کے امیر مرکزیہ اور حضرت قبلہ رحمہ اللہ کے نائب اور مولانا محمد شریف جالندھری رحمہ اللہ کے ناظم اعلیٰ ہونے کے پانچ سطری عمومی کی کارروائی لکھ کر دعا سے قبل جونہی حضرت بنوری رحمہ اللہ کا بیان ختم ہوا، رجسٹریشن کر کے مولانا محمد شریف جالندھری رحمہ اللہ کی نظامت علیا پر بھی ساتھ دستخط کرا لیے۔دعا ہوگئی۔میرے خیال میں مجلس عمومی کی سب سے مختصر کارروائی جو رجسٹر پر درج ہوئی وہ اس اجلاس کی ہے۔

اس کے پیچھے یہ کہانی کارفرما تھی۔نہ اس کارروائی میں مولانا محمد شریف بہاولپوری رحمہ اللہ کی تقریر کے مندرجات نہ حضرت بنوری رحمہ اللہ کی تقریر کے مندرجات، نہ یہ تفصیل جو اوپر بیان ہوئی۔اس کا تذکرہ جو خدشہ تھا کہ کہیں شوریٰ حضرت بنوری رحمہ اللہ سے مولانا شریف جالندھری رحمہ اللہ کے علاوہ کسی اور کو ناظم اعلیٰ نہ بنوا دے۔اسے پکا کرانے کے لیے فوری کارروائی میں درج کر کے اس راستہ کو بند کر دیا گیا۔

قارئین محترم! راقم مجلس کی تاریخ نہیں لکھ رہا۔ بلکہ حضرت قبلہ رحمہ اللہ کے حالات قلمبند کر رہا ہے۔ اچھا ہوا کہ قدرے تفصیل آ گئی۔اس سے اگلے واقعات سمجھنے میں آسانی ہوگی۔اجلاس ختم ہوا۔سب اپنے اپنے گھروں کو شادمان و فرحان روانہ ہوگئے۔حضرت شیخ بنوری رحمہ اللہ نے کراچی کی فلائٹ پکڑنا تھی۔تو آپ نے مولانا محمد شریف جالندھری رحمہ اللہ کو حکم فرمایا کہ آپ میری طرف سے خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ کو خط لکھ دیں کہ آپ کا بہت انتظار کیا۔آپ کی وجہ سے اجلاس میں تاخیر کی۔آپ تشریف نہ لا سکے۔لیکن بنوری رحمہ اللہ نے آپ کو نائب بنا دیا ہے۔اب انکار کی گنجائش نہیں۔(یہ خلاصہ عرض کیا ہے)

مولانا محمد شریف جالندھری رحمہ اللہ دارالعلوم دیوبند کے فاضل، حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے شاگرد، حضرت امیرِ شریعت رحمہ اللہ، قاضی صاحب رحمہ اللہ، حضرت جالندھری رحمہ اللہ

کے تربیت یافتہ پہلے احرار پھر عالمی مجلس میں آپ کی صلاحیتوں نے اپنا سکہ منوایا۔ بلا کے زیرک انسان، نام ونمود سے کوسوں دور، کام کے دھنی، مقدر کے شہنشاہ، خدمت خلق، رفاہِ عامہ کے کاموں کے خوگر۔ آپ کو ناظم اعلیٰ کیا بنایا گیا گویا قدرت نے تحریک ختم نبوت 1974ء کے لیے ایک خاموش اور دور رس سوچ کے حامل جرنیل کو قادیانیت کے مقابلہ میں لا کھڑا کیا۔

لیجیے صاحب! مولانا محمد شریف جالندھری رحمہ اللہ نے حضرت شیخ بنوری رحمہ اللہ کے حکم پر حضرت قبلہ رحمہ اللہ کے نام خط لکھا۔ بڑے سائز کے لیٹر پیڈ مکمل صفحہ پر پوری تفصیلات درج تھیں۔ افسوس وہ خط محفوظ نہیں رہ سکا۔ ورنہ تاریخی خط تھا۔ اس خط کو حضرت قبلہ رحمہ اللہ کی خدمت میں لے جانے کی سعادت راقم کے حصہ میں قدرت نے رکھی تھی۔ اگلے روز خانقاہ شریف حاضر ہوا اور یہ خانقاہ سراجیہ میں راقم کی دوسری حاضری تھی۔ (اس سے قبل ایک بار مولانا محمد علی جالندھری رحمہ اللہ کے ساتھ حاضری ہوئی تھی) خط پیش کیا۔ حضرت قبلہ رحمہ اللہ اپنے کمرہ میں مریدوں کی جماعت کیساتھ تشریف فرما تھے۔ آپ کی جوانی تھی۔ آج سے سینتیس سال قبل کی بات ہے۔ داڑھی مبارک میں شاید ہی گنتی کے چند بال سفید ہوں گے۔ مجلس کے حوالہ سے پہلی سفارتی راقم کی حضرت قبلہ رحمہ اللہ سے ملاقات، خط پڑھا۔ تہہ کر کے دراز میں رکھا۔ سر اوپر اٹھایا۔ میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا مولوی صاحب کیا نام ہے؟ عرض کیا۔ اللہ وسایا۔ تو آپ نے فرمایا کہ ''اچھا! آپ بھی مولانا شریف صاحب کو نائب امیر بنوانے والوں میں شامل تھے۔'' میرے تو اوسان خطا ہوگئے۔ یا اللہ یہ کیا ہوگیا؟ حضرت قبلہ رحمہ اللہ کو مجھ سے پہلے کارروائی کس نے بتادی؟ کون مجھ سے پہلے یہاں پہنچ گیا؟ کارروائی ختم ہونے کے بعد میرے خیال میں راقم پہلا آدمی تھا کہ جو ملتان سے خانقاہ شریف آیا ہو مجھ سے پہلے کون آیا اور کارروائی کی رپورٹ بھی منفی پیش کی۔ کیس ہی خراب ہوگیا۔

راقم نے کانپتے جسم اور لرزتے ہونٹوں سے عرض کیا کہ حضرت آپ کے نام پر تو کسی نے اختلاف ہی نہیں کیا۔ آپ کے مقابلہ میں کوئی نام ہی نہیں آیا۔ پہلے ہاؤس نے رائے دی کہ مولانا محمد شریف جالندھری رحمہ اللہ نائب امیر ہوں۔ جب حضرت شیخ بنوری رحمہ اللہ نے آپ کا اعلان فرمایا کہ اگر مجھے امیر بنانا ہے تو نائب امیر مولانا خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ ہوں گے۔ اس پر کسی نے اختلاف نہیں کیا۔ سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا، نہ سوچا گیا اور یہ کہ مولانا محمد شریف جالندھری رحمہ اللہ کا اول میں جو نام پیش ہوا اس میں بھی دوسرے مولانا صوفی اللہ وسایا رحمہ اللہ ہیں وہ ڈیرہ غازیخان کے تھے۔ وہ بولے تھے۔ میں تو لائل پور میں مجلس کا مبلغ ہوں۔ (اور واقعہ بھی یہی تھا کہ مولانا شریف جالندھری رحمہ اللہ والی تجویز کا فقیر گو حامی تھا۔ لیکن ساری عمر پیچھے رہ کر راقم گیم بناتا رہا۔ خود کبھی آگے نہیں آیا۔ اس دن بھی یہی کیا تھا) اس پر حضرت قبلہ مسکرائے۔ فرمایا بہت اچھا اور ساتھ ہی

فرمایا کہ حضرت الاستاذ صاحب حضرت شیخ بنوری رحمہ اللہ کا حکم ہے۔ کیسے ٹال سکتا ہوں؟ یہ فرما کر تصویب وقبولیت کا بھی اظہار فرمایا۔ جوابی خط بھی تحریر فرمایا۔ جس کا قریباً یہی مفہوم تھا۔ کھانا کھایا، ظہر کے بعد کی مجلس میں حاضری رہی، رات کی گاڑی سے ملتان آ گیا۔ دو چار روز چھوڑ کر پھر حضرت مولانا محمد شریف جالندھری رحمہ اللہ خانقاہ تشریف لے گئے تو حضرت قبلہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں تو جمعیت علماء اسلام سے وابستہ ہوں۔ آپ نے مجھے نائب امیر بنا دیا۔ اس پر مولانا محمد شریف جالندھری رحمہ اللہ نے عرض کیا کہ یہ تو آپ جانیں اور آپ کے استاذ (حضرت شیخ بنوری رحمہ اللہ) اس پر حضرت قبلہ مسکرا دیے۔ اس ملاقات میں مولانا محمد شریف جالندھری رحمہ اللہ نے عرض کیا کہ حضرت مہینہ میں ایک دن دفتر مرکزیہ کے لیے مختص فرمادیں تا کہ مہینہ بھر کی رپورٹ پیش کی جا سکے اور اگلے مہینہ کے پروگراموں کی بابت مشورہ ہو جایا کرے۔ چنانچہ سالہا سال اس پر عمل ہوتا رہا۔

تحریک ختم نبوت 1974ء:

9 اپریل 1974ء کو مجلس تحفظ ختم نبوت کی حضرت بنوری رحمہ اللہ نے امارت اور حضرت قبلہ رحمہ اللہ نے نائب امارت سنبھالی۔ ایک ماہ بیس دن بعد 29 مئی کو اسٹیشن چناب نگر (ربوہ) پر ملتان نشتر میڈیکل کے طلباء پر ٹرین پر قادیانی اوباشوں نے مرزا طاہر کی قیادت میں حملہ کر دیا۔ ٹرین کے فیصل آباد پہنچنے سے قبل مولانا تاج محمود رحمہ اللہ کو جونہی اطلاع ہوئی شہر فیصل آباد میں اعلان کرا دیا۔ چناب ایکسپریس کے پہنچنے سے قبل اسٹیشن پر پورا فیصل آباد اُمڈ آیا۔ گوجرہ، ٹوبہ، شورکوٹ، عبدالحکیم، خانیوال، ملتان جہاں جہاں ٹرین کے سٹاپ تھے وہاں کے مسلمانوں کو مولانا تاج محمود رحمہ اللہ، مولانا محمد شریف جالندھری رحمہ اللہ نے اطلاعیں کیں۔ ہر جگہ احتجاجی مظاہرے شروع ہو گئے۔ 29 مئی 1974ء کو حضرت بنوری رحمہ اللہ سرحد کے سفر پر تھے۔ سردار میر عالم لغاری کو کراچی فون کر کے حضرت بنوری رحمہ اللہ کو فوری راولپنڈی پہنچنے کا عرض کیا گیا۔ اتفاق کی بات ہے کہ راولپنڈی سے سوات حضرت بنوری رحمہ اللہکو اطلاع دہی کے لیے مولانا قاری زرین احمد مدرس جامعہ فرقانیہ کی ڈیوٹی لگی۔ وہ بھی ہمارے حضرت قبلہ رحمہ اللہ کے مرید ہیں۔ حضرت بنوری رحمہ اللہ اسلام آباد تشریف لائے۔ حضرت مفتی محمود رحمہ اللہ اسمبلی کے اجلاس کے سلسلہ میں اسلام آباد تھے۔ ان سے مشورہ کے بعد 3 جون کو راولپنڈی اجلاس طلب کیا گیا۔ اس اجلاس میں شرکت کے لیے آتے ہوئے مولانا تاج محمود، مولانا زین العابدین، مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف رحمہم اللہ کو لالہ موسیٰ سے گرفتار کر لیا گیا۔ تاہم اجلاس ہوا۔ اس میں بھی حضرت قبلہ تشریف لائے۔ اس اجلاس میں طے ہوا۔ کہ 9 جون کو لاہو میٹنگ طلب کی جائے۔ جس میں مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کی تشکیل کی جائے۔ شیر انوالہ میں اجلاس ہوا۔ اس میں ملک بھر کی دینی قیادت جہاں جمع تھی

ہمارے حضرت قبلہ رحمہ اللہ بھی موجود تھے۔ چنانچہ اس میں حضرت بنوری رحمہ اللہ کو مجلس عمل کا کنوینئر مقرر کیا گیا اور مجلس تحفظ ختم نبوت کی نمائندگی کے لیے مرکزی مجلس عمل میں چار حضرات کو شامل کیا گیا۔ حضرت قبلہ، مولانا محمود، مولانا محمد شریف، سردار میر عالم خان لغاری رحمہم اللہ۔ اس اجلاس میں 14 جون کو قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کے لیے ملک بھر میں ہڑتال کی اپیل کی گئی۔ پورے ملک میں اس ہڑتال کو کامیاب بنانے کے لیے اور ملک میں تحریر کو منظّم کرنے کے لیے بھرپور جدوجہد کا اعلان کیا گیا۔ جناب وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو نے آکر لاہور ڈیرے لگائے۔ علماء سے ملاقاتیں، اس طرح اس ہڑتال کی اپیل کو واپس لینے کی کوشش کی۔ ہڑتال ہوئی اور پورے ملک میں ہوئی۔ ایسی ہڑتال کہ شاید اس کی مثال پیش نہ کی جاسکے۔

16 جون کو فیصل آباد میں مجلس عمل کا اجلاس ہوا۔ اس اجلاس میں جہاں ملک بھر کی سیاسی و مذہبی جماعتوں کے سربراہان شریک تھے۔ حضرت قبلہ رحمہ اللہ بھی تشریف لائے۔ رات کو جامع مسجد کچہری بازار میں جلسہ عام ہوا۔ حضرت شیخ بنوری رحمہ اللہ، حضرت قبلہ، حضرت مفتی محمود، مولانا شاہ احمد نورانی، نوابزادہ نصر اللہ خان رحمہم اللہ جب ایک ساتھ سٹیج پر تشریف فرما ہوئے تو فلک سے فرشتوں نے بھی جھوم جھوم کر اس قیادت کو دیکھا کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس کے دشمن قادیانیوں کے مقابلہ میں امت کس طرح اکٹھی ہے؟ مجلس عمل کے اجلاس میں شرکت کے لیے حضرت بنوری رحمہ اللہ تشریف لائے تو آپ کا قیام حضرت مولانا مفتی زین العابدین رحمہ اللہ کے مکان پر تھا۔ حضرت قبلہ رحمہ اللہ ملنے کے لیے گئے تو حضرت بنوری رحمہ اللہ سروقد کھڑے ہوگئے۔ گھنٹوں اجلاس کے بارہ میں اور پورے ملک کی صورتحال پر حضرت بنوری رحمہ اللہ و حضرت قبلہ رحمہ اللہ کا مشورہ جاری رہا۔ اس ملاقات میں حضرت قبلہ رحمہ اللہ حضرت بنوری رحمہ اللہ کے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھے تو حضرت بنوری رحمہ اللہ نے فرمایا۔ آپ ایسے نہ بیٹھیں۔ مجھے تکلیف ہوتی ہے۔ لیکن حضرت قبلہ رحمہ اللہ اپنے استاذ کے احترام میں برابر اس طرح بیٹھے رہے۔ حضرت بنوری رحمہ اللہ نے بھی حضرت قبلہ رحمہ اللہ کے قلبی احترام کی کیفیت دیکھی تو اصرار چھوڑ دیا۔

اسمبلی میں قادیانی مسئلہ پیش ہوا تو امت کی طرف سے محضر نامہ، اسمبلی میں پیش کرنے کے لیے حضرت بنوری، حضرت مفتی صاحب رحمہما اللہ مصروف ہوگئے۔ اب اس خلاء کو ملک بھر میں پر کرنے کے لیے حضرت قبلہ رحمہ اللہ نے دورے کیے۔ اس دوران میں حضرت بنوری رحمہ اللہ، حضرت مفتی صاحب کا حضرت قبلہ سے برابر رابطہ رہا۔

یکم جولائی کو مرکزی مجلس عمل کا راولپنڈی میں اجلاس ہوا۔ حضرت بنوری، حضرت مفتی محمود، مولانا شاہ احمد نورانی، مولانا عبدالحق، آغا شورش کاشمیری، نوابزادہ نصر اللہ خان، علامہ احسان الٰہی ظہیر، مولانا حبیب اللہ

بنوری رحمہم اللہ اور دیگر قائدین کے شانہ بشانہ حضرت قبلہ رحمہ اللہ بھی اجلاس میں تشریف فرما ہوئے اور اپنی رائے عالی سے قائدین کو نوازا حضرت قبلہ رحمہ اللہ نے خانقاہ سراجیہ کے جملہ متعلقین کو ملک بھر میں عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے اپنا کردار ادا کرنے کا جہاں حکم فرمایا وہاں خانقاہ شریف میں برابر دعاؤں کا بھی اہتمام کیا۔ میانوالی کے ارکان اسمبلی کو قائل کرنے کے لیے اپنا اثر ورسوخ استعمال کیا۔ غرض اس تحریک کو کامیاب بنانے کے لیے آپ نے شب وروز ایک کر دیے۔

14 جولائی کو گول مسجد سرگودھا میں دن کو کنونشن، رات کو جلسہ عام ہوا۔ جہاں مرکزی قیادت نے شرکت فرمائی۔ وہاں حضرت قبلہ رحمہ اللہ بھی تشریف لائے۔ 13 اگست کو مرکزی مجلس عمل کا فیصل آباد میں اجلاس ہوا۔ یکم ستمبر کو دن شیرانوالہ ملک بھر کے علماء کا کنونشن، رات کو شاہی مسجد میں جلسہ عام ہوا۔ حضرت قبلہ رحمہ اللہ کنونشن، وشاہی مسجد کے جلسہ عام میں حضرت بنوری رحمہ اللہ، حضرت مفتی محمود رحمہ اللہ، میاں عبدالہادی رحمہ اللہ، مولانا شاہ احمد نورانی، مولانا عبداللہ درخواستی رحمہ اللہ، خواجہ قمرالدین سیالوی، مولانا عبدالقادر روپڑی کے شانہ بشانہ تمام اجلاسوں میں شریک رہے۔ آخری اجلاس راولپنڈی میں منعقد ہوا۔ اس سے قبل ''بندرانائی کے'' کے اعزاز میں ایک استقبالیہ میں جناب ذوالفقار علی بھٹو مرحوم اور چوہدری ظہور الٰہی کا آمنا سامنا ہوا۔ ظہور الٰہی جھانسہ دے کر نکلنا چاہتے تھے۔ بھٹو صاحب نے آواز دے کر کہا کہ چوہدری صاحب کیوں چھپ کر جا رہے ہو؟ ادھر آؤ۔ اتنے میں لاء سیکرٹری افضل چیمہ آ گئے۔ تو بھٹو صاحب نے چیمہ صاحب کو کہا کہ آپ ظہور الٰہی کو سمجھائیں۔ یہ میرا مخالف ہو گیا ہے۔ ظہور الٰہی نے کہا کہ نہیں ہمیں آپ سے اصولی اختلاف ہیں۔ ہم اخلاص سے آپ سے اختلاف کرتے ہیں۔ اس سے آگے مولانا تاج محمود رحمہ اللہ کی زبانی سنیے۔ فرماتے ہیں۔

''ظہور الٰہی نے کہا کہ: ''ہم اخلاص اور نیک نیتی سے آپ پر تنقید کرتے ہیں۔ اب ختم نبوت کا مسئلہ آپ کے سامنے ہے۔ اسے حل کیجیے اور قوم کے ہیرو بن جایے۔ بھٹو صاحب نے کہا کہ اگر میں 14 جون کو (ملک گیر ہڑتال کے دن) اس مسئلہ کو مان لیتا تو ہیرو بن سکتا تھا۔ لیکن بعد از خرابی بسیار مسئلہ ماننے سے ہیرو کیسے بن سکتا ہوں؟ افضل چیمہ نے کہا کہ بھٹو صاحب باقی علماء کو تو مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دینے پر اتنا اصرار نہیں ہے۔ البتہ چوہدری ظہور الٰہی صاحب بڑا اصرار کر رہے ہیں۔ اترا رہا ہے اور ضد کر رہا ہے۔ میں نے کہا کہ بھٹو صاحب یہ چیمہ صاحب آپ کے سامنے اپنے نمبر بنا رہے ہیں۔ میں ضد نہیں کر رہا۔ علماء کا اپنا مؤقف ہے وہ میرے تابع نہیں ہیں۔ ایک دینی مؤقف اور شرعی امر ہے۔ علماء کرام کو یوں مطعون کرنا چیمہ صاحب کے لیے مناسب نہیں ہے اور صرف علماء کرام نہیں بلکہ اس وقت تمام اسلامیان پاکستان اس مسئلہ کو حل کرانے کے لے سراپا تحریک بنے ہوئے ہیں۔

دنیائے اسلام کی نگاہیں اس مسئلہ کے لیے آپ کی طرف لگی ہوئی ہیں۔ دنیائے اسلام کے مسلمان اس مسئلہ کا مثبت حل چاہتے ہیں۔ اسے صرف مولویوں کا مسئلہ کہہ کر چیمہ صاحب آپ کو گمراہ کر رہے ہیں۔ علماء کرام قطعاً اس مسئلہ میں کسی قسم کی معمولی سی لچک پیدا کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ آپ اس بارے میں علمائے کرام سے خود دریافت کرلیں۔ بلکہ میں ایسے عالم دین کا نام بتاتا ہوں جو آپ کے لیے دل میں نرم گوشہ رکھتے ہیں۔ آپ ان سے پوچھ لیں کہ مسئلہ ختم نبوت فروعی امر ہے یا دین کا بنیادی مسئلہ ہے۔ اس کا تحفظ کرنا مسلمان حکومت کے لیے ضروری ہے یا نہیں؟ بھٹو صاحب نے کہا کون سے عالم دین۔ میں نے کہا کہ مولانا ظفر احمد انصاری ان سے پوچھ لیں اگر وہ ختم نبوت کے مسئلہ کو فروعی مسئلہ سمجھتے ہوں تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ ہم تحریک سے لاتعلق ہو جائیں گے۔ بھٹو صاحب نے چیمہ صاحب کی ڈیوٹی لگائی ہے کہ وہ مجھے (ظہور الٰہی) کے ساتھ لے کر مولانا ظفر احمد انصاری سے ملیں اور ان کا مؤقف معلوم کریں۔ چنانچہ اب وقت ہوگیا ہے۔ چیمہ صاحب میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔ ہم دونوں نے مولانا ظفر احمد انصاری سے ملنا ہے۔ مولانا مفتی زین العابدین اور مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف رحمہما اللہ کے چیمہ صاحب اور مولانا ظفر احمد انصاری سے اچھے تعلقات تھے۔ چیمہ صاحب تو ویسے بھی فیصل آباد کے علاقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ چنانچہ طے ہوا کہ یہ دونوں حضرات بھی آپ کے ساتھ جائیں۔ چوہدری ظہور الٰہی رحمہ اللہ، افضل چیمہ، حکیم عبدالرحیم اشرف رحمہ اللہ، مولانا مفتی زین العابدین رحمہ اللہ اور مولانا ظفر احمد انصاری کی طویل گفتگو ہوئی۔ مولانا ظفر احمد انصاری نے صراحتہً فرمایا کہ ختم نبوت کا مسئلہ دین کا بنیادی مسئلہ ہے۔ اس کو فروعی مسئلہ قرار دینا غلط ہے۔ حقیقت میں خود افضل چیمہ اس مسئلہ میں ضد کر رہے تھے۔ تمام حضرات کی گرفت سے چیمہ صاحب نرم ہوگئے تو ہاتھ جھٹک کر کہا کہ آپ لوگ ملک کی جڑیں کھوکھلی کرنا چاہتے ہیں تو بڑے شوق سے جو چاہے کر جائیے۔ بہر حال مولانا ظفر احمد انصاری کی گفتگو کی رپورٹ بھٹو صاحب کو دی گئی۔''

اس کے بعد قومی اسمبلی کے دفاتر میں سب کمیٹی کا اجلاس تھا۔ ظہور الٰہی، مفتی محمود، پروفیسر غفور احمد، مولانا شاہ احمد نورانی، حفیظ پیرزادہ، مولانا کوثر نیازی، افضل چیمہ شریک ہوئے۔ اجلاس میں جاتے وقت مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ نے ہمیں حکم فرمایا کہ آپ لوگ چل کر راجہ بازار میں مجلس عمل کی میٹنگ کریں۔ میں نے مفتی صاحب رحمہ اللہ سے استدعا کی کہ سب کمیٹی کی مثبت یا منفی جو بھی کارروائی ہو ہمیں حکومت کے رویہ سے ضرور باخبر رکھیں۔ تاکہ اسی روشنی میں ہم مجلس عمل میں اپنی پالیسی طے کرسکیں۔ دارالعلوم (راجہ بازار) میں میٹنگ شروع ہوئی۔ آغا شورش کاشمیری رحمہ اللہ کی صحت ناساز تھی۔ وہ میٹنگ میں لیٹ شریک ہوئے۔ حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ نے اجلاس کی صدارت فرمائی۔ سید مظفر علی شمسی، سید محمود احمد رضوی، مولانا خواجہ خان

محمد رحمہ اللہ، مولانا محمد شریف جالندھری رحمہ اللہ، سردار میر عالم خان لغاری، بندہ (مولانا تاج محمود رحمہ اللہ)، مفتی زین العابدین رحمہ اللہ، حکیم عبد الرحیم اشرف، علی غضنفر کراروی، مولانا غلام اللہ خان، مولانا غلام علی اوکاڑوی، مولانا احسان الٰہی ظہیر، مولانا عبید اللہ انور رحمہ اللہ، نوابزادہ نصر اللہ خان، زمان خان اچکزئی، مولانا محمد علی رضوی، مولانا عبد الرحمٰن جامعہ اشرفیہ، مولانا صاجبزادہ فیض رسول حیدر اور دوسرے کئی حضرات شریک اجلاس ہوئے۔ پوری مجلس عمل اس پر غور کر رہی تھی کہ اگر حکومت مطالبات تسلیم نہ کرے تو پھر ہمیں تحریک کو کن خطوط پر چلانا ہوگا اور اب مرزائیوں سے زیادہ حکومت سے مقابلہ ہوگا۔ سبھی حضرات تحفظ ناموس ختم نبوت کے لیے جان کی بازی لگانے پر تیار تھے۔ اتنے میں مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ کا فون آ گیا کہ حالات پر امید ہیں توقع ہے کہ سب کمیٹی کسی متفقہ مسودہ پر کامیاب ہو جائے گی۔ حفیظ پیرزادہ نے بھٹو کو فون کر کے سب کمیٹی کی کارروائی سے باخبر کیا۔ بھٹو صاحب مرحوم نے تمام اراکین کمیٹی کو اپنے ہاں طلب کیا۔ تھوڑی دیر گفتگو ہوئی۔ بھٹو صاحب نے تمام کا مؤقف سنا اور کہا کہ اب مزید وقت ضائع نہ کریں رات بارہ بجے دوبارہ اجلاس ہوگا۔ آپ تمام حضرات تشریف لائیں۔ اس وقت دوٹوک فیصلہ کریں گے۔ ہم لوگ اپنی میٹنگ سے فارغ ہوئے۔ امید و یاس کی کیفیت طاری تھی۔ میں سخت پریشان تھا۔ بھٹو صاحب جیسے چالاک آدمی سے پالا پڑا تھا۔ کسی وقت بھی وہ جھٹکا دے کر تحریک کو کچلنے کا فیصلہ کر سکتے تھے۔ تمام حالات ہمارے سامنے تھے۔ میں انتہائی پریشانی کے عالم میں مولانا محمد رمضان علوی کے گھر گیا۔ مجھے اندیشہ تھا کہ اگر فیصلہ صحیح نہ ہوا تو میری جان نکل جائے گی۔ ان کے ہاں کروٹیں بدلتے وقت گذرا۔ رات کو راجہ بازار کی جامع مسجد میں جلسہ عام منعقد ہوا۔

مقررین نے بڑی گرم تقریریں کیں۔ ہجوم آتش فشاں پہاڑ کی شکل اختیار کیے ہوئے تھا۔ اعلان کیا گیا کہ کل اگر ہمارے مطالبات نہ مانے گئے تو راجہ بازار میں شہیدان ختم نبوت کی لاشوں کا انبار ہوگا۔ جوں جوں وقت گذرتا جا رہا تھا۔ جلسہ کی تقریروں میں شدت پیدا ہوتی جا رہی تھی۔ بھٹو صاحب جلسہ کی ایک ایک منٹ کی کارروائی سے باخبر تھے۔ تمام حالات ان کے سامنے تھے۔ رات بارہ بجے حسبِ پروگرام بھٹو صاحب کی صدارت میں کمیٹی کا اجلاس ہوا۔ پنڈی میں جلسہ ہو رہا تھا۔ اسلام آباد میں میٹنگ ہو رہی تھی۔

ڈیڑھ بجے کے قریب مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ، مولانا شاہ احمد نورانی، پروفیسر غفور احمد اور چوہدری ظہور الٰہی ڈیڑھ گھنٹہ کے مذاکرات کے بعد جلسہ میں تشریف لائے۔ مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ نے سٹیج پر چڑھنے سے قبل مجھے اشارہ سے بلوایا اور فرمایا۔ مبارک ہو۔ کل آپ کی انشاء اللہ العزیز جیت ہو جائے گی لیکن اس کا ابھی افشا نہ کریں کہ حکومت کا اعتبار نہیں ہے۔ میں سٹیج پر آیا۔ شیخ بنوری رحمہ اللہ کے کان میں کہا کہ افشا نہ کریں۔ لیکن آپ کو مبارک ہو۔ شیخ بنوری رحمہ اللہ کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔ الحمد للہ!

(تحریک ختم نبوت 1974ء، ج ۳ ص ۳۲۵ تا ۳۲۹)

آپ نے یہ طویل اقتباس ملاحظہ کیا۔ اگلے دن 7 ستمبر 1974ء ظہر کے بعد قومی اسمبلی کا اجلاس ہوا اور متفقہ طور پر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا۔ سامعین گرامی! اس طویل اقتباس سے اتنی عرض مقصود تھی کہ ایک تو تحریک ختم نبوت 1974ء جن نازک مراحل سے گذری۔ اس کی تفصیل آپ کے سامنے آجائے۔ دوسرا یہ کہ حضرت مولانا مفتی محمود اپنے گرامی رفقاء کے ساتھ جناب بھٹو اور انکے رفقاء سے مشورے کر رہے تھے ادھر شیخ بنوری اور مولانا خواجہ خان محمد صاحب رحمہما اللہ پورے ملک کی دینی قیادت کے ساتھ سر جوڑ کر حالات کی گتھی سلجھانے کے لیے فکر مند تھے۔ حضرت قبلہ رحمہ اللہ بھی حضرت بنوری رحمہ اللہ کے ساتھ تحریک کے ہر لمحہ و ہر آن میں برابر شریک تھے۔ تحریک کامیاب ہوئی۔ اس پر دو باتوں کو پھر یاد کریں۔

۱...... حضرت اعلیٰ رحمہ اللہ نے حضرت خواجہ محمد عمر رحمہ اللہ سے مولانا خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ کو کیوں مانگا تھا اور پھر............۔

۲...... حضرت ثانی رحمہ اللہ نے تحریک ختم نبوت 1953ء میں حضرت قبلہ کو اپنی جگہ کیوں گرفتار کرایا اور ان دو باتوں کو حضرت ثانی رحمہ اللہ کے اس فرمان کی روشنی میں پڑھیں۔ ''میں مولانا خواجہ خان محمد صاحب کو تیار کر رہا ہوں۔''

وہ تیاری تھی، امت مسلمہ کی، مسئلہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے قیادت و سیادت جو حضرت شیخ بنوری رحمہ اللہ کے بعد حضرت قبلہ رحمہ اللہ کے حصہ میں آئی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اللہ رب العزت کا فضل و کرم ہوا کہ قادیانی حماقت و ظلم سے جو تحریک ختم نبوت 29 مئی 1974ء کو چناب نگر (ربوہ) ریلوے اسٹیشن سے شروع ہوئی 7 ستمبر 1974ء کو پاکستان کی پارلیمنٹ کے فیصلہ پر منتج ہوئی۔ جس میں مرزا قادیانی ملعون کے ماننے والوں کے دونوں گروپ' لاہوریوں اور قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا۔ یہ فیصلہ 19 شعبان 1394ھ کو ہوا، جس کے دس دن بعد رمضان شریف آ گیا۔ رمضان المبارک میں خانقاہ سراجیہ کی قیام اللیل کی جو بہاریں ہوتی ہیں وہ محتاج بیان نہیں۔ قبلہ حضرت صاحب اس میں مصروف تھے۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا محمد یوسف بنوری نے رمضان شریف حرمین شریفین میں گزارا۔ شوال میں آپ کا قادیانیت کے تعاقب میں افریقی و یورپی ممالک کا سفر ہوا۔ جہاں سے واپسی کے بعد 15 ذیقعدہ 1394ھ مطابق 30 نومبر 1974ء کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی مجلس شوریٰ کا اجلاس ملتان میں ہوا۔ قبلہ حضرت صاحب سفر حج پر تھے۔ اس اجلاس میں آپ شریک نہ ہو سکے۔

اجلاس ہالیجی شریف:

سندھ میں تحریک ختم نبوت 1974ء کے بعد کام کرنے اور اسے وسعت دینے کیلئے خانقاہ ہالیجی شریف میں 30 جمادی الثانی 1395ھ مطابق 11 جولائی 1975ء کو شیخ الاسلام حضرت بنوری نے اجلاس رکھا۔اس میں حضرت مولانا عبدالکریم قریشی وعدہ کے باوجود اچانک اتفاقی حادثہ کے باعث تشریف نہ لاسکے۔صاحبزادہ مولانا محمود اسعد مولانا محمود احسن' مولانا نذیر حسین' مولانا انور، مولانا گل محمد، مولانا جمال اللہ الحسینی' مولانا محمد شریف جالندھری' سردار میر عالم خان لغاری' جہاں اس میں شریک ہوئے وہاں حضرت قبلہ بھی شریک اجلاس ہوئے۔اس اجلاس کی برکتیں ہیں کہ آج سکھر' گمبٹ' حیدرآباد' کنری' ٹالھی' کراچی غرض کئی مقامات پر سندھ میں مجلس کے عظیم الشان دفاتر' مراکز اور مساجد ہیں اور اندرون سندھ میں قادیانیت کا بھرپور اور مؤثر تعاقب جاری ہے اور اسلامیان سندھ بھی کسی طرح قادیانیت کے احتساب میں باقی امت سے پیچھے نہیں بعد میں کئی بار کئی ہفتوں کے دوروں پر اندرون سندھ حضرت قبلہؒ تشریف لے گئے۔چھوٹے بڑے شہروں کے اس دوران میں سفر ہوئے۔حق تعالی حضرت قبلہ کی تربت پر اپنی رحمتوں کی موسلادھار بارش نازل فرمائیں۔آپ نے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کیلئے جس جانفشانی کے ساتھ کام کرنے کی طرح ڈالی ہے۔اب بڑے سے بڑا صاحب عزیمت بھی اس معیار کو شاید برقرار نہ رکھ سکے۔اللہ تعالی کے ہاں تو کوئی کمی نہیں ورنہ دور دور تک اس خلاء کے پر ہونے کی صورت بظاہر نظر نہیں آتی۔لیکن۔ **وما ذالک علی اللہ بعزیز!**

چناب نگر (ربوہ) میں مرکز ختم نبوت کا قیام:

7 ستمبر 1974ء کے فیصلہ کے نتیجہ میں جہاں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا وہاں قادیانیوں کے مرکز چناب نگر (ربوہ) کو کھلا شہر قرار دینے کیلئے چناب نگر میں آرایم مقرر ہوئے۔چناب نگر کو سب تحصیل قرار دیا۔گیا۔پولیس' ڈاک' بجلی ریلوے' بلدیہ تمام' تعلیمی وسرکاری محکموں میں قادیانیوں کی بجائے مسلمان عملہ تعینات ہوا 26 دسمبر 1974ء کو آرایم کی عدالت کے ایک تھڑے پر مولانا سید ممتاز الحسن شاہؒ نے پہلی نماز پڑھائی۔مولانا محمد شریف جالندھریؒ مولانا عزیز الرحمٰن خورشید' جناب منیر احمد خان لغاری' آرایم چناب نگر اور دو دیگر مسلمان نمازی تھے پھر مستقل اسی تھڑا پر نمازیں ہوتی رہیں۔جمعہ آرایم صاحب کی عدالت کے ہال میں پڑھا جاتا رہا۔10 جنوری 1976ء کو بنوری ٹاؤن کراچی میں حضرت بنوریؒ کی زیر صدارت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مجلس شوریٰ کا اجلاس منعقد ہوا۔دیگر حضرات کے علاوہ حضرت قبلہ بھی

شریک اجلاس ہوئے۔

1-اس اجلاس میں ملتان حضوری باغ روڈ پر نئے مرکز کے تعمیر کا فیصلہ ہوا۔

2-چناب نگر(ربوہ) میں کام کو وسعت دینے کا بھی فیصلہ ہوا۔

چنانچہ 25 جنوری 1976ء کو ریلوے اسٹیشن چناب نگر کے معائنہ کے لئے جو افسر تشریف لائے مولانا تاج محمود رحمہ اللہ کی ان سے ملاقات تھی۔ انہوں نے عملہ سے مسجد بنانے کا اشارہ کیا۔ سید محمد اسحاق شاہ ؒ ریلوے اسٹیشن ماسٹر چناب نگر تھے۔ انہوں نے ہمت کی مولانا تاج محمود رحمہ اللہ نے ان کی حوصلہ افزائی کی۔ مسجد محمدیہ کی تعمیر شروع ہوگئی۔ مجلس نے اس کے جملہ مصارف برداشت کئے۔ امام وخطیب کا اہتمام بھی مجلس نے کیا۔ پھر اسی مسجد میں جمعہ‘ عیدین‘ تراویح‘ کانفرنسیں۔ اس کی لحہ بہ لحہ تاریخ کو قلمبند کرنے کی ضرورت ہے۔

چناب نگر میں پہلا عوامی اجتماع:

قارئین کرام! راقم نے یہ کہانی اس لئے شروع کی کہ دسمبر میں چنیوٹ میں مجلس کے زیر اہتمام آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوتی تھی۔ ایک بار کانفرنس میں جمعہ کا دن بھی آ گیا تو فیصلہ کیا کہ جمعہ چناب نگر مسجد محمدیہ میں ہوگا۔ یہ مجلس کا چناب نگر میں پہلا عوامی اجتماع تھا۔ اس کا اعلان کر دیا گیا جمعہ حضرت قبلہ کا پڑھانا طے ہوا۔ دسمبر کی سردی‘ حضرت قبلہ رات ایک بجے ماڑی انڈس ٹرین پر تشریف لائے رات اسی مسجد میں قیام فرمایا اور صبح جمعہ کی فجر سے عصر تک یہاں قیام فرمایا شام کو چنیوٹ تشریف لیجا کر وہاں کانفرنس میں شمولیت فرمائی۔ اسطرح مسجد محمدیہ میں جمعہ کا سب سے بڑا عوامی پہلا اجتماع ہوا۔ مسجد کا اندر باہر اسٹیشن کے دور دور تک صفیں تھیں آپ کی امامت میں جمعہ ادا کیا گیا۔ فالحمدللہ!

چناب نگر کو کھلا شہر قرار دینے کیلئے گورنمنٹ نے دوسرا اقدام یہ کیا کہ چناب نگر کی حدود کی توسیع کر کے اس میں چھنی وغیرہ کے چکوک شامل کئے۔ اس میں مسلمان آباد تھے۔ وہ چناب نگر کے رہائشی بن گئے۔ تیسرا اقدام حکومت نے یہ کیا کہ چناب نگر کے مشرق میں دریائے چناب کے کنارے مسلم کالونی پچاس ایکڑ پر ڈیزائن کی۔ اوائل 1976 میں مولانا تاج محمود رحمہ اللہ، مولانا محمد شریف جالندھری رحمہ للہ نے چپکے سے اس کالونی کے 9 کنال پلاٹ برائے مسجد و مدرسہ کے حصول کی درخواست دے دی۔ 28 جون 1976ء کو اس پلاٹ کا قبضہ ملا۔ اب فوری طور پر اس جگہ مسجد مدرسہ کے اجراء کا مرحلہ سر کرنا تھا۔ اس کیلئے بھی حق تعالی نے ہمارے حضرت قبلہ مولانا خواجہ خان محمد صاحب کا انتخاب فرمایا اس سلسلہ میں ہفت

روزہ لولاک کی اشاعت یکم جنوری 1978ء کے ایک مضمون سے بمع سرخی ذیل کے اقتباس کو ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت مولانا خان محمد صاحب سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ ربوہ میں:

7 جولائی 1976ء مطابق ۸ رجب 1396ھ بروز بدھ مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ (ان دنوں نائب امیر تھے) شیخ طریقت مولانا خان محمد صاحب دامت برکاتہم ومتع اللہ المسلمین بطول حیاتہم سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ کندیاں تشریف لائے اس پلاٹ پر عصر کی با جماعت نماز پڑھائی اور دعا کی کہ اللہ رب العزت اس مسجد کو رشد و ہدایت اور تعلیم و تبلیغ کا مرکز بنائے اور ہم سب کو اس کی تعمیر اور آباد کرنے کی توفیق ارزاں فرمائے۔ اس تقریب سعید کا گو پہلے سے اعلان نہ کیا گیا تھا۔ اس کے باوجود ربوہ میں رہنے والے مسلمان نماز میں شریک ہوئے۔ حضرت الامیر کے علاوہ مولانا محمد شریف جالندھری مرکز کی نمائندگی کر رہے تھے۔ فیصل آباد سے مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنما مولانا تاج محمود، مولانا فقیر محمد، حاجی بشیر احمد، رانا نصر اللہ خان، جناب برکت داد پوری نمائندہ نوائے وقت شریک ہوئے۔ چوہدری ظہور احمد' شیخ مقبول احمد' شیخ منظور احمد' سالار فیروز اور بیسیوں کارکن چنیوٹ سے تشریف لائے۔ چک جھمرہ سے سید ظفر علی شاہ کی قیادت میں ایک دستہ رضا کاروں اور کارکنوں کا پہنچ گیا تھا۔ گوجرہ کے احباب بھی شریک ہوئے۔ یہ سادہ اور پر خلوص تقریب 2 گھنٹے تک جاری رہی حضرت امیر شریعت کے پرانے رفیق کار مولانا عبدالرحمٰن میانوی اجتماعی دعا میں شریک نہ ہو سکے۔ لیکن بعد میں انہوں نے بھی اس پلاٹ میں نماز پڑھی اور پر خلوص دعا کی۔ یہ ایمان پرور تقریب دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔ حضرت مولانا تاج محمود پاؤں پر چوٹ کی وجہ سے چل نہیں سکتے تھے۔ کار سے نماز کی جگہ تک چوہدری ظہور احمد آپ کو کندھوں پر اٹھا کر لائے۔ اس حالت کو دیکھ کر ساتھیوں کو اس دن ہی یقین ہو گیا تھا کہ حضرات کے اس خلوص کے صدقے اللہ رب العزت اس جگہ کو ضرور آباد فرمائیں گے۔ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری' خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادی' مجاہد ملت مولانا محمد علی جالندھری' مولانا لال حسین اختر رحمہم اللہ اور دوسرے ہزاروں بزرگوں کی تمنا تھی کہ اللہ رب العزت اس دارالکفر ربوہ میں مسلمانوں کو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا لہرانے کی سعادت سے بہرہ فرمائیں۔ وہ حضرات گو آج اس تقریب میں موجود نہ تھے۔ لیکن ان کی روحیں یقیناً شاداں ہونگی کہ ان کے جانشین حضرت مولانا یوسف بنوری ان کے حدی خواں حضرت مولانا خان محمد صاحب سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ ان کے ساتھی حضرت مولانا تاج محمود، مولانا محمد شریف جالندھری، مولانا محمد حیات، مولانا عبدالرحمٰن

میانوی، کے ہاتھوں ان کی دیرینہ خواہش وتمنا کو عملی جامہ پہنایا جارہا ہے۔اسی دن ہی عارضی مسجد اور حجرہ کا سنگ بنیاد رکھ دیا گیا اور نیت یہ تھی کہ اس عارضی مسجد کی شرعی حیثیت ایک مصلے کی ہوگی ۔مستقل نقشہ کے مطابق ردوبدل کیا جائیگا۔اب اس جگہ کو آباد کرنے کا مسئلہ تھا۔چنانچہ گوجرانوالہ سے مولانا حافظ عبدالرزاق کا ربوہ تبادلہ کردیا گیا۔چھ ماہ تک آپ نے یہاں کام کیا۔اس کے بعد مولانا عبدالحمید آزادؒتشریف لائے۔

مبارک باد کے خطوط:

8 جولائی 1976 کو حضرت مولانا خان محمد صاحب نے افتتاح کیا تھا۔8 جولائی کو اخبار میں خبر چھپی ۔اہل اسلام کو جب اس کامیابی کا علم ہوا تو خطوط ،تاریں،فون پیغامات کے ذریعہ مجلس کے نمائندوں سے بے پناہ محبت وشفقت کا مظاہرہ کیا گیا۔مسلمانوں کو کس قدر خوشی ہوئی اس کا بیان کرنا کم ازکم میرے جیسے کم علم آدمی کے لئے مشکل ہے۔

شکر گزار ہوں:

اس عنوان سے مولانا محمد شریف جالندھری نے 28 اگست 1976ءکو درج ذیل بیان جاری کیا۔

پچھلے ماہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ربوہ میں 9 کنال زمین برائے مسجد و مدرسہ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کو الاٹ کردی گئی۔مجلس کے نائب امیر حضرت پیر طریقت مولانا خان محمد صاحب کندیاں شریف نے عصر کی نماز اس پلاٹ میں پڑھائی۔جس میں سینکڑوں کارکنوں اور رہنماؤں نے شرکت کی۔وہاں پر عارضی مسجد کا حجرہ بنادیا گیا ہے۔تاکہ ابتدائی کام شروع ہو۔مستقل تعمیر حضرت اقدس مولانا محمد یوسف بنوری دامت برکاتھم امیر مرکزیہ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے دست مبارک سے سنگ بنیاد رکھنے کے بعد شروع کرنی ہے۔اللہ تعالی حضرت بنوری کو صحت کاملہ اور عاجلہ عطا فرمائے اور ان کا سایہ ہمارے سروں پر تادیر قائم رکھے۔حقیقت یہ ہے کہ جو تحریک ختم نبوت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ کی الف سے شروع ہوئی تھی وہ حضرت بنوری کی یا پر تکمیل پذیر ہوئی۔حضرت کا وجود پوری امت مسلمہ کے لئے بالعموم اور ختم نبوت کے محاذ پر کام کرنے والوں کیلئے بالخصوص غنیمت ہے۔حضرت بنوری کے صحت یاب ہونے پر ہم وہاں سنگ بنیاد کی تقریب منعقد کریں گے۔جس میں ملک بھر کے جماعتی احباب کو مدعو کیا جائیگا۔اس کے بعد مستقلاً تعمیر شروع ہوجائیگی۔اس کامیابی پر ملک بھر کے جماعتی احباب اور بزرگوں نے بے پناہ جوش وخروش ،محبت وعقیدت خوشی وانبساط کا مظاہرہ کیا۔دعاؤں سے نوازا خطوط لکھے۔تاریں دیں فون کئے پیغامات ارسال کئے۔ایسا لامتناہی سلسلہ شروع ہوا جو اب تک جاری ہے۔ان میں سے بعض احباب کے خطوط مجلس

کے آرگن ہفتہ وار لولاک میں بھی شائع ہوئے۔سینکڑوں خطوط کا جواب دینا میرے لئے مشکل امر ہے۔میں ملک بھر کے جماعتی احباب اور بزرگوں کا شکر گزار ہوں جنہوں نے اپنی دعاؤں سے ہماری سرپرستی فرمائی لولاک کے ذریعہ تمام احباب سے فردا فردا جواب نہ دینے کی معذرت چاہتا ہوں۔اللہ تعالیٰ کی رحمت‘ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے صدقے‘ شہدائے ختم نبوت کے خون کے بدلے‘ حضرت انور شاہ کشمیری، حضرت امیر شریعت، حضرت قاضی صاحب، حضرت مولانا جالندھری، مولانا لال حسین اختر رحمہم اللہ اور دوسرے بزرگوں کی قربانیوں کے طفیل اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ کامیابی عنایت فرمائی ہے۔ ہر وہ شخص مبارکباد کا مستحق ہے جس نے ختم نبوت کیلئے تھوڑا بہت کام کیا۔حضرت اقدس مولانا سید محمد یوسف بنوری، حضرت اقدس مولانا خان محمد سجادہ نشین کی قیادت باسعادت‘ مولانا تاج محمود، مولانا محمد حیات ؒ مولانا عبدالرحمٰن میانوی، مولانا عبدالرحیم اشعر، مولانا غلام محمد، سردار میر عالم خان لغاری کی رفاقت باکرامت کے صدقے یہ مشن پایہ تکمیل کو پہنچا ہے۔ملک بھر کے مبلغین ختم نبوت اور کارکنان وبہی خواہان کی قربانیوں کو سراہتے ہوئے تمام دوستوں سے گزارش ہے کہ وہ اپنی جدوجہد کو تیز کردیں تاکہ جلد از جلد منزل مقصود کو حاصل کریں۔والسلام دعاؤں کا محتاج‘ محمد شریف جالندھری‘‘۔

یہ طویل اقتباس آپ نے ملاحظہ فرمایا۔اب اس پلاٹ واقع مسلم کالونی پر جہاں حضرت قبلہ مولانا خواجہ خان محمد نے 7 جولائی 1976ء کو عصر کی نماز پڑھائی وہاں پہلے عارضی مصلّٰی تیار کیا گیا اس کے ساتھ گارے کا ایک کمرہ اس کے عقب میں باورچی خانہ وواش روم تعمیر ہوئے۔حضرت مولانا محمد حیات ؒ تشریف لائے ان کے ساتھ قاری محمد منیر صاحب مدرس وامام کے طور پر مقرر رہوئے۔مسافر طلباء رکھے گئے پھر آٹھ کمروں کا ایک بلاک تعمیر ہوا پھر موجودہ جامع مسجد ختم نبوت مسلم کالونی تعمیر ہوئی۔پھر 1982ء سے پہلی ختم نبوت کانفرنس یہاں منعقد ہوئی۔پھر مدرسہ کے دیگر کمرے‘ لائبریری ہال‘ مہمان خانہ‘ دو قرآن ہال‘ اوپر چار رہائش گاہیں‘ باورچی خانہ دوسری منزل پر چار ہال جن میں آج بچیوں کا مدرسہ للبنات بھی قائم ہے۔اس پلاٹ پر تمام بہاریں ہمارے خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد کی مساعی جمیلہ اور آپ کے بابرکت عہد امارت کی برکتیں وثمرات ہیں۔(ایک بار پھر اس عنوان کو لینا پڑے گا اس لئے سردست اس کو یہاں چھوڑتا ہوں۔)

حضرت بنوری رحمہ اللہ کی زیر صدارت شوریٰ کا آخری اجلاس:

10 اگست 1977ء مطابق 24 شعبان 1397ھ حضرت بنوری کی زیر صدارت عالمی مجلس تحفظ

ختم نبوت کی مرکزی مجلس شوریٰ کا اجلاس ملتان میں منعقد ہوا اس میں دیگر حضرات کے علاوہ ہمارے قبلہ خواجہ خان محمد صاحب بھی شریک ہوئے یہ اجلاس حضرت بنوری کی زیر صدارت آخری اجلاس تھا۔ اس لئے کہ 17 اکتوبر 1977ء کو سی ایم ایچ راولپنڈی میں آپ کا وصال ہو گیا اس اجلاس میں جو فیصلے ہوئے ان میں یہ زیادہ توجہ کے مستحق ہیں۔

1- اگر کسی جماعت نے کوئی قادیانی الیکشن میں کھڑا کیا یا کسی امیدوار نے من حیث الجماعت مرزائیوں کی حمایت حاصل کرنے کی کوشش کی تو مجلس تحفظ ختم نبوت اس کی بھرپور مخالفت کریں گے۔

2- مسلم کالونی چناب نگر کا جو نقشہ کرنل امیر حسین صاحب کراچی نے تیار کیا ہے اس کی بجائے مجلس کی ضرورت کے مطابق الف۔۔۔ مسجد ب۔۔۔ اس کے ساتھ دار المبلغین جہاں سے اندرون و بیرون ملک کیلئے مبلغین تیار کئے جائیں۔ ج۔۔۔ بہت بڑے درجہ کا عربی مدرسہ جس میں انگریزی کی تعلیم بھی ساتھ ہو۔ د۔۔۔ اساتذہ مبلغین کے رہائشی کوارٹر۔

3-۔۔۔۔ برطانیہ میں کام کو وسیع کیا جائے۔

4-۔۔۔ لولاک کی اشاعت کو وسیع کیا جائے۔

قارئین کرام! ان چار اہم فیصلہ جات کو سامنے رکھیں۔ فیصلہ نمبر 2 کی تمام جزئیات بھی ذہن نشین رہیں۔ لیکن خیال رہے کہ اس اجلاس کو ہوئے سوا دو ماہ بھی مکمل نہ ہوئے تھے کہ حضرت مولانا محمد یوسف بنوری کا سانحہ ارتحال پیش آ گیا 17 اکتوبر 1977ء کو ۳ ذوالقعدہ ۱۳۹۷ھ تھی حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب ذیقعدہ کے اواخر میں حج پر تشریف لے گئے۔ مجلس کے دستور کے مطابق امیر مرکزیہ کا کسی وجہ سے عہدہ خالی ہو جائے تو نائب امیر چھ ماہ کیلئے قائم مقام ہو جاتے ہیں۔ قائم مقام امیر مرکزیہ کے لئے چھ ماہ کے اندر مجلس عمومی کا اجلاس بلا کر امیر مرکزیہ کا چناؤ ضروری ہوتا ہے۔

قارئین کرام یہاں پہنچ کر دل کے جذبات آنکھوں سے آنسوؤں کی شکل میں دریا کی سی روانگی اختیار کرتے ہیں ان سطور کے لکھتے وقت تینتیس برس قبل جس کیفیت سے دوچار ہوئے تھے۔ آج اس سے کہیں زیادہ بحران کا شکار ہیں۔ تب تو حضرت بنوری کی جگہ ہمارے قبلہ نے سنبھال لی تھی۔ اب حضرت قبلہؒ کی جگہ سنبھالنے والا دور دور تک کوئی نظر نہیں آ رہا۔ ہائے کیا سے کیا ہو گیا؟ لیکن امید ہی نہیں بلکہ ایمان بھی ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے پہلے اس کام کو چلایا آئندہ بھی چلائیں گے۔ ذیعقدہ ۱۳۹۷ھ کے اوائل میں حضرت شیخ بنوری کا وصال ہوا۔ وسط ذیعقدہ میں حضرت قبلہ حج پر تشریف لے گئے محرم الحرام ۱۳۹۸ھ کے اوائل میں حج سے واپسی ہوئی تو 28-27-26 دسمبر 1977ء کو چنیوٹ میں کل پاکستان ختم نبوت کانفرنس تھی۔ چنانچہ

حضرت قبلہ کی طرف سے 27 دسمبر 1977ء مطابق 14 محرم الحرام بروز منگل بعد از ظہر چنیوٹ گورنمنٹ زنانہ ہائی سکول کے ہال میں مجلس تحفظ ختم نبوت کی جنرل کونسل (مجلس عمومی) کا اجلاس برائے چناؤ امیر مرکزیہ منعقد ہوا۔ اللہ رب العزت کی شان کریمی ملاحظہ ہو کہ حضرت قبلہ کی طرف سے طلب کردہ اجلاس تھا، لیکن حضرت قبلہؒ کی طبیعت علیل ہوگئی۔ سفر کے قابل نہ رہے۔ آپ نے حضرت مولانا صاحبزادہ عزیز احمد اور کندیاں جامع مسجد غوثیہ کے خطیب حضرت مولانا نذیر احمد کو اجلاس میں اپنی نمائندگی کیلئے روانہ فرمایا۔

قارئین! انسان بھی عجیب چیز ہے۔ ابھی چند سطور پہلے دل ماتم کدہ بنا تھا۔ یہاں پہنچ کر خوشی سے بلیوں اچھل رہا ہے۔ خوشی اس امر کی کہ مولانا صاحبزادہ عزیز احمد و مولانا نذیر احمد صاحب کے ہاتھ حضرت قبلہؒ نے اپنے ہاتھ مبارک سے لکھا ہوا تحریری پیغام بھی مجلس عمومی کے نمائندگان کیلئے ارسال فرمایا یہ تحریر سو فیصد آپ کی اپنی تحریر کردہ ہے اس میں آپ کے ذوق تحریر اور قلم کی پختگی، رائے کی اصابت، قلم کی روانگی، خیالات کا ٹھہراؤ سب کچھ موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ کے کرم کا معاملہ دیکھیں۔ وہ تحریر پیغام مجلس شوریٰ کے رجسٹرڈ پر درج ہے۔ اسے یہاں پر نقل کرتا ہوں۔ لیکن ٹھہریئے پہلے حضرت قبلہؒ کی عدم تشریف آوری کے باوجود اجلاس ہوا تو اس کی کاروائی کیا تھی۔ وہ بھی ملاحظہ ہو۔ پھر تحریر۔ اس اجلاس میں مجلس عمومی کے 82 ممبران شریک ہوئے۔

حضرت قبلہ کو امیر منتخب کرلیا گیا:

کاروائی رجسٹر مرکزی مجلس شوریٰ سے وہ کاروائی من وعن پیش خدمت ہے:

27 دسمبر 1977ء بمطابق 14 محرم 1398ھ بروز منگل بعد از ظہر گورنمنٹ زنانہ مڈل سکول چنیوٹ کے ہال میں مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کی جنرل کونسل کا اجلاس برائے انتخاب امیر مرکزیہ و نائب امیر منعقد ہوا۔ جس کی صدارت فاتح قادیان مولانا محمد حیات نے کی تلاوت کلام پاک مولانا قاری محمد اجمل خان لاہور نے کی۔ مولانا محمد شریف جالندھری نے سابقہ جنرل کونسل کے اجلاس منعقدہ ملتان بتاریخ 9 اپریل 1974ء کی کاروائی پڑھ کر سنائی مولانا تاج محمود نے شیخ الاسلام مولانا سید محمد یوسف بنوری مرحوم کی وفات حسرت آیات کو مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کی یتیمی اور عالم اسلام کیلئے عظیم نقصان اور سانحہ فاجعہ قرار دیا۔ حضرت مرحوم کی علمی خدمات اور مجلس تحفظ ختم نبوت کی شاندار قیادت باسعادت پر آپ کو خراج تحسین پیش کیا۔ اندرون و بیرون ملک آپ کے عظیم دینی منصوبہ جات کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کا عہد کیا۔ مولانا تاج محمود کی اپیل پر شرکاء اجلاس نے چشم پرنم سے حضرت مرحوم کیلئے دعا فرمائی اور آپ کے مشن تحفظ ختم نبوت کو

پایہ تکمیل تک پہنچانے کا عہد کیا۔ بعدازاں حضرت مولانا نذیر احمد خطیب کندیاں ضلع میانوالی نے حضرت مولانا خان محمد صاحب دامت برکاتہم کا درج ذیل تاریخی پیغام پڑھ کر سنایا۔

حضرت قبلہ کا تاریخی خط:

بعدالحمد والصلواۃ وارسال التسلیمات و التحیات

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ

نائب امیر مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کی طرف سے حضرات گرامی قدر اراکین کرام

مجلس شوریٰ وعاملہ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان۔۔۔**سلمکم اللہ تعالیٰ و عافاکم!**

مطالعہ فرماویں کہ آپ حضرات کا اس مبارک اجتماع میں شریک ہونا سلف صالحین کرام اور غازیان اسلام کی یاد تازہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے اسلاف کرام کی پوری پوری اتباع ہم سب کو نصیب فرماوے اور اپنے اکابر کے مسلک پر استقامت اور اس کی حفاظت و اشاعت کی توفیق مرحمت فرماوے۔ آمین!

سب سے پہلے آپ حضرات کی خدمت میں حضرت اقدس شیخ الاسلام علامہ بنوری نور اللہ تعالی مرقدہ کی رحلت سے متعلق تعزیت عرض ہے۔ یہ حادثۂ فاجعہ ہم سب کیلئے اور سارے عالم اسلام کیلئے مشترک الیہ ہے اور ہم سب اس غم میں برابر کے شریک ہیں۔ سارے عالم اسلام اور پاکستان کیلئے عموما اور مسلک حقہ اسلام دیو بند سے تعلق رکھنے والوں اور مجلس تحفظ ختم نبوت کیلئے خصوصا یہ عظیم حادثہ ہے اور نا قابل تلافی نقصان ہے۔ یہ ایک ایسا خلاء پیدا ہوا ہے جس کی تلافی ناممکن ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

حضرت شیخ الاسلام رئیس العلماء والصلحاء مولانا یوسف بنوری قدس سرہ العزیز امیر کل پاکستان مجلس تحفظ ختم نبوت کا دور امارت ہر لحاظ سے بفضلہ تعالی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مقاصد عظیمہ کی فقید المثال کامیابی اور فائز المرامی کا دور ثابت ہوا ہے۔ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی رہنمائی میں اندرون ملک اور عالمی سطح پر تحفظ ختم نبوت کے ادارے نہ صرف قائم ہوئے بلکہ ملحدین وزنادقہ اور فرقہ ضالہ مرزائیہ کے ظاہر اور خفیہ اڈوں اور کمین گاہوں پر مبلغین تحفظ ختم نبوت کی مضبوط تبلیغی پیش قدمی کے راستے کھل گئے اور عالمی سطح پر دشمنان اسلام کی اہل اسلام کو گمراہ کرنے کی ناپاک سرگرمیاں سرد پڑ گئیں اور اہل اسلام پر ان کا دجل وفریب گمراہی اور کفر واضح ہو گیا اور حضرت اقدس نے بنفس نفیس خود افریقہ اور لندن وغیرہ کا دورہ کیا اور اس پیرانہ سالی کے باوجود فرقہ ضالہ مرزائیہ کا تعاقب کیا اور کامیابی وکامرانی کے ساتھ واپسی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آئندہ بھی

نصرت وتائید فرماوے۔ آمین۔

اگر اندرون اور بیرون ملک مبلغین اراکین و ہمدردان اور مخلصان تحفظ ختم نبوت کی تبلیغ دعوت و ارشاد کی رفتار اور پیش قدمی اسی طرح جاری رہی' تو اللہ تعالی کے فضل وکرم اور نصرت سے امید ہے کہ اس بد ترین فتنہ مرزائیت کے بقیہ آثار اور ادارے حرف غلط کی طرح مٹ جائیں گے اور دین حقہ اسلام کا دور دورہ ہوگا اور خلافت الھیہ علی منہاج الکتاب والسنۃ کا قیام ہو سکے گا۔ ان شاء اللہ تعالی!

فقیر کی صحت بحمد اللہ تعالی روبہ ترقی ہے لیکن ابھی کافی کمزوری ہے اور اسی عذر کی وجہ سے اس مہتم بالشان اور بابرکت اجتماع میں شرکت اور حاضری کی سعادت حاصل نہیں کر سکا۔ امید ہے کہ آپ حضرات اس فقیر کا عذر قبول فرمائیں گے اور اپنی دعاؤں سے اس ناچیز کی فلاح دارین کیلئے مدد فرمائیں گے۔ والعذر عند کرام الناس مقبول! اسی لیے اپنی طرف سے مولانا نذیر احمد صاحب خطیب جامع مسجد کندیاں اور فرزندی عزیز احمد آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں۔ اس اجتماع میں آپ حضرات کو آئندہ کیلئے تنظیمی انتخاب کرنا ہے اور اس میں خاص طور پر امیر مرکزیہ کا انتخاب خاص اہمیت کا حامل ہے۔ اب آپ حضرات کو حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کی جگہ پُر کرنے کیلئے انہی کے علم وفضل اور عمل واخلاص کے پایہ کے عالم حق کو اس منصب کیلئے منتخب کرنا ہے جو صاحب قلم بھی ہو اور قادر الکلام مقرر بھی۔ عالم باعمل بھی ہو اور عالمی شہرت کا حامل بھی ہو اور ادارہ مجلس تحفظ ختم نبوت کی اہمیت وافادیت کا دل وجان سے قائل بھی ہو۔ اس کے علاوہ کسی مرکزی حیثیت کے شہر میں جو ذرائع آمد ورفت کی سہولتوں سے پوری طرح بہرہ ور ہو قیام پذیر بھی ہو۔ اللہ تعالی آپ حضرات کو ایسے عالم حق کے انتخاب کی رہنمائی اور توفیق عطاء فرماوے۔ آمین!

جہاں تک اس فقیر کا تعلق ہے۔ اپنے آپ کو تحفظ ختم نبوت کا ایک ادنیٰ خادم ہی بننا اپنے لئے ذریعہ فلاح دارین سمجھتا ہے۔ ایک دور دراز گوشۂ ملک میں رہتا ہے۔ جہاں آمد ورفت کے وسائل محدود اور دشوار ہیں نہ اہل قلم ہے نہ ہی مقرر ہے اور اس عظیم مرتبہ کیلئے ضروری اوصاف سے بالکل عاری اور نا آشنا ہے۔ یہ کسر نفسی نہیں بلکہ حقیقت کا اظہار ہے۔ اس ناچیز کا اس منصب جید کیلئے زیر غور لانا حقیقتا اس منصب عالیہ کی توہین اور اہانت ہے آپ نے اگر نائب امیر ہونے کی حیثیت سے اس مورے کو سامنے رکھا تو یہ آپ حضرات کی دیانتدارنہ رائے کے سراسر خلاف ہوگا اور آپ حضرات اپنی ذمہ داری کی ادائیگی میں کوتاہی کے مرتکب ہوں گے۔ اگر اس فقیر کو اپنی تمام نالائقی کے باوجود منتخب کر لیا گیا اور اس فقیر سے اپنی نالائقی کی بنا پر کوتاہیاں سرزد ہوئیں جو کہ یقینی ہیں یاتی بالعجائب کا نمونہ پیش کیا تو اس میں آپ حضرات برابر کے شریک ہوں گے۔ اللہ تبارک وتعالی محفوظ ومصئون رکھے آمین! لہذا آپ حضرات کی خدمت میں نہایت

دردمندانہ اپیل ہے کہ اس کے متعلق اپنی دیانت کے مطابق پوری سوچ اور فکر کے ساتھ فیصلہ کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ حضرات کی مدد ونصرت اور رہنمائی فرماوے اور صحیح فیصلہ کرنے کی توفیق رفیق گردانے۔ آمین!

فقیر دعا گو ہے کہ مولائے کریم ورحیم جل شانہ آپ حضرات اور جملہ اراکین وہمدردان مجلس تحفظ ختم نبوت اور جملہ اہل اسلام کو اقصائے عالم میں ظاہری وباطنی خیر وبرکت اور صحت وعافیت دارین اور فتح و نصرت اور تمکن ورسوخ سے نوازے اور دین حقہ اسلام کی بیش از بیش خدمت تبلیغ اور اشاعت کی توفیق کرامت فرماوے اور اپنے فضل وکرم اور رضا وحفظ خاص سے سرفراز فرما کر اپنے انصار اللہ اور حزب اللہ کے زمرہ میں محشور فرماوے۔ آمین! یا الانبیا الامی خاتم الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

دستخط: فقیر خان محمد عفی عنہ خانقاہ سراجیہ کندیاں ضلع میانوالی

مورخہ 14 محرام الحرام 1398ھ

پیغام کے پڑھے جانے کے بعد مولانا تاج محمود نے اجلاس سے خطاب کیا اور فرمایا کہ حضرت مولانا خان محمد صاحب نے جن شرائط اور صلاحیتوں کا اس پیغام میں ذکر فرمایا ہے وہ تمام کی تمام حضرت موصوف میں بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں۔ ہم نے اس پیغام کا ایک ایک حرف دل کی گہرائیوں سے سنا ہے اور اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ اکابرین کی یہ امانت' مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کی صحیح قیادت حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ فرما سکتے ہیں۔ اس لئے آئندہ تین سال کیلئے مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے امیر مرکزیہ کیلئے میں حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب کا نام پیش کرتا ہوں۔ ان کے بعد حضرت مولانا عبدالرحیم اشعر نے تائیدی کلمات کہے۔ مولانا تاج محمود کی تجویز اور مولانا عبدالرحیم اشعر کی تائید سے تمام شرکاء اجلاس نے بھر پور تائید کے ذریعہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب کو آئندہ تین سال کیلئے دستور کی دفعہ 6 شق نمبر 1 کے تحت امیر مرکزیہ منتخب کرلیا گیا۔

امیر مرکزیہ کے انتخاب کے بعد مولانا تاج محمود نے تجویز پیش کی کہ حضرت امیر مرکزیہ نے ایک گونہ امارت سے بزرگانہ معذرت فرمائی ہے۔ اس لئے اس ہاؤس کے جذبات حضرت کی خدمت میں پہنچانے کیلئے مجلس کے خدام کا ایک وفد خانقاہ سراجیہ جائیگا اور حضرت سے درخواست کرے گا کہ وہ کاروان بخاری کے اس لٹے پٹے یتیموں کے قافلہ کی سرپرستی فرمائیں جسے ہاؤس نے بالاتفاق منظور کرلیا۔ اس کے بعد مولانا محمد شریف جالندھری نے حضرت مولانا محمد عبداللہ شیخ الحدیث جامعہ رشیدیہ ساہیوال کا نائب امارت کے لیے نام پیش کیا، جسے بالاتفاق منظور کرلیا گیا۔ مولانا تاج محمود کے حکم پر مولانا حبیب اللہ فاضل جالندھری نے دعا کرائی۔ آپ کی دعا پر یہ اجلاس بخیر وخوبی اختتام پذیر ہوا۔ مجلس عمومی (جنرل کونسل) کی

کارروائی آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ اس میں ہے کہ مجلس تحفظ ختم نبوت کا ایک وفد حضرت الامیر مولانا خواجہ خان محمد صاحب کی خدمت میں جائے گا اور آپ سے امارت سنبھالنے کیلئے مجلس عمومی کے ارکان کے جذبات کی ترجمانی کرے گا۔ اللہ رب العزت معاف فرمائیں۔ راقم مسکین کو ایسے یاد پڑتا ہے۔ فیصل آباد سے مولانا تاج محمودؒ فقیر راقم' ملتان سے مولانا محمد شریف جالندھری' مولانا غلام محمدؒ کراچی سے سردار میر عالم لغاری حاضر ہوئے۔ حضرت قبلہ نے شفقت فرمائی کہ انکار کا ایک لفظ بھی نہیں فرمایا فالحمدللہ!۔

راقم کا خیال ہے کہ آگے چلنے سے قبل حضرت بنوری کی زیر صدارت جو آخری اجلاس منعقد ہوا تھا اس میں جو فیصلے ہوئے اب حضرت بنوریؒ کی جگہ حضرت قبلہؒ تشریف لائے تو آپ کی امارت میں ان پر کیا عمل درآمد ہوا۔ اس حصہ کو مکمل کرلیا جائے تو پھر آگے چلنے میں آسانی ہو جائیگی۔

10 اگست کی کاروائی کا فیصلہ نمبر 1 الیکشن اور قادیانی:

الیکشن میں قادیانی کھڑا ہوا تو مجلس اس کیلئے رکاوٹ بنے گی۔ الحمدللہ! اس فیصلہ کے بعد سے لے کر آج تک قومی اسمبلی' صوبائی اسمبلیوں اور سینٹ میں ایک بھی قادیانی' عام الیکشن لڑ کر نہیں جا سکا۔ اللہ رب العزت کروڑوں کروڑ رحمتیں نازل فرمائیں۔ ہمارے مخدوم حضرت صاحب کی روح پرفتوح پر کہ آپ کی نیم شبانہ دعائیں۔ شبانہ روز محنت بلکہ بھرپور جدوجہد کے باعث پورے ملک کی فضا اب ایسے بن گئی ہے کہ قادیانیوں کا عام الیکشن میں حصہ لینا' الیکشن لڑنا تو رہا درکنار' کوئی قادیانی الیکشن لڑنے کا سوچ بھی نہیں سکتا اور بڑے سے بڑا لبرل سیاستدان بھی قادیانی حمایت حاصل کرنے کا حوصلہ نہیں کرسکتا۔ 1- یہ محض اللہ رب العزت کا فضل۔ 2- مسئلہ ختم نبوت کی برکت 3- اور ہمارے حضرت خواجہ خان محمد صاحب کی قیادت باسعادت کے ثمرات ونتائج ہیں۔ اس پر اللہ رب العزت کا جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہے۔ فالحمدللہ اولا و آخراً!

حضرت قبلہ کی قیادت باسعادت میں امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری ہوا۔ جس کے تحت قادیانی خود کو مسلمان نہیں کہلا سکتے۔ الیکشن لڑنے کیلئے ووٹ کا ہونا ضروری ہے۔ ووٹ بنوانے میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مساعی جمیلہ (جو محض اللہ رب العزت کا فضل ہی ہے اور بس) قادیانی شاطر قیادت ایسی بری طرح پھنسی ہے کہ نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن اس لئے کہ ووٹر فہرستیں جناب بھٹو صاحب کے دور سے اس وقت تک ایسے بنتی ہیں کہ مسلمانوں کی فہرستیں علیحدہ' غیر مسلموں کی فہرستیں علیحدہ۔ اب قادیانی خود کو مسلمان لکھوائیں اور مسلمانوں کی ووٹر لسٹوں میں نام درج کرائیں تو امتناع قادیانیت آرڈیننس کے تحت قادیانی خود کو مسلمان نہیں کہلوا سکتے مسلمان کہلوائیں تو کیس درج ہو اور تین سال کیلئے جیل جائیں اور اگر غیر

مسلموں میں ووٹ بنوائیں تو ان کا یہ دعویٰ غلط کہ ہم تو مسلمان ہیں۔ایسی مشکل میں قادیانیت پھنسی ہے کہ وہ ووٹر لسٹوں میں اپنا نام درج نہیں کراتے۔الیکشن لڑنا تو رہا در کنار وہ کسی مسلمان کو ووٹ دے کر بلیک میل کرنے کی پوزیشن میں بھی نہیں رہے۔ابھی پرویز مشرف کے دور میں طریقہ انتخاب' مخلوط الیکشن کا بحال کیا گیا تو اس کی آڑ میں ووٹر فہرستوں سے مسلم و غیر مسلم کی تمیز ختم کردی گئی۔اس پر مجلس تحفظ ختم نبوت نے احتجاج کیا اللہ رب العزت نے کرم فرمایا کہ کفر ہار گیا۔اسلام جیت گیا۔اب الیکشن مخلوط ہوں یا جداگانہ ووٹر فہرستیں بہرحال جداگانہ تیار ہوتی ہیں۔فیصلہ حضرت بنوریؒ کے عہد امارت میں ہوا اس پر مکمل عمل درآمد اور اس کے کوثر و تسنیم سے دھلے نتائج یہ ہمارے قبلہؒ کے عہد امارت میں حاصل ہوئے۔ **فالحمد للہ اولا وآخرا!**

10 اگست 1977ء کی کاروائی کا فیصلہ نمبر 2 مسلم کالونی چناب نگر:

مسلم کالونی چناب نگر (الف) مسجد۔(ب) دارالمبلغین۔(ج) بہت بڑا عربی مدرسہ جس میں انگلش بھی پڑھائی جائے۔(د) اساتذہ و مبلغین کے رہائشی کوارٹر تعمیر کیے جائیں۔

قارئین کرام! 24 دسمبر 1974ء سے چناب نگر آرایم چناب نگر کی عدالت میں مجلس تحفظ ختم نبوت نے نمازوں کا اہتمام کر دیا جنوری 1976ء سے مسجد محمدیہ ریلوے اسٹیشن کی تعمیر کا بھی آغاز ہوگیا۔مسلم کالونی چناب نگر کا بننا' اس میں مسجد و مدرسہ کا پلاٹ رکھا جانا' اس پلاٹ کا عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کو مل جانا 7 جولائی 1976ء کو حضرت خواجہ خواجگان مولانا خان محمد صاحب کا نماز عصر کا پڑھانا یہ تمام امور حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری کے عہد امارت میں طے ہوگئے تھے۔ان تمام کامیابیوں کے باوجود دن رات یہ ادھیڑ بن ہوتی رہی کہ اس مسلم کالونی چناب نگر میں حضرت بنوری تشریف لائیں۔پروگرام بنتے اور ٹوٹتے رہے۔کبھی حکومتی اجازت کی مشکل پیش آجاتی' کبھی حضرت شیخ بنوری کی مصروفیات آڑے آجاتیں کبھی موسم کا بہانہ کھڑا ہو جاتا۔غرض ان تمام تاویلوں کی بجائے یہ کہا جائے تو بہت بہتر ہوگا کہ حق تعالی کے علم ازلی کے مطابق ابھی یہ وقت نہیں آیا تھا۔کام کا آغاز تو حق تعالی نے حضرت بنوری کے عہد میں کرادیا۔لیکن وہ خود یہاں تشریف نہ لاسکے۔اس کام کو آگے بڑھانے' نگرانی و سرپرستی کرنے' دن رات اس کے متعلق دعائیں کرنے کی یہ تمام سعادتیں حضرت قبلہؒ کے عہد امارت کے حصہ میں اللہ رب العزت نے مقدر فرمارکھی تھیں۔

الف: مسجد

جامع مسجد ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر کا ہال 65×35 کا ہے۔برآمدہ 65×14 کا ہے۔نچلے

برآمدہ پر اوپر دوسری منزل میں بھی اتنے سائز کا برآمدہ ہے۔مسجد کے ہال میں کوئی پلر نہیں ہے۔وسیع و عریض ہال'برآمدہ کے علاوہ صحن 65×125 کا ہے۔مسجد کا مینار ایک سوبیس فٹ بلند ہے۔مسجد کے ہال میں چھت کے نیچے شمال کی دیوار نصف' مغرب کی دیوار مکمل جنوب کی دیوار نصف پر خوبصورت اوپر کی لائن میں اسماء الٰہی اور نیچے کی لائن میں اسماء النبی بہت خوبصورت منظر پیش کرتے ہیں۔اسمائے مبارکہ ماربل کی ٹائلوں پر ہیں۔مسجد کے ہال و برآمدہ میں دیواروں کا حاشیہ اور فرش پر عمدہ چپس کا کام کیا گیا ہے۔مینار پر مکمل عمدہ ماربل لگا ہوا ہے۔اسی طرح مسجد کے پورے فرنٹ پر عمدہ ماربل لگا ہوا ہے۔مسجد کے مکمل صحن میں مضبوط لوہے کی تاروں کی وائرنگ کی گئی ہے۔اس کے ساتھ پنکھے لٹکائے گئے ہیں۔ایک سوپچیس فٹ کے لمبے صحن میں کوئی پلر نہیں ہے۔اس وقت آٹھ صفوں کے اوپر پنکھے لگوائے ہیں۔شعبان میں ان کی تعداد دگنا کرنا ہے۔تاکہ کورس کے شرکاء شدید گرمی کے دنوں میں بھی سکون حاصل کرسکیں۔یہ مسجد کا تمام کام حضرت قبلہؒ کے عہد امارت میں ہوا ہے۔

ب:دارالمبلغین

الحمدللہ اس پر بھی درآمد ہو رہا ہے۔حوالہ جاتی کتب پر مشتمل عظیم الشان بخاری لائبریری'مسلم کالونی چناب نگر کے مدرسہ میں موجود ہے۔جس میں حوالہ جاتی کتب (ریفرنس بکس) دس ہزار کے قریب موجود ہیں۔وسیع وعریض لائبریری ہال اب تنگی دامن کا گلہ کرتا ہے۔اب لائبریری کیلئے نیا لائبریری ہال زیر تجویز ہے۔ملتان میں ہر سال ماہ شعبان میں دارالمبلغین کی کلاس لگتی تھی 1416 ھ سے اسے چناب نگر منتقل کیا گیا۔اس وقت تک اس سے ہزاروں علماء نے سالانہ ردقادیانیت کا کورس کیا ہے۔دارالمبلغین کورس کا چناب نگر میں اجراء آغاز اور عروج یہ سب کچھ حضرت مولانا خواجہ خان محمد کے عہد امارت میں ہوا۔قارئین کرام! یہاں پہنچ کر دل کے اس دکھڑے کا اظہار کیے بغیر چارہ نہیں کہ اس کورس کے آغاز و اختتام پر حضرت قبلہ خود تشریف لاتے تھے۔اگر آغاز پر تشریف نہیں لاسکے تو درمیان میں کم ازکم ایک رات کورس کے شرکاء میں چناب نگر ضرور گزارتے، طلبہ کی عید ہو جاتے، بیعت ہوتے، زیارت کرتے، مجلس میں بیٹھتے۔اختتام پر تشریف لانا تو آپ کا معمول تھا۔بیماری کے باوجود تکلیف اٹھا کر بھی مسکینوں کی گزارش کو شرف قبولیت بخشتے اور تشریف لاتے سوائے آخری چند سالوں کے کبھی بھی ناغہ نہیں ہوا۔دارالمبلغین کے اس فیصلہ پر عمل درآمد اور اس شان و شوکت کے ساتھ یہ سب ہمارے حضرت قبلہ کے عہد امارت میں ہوا۔اس وقت پنجاب کے کامیاب ترین کورسوں میں سے ایک یہ کورس بھی ہے۔جسے حضرت قبلہ کی سرپرستی کا

اعزاز حاصل رہا ہے اور ان شاء اللہ قیامت تک جاری رہیگا۔ یہ سب ہمارے حضرت قبلہ کیلئے صدقہ جاریہ ہے۔

ج: بہت بڑا چناب نگر میں مدرسہ عربی:

جس میں انگلش کی بھی تعلیم ہو۔ اس فیصلہ پر عمل درآمد بھی حضرت قبلہ کے عہد امارت میں ہوا۔ اس وقت تین حفظ کی کلاسیں' ایک گردان کی' درجہ ثالثہ تک عربی کتب' میٹرک تک عصری تعلیم جاری ہے۔ بچیوں کی تعلیم علاوہ ازیں ہے۔ قرآن مجید کے درجہ کے چار استاذ' درجہ کتب عربی کے تین اساتذہ' درجہ انگلش وار دو کے تین اساتذہ اور دو استانیاں پڑھا رہی ہیں۔ خادم، گیٹ کیپر، مبلغ، باورچی خانہ کا عملہ علاوہ ازیں ہیں۔ یہ سب کچھ بھی حضرت خواجہؒ کے عہد امارت میں ہوا۔ ان شاء اللہ اس میں مزید در مزید ترقی ہوگی۔ صبح درس قرآن ہوتا ہے۔ تبلیغ کیلئے جماعتیں نکلتی ہیں۔ ان کی چلت پھرت' ہر روز عشاء کے بعد مراقبہ وذکر کی مجلس ہوتی ہے۔ صبح کو کلاسیں شروع ہونے سے قبل سورۃ یاسین کا ختم' ہر روز عصر کے بعد درود شریف کی مجلسیں جاری ہیں۔ یہ سب ہمارے حضرت قبلہ کا فیض ہے۔ اللھم رب تقبل و زد فزد آمین! مدرسے کے نچلے حصہ میں تیرہ کمرے ہیں ان میں پانچ ہال ہیں۔ مہمان خانہ طلباء کی رہائش و درسگاہوں کا ان سے کام لیا جارہا ہے۔ اوپر کی دوسری منزل میں چار ہال ہیں۔ ایک کمرہ ہے۔ کمرہ اور ایک بہت بڑا ہال بچیوں کی تعلیم کیلئے وقف ہے۔ دو دار القرآن ہیں جو 80×25×25 پر مشتمل ہیں۔ ان کے درمیان میں گیلری ہے جو 80×16 پر مشتمل ہے وسیع وعریض دو ہال مطعم کے ہیں۔ ان میں روٹی پکائی کی مشین' وگیس کے تندور لگے ہیں۔ باورچی خانہ کے سٹور علاوہ ازیں ہے، مسجد و مدرسہ کے صحن میں درمیان میں تین گرین بلٹ ہیں۔ سبز قدرتی قالین بچھا ہے۔ یہ سب ہمارے حضرت قبلہ کے عہد امارت کی فتوحات ہیں۔ فالحمد للہ! ایک سو سے زائد لیٹرین، وسیع وعریض ٹینکی جس میں کئی ہزار لیٹر پانی ذخیرہ رہتا ہے۔ وضو خانہ مسجد کے صحن کی جنوبی بغل میں ہے، جس پر بیک وقت ساٹھ ستر آدمی وضو کر سکتے ہیں۔

د: اساتذہ و مبلغین کے رہائشی کوارٹر:

مسجد کے عقب میں ایک رہائشی کوارٹر ہے اور اس کوارٹر کو اعزاز حاصل ہے کہ سالانہ ختم نبوت کانفرنس کے موقعہ پر (سوائے ایک سال کے) ہمیشہ 1982ء سے گزشتہ سال تک جب بھی حضرت قبلہؒ کی تشریف آوری ہوتی۔ آپ اسی مکان پر فروکش ہوتے تھے۔ چار کوارٹر قرآن ہالوں کی بالائی منزل پر ہیں۔ کالونی کے غربی حصہ میں پانچ مرلوں کے پلاٹ پر دو رہائشی کوارٹر ہیں۔ یہ سب مجلس کے ملکیتی ہیں اور

ان کی تعمیر مکمل ہوچکی ہے۔ یہ کل سات عدد ہیں۔ حضرت قبلہؒ کی زیر صدارت جو آخری اجلاس مجلس شوریٰ کا اس سال خانقاہ شریف میں ہوا۔ چھ کوارٹروں کی تعمیر کی منظوری شوریٰ نے دی قارئین! جس دن حضرت قبلہؒ خانقاہ شریف سے ملتان تشریف لائے اسی روز وہاں پر تعمیر کا آغاز ہوا۔ اس وقت ان سطور میں فقیر راقم اس بحث کو سمیٹ رہا ہے کہ حضرت شیخ بنوری کے آخری اجلاس کے فیصلوں پر عمل درآمد کا آغاز بھی حق تعالی نے حضرت قبلہ کی زندگی کے آخری دنوں میں کرادیا۔ کس زبان سے حق تعالی کے کرم کا شکرادا کیا جائے۔ یا اللہ میرے حضرت کے فیض کو قیامت کی صبح تک موسلا دھار بارش کی طرح جاری وساری رکھ۔ قارئین کرام! ان شاءاللہ ایسے ہی ہوگا۔

ختم نبوت کانفرنس چناب نگر کا آغاز:

پاکستان بننے کے بعد جنوری میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا قیام عمل میں لایا گیا۔ تب سے قادیانیوں کے مقابلہ میں سالانہ آل پاکستان ختم نبوت کانفرنس کا چنیوٹ میں آغاز کیا گیا قادیانیوں کا سالانہ جلسہ 25 تا 27 دسمبر منعقد ہوتا تھا۔ اس کے مقابلہ میں ختم نبوت کانفرنس 26 تا 28 دسمبر منعقد ہوتی تھی۔ ایک دن تاخیر سے کانفرنس کا آغاز ہوتا تھا۔ نتیجہ میں ختم بھی ایک دن بعد ہوتی تھی۔ اس کا فائدہ یہ ہوتا تھا کہ چناب نگر میں قادیونیوں کے مقرر جو کہتے تھے۔ ختم نبوت کانفرنس چنیوٹ میں اس کا ساتھ ساتھ جواب دیا جاتا تھا۔ حق و باطل کا یہ معرکہ جاری رہا 1974ء کی تحریک ختم نبوت کے نتیجہ میں پہلے چناب نگر ریلوے اسٹیشن پر چنیوٹ کی کانفرنس کے درمیان کوئی جمعہ وہاں رکھ لیا جاتا۔ ایک دو بھرپور جمعہ جات چناب نگر قادیانیوں کے شہر کے قلب میں ہوگئے تو اب قادیانیوں کا یہ پروپیگنڈہ کہ اہل اسلام کی ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں منعقد ہوئی تو فساد ہوجائیگا۔ قادیانیوں کا یہ پروپیگنڈا **ھباء منثورا** ثابت ہوا تو اب سالانہ ختم نبوت کانفرنس بجائے چنیوٹ کے چناب نگر منعقد کرنے کا اعلان ہوا۔ ساتھ یہ بھی فیصلہ ہوا کہ چنیوٹ کی ختم نبوت کانفرنس حسب سابق دسمبر میں منعقد ہوا کرے گی۔ چنانچہ ہمارے حضرت قبلہ خواجہ خان محمد صاحب کی زیر قیادت 24-23 اکتوبر 1982ء کو اہل اسلام کا قافلہ ایک بار پھر نئی شان کے تحت چناب نگر میں داخل ہوا اور یوں ختم نبوت کانفرنس کی بنیاد 1982ء سے چناب نگر میں ڈالی گئی اللہ رب العزت کا فضل وکرم ہے کہ ربع صدی سے زائد عرصہ ہوگیا ہے۔ یہ کانفرنس بڑی آب وتاب کے ساتھ جاری ہے۔ اس کانفرنس کی تاریخ مرتب کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے لئے علیحدہ کتاب کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی ساتھی کو توفیق دے دیں تو وماذالك على الله بعزيز۔

1982 تا 1984 چناب نگر اکتوبر کی ختم نبوت کانفرنس کے ساتھ ساتھ چنیوٹ کی ختم نبوت کانفرنس دسمبر میں بھی منعقد ہوتی رہی۔ 1984ء میں امتناع قادیانیت آرڈیننس آجانے کے باعث قادیانیوں کے سالانہ جلسہ پر پابندی لگ گئی تو چنیوٹ کی ختم نبوت کانفرنس منعقد کرنے کا داعیہ ختم ہوگیا۔اب صرف چناب نگر میں ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوتی ہے۔قارئین کرام!ایک وقت ہوتا تھا کہ چناب نگر میں کسی مسلمان کو قدم رکھنے کی اجازت نہ تھی۔اب کفر کی زبوں حالی کا یہ عالم ہے کہ ان کا سالانہ جلسہ چناب نگر میں نہیں ہوسکتا۔لیکن اہل اسلام کا اجتماع بڑی دھوم دھام سے منعقد ہوتا ہے۔چناب نگر کی اس کانفرنس میں پاکستان کی پوری دینی قیادت کے علاوہ انڈیا،سعودی عرب،افریقہ،برطانیہ سے مقررین تشریف لاتے رہے۔اہل اسلام کا یہ نظریاتی اجتماع ہر سال منعقد ہوتا ہے۔یہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی حسنات میں سے ہے۔جس کا آغاز حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب کے مبارک ہاتھوں سے ہوا۔حق تعالیٰ اس کی بہاروں کو تابدتر وتازہ رکھیں۔آمین بحرمۃ النبی الکریم!

حضرت قبلہ اپنے استاد کے نقش قدم پر:

پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی امارت اس شرط پر قبول فرمائی کہ نائب امیر حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب ہوں گے۔بعینہ اسی طرح 27 دسمبر 1977ء کو چنیوٹ ختم نبوت کانفرنس کے موقعہ پر حضرت قبلہ کو امیر مرکزیہ بنایا گیا۔حضرت قبلہؒ کے معذرت کرنے کے باعث طے ہوا کہ مجلس کا وفد خانقاہ شریف جا کر چنیوٹ میں ہونے والے فیصلہ کی حضرت قبلہ سے توثیق کرائے۔چنانچہ 17 جنوری 1978ء کو خانقاہ شریف میں مجلس کے ذمہ داران شریک اجلاس ہوئے۔حضرت قبلہ نے اس فیصلہ کی توثیق فرمائی۔بائیس رکنی شوریٰ کے ناموں کا اعلان فرمایا۔دیگر عہدوں کو بھی پر کیا۔البتہ مرکزی خازن کے عہدہ کو زیر تجویز رکھا۔اس کی تھوڑی سی تفصیل ہے۔وہ یہ کہ مجاہد ملت حضرت مولانا محمد علی جالندھری کے عہد امارت میں 69-1968ء میں حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری ملتان دفتر مرکزیہ تشریف لائے اور مجلس کے خازن کے طور پر کام کرنا شروع کیا۔حضرت جالندھری کے وصال کے بعد بھی مناظر اسلام مولانا لال حسین اختر کے عہد امارت اور فاتح قادیان حضرت مولانا محمد حیات کے عہد امارت کے اوائل میں بھی اس عہدہ پر شاندار خدمات سرانجام دیں۔حضرت مولانا محمد حیات کے (عارضی) عہد امارت کے اواخر میں آپ نے فیروزہ میں اپنی جدی زرعی زمین کو آباد کرنے کیلئے سعی کی۔اس میں ایسے منہمک ہوئے کہ رہائش بھی وہیں منتقل کرلی تو اب دفتر مرکزیہ میں مرکزی خازن

کیلئے وقت نکالنا ان کیلئے ممکن نہ رہا۔تب حضرت مولانا غلام محمد صاحب کو عارضی طور پر خازن مقرر کیا گیا29اپریل 1974ء سے 17 جنوری 1978ء تک وہ خازن کی ذمہ داریوں کو نبھاتے رہے۔لیکن 1974ء کی تحریک ختم نبوت اوراس کے متصل بعد حضوری باغ روڈ ملتان پر مجلس کے نئے دفتر کی تعمیراور تحریک کے بعد بیرون ممالک کے مجلس کے وفود۔غرض کام اتنا پھیلا کہ چار سال 1394 تا1397ھ کا آڈٹ نہ ہوسکا اور مولانا غلام محمد مرحوم کیلئے اس پھیلے ہوئے حساب کوسمیٹنا دریا کو کوزہ میں بند کرنے کی طرح مشکل ہوگیا۔

قارئین کرام! حضرت بنوری نے فرمایا تھا کہ میں'امیر تو مولانا خواجہ خان محمد صاحب نائب امیر ہوں گے۔اسی طرح 17 جنوری 1978ءکوحضرت امیر مرکزیہ مولانا خواجہ خان محمد کے فیصلہ کی بھی یہی تعبیر سب سے مناسب ہے کہ اگر میں امیر تو مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مرکزی خازن ہوں گے۔حضرت قبلہ نے والا نامہ' مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری کے نام تحریر فرمایا کہ آپ اپنی تمام ترمصروفیات کو بتدریج سمیٹ کر کلیتہً دفتر مرکزیہ تشریف لاکر خازن کے عہدہ کوسنبھالیں اور جب تک کلیتہ ہمہ وقتی ملتان دفتر تشریف لانا ممکن نہ ہوتو زیادہ سے زیادہ یعنی تین ہفتے (بائیس دن) ملتان اور ایک ہفتہ فیروزہ اپنے کام کو دیں۔یہ خط حضرت مولانا تاج محمود کے سپرد کیا گیا اور فیصلہ ہوا کہ فلاں دن یہ خط لے کر اللہ وسایا فیروزہ جائیگا اسی دن شام کو میر عالم خان لغاری خانپور آجائیں گے۔اگر حضرت قبلہ کے خط پر حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری آمادہ ہوجائیں تو فالحمدللہ! ورنہ اللہ وسایا خانپور آکر سردار میر عالم خان لغاری کو رپورٹ دے تاکہ وہ خود جاکر حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری کوآمادہ کریں۔خانقاہ شریف سے فیصل آباد گئے۔اگلے روز حضرت قبلہ کے خط کے ہمراہ اپنی طرف سے دوسرا خط مولانا تاج محمود نے تحریر فرمایا وہ دونوں ایک لفافہ میں لے کر فقیر فیصل آباد سے فیروزہ گیا۔پوری رات کا سفر۔اگلے روز 9,10 بجے فیروزہ مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری کی زمینوں پر قائم ڈیرہ پر حاضر ہوا۔حضرت مولانا حافظ حبیب الرحمٰن جالندھریؒ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری' حفظ الرحمٰن تینوں بھائیوں سے ملاقات ہوئی۔اپنے چھوٹے بھائی حفظ الرحمٰن کو دونوں بھائیوں نے کھانا لانے کیلئے بھیج دیا فقیر نے خط پیش کئے۔مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری نے ایک خط پڑھا اور بھائی حبیب الرحمٰن کو دے دیا۔دوسرا خط پڑھا اور بھائی حبیب الرحمٰن کو دے دیا۔غرض کھانا چائے آنے تک ان حضرات کی مشاورت مکمل ہوگئی۔حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری نے دن مقرر کردیا کہ فلاں روز پہلے فیصل آباد حاضر ہوں گا۔حضرت مولانا تاج محمود سے ملاقات ومشاورت کے بعد خانقاہ شریف حضرت قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوں گا۔ظاہر ہے کہ مثبت پیش رفت تھی۔اب خانپور سے لغاری صاحب کو فیروزہ زحمت

دینے کی ضرورت نہ رہی۔فقیر نے واپس آ کر رپورٹ دی۔حسب وعدہ مولانا عزیز الرحمٰن فیصل آباد آئے۔حضرت مولانا تاج محمود کو ملے۔چچا' بھتیجا راضی تے کیا کرے قاضی!

مولانا تاج محمود نے مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری کو آمادہ کرلیا۔وہ سردست 22 دن ملتان قیام کیلئے آمادہ ہوگئے۔بظاہر تو اس جدوجہد کی کہانی عرض کر رہا ہوں۔لیکن اگر قارئین کا ذوق ساتھ دے تو عرض کروں گا کہ غیب سے قدرت باری تعالیٰ ہمارے حضرت حضرت خواجہ صاحب کی تمناؤں کو قبولیت کے ثمرات سے سرفراز فرما رہی تھی۔چنانچہ مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری خانقاہ شریف گئے۔حضرت قبلہ سے ہدایات لیں۔واپسی ملتان دفتر تشریف لائے۔حسابات کی ترتیب کیلئے مولانا غلام محمد کو خطوط متعین کر کے دیئے۔واپس فیروزہ گئے۔اپنے کام کا عارضی متبادل انتظام کیا۔ملتان تشریف لائے۔مولنا غلام محمد کا حساب موجود تھا۔اسے ترتیب دیا۔کھتان کیا۔بل ترتیب دیئے اور چند ہفتوں میں چار سال کا حساب آڈٹ کیلئے بھجوادیا۔یوں بائیس دن ملتان' ایک ہفتہ فیروزہ کچھ عرصہ چلتا رہا۔پھر حضرت قبلہ کے حکم پر مستقل ملتان تشریف لائے۔

قارئین کو فقیر نے بہت لمبا سفر کرایا۔لیکن اس کے بغیر بات کو سمجھنا مشکل تھا،اب توجہ فرمائیے تو دو حرفی بات یہ ہے کہ حضرت قبلہ خواجہ خان محمد صاحب' حضرت شیخ بنوری کی دریافت تھے تو حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری ہمارے حضرت خواجہ صاحب کی دریافت ہیں' تینتیس سال حضرت خواجہ صاحب نے مجلس کی امارت کی کشتی کو چلایا ہے تو تینتیس سال مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری نے آپ کے زیر سایہ قدم بقدم دفتر مرکزیہ اور مرکزی نظم کو چلایا ہے۔ایک تو مثال حضرت قبلہ خواجہ خان محمد کے اپنے استاذ کے نقش پر چلنے کی فقیر نے یہ عرض کی ہے۔اب ایک اور بھی سنئے۔

2- مورخہ 9 اپریل 1974ء عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ حضرت بنوریؒ بنے 29 مئی 1974ء کو چناب نگر ریلوے اسٹیشن پر قادیانیوں نے ملتان نشتر میڈیکل کے طلباء پر حملہ کیا۔پورے ملک میں شدید ردعمل ہوا۔اس پر سوچ و بچار کیلئے 3 جون 1974ء کو راولپنڈی میں مجلس عمل کا اجلاس طلب کیا گیا مولانا تاج محمودؒ مولانا مفتی زین العابدین' مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف' مولانا محمد اسحاق چیمہ کی لالہ موسیٰ اسٹیشن پر گرفتاری کے باعث وہ اجلاس نہ ہوسکا۔چنانچہ 10 جون 1974ء کو شیرانوالہ انجمن خدام الدین لاہور میں دوبارہ اجلاس رکھ گیا۔اس میں تمام دینی جماعتوں نے متفقہ طور پر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری کو آل پارٹیز مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کا عارضی کنونیئر مقرر کر دیا اور باضابطہ انتخاب کیلئے 16 جون کو فیصل آباد میں اجلاس رکھا گیا جس میں حضرت شیخ بنوری کو مرکزی مجلس عمل کا سربراہ مقرر کر دیا گیا۔تحریک کامیابی سے ہمکنار

ہوئی تو ملتان کے ایک اجلاس میں حضرت بنوری نے انکشاف فرمایا کہ میں 16 جون کے اجلاس سے قبل علیحدہ کمرہ میں صلوٰۃ الحاجت پڑھ کر رورو کر اللہ رب العزت سے دعاء کی تھی کہ میں مجلس عمل کی قیادت کے قابل نہیں۔ یہ عہدہ باری تعالیٰ کسی اور کو دے دیں۔ لیکن اللہ رب العزت نے ہما کو میرے سر پر بٹھا دیا۔

بعینہ اس طرح 27 دسمبر 1977ء چنیوٹ کے انتخابی اجلاس مجلس تحفظ ختم نبوت سے قبل حضرت قبلہ نے خط لکھ کر اس عہدہ سے معذرت کی، حضرت قبلہ نے بھی کی۔ شاگرد استاذ کے قدم بقدم چل رہا ہے۔ دعاؤں کے باوجود جس طرح حق تعالیٰ نے مرکزی مجلس عمل کی صدارت کا بارگراں حضرت شیخ بنوری رحمہ اللہ کے کندھوں پر رکھ دیا۔ ادھر تمناؤں کے باوجود اللہ رب العزت نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی امارت کا بارگراں حضرت شیخ المشائخ مولانا خواجہ خان محمد صاحب کے کندھوں پر رکھ دیا طابق النعل بالنعل! اس کو کہتے ہیں۔ یعنی قدم بقدم!

پہلا اجلاس:

19 فروری 1978ء کو حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب کی نامزد کردہ مجلس شوریٰ کا پہلا اجلاس ملتان میں منعقد ہوا۔ اس میں دیگر فیصلہ جات کے علاوہ مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق' مولانا محمد یوسف لدھیانوی مولانا عبدالرحیم اشعر مولانا محمد شریف جالندھری پر مشتمل نشر و اشاعت کے کام کو جدید خطوط پر وسعت دینے کیلئے کمیٹی کا قیام عمل میں لایا گیا۔ اس کمیٹی کے سربراہ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی مقرر ہوئے۔ قارئین فروری 1978ء سے مولانا محمد یوسف لدھیانوی کی شہادت تک جتنا نشر و اشاعت کا کام ہوا۔ یہ ہمارے خواجہ خان محمد صاحب کی زیر صدارت پہلے اجلاس کے فیصلہ کی برکات ہیں۔

ضیاء الحق کے زمانہ میں ووٹر فارم کی عبارت میں تبدیلی:

قبلہ حضرت صاحب نے جب عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی امارت سنبھالی۔ اس وقت ملک میں جناب جنرل محمد ضیاء الحق صاحب کا عہد اقتدار تھا۔ جنرل صاحب نے نوے دن کے اندر الیکشن کرانے کا وعدہ کیا تھا۔ وہ عہد تو رہا اپنی جگہ۔ موصوف نے سالہا سال تک خود کو حکومت پر براجمان کئے رکھا۔ موصوف نے اولاً قومی اتحاد کو حکومت میں شمولیت کیلئے دعوت دی۔ تب جماعت اسلامی جنرل صاحب کی حکومت میں شمولیت کیلئے اتنی بے تاب تھی کہ اگر قومی اتحاد ان کی بات نہ مانتا تو وہ قومی اتحاد کو خیر باد کہنے کیلئے بھی تیار تھے۔ تب قومی اتحاد کے سربراہ مفکر اسلام مولانا مفتی محمود تھے۔ مفتی صاحب اور نوابزادہ نصر اللہ خان نے کڑوا گھونٹ بھرا اور قومی اتحاد نے حکومت میں شامل ہونے کا فیصلہ کیا۔ جنرل صاحب نے الیکشن ملتوی کیا۔ پھر

ریفرنڈم۔غرض اس دوران دو تین بار ایسے مواقع پیش آئے کہ قادیانیوں کے متعلق جو ترمیم تھی وہ غتر بود ہوتی نظر آئی۔اس موقعہ پر مجلس تحفظ ختم نبوت کی امارت پر فائز ہمارے حضرت قبلہ نے کس طرح امت کی طرف سے فرض کفایہ ادا کیا اس کا نمونہ ذیل کے واقعہ سے آپ محسوس کریں گے۔

پاکستان جداگانہ قومیت کے نام پر بنایا گیا تھا۔پاکستان بننے کے بعد پہلے الیکشن جداگانہ ہوئے پھر ملک میں مخلوط طریقہ انتخاب نافذ ہوگیا۔اب جنرل محمد ضیاء الحق نے مخلوط کی بجائے جداگانہ طرز انتخاب کا اعلان کیا۔جناب بھٹو مرحوم کے عہد حکومت سے مسلم ووٹروں کیلئے فارم میں ایک حلف شامل تھا۔بھٹو صاحب اور حضرت مفتی محمودؒ کے درمیان گویا حکومت و مجلس عمل ختم نبوت کے درمیان قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے فیصلہ پر عمل درآمد کی یہ ایک شکل تھی۔تاکہ قادیانی کسی طرح مسلمانوں میں اپنے ووٹ نہ بنوا سکیں۔

جنرل ضیاء الحق کے زمانہ میں جسٹس مولوی مشتاق حسین نے جناب بھٹو صاحب کے خلاف فیصلہ دیا تھا۔جنرل صاحب نے اسی خوشی میں انہیں چیف الیکشن کمشنر بنا دیا۔اسی وقت قادیانی جماعت کا چیف گرو مرزا ناصر تھا وہ رات کی تنہائی میں مولوی مشتاق سے ملا۔اس کا مطالبہ تھا کہ الیکشن فارم حلف نامہ میں ایسی تبدیلی کردی جائے جس سے قادیانی وہ حلف پر کر کے مسلمانوں میں اپنا ووٹ درج کراسکیں۔اس کے بدلہ میں مرزا ناصر نے وعدہ کیا کہ مولوی مشتاق حسین کو عالمی عدالت میں جج لگوادیں گے تاکہ پاکستان میں اگر پیپلز پارٹی برسراقتدار آجائے تو مولوی مشتاق حسین سے بھٹو صاحب کے خلاف فیصلہ لکھنے کا انتقام نہ لے سکیں۔اللہ رب العزت کی شان بے نیازی کہ اس ملاقات کی مولانا تاج محمود کو بھنک پڑگئی آپ نے ہفتہ وار لولاک میں اس پر شدید احتجاج کیا۔مولانا محمد شریف جالندھری نے مرکزی الیکشن آفس سے معلوم کیا ووٹر فارموں میں حلف نامہ کی تبدیلی کا معلوم ہوا۔مولانا نے درخواست جمع کرائی کہ ووٹر فارموں میں جو پہلا حلف نامہ ہے وہ برقرار رکھا جائے۔اس میں تبدیلی نہ کی جائے۔بیوروکریسی نے دیکھا کہ یہ معاملہ خطرناک ہوسکتا ہے۔آؤ دیکھا نہ تاؤ۔نئے تبدیل شدہ حلف والے ووٹر فارم شائع کرنے شروع کردیئے۔ادھر حضرت مولانا خواجہ خان محمد کی زیر صدارت دفتر مرکزیہ ملتان میں مجلس کی مرکزی شوریٰ کا اجلاس منعقد ہوا۔فیصلہ ہوا کہ حضرت قبلہ رحمہ اللہ، مولانا تاج محمود رحمہ اللہ، مولانا محمد شریف جالندھری رحمہ اللہ، مفکر اسلام مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ سے ملیں اور پھر جنرل محمد ضیاء الحق کو اس گھپلہ سے باخبر کیا جائے اور جو عبارت پہلے تھی۔جب تک وہ عبارت بحال نہ ہو اس سے ایک حرف کی تبدیلی پر راضی نہ ہوا جائے اور حلف نامہ کی عبارت وہ جو شناختی کارڈ کے فارموں پر موجود ہے وہی ہو۔اجلاس ختم ہوتے ہی اکتوبر 1978ء کو مولانا محمد شریف جالندھری راولپنڈی گئے تاکہ مفتی صاحب سے وقت لے کر حضرت قبلہ اور مولانا تاج محمود کو راولپنڈی بلایا

جاسکے۔صورت حال عرض کی تو مفتی صاحب نے فوری نوابزادہ صاحب کو فون کیا۔مولانا محمد شریف جالندھری ان سے جا کر ملے۔انہوں نے ضیاء الحق سے بات کی۔انہوں نے الیکشن آفس سے معلوم کیا تو انہیں بتایا گیا کہ اتنے کروڑ فارم چھپ گئے ہیں۔ان کو منسوخ کیا تو اتنا خزانہ کا نقصان ہوگا۔مزید یہ کہ الیکشن میں بھی تاخیر ہوجائے گی۔نوابزادہ صاحب نے مفتی صاحب سے ضیاء الحق کا جواب بیان کیا۔

مفتی صاحب نے مولانا محمد شریف جالندھری کو فرمایا کہ بیوروکریسی کھیل کھیلنا چاہتی ہے۔وہ ہماری آئینی ترمیم دربارہ قادیانیت کو غیر مؤثر بنانے کے لئے حربے استعمال کررہی ہے۔آپ ملک بھر میں اس پر احتجاج کریں۔میں جنرل ضیاء سے خود بات کرتا ہوں۔اسی دن شام کو کراچی،عصر کے بعد فیصل آباد جامع مسجد کچہری بازار،لاہور میں جو اجتماع غازیان کے ملے۔سخت دھواں دار احتجاج کر کے اخبارات میں خبریں لگوائی گئیں۔مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے احتجاجی اشتہار بھی نوائے وقت و جنگ میں شائع ہوئے۔غرض ایک دن میں اس ظلم وتعدی کے خلاف اتنا کام ہوگیا کہ الیکشن آفس میں قادیانی نواز چوہے سوچ بھی نہ سکتے ہوں گے۔اب حضرت مفتی محمود نے ضیاء الحق کو فون کیا تو وہ ہوائی اڈہ پر سعودیہ عمرہ پر جانے کیلئے جاچکے تھے۔ہوائی اڈہ پر فون ملایا تو جہاز پر سوار ہونے کا مژدہ سنایا گیا۔مفتی صاحب نے بھی تعاقب جاری رکھا۔وزارت خارجہ کو کہا کہ سعودیہ میں پاکستانی سفیر کو پابند کریں کہ جونہی ضیاء الحق صاحب اتریں ان سے میری بات کرائی جائے۔خلاصہ یہ مفتی صاحب کا ضیاء صاحب سے رابطہ ہوا۔قادیانی سازش ھباء منثورا ہوگئی۔فارم ضائع کیے گئے مرزا ناصر کی ملعونی میں اضافہ ہوا۔مشتاق صاحب کا چہرہ بھی دل کی طرح سیاہ ہو اور وہ ووٹر فارموں میں اصل حلف نامہ بحال ہوا۔یہ سب کچھ ہمارے حضرت قبلہ مولانا خواجہ خان محمد کے عہد امارت میں ہوا۔**فالحمد لله اولاو آخرا!**

مجلس کے مرکزی حضرات کا اختلاف رائے اور حضرت قبلہ کی کرامت:

حضرت شیخ بنوری کے بعد 27 دسمبر 1977ء کو حضرت قبلہ امیر مرکزیہ کی مسند پر جلوہ گر ہوئے تو ایک دقت یہ پیش آئی کہ سردار میر عالم لغاری جو حضرت بنوری کے پرائیویٹ سیکرٹری تھے۔جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی کے حضرات کو اس پر کچھ تحفظات تھے۔حضرت شیخ بنوری مجلس کے امیر بنے تو سردار میر عالم لغاری کو بھی حضرت شیخ بنوری نے نہ صرف شوریٰ کا رکن بنایا۔بلکہ تعمیراتی کمیٹی وغیرہ بعض امور میں ان کا بہت زیادہ عمل دخل تھا۔حضرت بنوری کے وصال کے بعد بنوری ٹاؤن کے حضرات نے سردار میر عالم لغاری کو جامعۃ العلوم الاسلامیہ کی تمام ذمہ داریوں سے سبکدوش کردیا۔عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت میں

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر، حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی مرکزی شوریٰ کے رکن، کراچی مجلس کے امیر حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن یہ تینوں حضرات بیک وقت بنوری ٹاؤن جامعہ سے بھی منسلک اور مجلس میں بھی ان کا وجود انعام الٰہی۔ اب سردار میر عالم لغاری سے متعلق جو بنوری ٹاؤن میں تحفظات تھے۔ وہ مجلس تحفظ ختم نبوت میں بھی در کر آئے۔ اب مجلس میں مولانا محمد شریف جالندھری کی رائے بنوری ٹاؤن کے حضرات کے ساتھ جبکہ مولانا تاج محمود الحاج بلند اختر نظامی اور دیگر حضرات کی رائے سردار میر عالم لغاری کے ساتھ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ رائے کا اختلاف مجلس کے مبلغین حضرات میں بھی منتقل ہوا۔ ان حالات میں حضرت قبلہ نے ملتان میں شوریٰ کا اجلاس طلب کر لیا 17 فروری 1978ء کو اجلاس تھا۔ حضرت قبلہ 16 فروری کو ملتان تشریف لائے۔ مولانا تاج محمود، مولانا محمد شریف جالندھری، حضرت لدھیانوی رحمہم اللہ اور سردار میر عالم لغاری کو ساتھ بٹھایا۔ ظہر سے عشاء تک گفتگو ہوتی رہی۔ خیال تھا کہ کھل کر یہاں باتیں ہو جائیں۔ تا کہ یہ بحث شوریٰ میں نہ جائے۔ وہاں ضابطہ کی بات اور فیصلہ ہو۔ چنانچہ بہت سارے امور پر دونوں طرف کے حضرات کے موقف میں لچک آئی۔ لیکن مکمل ہم آہنگی نہ ہو سکی۔ جبکہ اگلے روز حاجی بلند اختر اور ادھر کراچی سے باوا صاحب نے بھی آنا تھا۔ بہت حد تک امکان تھا کہ معاملہ پھر نہ الجھ جائے۔ عشاء کے بعد کھانا ہوا۔ حضرت قبلہ نے یہ رات سردار فضل محمود صاحب خاکوانی کے مکان پر گزارنا تھی۔ اگلے روز 9 بجے اجلاس شروع ہوا۔ تمام مبلغین حضرات اور اجلاس کے موقعہ پر دیگر ملنے والوں سے ہال کمرہ خالی کرا لیا گیا۔ تا کہ اگر اجلاس میں آواز بلند ہو تو باہر کوئی ساتھی سن نہ سکے۔ اجلاس تغلق رڈ کے دفتر کے کمرہ میں شروع ہوا۔ فون پر فقیر راقم کی ڈیوٹی تھی۔ 10 بجے 12 بجے 2 بجے دو تین بار ڈاکٹر خالد خاکوانی کا فون آتا رہا کہ اجلاس کی کیا صورت حال ہے؟ فقیر عرض کرتا کہ خیریت ہے کمرہ بند ہے۔ اجلاس شروع ہے۔ ظہر کے قریب اجلاس ختم ہوا۔ کھانا رکھا گیا۔ سب حضرات کھانا میں شریک ہوئے۔ دوران کھانا حدیث الطعام میں وہی پیار و محبت، گپ شپ۔ باہمی اعتماد اخوت کے مناظر۔ گویا اختلاف نام کی کوئی چیز ہی نہ تھی۔ کھانا سے فارغ ہوئے۔ ظہر کی نماز پڑھی۔ ڈاکٹر خالد خاکوانی حضرت قبلہ کو لینے آئے تو پھر فقیر سے دریافت کیا کہ اجلاس کیسے رہا؟ فقیر نے عرض کیا کہ فیصلوں کی تو بھنک نہیں پڑی کہ کیا ہوئے۔ البتہ یہ کہ باہمی پیار و محبت سے پتہ چلتا ہے کہ خیریت ہی رہی۔ اس پر ڈاکٹر خالد صاحب نے فرمایا خیر ہی ہوگی اور پھر انہوں نے بتایا کہ حضرت قبلہ عشاء سے لے کر فجر کی نماز تک پوری رات مصلے پر رہے۔ ایک منٹ کیلئے آرام نہیں فرمایا۔ اس سے مجھے اندازہ ہوا کہ اجلاس غیر معمولی ہے۔ اس کا حضرت قبلہ کی طبعیت پر اثر ہے۔

قارئین کرام! واقعی اللہ رب العزت نے کرم فرمایا۔ پوری رات حضرت قبلہ کے جاگنے کو اللہ تعالیٰ

نے قبول فرمایا کہ صبح اجلاس میں تمام گتھیاں خود بخود سلجھتی گئیں اور جب اجلاس ختم ہوا تو تمام حضرات کے قلوب سے تمام اختلاف دور ہو چکا تھا۔ یہ حضرت قبلہ کی کرامت اپنی آنکھوں سے دیکھی۔اب یہاں پہنچ کر دل مسوس رہا ہے کہ اب مجلس کیلئے پوری پوری رات جاگ کر دعائیں کرنے والی شخصیت کون ہوگی؟

دفتر مرکزیہ کی تعمیر اور حضرت قبلہ کی کرامت:

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا مرکزی دفتر ملتان‘لوہاری گیٹ‘ کچہری روڈ اور قدیر آباد ملتان کرایہ کے مکان میں رہا۔تغلق روڈ ملتان پر مجلس کی ملکیتی مرکزی دفتر کی تعمیر حضرت مولانا محمد علی جالندھری کی مساعی جمیلہ کی مرہون منت ہے۔جب عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ شیخ الاسلام مولانا سید محمد یوسف بنوری بنے تو حضوری باغ روڈ پر پہلے پچاس مرلہ زمین خرید کی گئی۔(موجودہ گرین بیلٹ کا حصہ وہ بعد میں خرید کیا گیا)اس پر سہ منزلہ دفتر مرکزیہ کی تعمیر کا حضرت شیخ الاسلام مولانا سید محمد یوسف بنوری نے اہتمام فرمایا جس ٹھیکدار کو تعمیر کا ٹھیکہ دیا وہ لاہور کا تھا۔قریباً اسی (۸۰) فیصد حصہ مکمل ہوگیا۔بیس فیصد حصہ باقی تھا کہ ٹھیکدار نے مطالبہ کردیا کہ مہنگائی ہوگئی ہے۔ٹھیکہ کے ریٹ بڑھائے جائیں۔سردار میر عالم لغاری‘ مولانا تاج محمود، حاجی عبدالقیوم وغیرہم حضرات کا مؤقف تھا کہ اسے ادائیگی بروقت ہوتی رہی۔اگر تاخیر ہوئی تو اس کا اپنا قصور ہے۔اسی تاخیر میں ریٹ بھی بڑھے تو وہ خود ذمہ دار ہے۔

جبکہ مولانا محمد شریف جالندھری کا موقف تھا کہ یہ مجلس کا مخلص پرانا ساتھی ہے۔اس کے ساتھ رعایت کی جائے مجلس کے حضرات کی دو آراء سامنے آجانے کا ٹھیکہ دار کو بھی علم ہوگیا وہ بگڑ گیا پہلے منتیں کرتا تھا اب قانون عدالت کے راستے اسے سوجھنے لگے۔حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری کا وصال ہوگیا تھا 10‘11 فروری 1980ء کے اجلاس شوریٰ میں فیصلہ ہوا کہ نمازیں نئے دفتر میں شروع کی جائیں۔مولانا تاج محمود، مولانا سید محمد بنوری رحمہما اللہ مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری ان حضرات کا خانقاہ شریف میں فیصلہ ہوا کہ ٹھیکدار کو بے دخل کردیا جائے۔دفتر کی صفائی ستھرائی کرکے اسے نماز و رہائش کے قابل بنایا جائے باقی تعمیر ٹھیکیدار، یا خود کرائیں یہ ثانوی مسئلہ ہے۔دفتر اسی (۸۰) فیصد تعمیر کے باوجود استعمال کے قابل نہیں اسے استعمال کے قابل بنایا جائے۔اس کو اولیت ہے۔اب مشکل یہ درپیش تھی کہ ٹھیکدار نے بلڈنگ میں چوکیدار نگران رکھا ہوا تھا۔اس کی اہلیہ بھی ساتھ تھیں۔ٹھیکدار کی چوکیدار کو ہدایت تھی کہ میری اجازت کے بغیر کسی کو بلڈنگ میں داخل نہ ہونے دیا جائے۔ہم جاتے ہیں چوکیدار شور کرتا ہے بات تھانہ تک جاتی ہے تو مجلس کی سبکی نہ ہو۔سردار فضل محمود‘ مولانا تاج محمود صاحب نے فرمایا کہ مقدمہ کی صورت میں پولیس سے

ہم نبٹیں گے آپ دفتر ٹھیکدار سے واگزار کرائیں۔ چنانچہ مختلف احباب کو شام کے وقت دفتر تغلق روڈ بلایا گیا کہ صبح نماز کے بعد نئے دفتر کو کھلوائیں گے۔

ہمارے مخدوم حضرت مولانا محمد شریف جالندھری دو دن کی رخصت پر گھر گئے تھے جس شام کو احباب جمع ہوئے۔ آخری مشورہ کیلئے سردار فضل محمود سے مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری نے رابطہ کیا تو سردار فضل محمود نے مولانا عزیز الرحمٰن صاحب سے پوچھا کہ خواجۂ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب سے آپ حضرات نے قبضہ کیلئے اجازت طلب کی تھی۔ تو حضرت خواجہ صاحب نے کیا فرمایا؟ مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری نے فرمایا کہ مختلف آراء سامنے آنے کے بعد حضرت قبلہ نے فرمایا کہ چکی کا ہتھہ ہاتھ میں ہونا ضروری ہے تو سردار فضل محمود جو ریٹائرڈ ایس پی تھے اور اعلیٰ حضرت و حضرت ثانی رحمہما اللہ کے دور سے خانقاہ سراجیہ سے وابستہ تھے۔ پھول کی طرح شگفتہ ہوگئے۔ چہرہ پر خوشی سے مسکراہٹ چھا گئی۔

مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری سے فرمایا کہ مولانا! میں اس خانقاہ سے تین ادوار سے وابستہ ہوں۔ ان حضرات کی زبان پر تقدیر بولتی ہے۔ حضرت قبلہ کا یہ فرمانا کہ ''چکی کا ہتھہ ہاتھ میں ہونا ضروری ہے'' یہ سند ہے آپ اطمینان سے صبح کاروائی کا آغاز کریں۔ کچھ بھی نہیں ہوگا۔ ایک ککھ بھی آپ کے اوپر نہیں اڑے گا۔ چنانچہ رات تغلق روڈ دفتر میں رہے۔ صبح نماز کے بعد حضوری باغ روڈ' دس بارہ ساتھی گئے جھاڑو، کسیّ، تغاری ہاتھ میں لیے دروازہ جا کھٹکھٹایا، چوکیدار نے دروازہ کھولا غالباً یہ بدھ کا روز تھا۔ مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری نے چوکیدار سے فرمایا کہ صفائی کرانی ہے۔ کراچی کے مہمان تشریف لا رہے ہیں۔ جمعہ کا آغاز کرنا ہے۔ چوکیدار بغیر ایک لفظ کہے مان گیا۔ اب صفائی شروع ہوگئی۔ اوپر کے کمرے جو مکمل تھے ان کی صفائی کر کے مولانا عبدالرحیم اشعر کا وہاں دفتر قائم کر دیا پرانے دفتر سے کتب خانہ، نئے دفتر منتقل کر دیا۔ تین چار گھنٹوں میں نیا دفتر رہائش کے قابل ہوگیا۔

ٹھیکدار کے ذمہ چوکیدار کی کچھ تنخواہ تھی وہ مولانا عزیز الرحمٰن صاحب نے ادا کر دی تو وہ اہلیہ سمیت پرانے دفتر منتقل ہوگیا اسی روز سپیکر نصب کر کے ظہر کی جماعت کا اہتمام ہوگے دن رات ایک کر کے ہر چند کہ ابھی مسجد کا فرش نہ پڑا تھا۔ اس کا روڑا برابر کیا۔ صفیں بچھانے کیلئے قابل کر کے جمعہ کا اعلان کر دیا۔ کراچی سے مولانا محمد بنوری، خانقاہ شریف سے حضرت قبلہ جمعہ کو تشریف لائے تو چکی کا ہتھہ ہاتھ میں تھا۔ اب جب سوچتے ہیں تو حیرت ہوتی ہے کہ ہمارے حضرت قبلہ کتنے مستجاب الدعوات تھے۔ کہاں وہ ٹھیکدار کی تعلیاں ادھر مجلس کے حضرات کا مختلف الرائے ہونا۔ اس کے باوجود نہ پتہ ہلا' نہ ککھ اڑا اور یہ معرکہ مار لیا گیا۔ یہ صرف حضرت قبلہ کی کرامت تھی اور بس۔ مولانا محمد شریف جالندھری کو اس کارروائی کا گھر پر معلوم

ہو گیا۔ وہ دو روز بعد تشریف لائے تو پرانے دفتر جانے کی بجائے نئے دفتر تشریف لائے۔ ہم ٹاٹ بچھائے تپائیاں لگائے، دفتر قائم کئے ہوئے تھے مولانا اندر داخل ہوئے تو مسکرائے اور فرمایا ماشاء اللہ میرے شیروں نے اکیلے یہ میدان فتح کر لیا۔ چلو ٹھیک ہوا۔ اسی میں خیر ہو گی۔ ایک تپائی اٹھائی اپنے سامنے رکھ کر فرمایا یہ میری مسند ہے یہ فرما کر کام کرنا شروع ہو گئے۔ اس کے بعد کی تمام تعمیر و مرمت حضرت مولانا محمد شریف جالندھری، حضرت مولانا تاج محمود کی مشاورت و حضرت قبلہ کی سرپرستی سے مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری نے مکمل کرائی یہ 1400ھ کا واقعہ ہے اس بات کو تیس سال سے زیادہ کا عرصہ ہو گیا ہے۔ اب لکھنے میں کوئی کمی بیشی ہو گئی ہو تو اللہ تعالیٰ معاف فرمائیں۔ آمین!

دارالمبلغین کی توسیع:

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام دارالمبلغین میں ردقادیانیت پر کورس کرائے جاتے تھے اس کی دو صورتیں تھیں۔

1......دفتر مرکزیہ میں گاہے بگاہے سہ ماہی کلاسیں لگتی تھیں۔

2......رمضان المبارک میں جہاں کہیں دورہ تفسیر القرآن، دورہ صرف و نحو کے کورس ہوتے ہیں وہاں ہفتہ دس دنوں کیلئے مجلس کے مبلغین تشریف لے جا کر ردقادیانیت پر ان کو تربیت دیتے تھے۔

حضرت قبلہؒ جب مجلس کے امیر مرکزیہ منتخب ہوئے۔ ایک تو مرکزی شوریٰ کے اجلاس ایک روز کی بجائے دو دو روزہ منعقد ہونے لگے مثلاً 10,11 فروری 1980ء کا اجلاس دو روزہ ہوا۔ پہلے دن اجلاس صبح دس بجے سے عصر تک، رات کو بعد از عشاء تا رات بارہ بجے، دوسرے دن 9 بجے سے تین بجے دن اجلاس منعقد ہوئے۔ اس میں بڑی تفصیل سے ایک ایک بات پر گفتگو ہونے لگی اور پھر فیصلے اور ان پر عملدرآمد کی صورتحال پر بحث ہوئی۔ اسی طرح 15,14 دسمبر 1980ء کو اجلاس منعقد رہا۔ اس میں فیصلہ کیا گیا کہ مجلس کے دارالمبلغین کے تحت سہ ماہی کلاس شوال تا ذی الحج ضرور لگے۔ فارغ التحصیل علماء کو وظیفہ دے کر تربیت دی جائے اور شعبان میں ردقادیانیت کورس کا اہتمام کیا جائے۔ جس میں مدارس کے طلباء، علماء شریک ہوں۔ تب سے اس وقت تک حضرت قبلہ کے عہد امارت میں ان سالانہ کورسوں کا اہتمام ہوا۔ پہلے ملتان، اب چناب نگر میں یہ کورس ہوتے ہیں ہزار ہا علماء نے اس سے استفادہ کیا۔ اسی طرح سال بھر میں مختلف مجلس کے دفاتر جیسے لاہور، فیصل آباد، بہاولپور، رحیم یار خان، کراچی، کوئٹہ گوجرانوالہ کے کورسز سے ہر سال ہزار ہا لوگوں نے استفادہ کیا۔ سہ ماہی کورس ملتان میں بھی ہو رہا ہے۔ یہ سب ہمارے حضرت قبلہ کی فیوض و برکات ہیں۔

مجلس عمومی کا اجلاس' امیر و نائب امیر کا چناؤ مارچ 1981ء:

پہلے گزر چکا ہے 27 دسمبر 1977ء میں حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ کو مجلس کا امیر مرکزیہ منتخب کیا گیا۔ تین سال پورے ہونے پر 8 مارچ 1981ء کو ملتان دفتر جدید حضوری باغ روڈ میں مجلس عمومی کا اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں اس کثرت سے وفود قافلے شریک ہوئے کہ سابقہ سب ریکارڈ ٹوٹ گئے۔ اہم ترین حضرات کے رجسٹر پر دستخط کرائے گئے تو ان کی تعداد بھی اڑھائی صد سے زائد ہوگئی۔ اتنی کثرت سے ممبر شپ' عمومی کے ممبران اور پھر اس ذوق سے ان کی شرکت۔ یہ بہاریں ہمارے حضرت قبلہ کے وجود مبارک کی برکتیں تھیں۔ مولانا عبدالرحیم اشعر نے اجلاس کی غرض و غایت بیان کی۔ صدر اجلاس قبلہ حضرت صاحب ؒ کے حکم پر مولانا تاج محمود نے قیام مجلس سے لے کر اس وقت کی صورتحال' قادیانیت کی پسپائی اور مجلس کی کامیابیوں و کامرانیوں و فتوحات پر تفصیل سے گفتگو کر کے آئندہ تین سال کیلئے حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب کا نام امیر مرکزیہ کیلئے تجویز کیا۔ اس پر پورے ہاؤس نے تائید آراء اور تحسین کے جذبات کا اظہار کیا۔ محترم باوا صاحب نے مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحب' مولانا صوفی اللہ وسایا صاحب ڈیرہ غازی خان نے مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری اور مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری نے حضرت مولانا محمد عبداللہ رائے پوری شیخ الحدیث جامعہ رشیدیہ کا نام نائب امیر کیلئے پیش کیا۔ اس پر ہر ایک مجوز نے مختصر اپنی رائے پر دلائل بھی دیئے۔ اب سوائے استصواب کے چارہ نہ رہا۔ تو حضرت مولانا غلام محمد صاحب مدرسہ قاسم العلوم ڈیرہ غازی خان نے تجویز دی کہ استصواب کی بجائے مناسب ہوگا کہ تینوں حضرات کے متعلق آراء آ چکی ہیں اب تمام حضرات' حضرت امیر مرکزیہ قبلہ حضرت صاحب سے استدعا کریں کہ وہ جن کے متعلق فرما دیں وہی نائب امیر ہوں گے۔ استصواب کی ضرورت نہیں۔ اس تجویز کو پورے ہاؤس نے اتفاق سے قبول کر لیا تو حضرت قبلہ سے درخواست کی گئی۔ آپ نے نائب امیر کیلئے حصرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحب کا نام منتخب فرمایا۔ چنانچہ وہ آئندہ تین سال کیلئے نائب امیر منتخب ہو گئے۔

قارئین کرام! ہمارے حضرت قبلہ کی کم گوئی کے تو سب گواہ ہیں۔ لیکن یہ واقعہ ہے کہ کبھی کبھار کسی ضرورت سے حضرت قبلہ کو اظہار خیال کی ضرورت پیش آ جاتی۔ آپ تمام بحث کو ایک آدھ جملہ میں سمیٹ دیتے تو وہ حاصل مجلس یا یہ آپ کی اصابت رائے کی چمکتی دمکتی تصویر ہوتی تھی۔ یہ آپ کے تقویٰ اور اصابت رائے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی ذات سے قوی تعلق کی دلیل ہے۔ ایسے موقعہ پر آپ کی زبان' ترجمان حق کی آئینہ دار ہوتی تھی۔

مولانا محمد شریف جالندھری رحمہ اللہ ناظم اعلیٰ:

مولانا محمد شریف جالندھری بہت زیرک، معاملہ فہم، محنتی اور جفاکش، مجاہد فی سبیل اللہ، عالم دین تھے۔آپ دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے شاگرد تھے۔عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی جب بنیاد رکھی گئی تو وہ کاروائی بھی مولانا نے لکھی اور جب قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا تو اس کی خیر مقدمی قرارداد بھی آپ نے تحریر فرمائی تھی۔آپ نے پہلے مجلس احرار میں اور پھر مجلس تحفظ ختم نبوت میں کام کیا۔آپ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری کے عہد امارت مورخہ 9 اپریل 1974ء سے 27 دسمبر 1977ء تک مجلس کے ناظم اعلی رہے۔جماعتی فیصلہ کے باعث دسمبر 1977ء سے مارچ 1981ء تک کے دور میں مولانا عبدالرحیم اشعر کو مرکزی ناظم اعلی بنایا گیا اور تین سالوں میں قریبا حالات پر حضرت قبلہ کی نیم شبانہ دعاؤں نے قابو پالیا تو مارچ 1981ء میں دوبارہ مولانا محمد شریف جالندھری کو حضرت قبلہ نے ناظم اعلیٰ نامزد فرما دیا۔۔

قارئین 1974ء کی تحریک ختم نبوت سے قبل مولانا محمد شریف جالندھری کا ناظم اعلی بننا اور 1984ء کی تحریک ختم نبوت سے قبل پھر آپ کا نظامت علیا کے عہدہ پر فائز ہونا تحریک ختم نبوت کی کامیابی کیلئے قدرت کی طرف سے انتظام کہا جاسکتا ہے تو اس کی تقرری کیلئے حضرت بنوری و حضرت خواجہ خان محمد صاحب سے اللہ رب العزت کا یہ کام لینا بھی یقیناً ان ہر دو حضرات کی عنداللہ مقبولیت کی دلیل ہے۔

قبلہ حضرت صاحب اور مجلس کے نئے دفاتر و مراکز کی تعمیر:

9 اگست 1981ء کو مجلس کی مرکزی مجلس شوریٰ کا ملتان میں اجلاس ہوا۔اس میں فیصلہ ہوا کہ قادیانیت کے متعلق مطالبات کو ترتیب دینے کا کام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی کریں۔پھر وہ مطالبات، حضرت مولانا محمد رمضان علوی راولپنڈی، حضرت مولانا محمد عبداللہ خطیب لال مسجد اسلام آباد رحمہم اللہ (یہ ہر دو حضرات بھی مجلس کی شوریٰ کے رکن تھے) کے ذریعہ راجہ ظفر الحق صاحب کو پیش کیے جائیں تا کہ وہ جنرل محمد ضیاء الحق صاحب کو ان مطالبات کے پورا کرنے پر آمادہ کریں۔ادھر فیصلہ ہوا کہ 7 ستمبر 1981ء کو سیرت کانفرنس کا چناب نگر میں اہتمام کیا جائے اسٹیشن پر گورنمنٹ نے منظوری نہ دی تو پھر مسلم کالونی میں اجلاس ہوا۔اگلے سال یعنی اکتوبر 1982ء میں باقاعدہ ختم نبوت کانفرنس کی مسلم کالونی میں داغ بیل ڈالی گئی۔اس وقت سے تا امروز ہر سال یہ کانفرنس حضرت قبلہ کی زیر صدارت منعقد ہوتی رہی۔اس اجلاس اگست 1981ء میں فیصلہ ہوا کہ گوجرانوالہ، سیالکوٹ، سکھر، کراچی میں مجلس کے پلاٹ موجود ہیں۔ان

کی تعمیر کا آغاز کیا جائے۔

ا......گوجرانوالہ میں مرکز ختم نبوت کی تعمیر:

قارئین کرام! گوجرانوالہ اندرون سیالکوٹی گیٹ مجلس کا ملکیتی دفتر موجود ہے۔ جو شہر کے وسط میں ہے۔ لاہور روڈ کنگنی والا میں حضرت حاجی محمد یوسف صاحب ساکن کھیالی کی سکنی زمین تھی 4 کنال انہوں نے مجلس تحفظ ختم نبوت کیلئے اور 4 کنال اس کی ساتھ ملحقہ دارالعلوم کیلئے وقف کی۔ جو چار کنال انہوں نے مجلس کیلئے وقف کی اس پر تعمیر کیلئے حضرت قبلہ کے عقیدت مند و مرید حافظ نذیر احمد جو خانقاہ سراجیہ کے متعلقین سے ہیں ان کی زیر نگرانی مسجد و مدرسہ کی تعمیر کا کام کرنے کا حضرت قبلہ نے اس اجلاس میں فیصلہ فرمایا محترم حفاظ نذیر احمد صاحب عالمی مجلس کی شوریٰ کے بھی رکن ہیں۔ آپ نے تعمیر کیلئے بھر پور جدوجہد فرمائی۔ مسجد و مدرسہ اور باہر بائیس دکانوں کی تعمیر ہوئی۔ اب وہاں پر دفتر قائم ہے۔ سالانہ ریفریشر کورس سکول و کالج کے طلباء کیلئے ردقادیانیت پر منعقد ہوتے ہیں۔ نمازیں، صبح کا درس، جمعہ، بچوں بچیوں کی قرآنی تعلیم کا انتظام ہے۔ مکمل انتظام کی مرکز طرف سے مقامی جماعت نگرانی کرتی ہے۔ اس کی ابتدائی تعمیر سے لے کر اس وقت تک کی ترقی تک خالصتاً حضرت قبلہ کی حسنات کا حصہ ہے۔ حق تعالیٰ نے گوجرانوالہ میں مجلس کو یہ جو مرکز نصیب کیا۔ اس کی تعمیر کے آغاز پر حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب، حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہما اللہ کی تشریف آوری، حضرت مولانا محمد شریف جالندھری کا بیان، رفقاء کا جمع ہونا۔ اس منظر کا اس تحریر کے وقت خیال کرتا ہوں تو سرور سے روح وجد کرنے لگتی ہے کہ اللہ رب العزت نے کس طرح کی برکات کا ہمارے حضرت قبلہ کو مظہر بنایا تھا۔

۲......سیالکوٹ میں مجلس کے مرکز کی تعمیر:

سیالکوٹ ڈیفنس روڈ پر ایک نئی کالونی میں مجلس کو مسجد و دفتر کیلئے پلاٹ الاٹ ہوا۔ عالمی مجلس سیالکوٹ کے پیر بشیر احمد گیلانی اس پلاٹ کے مجلس کیلئے وقف کرنے کے داعی بنے (اگست 1981ء) میں اس کی تعمیر کا فیصلہ ہوا آج وہاں جامع مسجد بنوری اور اس کی دوسری منزل میں عظیم الشان دفتر قائم ہے۔ اس مرکز کی تعمیر کا ثواب بھی ہمارے قبلہ حضرت صاحب کیلئے ذخیرہ آخرت ہے اس کی تعمیر کا خواب بھی شرمندہ تعبیر حضرت قبلہ کے عہد زریں میں ہوا۔ ہمارے سیالکوٹ کے موجودہ امیر پیر شبیر احمد گیلانی کی نگرانی میں دوسری منزل میں کئی لاکھ روپیہ کے مصرف سے مجلس مرکزیہ نے دفتر تعمیر کرایا ہے۔ جس میں رہائش، دفتر، لائبریری مہمان خانہ کی سہولیات حاصل ہیں۔ **فالحمد للہ اولا و آخرا!**

۳......سکھر میں مجلس کے مرکز کی تعمیر:

معصوم شاہ مینارہ روڈ سکھر بلند پہاڑی کا کچھ حصہ مجلس کو دفتر و مدرسہ کیلئے الاٹ ہوا۔ پہاڑی کو کاٹ کر سڑک کے برابر کیا گیا۔ اس پر خاصہ خرچہ ہوا۔ نیچے دس دکانیں تعمیر کر کے فرسٹ فلور پر دفتر و تعلیم القرآن مدرسہ کیلئے بلڈنگ تعمیر کی گئی۔ دوسری منزل پر مبلغ کی رہائش کیلئے خوبصورت مکان تعمیر ہوا۔ اس پر لاکھوں خرچ آئے۔ اس کا فیصلہ بھی اگست 1981ء کی میٹنگ میں ہوا اور یہ تعمیر بھی حضرت قبلہ کے عہد امارت کی خوبصورت وحسین یادگار ہے۔

۴......کراچی میں مجلس کے مرکز کی تعمیر:

اگست 1981ء کی اس میٹنگ میں کراچی مسجد باب الرحمت پرانی نمائش کی خستہ مسجد کو گرا کر دفتر، رہائش گاہیں اور جامع مسجد کی نئی تعمیر کا فیصلہ کیا گیا۔ پاکستان بننے کے بعد جنوری 1949ء میں جب مجلس کی بنیاد رکھی گئی تو کراچی میں مجلس تحفظ ختم نبوت کا دفتر بندر روڈ سائر مینشن بالمقابل ریڈیو پاکستان کراچی میں قائم کیا گیا 1953ء کی جب تحریک ختم نبوت چلی تو مولانا لال حسین اختر اسی دفتر کے انچارج تھے اسی تحریک میں حضرت امیر شریعت، مولانا ابوالحسنات قادری، ماسٹر تاج الدین انصاری، مولانا لال حسین اختر، اسی دفتر سے گرفتار ہوئے تھے۔ 1974ء کی تحریک ختم نبوت میں یہی دفتر تھا اب یہ عمارت بہت پرانی ہوگئی تھی نیز یہ کہ دفتر بھی کرایہ پر تھا چنانچہ مسجد باب الرحمت پرانی نمائش کا ایک ٹرسٹ رجسٹرڈ کرایا گیا تب ٹرسٹ کے صدر حضرت مولانا احمد الرحمٰن صاحب تھے اسی مسجد میں مجلس کا دفتر قائم کیا گیا۔ جیسے کیسے نظم چلتا رہا۔ لیکن یہ مسجد بھی اتنی بوسیدہ اور خستہ تھی کہ اس کی تعمیر جدید ضروری تھی۔ اس کی تعمیر نو کا فیصلہ ہوا۔ اللہ رب العزت ہمارے حضرت خواجہ خان محمد صاحب، مولانا مفتی احمد الرحمٰن، مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہم اللہ کی قبور پر اپنی رحمتوں کی موسلا دھار بارش نازل فرمائیں کہ اللہ رب العزت کا نام لے کر اس کام کا آغاز کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے کوہ قامت دفتر، عظیم الشان دو منزلہ مسجد، چار رہائش گاہیں، لائبریری، ہال کمرہ، مہمان خانہ تیار ہوگئے۔ جو حضرات اللہ رب العزت کو پیارے ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبور کو بقعۂ نور بنائے۔ جو زندہ سلامت ہیں اللہ تعالیٰ ان کی مساعی کو ذخیرۂ آخرت بنائیں۔ آمین!

۵......حیدر آباد میں ختم نبوت مرکز کی تعمیر:

ہر چند کہ اگست 1981ء کے فیصلہ کے مطابق جو ختم نبوت کے مراکز ودفاتر حضرت قبلہ کے حکم یا

عہد امارت میں تعمیر ہوئے ان کا ذکر چل رہا تھا۔اب ذیل میں چند اور مراکز کا تذکرہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔ان کا اگست 1981ء کی میٹنگ سے تو تعلق نہیں۔لیکن حضرت قبلہ کے عہد امارت میں ان کی تعمیر ہوئی۔ اس لئے ان کا تذکرہ بھی اہمیت کا حامل ہے۔ان مراکز میں سے ایک حیدرآباد دفتر کی تعمیر ہے جو آٹو بھان روڈ لطیف آباد مجلس کا ملکیتی دومنزلہ دفتر ہے۔اس پلاٹ کی خریداری اور تعمیر وتوسیع سب کچھ حضرت کے عہد امارت میں ہوا۔

۶......کوٹری ضلع حیدرآباد میں مرکز میں کی تعمیر:

کوٹری سندھ میں گوہر شاہی ملعون کا مرکز تھا۔اس کے توڑ کیلئے وہاں مسجد و مدرسہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے قائم کیے۔وہ دونوں مراکز تبلیغ اسلام کا فریضہ انجام دے رہے ہیں جو حضرت قبلہ کے عہد امارت کی خوبصورت یادیں ہیں۔

۷......کنری میں ختم نبوت مسجد و مدرسہ کا قیام:

کنری میں ختم نبوت کی مساجد و مراکز حضرت مولانا محمد علی جالندھری کے عہد امارت کی یادیں ہیں،ان کی توسیع حضرت شیخ بنوری کے عہد امارت میں ہوئی۔تکمیل حضرت قبلہ کے عہد امارت میں ہوئی۔

۸......ٹالھی میں ختم نبوت مسجد و مدرسہ کا قیام:

ٹالھی ایک ایسی جگہ ہے جہاں پر قادیانیوں کی جاگیریں ہیں۔وہاں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے پلاٹ خرید کر مسجد و مدرسہ کی تعمیر کی سعادت حاصل کی۔یہ حضرت قبلہ کے عہد امارت میں ہوا۔

۹......ختم نبوت مسجد و دفتر گنمبٹ کی تعمیر:

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام مسجد و مدرسہ گنمبٹ ضلع خیر پور میں قائم ہوئے۔گنمبٹ کی مجلس نے اس کیلئے جان توڑ محنت کی۔عالمی مجلس مرکزیہ نے بھی خطیر رقم سے اس کی تکمیل میں ہاتھ بٹایا۔یہ بھی حضرت قبلہ کے عہد امارت میں ہوا۔

۱۰......دفتر ختم نبوت رحیم یار خان کی تعمیر:

سرکلر روڈ پر دومنزلہ دفتر ختم نبوت رحیم یار خان کی تعمیر کے محرک مولانا قاری حماد اللہ شفیق بنے اور اس کے لئے جان توڑ جدوجہد مولانا حافظ احمد بخش مرحوم کے حصہ میں آئی۔حضرت قبلہ نے اس کا سنگ بنیاد رکھا۔تعمیر مکمل ہونے پر افتتاح فرمایا۔

اا......دفتر ختم نبوت کوئٹہ کی خریداری:

کوئٹہ میں قدیم زمانہ سے لیاقت بازار میں ختم نبوت کا دفتر کرایہ کے ایک چوبارہ پر واقع تھا۔عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کوئٹہ کے امیر حضرت مولانا منیرالدین مقرر ہوئے،تب کرایہ کے دفتر کے مالکان نے دفتر کی عمارت خالی کرنے کا مطالبہ کیا۔مولانا منیرالدین صاحب نے فرمایا کہ فوراخالی کردیں۔مالک کے تقاضا کے بعد اپنے تصرف میں رکھنا جائز نہیں۔اب نئے دفتر کی تلاش کا کام شروع ہوا۔آرٹ سکول روڈ پر ملکیتی دفتر مل گیا۔یہ بھی ہمارے حضرت قبلہ کے عہدامارت میں ہوا۔اب کوئٹہ،کراچی،لاہور،اسلام آباد میں مجلس کے ملکیتی دفاتر موجود ہیں۔صرف پشاور میں موجود نہیں۔اللہ رب العزت کرم فرمادیں تو ان کے خزانہ میں کیا کمی ہے۔یہ سب کچھ بہاریں، مراکز مدارس، مساجد کی رونقوں میں ہمارے حضرت قبلہ کی سحر گاہی کی دعاؤں کا صرف حصہ نہیں بلکہ ان دعاؤں کے ثمرات مبارک ہیں۔

2مئی 1982ءکو ہفت روزہ ختم نبوت کراچی کا اجراء:

قارئین!حضرت شیخ بنوری کے بعد پہلی بار حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب 28دسمبر 1977ءکومجلس کے مرکزی امیر بنے۔دوسری بار 1981ء میں تین سال کے بعد دوبارہ امیر منتخب ہوئے۔دوبارہ منتخب ہونے کے بعد مجلس شوریٰ کا یہ دوسرا اجلاس تھا جو25مئی 1982میں منعقد ہوا۔اس اجلاس میں یہ خوشخبری وکامیابی سننے کوملی کہ مجلس اپنے یوم تاسیس سے ختم نبوت کے نام پر ڈیکلریشن حاصل کرنے کیلئے ساعی رہی۔قادیانی عفریت نے حکومتی دوائر میں ایسا پھن پھیلا رکھا تھا کہ حکومت نے اجازت نہ دی۔اب ضیاءالحق کے زمانہ میں کراچی سے ہفت روزہ ختم نبوت کے ڈیکلریشن کی درخواست دی خیر سے وہ بھی مسترد ہوگئی۔ان دنوں راجہ ظفرالحق صاحب وفاقی مذہبی امور کے وزیر تھے۔انہوں نے مداخلت کی تو ڈیکلریشن مل گیا۔29مئی 1982ءکواس کا پہلا پرچہ جاری ہوا۔اس میں حضرت قبلہ کا پیغام تہنیت آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔اس پرچہ کا اجراء آپ کے عہد مبارک میں ہوا۔جب تک یہ پرچہ جاری رہے گا۔حضرت قبلہ کی یادوں کی خوشبو چہارسو پھیلتی رہے گی۔اشاعت اول میں دیگر حضرات کے علاوہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کا پیغام بھی شائع ہوا۔

قارئین!29مئی 1974ءکو چناب نگر (ربوہ)اسٹیشن پر قادیانی درندوں نے مسلمان طلباء پر قاتلانہ حملہ کیا۔جس کے ردعمل میں تحریک چلی جو قادیانیوں کے غیر مسلم قرار دیئے جانے پر منتج ہوئی۔اس حوالہ سے ہفتہ روزہ ختم نبوت کے اجراء کیلئے 29مئی کی تاریخ طے کی گئی۔اسی موقعہ پر چناب نگر جمعہ کا اہتمام

کیا گیا اس میں قائد اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ کو دعوت دی گئی کہ وہ جمعہ پر ہفت روزہ ختم نبوت کا ربوہ میں افتتاح فرمائیں۔ یہ اس لئے کیا گیا کہ مولانا قاضی مظہر حسین کے والد گرامی قاضی کرم الدین دبیر رحمہ اللہ مرزا قادیانی کے خلاف عدالتوں میں برسر پیکار رہے۔اس کی یاد اور اس نسبت کی برکت کے حصول کیلئے قبلہ قاضی مظہر حسین کو دعوت دی گئی کہ وہ ہفت روزہ ختم نبوت کا چناب نگر سے افتتاح کریں۔ختم نبوت کے نام پر پرچہ کا ڈیکلریشن حضرت مولانا جالندھری کے عہد امارت سے اس پر باقاعدہ محنت شروع ہوئی۔قدرت نے یہ سعادت حضرت قبلہ کے عہد امارت کے مقدر میں لکھی تھی کہ ''ختم نبوت'' کے نام پر پرچہ ڈیکلریشن آپ کے عہد میں ملا۔

ختم نبوت کانفرنس چناب نگر کا آغاز:

25 مئی 1982ء کے شوریٰ کے اجلاس میں حضرت قبلہ کی زیر صدارت فیصلہ ہوا کہ اکتوبر 1982ء میں چناب نگر میں ختم نبوت کانفرنس کا آغاز کیا جائے۔چنانچہ آپ نے استقبالیہ کا سرپرست مولانا تاج محمود، استقبالیہ کا صدر مولانا محمد اشرف ہمدانی، استقبالیہ کمیٹی میں لاہور سے حاجی بلند اختر، گوجرانوالہ سے چوہدری غلام نبی، ملتان سے مولانا محمد شریف جالندھری، مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری اور چناب نگر سے فقیر راقم کو شامل کیا گیا کانفرنس ہوئی، دھوم دھام سے ہوئی۔

2007ء میں حضرت قبلہ کے صاحبزادہ صاحبان نے حضرت قبلہ کے اسفار پر پابندی لگا رکھی تھی۔فقیر حاضر ہوا۔اشتہار پیش کیا۔دعاء کیلئے درخواست کی تو حضرت قبلہ نے ازخود فرمایا کہ اس کانفرنس کیلئے میں سفر کروں گا۔2008ء میں بھی تیار تھے اچانک سفر کے روز زیادہ نقاہت ہوگئی کہ مجبوراً تشریف نہ لا سکے۔گزشتہ سال 2009ء میں تو بالکل سفر کے قابل نہ تھے لیکن سفر کیا دن بھر شریک رہے اور رات کے اجلاس کی صدارت بھی فرمائی۔ بہت کمزوری تھی۔جب دعاء کیلئے ہاتھ اٹھائے تو کمزوری کے باعث ہاتھ مبارک کانپ رہے تھے۔اس کیفیت پر اجتماع پر جو اثر ہوا۔اس کا تو قارئین اندازہ فرما سکتے ہیں۔اب آپ کے وصال کے بعد 9 مئی 2010ء کی ختم نبوت کانفرنس ایبٹ آباد میں حضرت خواجہ خان محمد صاحب کے چناب نگر کانفرنس کے موقعہ پر کانپتے ہاتھوں سے دعا کا مولانا فضل الرحیم اشرفی نے ذکر کیا تو اجتماع پر غم کی چادر تن گئی۔

قارئین!اب کیا عرض کیا جائے کہ صرف یادیں رہ گئیں۔ان مناظر کے دیکھنے کو زندگی بھر آنکھیں ترستی ہی رہیں گے۔آپ کے بعد اب زندگی گزرے گی تو سہی، لیکن بے کیف۔ وہ بہاریں، وہ

رونقیں، انہیں ڈھونڈ و چراغِ رُخِ زیبا لے کر۔ فقیر راقم کی طرح بہت سارے احباب کو یاد ہوگا۔ 2010ء کا اجلاس جمعہ شروع ہوا۔ آپ کو جمعہ پڑھ کر ویل چیئر پر اجتماع کے قریب سے گاڑی پر سوار کرانے کیلئے گزارا گیا تو جس کی نظر پڑی، پھٹی آنکھوں، دل گرفتہ حالت کا وہ منظر آنکھوں کے سامنے اب لایا جائے تو ہوک سی اٹھتی ہے۔ اب اسی ہوک و کوک سے ہی واسطہ رہے گا۔ (چلیے آگے چلتے ہیں! ورنہ تو اپنی حالت یہ ہے کہ دل کا جانا ٹھہر گیا۔ صبح گیا کہ شام گیا۔)

جنرل ضیاء الحق کا قانون منسوخ کرنا:

25 مئی 1981ء کے اجلاس شوریٰ میں ایک مسئلہ یہ بھی زیر بحث آیا کہ: ''جنرل ضیاء الحق صدر مملکت نے آرڈیننس نمبر 27، مجریہ 8 جولائی 1981 کو 334 قوانین منسوخ کیے۔ جو پی۔ ایل۔ ڈی جنوری 1982ء میں گورنمنٹ نے شائع کیے۔ اس سیریل 272 پر ترمیم نمبر 2 ص 1974ء جس کے ذریعہ آئین پاکستان میں قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا گیا تھا منسوخ تھی۔ نیز سیریل نمبر 312 پر ترمیمی آرڈیننس (7) مجریہ 1979ء بھی منسوخ تھا جس کی بناء پر قادیانی ہر دو گروپ صرف غیر مسلم اقلیتوں کی نشست پر ہی انتخاب میں حصہ لے سکتے تھے اور ان کے ووٹر بھی صرف قادیانی ہی ہو سکتے تھے۔

پی۔ ایل۔ ڈی جنوری 1982ء شائع ہونے کے بعد ملک میں ان دو قوانین کی منسوخی پر ہیجان پیدا ہوا۔ مجلس نے اس آواز کو اٹھایا۔ پریس کانفرنسیں ہوئی۔ وفاقی مجلس شوریٰ میں بھی صدائے بازگشت پہنچی۔ صدر مملکت نے آرڈیننس 1982ء کے ذریعہ نمبر 272 پر منسوخ ہونے والی ترمیم نمبر 74,2 کو بحال کر دیا۔ لیکن آرڈیننس میں نمبر 313 پر منسوخ ہونے والی عبوری آئین کی دفعہ جس کے درپے قادیانی غیر مسلم نشستوں پر قادیانی غیر مسلم ووٹر کے پابند تھے اس کی بحالی کا ذکر تک نہیں۔ مجلس شوریٰ، مجلس ختم نبوت نے فیصلہ کیا کہ عبوری آئین کی اس دفعہ کی بحالی کیلئے وفاقی مجلس شوریٰ کے اجلاس میں آواز اٹھائی جائے۔'' (از رجسٹر نمبر 3 کارروائی مجلس شوری ص ٦)

اس کی تلافی کیلئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے 125 وکلاء و نامور قانون دانوں کی رائے گرامی پر مشتمل اشتہار ''نوائے وقت'' میں شائع کیا۔ مولانا قاری سعید الرحمٰن، مولانا مفتی زین العابدین، کے ذریعہ ضیاء الحق صاحب تک اپنی آواز پہنچائی۔ چنانچہ ان کی طرف سے آرڈیننس جاری ہوا جس میں وضاحت تھی کہ ترمیم نمبر 2 مجریہ 1974ء اور سیریل نمبر 313 ترمیمی آرڈیننس مجریہ 1979ء علی حالہ دونوں مؤثر ہیں اور قانون میں قادیانیوں کے متعلق جو حیثیت پہلے سے موجود تھی اب مارشل لاء دور میں بھی وہ موجود ہے کہ

قادیانی کافر ہیں۔مرزا قادیانی ملعون کے ماننے والے دوگروہوں کا اسلام اور مسلمان سے کوئی تعلق نہیں یہ کامیابی بھی حضرت قبلہ کے عہد امارت میں ختم نبوت کے محاذ کو نصیب ہوئی۔

(قارئین! فقیر یہ تمام تفصیلات اس لئے عرض کررہا ہے کہ آگے 1984ء کی تحریک ختم نبوت جو حضرت قبلہ کی قیادت میں چلی تھی اس کو سمجھنا آسان ہوجائے۔اس کیلئے ان مبادیات کا ذکر کرنا بہت ضروری تھا۔)

1983ء میں قادیانی جارحیت:

27 اپریل 1983ء کو ملتان دفتر مرکزیہ میں حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب کی زیر صدارت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مرکزی مجلس شوریٰ کا اجلاس منعقد ہوا۔حضرت مولانا تاج محمود نے اجلاس میں ابتدائی تقریر فرمائی، فرمایا کہ جب مرزائی چوتھا خلیفہ مرزا طاہر احمد انتخاب میں کامیاب ہوا تو ہمارا فوراً اس طرف خیال گیا کہ اب مرزائی محاذ پر خیریت نہ رہے گی۔کیونکہ مرزا ناصر احمد قادیانی خلیفہ ثالث، تعلیم یافتہ آدمی تھا اور متانت سے کام لیتا تھا۔یہ صاحب غنڈہ صفت ہیں۔اپنی کمزوریاں اور غنڈہ گردی کو چھپانے کیلئے نئے مسائل پیدا کرے گا۔چنانچہ ہمارا یہ خیال درست نکلا۔مولانا محمد اسلم قریشی کو سیالکوٹ ایسے شہر سے اغوا کرلیا گیا اندرون ربوہ بھی فضا خراب کرنے کی کوشش کی گئی۔مولانا عبدالہادی شیخوپورہ کو قادیانیوں نے پیٹا۔ قادیانی جارحانہ اقدامات کررہے ہیں۔چنانچہ اس وقت اصل مسئلہ مولانا محمد اسلم قریشی کا نہیں بلکہ قادیانی جارحیت کا ہے۔آج تک اکابر علماء دیوبند نے ہماری سرپرستی فرمائی ہے۔مجلس کے اکابر واصاغر نے بھی علماء دیوبند کی اطاعت اور خدمت کی۔اب علماء حق میں خودنشست وافتراق ہے۔جس کے باعث ہماری جماعتی زندگی بھی کمزوری کا شکار ہے۔اس لئے اب نہایت بیدار مغزی اور جفاکشی کیساتھ کام کی ضرورت ہے۔ہمیں اپنی تنظیم کو مضبوط بنانے کی طرف پوری توجہ دینی چاہیے۔حاجی لال حسین صاحب کراچی نے جماعت کی مفصل تاریخ اور کام کی تفصیل بیان کرتے ہوئے انہوں نے وضاحت کی۔قادیانی محاذ پر جماعت کی جس قدر خدمات ہیں وہ کسی دوسرے ادارہ کی کسی باطل محاذ پر نہیں اور نہ ہی آج کوئی ادارہ مجلس تحفظ ختم نبوت ایسی تنظیم، مبلغین کی ہمہ وقتی جدوجہد، تردید قادیانیت بذریعہ پمفلٹ ورسائل کی مثال پیش کرسکتا ہے اور پھر مجلس ایک خاص طرز عمل سے لاکھوں کا صرف سالانہ پورا کررہی ہے۔ہمارے بزرگوں نے نہایت بیدار مغزی سے کام کی ایسی صورت پیدا فرمائی ہے کہ اب ان حضرات کی مساعی بارآور ہورہی ہیں اور مجلس سے بڑھ کر کوئی ادارہ یکجہتی اور نظم سے کام کر ہی نہیں رہا۔حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن نے قادیانی جارحیت اور

اس کے مقابلہ میں بیدار مغزی کے ساتھ کام کرنے کی ضرورت پر جامع گفتگو فرمائی۔ فیصلہ ہوا کہ قادیانی چونکہ ملک وملت کے وفادار نہیں۔اس لئے یہ اشتعال انگریزیاں ان کی طرف سے ملک کے خلاف سازش ہیں۔انہیں کھل کر بیان کیا جائے۔رائے عامہ کو قادیانیوں کے متعلق خبردار کیا جائے اور گورنمنٹ سے بذریعہ وفود اجلاس عام مطالبہ کیا جائے کہ قادیانیوں کے خلاف اس وقت اقدام ضروری ہے۔

مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے احیاء کی کارروائی کا جائزہ:

امت مسلمہ مختلف فرقوں شیعہ،سنی، اہل حدیث، حنفی، دیوبندی، بریلوی میں بٹ کر اصل مقصد سے دور جاچکی ہے۔ ماضی میں ہمارے بزرگوں نے تمام مسلمان فرقوں کو قادیانیوں کے تعاقب کیلئے ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا تو اس کے نتائج بہت شاندار نکلے۔سب سے پہلا مجلس کا قیام 1953ء میں ہوا اور ختم نبوت کے تحفظ کیلئے مثالی کام ہوا۔دوبارہ 1974ء میں زیر قیادت حضرت بنوری مجلس عمل قائم ہوئی اور قادیانیوں کو پاکستان کی قانون ساز اسمبلی نے غیر مسلم اقلیت قرار دیا ور امت مسلمہ کا دیرینہ مطالبہ تسلیم کرلیا گیا۔اتحاد امت نے ہمیشہ ہی باطل کے خلاف عظیم کامیابیاں حاصل کیں۔1974ء کے بعد قادیانیوں نے کچھ دیر خاموشی کے بعد دوبارہ تنظیم اور اسراف زر سے کام کرنا شروع کردیا اور بدقسمتی سے مسلمان فرقوں کے رہنماؤں نے باہمی اختلاف کو ہی مقصد حیات قرار دینا شروع کردیا۔مجلس تحفظ ختم نبوت کا بنیادی مقصد ہی تمام مسلمان فرقوں کا اتحاد ہے۔(معذرت کے ساتھ مولانا سے عرض ہے کہ مذکورہ بالا فرقوں میں سے باقی تو مسلمان ہیں لیکن شیعہ کسی صورت دائرہ اسلام میں داخل نہیں،اس پر حضرت قبلہ خواجہ صاحب رحمہ اللہ کا فتویٰ راقم کے مضمون ’’شیخ المشائخ......فتنوں کے تعاقب میں!‘‘ [باب نمبر 6] میں ملاحظہ فرمائیں [خادم،حمزہ]) اس لئے مجلس نے سرتوڑ کوشش کی۔لیکن وہ موجودہ دور میں ایسے اتحاد کا وجود قائم کرنے میں ناکام رہی اور پھر موجودہ حکومت مارشل لاء میں قادیانیوں کو بے پناہ مراعات سے نوازا گیا۔قادیانی آئینی طور پر غیر مسلم ہونے کے باوجود برملا کہتے اور لکھتے رہے کہ وہی خالص مسلمان ہیں۔اہل اسلام کی طرف سے بارہا مطالبہ کے باوجود حکومت ٹس سے مس نہ ہوئی۔الٹا قادیانی افسروں کی ترقیوں کا سلسلہ شروع ہوا۔عبدالسلام سائنسدان اور ڈاکٹر محمودالحسن کی مثال سے واضح ہوتا ہے کہ موجودہ مارشل لاء حکومت قادیانیوں کے خلاف کچھ کرنا نہیں چاہتی۔مولانا محمد اسلم قریشی کو اغوا کرلیا گیا۔مجلس نے ہر جگہ سے مطالبہ کیا کہ مولانا کا سراغ قادیانیوں کو تفتیش میں لینے سے ہی ملے گا۔لیکن حکومت نے قادیانیوں سے پہلوتہی کی۔اب قیام مجلس عمل میں دور کاوٹیں ہیں۔گورنمنٹ قادیانیت نوازی سے اس مسئلہ کو کمزور کرنے کا باعث ہے۔مسلمان فرقوں کی

باہمی مناقشت دن بدن تیز ہورہی ہے۔کوئی فرقہ بالخصوص بریلوی حضرات قطعاً اس طرف نہیں آتے۔ایسے میں مرکزی شوریٰ نے فیصلہ کیا کہ مجلس عمل کے قیام کی کوشش جاری رہے اور مولانا تاج محمود فیصل آباد، مولانا حکیم عبدالرحمان آزاد، مولانا محمد شریف جالندھری باہم تاریخ مقرر کر کے تمام مسلمان فرقوں کے رہنماؤں سے رابطہ قائم کر کے قیام مجلس عمل کی کوشش کریں۔ فیصلہ کیا کہ جماعت کی طرف سے کام میں شدت پیدا کرتے ہوئے ضلعی کانفرنسیں کی جائیں۔مجلس کے مرکزی رہنما ایسی کانفرنس میں شرکت کریں اور دیگر مکاتب فکر کے رہنماؤں کو بھی بلایا جائے۔تاکہ مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کیلئے راستہ ہموار ہو۔مولانا محمد اسلم قریشی کی بازیابی کیلئے 20 مئی کی تاریخ برائے اجتماع مقرر کی گئی۔فیصلہ ہوا کہ بذریعہ اشتہارات ملک بھر میں یوم احتجاج منایا جائے۔قرار دادیں مرکزی اور صوبائی حکومت کو بھیجی جائیں۔سیالکوٹ میں یوم دعاء کیلئے ایک عظیم اجتماع بلایا جائے۔ملک بھر سے فدایان ختم نبوت کو شرکت کی دعوت دی جائے۔

وفاقی مجلس شوریٰ میں ترمیم 1974ء کے متعلق قانون سازی کی جدوجہد کا جائزہ:

مولانا محمد شریف جالندھری نے قیام مجلس شوری سے لے کر آج تک جدوجہد کی تفصیل بیان کی اور کہا کہ وفاقی شوریٰ کے صدر خواجہ محمد صفدر سیالکوٹ کے باشندے ہیں اور قادیانیوں کے متعلق ان کے جذبات مصالحانہ ہیں۔انہوں نے بلطائف الحیل قانون سازی کے مسودہ کو بحث کیلئے پیش نہیں ہونے دیا۔خود وفاقی مجلس شوریٰ کا طریق کار اتنا پیچیدہ ہے کہ قیام شوریٰ سے لے کر ہم آج تک ہر اجلاس کے وقت اسلام آباد جاتے رہے مطالبات کے متعلق پمفلٹ ہر رکن شوریٰ تک پہنچائے۔ملاقاتیں کر کے اراکین کو تیار کیا کہ جب یہ مسودہ پیش ہو تو اس کی تائید کریں۔تمام اراکین سے ان کے علاقوں میں کارکنان ختم نبوت نے ملاقاتیں کیں، تمام اراکین گرمجوشی سے تائید کیلئے تیار ہیں۔لیکن باوجود قاری سعید الرحمٰن، مولانا سمیع الحق، قاضی عبداللطیف کی کوششوں کے مسودہ آج تک کسی اجلاس میں پیش نہیں ہوا۔مجلس شوریٰ نے فیصلہ کیا کہ اس وقت عارضی طور پر اولیت مولانا محمد اسلم قریشی کی بازیابی کو ہے۔تاہم قانون سازی کیلئے بھی مکمل جدوجہد جاری رکھی جائے۔

حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب کی گرفتاری ورہائی:

مئی 1982ء کی آخری رات اسلام آباد جامع مسجد دارالسلام میں ختم نبوت کانفرنس تھی جس میں حضرت اقدس مولانا خواجہ خان محمد صاحب، جناب راجہ ظفر الحق، مولانا عبدالشکور دین پوری، مولانا محمد لقمان علی پوری، قاری محمد امین، راولپنڈی، مولانا عبدالرؤفؒ جتوئی' جناب سید امین گیلانی' مولانا محمد اسماعیل شجاع

آبادی اور دیگر حضرات کے بیانات ہوئے۔ کانفرنس سے قبل مولانا قاری احسان اللہ نے ارشاد فرمایا کہ میری مسجد جامع قاسمیہ F-8-3 کے عقب میں قادیانی جماعت کا گیسٹ ہاؤس ہے اس میں قادیانی جماعت کا چیف گرو مرزا ناصر احمد اپنی نئی نویلی دلہن کے ساتھ ہنی مون منانے کیلئے آیا ہوا ہے قادیانی گیسٹ ہاؤس اور میری مسجد کے درمیان صرف سڑک کا فاصلہ ہے۔ اگر کل وہاں کانفرنس ہو جائے تو بہت مناسب ہوگا چنانچہ دارالسلام کی مسجد میں اعلان کر دیا گیا کہ یکم جون 1982ء بعد نماز مغرب قاری احسان اللہ صاحب کی مسجد میں کانفرنس ہوگی۔ چنانچہ کانفرنس ہوئی۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب کی زیر صدارت مولانا عبدالشکور دین پوریؒ مولانا محمد لقمان علی پوری' مولانا قاری محمد امین جناب سید امین گیلانی کے بیانات ہوئے راقم اللہ وسایا نے اس موقع پر جو خطاب کیا وہ کیسٹ سے نقل کر کے ساجد اعوان نے ارسال کیا جسے ''حقائق بولتے ہیں'' کے نام پر مانسہرہ کی جماعت نے شائع کیا۔ یہ بیان براہ راست مرزا ناصر سن رہا تھا۔ اس خطاب کے دوران مرزا ناصر پر دل کا دورہ پڑا۔ جو آگے چل کر اس کی موت کا سبب بن گیا۔ جونہی ختم نبوت کانفرنس ختم ہوئی۔ مولانا عبدالشکور دین پوری' قاری محمد امین اور حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب کو پولیس نے گرفتار کر لیا۔ رات بھر آپ تھانہ میں رہے۔ اگلے دن راجہ ظفر الحق کو معلوم ہوا۔ انہوں نے پولیس آفیسران کو کہا کہ تم جانتے ہو تم نے کس شخصیت کو گرفتار کیا ہے؟ یہ حضرت قبلہ خواجہ خان محمد صاحب ہیں۔ جنہیں ملنے کیلئے دوبار جنرل ضیاء الحق درخواست کر چکے ہیں اور آپ نے ملاقات نہیں کی۔ انہیں فوراً ابھی رہا کر دو ورنہ ضیاء الحق صاحب کو معلوم ہو گیا تو تمہاری ملازمت، وردی کی خیر نہیں۔ یوں حضرت صاحب نصف رات سے صبح 9 بجے تک تھانہ میں سنت یوسفی ادا کرنے کے بعد رہا ہو گئے۔ باقی حضرات کی عدالت سے ضمانتیں ہوئیں قادیانی سربراہ آنجہانی ہو گیا اور کیس سے عدالت نے باقی حضرات کو بھی بری کر دیا۔

اسلم قریشی کیس:

اسلام آباد (سی۔ڈی۔اے) میں شعبہ الیکٹریشن میں ایک ملازم تھے ان کا نام تھا اسلم قریشی۔ جنرل یحیٰ خان کی کابینہ میں ایم۔ایم احمد قادیانی (مرزا مظفر احمد قادیانی) سینئر وزیر تھا۔ جنرل یحییٰ خان کے زمانہ میں یہ منصوبہ بندی کا چیئر مین بھی رہا۔ ایم ایم احمد قادیانی۔ جب پاکستان بنا تو یہ سیالکوٹ میں ڈپٹی کمشنر تھا۔ گورداسپور اور سیالکوٹ کی حدود آپس میں ملتی ہیں، تقسیم سے قبل شکر گڑھ کی تحصیل گورداسپور کی تحصیل تھی تب قادیانی قادیان سے اٹھے اور انہوں نے سرحد پار کی اور سیالکوٹ میں ڈیرے لگا لیے۔ ایم۔ ایم احمد قادیانی نہ صرف قادیانی بلکہ قادیانی رائل فیملی کا فرد اور ملعون قادیان مرزا غلام احمد قادیانی کا پوتا

تھا۔جب مشرقی پاکستان میں علیحدگی کے جراثیم نے زور پکڑا تب ایم ایم احمد قادیانی نے اعداد وشمار تیار کرکے یحییٰ کابینہ کو بریفنگ دی کہ مغربی پاکستان کی ترقی کا انحصار مشرقی پاکستان کی علیحدگی پر ہے اس لئے کہ تمام وسائل سیلاب وغیرہ کے پیش نظر وہاں خرچ ہوجاتے ہیں۔سقوطِ ڈھاکہ سے کچھ روز قبل یحییٰ خان ڈھاکہ گئے مجیب الرحمٰن وغیرہ سے مذاکرات کیلئے طرح ڈالی تو مجیب نے پہلی شرط یہ لگائی کہ ایم ایم احمد قادیانی یہ مشرقی پاکستان کا قاتل ہے اس کو ڈھاکہ سے چلتا کروتب آپ سے مذاکرات کرنے یانہ کرنے پر سوچا جاسکتا ہے۔یہ تفصیلات احتساب قادیانیت جلد اول میں حضرت مولانا لال حسین اختر کے بیان میں موجود ہیں جو آپ نے مشرقی پاکستان کے بنگلہ دیش بننے کے بعد ان کی انکوائری کیلئے جب محمود الرحمٰن کمیشن بنا تھا۔اس میں آپ نے دیا تھا۔ایم۔ایم احمد قادیانی نے ایک بار سالانہ وفاقی بجٹ بھی پیش کیا تھا غرض منصوبہ بندی کا چیئرمین' کابینہ کا سینئر وزیر گویا یحییٰ خان کی آنکھوں کا تارا تھا۔یحییٰ خان کو جتنی بری اخلاق باختگی کی لت پڑی ہوئی تھی۔ اس کیلئے خام مال ربوہ سے ایم۔ایم قادیانی کے ذریعہ سے ملتا تھا۔ پانچوں انگلیاں گھی میں سر کڑاھی میں۔ایم۔ایم احمد قادیانی کے پاؤں زمین پر نہ ٹکتے تھے۔چنانچہ یحییٰ خان ایک بار ایران کے دورہ پر جانے لگے تو ایم ایم احمد قادیانی کو قائم مقام صدر پاکستان بنا کر گئے۔اسلم قریشی نے کسی اخبار میں قادیانی عقائد پڑھے تھے اگلے دن لفٹ میں اسلم قریشی نے اس پر حملہ کرکے اسے زخمی کردیا۔پاکستان کی صدارت کی کرسی پر بیٹھنے کی بجائے اسے سٹریچر پر ڈال کر ہسپتال لے جایا گے۔اسلم قریشی گرفتار ہوگئے۔اس پر مارشل لاء کے تحت کیس چلا تب راجہ ظفر الحق صاحب وکالت کرتے تھے ان کو مجلس تحفظ ختم نبوت نے وکیل کیا۔مولانا محمد رمضان علوی مولانا قاری محمد امین مولانا محمد عبداللہ اسلام آباد کیس کیلئے راجہ صاحب سے رابطہ میں رہتے۔مولانا محمد شریف جالندھری نے کیس لڑنے میں جان کھپادی۔اس واقعہ سے پہلے نہ اسے مجلس جانتی تھی نہ اس کا کسی سے رابطہ تھا۔وقوعہ کے بعد خبر ہوئی تو مجلس نے اپنا فرض سمجھا کہ قانونی امداد اسے مہیا کی جائے۔تاکہ قادیانیت کا عفریت اس مسلمان کو زندہ نہ نگل لے۔خیر اسلم قریشی کو پندرہ سال کی سزا ہوئی۔جنرل موسیٰ خان گورنر تھے۔اپیل ان کے پاس گئی تو حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ نے اس میں تخفیف کرادی اڑھائی سال بعد یہ رہا ہوگیا۔رہا ہونے کے بعد اب ملازمت سے یہ فارغ ہوا تو مجلس نے سوچا کہ ایک پڑھا لکھا نوجوان ہے۔قادیانیت کے خلاف اسے معلومات ہیں تو سیالکوٹ میں مجلس کا اسے مبلغ بنادیا۔

اس نے پورے ضلع میں قادیانیت کے خلاف تبلیغ کرکے عوام کو نیا شعور دیا۔چنانچہ قادیانی اس کے نام سے خار کھانے لگے۔17 فروری 1983ء کو اسلم قریشی ''معراجکے'' ضلع سیالکوٹ میں تقریر کیلئے

گیا۔واپس نہ آیا تو ان کے اغوا کا کوشش بسیار کے بعد 23 فروری 1983ءکو جا کر کیس درج ہوا۔اس کیس نے ایسی پیچیدگی اختیار کی کہ اس کو اغوا کرنے میں قادیانیوں کا ہاتھ ہے۔مثلاً

ا......معراجکے قادیانی جماعت کے سربراہ کو تفتیش کیلئے پولیس نے بلایا تو اس نے جیب سے ڈاکٹر کا نسخہ نکال کر دے دیا کہ میں دل کا مریض ہوں۔مجھے کچھ ہوا تو پولیس ذمہ دار ہوگی۔

۲......ڈی۔آئی۔جی ایس۔پی نے ایک میٹنگ میں کہا کہ چار دنوں بعد اسلم قریشی آپ کو مل جائے گا۔

۳......ہمیں ایک خط ملا کہ ساہیوال میں فلاں قادیانی کے مکان کے تہہ خانہ میں اسلم قریشی ہے۔اس زمانہ میں آئی۔جی سپیشل برانچ میاں عبدالقیوم تھے۔ان سے رابطہ کیا چار دنوں بعد انہوں نے کہا کہ اس مکان میں تو تہہ خانہ ہی نہیں۔ہمیں یقین ہوگیا کہ ہمیں خط کے ذریعہ غلط بریف کیا گیا۔لیکن معلوم کیا تو پتہ چلا کہ تہہ خانہ ہے۔بلدیہ کے ریکارڈ سے اس مکان کا نقشہ حاصل کیا۔اس میں بھی تہہ خانہ موجود۔اب جا کر پھر میاں عبدالقیوم صاحب سے ملے تو انہوں نے پولیس کی روایتی مسکراہٹ میں معاملہ گول کر دیا۔مشتاق احمد ڈی۔آئی جی تھے انہوں نے اس کی برآمدگی کا اعلان کیا۔ذمہ داری قبول کی۔لیکن نتیجہ ڈھاک کے تین پات۔قادیانیوں نے خود ایسی کہانیاں تراشیں کہ وہ جرح کے بعد تارعنکبوت کی طرح تار تار ہوجاتیں۔تحریک چلی۔نتیجہ میں امتناع قادیانیت آرڈیننس 26 اپریل 1984ءکو نافذ ہوگیا۔اسلم قریشی کی برآمدگی معمہ بنی رہی۔حتیٰ کہ 22 جولائی 1988ءکو لاہور میں آئی۔جی پنجاب نے کہا کہ اسلم قریشی برآمد ہوگیا ہے۔کہاں سے؟ایران سے!کیسے؟کہ کوئٹہ کی پولیس نے بارڈر کراس کرتے ہوئے پکڑا ہے۔رہا کہاں؟جی ایران کی فوج میں!اب ہم نے ان واقعات کی تحقیق شروع کی۔کوئٹہ میں ایران کے قونصلیٹ سے ملے انہوں نے انکوائری کرا کر ہمیں بتایا کہ ایران میں اس نام کا کوئی آدمی اتنا عرصہ سے پاکستان سے داخل نہیں ہوا۔رہی فوج میں شمولیت تو غیر ملکی ہماری فوج میں کیسے شامل ہوسکتا ہے؟یہ جھوٹ ہے۔اب کوئٹہ بلوچستان کے آئی۔جی سے ملے کہ آپ نے ایران کی سرحد سے کہاں سے اسے برآمد کیا۔انہوں نے کہا کہ ہم نے اسے برآمد نہیں کیا۔پنجاب پولیس جھوٹ بولتی ہے۔ہمیں اس کا سرے سے معلوم نہیں۔اب اسلم قریشی کو برآمد کر کے قادیانی اور قادیانی نوازوں نے مجلس عمل کو بدنام کرنے کیلئے دن رات ایک کر دیئے۔

اسلم قریشی کے ورثاء بیٹا وغیرہ ملے۔انہوں نے رپورٹ دی کہ اس کے پاؤں زخمی ہیں۔دماغی کیفیت صحیح نہیں۔خیر اسلم قریشی سیالکوٹ آ گیا۔ایک پیشی کیلئے عدالت گیا سامنے قادیانی وکیل آ گیا اسلم قریشی نے عدالت کی ٹیبل سے ویٹ پیپر اٹھایا اور اسکے مار دیا۔خود بھی جذبات سے مغلوب ہو کر گرا اور ہسپتال پہنچ گیا۔جب قادیانی کے ویٹ پیپر مارا تو یہی کہا کہ یہ مجھے اغوا کرنے والے ہیں۔غرض اس کی

دماغی کیفیت اس قابل نہ رہنے دی گئی کہ صحیح صورتحال سامنے آتی اب قادیانی پروپیگنڈہ کہ مجلس عمل نے غلط بیانی کی۔ یہ اغوانہیں ہوا۔ ہمارا موقف کہ یہ سب کیا دھرا قادیانی جماعت کا ہے۔ حالات کچھ ہوں ایک بات واضح ہے کہ اس پورے پیریڈ میں ایک بار بھی قادیانی خود کو بری ثابت نہ سکے ان کے مشکوک طرز عمل نے ہمیں مزید پختگی دی کہ اس کہانی کے تمام کردار ربوہ سے ہو کر گزرتے ہیں۔

قارئین! اللہ رب العزت کو گواہ بنا کر عرض کرتا ہوں کہ پوری مجلس عمل میں ایک آدمی بھی ایسا نہ تھا جسے یہ معلوم ہو کہ یہ جھوٹ ہے یا یہ کہ قادیانی ملوث نہیں۔ ہمیں یقین کامل تھا۔ وہ یقین کیسے بنا۔ واقعات سے۔ ہاں اگر کسی نے غلط بیانی سے دھوکہ دہی سے اسے غلط طور پر پیش کیا تو یہ اس فرد کی غلطی ہوسکتی ہے۔ جماعت ادارہ یا اس کے کارپردازان کا اس میں کوئی قصور نہیں۔ اس پر اللہ رب العزت کو گواہ بناتا ہوں کہ اس میں ہمارا قصور نہ تھا۔ رہا قادیانی طرز عمل تو ''سو گنڈے بھی کھائے' سو ڈنڈے بھی کھائے''۔ اسلم قریشی بھی دینا پڑا اور امتناع قادیانیت آرڈیننس بھی سہنا پڑا۔ اور قادیانی جماعت کے گرو کو ملک بھی چھوڑنا پڑا۔ **و تعزمن تشاء و تذل من تشاء!**

تحریک ختم نبوت 1984ء:

قارئین کرام 7 ستمبر 1974ء کو قادیانیوں کے متعلق دوسری ترمیم کے ذریعے فیصلہ ہوا کہ یہ غیر مسلم ہیں۔ اس پر قانون سازی ہونا تھی کہ رمضان المبارک آ گیا۔ مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے راہنما مولانا مفتی محمود اور پاکستان کے وزیراعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کے درمیان طے پایا کہ رمضان کے بعد اس پر قانون سازی کریں گے۔ اس زمانہ میں پنجاب کے وزیراعلیٰ جناب حنیف رامے تھے۔ جو خود سوشلسٹ اور ان کی اہلیہ شاہین رامے وہ کوئٹہ کے قادیانی جماعت کے امیر کی صاحبزادی تھیں۔ ایک مہینہ کا وقفہ ملا۔ قادیانی لابی نے جناب بھٹو مرحوم اور قائد حزب اختلاف مولانا مفتی محمود کے درمیان اتنی دور کردی کہ پھر یہ حضرات باہمی سر جوڑ کر نہ بیٹھ سکے۔ مثلاً تحریک ختم نبوت 1974ء کے دوران کے تمام قیدی رہا کرنے تھے۔ حنیف رامے نے نہ ہونے دیئے۔ حنیف رامے نے کہا کہ مولوی حلوہ کے بھوکے ہیں۔ مجلس عمل کے راہنما مولانا شاہ احمد نورانی نے کہا کہ بھٹو صاحب کو مجبوراً یہ مسئلہ ماننا پڑا۔ بھٹو صاحب نے جواب میں کہا کہ ان کی داڑھی میں جوئیں ہیں۔ غرض قادیانیوں نے دونوں طرف سے اتنی غلط فہمی پیدا کردی کہ اس ترمیم پر قانون سازی نہ ہوسکی یہی قادیانی چاہتے تھے۔ حضرت مولانا سید یوسف بنوری نے عید کے بعد مجلس عمل کے ذریعہ بھٹو صاحب سے مذاکرات کی کوشش کی تو ان کے مشیران آڑے آ گئے۔ چنانچہ سرے سی ملاقات نہ ہونے دی

گئی۔اس کش مکش میں اسمبلیاں ٹوٹیں۔ نئے الیکشن 77ء کا اعلان ہوا۔الیکشن میں دھاندلی کے بہانہ سے بھٹو صاحب کے خلاف تحریک چلی تو نتیجہ میں بھٹو صاحب کی حکومت کا دھڑن تختہ ہوگیا۔جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم اپنی پوری توانائیوں کے ساتھ نوے دن کیلئے آئے اور ایک عشرہ کرسی صدارت کو رونق بخشتے رہے۔اس دوران میں ہمارے مخدوم حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری کا وصال ہوگیا۔حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب عالمی مجلس کے امیر بنے۔آپ کی سربراہی میں آل پارٹیز مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت پاکستان قائم ہوئی۔حضرت مولانا مفتی مختار احمد نعیمی اس کے سیکرٹری جنرل منتخب ہوئے۔مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ سیکرٹری بنے۔مولانا محمد شریف جالندھریؒ رابطہ سیکرٹری، اللہ رب العزت کا نام لے کر مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے سٹیج سے حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ نے ملک بھر کا تبلیغی دورہ کیا۔جگہ جگہ ختم نبوت کی کانفرنسیں منعقد ہوئیں، تمام مکاتب فکر ایک سٹیج پر براجمان ہوئے۔فیصل آباد‘ کوئٹہ‘ کراچی‘ سیالکوٹ‘ لاہور کی عدیم المثال ختم نبوت کانفرنسوں کے بعد 27 اپریل 1984ء کو ’’راولپنڈی چلو‘‘ کی کال دی گئی۔حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمیؒ نے پورے پنجاب کا دورہ کرکے پنجاب کو بیدار کردیا۔گوجرانوالہ سے کانفرنس کر کے پنڈی جاتے ہوئے آپکو ڈنگہ(جہلم کے قریب) سے گرفتار کرکے بہاولپور جیل روانہ کردیا گیا۔اس دوران میں 20 جنوری 1984ء کو حضرت مولانا تاج محمود رحمہ اللہ داغ مفارقت دے گئے۔اس سانحہ نے حضرت قبلہ خواجہ خان محمد صاحب کو مزید اس کام کیلئے متوجہ کردیا۔

قارئین! یہ واقعہ ہے کہ ایک رات حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ نے فیصل آباد کارخانہ بازار میں ختم نبوت کانفرنس کی صدارت کی۔اگلے روز گیارہ بجے کراچی پریس کانفرنس سے خطاب کیا۔رات کو کوئٹہ میں ختم نبوت کانفرنس کی صدارت۔اگلے روز کہروڑ پکا باب العلوم کے جلسہ کی صدارت۔اسی شام کراچی سے حیدر آباد جا کر ختم نبوت کانفرنس کی صدارت فرمائی۔ان دنوں کے آپ کے معمولات پر نظر ڈالیں تو لگتا ہے کہ ایک جرنیل جو اپنی فوجوں کو ہر محاذ پر منظّم انداز میں آگے بڑھانے کیلئے درپے ہوتا ہے۔یہی کیفیت حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب پر طاری تھی۔نہ دن کا چین نہ رات کو آرام محض رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے دشمنوں کو نتھ ڈالنے کے لئے شب ورز ایک کئے ہوئے۔فقیر راقم نہ مجلس کی تاریخ قلمبند کررہا ہے۔نہ تحریک 1984ء کی رپورٹنگ کررہا ہے۔مجھے تو محض حضرت قبلہ کے حوالہ سے ان داستانوں کو چھیڑنا پڑا ہے۔

قارئین! نہیں جاتے تفصیل میں۔اب اعلان ہوگیا کہ اگر گورنمنٹ نے قادیانیت سے متعلق آئینی ترمیم پر قانون سازی نہ کی تو 27 اپریل 1984ء کو راولپنڈی راجہ بازار تعلیم القرآن میں عظیم الشان

ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوگی اور اس کے بعد جلوس نکالا جائے گا۔ اللہ رب العزت کی کروڑوں کروڑ رحمتیں ہوں۔ ہمارے حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب اور آپ کے گرامی قدر رفقاء کی بیدار مغزی پر کہ آج جب ان حالات کو دیکھتے ہیں تو روح پر وجد کی کیفیت طاری ہوتی ہے کہ ادھر تحریک جاری ہے۔ ادھر حکومتی دوائر میں کیا ہو رہا ہے۔ اس پر مکمل آگاہی کیلئے اسلام آباد میں رفقاء کی ڈیوٹی لگا رکھی ہے۔ حکومت نے راولپنڈی، اسلام آباد سے چاروں جانب ایک ایک سو کلومیٹر پر تمام سڑکوں کی ناکہ بندی کرادی۔ جو داڑھی والا ملتا اسے اتار لیا جاتا۔ ہر ٹرین کی آمد کے وقت راولپنڈی اسٹیشن کو چاروں طرف سے گھیر کر ایک ایک مسافر کو چیک کیا جاتا۔ تاکہ کوئی شخص ختم نبوت کانفرنس راجہ بازار میں شریک نہ ہو سکے۔ ملک بھر سے قافلے روانہ ہوئے۔ جس کو جہاں روکا گیا وہاں پر ختم نبوت کا جلسہ شروع ہو گیا۔ کراچی سے آنے والے چوبیس اپریل کو روانہ ہوئے۔ ادھر حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب کی ہدایت پر مولانا محمد شریف جالندھری نے اسلام آباد میں ڈیرے ڈال دیئے تھے کہ اسلامی نظریاتی کونسل نے کیا سفارش کی؟ وزارت قانون کیا مسودہ تیار کر رہی ہے؟ ایک ایسا موقعہ آیا کہ راجہ ظفر الحق' مولانا محمد شریف جالندھری کو لے کر جنرل محمد ضیاء الحق مرحوم سے ملے۔ ضیاء الحق صاحب سے ملاقات کیا ہوئی۔ مولانا محمد شریف جالندھری نے ضیاء الحق کے جو خدشات تھے سب کو دور کر کے انہیں قادیانیت کے سامنے لا کھڑا کیا۔ رات ہی رات مولانا محمد شریف جالندھری خانقاہ سراجیہ گئے۔ حضرت قبلہ سے پوری صورتحال عرض کی۔ حضرت قبلہ نے ہدایات دیں۔ آپ اگلی صبح پھر اسلام آباد۔ غرض پورے ملک کا رخ اسلام آباد کی طرف ہو گیا۔ حضرت قبلہ بھی بچ بچا کر اسلام آباد پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ پہلے کار پر گھر سے سفر شروع کیا۔ گورنمنٹ کو یہی اطلاع تھی کہ آپ کار سے تشریف لا رہے ہیں۔ آپ نے ممکنہ خدشہ کے پیش نظر راستہ میں کار چھوڑ کر ٹرین پکڑ لی اور ٹرین پکڑنے میں یہ احتیاط کی کہ راولپنڈی سے پہلے اسٹیشن گولڑہ پر اتر گئے۔ ساتھیوں کے ہمراہ کچے پکے راستہ سے ٹیکسی لی اور مارگلہ پہاڑیوں سے ہوتے ہوئے حضرت حاجی محمد یعقوب کے گھر تشریف فرما ہو گئے۔ 26 اپریل 1984ء کو جنرل محمد ضیاء الحق نے مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کو مذاکرات کی دعوت دی۔ قبلہ عالم حضرت خواجہ خان محمد صاحب کی سربراہی میں علماء کرام کا وفد جنرل محمد ضیاء الحق سے ملا۔ وفد کو انہوں نے مسودہ دکھایا۔ راجہ ظفر الحق صاحب نے ایک بار پھر پورا مسودہ پڑھ کر سنایا۔ سب حضرات نے اطمینان کیا تو جنرل محمد ضیاء الحق نے دستخط کر دیئے۔ حضرت خواجہ صاحب نے ایوان صدر میں جماعت کرائی تمام حضرات نے آپ کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ یوں اللہ رب العزت نے کرم کا معاملہ فرمایا کہ تحریک ختم نبوت 1984ء جو آپ کی قیادت باسعادت میں چلی تھی 26 اپریل کی شام کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔ قادیانی ایک بار پھر رسوا ہوئے۔ امت مسلمہ سرخرو

ہوئی۔کفر ہار گیا۔اسلام جیت گیا۔اس موقعہ پر جو آرڈیننس جاری ہوا وہ یہ ہے۔

امتناع قادیانیت آرڈیننس مجریہ 1984ء:

تازہ ترین آرڈیننس کا مکمل متن درج ذیل ہے۔

''قادیانی گروپ' لاہوری گروپ اور احمدیوں کو خلاف اسلام سرگرمیوں سے روکنے کیلئے قانون میں ترمیم کرنے کا آرڈیننس۔ چونکہ یہ قرین مصلحت ہے کہ قادیانی گروپ' لاہوری گرپ اور احمدیوں کو خلاف اسلام سرگرمیوں سے روکنے کیلئے قانون میں ترمیم کی جائے۔

اور چونکہ صدر کو اطمینان ہے کہ ایسے حالات موجود ہیں۔جن کی بناء پر فوری کاروائی کرنا ضروری ہوگیا ہے۔لہذا اب پانچ جولائی 1977ء کے اعلان کے بموجب اور اس سلسلہ میں اسے مجاز کرنے والے تمام اختیارات استعمال کرتے ہوئے صدر نے حسب ذیل آرڈیننس وضع اور جاری کیا ہے۔

حصہ اول......ابتدائیہ

ا......مختصر عنوان اور آغاز نفاذ:

ا...... یہ آرڈیننس قادیانی گروپ' لاہوری گروپ اور احمدیوں کی خلاف اسلام سرگرمیاں (امتناع وتعزیر) آرڈیننس 1984ء کے نام سے موسوم ہوگا۔

۲...... یہ فی الفور نافذ العمل ہوگا۔

۳......آرڈیننس عدالتوں کے احکام اور فیصلوں پر غالب ہوگا اس آرڈیننس کے احکام کسی عدالت کے کسی حکم یا فیصلے کے باوجود مؤثر ہوں گے۔

حصہ دوم......مجموعہ تعزیرات پاکستان (ایکٹ نمبر 45' بابت 1860ء کی ترمیم)

۲......ایکٹ نمبر 45 بابت 1860 میں نئی دفعات 298ب اور 298ج کا اضافہ:

مجموعہ تعزیرات پاکستان (ایکٹ نمبر 45' 1860ء) میں باب 15 میں دفعہ 298 الف کے بعد' حسب ذیل نئی دفعات کا اضافہ کیا جائیگا۔یعنی 298ب' بعض مقدس شخصیات یا مقامات کیلئے مخصوص القاب' اوصاف یا خطابات وغیرہ کا ناجائز استعمال۔

ا......قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو احمدی' یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو الفاظ کے ذریعے' خواہ زبانی ہوں یا تحریری یا مرئی نقوش کے ذریعے:

الف......حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ یا صحابی کے علاوہ کسی شخص کو امیر المومنین' خلیفہ المسلمین' خلیفہ

المومنین' صحابی، یا رضی اللہ عنہ کے طور پر منسوب کرے یا مخاطب کرے۔

ب......حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی زوجہ مطہرہ کے علاوہ کسی ذات کو ام المومنین کے طور پر منسوب کرے یا مخاطب کرے۔

ج......حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان (اہل بیت) کے کسی فرد کے علاوہ کسی شخص کو اہل بیت کے طور پر منسوب کرے۔

د......اپنی عبادت گاہ کو مسجد کے طور پر منسوب کرے یا موسوم کرے یا پکارے۔تو اسے کسی ایک قسم کی سزا قید اتنی مدت کیلئے دی جائے گی جو تین سال تک ہوسکتی ہے اور وہ جرمانہ کا بھی مستوجب ہوگا۔

۲......قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو احمدی یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو الفاظ کے ذریعے خواہ زبانی ہوں یا تحریری یا مرئی نقوش کے ذریعے اپنے مذہب میں عبادت کیلئے بلانے کے طریقہ یا صورت کو اذان کے طور پر منسوب کرے یا اس طرح اذان دے جس طرح کہ مسلمان دیتے ہیں تو اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کیلئے دی جائے گی جو تین سال تک ہوسکتی ہے اور وہ جرمانہ کا بھی مستوجب ہوگا۔

298۔قادیانی گروپ وغیرہ کا شخص جو خود کو مسلمان کہے یا اپنے مذہب کی تبلیغ یا تشہیر کرے:

قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو احمدی یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو بلا واسطہ یا بالواسطہ خود کو مسلمان ظاہر کرے یا اپنے مذہب کو اسلام کے طور پر موسوم کرے یا منسوب کرے یا الفاظ کے ذریعے خواہ زبانی ہوں یا تحریری یا مرئی نقوش کے ذریعے اپنے مذہب کی تبلیغ یا تشہیر کرے یا دوسروں کو اپنا مذہب قبول کرنے کی دعوت دے یا کسی بھی طریقے سے مسلمانوں کے مذہبی احساسات کو مجروح کرے۔کسی ایک قسم کی سزائے قید' اتنی مدت کیلئے دی جائے گی جو تین سال تک ہوسکتی ہے اور وہ جرمانہ کا بھی مستوجب ہوگا۔

حصہ سوم......مجموعہ ضابطہ فوجداری 1898ء (ایکٹ نمبر 5 بابت 1898ء) کی ترمیم

۴......ایکٹ نمبر 5 بابت 1898ء کی دفعہ 99 الف کی ترمیم

مجموعہ ضابطہ فوجداری 1898ء ایکٹ 5 بابت 1898ء میں جس کا حوالہ بعد ازاں مذکورہ مجموعہ کے طور پر دیا گیا ہے۔دفعہ 99 الف میں ذیلی دفعہ (ا) میں:

الف......الفاظ اور سکتہ' اس طبقہ کے بعد کے الفاظ، ہندسے، قوسین، حرف اور سکتے یا اس نوعیت کا

کوئی مواد جس کا حوالہ مغربی پاکستان پریس اور پبلیکشنز آرڈیننس 1963ء کی دفعہ 24 کی ذیلی دفعہ ا کی شق (ی ی) میں دیا گیا ہے شامل کردیئے جائیں گے۔

ب......ہندسہ اور حروف ’’298 الف‘‘ کے بعد الفاظ، ہند سے اور حروف یا دفعہ ’’298 ب‘‘ یا دفعہ ’’298 ج‘‘ شامل کردیئے جائیں گے۔

5......ایکٹ نمبر 5 بابت 1898 الف سے متعلق اندراجات کے بعد حسب ذیل اندراجات شامل کردیئے جائیں گے۔ یعنی:۔

1	2	3	4	5	6	7	8
298 ب	بعض مقدس شخصیات کیلئے مخصوص القاب، اوصاف اور خطابات وغیرہ کا ناجائز استعمال	ایضا	ایضا	ناقابل ضمانت	ایضا	تین سال کیلئے کسی ایک قسم کی سزائے قید اور جرمانہ	ایضا
298 ج	قادیانی گروپ وغیرہ کا شخص جو خود کو مسلمان ظاہر کرے یا اپنے مذہب کی تبلیغ یا تشہیر کرے	ایضا	ایضا	ناقابل ضمانت	ایضا	تین سال کیلئے کسی ایک قسم کی سزائے قید اور جرمانہ	ایضا

حصہ چہارم......مغربی پاکستان پریس اور پبلی کیشنز آرڈیننس 1963ء

(مغربی پاکستان آرڈیننس نمبر 30 مجریہ 1963ء کی ترمیم)

۲......مغربی پاکستان آرڈیننس 1963ء کی دفعہ 24 کی ترمیم:

مغربی پاکستان پریس اور پبلی کیشنز آرڈیننس 1963ء (مغربی پاکستان آرڈیننس نمبر 30 مجریہ 1963ء) میں دفعہ 24 میں ذیلی دفعہ (ا) میں شق (ی) کے بعد حسب ذیل نئی شق شامل کردی جائے گی۔یعنی:

''(ی ی) ایسی نوعیت کی ہوں جن کا حوالہ مجموعہ تعزیرات پاکستان (ایکٹ نمبر 45 بابت 1860ء) کی دفعات ''298 الف''، ''298 ب'' یا ''298 ج'' میں دیا گیا ہے۔یا''

جنرل محمد ضیاء الحق (صدر پاکستان)

اس آرڈیننس کے جو فوری نتائج حاصل ہوئے وہ یہ تھے۔

1......قادیانی ولاہوری خود کو مسلمان نہیں کہہ سکتے۔

2......قادیانی ولاہوری مرزا قادیانی کے دیکھنے والوں کو صحابہ نہیں کہہ سکتے۔

3......قادیانی ولاہوری گروپ کے سربراہ خود کو امیر المومنین نہیں کہہ سکتے۔

4......قادیانی ولاہوری گروپ کے سربراہ خود کو خلیفہ المسلمین نہیں کہہ سکتے۔

5......قادیانی ولاہوری، مرزا قادیانی کے دیکھنے والوں کو رضی اللہ عنہ نہیں کہہ سکتے۔

6......قادیانی ولاہوری مرزا قادیانی کی بیوی کو ام المومنین نہیں کہہ سکتے۔

7......قادیانی ولاہوری گروپ مرزا قادیانی کے خاندان کو اہل بیت نہیں کہہ سکتے۔

8......قادیانی ولاہوری اپنی عبادت گاہ کو مسجد نہیں کہہ سکتے۔

9......قادیانی ولاہوری عبادت کیلئے اذان نہیں کہہ سکتے۔اس لئے کہ اذان مسلمانوں کا شعار ہے اور قادیانی کافر ہیں۔

10......قادیانی ولاہوری اپنے آپ کو مسلمان نہیں کہہ سکتے۔

11......قادیانی ولاہوری اپنے مذہب (قادیانیت) کو اسلام نہیں کہہ سکتے۔

12......قادیانی ولاہوری اپنے مذہب کی تبلیغ یا تشہیر نہیں کر سکتے۔نہ ہی دوسروں کو قادیانیت قبول کرنے کی دعوت دے سکتے ہیں۔

اگر وہ ایسے کریں گے تو تین سال کی سزا اور جرمانہ کے مستوجب سزا ہوں گے۔ امتناع قادیانیت آرڈیننس 26 اپریل کی شام کو نافذ ہوا۔ اگلے دن قادیانی مرکز، چناب نگر (ربوہ) میں قادیانی اذانیں نہیں دے پائے۔ قادیانی سربراہ کیلئے پاکستان میں رہنا دشوار ہو گیا وہ پاکستان سے مجرمانہ فرار اختیار کر کے لندن کو روانہ ہوا۔ چناب نگر کے قادیانی کے پاس ایمان پہلے نہیں تھا۔ اب سربراہ بھی نہ رہا۔ غرض قادیانی قیادت کیلئے حضرت قبلہ مولانا خواجہ خان محمد صاحب نے ایسا شکنجہ تیار کیا کہ قادیانی اس میں پھڑ پھڑا کر بال وپر سے محروم ہو گئے۔ **العظمة لله ولرسوله وللمؤمنين**

قادیانیت سے عدالتی جنگ:

۲۶ اپریل ۱۹۸۴ء کو امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری ہوا اس آرڈیننس کے بعد

۱......قادیانی گروپ کا لیڈر مرزا طاہر ملک عزیز پاکستان سے مجرمانہ فرار اختیار کر کے یکم مئی 1984ء کو انگلستان چلا گیا، جو تادم مرگ وہاں رہا۔

۲......قادیانی جماعت کے سالانہ جلسہ (جسے وہ نعوذ باللہ ظلی حج کا درجہ دیتے ہیں) پر پابندی لگ گئی۔

۳......قادیانیوں کے اخبار الفضل پر پابندی لگ گئی۔ قادیانیوں اور لاہوریوں نے فوری طور پر اس آرڈیننس کو وفاقی شرعی عدالت میں چیلنج کر دیا کہ یہ آرڈیننس قرآن وسنت کے منافی ہے۔

کیس نمبر 1......وفاقی شرعی عدالت:

وفاقی شرعی عدالت کے پانچ رکنی بینچ نے اس کیس کی سماعت کی۔ بینچ جسٹس آفتاب احمد، جسٹس فخر عالم، جسٹس چوہدری محمد صدیق، جسٹس مولانا ملک غلام علی، جسٹس مولانا عبدالقدوس قاسمی پر مشتمل تھا۔

قادیانیوں کی طرف سے مجیب الرحمٰن ایڈووکیٹ قادیانی اور لاہوری مرزائیوں کی طرف سے کیپٹن ریٹائرڈ عبدالواحد لاہوری مرزائی پیش ہوئے۔ جبکہ مدعا علیہ حکومت پاکستان کی طرف سے حاجی شیخ غیاث محمد ایڈووکیٹ، جناب ایم بی زمان ایڈووکیٹ اور سید ڈاکٹر ریاض الحسن گیلانی ایڈووکیٹ نے پیروی کی۔ 15 جولائی ۱۹۸۴ء سے ۱۲ اگست ۱۹۸۴ء تک (سوائے چھٹیوں) کے سماعت جاری رہی۔ کیس کی سماعت کے سلسلہ میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد کے حکم پر مفکر اسلام مولانا محمد شریف جالندھری (جو ان دنوں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ناظم اعلیٰ تھے) نے مندرجہ ذیل اقدامات کیئے۔

☆......عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی لائبریری ملتان سے بیسیوں بکسوں پر مشتمل ضروری کتب

ورسائل وریکارڈ لاہور منگوالیا۔

☆......کراچی سے عالم اسلام کے معروف سکالر اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے ناظم نشر و اشاعت (ان دنوں) حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی، ملتان سے مناظر اسلام اور عالمی مجلس کے ناظم تبلیغ (ان دنوں) حضرت مولانا عبدالرحیم اشعراور ربوہ سے راقم اللہ وسایا کو لاہور طلب کرلیا۔لاہور میں ان حضرات کی معاونت کے لئے مولانا کریم بخش علی پوری جوان دنوں لاہور مجلس کے مبلغ تھے کی ڈیوٹی لگائی گئی۔

☆......ایک فوٹوسٹیٹ مشین کرایہ پر حاصل کرلی گئی۔

☆......جامعہ اشرفیہ لاہور کے شیخ الحدیث مولانا عبدالرحمٰن اشرفی اور مولانا عبیداللہ صاحب مہتمم جامعہ، مولانا فضل الرحیم ۔نائب مہتمم نے جامعہ کی لائبریری ان حضرات کیلئے کھول دی۔

☆......تقریباً مہینہ بھر میں اکیس دن سماعت ہوئی۔

☆......عدالت نے مولانا صدرالدین الرفاعی، پروفیسر محمود احمد غازی، علامہ تاج الدین حیدری، پروفیسر محمد اشرف، علامہ مرزا محمد یوسف، پروفیسر مولانا طاہر القادری اور قاضی مجیب الرحمٰن کو اپنی معاونت کیلئے بلایا جن کے تفصیلی بیانات ہوئے۔مفکر اسلام مولانا علامہ خالد محمود نے مناظر اسلام مولانا منظور احمد چنیوٹیؒ کی معاونت سے ایک تحریری بیان مرتب کیا جو عدالت میں پڑھا تو نہ جاسکا۔البتہ عدالت میں جمع کرادیا گیا (بعد میں اسے جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے ترجمان الرشید میں ''قادیانیوں کی قانونی حیثیت'' کے نام سے مستقل اشاعت میں شائع بھی کردیا گیا۔)

☆......عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ مولانا خواجہ خان محمدؒ، حضرت سید انور حسین نفیس رقم کی سربراہی میں لاہور کے علماء عدالت میں ہرروز تشریف لاتے رہے۔

☆......عدالت میں اتنا رش ہوتا کہ عدالت کا وسیع و عریض ہال اپنی تمام تر وسعتوں کے باوجود ناکافی ہوجاتا۔آخر میں عدالت کو پاس جاری کرنے پڑے۔

☆......ہرروز کی کارروائی کے بعد شام کو مولانا محمد شریف جالندھری، مولانا محمد یوسف لدھیانوی مولانا عبدالرحیم اشعر کے ساتھ مسلمان وکلاء کی جامعہ اشرفیہ فیروز پور لاہور کی لائبریری میں گھنٹوں ملاقات ہوتی۔متعلقہ امور پر مشاورت، حوالہ جات کی تلاش ہوتی۔ان کے فوٹوسٹیٹ حاصل کیے جاتے۔بیانات لکھے جاتے۔قادیانی وساوس ودجل وفریب کے جواب تیار کیے جاتے اور یوں حق تعالیٰ کی طرف سے عنایت کردہ توفیق وکرم سے مہینہ بھر، یہ محنت جاری رہی۔

☆......جب مسلمان وکلاء کے بیانات و بحث شروع ہوئی تو عدالت کے سامنے وکلاء کے ساتھ

پہلی لائن میں وسیع وعریض دو میز رکھے۔جن پر اسلامی اور قادیانی کتب کا ذخیرہ سلیقہ سے رکھا جاتا۔وکلاء کو پہلے سے تیار شدہ حوالہ جات وکتب دینے کی ذمہ داری مناظر اسلام مولانا عبدالرحیم اشعر اور فقیر اللہ وسایا نے نبھائی۔(جاری ہے۔)

نوٹ: شاہین ختم نبوت مولانا اللہ وسایا مدظلہ العالی ابھی اتنا ہی لکھ پائے تھے کہ مجلّہ ''صفدر'' کے ''شیخ المشائخ نمبر'' کی اشاعت کا وقت سر پر آ گیا۔تحریر کے عروج اور جوبن پر پہنچتے ہی اچانک منقطع ہو جانے سے قارئین کو جو تکلیف پہنچی خادم اس پر معذرت خواہ ہے۔ہم سب یہ تاریخی مضمون ان شاء اللہ ''لولاک'' کی اشاعت خاص میں مکمل ملاحظہ کر سکیں گے۔اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کی صحت، علم، عمر میں برکت دے اور ہمارے اس شاہین کا سایہ تادیر ہمارے سروں پر قائم ودائم رکھے اور دین حق کا یہ شہباز تادم آخر قصر مرزائیت پر یوں ہی بجلیاں گرا گرا کر ان کو مسمار کرتا رہے۔آمین۔بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم [خادم،حمزہ]

مولانا منظور احمد مدظلہ [شیخ الحدیث دارالعلوم شہابیہ سیالکوٹ] کچھ عرصہ حضرت قبلہ رحمہ اللہ کے ساتھ دیوبند میں پڑھتے رہے،وہ فرماتے ہیں کہ:

''دارالعلوم دیوبند کے تمام اساتذہ کرام حضرت خواجہ صاحب کا زمانہ طالب علمی میں بھی احترام فرماتے تھے۔''

نیز فرماتے ہیں:

......''بزمانہ قیام دارالعلوم ہمیں کھانے میں بڑی سہولت رہی، جب کبھی اِدھر اُدھر جانا ہوتا مولانا خان محمد صاحب ہمارے لیے لنگر سے کھانا لے کر سنبھال رکھتے اور روٹیاں گرم رکھنے کے لیے لحاف میں چھپا دیتے، پھر ہمارے آنے کا انتظار کرتے، جب ہم پہنچتے تو آپ دسترخوان بچھا کر کھانا لگا دیتے۔

......حضرت کا مزاج جیسا کہ آج کل دیکھ رہے ہو اس وقت بھی ایسا ہی تھا، اکثر خاموش رہتے تھے۔ ہاں ایک بات ضرور ہے کہ آپ بات ہمیشہ مختصر مگر جامع، ٹو دی پوائنٹ کرنے کے عادی ہیں۔

......میرے جی میں حضرت سے باطنی فیض حاصل کرنے کی خواہش ہے، یہ بھی یقین کامل ہے کہ آپ فی زمانہ باکمال ہیں، مگر کیا کروں! ہم عصری اور ہم عمری رکاوٹ بن جاتی ہے۔دیکھیے! اب اللہ کو کیا منظور ہے۔''[تحفۂ نقشبندیہ ص 217]

مولانا مومن خان عثمانی

شیخ المشائخ......واقعات وخدمات

دنیا سے روزانہ بے شمار لوگ سفر آخرت پر روانہ ہوتے ہیں مگران میں بعض ہستیاں ایسی ہوتی ہیں جن کے چلے جانے سے لاتعداد لوگ بے قرار ہوجاتے ہیں بہت سارے دل افسردہ اور بہت سارے ادارے بے دست وپا ہوجاتے اوران کے چلے جانے سے ایک عالم اداس ہوجاتا ہے فضا نورانیت سے محروم ہوجاتی ہے دلوں میں وحشت سی محسوس ہونے لگتی ہے ماحول مغموم دکھائی دیتا ہے اور ہر شخص حزن وملال کے آثار محسوس کرتا ہے۔انہی میں سے ایک ہستی قطب الاقطاب، شیخ المشائخ خواجہ خواجگان حضرت مولانا خان محمد رحمہ اللہ کی ذات بابرکات بھی تھی۔حضرت شیخ المشائخ 90 سالہ زندگی گزار کر عالم برزخ کی طرف چل بسے حضرت اقدس نوراللہ مرقدہ عالم اسلام کے عظیم روحانی پیشوا تھے جنھوں نے برصغیر کے عظیم روحانی مرکز خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف کے مبارک ماحول میں آنکھ کھولی اور رئیس الاتقیاء حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان (م 1941) بانی خانقاہ سراجیہ جیسے عظیم ولی اللہ سے فیض حاصل کیا پھران کے جانشین حضرت مولانا عبداللہ لدھیانوی رحمہ اللہ (م 1904ء) جیسے صاحب کمال شخصیت سے سلوک کی منزلیں طے کیں اور روحانیت میں اعلیٰ مقام حاصل کیا مولانا خان محمد صاحب کواللہ تعالی نے کم آمیزی کے باوجود وہ محبوبیت عطا فرمائی تھی جسکی مثال ماضی قریب میں نہیں ملتی۔

صدسالہ تقریب میں شرکت:

1980 میں مادر علمی دارالعلوم دیوبند کی صد سالہ تقریب میں شرکت کیلئے تشریف لے گئے سہارنپور کی ایک مسجد میں نماز فجر کے بعد حضرت خواجہ خان محمد اپنے ساتھیوں کے ہمراہ مراقبہ فرمارہے تھے کہ ایک ضعیف بزرگ دوآدمیوں کے سہارے سے حاضر خدمت ہوئے اور معذرت کے ساتھ فرمانے لگے: ''حضرت! میں بیمار ہوں ٹانگوں میں درد ہے لہذا جلد حاضر نہ ہوسکا، معذرت خواہ ہوں۔'' حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا: ''کوئی بات نہیں'' ان بزرگ نے عرض کیا: ''حضرت! کوئی حکم؟'' حضرت مولانا

خان محمد صاحب نے فرمایا: ''صد سالہ تقریب پورے اطمینان سے ہونی چاہیے، کوئی بدمزگی پیدا نہ ہو!'' ان بزرگ نے عرض کیا: ''حضرت! ایسا ہی ہوگا۔''

روز روز پروگرام نہیں بنا کرتے:

آپ کے ایک مخلص ارادتمند قاری محمد عارف مظفر گڑھ ایک بار خانقاہ سراجیہ آئے اور آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں آپ جیسی عظیم الشان ہستی کا مرید ہوں مگر مجھے واردات قلبی و کیفیات وغیرہ کا کبھی ادارک نہیں ہوا کرم فرمائیں کہ مجھے سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہو جائے! آپ قاری صاحب کی بات سن کر مسکرائے اور کوئی جواب نہ دیا۔ اللہ تعالی کے فضل سے اسی رات قاری صاحب کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا اور دیکھا کہ حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ بھی رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں اور آپ قاری صاحب سے فرماتے ہیں: ''قاری صاحب! اب خوب جی بھر کر حضور علیہ السلام کی زیارت کرلو!'' قاری صاحب صبح آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حاضرین کے سامنے حضرت اقدس سے التماس کیا کہ حضور نبی کریم کی زیارت کا تا ہنوز مشتاق ہوں، اس سعادت کے حصول کیلئے آپ ضرور توجہ فرمائیں آپ رحمہ اللہ نے فرمایا: ''قاری صاحب! روز روز پروگرام نہیں بنا کرتے۔''

حج کی قبولیت:

مولانا غلام محمد باگڑ سرگانہ (مظفر گڑھ) میں امام و خطیب تھے حج پر تشریف لے گئے، حج کی ادائیگی کے بعد انہوں نے میدان عرفات میں یہ دیکھا کہ ایک آدمی کہہ رہا ہے کہ اس سال حج چھ آدمیوں کی وجہ سے مقبول ہوا ان میں ایک حضرت خواجہ خان محمد صاحب ہیں جو خانقاہ سراجیہ کندیاں کے رہنے والے ہیں۔

امام وقت:

روزنامہ جنگ راولپنڈی کے خازن حافظ ریاض احمد اشرفی مرحوم کا بیان ہے کہ انہوں نے مولانا عبداللہ لدھیانوی کے وصال کے بعد خواب میں دیکھا کہ وہ بیت اللہ شریف میں باب ملتزم کے سامنے کھڑے ہیں مخلوق خدا کا بے پناہ ہجوم ہے بے شمار علماء بھی موجود ہیں جن میں بعض آپ کے متوسلین بھی ہیں یہ آواز آرہی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لانے والے ہیں اور آپ امام وقت کا اعلان فرمائیں گے۔ اسی اثنا میں بیت اللہ شریف کا دروازہ ایک دم آواز کے ساتھ کھلا، حضرت مولانا عبداللہ

لدھیانوی رحمہ اللہ اپنے جانشین حضرت اقدس مولانا خان محمد صاحب کا بازو تھامے ہوئے نمودار ہوئے اور تمام حاضرین سے فرمایا: ''تم سب اسی امام وقت کے مرید ہو۔'' اس کے بعد اپنے سر سے دستار مبارک اتار کر حضرت مولانا خان محمد صاحب کے سر پر رکھ دی۔ چنانچہ حضرت خواجہ صاحب نے سب کو کلمہ شہادت اور استغفار پڑھا کر داخل سلسلہ کیا اور ذکر کی تلقین فرمائی پھر وہیں کھڑے کھڑے حضرت اقدس مولانا عبداللہ لدھیانوی نے اذان دی اور اقامت کہی اور حضرت اقدس مولانا خان محمد صاحب نے تمام حاضرین کو نماز پڑھائی۔

محبت رسول:

محبت رسول سے آپ کا سینہ بھرا ہوا تھا۔ مجلس میں جب بھی کوئی نعت رسول مقبول آپ کے سامنے پڑھتا آپ پوری توجہ کے ساتھ سنتے۔ ذکر رسول مقبول پر اکثر آنسوؤں کے موتی آپ کی آنکھوں میں تیرنے لگتے۔ مدینہ منورہ کی حاضری کیلئے آپ بے قرار رہتے تھے۔ آپ ہر سال حج بیت اللہ کیلئے تشریف لے جاتے تھے اور کوشش یہی ہوتی کہ مدینۃ الرسول میں حاضری پہلے ہو۔ ہمہ وقت حرمین شریفین کی زیارت کیلئے تیار رہتے تھے۔ آپ نے اپنی زندگی میں 65 مرتبہ حج بیت اللہ شریف کی سعادت کا شرف حاصل کیا۔

مقبولیت عام:

میر پور خاص کے ڈاکٹر احمد اللہ ہمدانی مدینہ منورہ گئے روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام پڑھا اور دعا کی کہ ''اے آقائے نامدار! صلی اللہ علیک وسلم آپ کا جو بہت پیارا اُمتی ہے اس ہستی کی مجھے آج زیارت ہو جائے!'' یہ دعا کر کے مواجہ شریف سے پیچھے ہٹے تو ایک دوست نے کہا ''ڈاکٹر صاحب! پاکستان سے مولانا خواجہ خان محمد تشریف لائے ہوئے ہیں آپ ان کی زیارت کیلئے چلیں گے؟'' ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں آج تو میری دعا نقد قبول ہوگئی میں گیا اور جا کر حضرت مولانا خواجہ خان محمد سے ملاقات و زیارت کی۔ اس قسم کے اور کئی واقعات ہیں جن سے آپ کی اللہ کے ہاں مقبولیت کا پتہ چلتا ہے۔

نفاذ شریعت کیلئے جمعیت علماء اسلام کے ساتھ تعلق اور خدمات:

حضرت اقدس رحمہ اللہ ملتان میں جمعیت علماء اسلام کے تاسیسی کنونشن میں بھی شریک رہے جس میں حضرت اقدس حضرت مولانا احمد علی لاہوری جمعیت کے مرکزی امیر، حضرت مولانا مفتی محمود نائب امیر اور مجاہد ملت حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی ناظم اعلی منتخب ہوئے تھے اس کے بعد باقاعدہ جمعیت علماء

اسلام کے ساتھ ہمیشہ منسلک رہے جمعیت کے مرکزی نائب امیر بھی رہے اور آخر دم تک جمعیت علماء اسلام کی مرکزی شوری کے رکن اور سرپرست اعلی رہے مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ کے ساتھ آپ کے گہرے تعلقات تھے 1980 میں حضرت مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ کے وصال کے بعد جب جمعیت میں انتشار پھیلا تو آپ نے مرکزی نائب امیر ہونے کی حیثیت سے جمعیت کے بچانے میں اہم اور بنیادی کردار ادا کیا۔ آپ نے بڑے نازک حالات میں قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن کی سرپرستی فرمائی اور جمعیت کو ہلاکت خیز طوفان سے نکالا۔(تفصیل کے لیے دیکھیے مولانا محمد عبداللہ کا مضمون ''حضرت کا جمعیۃ سے تعلق'' [باب نمبر 5]، مولانا اللہ وسایا کا مضمون ''میر کارواں کی رحلت!'' [باب نمبر 2] وغیرہ [خادم، حمزہ]) مولانا فضل الرحمٰن کی قیادت میں مینار پاکستان میں منعقدہ پہلی عظیم الشان آئین شریعت کانفرنس 1984 کی صدارت آپ نے فرمائی۔ ڈیڑھ سو سالہ خدمات دارالعلوم دیوبند کانفرنس میں بھی آپ نے ایک نشست کی صدارت فرمائی تھی۔ مجلس تحفظ ختم نبوت اور جمعیۃ علماء اسلام کی اکثر بڑی کانفرنسوں کی صدارت آپ ہی فرمایا کرتے تھے۔ حضرت مولانا خان محمد صاحب نے تحفظ ختم نبوت' ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ اور رُشد و ہدایت کی ضیا پاشیوں سے ایک عالم کو منور کرنے کی عظیم الشان خدمات سرانجام دی ہیں۔ پورے عالم میں لاکھوں کی تعداد میں آپ کے مرید اور ارادتمند موجود ہیں۔

سانحہ ارتحال:

5 مئی 2010 کو حضرت اقدس رحمہ اللہ اپنے تمام عقیدتمندوں کو سوگوار چھوڑ کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ اسی تاریخ کو پورے ایک سال قبل استاذ محترم امام اہل سنت شیخ الحدیث حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ اس دنیائے فانی سے کوچ کر گئے تھے۔ 5 مئی 2009 بھی اہل علم کیلئے بھاری ثابت ہوا تھا اسی طرح 5 مئی 2010 بھی اہل علم اور علمی دنیا کیلئے بھاری ثابت ہوا۔ اللہ تعالیٰ حضرت اقدس رحمہ اللہ کی تمام مساعی جمیلہ کو قبول فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے۔

کلمۃ الیوم [اداریہ ماہنامہ لولاک، ملتان] شاہین ختم نبوت مولانا اللہ وسایا

مخدوم المشائخ حضرت قبلہ رحمہ اللہ کا وصال اور...... بعد کی صورتحال!

قارئین لولاک اس روح فرسا خبر سے باخبر ہیں 5 مئی 2010ء کی شام کو مخدوم المشائخ ' مرشد العلماء والصلحاء خواجہ خواجگان حضرت مولانا خان محمد صاحبؒ وصال فرما گئے انا للہ وانا الیہ راجعون!

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے وصال سے جو صورت حال پیدا ہوئی ہے۔ وہ اتنی مشکل اور لاینحل ہے کہ سمجھ نہیں آتا کہ بات کہاں سے شروع کریں۔ تاکہ گتھی سلجھ جائے۔

حضرت شیخ بنوری ہوں یا حضرت مفتی محمود، سب کا خلاء حضرت قبلہ نے پر کیا۔ لیکن اب کراچی تا خیبر کوئی شخصیت حضرت قبلہ کے خلاء کو پر کرنے والی نظر نہیں آتی۔ اللہ رب العزت کے دین کا کام ہے۔ یہ تو چلنا ہے۔ لیکن جن لوگوں نے حضرت قبلہ جیسی شفیق و مہربان شخصیت کے زیر سایہ کام کیا۔ اب ان کی زندگی بدمزہ ہوگئی۔ آپ کے مدتوں تذکرے رہیں گے۔ لیکن مدتوں آپ کا خلاء پر نہ ہوگا۔ حضرت قبلہ کے وصال کے حوالہ سے بہت ساری باتیں اس شمارہ میں قارئین ملاحظہ کریں گے۔

مزید جملہ صاحبزادگان اور مجلس کے ذمہ داران کے فیصلہ کے مطابق کہ:

1- آپ کی یاد میں ہفت روزہ ''ختم نبوت'' کراچی کا فوری نمبر شائع کیا جائیگا۔ (یہ فیصلہ بعد میں ملتوی کر دیا گیا۔ اب صرف ایک ہی خصوصی نمبر ''عالمی مجلس'' کی طرف سے شائع ہوگا۔ [خادم، حمزہ])

2- بعد ازاں عظیم وضخیم نمبر ماہنامہ ''لولاک'' ملتان تاریخی دستاویز کے طور پر مؤقر انداز میں شائع کیا جائیگا۔

3- حضرت قبلہ کی خود نوشت سوانح (حضرت قبلہ کی سالہا سال کی ڈائریوں) کی مدد سے مرتب کر کے کمپوزنگ کیلئے دی جا چکی ہے۔

4- رشحات قلم حضرت قبلہ کی ترتیب و اشاعت کیلئے طے ہوا کہ:

(الف) مختلف رسائل' خطبات صدارت اور آپ کے مضامین۔

(ب) اپیل ہائے برائے مجلس تحفظ ختم نبوت۔

(ج) مختلف کتب پر آپ کی تقاریظ۔

(د) دعوت نامے از حضرت قبلہ۔

(ہ) آپ کے خطوط کا انتخاب (بالخصوص علماء ومشائخ، حکمرانوں کے نام)
سب کو یکجا کر کے کتابی شکل میں شائع کیا جائیگا۔اس پر کام شروع کر دیا گیا ہے۔خاصہ مواد جمع ہو گیا ہے۔مزید تلاش جاری ہے۔

5-اور پھر سب سے آخر میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی پر جامع کتاب شائع ہوگی۔

ان تمام امور میں سے جس صاحب کے پاس جو مواد ہو وہ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری کے نام مرکزی دفتر [حضوری باغ روڈ ملتان] یا حضرات صاحبزادہ صاحبان میں سے جس کے ہاں مناسب سمجھیں خانقاہ سراجیہ میں جمع کرادیں اس مواد کو جمع کرنے کے کام کی سر پرستی صاحبزادہ عزیز احمد اور نگرانی مولانا صاحبزادہ خلیل احمد وصاحبزادہ سعید احمد فرمائیں گے۔صاحبزادہ رشید احمد وصاحبزادہ نجیب احمد بھی مواد جمع کرنے میں بھر پور طریقہ سے کوشش کریں گے۔

جن صاحبان کے پاس: 1- حضرت قبلہ کے خطوط 2- کسی کتاب پر تقریظ یا حضرت قبلہ کا کوئی مضمون ورسالہ ہو۔وہ فوری ملتان ارسال فرمائیں۔3- حضرت قبلہ کے متعلق اپنے تاثرات اور حضرت قبلہ کی شخصیت پر جو شخص مضمون لکھ سکتا ہو وہ ضرور لکھ کر ارسال کرے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت و خانقاہ سراجیہ:

حضرت قبلہ کے وصال کے بعد جو سب سے پہلے دو امر پیش آئے وہ عالمی مجلس تحفظ نبوت کی امارت اور خانقاہ سراجیہ میں آپ کے جانشین کی تقرری تھی۔عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی امارت کیلئے مجلس کے دستور کی دفعہ نمبر 7 شق نمبر 5 میں ہے کہ:۔

''اگر امارت کا عہدہ امیر مرکزیہ کے خود مستعفی ہوجانے
یا معزول ہوجانے یا کسی اور وجہ سے خالی ہوجائے تو نائب امیر، امیر
مرکزیہ کے قائم مقام ہوگا۔لیکن ضروری ہوگا کہ نائب امیر مجلس عمومی
اجلاس بلا کر چھ ماہ کے اندر اندر امیر مرکزیہ کا انتخاب کرائے''
(دستور مجلس طبع 5 ص 14)

اس پر دستور کی روح کے مطابق عمل کیا جائے گا امید ہے کہ شوال میں چناب نگر سالانہ ختم نبوت کانفرنس کے موقعہ پر مجلس عمومی کے اجلاس میں آیندہ کیلئے امیر مرکزیہ کا انتخاب کیا جائے گا۔

خانقاہ سراجیہ کی مسند نشینی:

حضرت قبلہ کی حیات مبارکہ میں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد المجید لدھیانوی مدظلہ، قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن زیدہ مجدہ اور خود صاحبزادہ صاحبان نے حضرت قبلہ سے درخواست کی اور بار بار کی، شدومد اور اصرار کے ساتھ درخواستیں کیں کہ آپ اپنی جانشینی کیلئے فیصلہ فرمادیں! کوئی کمیٹی بنادیں! نامزدگی یا کم از کم رائے

مبارک کا اظہار فرمادیں! تا کہ بعد میں دقت نہ ہو۔لیکن تکرار واصرار کے باوجود حضرت قبلہ نے اس پر ایک لفظ بھی ارشاد نہیں فرمایا۔البتہ فرمادیتے کہ ''اللہ تعالیٰ بھلی فرمائیں گے۔''

اب حضرت قبلہؒ کے وصال کے بعد سب سے اہمیت کا حامل یہ مسئلہ تھا کہ جانشین کون ہوگا۔ہر شخص کے پاس یہ سوال تھا۔مگر جواب کسی کے پاس نہ تھا۔2 مئی کو صبح جنازہ سے قبل مولانا صاحبزادہ عزیز احمد مدظلہ نے چاروں بھائیوں کو حضرت قبلہ کے کمرہ میں جمع کیا۔حضرت قبلہ رحمہ اللہ کے سب سے سینئر خلیفہ حاجی عبدالرشید صاحب مدظلہ کو بلا کر فرمایا کہ ہم پانچوں بھائی جمع ہیں۔میں سب کی طرف سے آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ ہمارے والد مرحوم کے سب سے قریبی ساتھی اور خادم ہیں۔آپ ہم پانچوں بھائیوں میں سے جس کو مناسب سمجھیں یا ہمارے علاوہ حضرت قبلہ رحمہ اللہ کے پانچوں خلفاء 1: حاجی عبدالرشید رحیم یار خان 2- مولانا نذر الرحمٰن رائے ونڈ 3- مولانا عبدالغفور ٹیکسلا 4- مولانا محبّ اللہ لورالائی 5- مولانا گل حبیب لورالائی۔میں سے جسے چاہیں حضرت قبلہ کی مسند پر بٹھا دیں۔ہم پانچوں بھائی آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ ان دونوں صورتوں میں سے ہم بھائیوں سے کوئی ناخوشگوار امر آپ کو درپیش نہ آئے گا۔

جناب حاجی عبدالرشید صاحب نے اس پر خوشی وانبساط کا اظہار کیا اور فرمایا کہ مجھے اپنے شیخ حضرت قبلہ کی اولاد سے اسی کی توقع تھی۔آپ نے بہت مستحسن فیصلہ کیا، میری رائے ہے کہ اس وقت جانشین مولانا صاحبزادہ عزیز احمد ہوں، پھر مولانا صاحبزادہ خلیل احمد اور پھر صاحبزادہ نجیب احمد۔یہ سن کر صاحبزادہ مولانا عزیز احمد نے فرمایا کہ یہ فیصلہ سر آنکھوں پر۔لیکن اعلان سے قبل باقی چاروں خلفاء سے مشورہ کے بعد آپ یہی یا علاوہ ازیں جو فیصلہ فرمائیں وہ ٹھیک ہے اور ہوگا، لیکن سب خلفاء سے صاد کرانے کے بعد، تا کہ پھر اس پر کوئی اعتراض کی گنجائش نہ رہے۔چنانچہ 7 مئی ظہر کی نماز تک کیلئے اعلان کو موقوف کر دیا گیا اب جنازہ کا مرحلہ تھا۔حضرت مولانا صاحبزادہ عزیز احمد نے صاحبزادہ مولانا خلیل احمد کا خود اعلان کروا کے ان سے حضرت قبلہ کا جنازہ پڑھوا دیا۔ **اللھم ولک الشکر ولک الحمد!** کہ یہ مرحلہ بھی بخیر وخوبی طے ہوگیا۔

7 مئی کو ظہر سے قبل جناب حاجی عبدالرشید صاحب نے پانچوں صاحبزادہ صاحبان کو جمع کیا اور فرمایا کہ تمام حضرات سے مشاورت کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ مولانا صاحبزادہ عزیز احمد اور مولانا صاحبزادہ خلیل احمد کو خلافت دے دی جائے اور خلافت کے ساتھ جانشینی مولانا صاحبزادہ خلیل احمد کے سپرد کر دی جائے۔پانچوں بھائیوں نے اس پر صاد کیا۔چنانچہ ظہر کی نماز کے بعد پانچوں بھائیوں کو مسجد میں جمع کیا گیا۔اتنے میں مولانا فضل الرحمٰن بھی تشریف لائے۔بہت مناسب ہوگا کہ اس موقع پر حضرت مولانا فضل الرحمٰن کا شکریہ ادا کر دیا جائے کہ ''خانقاہ سراجیہ'' اور ''عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت'' کے جملہ وابستگان پر مولانا نے احسان کیا یا یہ کہ حضرت قبلہ کے احسانات کے باعث انہوں نے بہت ہی اپنائیت کا ثبوت دیا۔تینوں دن 8,7,6 مئی کو پورا پورا دن خانقاہ شریف گزارتے شام کو گھر تشریف لے جاتے اور اگلے دن پھر خانقاہ شریف۔اس سے تمام وابستگان کو بہت حوصلہ ملا۔

اب 7 مئی کو جب تمام صاحبزادہ صاحبان کو جمع کرلیا گیا تو مولانا گل حبیب کی درخواست پر خلفائے کرام کے فیصلہ کا مولانا فضل الرحمٰن نے اعلان کیا۔اتنی خوبصورت گفتگو فرمائی۔دوستوں نے ریکارڈ بھی کی۔کاغذ پر منتقل بھی کیا۔لیکن افسوس کہ ہمیں میسر نہ آسکی۔ورنہ وہ اس پرچہ کی زینت بنتی۔(حضرت قائد جمیعۃ کا بیان باب نمبر 3 میں ملاحظہ فرمائیں۔[خادم،حمزہ])مولانا کے اعلان کے بعد جناب حاجی عبدالرشید صاحب نے سب سے پہلے مولانا صاحبزادہ عزیز احمد صاحب کو خلافت دینے کا اعلان کیا اور دستار خلافت پہنائی۔اس کے بعد مولانا صاحبزادہ خلیل احمد کو خلافت دینے کا اعلان کیا۔دستار خلافت ان کے سر پر رکھی اور آپ کی جانشینی کا بھی اعلان کردیا۔

اس موقعہ پر موجودہ بہت سارے وابستگان حضرت قبلہ نے مولانا صاحبزادہ خلیل احمد صاحب کے ہاتھ مبارک پر تجدید بیعت کی۔اب حضرت قبلہ کی صحت کے زمانہ کے معمولات کے مطابق مولانا صاحبزادہ خلیل احمد صاحب نے خانقاہ شریف کے معمولات کو جاری رکھا ہوا ہے۔اللہ رب العزت خانقاہ شریف کے بانی حضرات کی اس نشانی و کار خیر کو تاابد جاری وساری آباد وشاد رکھے۔ آمین بحرمة النبی الكريم!

اگلے روز 8 مئی کو حضرت قبلہ کے خاندان و برادری وعلاقہ کے لوگوں کا مسجد میں اکٹھ ہوا۔حضرت قبلہ کے بڑے صاحبزادہ ہونے کے ناتہ سے خاندان و برادری کے معاملات کو چلانے کیلئے خاندان و برادری کے لوگوں نے صاحبزادہ مولانا عزیز احمد صاحب کے سر مبارک پر حضرت قبلہ کی دستار رکھی اور برادری میں آپ کو حضرت قبلہ کا جانشین تسلیم کرنے کی رسم پوری کی۔

حضرت مولانا صاحبزادہ عزیز احمد صاحب کے ذمہ حضرت قبلہ کے زمانہ سے مجلس کے جو کام تھے وہ آپ سرانجام دیتے رہیں گے بلکہ آئندہ کیلئے مزید اپنی صلاحیتوں سے مجلس کی بہتری کیلئے دن رات ایک کریں گے۔اللہ تعالیٰ توفیق رفیق فرمائیں۔آمین!

حضرت قبلہ رحمہ اللہ کے وصال پر تمام صاحبزادہ صاحبان کا دل گرفتہ ہونا'مغموم ہونا فطری امر تھا۔صاحبزادہ عزیز احمد صاحب نے بڑے پن کا ثبوت دیا۔تمام مہمانوں کو سنبھالا' چھوٹے تمام بھائیوں کو حوصلہ دیا۔صاحبزادہ خلیل احمد'صاحبزادہ رشید احمد بہت مغموم تھے۔لیکن صاحبزادہ سعید احمد صاحب جو حضرت قبلہ کے بہت ہی لاڈلے تھے۔انہوں نے تو رو رکر خود کو ہلکان کرلیا۔صاحبزادہ نجیب احمد صاحب محو حیرت تھے کہ پل بھر میں کیا سے کیا ہوگیا؟

لیکن تمام بھائیوں نے آپ کی جانشینی پر متفق ہو کر ایسا کارنامہ سرانجام دیا ہے جوان شاءاللہ حضرت قبلہ کی روح مبارکہ کے لیے بھی خوشنودی کا باعث بنے گا۔اللہ رب العزت خانقاہ سراجیہ، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت، جمعیۃ علماء اسلام، تمام دینی اداروں، مساجد ومدارس کے حامی وناصر ہوں۔

آمین بحرمة النبی الكريم الخاتم النبيين صلى الله عليه وسلم!

سرفراز حسن خان حمزہ

مشائخ، اساتذہ، خلفاء، ......اور......ازواج واولاد

حضرۃ قبلہ رحمہ اللہ کے شیوخ، ممتاز اساتذہ، خلفاء اور ازواج واولاد کا مختصر تعارف

حضرت قبلہ کے دو مربی

شیخ المشائخ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ کو مرکز دارالعلوم دیوبند حاضری اور خانقاہ موسیٰ زئی شریف کے فیض یافتہ، خانقاہ سراجیہ کے اکابرین سے استفادہ کی وجہ سے علمی وعملی کمالات نصیب ہوئے اور آپ نے اپنی زندگی اللہ کے دین کی خدمت وحفاظت بالخصوص ناموس رسالت اور تحفظ ختم نبوت کے لیے وقف کردی۔ دیگر اکابر دیوبند بھی اگرچہ روحانہ کمالات کا سرچشمہ تھے لیکن حضرت شیخ المشائخ اپنے دور کے مشہور روحانی بزرگوں اعلیٰ حضرت احمد خان صاحب رحمہ اللہ اور حضرت ثانی رحمہ اللہ سے وابستہ ہوگئے۔ یہ دونوں بزرگ نہ صرف شیخ طریقت تھے بلکہ انگریزوں اور قادیانیوں کے خلاف اکابرین دیوبند کی مشترکہ جدو جہد میں شامل تھے، حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ کے حالات اور خانقاہ سراجیہ کے تعارف پر مشتمل کتب میں اس کا تذکرہ ملتا ہے۔ حضرت قبلہ شیخ المشائخ رحمہ اللہ کے ان دونوں مربیوں کے مختصر احوال یہاں ذکر کیے جاتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ، مختصر احوال

مجدد عصر، قیوم زماں، حضرت مولانا خواجہ ابوالسعد احمد خان قدس سرہ

نام:

احمد خان

کنیت:

ابوالسعد

لقب:

قیوم زماں

قوم:

راجپوت تلوکر

ولادت:

۱۲۹۷ھ بمطابق ۱۸۸۰ء کو ملک مستی خان کے گھر پیدا ہوئے۔

تحصیل علم:

قرآنی تعلیم اپنے گاؤں بکھڑے کے امام مسجد سے حاصل کی۔عربی علوم کے لیے حضرت مولانا عطا محمد قریشی رحمہ اللہ کی خدمت میں چلے گئے۔عربی،صرف ونحو کی ابتدائی کتب ان سے پڑھنے کے بعد بندیال ضلع میانوالی چلے گئے، وہاں سے تکمیل علم کے لیے ہندوستان کا رخ کیا، کچھ عرصہ مرادآباد میں شاہی مدرسہ میں تعلیم حاصل کی، اس کے بعد فقہ وحدیث کی تکمیل کے لیے کان پور مولانا احمد حسین رحمہ اللہ اور مولانا عبیداللہ صاحب بکھڑوی رحمہ اللہ کی خدمت میں پہنچے اور ان حضرات سے جملہ علوم وفنون بے حد ذوق وشوق سے حاصل کیے۔

سلوک وطریقت:

آپ زمانہ طالب علمی ہی میں حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی رحمہ اللہ کے خلیفہ حضرت سید لال شاہ صاحب رحمہ اللہ سے بیعت ہو چکے تھے،ان کے وصال کے بعد خواجہ محمد عثمان صاحب کی خدمت میں خانقاہ موسیٰ زئی شریف حاضر ہوئے اور بیعت کا شرف حاصل کیا۔

ابھی سلوک نقشبندیہ مجددیہ کے اسباق میں ولایت صغریٰ کو عبور کیا تھا کہ خواجہ محمد عثمان عالم فانی سے سفر آخرت پر روانہ ہوگئے۔ان کی وفات کے بعد آپ نے بغیر کسی تذبذب وتردد کے،اپنے ہم عمر شیخ حضرت خواجہ صاحبزادہ سراج الدین قدس سرہ سے تجدید بیعت کر لی،اور اپنی سیر وسلوک کو جاری رکھا۔

سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی اصل رابطۂ شیخ ہے، رابطۂ شیخ جتنا پختہ ہوگا فیضان بھی اتنا ہی قوی ہوگا، آپ کو اپنے شیخ حضرت خواجہ سراج الدین سے قوی رابطہ تھا۔رابطۂ روحانی بلکہ اتحاد جانی کا یہ علم تھا کہ بکھڑے سے موسیٰ زئی شریف آپ بار بار پیادہ سفر کرتے تھے، خواجہ سراج الدین کو شاق گزرتا، ایک روز حضرت خواجہ سراج الدین نے فرمایا ''مولانا! آپ سفر نہ کیا کریں، کیونکہ بکھڑے سے یہاں تک آپ جو قدم زمین پر رکھتے ہیں، مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ میرے قلب پر پڑتا ہے۔''

خلافت:

آپ نے جب مقامات مجددیہ اور سلوک ہر لحاظ سے مکمل کر لیے تو حضرت خواجہ سراج الدین

صاحب نے آپ کو تمام سلاسل ولایت میں اجازتِ طریقہ وخلافت سے سرفراز فرمایا، نیز جب آپ کے کمالات اور رسوخ نسبت میں پختگی پیدا ہوگئی تو حضرت خواجہ صاحب نے ارادت مندان سلسلہ کو مشورہ دیا کہ ''میرے پاس آنے کی بجائے مولانا ابوالسعد کے پاس جایا کریں!''

خانقاہ سراجیہ:

آپ ابھی اپنے آبائی مسکن موضع بکھڑے میں ہی تھے کہ رجوع خلق عام ہوگیا۔موضع بکھڑا دریا برد ہونے کے بعد آپ موضع ''کھولہ'' میں تشریف لے آئے ،کھولہ سے نقل مکانی کرکے آپ نے اپنے رقبہ پر خانقاہ سراجیہ کی تعمیر کی۔

عظمت وبزرگی:

ایک روز رئیس المفسرین، امام المؤحدین حضرت مولانا حسین علی رحمہ اللہ [خلیفہ مجاز: حضرت خواجہ سراج الدین صاحب] آپ کے پاس خانقاہ سراجیہ تشریف لائے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل خواص سے مجھے القاء فرمایا ہے کہ جو شخص مولانا احمد خان صاحب کی زیارت کرے گا، وہ (بشرط ایمان) نجات اُخروی سے سرفراز ہوگا اور آتش دوزخ اس پر حرام ہوگی، یہ جملے تین مرتبہ کہے۔

خلعت قیومیت سے سرفرازی:

سرہند شریف کے حاضری کے موقع پر صوفی مواز صاحب اپنا کشف بیان کرتے ہیں ''حضرت امام ربانی قدس سرہ تشریف لائے ،آپ ہاتھ میں ایک خوش نما اور اعلیٰ جبہ لیے ہوئے تھے،آپ نے وہ جبہ تخت پر رکھا اور حضرت خواجہ ابوالسعد کو پاس بلا کر یہ ارشاد فرمایا کہ ہم نے آپ کو تکلیف دی کہ یہاں بلایا، دراصل ہمارے پاس آپ کی امانت تھی جسے آپ کے سپرد کرنا ضروری تھا۔یہ فرما کر آپ کو کرسی پہ کھڑا کیا اور خود حضرت امام ربانی نے وہ خلعت خاصہ آپ کو پہنا دیا جو آپ کے جسم پر راست آیا اور بے حد حسین وزیبا دکھائی دیا۔جبہ مبارک کے ساتھ ایک مرصع زرنگاہ تاج تھا، جو حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے آپ کے سر مبارک پر رکھ دیا، علاوہ ازیں یہ دیکھا کہ تختوں پر کنجیوں کے انبار لگے ہوئے تھے، وہ کنجیاں بھی سب کی سب آپ کے حوالے کر دی گئیں۔''

تلاوت قرآن مجید:

آپ نماز ظہر کے بعد قرآن عزیز کی تلاوت فرماتے تھے، قرآن مجید کی ایک منزل (تقریباً سات پارے) صرف چالیس منٹ میں پڑھ لیتے تھے۔ایک لمبی مدت نوافل میں دس پارے سنتے رہے، نوافل تہجد میں چالیس مرتبہ سورۃ یٰس پڑھنے کا معمول رہا۔

اتباع کتاب وسنت:

آپ کا ہر فعل وعمل سنت کے سانچے ڈھلا ہوا تھا، لباس و پوشش، خورد و نوش، نشست برخاست، سلام وکلام وغیرہ ہر امر میں شرعی آداب اس طرح ملحوظ رہتے تھے جو ایک فقیہ ومحدث کی شان کے لائق ہیں۔ اور متوسلین ومعتقدین کو بھی اتباع سنت کی تاکید فرماتے رہتے تھے۔

ایک صاحب کو بچے کے لیے تعویذ عنایت کیا تو فرمایا کہ چمڑے میں سلوا کر پہنانا چاہیے، چاندی کا تعویذ لڑکوں کے لیے جائز نہیں۔

ایک صاحب نے السلام علیکم کی جگہ ''سلامت'' کہا تو آپ نے فرمایا کہ ''یہ مسنون طریقہ نہیں ہے، بلکہ ''السلام علیکم'' کہنا چاہیے۔ آپ کو طاعات وعبادات میں توسط واعتدال پسند تھا۔

بے ریش لڑکوں کو نعت پڑھنے سے اور متوسلین کو ان کے سننے سے منع فرمایا کرتے تھے، اس کی ممانعت کا ثبوت مکتوبات مجددیہ سے پیش فرمایا۔

سجدے کی حالت میں ایڑیوں کا جوڑنا:

مولانا غلام محی الدین صاحب ساکن مجوکہ مضافات سرگودھا مشہور اہل حدیث عالم تھے، ان کا ایک کتب خانہ بھی تھا، اعلیٰ حضرت خواجہ ابوالسعد صاحب کی خدمت میں خانقاہ تشریف لائے اور چار پانچ روز قیام کے دوران اپنا تعارف تک نہ کرایا، رخصت ہوتے وقت اتنا کہا کہ ''آپ کا باطنی معاملہ جو اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ ہے تو اسے آپ ہی بہتر جانتے ہوں گے، میں نے تو یہ دیکھا ہے کہ نماز اور اس کے واجبات کی ادائیگی میں آپ کا عمل کامل طور پر سنت مطہرہ کے مطابق ہے، اور اس سلسلہ میں آپ کی ذات مجدد کی حیثیت رکھتی ہے، البتہ آپ کا سجدے کی حالت میں ایڑیوں کا جوڑنا کتب حدیث سے ثابت نہیں۔'' حضرت اعلیٰ نے فوراً بیہقی شریف منگوا کر درج ذیل حدیث پیش کی جس سے وہ مطمئن ہوگئے۔

ترجمہ: حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے (ایک رات) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بستر پر نہ پایا، حالانکہ آپ پاس ہی لیٹے ہوئے تھے، پس میں نے آپ کو اس حالت میں پایا کہ آپ سجدے میں تھے، اور آپ کے دونوں پاؤں کی ایڑیاں ایک دوسرے کے ساتھ مضبوطی سے ملی ہوئی تھیں اور پاؤں کی انگلیوں کا رُخ قبلہ کی طرف تھا۔ الخ

(السنن الکبریٰ مع الجوھری النقی للامام بیھقی، مطبوعہ حیدرآباد دکن، کتاب الصلوٰۃ جلد نمبر ۲ ص ۱۱٦، باب ماجاء فی ضم العقبین فی السجود)[حضرات کرام نقشبندیہ ص 381]

خطبہ جمعہ میں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا ذکر:

حضرت اعلیٰ ایک مرتبہ باگڑ ضلع ملتان میں قیام فرما تھے، وہاں جامع مسجد میں مولانا نورالحق خطیب تھے، جمعہ کا دن تھا، حضرت اعلیٰ نے مولانا نورالحق صاحب کو خطبہ جمعہ کے اختصار کے لیے فرمایا، مولانا نے خطبہ میں خلفاء راشدین کے اسماء گرامی بھی نہ پڑھے، آپ نے اسے بہت ہی ناپسند فرمایا بلکہ طبیعت مبارک میں جلال آگیا، فرمایا کہ ''مولانا! خلفاء راشدین کا ذکر، شعار اہل السنۃ والجماعۃ میں سے ہے، اسے خطبہ جمعہ میں کسی صورت بھی چھوڑنا نہیں چاہیے۔'' [حضرات کرام نقشبندیہ ص 382]

علماء ربانیین کی نظر میں:

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حضرت خواجہ ابوالسعد احمد خان صاحب راسخ فی العلم تھے، اللہ تعالیٰ نے انہیں علوم شرعیہ سے کما حقہ نوازا تھا، اورانہوں نے شیخ کامل کی صحبت میں تمام منازل عرفان کو بھی طے کیا تھا۔

خاتم المحدثین حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

حضرت مولانا احمد خان صاحب اس وقت سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے امام اور عارف کامل ہیں۔

رحلت:

آپ کو آخری عمر میں متعدد عوارض بدنیہ لاحق ہوگئے تھے، 2 مارچ 1941ء کو علاج کے لیے کانپور تشریف لے گئے۔ مرض میں کچھ افاقہ ہوا تو کلکتہ جانے کا ارادہ فرمایا، جانے سے ایک روز قبل ۱۲ صفر المظفر ۱۳۶۰ھ بمطابق 14 مارچ 1941ء کو سحری کے وقت بیدار ہوئے، اہلیہ محترمہ وضو کے لیے پانی لینے گئیں، آپ نے بحالت مراقبہ سر رکھا اور تھوڑی دیر بعد اسی حالت میں رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔

جنازہ ومدفن:

آپ کا جسد خاکی کانپور سے بذریعہ ٹرین کندیاں ضلع میانوالی لایا گیا، آپ کے خادم خاص اور نامزد جانشین حضرت مولانا عبداللہ لدھیانوی رحمہ اللہ المعروف حضرت ثانی نے نماز جنازہ پڑھائی، اور خانقاہ سراجیہ کے قریب احاطہ میں مدفون ہوئے۔

اولاد:

اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو سات بیٹے اور چھ بیٹیاں عطا فرمائے تھے، لیکن حکم خداوندی سے چھ بیٹے آپ کی حیات میں ہی وفات پا گئے۔ صاحبزادوں کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں

[۱] حضرت خواجہ شیخ محمد معصوم رحمہ اللہ

[۲] حضرت خواجہ شیخ محمد باقی رحمہ اللہ

[۳] حضرت خواجہ شیخ محمد صادق اول رحمہ اللہ

[۴] حضرت خواجہ شیخ محمد سعید رحمہ اللہ

[۵] حضرت خواجہ شیخ محمد صادق ثانی رحمہ اللہ

[۶] حضرت خواجہ شیخ محمد سراج الدین رحمہ اللہ

[۷] حضرت خواجہ شیخ محمد ابوسعید رحمہ اللہ

خلفاء وجانشین:

آپ کے خلفاء کی تعداد بہت ہے، جن میں سے صدیق دوراں حضرت مولانا عبداللہ رحمہ اللہ فاضل دیوبند آپ کے جانشین مقرر ہوئے۔

حضرت ثانی رحمہ اللہ، مختصر احوال

نائب قیوم زماں، صدیق دوراں حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی رحمہ اللہ

نام:

محمد عبداللہ

لقب:

صدیق دوراں

ولادت باسعادت:

5 اکتوبر 1904ء کو میاں نور محمد صاحب کے گھر سلیم پور ضلع لدھیانہ میں پیدا ہوئے۔

تحصیل علم:

عمر عزیز کے چھٹے سال قرآن مجید کی تعلیم کے لیے گاؤں کی مسجد کے امام صاحب کے پاس بٹھایا گیا، 1911ء میں سلیم پور کے پرائمری سکول میں پہلی جماعت میں داخل کرایا گیا، 19-1918ء کو مڈل سکول میں داخل ہوئے 26 فروری 1919ء کو اردو مڈل امتحان امتیازی نمبروں سے پاس کیا۔

ابتدائی دینی تعلیم مولانا محمد ابراہیم سلیم پوری سے حاصل کی، دو سال مدرسہ عزیزیہ لدھیانہ میں پڑھتے رہے، پھر مدرسہ عربیہ امرتسر چلے گئے۔

دارالعلوم دیوبند میں:

۱۳۴۲ھ کو مرکز رشد و ہدایت دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے اور دورۂ حدیث تک جملہ علوم وفنون دیوبند ہی میں پڑھے، آپ کے اساتذہ میں علامہ انور شاہ کشمیری، میاں اصغر حسین، مولانا مرتضیٰ حسن، مفتی عزیز الرحمٰن، علامہ شبیر احمد عثمانی، مولانا اعزاز علی، مولانا محمد ادریس کاندہلوی، مولانا رسول خان، مولانا ابراہیم بلیاوی رحمہم اللہ جیسے کبار مشائخ وعلماء ربانیین شامل ہیں ۱۳۵۲ھ کو دارالعلوم دیوبند سے سند فراغت حاصل کی۔

سلوک وطریقت:

آپ نے دوران طالب علمی ہی اپنے استاد مکرم مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب سے بیعت کی درخواست کی، پہلے پہل تو انہوں نے طالب علمی کی وجہ سے تامل کیا، کئی بار عرض کرنے پر بالآخر طریقہ نقشبندیہ مجددیہ میں داخل فرمالیا اور فرمایا کہ کوئی ایک نماز اس چھوٹی مسجد میں پڑھ لیا کرو! بیعت کے بعد آپ پانچ وقت کی نماز اسی چھوٹی مسجد میں پڑھنے لگے۔

بارگاہِ قیومِ زماں میں:

آپ فن طب کے حصول کی خاطر مولانا حکیم رسول صاحب کے پاس سرگودہا تشریف لے گئے، حکیم صاحب قیوم زماں حضرت خواجہ ابوالسعد احمد خان صاحب کے خلیفہ مُجاز تھے، آپ نے سرگودہا میں ہی حضرت قیوم زماں کی زیارت کی اور تجدید بیعت سے سرفراز ہوئے۔

پھر آپ نے چودہ سال اپنے شیخ کی خدمت میں گزارے، کیا سفر کیا حضر، ہمہ وقت حاضر باش رہے، اتنے طویل عرصہ میں فقط دو مرتبہ اپنے آبائی وطن گئے۔

مسند ارشاد پر جانشینی:

حضرت قیوم زماں نے اپنی زندگی میں ہی آپ کو اپنا نائب، خلیفہ وجانشین مقرر فرمادیا، باوجودیکہ کے حضرت قیوم زماں کی اولاد میں سے مولانا معصوم رحمہ اللہ موجود تھے، مگر آپ نے تمام انتظام وانصرام اپنے سامنے ہی مولانا عبداللہ کے سپرد فرمادیا۔ حضرت قیوم زماں کی وفات کے بعد حضرت صدیق دوراں اُن کی مسند پر رونق افروز ہوئے۔

اتباع سنت کا جذبہ:

آپ بھی اپنے شیخ کی مثل سنت نبوی پر پوری طرح عمل پیرا رہے، اپنی زندگی کے تمام ایام، ہر موقع اور ہر موڑ پر، خوشی وغمی، دکھ وسکھ، آرام وآلام، چال ڈھال، رہن سہن، گفتار وکردار غرض ہر چیز میں سنت کو

مقدم رکھا اور اس کا کامل نمونہ نظر آتے تھے۔

کتب خانہ کی توسیع:

اعلیٰ حضرت نے از روئے وصیت نامہ آپ کو کتب خانہ کی حفاظت اور اس کی ترقی وتوسیع کا کام بھی سونپ دیا۔ چنانچہ آپ نے اسلاف کے ان جواہر پاروں کی ہمیشہ حفاظت کی، اور اس ذخیرہ میں قابل قدر اضافی کی طرف اپنی توجہ مبذول رکھی، حج پر تشریف لے گئے تو مدینہ منورہ کے کتب خانے سے تصوف کی ایک نایاب قلمی کتاب تحقیقات کی نقل 700 ریال میں حاصل کی، اس کے علاوہ تفسیر وحدیث کی متعدد کتابیں خرید کرانہیں خانقاہ شریف کے کتب خانے کی زینت بنایا، حج سے واپسی کے وقت جب کسٹم آفس کراچی پر سامان چیک کیا جارہا تھا تو کسٹم آفیسر نے پوچھا کہ'' آپ کے پاس سونا تو نہیں ہے؟'' جواب میں آپ نے ارشاد فرمایا '' ہمارے لیے سونا تو یہ کتابیں ہیں، اگر ہمارے پاس رقم کی گنجائش ہوتی تو ہم یہ سونا اور خرید لاتے۔''

وفات:

۲۷ شوال المکرّم ۱۳۷۵ھ بمطابق 17 جون 1956ء بروز جمعرات ساڑھے بارہ بجے اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔ یوں پندرہ سال آٹھ ماہ اور پندرہ دن آپ نے مسندِ شیخ کو رونق بخشی۔

جنازہ ومدفن:

حضرت شیخ المشائخ مولانا خواجہ خان محمد رحمہ اللہ نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور آپ اپنے شیخ حضرت قیوم زماں کے دائیں پہلو میں مدفون ہوئے۔

اولاد:

خدا تعالیٰ نے آپ کو ایک بیٹا اور ایک بیٹی عطا فرمائے تھے، بیٹے کا نام حافظ محمد عابد تھا، جو ۱۵ شوال المکرّم ۱۴۱۹ھ بمطابق 2 فروری 1999ء کو برضائے الٰہی وفات پاگئے۔

خلفاء وجانشین:

آپ کے خلفاء بھی 10 کے لگ بھگ ہیں جن میں شیخ المشائخ مولانا خواجہ خان محمد رحمہ اللہ، مولانا قاضی شمس الدین رحمہ اللہ اور مولانا عبد الخالق رحمہ اللہ [بانی: دار العلوم کبیر والا] شامل ہیں۔ وفات کے بعد باتفاق حضرت شیخ المشائخ آپ کی مسند پر جلوہ افروز ہوئے۔ (ملخص از: فیضان معصومیہ)

☆......☆............☆......☆

اساتذۂ شیخ

حضرۃ قبلہ کے اساتذہ کرام

شیخ المشائخ حضرت اقدس قبلہ خواجہ صاحب رحمہ اللہ پر منعم حقیقی کا یہ خصوصی فضل وانعام تھا کہ ان کو اپنے وقت کی بلند پایہ اور گرانمایہ علمی شخصیتوں کے خرمن علم سے خوشہ چینی کی سعادت نصیب ہوئی۔ آپ کو جن اصحاب فضل وکمال کے دامن فضل سے وابستگی اور سرچشمہ علم وفن سے کسب فیض اور اکتساب علم کا شرف حاصل ہوا، ان میں سے اکثر اس زمانہ کے عبقری اور علم وفن کی آبرو تھے۔ چونکہ صاحب سوانح کی سوانح حیات اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتی جب تک ان نفوس قدسیہ کا تذکرہ نہ ہو جن کے فیوض تعلیم وتربیت نے صاحب سوانح کی صلاحیتوں کو جلا بخشی، اس لیے ہم ذیل کی سطور میں آپ کے اساتذہ گرامی کا اجمالاً ذکر کر رہے ہیں۔

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ ۱۹ر شوال المکرّم ۱۲۹۶ھ کو موضع الہ داد پور قصبہ ٹانڈہ ضلع فیض آباد میں حضرت مولانا سید حبیب اللہ صاحب (خلیفہ خاص حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی رحمہ اللہ) کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ حسینی سید ہیں۔ آپ نے ابتدائی تعلیم مڈل تک اپنے والد گرامی کے پاس ہی حاصل کی۔ قرآن کریم اور ابتدائی فارسی کی تعلیم اپنے والدین سے حاصل کی۔ مالٹا کی اسارت میں قرآن کریم حفظ کرنے کی سعادت حاصل کی۔ جب آپ تیرہ برس کی عمر کو پہنچے تو ۱۳۰۹ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور درس نظامی کی مکمل تعلیم اپنے بڑے بھائی مولانا صدیق احمد صاحب اور شفیق استاذ حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمہ اللہ کی زیر نگرانی دارالعلوم دیوبند میں ہی حاصل کی۔ باوجود اس کے کہ حضرت شیخ الہند دورۂ حدیث کی بڑی کتابیں پڑھاتے تھے، لیکن آپ کو ہونہار پا کر ابتدائی کتابیں بھی خود پڑھائیں۔ آپ نے سترہ فنون پر مشتمل درس نظامی کی ۶۷ کتابیں ساڑھے چھ سال میں مکمل فرمائیں۔ ۱۳۱۴ھ میں دارالعلوم دیوبند سے سند فراغت حاصل کی جبکہ ابھی چند خارج از نصاب کتب، طب، ادب، ہیئت میں باقی رہ گئی تھیں کہ آپ کے والد محترم نے مدینہ منورہ کی طرف عزم ہجرت کیا تو آپ بھی مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہوگئے اور باقی کتابیں مدینہ منورہ کے معمر اور مشہور ادیب حضرت مولانا شیخ آفندی عبدالجلیل برادہ سے پڑھیں۔ جس وقت آپ کے استاذ مکرم حضرت شیخ الہند آپ کو مدینہ منورہ رخصت کر رہے تھے تو یہ نصیحت فرمائی کہ پڑھانا ہرگز نہ چھوڑنا، چاہے ایک دو طالب علم ہی ہوں۔ حضرت زندگی بھر اس نصیحت پر عمل پیرا رہے۔ ۱۳۱۶ سے

۱۳۳۱ھ تک جب آپ کا زیادہ وقت مدینہ طیبہ میں بسر ہوا تھا، اس دوران آپ کی زبان فیض ترجمان سے قال اللہ وقال الرسول کا دل نشیں نغمہ مسلسل گونجتا رہا۔ ۱۹۲۷ سے ۱۹۵۷ء تک دارالعلوم دیوبند میں شیخ الحدیث وصدرالمدرسین کے منصب جلیل پر فائز رہے۔ اس کے علاوہ امروہہ، کلکتہ میں مولانا ابوالکلام آزاد کے مدرسہ عالیہ اور سلہٹ کے جامعہ اسلامیہ میں بھی علم وعرفان کے موتی بکھیرتے رہے۔

سلوک وتصوف میں بھی آپ شیخ کامل تھے۔ ۱۳۱۶ھ میں آپ آستانہ عالیہ رشیدیہ میں قطب الارشاد مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے بیعت ہوئے۔ مکہ مکرمہ میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی بابرکت مجالس میں بھی روحانی تربیت حاصل کرتے رہے۔ حضرت گنگوہیؒ نے آپ کو خلافت کی خلعت سے نوازا اور اپنے دست مبارک سے دستار خلافت آپ کے سر پر باندھی۔ حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ آپ کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ ''حضرت مدنی اس زمانہ میں اولیاء اللہ کے امام ہیں''۔

آپ تدریسی، روحانی، ملی اور سیاسی خدمات کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف کے میدان میں بھی نمایاں خدمات سرانجام دیتے رہے۔ آپؒ کی مشہور تصانیف درج ذیل ہیں: (۱) نقش حیات، دوجلدیں (۲) مکتوبات شیخ الاسلامؒ، چار جلدیں (۳) الشہاب الثاقب (۴) تعلیمی ہند (۵) اسیر مالٹا (۶) متحدہ قومیت اور اسلام (۷) ایمان وعمل (۸) مودودی دستور وعقائد کی حقیقت (۹) سلاسل طیبہ (۱۰) کشف حقیقت (۱۱) خطبات صدارت۔

اگر یہ کہا جائے کہ حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمہ اللہ کے بعد دارالعلوم دیوبند کی علمی وعملی فضا حضرت مدنی کے ہی دم قدم سے قائم رہی تو مبالغہ نہ ہوگا۔ آپ نے جس ہمت واستقلال، ایثار وقربانی اور جرأت وشجاعت سے دین اور ملک وملت کی خدمت کی، حضرت شیخ الہند کے بعد اس کی نظیر آخری دور میں نظر نہیں آتی۔ آپ نے زندگی بھر تعلیم وتدریس، تصنیف وتالیف، وعظ وتبلیغ اور جہاد فی سبیل اللہ کا مبارک سلسلہ جاری رکھا۔ یہاں تک کہ آپ نے ۲۸ر محرم الحرام ۱۳۷۷ھ بمطابق ۲۵ر اگست ۱۹۵۷ء کو بخاری شریف جلد اول کا آخری سبق پڑھایا اور ۱۳ر جمادیٰ الاولیٰ ۱۳۷۷ھ بمطابق ۵ر دسمبر ۱۹۵۷ء کو علم وعمل، زہد وتقویٰ اور رشد وہدایت کا یہ آفتاب عالم تاب غروب ہوگیا۔

حضرت مدنی کے سبق کے دوران شرکا کو کیسا عجیب روحانی ماحول نصیب ہوتا تھا، اس کی ایک جھلک آپ کے ہونہار شاگرد حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی رحمہ اللہ کی تحریر میں ملاحظہ فرمائیں: ''دوران سبق شرکا کو ایسا عجیب روحانی ماحول نصیب ہوتا تھا کہ ہر شریک درس کی یہ دلی خواہش ہوتی تھی کہ کاش یہ مجلس دراز سے دراز ہوتی جائے۔ ہم کو یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے ہمارے قلوب زنجیروں کے ساتھ عالم بالا میں جکڑ

ے ہوئے ہیں''۔ دوران سبق حضرت مدنی کا طلبہ کے ساتھ رویہ کیسا ہوتا تھا، اس کی ایک جھلک بھی حضرت صوفی صاحبؒ کے الفاظ میں ملاحظہ ہو: ''جو طلبا شریک درس ہوتے، اپنے سوالات اور شکوک وشبہات لکھ کر حضرت مدنی کی خدمت میں بھیجتے۔ آپ ایک ایک پرچی پڑھ کر انتہائی تحمل، بردباری اور مشفقانہ انداز میں جواب مرحمت فرماتے۔ کسی کے سوال سے تو کیا، کسی معترض کی تلخ کلامی یا غلط تحریر پڑھ کر کبھی ناراض نہ ہوتے تھے''۔

حضرت امام اہل سنت، حضرت مدنی کے ذوق تدریس کا یہ واقعہ اکثر طلبا کے سامنے بیان فرماتے تھے:

''ہمارے استاذ محترم مولانا سید حسین احمد مدنی انگریز کے دور میں قید وبند کی صعوبتیں برداشت کرتے رہے، چنانچہ ایک مرتبہ دوران اسارت مراد آباد جیل میں حضرت قاری محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند ان سے ملاقات کے لیے تشریف لے گئے۔ حضرت قاری صاحب کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت مدنی جیل میں قیدیوں کو تعلیم الاسلام پڑھا رہے ہیں۔ حضرت قاری صاحب نے ازراہ دل لگی اور مزاح کہا، حضرت آپ نے تو خوب ترقی کی ہے کہ بخاری شریف پڑھاتے پڑھاتے تعلیم الاسلام پڑھانی شروع کر دی ہے۔ حضرت مدنی نے جواب دیا، بھائی! کام جو پڑھانا ہوا، دارالعلوم دیوبند میں بخاری وترمذی پڑھنے والے تھے، ان کو بخاری وترمذی پڑھاتا تھا اور یہاں مراد آباد جیل میں تعلیم الاسلام پڑھنے والے ہیں، چنانچہ ان کو تعلیم الاسلام پڑھاتا ہوں۔''

اگر کسی طالب علم کو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر رحمہ اللہ کی کلاس میں اونگھ یا نیند آجاتی تو آپ حضرت مدنی کے ان الفاظ کے ساتھ طالب علم کو بیدار کرتے: ''ہمارے استاذ محترم حضرت مدنی فرمایا کرتے تھے، نیند کی دو قسمیں ہیں۔ ایک نیند اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے اور ایک نیند شیطان کی طرف سے ہوتی ہے۔ اگر دوران جنگ مسلمان مجاہد کو نیند آجائے تو یہ نیند اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت اور مجاہد کے لیے سکون وآرام کا قدرتی ذریعہ ہوتی ہے، لیکن اگر دوران سبق طالب علم کو نیند آجائے تو یہ شیطان کی طرف سے ہوتی ہے جس کا مقصد طالب علم کو غفلت میں ڈالنا ہوتا ہے۔''

حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت بلیاوی رحمہ اللہ ۱۳۰۴ھ میں مشرقی یوپی کے شہر بلیا کے ایک علمی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ آپ نے فارسی اور عربی کی ابتدائی تعلیم جونپور میں مشہور طبیب مولانا حکیم جمیل الدین نگینوی سے حاصل کی اور معقولات کی کتابیں مولانا فاروق احمد چڑیا کوٹی اور مولانا ہدایت اللہ خان (تلمیذ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ)

سے پڑھیں۔ دینیات کی تعلیم کے لیے مولانا عبدالغفار کے سامنے زانوئے تہہ تلمذ کیا۔۱۳۲۵ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور ہدایہ اور جلالین اور مختلف کتب پڑھتے رہے۔ پھر ۱۳۲۷ھ میں آپ نے دارالعلوم دیوبند سے سند فراغت حاصل کی۔ دینی علوم وفنون کی تحصیل کے بعد آپ زندگی بھر درس وتدریس کے پیشہ سے وابستہ رہے۔آپ کے درس وتدریس کی مدت ۱۳۲۷ھ سے ۱۳۸۷ھ تک ساٹھ سال بنتی ہے۔آپ نے مختلف مقامات مثلاً مدرسہ عالیہ (فتح پور) عمری ضلع مرادآباد، مدرسہ دارالعلوم (اعظم گڑھ)، مدرسہ امدادیہ (بہار)، جامعہ اسلامیہ (ڈابھیل)، کوہاٹ ہزاری ضلع چاٹگام میں طلبہ علوم اسلامیہ کے قلوب کو زندگی بھر دینی علوم سے منور کرتے رہے۔ بالآخر آپ اپنے مادر علمی دارالعلوم دیوبند میں تشریف لے آئے۔۱۳۷۷ھ میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے بعد آپ دارالعلوم کی مسند صدارت پر فائز ہوئے اور تادم واپسیں اس پر متمکن رہے۔آپ کے تلامذہ کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہے جو برصغیر کے علاوہ ایشیا اور افریقہ کے بہت سے ملکوں میں اپنے استاذ گرامی کے دینی علوم ومعارف کو پھیلا رہے ہیں۔

حضرت بلیاوی رحمہ اللہ نے شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمہ اللہ کے دست حق پرست پر بیعت کی تھی اوران کے تلمیذ خاص بھی تھے۔آپ کے اوصاف وکمالات کے متعلق محدث العصر حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''حضرت مولانا بلیاوی رحمہ اللہ دارالعلوم دیوبند کے مایہ ناز محقق عالم اور شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمہ اللہ کے مخصوص تلامذہ میں سے تھے۔ درسیات کی مشکل ترین کتابوں کے اعلیٰ ترین مدرس اور استاذ تھے۔ اپنی حیات طیبہ کا بہت حصہ علوم نقلیہ وعقلیہ کی تدریس وتعلیم میں ہی صرف کیا اور پورے ساٹھ برس تک تدریس علوم دینیہ کی خدمت انجام دی۔ ذکاوت ،قوت حافظہ اور حسن تعبیر میں، خصوصاً معقول ومنقول کی مشکلات کے حل کرنے میں یکتائے روزگار تھے اور ہند و پاک کے تقریباً تمام علما کے بلاواسطہ یا بالواسطہ استاذ تھے اور اپنے علمی کمالات اور جامعیت کے اعتبار سے قدمائے سلف کی یادگار تھے''۔

حضرت بلیاوی رحمہ اللہ کی ساری عمر درس وتدریس اور تبلیغ واصلاح میں گزری۔ آخری عمر میں جامع ترمذی پر حاشیہ لکھ رہے تھے جس کے پورا ہونے کی نوبت نہ آسکی اور صحت خراب ہوتی چلی گئی۔ آخرکار ۲۴ ررمضان ۱۳۸۷ھ بمطابق ۲۷ ردسمبر ۱۹۶۷ء بروز چہارشنبہ عالم آخرت کو تشریف لے گئے۔ قبرستان قاسمی دیوبند میں محو آرام ہیں۔حق تعالیٰ درجات عالیہ نصیب فرمائے۔

شیخ الادب والفقہ حضرت مولانا اعزاز علی امروہوی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ کا آبائی وطن مراد آباد کے مضافات میں مشہور قصبہ امروہہ ہے۔آپ یکم محرم الحرام ۱۳۰۱ھ بمطابق ۱۸۸۲ء بروز جمعۃ المبارک صبح صادق کے قریب ہندوستان کے مشہور شہر بدایوں میں پیدا ہوئے جہاں آپ کے والد ماجد بسلسلہ ملازمت رہائش پذیر تھے۔کچھ عرصہ بعد آپ کے والد محترم بدایوں سے شاہ جہاں پور آ گئے جہاں آپ نے میاں جی قطب الدین رحمہ اللہ سے بیس پارے ناظرہ قرآن حکیم پڑھا۔بعد میں حضرت قاری شرف الدین رحمہ اللہ سے قرآن پاک حفظ کیا۔آپ نے اردو اور فارسی کی ابتدائی تعلیم اپنے والد محترم سے حاصل کی، پھر مولانا مقصود علی خان سے بعض کتب فارسیہ اور میزان الصرف سے شرح جامی تک کتابیں پڑھیں۔پھر شاہجہانپور کے مدرسہ عین العلم میں داخل ہو کر مولانا شبیر احمد مراد آبادی، مولانا عبدالحق کابلی اور مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی کے پاس تعلیم حاصل کی۔اس کے بعد مولانا کفایت اللہ دہلوی کے مشورہ سے دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے۔ہدایہ اولین و میر قطبی اور دیگر کتب پڑھ کر دوسرے سال اپنی ہمشیرہ سے ملاقات کے لیے میرٹھ تشریف لے گئے۔مولانا عاشق الٰہی میرٹھی کے اصرار پر میرٹھ ہی میں چار سال تعلیم حاصل کرتے رہے۔اس کے بعد دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور ہدایہ اخیرین، بیضاوی، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی وغیرہ کتابیں حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ سے پڑھیں۔فنون کی بعض کتابیں مولانا رسول خان ہزاروی رحمہ اللہ سے جبکہ ادب کی کتابیں حضرت مولانا سید معزالدین رحمہ اللہ سے پڑھیں۔فتویٰ نویسی کا فن حضرت مولانا عزیز الرحمٰن عثمانی رحمہ اللہ سے سیکھا۔

۱۳۲۰ھ میں دارالعلوم دیوبند سے سند فراغت حاصل کی۔فراغت کے بعد آپ کم و بیش ۵۴ سال مسند تدریس پر متمکن رہے۔آپ مدرسہ نعمانیہ بھاگل پور میں سات سال اور مدرسہ افضل المدارس شاہجہان پور میں تین سال تدریس کرتے رہے۔۱۳۳۰ھ میں پچیس روپے مشاہرہ پر دارالعلوم دیوبند میں مدرس مقرر ہوئے۔درمیان میں ایک سال کے لیے حیدر آباد گئے، پھر دارالعلوم ہی میں تشریف آوری ہوئی اور ۱۳۷۴ھ تک دارالعلوم ہی میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔آپ نے روحانی تزکیہ و تربیت کے لیے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کے دست مبارک پر بیعت کی اور اجازت و خلافت حضرت مدنی رحمہ اللہ کی طرف سے عطا ہوئی۔ہزاروں تشنگان علم نے آپ سے اپنی پیاس بجھائی۔آپ کے مشہور تلامذہ میں حضرت مولانا مفتی شفیع، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی، مولانا قاری محمد طیب قاسمی، مولانا محمد منظور نعمانی، مولانا سعید احمد اکبر آبادی، شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر، حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی اور حضرۃ

قبلہ شیخ المشائخ رحمہم اللہ شامل ہیں۔ تدریسی خدمات کے علاوہ آپ نے کئی درسی کتابوں کے حواشی تحریر فرمائے جن میں حاشیہ نورالایضاح (فارسی)، حاشیہ کنز الدقائق، حاشیہ مفیدالطالبین، حاشیہ دیوان متنبّی، حاشیہ دیوان حماسہ اور حاشیہ تلخیص المفتاح شامل ہیں۔

شیخ الادب رحمہ اللہ ممتاز مدرس، عالم دین، علوم وفنون میں یکتائے روزگار اور باخدا شخصیت تھے۔ آپ بے شمار خداداد امتیازی صفات کے ساتھ تشنگان علم وعرفان میں زندگی بھر وراثت نبوی تقسیم فرماتے رہے۔ حضرات شیخین کی یہ خوش نصیبی تھی کہ دونوں قابل فخر بھائیوں کو شیخ الادب کے علم وعرفان سے خوشہ چینی کی سعادت نصیب ہوئی۔

حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی رحمہ اللہ اپنے عظیم استاذ کی نمایاں صفات کے بارے میں فرماتے ہیں:

''آپ کی یہ ایک نمایاں خوبی تھی کہ ہمیشہ سلام میں پہل کرتے تھے اور سلام کرنے میں کسی دوسرے کو پہل نہیں کرنے دیتے تھے۔ آپ کی یہ صفت بھی نمایاں تھی کہ نہ تو آپ پان کھاتے تھے اور نہ کبھی کھلکھلا کے ہنستے تھے۔ وقت کے سخت پابند تھے۔ جونہی ان کے پیریڈ کی گھنٹی بجتی، کھٹ سے کلاس میں داخل ہو جاتے۔ ادھر جب وقت ختم ہونے کی گھنٹی سنتے، جو لفظ منہ میں ہوتا اسے بھی چھوڑ کر جماعت سے باہر چلے جاتے۔ وقت کی قدر وقیمت سے آپ بخوبی آشنا تھے۔ وقت کی اہمیت کے متعلق آپ کا یہ فرمان بامقصد زندگی گزارنے والوں کے لیے باعث تقلید ہے: ''جو زمانہ گزر چکا، وہ ختم ہو چکا، اس کو یاد کرنا عبث ہے اور آئندہ زمانہ کی طرف امید کرنا بس امید ہی ہے۔ تمہارے اختیار میں تو وہی تھوڑا وقت ہے جو اس وقت تم پر گزر رہا ہے۔''

(ملخصاً...... ماہنامہ ''الشریعہ''......امام اہل سنت نمبر...... مضمون مولانا محمد یوسف)

☆......☆............☆......☆

خلفائے شیخ

حضرۃ قبلہ شیخ المشائخ رحمہ اللہ نے جن 16 خوش نصیب حضرات کو خلعت خلافت سے نوازا، ان میں سے صرف 5 بقید حیات ہیں۔ جن میں سے تین کے مختصر احوال ہمیں دریافت ہوئے، پانچوں کے نام، اور تین احوال درج ذیل ہیں:

[۱] حضرت حاجی محمد عبدالرشید صاحب مدظلہ

مکان نمبر 228/B سیٹلائٹ ٹاؤن۔ رحیم یارخان

[۲] حضرت مولانا نذرالرحمٰن صاحب مدظلہ:

مدرس: مدرسہ عربیہ، تبلیغی مرکز، رائے ونڈ، ضلع لاہور

[۳] حضرت مولانا محبّ اللہ صاحب مدظلہ

مدیر: مدرسہ عربیہ سراجیہ سعدیہ۔ نزد کمشنری۔ لورالائی۔ بلوچستان 0302-3807299

[۴] حضرت مولانا گل حبیب صاحب مدظلہ

لورالائی۔ بلوچستان۔

[۵] حضرت مولانا عبدالغفور صاحب مدظلہ

ٹیکسلا۔ ضلع راولپنڈی

حضرت مولانا نذر الرحمٰن مدظلہ:

آپ موضع بلاول، تھانہ چونترہ ضلع راولپنڈی میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی کتب کی تعلیم موضع بھترال میں حاصل کی۔ بعد ازاں دارالعلوم ''بھوئی گاڑ'' ضلع اٹک میں حضرت مولانا فریدالدین قریشی اور حضرت مولانا مفتی حکیم عبدالحیٔ قریشی سے اعلیٰ کتب کی تعلیم حاصل کی۔

دورہ حدیث مدرسہ خادم العلوم نبوت، کھٹیالہ شیخاں ضلع منڈی بہاؤالدین میں حضرت مولانا شیخ الحدیث سلطان محمود، فاضلِ دیوبند شاگرد حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندی قدس سرہ سے مکمل کیا اور حضرت مولانا قاضی شمس الدین ہزاروی رحمہ اللہ کی وساطت سے خانقاہ سراجیہ کے ارادتمندوں میں شامل ہوئے۔

فراغت اور تحصیل علم کی تکمیل کے بعد دارالعلوم ربانیہ، بھوئی گاڑ، ضلع اٹک، مدرسہ تبلیغی مرکز، F/3، واہ کینٹ ضلع راولپنڈی اور۔ ڈی۔ ایم ٹیکسٹائل ملز راولپنڈی کے مدرسہ میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے ہیں۔ آج کل مدرسہ عربیہ تبلیغی مرکز رائے ونڈ میں مدرس ہیں۔ اور تبلیغی جماعت کے سرکردہ بزرگوں میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ کی تین صاحبزادے ہیں۔

[۱] حضرت مولانا عبدالرحمٰن

[۲] حضرت قاری عبدالحنان

[۳] حضرت مولانا محمد عثمان

حضرت مولانا گل حبیب مدظلہ:

آپ لورالائی شہر ضلع بلوچستان کے رہنے والے ہیں۔ 27 اپریل 1992ء کو حضرۃ قبلہ بلوچستان

کے تبلیغی دورہ کے دوران آپکے گھر بھی تشریف فرما ہوئے۔ حضرت اقدس کے ہمراہ مجلس تحفظ ختم نبوت سندھ کے مبلغ حضرۃ مولانا جمال اللہ الحسینی مرحوم اور مجلس تحفظ ختم نبوت ملتان کے نائب امیر مولانا عبدالواحد بھی تھے۔ 16 ستمبر 1999ء میں جب حضرت اقدس بلوچستان کے تبلیغی دورہ پر کوئٹہ ائیر پورٹ پر اترے تو حضرت مولانا گل حبیب بھی دیگر علماء معززین کے ہمراہ استقبال کے لیے موجود تھے۔ آپ نے 1998ء میں حضرت مولانا صاحبزادہ محمد عابد رحمہ اللہ کے ہمراہ زیارت حرمین شریف کی سعادت حاصل کی۔ آپ حضرت اقدس سے مجاز طریقت ہیں۔ (تاریخ وتذکرہ)

حضرت مولانا عبدالغفور قریشی مدظلہ:

حضرت مولانا عبدالغفور بن غلام رسول بن غلام محمد بن عطا محمد بن شاہ ولی 1945ء میں بھوئی گاڑ علاقہ پہنج کھٹہ، تحصیل حسن ابدال، ضلع اٹک کے ایک قریشی خاندان میں پیدا ہوئے۔ آپ کے آباؤ اجداد شنکیاری ضلع مانسہرہ۔ ہزارہ سے بھوئی گاڑ تشریف لائے تھے۔ آپ کے جد محترم حضرت مولانا غلام محمد سلسلہ قادریہ میں موضع برھان ضلع اٹک کے ایک بزرگ کے مرید تھے اور حضرت مولانا حکیم الامت اشرف علی تھانوی قدس سرہ کے خلیفہ اکبر حضرت مولانا مفتی محمد حسن ساکن ''مل پور'' نزد ''بھوئی گاڑ'' [بانی: جامعہ اشرفیہ] کے ماموں زاد بھائی تھے۔

آپ نے سکول کی تعلیم بھوئی گاڑ، پوڑ میانہ اور عثمان کھڑ میں حاصل کی۔ بچپن میں حضرت مولانا مفتی محمد حسن سے بھوئی گاڑ میں حضرت مولانا مفتی حکیم عبدالحی قریشی کے گھر ملاقات ہوئی تھی۔ ترجمہ قرآن مجید حضرت مولانا قاضی ضیاء الدین قریشی سے بھوئی گاڑ میں پڑھا۔ اسی دوران نائب قیوم زماں حضرت مولانا عبداللہ لدھیانوی قدس سرہ کے دست مبارک پر حضرت مولانا ضیاء الدین قریشی کے توسط سے بیعت ہو گئے تھے۔

ابتدائی تعلیم:

ابتدائی دینی کتب کی تعلیم مدرسہ دارالعلوم ربانیہ بھوئی گاڑ اور مدرسہ اشرف العلوم گوجرانوالہ میں مولانا چھاچھی استاد سرپنہ، ضلع ایبٹ آباد سے حاصل کی۔ دوران تعلیم مدرسہ اشرف العلوم گوجرانوالہ کے مہتمم حضرت مولانا مفتی محمد خلیل، خلیفہ حضرت مولانا مفتی محمد حسن محدث کے ساتھ ہر جمعرات کو لاہور جا کر حضرت مولانا مفتی محمد حسن محدث سے ملاقات کرتے تھے۔ حضرت مفتی صاحب کی خواہش پر دورہ حدیث جامعہ اشرفیہ لاہور میں حضرت مولانا مفتی محمد حسن محدث کی زیر سرپرستی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس صاحب

کاندھلوی رحمہ اللہ اور حضرت مولانا رسول خان ہزاروی رحمہ اللہ سے کیا۔ اور 1966ء میں سند فراغت حاصل کی۔ دوران تعلیم 1961ء میں لاہور سے حضرت مولانا قاضی ضیاء الدین قریشی اور حضرت مولانا قاضی شمس الدین قریشی کے ساتھ خانقاہ سراجیہ کندیاں جا کر حضرۃ قبلہ خواجہ صاحب کے دست مبارک پر تجدید بیعت کی۔ جب تک لاہور میں قیام رہا جب بھی خانقاہ سراجیہ جاتے تو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ ان کے ذریعے اپنا سلام حضرۃ قبلہ کی خدمت میں بھجواتے تھے۔ 1966ء میں بعد از فراغتِ تعلیم 3 برس تک خانقاہ سراجیہ میں حضرۃ قبلہ کی خدمت میں رہے۔ اس دوران حضرۃ قبلہ سے روحانی فیض حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ مدرسہ سعدیہ خانقاہ سراجیہ میں طلباء کو پڑھاتے رہے۔ بعد ازاں مدرسہ اشرفیہ تعلیم القرآن حسن ابدال میں حضرت مولانا قاضی شمس الدین احمد قریشی کے زیرنگرانی پڑھاتے رہے۔ آج کل مرکزی جامع مسجد ٹیکسلا کے خطیب اور مدرسہ تعلیم القرآن سراجیہ کے مہتمم ہیں۔ آپ کے دو فرزندان گرامی ہیں۔ جو علوم دین کے حصول میں مشغول ہیں۔



ازواج واولاد امجاد

(نوٹ: یہ مضمون حضرۃ قبلہ کی زندگی میں لکھا گیا اور طبع ہوا، اس لیے اسی تناظر میں پڑھا جائے۔ خادم)

جب آپ سن بلوغت کو پہنچے تو قیوم زماں حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان قدس سرہ (م ۱۳۶۰ھ) نے اپنی صاحبزادی دام مجدھا کی شادی آپ سے کردی۔ گویا فیضان باطنی کے ساتھ ظاہری انعام واکرام سے بھی نوازا "واسبغ علیکم نعمه ظاهرة و باطنة" اس شادی کے بعد اللہ تعالی نے تین صاحبزادے حضرت صاحبزادہ عزیز احمد دام اقبالہ، حضرت صاحبزادہ خلیل احمد دام اقبالہ' حضرت صاحبزادہ رشید احمد دام اقبالہ اور ایک صاحبزادی دام مجدہا عطا فرمائیں۔

1966ء میں قضائے الٰہی سے ان اہلیہ محترمہ دام مجدہا نے سفر آخرت اختیار فرمایا جس کے بعد حضرت اقدس بسط اللہ ظلہم العالی نے تجرد کا ارادہ فرمالیا تھا مگر ارادت مندوں کے اصرار پر نکاح ثانی فرمایا۔ آپ کی دوسری اہلیہ محترمہ دام مجدہا بانی خانقاہ سراجیہ قیوم زماں حضرت مولانا ابوالسعد احمد قدس سرہ کی پوتی تھیں۔ ان سے اللہ کریم نے حضرت اقدس کو دو صاحبزادے حضرت صاحبزادہ سعید احمد دام اقبالہ، اور حضرت صاحبزادہ نجیب احمد دام اقبالہ عطا فرمائے۔

مخدوم زماں کی اہلیہ محترمہ کا سانحہ ارتحال: حضرت اقدس مولانا ابوالخلیل خان محمد بسط اللہ ظلہم العالی کی دوسری اہلیہ محترمہ قضائے الٰہی سے مورخہ ۲۴ جولائی ۲۰۰۰ء بروز پیر راولپنڈی کے مقامی ہسپتال میں انتقال فرما

گئیں۔حضرت اقدس بسط اللہ ظلہم العالی کی اہلیہ محترمہ عارضہ قلب کی مریضہ تھیں۔بیماری کے دوران بھی عبادت اور خدمت کو نہیں چھوڑا۔خانقاہ سراجیہ کے مہمانوں کی حیثیت ونوعیت کے مطابق شعبہ طعام کا مکمل انتظام و انصرام مرحومہ محترمہ کے ہاتھ مبارک میں تھا۔اللہ تعالی نے انہیں تہجد گزاری' تقویٰ، عفت و پاکدامنی جیسے اعلیٰ اوصاف سے نواز رکھا تھا۔مرحومہ محترمہ نے پوری زندگی اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت اور خانقاہ شریف سے منسلک عقیدتمندوں کی خدمت کیلئے وقف کررکھی تھی۔حضرت اقدس بسط اللہ ظلہم العالی کی اندرون وبیرون ملک تبلیغی' جماعتی اور اصلاحی سرگرمیوں کے تسلسل میں پس پردہ مرحومہ مغفورہ محترمہ کا بڑا ہاتھ تھا۔

۲۰ جولائی ۲۰۰۰ء کو سیدنا ومرشدنا حضرت خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم برطانیہ کے جماعتی دورے اور سالانہ ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کیلئے تشریف لے گئے تھے تب مرحومہ محترمہ بالکل تندرست تھیں۔حضرت اقدس اور صاحبزادگان گرامی کو ڈھیروں اخلاص بھری دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا۔دوسرے روز اچانک تکلیف ہوئی۔پہلے میانوالی پھر راولپنڈی ہسپتال منتقل کیا گیا۔لیکن وقت مقررہ آن پہنچا۔آخری وقت تک لبوں کی جنبش ذکر الٰہی وکلمہ طیبہ کے ورد کا ثبوت بہم پہنچاتی رہی۔۲۴ جولائی ۲۰۰۰ء کی صبح انہوں نے اپنی جان جان آفرین کے سپرد کردی۔

حضرت اقدس مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم کو گلاسکو برطانیہ میں اطلاع دی گئی۔اگرچہ وطن واپس پہنچنا خاصا مشکل تھا تاہم اللہ رب العزت نے بطور خاص سبیل پیدا فرمادی۔اس طرح حضرت اقدس اپنے تینوں صاحبزادگان کے ہمراہ اگلے روز علی الصبح اسلام آباد پہنچنے میں کامیاب ہوگئے۔صبح دس بجے حضرت اقدس خانقاہ شریف پہنچے تو سوگوار عقیدتمندوں' جماعتی کارکنوں' دینی رہنماؤں اور مریدین نے اشکبار چہروں سے استقبال کیا۔ساڑھے دس بجے شیخ المشائخ پیر طریقت حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم نے مرحومہ محترمہ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

بعدازاں حضرت اقدس کی رفیقہ کو خانقاہ شریف کے مخصوص قبرستان میں سپرد خاک کردیا گیا۔دور افتادہ اور پس ماندہ مقام پر جنازہ میں اتنا بڑا ہجوم پہلی بار دیکھا گیا۔ملک بھر کی اہم دینی' سیاسی علمی اور روحانی شخصیات نے نماز جنازہ میں شرکت فرمائی۔آمدہ اطلاعات کے مطابق خانقاہ سراجیہ شریف کی خدمت گزار نیک طینت خاتون محترمہ کی بلندی درجات اور ایصال ثواب کا سلسلہ تاحال جاری ہے۔اللہ تبارک وتعالی مرحومہ محترمہ کے درجات بلند فرمائے اور مرحومہ محترمہ کے صدقۂ جاریہ کو قبول فرمائے اور انہیں کروٹ کروٹ جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔آمین۔

(ا) حضرت صاحبزادہ عزیز احمد دام اقبالہ:

یکم محرم الحرام ۱۳۷۶ھ/۵ ستمبر ۱۹۵۵ء کو پیدا ہوئے۔ چونکہ علمی وعملی گھرانے کے چشم و چراغ تھے اس لیے ابتدا سے ہی تحصیل علم دین میں مشغول ہوگئے۔ (ایک سال شرح عقائد وغیرہ کتب راقم کے تایا جان مولانا عبدالقدوس خان قارن مدظلہ کے ہمراہ نصرۃ العلوم میں پڑھیں۔[خادم،حمزہ]) بالآخر عالمیہ یعنی دورہ حدیث شریف کی سند دارالعلوم عیدگاہ کبیر والا سے امتیازی حیثیت میں حاصل کی۔ بعدازاں اپنے ادارہ مدرسہ عربیہ سعدیہ خانقاہ سراجیہ میں تدریسی فرائض سرانجام دیتے رہے۔

ازدواجی حیثیت:

چونکہ زندگی کا اہم موڑ سلسلہ ازدواج سے منسلک ہونا ہے۔ بالآخر وہ وقت بھی آ پہنچا کہ آپ اس سلسلے سے منسلک ہوگئے۔ اللہ تعالی نے آپ کو پانچ صاحبزادیوں سے نوازا ہے (دعا ہے اللہ تعالی نرینہ اولاد سے بھی شاد فرماویں۔ آمین)

مصروفیات:

خانقاہ سراجیہ کو اللہ تعالی نے مقبولیت عامہ عطا فرمائی ہے۔ کثیر تعداد میں متوسلین کی آمدورفت رہتی ہے۔ اس لئے تدریس کے ساتھ ساتھ خانقاہ شریف کی خدمت بھی سرانجام دیتے رہے جو تا حال جاری ہے۔ رفتہ رفتہ عوامی خدمت کی مشغولیت بھی بڑھتی گئی۔ اسی سلسلے میں آپ نے الیکشن میں بھی حصہ لیا اور بھاری لیڈ کے ساتھ کامیاب ہوئے۔ اس لئے تدریسی مشغولیت سے الگ ہونا پڑھا۔ ادھر جمعیت علمائے اسلام کے پلیٹ فارم پر بھی کام کرتے رہے۔ اس وقت آپ خدمت خانقاہ سوشل ورکری میں مشغول ہیں۔

(حضرت قبلہ شیخ المشائخ رحمہ اللہ کی زندگی میں آپ ختم نبوت کے محاذ پر ان کے معاون وہمراہی رہے، جہاں حضرت نہ جاسکتے آپ کو اپنی جگہ بھیج دیتے تھے۔ بیرون ملک ختم نبوت کی ذمہ داریاں آپ کے سپرد ہیں۔ ملک عزیز میں بھی اکثر ختم نبوت کانفرنسیں آپ کی صدارت میں منعقد ہوتی ہیں۔ حضرت قبلہ کی وفات کے بعد امیر مرکزیہ کے انتخاب تک حضرت کی ذمہ داریاں آپ کو سونپ دی گئی ہیں۔ نیز حضرت قبلہ کے خلفاء کی طرف سے خانقاہ سراجیہ بنگلہ دیش کا انتظام وانصرام آپ کے سپرد کر کے آپ کو وہاں سجادہ نشین بنایا گیا ہے۔[خادم،حمزہ])

کسب فیض:

ادھر احسان وسلوک کے مراتب طے کرنے کیلئے آپ اپنے والدگرامی قبلہ حضرت صاحب دامت

برکاتہم کی مبارک صحبت و بیعت سے فیض پا رہے ہیں۔ اللہ تعالی ہمہ قسم کی ترقیوں سے نوازے۔

(حضرت قبلہ کی وفات کے بعد جملہ خلفاء شیخ نے آپ کو خلافت اور نسبت باطنیہ سے نواز کر سجادہ نشین: خانقاہ سراجیہ بنگلہ دیش مقرر کر دیا ہے۔ [خادم، حمزہ])

(۲) حضرت صاحبزادہ خلیل احمد دام اقبالہ:

۱۹ ربیع الاول ۱۳۷۹ھ بمطابق ۲۴ ستمبر ۱۹۵۹ء کو پیدا ہوئے۔ قبلہ حضرت صاحب اپنے اسم گرامی کے ساتھ ''ابو خلیل'' ان کے نام عزیز کی وجہ سے لکھتے ہیں۔

تعلیم و تربیت:

ابتدائی تعلیم اپنے ادارہ سعدیہ میں حاصل کی پھر موقوف علیہ یعنی مشکوۃ شریف کی تعلیم حاصل کرنے کیلئے باب العلوم کہروڑ پکا چلے گئے اور دورہ حدیث پاک سے سند فراغت جامعہ رشیدیہ ساہیوال سے حاصل کی۔ بعد ازاں کچھ عرصہ اپنے ادارہ میں تدریسی خدمت سرانجام دیتے رہے لیکن کثرت مشاغل نے اس میدان میں نہ چلنے دیا۔ اس لئے تدریسی مصروفیات سے الگ ہو گئے۔

ازدواجی حیثیت:

اسی عرصہ میں آپ کی شادی خانہ آبادی ہوگئی۔ بحمد اللہ، اللہ پاک نے صاحبزادیوں کے ساتھ ایک ہونہار صاحبزادہ سعد احمد خان بھی عنایت فرمایا (جو گزشتہ سال رشتہ ازدواج سے منسلک ہو چکے ہیں۔ خدا تعالیٰ مبارک فرمائے۔ [خادم، حمزہ])۔

مصروفیات:

خانقاہ شریف کے نظام اور مدرسہ سعدیہ کے اہتمام کی بھاری ذمہ داری آپ کے سپرد ہوئی۔ عرصہ دراز سے ادارہ آپ کے زیر اہتمام کام کر رہا ہے۔ شعبہ حفظ و تجوید کے ساتھ ساتھ شعبہ کتب بھی وفاق المدارس کے نصاب کے مطابق چل رہا ہے۔

(جامعہ عربیہ سعدیہ خانقاہ سراجیہ کو آپ کے حسن انتظام اور بھرپور توجہ، اخلاص وللّٰہیت اور وفا شعاری نے بام عروج تک پہنچا دیا ہے۔ جہاں اب الحمد للہ درجہ موقوف علیہ (سابعہ) تک کی معیاری تعلیم کا بہترین انتظام ہے۔ تعلیمی اعتبار سے یہ جامعہ ملک کے ممتاز مدارس کی صف میں جا کھڑا ہوا ہے۔ نیز تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت کا بھی بھرپور نظم ہے۔ خدا تعالیٰ مزید ترقیات سے نوازیں۔ آمین

حضرت قبلہ کے زمانے میں خانقاہ شریف کے جملہ امور کے نگران آپ تھے، حضرت کی وفات کے

بعد جملہ خلفاء نے آپ کو حضرت والا کی مسند پر سجادہ نشین مقرر کر دیا ہے۔ فالحمدللہ۔ اب آپ حضرت والا کی مسند پر جلوہ افروز ہو کر خانقاہ کے نظم کو حسب سابق برقرار رکھے ہوئے ہیں۔

نیز ملک بھر کے مدارس جو حضرت کی سرپرستی میں تھے، اور حضرت کے متوسلین، معتقدین، محبین اور تلامذہ جن کے ہاں حضرت تشریف لے جایا کرتے تھے، اب اُن سب کے سر پر آپ ہی کا دست شفقت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت کی وفات کے بعد سے تا حال آپ مسلسل اسفار میں ہیں، بمشکل تمام آپ نے اس نمبر کے لیے ایک عدد مضمون عنایت فرمایا ہے۔ جزاہ اللہ خیرا احسن الجزاء فی الدارین ۔ خدا تعالیٰ آپ کا سایہ تا دیر صحت و عافیت کے ساتھ قائم و دائم رکھے۔ [خادم، حمزہ])

کسب فیض:

آپ کا سلسلہ بیعت بھی اپنے والد گرامی قبلہ حضرت صاحب دامت برکاتہم سے ہے جو اپنی خصوصی توجہات سے نواز رہے ہیں۔

(حضرت کی وفات کے بعد حضرت کا جنازہ پڑھانے کی سعادت بھی آپ کے حصہ میں آئی اور جانشینی و مسند نشینی بھی۔ جملہ خلفائے شیخ نے آپ کو خلافت اور نسبت باطنیہ سے نوازا۔ اور سجادہ نشین خانقاہ عالیہ سراجیہ کندیاں شریف قرار پائے۔ [خادم، حمزہ])

(۳) حضرت صاحبزادہ رشید احمد دام اقبالہ:

۱۵ محرم الحرام ۱۳۸۴ھ بمطابق ۲۸ مئی ۱۹۶۴ء میں پیدا ہوئے۔

تعلیم وتربیت:

اپنے ادارہ سعدیہ میں قرآن پاک حفظ کیا اور شعبہ کتب کے ابتدائی درجات بھی پڑھے۔ پھر موقوف علیہ تک تعلیم کیلئے دارالعلوم ختم نبوت گوجرانوالہ چلے گئے عربی فاضل اور میٹرک کی تعلیم بھی لاہور سے حاصل کی۔

ازدواجی حیثیت:

آپ بھی ازدواجی سلسلے سے منسلک ہیں اور اللہ تعالی نے ایک صاحبزادی اور ایک صاحبزادہ عطا فرمایا ہے اور آپ خانقاہ شریف کے کاموں میں حصہ لیتے ہیں۔

سلسلہ بیعت: آپ اپنے والد گرامی قبلہ حضرت صاحب سے بیعت کا شرف رکھتے ہیں۔

(۴) حضرت صاحبزادہ سعید احمد دام اقبالہ:

۸ محرم الحرام ۱۳۸۹ھ بمطابق ۲۷ مارچ ۱۹۶۵ء

تعلیم و تربیت:

ابتدائی تعلیم اپنے مدرسہ سے حاصل کی۔ پھر سکول کی تعلیم میٹرک تک حاصل کی۔

اولاد: اللہ تعالیٰ نے تین صاحبزادیاں اور ایک صاحبزادہ عطا فرمایا ہے۔ سیاسی میدان میں سرگرم عمل رہتے ہیں۔ ضلع کونسلری کے الیکشن میں بے مثال کامیابی حاصل کی۔

سلسلہ بیعت: اپنے والد گرامی قبلہ حضرت صاحب دامت برکاتہم سے ہے۔

(۵) حضرت صاحبزادہ نجیب احمد دام اقبالہ:

۲۶ رجب ۱۳۹۱ھ بمطابق ۱۳ ستمبر ۱۹۷۱ء کو پیدا ہوئے۔

تعلیم و تربیت:

ناظرہ قرآن پاک کی تعلیم اپنے ادارہ سے حاصل کی۔ پھر مروجہ تعلیم کی تحصیل میں مشغول ہو گئے۔ بی اے کی ڈگری زکریا یونیورسٹی ملتان سے حاصل کی۔

اولاد: اللہ تعالیٰ نے ایک صاحبزادی اور ایک صاحبزادہ عطا فرمایا۔

مصروفیات: اکثر قبلہ حضرت صاحب کے ساتھ سفر میں ہوتے ہیں۔

سلسلہ بیعت: بھی اپنے والد گرامی قبلہ حضرت صاحب سے ہے۔

ع این خانہ ہمہ آفتاب است

اللہ کریم گلستان روحانیت کی ان کلیوں اور پھولوں کو ہمیشہ سرسبز و شاداب رکھے اور ان کی مہک سے تا ابد خانقاہ سراجیہ شریف کی فضائیں معطر رہیں تاکہ وابستگان سلسلہ کی ٹولیاں اور سالکان طریقت کے قافلے تا قیامت اپنے قلب و اذہان کو اس بقعہ ءانوار سے منور کر کے کشاں کشاں منزل مقصود کی جانب رواں دواں رہیں اور حضرت اقدس مدظلہ العالی ان کلیوں اور پھولوں کی تر و تازگی اور روحانی ترقیوں کو پا کر شاداں و فرحاں رہیں۔ (تاریخ و تذکرہ خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ)

احمد طاہر اختر

شیخ المشائخ رحمہ اللہ کا سوانحی خاکہ

﴿............ماہ وسال کے آئینہ میں............﴾

☆1909......یا......16-1915......یا......1920ء میں آپ کی ولادت موضع کھولہ بستی ڈنگ نزد کندیاں شریف میں ہوئی۔(تفصیل کے لیے دیکھیے ''عرض خادم'' باب نمبر 1[خادم،حمزہ])

☆......1937ء میں آپ اپنے مربی حضرت ثانی مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی رحمہ اللہ سے فارسی نظم ونثر اور صرف ونحو کی کتابیں پڑھنے کے بعد مزید عربی تعلیم حاصل کرنے کے لیے دارالعلوم عزیزیہ بھیرہ (تحصیل بھلوال، ضلع سرگودھا) تشریف لے گئے۔

☆......40-1939ء میں آپ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل، ضلع سُورت (ہندوستان) علمی پیاس بجھانے کے لیے تشریف لے گئے۔

☆......14 مارچ 1941ء کو آپ کے سرپرست ومربی، مرشدِ اول قیوم زماں حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان قدس سرہٗ کا وصال ہوا۔

☆......41-1940 میں آپ جنوبی ایشیاء کی قدیم اور ممتاز دینی درسگاہ دارالعلوم دیوبند تحصیل علم کی غرض سے تشریف لے گئے اور نابغۂ روزگار اساتذہ حضرت مولانا اعزاز علی، حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاوی وغیرہم رحمہم اللہ سے دورۂ حدیث وتفسیر کی تکمیل فرمائی۔(تفصیل کے لیے دیکھیے ''عرض خادم'' باب نمبر 1[خادم،حمزہ]) فراغت کے بعد اعلیٰ حضرت کی بڑی صاحبزادی سے آپ کا نکاح ہوا۔

☆......31 مارچ 1953ء کو آپ نے 1953ء کی تحریک ختمِ نبوت کے تحت ایک جلوس کے ساتھ گرفتاری پیش کی۔

☆......15 اپریل 1953ء کو آپ نے دوسری مرتبہ گرفتاری پیش کی۔ سیفٹی ایکٹ کے تحت گرفتاری کے بعد میانوالی جیل بھیج دیے گئے۔

☆......25 اپریل 1953ء کو آپ میانوالی جیل سے لاہور جیل منتقل ہو گئے۔

☆......28 اپریل 1953ء میں آپ کو بورسٹل جیل جانا پڑا۔

☆......11 اگست 1953ء میں اربابِ بست وکشاد نے آپ کو دوبارہ سنٹرل جیل منتقل کر دیا۔

☆......5 ستمبر 1955ء کو آپ کے فرزندار جمند صاحبزادہ عزیز احمد دام اقبالہ کی پیدائش ہوئی۔

☆......17 جون 1956ء کو آپ کے مصلح ومرشد نائب قیوم زماں صدیق دوراں حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی قدس سرہٗ اپنے خالقِ حقیقی سے جاملے۔

☆......24 ستمبر 1959ء کو آپ کے فرزندار جمند صاحبزادہ خلیل احمد دام اقبالہٗ کی پیدائش ہوئی۔

☆......28 مئی 1964ء کو آپ کے فرزندار جمند صاحبزادہ رشید احمد دام اقبالہٗ کی پیدائش ہوئی۔

☆......27 مارچ 1965ء کو آپ کے فرزندار جمند صاحبزادہ سعید احمد دام اقبالہٗ کی پیدائش ہوئی۔

☆......1965ء میں حافظ ریاض احمد اشرفی صاحب خازن روزنامہ جنگ نے آپ کے امامِ وقت ہونے کے متعلق خواب دیکھا۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں حافظ مومن خان عثمانی کا مضمون باب نمبر 2 [خادم ،حمزہ])

☆......1966ء میں آپ کی پہلی اہلیہ محترمہ (جو اعلیٰ حضرت کی صاحبزادی تھیں) کا انتقال ہوا تو آپ نے تجرد کا ارادہ وعزم فرمالیا۔ لیکن پھر متعلقین کے اصرار پر (اعلیٰ حضرت کی پوتی سے) عقد ثانی فرمایا۔ یہ آپ کا بھی عقد ثانی تھا اور اہلیہ کا بھی۔ ان کا ایک عقد پہلے ہو چکا تھا، اس سے ان کے ایک صاحبزادے محمود اقبال صاحب تھے، جو کہ صاحبزادہ سعید احمد وصاحبزادہ نجیب احمد صاحبان کے اخیافی بھائی ہیں۔

☆......17 ستمبر 1971ء کو آپ کے فرزندار جمند صاحبزادہ نجیب احمد دام اقبالہٗ کی پیدائش ہوئی۔

☆......9 اپریل 1974ء کو آپ عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوت کے نائب امیر مقرر ہوئے۔

☆......3 جون 1974ء کو آپ نے راولپنڈی میں نائب امیر ہونے کی حیثیت سے پہلے اجلاس میں شرکت کی، جسمیں 9 جون کو لاہور میٹنگ طلب کرنے کا اعلان ہوا۔

☆......9 جون 1974ء کو ملک بھر کی دینی قیادت جمع تھی آپ نے بھی اسمیں شرکت فرمائی، جسمیں حضرت بنوری رحمہ اللہ کو مجلس عمل کا کنوینیر مقرر کیا اور مجلس تحفظ ختم نبوت کی نمائندگی کے لیے مرکزی مجلس عمل میں چار حضرات کو شامل کیا گیا جن میں آپ بھی شامل تھے۔ اسی اجلاس میں قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے کے لیے

ملک بھر میں ہڑتال کی اپیل کا فیصلہ ہوا۔

☆......16 جون 1974ء کو آپ نے فیصل آباد میں دن کو مجلس عمل کے اجلاس میں اور رات کو جامع مسجد کچہری بازار کے جلسہ عام میں شرکت فرمائی۔

☆......یکم جولائی 1974ء کو آپ نے مرکزی مجلس عمل کے راولپنڈی کے اجلاس میں شرکت کی اور اپنی رائے عالی سے قائدین کو نوازا۔

☆......14 جولائی 1974ء کو آپ نے گول مسجد سرگودھا میں دن کو کنونشن اور رات کو جلسہ عام میں شرکت فرمائی۔

☆......یکم ستمبر 1974ء کو آپ نے لاہور شیرانوالہ میں دن کو کنونشن میں شرکت کی اور رات کو شاہی مسجد کے جلسہ عام میں شرکت فرمائی۔

☆......17 اکتوبر 1977ء میں آپ پہلی بار تین سال کے لیے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیرِ ہفتم مقرر ہوئے۔

☆......1981ء میں آپ دوسری بار مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مقرر ہوئے۔

☆......25 مئی 1982ء میں شوریٰ کا دوسرا اجلاس ہوا جس میں ''ہفت روزہ ختم نبوت'' کی ڈیکلریشن ملنے کی خوشخبری سنائی گئی۔

☆......29 مئی 1982ء کو ''ہفت روزہ ختم نبوت'' کا پہلا پرچہ شائع ہوا، جسمیں آپ سمیت دیگر اکابرین کے کلمات تہنیت وتبریک شامل تھے۔

☆......یکم جون 1982ء کو آپ ایک رات کے لیے گرفتار ہوئے، آپ کو رہا کر دیا گیا۔

☆......اکتوبر 1982ء ختم نبوت کانفرنس چناب نگر کا افتتاح ہوا۔ جو ہر سال آپ کی زیر صدارت منعقد ہوتی رہی۔ انتہائی ضعف اور کمزوری وکبرسنی کے باعث آخر میں ایک آدھ سال شرکت نہ فرما سکے۔

☆......26 اپریل 1984ء میں آپ کی زیرِ امارت صدر پاکستان جنرل ضیاء الحق سے ایک آرڈیننس جاری کرایا گیا، جس کے ذریعے قادیانیوں کو مسلمان کہلانے، اذان دینے، اپنی عبادت گاہوں کو مسجد کہنے اور اسلامی شعائر کے استعمال سے روک دیا گیا، نیز ان کی تبلیغی وارتدادی سرگرمیوں پر پابندی لگادی گئی۔

☆......1984ء میں یکے بعد دیگرے مجلس تحفظ ختم نبوت کے تین وفد لندن گئے جس میں آپ نے امیر کی حیثیت سے شمولیت فرمائی۔

☆......1985-86ء میں مختلف ممالک کے تبلیغی دوروں میں بھی امیرِ مرکزیہ کی حیثیت سے آپ شامل رہے۔اسی طرح آپ امیر کی نیابت اورامارت کے عہدے پرمجلس کے اجلاسوں، جلسوں، اور دوروں میں شمولیت فرماتے رہے۔

☆......1991ء میں آپ نے سرہند شریف کا آخری سفر فرمایا۔

☆......20 جولائی 2000ء میں آپ نے برطانیہ کے جماعتی دورے اور سالانہ ختمِ نبوت کانفرنس میں شرکت کی۔

☆......24 جولائی 2000ءکو آپ کی اہلیہ محترمہ (جو اعلیٰ حضرت کی پوتی تھیں) دارالبقاء کی طرف انتقال فرما گئیں۔

☆......2007ء میں آپ کے صاحبزادگان نے ڈاکٹروں کی ہدایت پرآپ کے اسفار پر پابندی لگادی۔

☆......2008ءاسفار پر پابندی کے باوجود چناب نگر کے سالانہ جلسے میں آپ نے شرکت کا ارادہ کیا۔مگر عین وقت پرناسازیٔ طبع کی وجہ سے تشریف نہ لے جاسکے۔

☆......2009ء میں چناب نگرکی سالانہ کانفرنس میں ایک دن کے لیے شریک ہوئے۔رات کی نشست کی صدارت بھی فرمائی۔انتہائی کمزوری ونقاہت تھی۔نہایت ہی مشقت سے کانپتے ہوئے ہاتھ اٹھا کر دعا کرائی۔

☆......27 اپریل 2010ء۔آپ کو خصوصی طیارے کے ذریعے ملتان ''سیال کلینک'' منتقل کیا گیا۔

☆......5 مئی 2010ء۔مغرب وعشاء کے درمیان تقریباً 8 بجے آپ نے جان جان آفریں کے سپرد کردی۔انالله وانا الیه راجعون

☆......6 مئی 2010ء۔دن 2:50 پرآپ کے صاحبزادہ وخانقاہی جانشین مولانا خواجہ خلیل احمد صاحب مدظلہ نے سینکڑوں مشائخ، ہزاروں علماء وطلباء سمیت تقریباً چار لاکھ افراد کی موجودگی میں آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

☆......7 مئی 2010ء بعد نماز ظہر آپ کے جملہ خلفاء نے آپ کے دونوں بڑے صاحبزادوں مولانا خواجہ عزیز احمد مدظلہ، مولانا خواجہ خلیل احمد مدظلہ کو خلافت اورنسبت باطنیہ سے نوازا، اور مولانا عزیز احمد مدظلہ کو خانقاہ سراجیہ ڈھاکہ [بنگلہ دیش] کا اور مولانا خلیل احمد مدظلہ کو خانقاہ سراجیہ [کندیاں شریف] کا سجادہ نشین مقرر کیا۔اس موقع پرآپ کے خلفاء کے ساتھ ملکر قائد جمعیۃ مولانا فضل الرحمٰن مدظلہ نے دونوں صاحبزادوں کی دستار بندی کی۔

ایک بار حافظ القرآن والحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمہ اللہ اور حضرت شیخ المشائخ رحمہ اللہ لاہور تشریف فرما تھے۔ حضرت درخواستی نے کسی چغل خور کے کہنے پر حضرت خواجہ صاحب سے ناراضگی کا اظہار فرمایا، مجلس سے کچھ دیر بعد حضرت قبلہ اجازت لے کر واپس اپنی قیام گاہ پر چلے آئے، صبح نمازِ فجر سے قبل فون آیا کہ حضرت درخواستی فرما رہے ہیں کہ خواجہ صاحب سے کہیں کہ ناشتہ میرے ساتھ کریں، حضرت خواجہ صاحب نماز فجر کے بعد پہنچے تو حضرت درخواستی نے اپنی رات والی ناراضگی پر معذرت چاہی، اور اس ضمن میں فرمایا: ’’رات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ ’’عبداللہ! رات تم نے زیادتی کی ہے معذرت کرو!، مولوی خان محمد تو ہمارے خاص آدمی ہیں۔‘‘ [تحفہ نقشبندیہ ص224]

اس بلند مقام پر فائز ہونے کے باوجود اپنے اخفاء حال میں حد کردی زبان کی تالا بندی ایسی کی کہ اس کی کہیں مثال نہیں ملتی۔ واردین صادرین آرہے ہیں، جارہے ہیں، مجلس پر مجلس ہورہی ہے، لیکن شیخ وقت بالکل خاموش ہیں، بڑے بڑے جلسوں کی صدارت کررہے ہیں، کرسی صدارت پر رونق افروز ہیں، لیکن خاموش ہیں۔ اپنے اوپر اس قدر سخت پابندی اور زبان کی حفاظت کا اہتمام حیرت ناک نہیں تو کیا ہے۔؟

اسی طرح مریدین کا مجمع ہے اخبار پڑھا جارہا ہے، مرید سیاسی گفتگو کررہے ہیں آپ ہیں کہ اخبار بھی غور سے پڑھتے ہیں سیاسی گفتگو بھی سنتے ہیں معلوم ہوتا کہ عام سی مجلس ہے، یہاں کوئی اللہ کا محبوب ومقبول بندہ وعلم وعرفان سے بہرہ ور، انابت وقرب سے سرفراز، سید الاولیاء، رئیس الاتقیاء، مخدوم المشائخ موجود نہیں، حالاں کہ وہ محترم ومبارک ہستی موجود ہے لیکن اس کو اظہار کے بجائے اخفاء محبوب ہے۔

باب 3

باباجی رحمہ اللہ تعالیٰ

اعزہ واقارب، اولاد واحفاد

کے

مضامین وتاثرات، واقعات ویادداشتیں

''بابا جی'' رحمہ اللہ کی جلوت اور خلوت ایک جیسی تھی۔ وہ جیسے خانقاہ شریف میں ہوتے، ویسے ہی گھر میں ہوتے...... جیسے قیام میں ہوتے ویسے ہی سفر میں ہوتے...... اور جیسے مجلس میں ہوتے ویسے ہی تنہائی میں ہوتے...... یعنی بظاہر مخلوق کے ساتھ اور بباطن خالق کے ساتھ، وہ اعلیٰ ظرف انسان تھے، ہر طرح کی صورت حال میں ان کا رویہ ایک خاص وقار، تحمل اور ٹھہراؤ اپنے اندر رکھتا تھا۔ ان کی شخصیت کا یہ استحکام غیر معمولی تھا۔ وہ استقامت کا پہاڑ تھے اور ناخوشگوار حالت میں بھی اپنے بنیادی معمولات جاری رکھتے تھے۔



انہی دنوں کی بات ہے میں بابا جی کے ساتھ تھا میں نے آپ کا ہاتھ تھاما تو آپ مسکرا دیے۔ جب آخری سیڑھی پر قدم رکھ کر لمبا سانس لیا تو میں نے جھجکتے ہوئے پوچھا

''بابا جی کہیں درد ہے۔۔۔؟''

''گردوں پر بوجھ ہے شاید اور مسکرا دیے''

اسی رات چشمہ ہسپتال کے ڈاکٹر کیپٹن طارق آپ کو دیکھنے آئے۔ اور مکمل معائینے کے بعد کہا

''حضرت آپ کے لیے آٹھ گھنٹے آرام کرنا بہت ضروری ہے''

''فقیر کے پاس اتنا وقت نہیں ہے'' بابا جی نے کہا

ڈاکٹر چیک اپ کے بعد لوٹ گئے۔ میں سوچنے لگا...... بابا جی نے ایسا کیوں فرمایا۔ تنہائی میں بیٹھ کر بابا جی کے معمولات پر نظر ڈالی تو حیران رہ گیا کہ بابا جی کے شب و روز میں آرام اور نیند کے صرف دو گھنٹے نکلتے تھے۔

مولانا فضل الرحمٰن

ہم متاعِ عظیم سے محروم ہو گئے......!

جانشین حضرت اقدس کی مسند نشینی کے موقع پر حضرت قائد جمعیۃ مدظلہ کا تعزیتی خطاب

امام انقلاب، قائد حریت، امیر جمعیت جانشین مفکر اسلام حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدظلہ العالی اور آپ کے جملہ خاندان کے ساتھ حضرت قبلہ خواجہ صاحب رحمہ اللہ کو جو نہایت ہی مشفقانہ، محبانہ اور کریمانہ تعلق تھا، اور حضرت کے صاحبزادوں کو مولانا سے اور مولانا اور ان کے خاندان کو حضرت کے خاندان سے جو قلبی تعلق اور مؤدت ہے اس میں گویا سب کے سب ایک ہی خاندان کے افراد معلوم ہوتے ہیں۔ اس بات کا تقاضا یہ ہے کہ مولانا کے مضمون (خطاب) کو تیسرے باب میں جگہ دی جائے جہاں حضرت کے دیگر اعزہ کے مضامین ہیں۔ سواِسے یہاں ہی ملاحظہ فرمائیں۔ [خادم، حمزہ]

مورخہ 7 مئی 2010ء بروز جمعۃ المبارک بعد از نماز ظہر حضرت اقدس مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ کے وصال کے بعد مسجد خانقاہ سراجیہ میں نہایت سادگی سے ایک پروقار مجلس منعقد ہوئی، جس میں حضرت کے پانچوں خلفاء حضرت حاجی عبدالرشید صاحب رحیم یار خان، حضرت مولانا نذر الرحمٰن صاحب رائیونڈ، حضرت مولانا عبدالغفور صاحب ٹیکسلا، حضرت مولانا گل حبیب صاحب بلوچستان، حضرت مولانا محبّ اللہ صاحب لورالائی اور حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے خاندان کے تمام حضرات اور خانقاہ سراجیہ میں موجود سب مریدین اور متوسلین شریک تھے۔ اس مجلس میں پانچوں خلفاء نے متفقہ طور پر حضرت مولانا عزیز احمد صاحب اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کو سلسلہ کی اجازت خلافت اور نسبت باطنیہ سے نوازا اور دستار خلافت عنایت کی۔ اس کے بعد حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کی مسند نشینی کا اعلان کیا گیا اور حضرت مولانا عزیز احمد صاحب کو مجلس تحفظ ختم نبوت، جمعیت علماء اسلام، خانقاہ سراجیہ، بنگلہ دیش، انگلینڈ وغیرہ بیرون ممالک سے متعلقہ امور کا ذمہ دار مقرر کیا گیا۔ اس مجلس سے قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب نے روح پرور بیان کیا، اس کے بعد حاجی عبدالرشید صاحب نے خطاب کیا اور اختتامی دعا ہوئی اس کے بعد تمام حاضرین نے حضرت مولانا خلیل احمد کے ہاتھ پر تجدید بیعت کی۔ مراسلہ: (مولانا قاری) عبدالرحمٰن ضیاء (صاحب مدظلہ العالی) غفرلہ نقشبندی مجددی خادم خانقاہ سراجیہ کندیاں میانوالی

الحمد للّٰہ و کفیٰ والصلوٰۃ والسلام علی سید الرسل وخاتم الانبیاء ، اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم: وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل، افان مات اوقتل انقلبتم علی اعقابکم ومن ینقلب علی عقبیہ فلن یضر اللّٰہ شیئاًوسیجزی اللّٰہ الشاکرین، صدق اللّٰہ العظیم.

حضرات علمائے کرام، قبلہ حضرت صاحب رحمہ اللہ کے تمام خلفاء اور متوسلین ومعتقدین!

حضرت صاحب رحمہ اللہ کا وجود مسعود ہمارے لئے ایک بہت بڑا گھنا سایہ تھا، آج وہ سایہ ہمارے سروں سے اٹھ چکا ہے۔ تاریخ میں انبیاء علیہم السلام، ان کی سرپرستی اور قیادت سے امت محروم ہوئی ہے اور یہ محرومی ہر زمانے میں امت کا بھی بہت بڑا خسارہ تصور کیا جاتا رہا ہے۔ آج حضرت رحمہ اللہ کی رحلت ایک بار پھر پوری امت کیلئے ایک بہت بڑا خسارہ ہے، پورا امت کیلئے ایک بہت بڑا دھچکا ہے اور اس کے سوا ہم کر بھی کیا سکتے ہیں کہ اپنے رب سے صبر کی دعا کریں، اللہ سے تسلی مانگیں، اللہ رب العزت کے علاوہ ان غمزدہ دلوں کو اور کوئی تسلی نہیں دے سکتا۔ حضرتؒ کی جدائی سے ان کے متعلقین و متوسلین کو جو صدمہ پہنچا ہے، اس صدمے کا ازالہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت ومہربانی سے ہی کر سکتا ہے۔

حضرت کا یہ سانحۂ ارتحال صرف اس خانقاہ کا نقصان نہیں ہے، صرف حضرت کی اولاد کا نقصان نہیں ہے، بلکہ یہ پوری امت کا نقصان ہے اور کل کے جنازے کے اجتماع میں لوگوں کا ہجوم اور تاحد نظر انسانوں کے سر ہی سر، یہ خالصتاً حضرت سے عقیدت اور روحانی تعلق ہی کا اثر تھا کہ دنیا میں اس تعلق سے بڑھ کر اور کوئی تعلق نہیں ہے۔ حضرت نے دنیا کی یہ محبت کیسے حاصل کی، یہ قبولیت کیسے حاصل کی، یہ جہاں جہاں کی محبتیں اور روحانیت اور یہ تمام عالم کا غمگین ہونا، آخر یہ کیا چیز تھی؟ یہ خاموش مبلغ جنہوں نے کبھی کسی جلسے میں خطاب نہیں کیا، کبھی پند ونصیحت کی محفلیں نہیں جمائیں، اس کے باوجود ان کا یہ خاموش پیغام کس طرح لوگوں کے دلوں کے اندر جاگزیں ہوا، حضرت نے اپنے احساسات کو کس طرح لوگوں کی دلوں کی گہرائی تک پہنچایا؟ یقیناً یہ اللہ کا دین تھا، اللہ نے آپ کے اندر جو صلاحیت پیدا کی، یہ اسی کا اثر تھا اور آج دنیا جو غم میں ڈوبی ہوئی نظر آرہی ہے یہ حضرت کا اخلاص تھا جو آپ نے اپنے نصب العین، اپنے مشن اور اپنے کاز کیساتھ ثابت کر کے دکھایا اور حضرت نے کس کس طرح لوگوں کو کھینچ کھینچ کر اپنے رب کیساتھ ملایا،

اپنے رب کیساتھ مخلوق کا رشتہ جوڑنے میں حضرت کا کتنا عظیم کردار ہے، آج ہر شخص اپنی آنکھ سے دیکھ سکتا ہے۔

میرے محترم دوستو! ہمارا عقیدہ اور ایمان ہے کہ دنیا میں جو بھی آیا، جانے کیلئے آیا، ہمیشہ ہمیشہ یہاں رہنے کیلئے کوئی نہیں آیا۔ کتنے کتنے عظیم لوگ دنیا میں آتے رہے اور جاتے رہے۔ اور اکابر کی ساری زندگی کی تعلیم وتربیت جو انہوں نے ہمیں دی ہے، آج اس پر ہماری نظر نہیں رہی کہ انہوں نے ہمیں کیا سمجھایا۔ اللہ رب العزت نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جماعت کو جو تعلیم دی وہ ہم سب کیلئے تعلیم ہے اور ہمارے اکابر نے بھی ہمیں وہی تعلیم دی ہے۔ رسول اللہ ﷺ اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی امتوں کیساتھ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے نہیں رہے۔ موت کا یہ پردہ بہرحال درمیان میں حائل ہوتا رہا اور ایک جدائی درمیان میں آئی۔ اگر ہم اپنے اکابر کو زندہ رکھنا چاہتے ہیں اور ان کی عقیدت کو زندہ رکھنا چاہتے ہیں تو پھر جس نصب العین کیساتھ حضرت رحمہ اللہ وابستہ تھے، ہم بھی اسی نصب العین کیساتھ وابستہ رہیں۔

اب اگلی بات یہ ہے کہ ہم حضرت رحمہ اللہ کی روح کا تصور کریں کہ حضرتؒ ہمارے اوپر ذمہ داری کا بہت بڑا بوجھ چھوڑ گئے ہیں کہ جس چیز پر انہوں نے ہمیں کھڑا کیا ہے یہ ہمارا امتحان ہے کہ ہم اس چیز پر قائم رہتے ہیں یا نہیں۔ اب ہماری یہ ذمہ داری ہے کہ ہم اس سلسلہ کو آگے چلائیں، اس کو قائم دائم رکھیں۔ جب بھی اس قسم کے اکابر دنیا سے جاتے ہیں تو پھر پوری جماعت میں یہ فکر دامن گیر ہو جاتی ہے کہ ان کا جانشین کون ہوگا، اس کام کو کون سنبھالے گا، نظم کو کون سنبھالے گا؟ **واذ ابتلیٰ ابراھیم ربہ بکلمات فاتمھن قال انی جاعلک للناس اماما قال ومن ذریتی قال لاینال عھدی الظالمین** قرآن کریم کی اس آیت میں ایک زریں اصول بیان کیا گیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کا امتحان لیا اور وہ اس امتحان مین پورے اترے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو عظیم الشان مرتبہ امامت عنایت فرمایا اور فرمایا: **انی جاعلک للناس اماما** تو ابراہیم علیہ السلام نے بتقاضۂ بشریت فرمایا: **ومن ذریتی** تو جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **لاینال عھدی الظالمین** . نااہل ہمارے عہد کے قریب بھی نہیں آسکتے۔ ہمارے اکابر نے اپنی زندگی میں اسی اصول پر عمل کیا، محض خاندانی خلافت پر

عمل نہیں کیا، اگر صلاحیت اور اہلیت ہے تو ٹھیک ہے، ورنہ نہیں۔ اور آج ہمیں خوشی ہے اور ہمیں فخر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت رحمہ اللہ کو اولاد دی، الحمدللہ، باصلاحیت اولاد دی اور ہم یہ دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس خانقاہ کے فیض کو اسی خاندان میں جاری وساری رکھے۔ ہم اللہ تعالیٰ کا شکرادا کریں گے اور ہمیں خوشی ہوگی۔

ہمارے صاحبزادہ عزیز احمد صاحب، صاحبزادہ خلیل احمد صاحب، صاحبزادہ رشید احمد صاحب، صاحبزادہ سعید احمد صاحب، صاحبزادہ نجیب احمد صاحب...... جہاں تک میرا ذاتی تعلق ہے وہ یہ ہے کہ ایک باپ کو اپنی اولاد کیلئے جو فکر دامن گیر ہوتی ہے، میں نے وہی فکرمندی اپنے اندر پائی ہے اور میں خود کو اس خاندان کا ایک فرد تصور کرتا ہوں۔ میرے پاس کسی نے موبائل پر میسج بھیجا کہ ''آپ دوسری مرتبہ یتیم ہوگئے ہیں'' اس نے یہ ٹھیک سمجھا اور مجھے یہ تعلق میرے والد محترم رحمہ اللہ کی طرف سے منتقل ہوا۔ ہم جس محاذ پر کام کررہے ہیں یہ طوفانوں کا میدان ہے، میں ہر جگہ یہ گواہی دوں گا کہ جب بھی ہماری طرف کوئی طوفان آنے لگا تو حضرت رحمہ اللہ اس طوفان کے سامنے پہاڑ بنے رہے۔ تو پھر ہم کیوں نہ کہیں کہ ہم نے اتنی بڑی متاع کھودی ہے، وہ میرے لئے اتنی بڑی متاع تھے، میں اتنی بڑی متاع سے محروم ہوا ہوں۔ صاحبزادگان کو اللہ تعالیٰ سلامت رکھے۔ بہرحال اب یہ آپ کا امتحان ہے اور آپ کے رویوں پر دارومدار ہے کہ یہ حضرات خوب سے خوب تر حالت پر برقرار رہیں، پہلے اپنے گھر میں بھائیوں میں اور خاندان کے لوگ ایک دوسرے کا سہارا بنیں، ایک دوسرے سے محبت کا تعلق قائم رکھیں، پورے ماحول کو سنبھالیں۔ کل میں ایک کتاب کا مطالعہ کررہا تھا جس میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا اثر منقول تھا حدیث تو لمبی ہے، اس کا ایک ٹکڑا ہے اس نے مجھے بہت متاثر کیا، فرمایا: **ماتکرھون فی الجماعة خیر کم مما تحبون فی الفرقه** ''جماعت کے اندر کوئی ناپسندیدہ چیز اکیلے ہونے کی حالت میں پسندیدہ چیز سے بہتر ہوتی ہے'' یعنی ساری خیر جماعت کے ساتھ وابستہ رہنے کی صورت میں ہی ہے۔

میں آج جب ظہر کی نماز میں حاضر ہوا تو مجھے بتایا گیا کہ حضرتؒ کے خلفاء کے مشورہ سے خصوصاً حضرتؒ کے بڑے خلیفہ حاجی عبدالرشید صاحب جو حضرتؒ کے ہم عصر بھی ہیں اور حضرتؒ کے شانہ بشانہ

بھی رہے ہیں اور حضرتؒ کے دوست بھی ہیں اور انتہائی قریبی خلفاء میں سے ہیں اور میں جب ان کو دیکھتا تھا تو مجھے خیال ہوتا تھا کہ وہ حضرتؒ کے مزاج کو خوب سمجھتے ہیں، حضرتؒ خود خاموش رہتے تھے اور اگر کسی کو نصیحت کرنی ہوتی تو حاجی صاحب نصیحت کرتے تھے، اور اگر کسی کو ڈانٹنا ہوتا تو بھی یہی ڈانٹتے تھے اور یہ سب ہماری خوش قسمتی ہے۔ اس وقت اس ماحول میں ہمارے پاس ایک ایسے رہنما موجود ہیں جو حضرتؒ کے مزاج کو بھی جانتے ہیں، خاندان کو بھی جانتے ہیں اور گھر کے ماحول کو بھی جانتے ہیں، اندر کی اچھی بھلی صورتحال کو بھی جانتے ہیں اور سب کاموں سے بڑھ کر اس بات پر مجھے خوشی ہوئی ہے کہ خانقاہ کی ذمہ داری اور حضرتؒ کی خلافت کیلئے اور حضرتؒ کے اس سلسلے کو آگے بڑھانے کیلئے حضرات کی مشاورت کے ساتھ صاحبزادہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کو منتخب کیا گیا ہے۔ اور ختم نبوت کا کام اور خانقاہ سراجیہ ڈھاکہ بنگلہ دیش اور انگلینڈ وغیرہ بیرون ممالک سے متعلقہ معاملات صاحبزادہ عزیز احمد صاحب کے سپرد کئے گئے ہیں کہ وہ ان تمام معاملات کو آگے بڑھائیں گے۔ میں نے یہ پہلے عرض کیا کہ تمام معاملات کا فیصلہ اللہ ہی کی طرف سے ہوتا ہے۔ پہلے حضرت صاحب رحمہ اللہ ان کاموں کو بخوبی انجام دیتے رہے اور آج اتفاق رائے اور دعاء کیساتھ اس معاملے کو طے کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے بھائی خلیل احمد صاحب کو اس پر استقامت نصیب فرمائے اور خلافت کے بعد اس کام کو آسان فرمائے اور ہمیشہ کیلئے مرجع خلائق بنائے اور یہ تب ہی ہوسکتا ہے کہ گھر کے اندر سے گرم ہوائیں باہر نہ جائیں، گھر سے ٹھنڈی ہوائیں باہر جائیں محبت کی ہوائیں چلیں، اتحاد کی ہوائیں چلیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو آباد رکھے اور قائم و دائم رکھے اور میرے خیال میں آپ سب کی رائے میرے ساتھ ہوگی۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

☆......سب کی طرف سے تائیدی جواب بلند ہو: ''ان شاء اللہ''۔ اس کے بعد حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب اور حضرت کے خلیفہ حاجی عبدالرشید صاحب نے اپنے دست مبارک سے حضرات کی دستار بندی فرمائی۔ (مرتب)

فقیر عبدالرحمٰن ضیاء نقشبندی مجددی

خادم: مدرسہ تعلیم القرآن حسینیہ

132/A فیکٹری ایریا......عقب نیازی میڈیکل ٹاور......سول ہسپتال چوک، سرگودہا

0300-9601939----048-3720020

جانشین شیخ المشائخ مولانا خلیل احمد

میرے والد گرامی رحمہ اللہ

جو انسان اس دنیا میں آیا، بالآخر اسے یہاں سے رخصت ہونا ہے اور ہر انسان کے رخصت ہونے سے اس کے متعلقین کو صدمہ ہونا بھی فطری امر ہے، تاہم معدودے چند افراد ایسے بھی ہوتے ہیں جن کا اس دنیا سے رخصت ہونے کا صدمہ ذاتی اور خاندانی دائرے ہی میں نہیں بلکہ قومی، ملی اور عالمی سطح پر محسوس کیا جاتا ہے۔ اور ان کا خلا پورا ہونا مشکل ہوتا ہے۔

''باباجی'' رحمہ اللہ کی شخصیت ایسی ہی جامع شخصیت تھی، کسی عظیم شخصیت کی خصوصیات کو احاطۂ تحریر میں لانا ایک دشوار کام ہے اور جتنا اس عظیم شخصیت سے تعلق اور قربت رہی ہوا تنا ہی یہ دشواری اور بڑھ جاتی ہے۔ چونکہ قریبی مشاہدے نے آپ کو اس شخصیت کی وسعت اور گہرائی کا کچھ اس طرح قائل کیا ہوتا ہے کہ اس ہستی کے متعدد پہلو کا کوئی جامع بیان مرتب کرنا آپ کے لیے مشکل ہو جاتا ہے۔ اس مشکل کے باوجود ''باباجی'' رحمہ اللہ کی شخصیت اور زندگی کے چند پہلو پیشِ خدمت ہیں۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ ''باباجی'' رحمہ اللہ کی جلوت اور خلوت ایک جیسی تھی۔ وہ جیسے خانقاہ شریف میں ہوتے، ویسے ہی گھر میں ہوتے...... جیسے قیام میں ہوتے ویسے ہی سفر میں ہوتے...... اور جیسے مجلس میں ہوتے ویسے ہی تنہائی میں ہوتے...... یعنی بظاہر مخلوق کے ساتھ اور بباطن خالق کے ساتھ، وہ اعلیٰ ظرف انسان تھے، ہر طرح کی صورت حال میں ان کا رویہ ایک خاص وقار تحمل اور ٹھہراؤ اپنے اندر رکھتا تھا۔ ان کی شخصیت کا یہ استحکام غیر معمولی تھا۔ وہ استقامت کا پہاڑ تھے اور ناخوشگوار حالت میں بھی اپنے بنیادی معمولات جاری رکھتے تھے۔ ابھی کچھ ہی عرصے میں ان کی ذاتی ڈائریاں شائع ہونے والی ہیں۔ جن کے مندرجات سے ان کے معمولات کے استحکام اور شخصیت کے ٹھہراؤ کا کچھ اندازہ ہوتا ہے۔

اہلِ خانہ اور گھر کے بچوں کے ساتھ ان کا رویہ شفقت اور پیار کا تھا۔ گھر کے افراد ان کے ساتھ کسی قسم کی کوئی خلیج محسوس نہیں کرتے تھے۔ گھر میں عام طور پر صبح ناشتے پر اور پھر دوپہر کے کھانے پر اہل خانہ ان کے ساتھ مل کر کھانا کھاتے۔ عصر کی چائے اور شام کھانے پر خصوصی طور پر سب اہل خانہ ان کے ساتھ بیٹھتے۔

رمضان شریف میں افطاری کے بعد کھانا اور چائے گھر والوں کے ساتھ ہوتا۔ کسی بھی ناخوشگوار صورتحال میں کسی کو ڈانٹتے نہیں تھے۔ اگر کوئی بات ہوتی تو متعلقہ شخص سے تنہائی میں بات کرتے۔ طبیعت میں مستقل مزاجی تھی اور غصہ بہت کم تھا۔ انہوں نے بچوں کو کبھی جسمانی سزا نہیں دی۔ 1966/67ء میں ہماری والدہ کا انتقال ہوگیا تھا۔ والدہ کی شفقت کی کمی بھی ''بابا جی'' رحمہ اللہ نے پوری کی اور ہمیں کوئی کمی محسوس نہیں ہوئی، وہ ہماری ضروریات کا بے حد خیال رکھتے تھے۔

ہماری تعلیمی ضروریات سے وہ بھلا کیسے غافل رہ سکتے تھے، چنانچہ تعلیم الاسلام اور فارسی کی ابتدائی کتب قبلہ حضرت (بابا جی) رحمہ اللہ نے خود پڑھائیں۔ پھر مدرسہ عربیہ خانقاہ سراجیہ اور جامعہ باب العلوم کہروڑ پکا کے بعد جامعہ رشیدیہ ساہیوال بھیجا۔ مولانا محمد یسین صاحب صابر کا حضرت رحمہ اللہ سے دیرینہ تعلق تھا، چنانچہ 1982/83ء میں جامعہ رشیدیہ ساہیوال میں بندہ نے تعلیم مکمل کی۔ تعلیم کے زمانہ میں حضرت رحمہ اللہ ہمیں مکتوبات ارسال فرمایا کرتے تھے، جو ان شاء اللہ عنقریب شائع ہوں گے، ان مکتوبات میں وہ ہمیں اکثر یہ نصیحت کرتے کہ ہمیں مقصد پر نظر رکھنی چاہیے۔ سفر کی صعوبت علم حاصل کرنے ہی کے لیے ہے، لہٰذا علم کے حصول پر توجہ رہنی چاہیے۔ رمضان شریف میں مجھے مسجد کے تمام معمولات میں شریک ہونے کی نصیحت فرماتے تھے۔

''بابا جی'' رحمہ اللہ کی خوراک بہت کم تھی، عین صحت کے زمانہ میں بھی پورے دن رات میں اڑھائی چپاتی سے زیادہ تناول نہیں فرماتے تھے۔ انہوں نے پوری زندگی کبھی کھانے میں کفایتاً بھی نقص نہیں نکالا نہ کبھی کوئی فرمائش کی۔ انہیں میٹھی چیزیں مرغوب تھیں، پھلوں میں آم اور انگور پسند تھے۔ چائے کا بہت عمدہ ذوق تھا، سپرٹ (sepaiate) چائے نوش فرماتے تھے۔ چائے کے دو ہی وقت تھے [۱] صبح ناشتے میں، [۲] اور شام کو عصر کی چائے۔ سردیوں میں تہجد کی نماز کے بعد بھی ایک پیالی چائے نوش فرماتے۔ ہماری والدہ چائے بناتیں اور ان کے بعد بندہ یہ خدمت انجام دیتا تھا۔ رات کو دودھ نوش فرماتے، سردیوں میں گرم اور گرمیوں میں ٹھنڈا۔ ناشتے میں سردیوں میں فرائی انڈہ اور گرمیوں میں بالائی اور شہد کے ساتھ آدھا پراٹھا تناول فرماتے۔ وقت کی پابندی کے ساتھ کھانا تناول فرماتے۔

''بابا جی'' رحمہ اللہ کا معمول تھا کہ صبح فجر کے وقت سب کو بیدار کرتے، خواتین کے کمروں کے بھی دروازے کھٹکھٹاتے۔ حامد سراج صاحب کے گھر والوں کو اٹھاتے، باقی نمازوں کی بھی تاکید کرتے اور پوچھتے تھے کہ ''تم فلاں نماز میں نہیں تھے؟''۔

’’باباجی‘‘ رحمہ اللہ نے ذات کی نفی اس طرح کی ہوئی تھی کہ وہ اپنے آپ کو نمایاں بالکل نہیں کرتے تھے، حتیٰ کہ گھریلو معاملات میں بھی وہ اپنی ذات کو آگے نہیں کرتے تھے کہ ’’میری بات مانو! میں گھر کا بڑا ہوں، تم لوگوں سے زیادہ جانتا ہوں!‘‘ وغیرہ۔ ہر معاملے میں مشورہ کرتے تھے۔ مسجد کے معاملات میں زیادہ مشاورت مجھ سے کرتے تھے، مثال کے طور پر ’’تراویح کون سے قاری صاحب پڑھائیں گے؟‘‘ وغیرہ۔

لوکل سیاست اور انتخابی سیاست میں حصہ نہیں لیتے تھے، ووٹ بھی کاسٹ نہیں کرتے تھے۔ تاہم قومی سیاست سے باخبر رہتے تھے۔ اخبار بھی مطالعہ فرماتے تھے۔

’’باباجی‘‘ رحمہ اللہ کی نیند بہت کم تھی، رات کو گھر جاتے تو کافی دیر اپنی نشست پر بیٹھے رہتے اور صبح تہجد کے لیے جلد اٹھ جاتے۔

اپنے قیام کے لیے قبلہ حضرت صاحب رحمہ اللہ نے بندہ کے گھر کو پسند فرمایا تھا، جس کی برکت سے علالت کے کئی سال بندہ کو حضرت رحمہ اللہ کے کمرے میں راتوں کی صحبت اور خدمت و معیت کے مواقع خوب حاصل رہے۔ میرا اور ’’باباجی‘‘ رحمہ اللہ کا بلڈ گروپ بھی ایک ہی تھا۔ چنانچہ میرے لیے یہ نہایت سعادت کی بات ہے کہ 2006ء سے 2010ء تک سب سے زیادہ میرا خون ہی ’’باباجی‘‘ کو لگا۔ 5 مئی 2010 کو رحلت کے وقت ’’باباجی‘‘ رحمہ اللہ سیال میڈیکل سنٹر ملتان کے V.I.P روم نمبر 2 میں تھے اور میں روم نمبر 3 میں ان کے لیے بلڈ بلیڈ کرا رہا تھا، لیکن خدا کو کچھ اور منظور تھا اور یہ بلڈ اُن کے کام نہ آسکا۔

مجھے قبلہ حضرت رحمہ اللہ کے ساتھ حج کے بہت سے اسفار کا موقع ملا۔ پہلا سفر ’’باباجی‘‘ رحمہ اللہ کے ساتھ 1980 میں کیا، پھر 1985 میں سرہند شریف کا سفر کیا، پھر 1987 کے سفرِ حج، 1991 میں سرہند شریف کے سفر (یہ ’’باباجی‘‘ رحمہ اللہ کا سرہند شریف کا آخری سفر تھا۔) اور پھر 2000 سے 2006 تک ہر سال سفرِ حج میں ’’باباجی‘‘ رحمہ اللہ کے ساتھ شریک رہا۔ ’’باباجی‘‘ رحمہ اللہ بہت خندہ پیشانی کے ساتھ سفر کی مشکلات برداشت کرتے تھے۔ دورانِ سفر ساتھیوں پر پوری توجہ رکھتے تھے اور اپنے معمولات پر ثابت قدم رہتے تھے۔ یہ وہ تین خصوصیات ہیں جو پڑھنے میں تو شاید ایک سانس میں پڑھی جاسکیں لیکن روشن قلب اور باہمت انسان ہی ان خصوصیات کا حامل ہوسکتا ہے۔

حضرت رحمہ اللہ کا اندازِ تربیت بھی عجیب تھا۔ ہر آدمی کو پیار سے اپنی لائن پر لے آتے تھے، سختی نہیں فرماتے تھے، ٹوکتے نہیں تھے، مکین سو آدمی سے بھی محبت اور تواضع سے پیش آتے۔ اس کی بات غور سے سنتے اور اس کے لیے دعا کرتے، اسے مانوس کرتے، اس طرح وہ آپ کی توجہ سے بتدریج تبدیل

ہو جاتا۔ چنانچہ دنیوی اغراض سے آنے والے حضرات بھی کچھ ہی دنوں میں اللہ، اللہ کرنے لگتے۔ اور ان کی وضع قطع بھی سنت کے مطابق ہو جاتی۔

صوفیاء اور شیوخ سے اکثر ایسے جملے اور اقوال منسوب ہیں جن سے ان کی عظمت اور ان کے مقام کے متعلق اظہار ہوتا ہے، لیکن ہمارے حضرت رحمہ اللہ اپنے کمالات کا بہت اخفاء کرتے تھے۔ بھولے سے بھی کوئی ایسا جملہ ان کی مبارک زبان سے ادا نہ ہوتا تھا جس میں کسی طرح کا دعویٰ ہو۔ بے نفسی کہ یہ کیفیت پیدا کرنا تصوف کا منتہائے مقصود ہے۔ اور ''باباجی'' رحمہ اللہ کو یہ کیفیت کمال درجے میں حاصل تھی۔ حضرت رحمہ اللہ کے کچھ مریدوں اور خلفاء کو حضرت کے اعلیٰ مراتب کے بارے میں کچھ الہامی اشارے ضرور ہوتے رہتے لیکن جب کبھی حضرت کے سامنے بیان کیے جاتے تو حضرت رحمہ اللہ ہمیشہ سکوت فرماتے۔ مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی رحمہ اللہ نے حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کے متعلق کہا تھا کہ انہوں نے سمندروں کے سمندر پیئے ہوئے ہیں اور ڈکار بھی نہیں لی۔ حضرت گنج مرادآبادی رحمہ اللہ کی یہ بات حضرت رحمہ اللہ پر بھی صادق آتی ہے۔ عشق و معرفت و محبت و سلوک کے اعلیٰ مراتب پر فائز ہونے کے باوصف انہوں نے کبھی کوئی ایسی بات اشاروں کنایوں میں بھی نہیں کی جس سے ان کے اعلیٰ مقامات کا اظہار ہوتا ہو۔

راہِ محبت و سلوک کا اولین قرینہ ادب ہے، جو ''باباجی'' رحمہ اللہ کو غایت درجے حاصل تھا، وہ اکابر سے نسبت رکھنے والے ہر شخص کا احترام کرتے تھے۔ اپنے شیوخ کے اہلِ خاندان اور چھوٹے بچوں تک کا ادب کرتے تھے۔ بیماری اور ضعف کی حالت میں بھی اپنی نشست پر سے اٹھنے کی کوشش کرتے۔

خاموشی نقشبندیہ مجددیہ سلسلے کی خصوصیت ہے، ''باباجی'' رحمہ اللہ کو یہ خاموشی عطا ہوئی تھی، اس خاموشی میں عجیب تاثیر تھی۔ یہ منجمد دلوں کو پگھلا دیتی تھی، اس خاموشی نے ہزاروں قلوب میں انقلاب برپا کیا اور ہزاروں سینوں میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی محبت کے چراغ روشن کر دیئے۔

الغرض حضرت رحمہ اللہ کے وجود کو دیکھ کر پرانے صوفیاء اور مشائخ کے حالات اور تذکروں پر اعتبار آ جاتا ہے۔ ان کا وجود آج کے بھٹکے ہوئے انسان کے لیے سچائی کی دلیل تھا۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ ہمیں قبلہ حضرت صاحب رحمہ اللہ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس راہِ طریقت کو مضبوطی سے پکڑنے کی سعادت نصیب فرمائے۔ آمین۔

صاحبزادہ محمد حامد سراج (ا)

ہمارے بابا جی

بابا جی......!

نمازِ فجر کے بعد بیٹھا میں سوچ رہا ہوں کہ یہ وقت آپ کا مراقبے اور اشراق کے نفل پڑھ کے گھر آنے کا وقت ہے۔ میں اپنے برآمدے کے ستون کے ساتھ کھڑا ہوں اور نظریں سامنے صحن میں پھیلی آپ کی خوشبو تلاش کر رہی ہیں آپ ابھی مہمان خانے کے دریچے سے گزر کر ہمارے گھر کا جو پرانا دالان ہے اس کے پاس سے گزرتے نظریں زمین پر ان ملکوڑوں پر رکھتے گزریں گے کہ مبادا کوئی چیونٹی کوئی ملکوڑا آپ کے پاؤں کے نیچے نہ آ جائے۔ آپ کا سراپا ذہن میں ایسے تروتازہ ہے کہ آپ کہیں گئے ہی نہیں۔ دراز قد' سفید کرتا' آسمانی رنگ کا تہبند' کندھے پر چار خانے والا رومال' پاؤں میں براؤن رنگ کا نفیس چمڑے کا جوتا' چال میں ٹھہراؤ اور وقار' چہرے پر نور اور بردباری کے ساتھ ایک مسکراہٹ جو ساری عمر آپ کی شخصیت کا خاکہ رہی۔

میرے گھر کے صحن اور میرے چچا کے صحن میں دیوار نہیں ہے۔ بابا جی آپ نماز کے لیے ہمارے صحنوں کے درمیان میں جو راستہ ہے اس پر سے ساری عمر نماز کے لیے تشریف لے جاتے رہے۔ دن میں نماز کے لیے آنے جانے کے اوقات ملا کر دس مرتبہ روزانہ آپ کی زیارت نصیب رہی۔ آپ اب بھی میرے گھر میں موجود ہیں۔ زندگی میں صلہ رحمی کے جس مقام پر آپ تھے۔ آپ روزانہ مغرب کی نماز کے بعد گھر جاتے ہوئے ہمارے گھر رونق افروز ہوتے ہمارا گھر آپ کے وجود کی برکت سے نور اور رحمت سے بھر جاتا۔ آپ دس پندرہ منٹ ہمارے گھر رکتے اور پھر گھر تشریف لے جاتے۔ جس روز آپ مغرب کے بعد کسی مصروفیت کی وجہ سے اپنا معمول پورا نہ کر سکتے تو جب آپ عشاء کی نماز کے لیے تشریف لے جاتے تو ہمارے گھر سے ہو کر جاتے۔

بابا جی.....!

بہاول پور سے مولانا سرفراز خان صفدر کے پوتے محترم سرفراز حمزہ نے آپ پر ''مجلّہ صفدر'' کا نمبر نکالنے کا

ارادہ باندھا ہے۔ اللہ ان کو ہمت دے۔ مجھے انہوں نے متعدد بار فون کیا یاد دہانی کرائی کہ میں ان کے جریدے کے لیے مضمون بھیجوں۔ آپ پر لکھنا میرے لیے اتنا آسان نہیں ہے۔ میں اپنے ذہن مین ساری عمر کی محبتوں اور شفقتوں کو ترتیب دیتا ہوں لیکن کاغذ پر اترتے اترتے وہ بے ترتیب ہو جاتی ہیں اور میری گیلی آنکھوں کے سامنے سارے منظر دھندلا جاتے ہیں۔ میں کوشش بھی کروں تو لکھنے کا حق مجھ سے ادا نہیں ہوگا۔

مجھے خانقاہ سراجیہ کی تاریخ سے ہٹ کر صرف آپ سے باتیں کرنا ہیں۔ 1991 میں میرے والد محترم نے جب زمین پر اپنا سفر مکمل کیا تو میں اندر سے ریزہ ریزہ ہو گیا۔ 1998 میں ماں جی کینسر جھیل کر اپنے اللہ سے جا ملیں....ان کا کہنا تھا کہ بیٹا تم کیوں پریشان ہوتے ہو اپنے گھر ہی تو جانا ہے۔ والدین کے جانے کے بعد دھوپ ہی دھوپ تھی۔ لیکن جس روز آپ نے سفر باندھا اس روز خبر ہوئی کہ بے سائبان اور یتیم تو آج ہوئے ہیں۔

یہ ایک گرم دوپہر کی بات ہے ہمارا بچپن ہے۔ ہم اپنی خانقاہ کے مدرسہ میں قاری غلام ربانی کے پاس قرآن کریم پڑھا کرتے تھے۔ معمولات میں شامل تھا کہ دوپہر کے کھانے کے بعد باباجی تسبیح خانے میں آرام فرمایا کرتے تھے۔ دوپہر کا قیلولہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ باباجی کے ساتھ ہماری چارپائیاں بھی ترتیب سے لگی رہتی تھیں۔ باباجی قبلہ بنیان اور تہبند میں آرام فرماتے۔ ململ کا کرتا سامنے کھونٹی پر ٹنگا رہتا۔ سامنے تسبیح خانے کی کھڑکی میں مستطیل شکل کی شیشے کی بوتل جس میں شربتِ ابریشم ہوتا تھا سرخ رنگ کا لذیذ شربت جس میں چاندی کے ورق تھے۔۔۔ گھڑے کا ٹھنڈا پانی کیوں کہ اس وقت ابھی بجلی نہیں آئی تھی۔ ظہر کی اذان ہوتے ہی باباجی ہم سب کو جگا دیتے۔ ہم جتنی دیر میں وضو کر کے واپس لوٹتے باباجی شربت آبریشم تیار کر کے ہمیں گلاس پکڑاتے۔ کیا لذت اور ذائقہ تھا جو آج تک یاد داشت میں تروتازہ ہے۔ بچپن کی شرارتیں بھی اپنے رنگ میں نرالی ہوتی ہیں۔ تسبیح خانے کا ایک دروازہ گھر کی سمت کھلتا ہے۔ ہم کبھی کبھار جب باباجی کو دیکھتے کہ وہ نیند میں ہیں۔ چپکے سے اس دروازے سے دبے پاؤں نکلتے اور نہر پر نہا کر لوٹتے تو آنکھیں بند کر کے لیٹ جاتے۔ ایک دن جب ہم اپنی شرارت مکمل کر کے واپس لیٹ چکے تھے۔ اذان ہوئی، ہم نے وضو کیا، لالہ عزیز، لالہ خلیل، لالہ رشید اور میں ...! اب ہم منتظر کہ باباجی شربت پلائیں تو ہم نماز کے لیے مسجد کی راہ پکڑیں۔ باباجی توجہ نہیں فرما رہے تھے۔ ہم پریشان کہ آج شربت آبریشم کیوں نہیں ملا۔۔۔ اچانک باباجی نے فرمایا

''آج شربت آبریشم کسی کو نہیں ملے گا''۔۔۔

ہم اور زیادہ پریشان....سوالیہ آنکھوں سے بابا جی کی جانب مسکینوں کی طرح دیکھا آپ نے فرمایا۔۔۔'' آج مجھے خبر ہوگئی ہے کہ تم سارے نہر پہ نہانے نکل جاتے ہو۔اب جو نہر پر جائے گا اس کو شربت نہیں ملے گا۔شربت کی لذت اور سرور ایسا تھا اور وہ بھی بابا جی کے ہاتھوں سے کہ نہر پر جانا چھوڑا جا سکتا تھا لیکن شربت آبریشم سے دست بردار ہونا ہمارے لیے ممکن نہیں تھا۔ہم منہ لٹکائے مسجد کو چلے تو شفقت کے سمندر نے پکارا......

''واپس آؤ سارے اور شربت پی کے جاؤ.....''

چھوٹی چھوٹی بہت سی باتیں ہیں جن کو ایک کتاب میں سمونا ہے اور اس لمحے میرے سامنے میرے محترم سرفراز حمزہ کی محبت کا آفاق ہے۔جو لمحے گرفت میں آسکے وہ سمیٹ کر بھیج دوں گا۔بابا جی سے یہی تو سیکھا کہ کسی کی دل آزاری نہیں کرنا' جھوٹا وعدہ نہیں کرنا' حرام سے بچنا ہے' نماز نہیں چھوڑنی' بڑوں کا دل سے احترم کرنا ہے اور چھوٹوں سے ہمیشہ پیار کرنا ہے۔ابھی بچپن کی تختی میرے سامنے رکھی ہے۔اس پر ایک واقعے کے خدوخال ابھرے ہیں

اگر میں بھول نہیں رہا تو 1973 کی بات ہے میں 9th کلاس میں تھا۔ایک بار ملتان ماموں اکرم کے ہاں گیا۔یہ واقعہ آپ نے غور سے پڑھنا ہے۔اگر اس وقت آپ کی طبیعت مطالعے کی طرف مائل نہیں تو اسے مؤخر کر دیں۔مطالعہ دل جمعی سے نہ کیا جائے تو وہ کارِزیاں ہے۔جی تو بات ہو رہی تھی کہ میں سکول کے دنوں میں اپنے ماموں کے ہاں گیا۔ان دنوں ملتان سے ٹرین ''تھل ایکسپریس'' چلا کرتی تھی جو صبح سات بجے کے قریب خانقاہ سراجیہ پہنچا کرتی تھی۔ٹرین میں چار Classes ہوا کرتی تھیں۔سلیپر' فرسٹ کلاس' سیکنڈ کلاس اور تھرڈ کلاس۔مجھے ماموں نے تھرڈ کلاس کا ٹکٹ لے دیا۔جب وہ مجھے ٹرین میں سوار کرانے کے لیے سیٹ تلاش کر رہے تھے تو بابا جی قبلہ پر نظر پڑی۔آپ نے پوچھا

''بھئی کہاں کا ارادہ ہے۔۔۔۔؟''

''بابا جی گھر جا رہا ہوں''

''تم میرے ساتھ آجاؤ...آپ کے چہرے پر مسکراہٹ تھی

''بابا جی آپ نے تو سلیپر میں سفر کرنا ہے۔''

''بھئی! فکر نہ کرو تمہارا ٹکٹ بھی بن جائے گا''

خاکوانی گھرانے سے ایک ساتھی گارڈ اور S.T کے ڈبے کی جانب تیز تیز قدموں سے گیا۔اور ٹکٹ بنوا لایا۔

بابا جی کے ساتھ کوئی ساتھی ہم سفر نہیں تھا۔ میں ٹرین میں سوار ہو گیا۔ سلیپر کمپارٹمنٹ کی چار سیٹیں تھیں۔ بابا جی کے فرمانے پر میں اوپر والی سیٹ پر لیٹ گیا۔ بابا جی نیچے والی سیٹ پر بیٹھے تھے۔ کھڑکی کھلی تھی۔ ٹرین آہستہ آہستہ رفتار پکڑ رہی تھی۔ بابا جی نے اپنا سفری تھیلا نکالا۔ اس میں سے سرمہ نکالا اور ختم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرتے ہوئے تین تین سلائی سرمہ لگایا۔ گرمی کا موسم تھا۔ اوپر والی برتھ پر مجھے پسینہ آ رہا تھا اور گرمی کی وجہ سے بے چینی ہو رہی تھی۔ میرے دل کے آنگن میں خیال گزرا کہ بابا جی تو نیچے جس سیٹ پر آرام کر رہے ہیں ان کو ہوا لگ رہی ہے اور میں گرمی سے تڑپ رہا ہوں۔۔۔ اچانک۔۔۔ جی بالکل اچانک بابا جی میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا

''بھئی زیادہ گرمی لگ رہی ہے۔۔۔؟''

میں چپ اور تحیر دامن گیر کہ جو خیال صرف دل سے گزرا ہے اللہ نے بابا جی کو اس کی خبر کر دی (۲)

''جی بابا جی۔۔۔ گرمی لگ رہی ہے''

بابا جی نے اپنا سفری بیگ کھولا اور اس میں سے اپنے استعمال کے کپڑوں کے ساتھ کچھ مومی لفافے نکالے۔ سب کو یکجا کر کے ایک گولا سا بنایا اور کمپارٹمنٹ کا پنکھا جس کا رخ نیچے کی جانب تھا۔ بابا جی نے اس کا رخ میری سیٹ کی جانب کر کے وہ جو کپڑوں کا گولہ سا بنایا تھا اسے پنکھے کی پشت میں پھنسا دیا کہ مجھے ہوا لگتی رہے۔ لڑکپن کی نیند تھی۔ بہت گہری۔۔۔ صبح ہونے پر بابا جی نے مجھے جگایا

''اٹھو بھئی۔۔۔ نماز پڑھ لو۔۔۔''

میں آنکھیں ملتا ہوا اٹھ بیٹھا ..... دیکھا تو بابا جی نے تانبے کے کوزے میں میرے لیے وضو کا پانی ڈال کے دروازے میں رکھا ہوا تھا۔ بہت شرمسار ہوا کہ مجھے بابا جی کی خدمت کرنا چاہیے تھی۔۔۔ یہ کیا کہ بابا جی نے اتنی تکلیف اٹھائی۔۔۔ اتنی شفقت.....؟ اللہ اللہ..... وضو کر کے میں نے نماز ادا کی۔ بابا جی نے فرمایا۔

''چلو شاباش اب سو جاؤ۔۔۔''

میں پھر اپنی سیٹ پر سو گیا اور ارادہ کیا کہ بس تھوڑی دیر میں دوبارہ جاگتا ہوں اور بابا جی کی خدمت میرا فرض ہے۔۔۔ گاڑی کے ہچکولے جھولے بنے اور میں پھر گہری نیند میں..... خانقاہ سراجیہ سے پہلے علووالی کا اسٹیشن ہے۔ جب ٹرین علووالی سے نکلی تو دس منٹ کی مسافت باقی تھی۔ بابا جی نے مجھے بیدار کیا۔ میں ہڑبڑا کر اُٹھا کہ بابا جی کا سامان سنبھالوں۔۔۔ سیٹ سے نیچے چھلانگ لگائی تو دیکھا کہ بابا جی اپنا تمام

سامان دروازے میں لا چکے تھے۔ان کا سفری بیگ ۔آم کی پیٹیاں‘لوٹا‘ کوزہ...میں آج بھی سوچتا ہوں یہ اولیاء کی شفقت ہے کہ وہ ایک بچے سے خدمت لینے کی بجائے اس کے آرام کا خیال رکھتے ہیں۔ایسا عظیم الشان عمل عام آدمی کے بس کی بات نہیں۔۔۔

مجھے جو واقعات ترتیب دینا ہیں وہ بہت زیادہ ہیں۔۔۔ یہاں صرف چند واقعات۔۔۔صرف ایک جھلک۔۔۔دعا کیجیے گا کہ ہم اپنے اسلاف کی ہر ادا محفوظ کرسکیں کہ زندہ قومیں تب ہی زندہ کہلاتی ہیں جب وہ اپنے اسلاف کے کارناموں کو یاد رکھیں اور آنے والی نسلوں کو ان پر عمل کرنے کی توفیق نصیب ہو

ایک بار میں بابا جی کے ساتھ اسلام آباد سے کار پر واپس آ رہا تھا۔جب ہم تلہ گنگ سے گزرنے لگے تو عصر کی نماز کا وقت ہو گیا۔ایک پٹرول پمپ پر کار روکی ۔بابا جی قبلہ نے وضو کرنا تھا۔پٹرول پمپ کی مسجد کے ساتھ وضو کی جگہ تھی ۔ٹونٹیاں ایک قطار میں‘ بابا جی نے دو اینٹیں رکھ کر اپنے لیے جگہ بنائی ۔بازو اڑسے اور وضو کیا۔میں پورے انہماک سے بابا جی کو دیکھ رہا تھا کیوں کہ آپ کی پوری زندگی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا منہ بولتا ثبوت تھی ۔بابا جی نے ہاتھ کا چلو بنا کر پانی لیا اور ہاتھ دھوتے ہوئے ٹونٹی بند کر دی‘ ہر بار کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالتے وقت آپ چلو میں تھوڑا پانی لیتے اور ٹونٹی بند کر دیتے۔اسی طرح جب چہرہ دھونے لگے تو دائیں ہاتھ کے چلو میں پانی لے کر بائیں ہاتھ سے ٹونٹی بند کر دیتے۔آپ نے پانی کا ایک قطرہ ضائع کیے بغیر وضو مکمل کیا۔آپ نے اتنا پانی استعمال کیا جتنا گھر میں اپنے تانبے کے کوزے میں استعمال فرماتے تھے۔ میں سوچتا رہا کہ جب ہم مسجد کی ٹونٹیوں اور گھر کے واش روم میں بیسن پر وضو کرتے ہیں تو ٹونٹی کو کھلا چھوڑ دیتے ہیں ۔پانی ضائع ہوتا رہتا ہے اور ہم شپا شپ وضو کرتے رہتے ہیں۔اللہ ہمیں اسلاف کے نقش قدم پر چلتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے کی توفیق عطا کرے۔

بابا جی قبلہ کے چوبیس گھنٹے جو وہ خانقاہ گزارتے تھے ان کا معمول ایک بار آج سے بیس پچیس سال پہلے میں نے دیکھا۔آپ ساری عمر اس پر کاربند رہے۔ مجھے یاد ہے ابھی میری یادداشت سلامت ہے۔ بابا جی کو میں نے دیکھا کہ جب وہ مسجد کی پندرہ سیڑھیاں چڑھتے تو آخری سرے پر رک کر ستون کا سہارا لے کر لمبا سانس لیتے اور پھر مسجد میں داخل ہوتے۔ یہ سعادت ناچیز کے حصے میں آئی کہ سب سے پہلے سیڑھیوں پر چڑھتے ہوئے بابا جی کا ہاتھ تھاما۔۔۔

انہی دنوں کی بات ہے میں بابا جی کے ساتھ تھا میں نے آپ کا ہاتھ تھاما تو آپ مسکرا دیے۔جب آخری سیڑھی پر قدم رکھ کر لمبا سانس لیا تو میں نے جھجکتے ہوئے پوچھا

''بابا جی کہیں درد ہے۔۔۔؟''

''گردوں پر بوجھ ہے شاید اور مسکرا دیئے''

اسی رات چشمہ ہسپتال کے ڈاکٹر کیپٹن طارق آپ کو دیکھنے آئے۔اور مکمل معائینے کے بعد کہا

''حضرت آپ کے لیے آٹھ گھنٹے آرام کرنا بہت ضروری ہے''

''فقیر کے پاس اتنا وقت نہیں ہے'بابا جی نے کہا

ڈاکٹر چیک اپ کے بعد لوٹ گئے۔ میں سوچنے لگا....... بابا جی نے ایسا کیوں فرمایا۔تنہائی میں بیٹھ کر بابا جی کے معمولات پر نظر ڈالی تو حیران رہ گیا کہ بابا جی کے شب وروز میں آرام اور نیند کے صرف دو گھنٹے نکلتے تھے۔ترتیب یوں سمجھ میں آئی۔ کہ بابا جی صبح نمازِ فجر کے لیے مسجد میں تشریف لاتے ہیں۔نماز کے بعد ختمِ خواجگان شریف کا معمول مکمل کرتے ہیں۔اس کے بعد گھنٹہ ڈیڑھ مراقبہ' مراقبے کے بعد اشراق کے نوافل' پھر ناشتے کے لیے گھر تشریف لے آتے۔ناشتے کے دوران گھر کے افراد کو مکمل وقت دیتے۔بچوں کے ساتھ انتظامی معمولات پر بات چیت کرتے۔نو بجے کے قریب پھر اپنے حجرے میں ساتھیوں کے پاس تشریف لے آتے۔ساڑھے گیارہ بارہ بجے تک مریدین کی دل جوئی میں وقت گزارتے۔پھر گھر تشریف لاتے۔دوپہر کا کھانا کھا کر صرف آدھ پون گھنٹہ سنت پر عمل کے لیے قیلولہ فرماتے۔ڈیڑھ بجے ظہر کی اذان ہونے پر نماز کی تیاری شروع فرماتے' ظہر کی چار سنتیں گھر پر خشوع وخضوع سے ادا کرتے۔کبھی صرف ٹوپی کے ساتھ سنتیں پڑھ لیتے اکثر اہتمام سے عمامہ باندھ کر سنتیں پڑھتے۔ظہر کی نماز کے بعد پھر مریدین کے درمیان وقت گزارتے۔خطوط پڑھتے ان کا جواب اہتمام سے لکھتے۔سہ پہر تین بجے گھر آتے۔ دستر خوان پر چائے اہتمام کے ساتھ سب کے ساتھ مل کے پیتے۔چینی کے تین سے چار چمچ پسند فرماتے۔ میرے آنے پر شفقت فرماتے اور اپنے ہاتھ سے چائے کی پیالی تیار کرتے۔گھر کی خواتین بھی صحبتِ شیخ سے مستفیض ہوتیں۔اسی دوران عصر کی نماز کا وقت ہو جاتا۔عصر کے بعد ختم خواجگان اور تصوف پر جس کتاب کا معمول ہوتا وہ پڑھی جاتی۔مغرب سے کچھ دیر پہلے اپنے حجرے میں تشریف لاتے۔وضو فرماتے۔مغرب پڑھ کے گھر تشریف لے جاتے۔نمازِ مغرب کے فوراً بعد کھانے کا معمول تھا۔بہت کم تناول فرماتے۔ایک چپاتی' تھوڑا سا سالن' کبھی میٹھا ساتھ پسند فرماتے' ہم سب جمع ہو جاتے' خوش مزاجی سے پیش آتے۔گرمیاں ہوتیں تو آم بالٹی سے نکال کر خود کاٹتے اور سب کو دعوت دیتے کہ دستر خوان میں شامل ہوں' عشاء کی اذان پر مسجد میں تشریف لے جاتے۔عشاء کی نماز کے بعد اپنے حجرے میں ساتھیوں کو مکمل رفاقت دیتے۔رات

گیارہ بجے کے آس پاس گھر آتے۔ٹھنڈے دودھ کا استعمال معمولات میں شامل رہا۔بارہ بجے تک اپنے اورادووظائف مکمل کرتے۔اور پھر سونے کے لیے بستر پر تشریف لے جاتے۔رات دواڑھائی بجے تہجد کے لیے جاگ جاتے۔پھر نمازِ فجر تک نہیں سوتے تھے۔اسی وضو سے اکثر نمازِ فجر ادا کرتے

۔۔۔۔سراوہیں سے جوڑتے ہیں

''باباجی کہیں درد ہے۔۔۔؟''

''گردوں پر بوجھ ہے شاید اور مسکرا دیے''

اسی رات چشمہ ہسپتال کے ڈاکٹر کیپٹن طارق آپ کو دیکھنے آئے۔اور مکمل معائینے کے بعد کہا

''حضرت آپ کے لیے آٹھ گھنٹے آرام کرنا بہت ضروری ہے''

''فقیر کے پاس اتنا وقت نہیں ہے'' باباجی نے کہا

آپ کی پوری زندگی پر نظر ڈالی جائے تو وہ دین اور ختمِ نبوت کے لیے وقف تھی۔۔۔۔آپ کو ایک ہی دھن اور ایک ہی شوق تھا۔سات لاکھ سے آٹھ لاکھ افراد کی جنازے میں موجودگی اس قطب الاقطاب کی روشن زندگی پر دال ہے۔یہ ایک تشنہ مضمون ہے۔۔۔۔۔۔۔۔

''ان گنت رحمتیں ہوں باباجی آپ پر اللہ کریم کی''...............!

☆☆☆

(۱)......محترم صاحبزادہ محمد حامد سراج صاحب زید قدرہ۔اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کے پوتے، حضرت صاحبزادہ محمد عارف صاحب رحمہ اللہ کے فرزند، حضرت قبلہ خواجہ صاحب رحمہ اللہ کے بھتیجے، اور لالاجی خلیل احمد صاحب مدظلہ کے برادر نسبتی ہیں۔ماشاءاللہ بہت اعلیٰ پائے کے لکھاری اور نہایت ہی سلیقہ مند مضمون نویس ہیں۔اس ناچیز کے پسندیدہ ترین لکھاری ہیں۔ان کے خوبصورت اور انوکھے طرزِ تحریر کے کئی شاہکار کتب کی صورت میں زیورِ طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام آچکے ہیں، جن میں سرفہرست ''میا''، ''وقت کی فصیل''، ''چوب دار''، ''آشوب گاہ'' اور ''برائے فروخت'' ہیں۔خصوصاً ''میا'' جو انہوں نے اپنی والدہ محترمہ مرحومہ نوراللہ مرقدہا پر لکھی ہے نہایت ہی عجیب اور انوکھی طرز کی کتاب ہے۔واقعتاً پڑھنے کے لائق ہے۔اور اب حامد سراج صاحب حضرت اقدس قبلہ خواجہ صاحب رحمہ اللہ پر ایک مفصل کتاب لکھنے کا عزم کیے ہوئے ہیں، خدا کرے وہ جلد از جلد اپنے اس ارادے کو پایۂ تکمیل تک پہنچا کر ہمارے انتظار کی گھڑیوں کو ختم کر سکیں۔آمین۔۱۲خادم، حمزہ

(۲)......اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ بزرگ دل کے راز جانتے ہیں، چنانچہ مولانا شمس الحق افغانی رحمہ اللہ سے کسی نے پوچھا کہ ''حضرت! ہمارے ذہن میں ایک بات آتی ہے، ہم ابھی وہ زبان پر نہیں لاتے کہ آپ اس کا جواب دیدیتے ہیں، کیا آپ کو پتہ لگ جاتا ہے؟'' حضرت افغانی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''نہیں!......مگر اللہ تعالیٰ جب کسی سے کام لیتے ہیں تو اس کی زبان سے ایسی باتیں ادا کروادیتے ہیں، جس سے سننے والوں کو نفع ہوتا ہے۔۱۲جمیل الرحمٰن عباسی

باب 4

تعزیتی پیغامات و تاثرات

علماء و مشائخ، احباب و متعلقین کے تعزیتی شذرے

ان مبارک اور مقدس خانقاہوں میں خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ کندیاں، ضلع میانوالی سلسلہ نقشبندیہ کی وہ عظیم خانقاہ ہے جس کی دینی خدمات کا ایک طویل سنہری دورانیہ ہے۔قدیم ترین خانقاہ ہونے کے ساتھ ساتھ اس خانقاہ کی امتیازی شان یہ ہے کہ آج جبکہ مسلمان عام طور پر ضعف کی طرف مائل ہو گئے ہیں اور بیشتر خانقاہوں نے اپنے مجاہدات کا طرزِ عمل بدل کر آسانیاں پیدا کر دی ہیں۔ ہماری اس خانقاہ کے موجودہ سجادہ نشین اور وقت کے قطب، شیخ المشائخ، خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم نے خانقاہ کو اپنی قدیم روِش پر رکھا ہوا ہے۔اور آج بھی اس خانقاہ میں نقشبندیہ طریقے کے مطابق لطائف کے اجراء اور مجاہدات وریاضیات کے ذریعہ اصلاحِ نفس کا طریقہ رائج ہے اور مراقبہ کے ذریعہ احسان کے درجہ تک پہنچانے کا عمل جاری ہے۔اور میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت پاکستان میں یہ واحد خانقاہ ہے جو تصوف اور سلوک کے اسی راستہ کو اپنائے ہوئے ہے جس کی بنیاد ہمارے اکابر نے رکھی تھی۔اس بناء پر اس کا فیض پورے پاکستان میں سب سے زیادہ پھیل رہا ہے۔ ہمارے مخدوم بزرگ اور عالمی مجلس ختم نبوت کے امیر مرکزی، شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمہ اللہ اس وقت اپنے اکابر بزرگوں کے مسند نشین ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ان کو ولایت کے درجہ پر فائز فرمایا ہے۔اور بقول شہید ختمِ نبوت مولانا محمد یوسف لدھیانوی نور اللہ مرقدہ آپ قطبِ وقت ہیں۔آپ نے اکابر کی امانت سلسلہ نقشبندیہ کو جس انداز میں اس خانقاہ کے ذریعہ قدیم طریقے سے جاری رکھا ہوا ہے وہ آپ کی عظمت اور اولوالعزمی کا واضح ثبوت ہے۔

امام اہل سنت، شیخ الحدیث والتفسیر حضرۃ مولانا علامہ محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ

(تلمیذ رشید: شیخ العرب والعجم حضرت مدنی رحمہ اللہ۔ خلیفہ مُجاز: رئیس المفسرین مولانا حسین علی رحمہ اللہ)

"الحمد لله وحده، والصلوة والسلام علی من لانبی بعده، وعلیٰ اٰله واصحابه اجمعین، الذین اوفوا بالعهد. اما بعد. فاعوذبالله من الشیطن الرجیم، بسم الله الرحمن الرحیم، لقد من الله علی المؤمنین اذ بعث فیهم رسولا منهم یتلوا علیهم آیٰته ویزکیهم ویعلمهم الکتاب والحکمة، وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین"

اللہ تعالیٰ نے مومنین اور مسلمانوں پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کو احسان اور انعام قرار دیتے ہوئے آپ کی تشریف آوری کے چار مقاصد، تلاوت و تعلیمِ قرآن کریم، تعلیمِ سنت، تعلیمِ حکمت، تزکیہ بیان فرمائے اور قرآن کریم میں ان مقاصدِ اربعہ کا مختلف آیات میں کئی جگہ تکرار بھی فرمایا ہے۔ نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مقاصدِ اربعہ کو امت تک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے ذریعہ پہنچایا۔ اہلِ ایمان نے اپنے اپنے اذواق کے مطابق ان مقاصد میں کسی ایک یا ایک سے زائد اور بعض علوالمرتبت شخصیات نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع اور خدائی عطیہ کی بناء پر چاروں مقاصد پر کام کیا۔ لیکن عام طور پر امت کے علماء کرام، قراء عظام، مفسرین، محدثین اور فقہاء گرامی نے پہلے تین مقاصد کی طرف زیادہ توجہ دی اور قرآن کریم کے حفظ سے لے کر تفسیری نکات تک مختلف انداز میں پہلے اور احادیث نبویہ کے الفاظ ومعانی کی حفاظت اور ان کو تحریف وکذب سے بچانے اور ان کو امت کے سامنے مدون کر کے پیش کرنے اور تعلیم حکمت جس کے بارے میں قرآن کریم میں ارشاد ہے کہ جس کو حکمت عطا کی گئی اس کو خیر کثیر دیا گیا، اس کی تدوین واشاعت کے لیے فقہاء کرام نے اپنی زندگیاں وقف کیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا چوتھا مقصد تزکیۂ نفس، جس کو شریعت کی اصطلاح میں ''تصوف وسلوک'' کہا جاتا ہے انسان کو مجاہدات کے ذریعہ مرتبۂ کمال تک پہنچاتا ہے تاکہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک کے مطابق مرتبۂ احسان تک پہنچ جائے اور اس پر عمل کرتے وقت اس کی کیفیت یہ ہو کہ وہ حالِ دل سے خدا تعالیٰ کی معرفت کے مشاہدہ کے درجہ پر فائز المرام ہو۔ سلوک کی ترویج واشاعت کے لیے مشائخ عظام نے نہ صرف اپنی زندگیاں وقف کیں بلکہ انہوں نے دنیا ومافیہا سے بے خبر ہو کر امت کی اصلاح کا بیڑا اُٹھایا۔ دارالعلوم دیوبند نے جس طرح علمی میدان میں نمایاں خدمات انجام دی ہیں اور آج دنیا بھر میں اس کے فرزندانِ علمی دین مبین کی خدمت میں مصروف ہیں، نیز دعوت وتبلیغ کے ذریعہ امت مسلمہ میں دین کی اشاعت کا جذبہ حضرت مولانا

الیاس رحمہ اللہ کی کوششوں سے اجاگر ہوا اور آج پوری دنیا میں مسلمانوں میں اس کے ذریعہ دینی بیداری کا شعور پیدا ہو رہا ہے۔اسی طرح ہمارے اکابرین عظام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے مقاصد میں سے تزکیۂ نفس کے سلسلہ میں بھی نمایاں خدمات انجام دیں اور برصغیر پاک وہند میں بڑے بڑے اکابر علماء کرام اور مشائخ عظام نے خانقاہیں آباد کیں اور تصوف وسلوک کی راہ پر گامزن کر کے امت کی ایک بہت بڑی جماعت کو دین کی طرف لگا دیا اور آج ہم برِصغیر پاک وہند اور دنیا کے مختلف گوشوں میں ''اللہ، اللہ'' اور ''محاسبۂ نفس'' کی جو رونقیں ملاحظہ کرتے ہیں یہ سب ہمارے مشائخ عظام کی عظیم قربانیوں اور محنتوں کا ثمرہ ہے۔ان مبارک اور مقدس خانقاہوں میں خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ کندیاں، ضلع میانوالی سلسلہ نقشبندیہ کی وہ عظیم خانقاہ ہے جس کی دینی خدمات کا ایک طویل سنہری دورانیہ ہے۔قدیم ترین خانقاہ ہونے کے ساتھ ساتھ اس خانقاہ کی امتیازی شان یہ ہے کہ آج جبکہ مسلمان عام طور پر ضعف کی طرف مائل ہو گئے ہیں اور بیشتر خانقاہوں نے اپنے مجاہدات کا طرزِ عمل بدل کر آسانیاں پیدا کر دی ہیں۔ہماری اس خانقاہ کے موجودہ سجادہ نشین اور وقت کے قطب، شیخ المشائخ، خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم (رحمہ اللہ) نے خانقاہ کو اپنی قدیم روِش پر رکھا ہوا ہے۔اور آج بھی اس خانقاہ میں نقشبندیہ طریقے کے مطابق لطائف کے اجراء اور مجاہدات وریاضیات کے ذریعہ اصلاحِ نفس کا طریقہ رائج ہے اور مراقبہ کے ذریعہ احسان کے درجہ تک پہنچانے کا عمل جاری ہے۔اور میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت پاکستان میں یہ واحد خانقاہ ہے جو تصوف اور سلوک کے اسی راستہ کو اپنائے ہوئے ہے جس کی بنیاد ہمارے اکابر نے رکھی تھی۔اس بناء پر اس کا فیض پورے پاکستان میں سب سے زیادہ پھیل رہا ہے۔ہمارے مخدوم بزرگ اور عالمی مجلس ختم نبوت کے امیر مرکزی، شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمہ اللہ اس وقت اپنے اکابر بزرگوں کے مسند نشین ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ان کو ولایت کے درجہ پر فائز فرمایا ہے۔اور بقول شہید ختمِ نبوت مولانا محمد یوسف لدھیانوی نور اللہ مرقدہ آپ قطبِ وقت ہیں۔آپ نے اکابر کی امانت سلسلہ نقشبندیہ کو جس انداز میں اس خانقاہ کے ذریعہ قدیم طریقے سے جاری رکھا ہوا ہے وہ آپ کی عظمت اور اولوالعزمی کا واضح ثبوت ہے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ وسلم تسلیما۔

(تقریظ بر کتاب: تاریخ وتذکرہ، خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ)

☆......☆..........☆......☆

مصنف کتب کثیرہ، وکیل صحابہؓ، یادگار اسلاف حضرت مولانا محمد نافع صاحب دامت برکاتہم العالیہ

محترم المقام جناب مولانا سرفراز حسن خان حمزہ صاحب زید شرفکم وعزکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ   مزاج گرامی!

تسلیمات مسنونہ کے بعد تحریر کیا جاتا ہے کہ آپ کا جوابی ملفوف موصول ہوا،مندرجات سے آگاہی ہوئی۔جواباً تحریر کیا جاتا ہے کہ بندہ مختلف عوارض میں مبتلا ہے اور مزاج میں حد درجہ ضعف آگیا ہے، یادداشت انتہائی کمزور ہوگئی ہے،کسی مضمون کے لکھنے لکھانے کی طاقت نہیں ہے۔

اتنی بات ذکر کی جاتی ہے کہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد مرحوم مغفور اور بندہ دورۂ حدیث میں شریک درس رہے ہیں۔۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء میں دارالعلوم دیوبند میں دورۂ حدیث تمام کیا تھا۔مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ اس سال جیل میں تھے اور دارالعلوم دیوبند تشریف نہیں لائے۔

مزید حالات واحوال فراموش ہو چکے ہیں،کچھ بیان نہیں کیے جاسکتے۔معذرت قبول فرمائیں۔

بندہ اس مسئلہ میں معذور ہے۔والسلام......مع الاحترام......ناچیز محمد نافع عفا اللہ عنہ

☆......☆............☆......☆

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد صدیق صاحب دامت برکاتہم العالیہ

[شیخ الحدیث: جامعہ خیرالمدارس،ملتان]

مکرمی جناب مولانا سرفراز حسن خان صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا گرامی نامہ موصول ہوا،آپ نے حضرت خواجۂ خواجگاں مولانا خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کچھ تأثرات تحریر کرنے کا فرمایا ہے۔

عرض یہ ہے کہ میں نے ایک طالب علم کی حیثیت سے خیرالمدارس کے اندر محدود زندگی گزاری ہے،زیادہ اکابر کے متعلق معلومات نہیں رکھتا۔الا یہ کہ جو حضرات خیرالمدارس میں وارد،صادر ہوئے ان سے مختصر مجلس ہوئی،ان حضرات میں سے خواجۂ خواجگاں مولانا خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔

ایک مرتبہ خواجۂ خواجگاں مولانا خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تقسیم اسناد کے جلسہ میں بطور صدر شریک ہوئے،انہوں نے اس زمانہ کے فارغ التحصیل طلبہ پر دست شفقت پھیرا۔

ایک مرتبہ ختم بخاری کے موقع پر سرپرستی فرماتے ہوئے تشریف لائے،بندہ نے ان کی حاضری میں آخری حدیث پڑھائی،انہوں نے دعا فرمائی۔ان مواقع پر بھی کوئی زیادہ گفتگو کا موقع نہیں نصیب ہوا۔

میں اپنے گمان میں خواجۂ خواجگاں مولانا خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو پنجاب کے لیے خصوصا! اور سارے مسلمانوں کے لیے عموماً ہدایت کا ذریعہ سمجھتا ہوں۔اور یہی گمان بندہ کا حضرت اقدس سید نفیس

الحسینی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق ہے۔ یہ دونوں حضرات میرے اعتقاد کے مطابق مسلمانوں کے لیے یادگارِ اسلاف بلکہ پاسدارِ مسلک اکابر علماءِ دیوبند تھے۔

خواجۂ خواجگاں مولانا خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی امارت میں مجلس ختم نبوت نے جو ترقی کی ہے وہ بے مثال ہے، پاکستان کی یہ جماعت بین الاقوامی جماعت بنی، اس طرح خواجۂ خواجگاں مولانا خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فیوضات سارے عالم میں پھیلے۔

بندہ کو چونکہ ان سے مجالست، مخاطبت، مکاتبت کا موقع میسر نہیں آیا اس لیے ان کی ذات وصفات کے متعلق تفصیل سے تذکرہ نہیں کرسکتا۔

ایک کرامت جو کہ سننے میں آئی، چونکہ اس کا تعلق ملتان سے ہے اس کو درج کرتا ہوں، جو کہ حضرت کی خصوصی شان ہے:

مجلس ختم نبوت کا نیا دفتر جب ملتان میں بنا تو ٹھیکیدار حساب کتاب کا الجھاؤ ڈال کر قبضہ نہیں دیتا تھا اور باوجود مذاکرات کی کثرت کے نہیں مانا تو ایک مرتبہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جلال میں آکر فرمایا: ''قبضہ لے لو! کوئی مزاحمت نہیں ہوگی، چنانچہ جب ختم نبوت کے رضا کار قبضہ کرنے گئے تو بلا مزاحمت قبضہ لے لیا اور کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہیں آیا۔'' (اس واقعہ کی تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں شاہین ختم نبوت مولانا اللہ وسایا مدظلہ کا مضمون ''میر کارواں کی رحلت!'' باب نمبر2 [خادم،حمزہ])

بندہ نے سنا ہے کہ جب اس سلسلہ کے حضرات کوئی ارادہ فرمالیتے ہیں تو مزاحمت نہیں ہوتی۔

اللہ تعالیٰ ان کی برکات جماعت اور ملک پر باقی رکھیں، جماعت اور ملک کو آفات سے محفوظ رکھیں۔ آمین۔ وہ بہت ساری آفات سے وقایہ تھے، اللہ تعالیٰ ان پر کروڑوں رحمتیں برسائے اور ان کے صاحبزادگان کو صحیح جانشین بنائے۔ آمین

فقط والسلام...... بندہ محمد صدیق غفرلہ

☆......☆............☆......☆

یادگار اسلاف حضرت مولانا عبداللہ صاحب دامت برکاتہم

[نائب امیر وسرپرست: جمعیۃ علماء اسلام، پاکستان]

حضرت اقدس شیخنا وسیدنا مولانا خواجہ خان محمد صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کا دنیا سے سفر فرماجانا ہم خدام کیلئے قیامت سے کم نہیں حضرت کی شفقتوں اور دعاؤں سے محروم ہوگئے آج یوں لگتا ہے کہ حضرت کی رحلت سے سلاسل روحانی کی بساط لپٹ گئی ہے خانقاہیں آباد رہیں گی، بیعت وارسلسلے چلتے رہیں گے لیکن

ایسی جامع الصفات ہستیاں اور ایسی عظمت والے لوگ شاید دنیا میں کبھی نظر نہ آئیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو ہماری طرف سے بہت ہی جزائے خیر عطاء فرمائے اور درجات کی بلندیوں سے سرفراز فرمائے اور آپ کا فیضان آپ سے فیض پانے والوں اور آپ کی مبارک مسند پر بیٹھنے والوں کے ذریعہ تا قیامت جاری فرمائے رکھے' آپ کے جانشین حضرت مولانا صاحبزادہ خلیل احمد صاحب کو آپ کے نقش قدم پر چلنے اور اس نور کو پھیلانے کی پوری توفیق عطا فرمائے اور سب صاحبزادگان حضرت مولانا صاحبزادہ عزیز احمد صاحب مولانا صاحبزادہ رشید احمد صاحب' صاحبزادہ سعید احمد صاحب' اور صاحبزادہ نجیب احمد صاحب اور ہم سب خدام کو اپنے فرائض اور ذمہ داریاں پوری کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

احقر ناکارہ محمد عبداللہ......8-5-2010

مہتمم: مدرسہ دارالہدیٰ وجامعہ قادریہ بھکر......نائب امیر: جمعیۃ علماء اسلام پاکستان

☆......☆............☆......☆

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا منظور احمد نعمانی مدظلہ العالی

مدیر وشیخ الحدیث: جامعہ عربیہ احیاء العلوم ظاہر پیر، ضلع رحیم یارخان

حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیو بندی رحمہ اللہ نے اپنی وفات سے 12 روز پیشتر جمعیت علمائے ہند کے منعقدہ اجلاس دہلی میں خطبہ صدارت میں یہ پیغام دیا تھا کہ......اسلام صرف عبادت کا نام نہیں بلکہ وہ تمام مذہبی، تمدنی، اخلاقی اور سیاسی ضرورتوں کے متعلق ایک کامل اور مکمل نظام رکھتا ہے، جو لوگ زمانہ موجودہ کی کشمکش میں حصہ لینے سے کنارہ کشی کرتے ہیں اور صرف حجروں میں بیٹھے رہنے کو اسلامی فرائض کی ادائیگی کیلئے کافی سمجھتے ہیں وہ اسلام کے پاک دامن پر ایک بدنما داغ لگاتے ہیں'' یہی وجہ ہے کہ شیخ الہند کی روحانی اولاد میں ایسی صفات کے جامع افراد ملتے ہیں جنکی زندگی میں حضرت الاستاذ شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیو بندی رحمہ اللہ کا جہاد، علم، عمل، زہد فی الدنیا، معرفت الٰہی، ایثار و قربانی اور باطل سے نبرد آزما ہونے کا حوصلہ ملتا ہے۔ الحمد للہ یہ سلسلہ ایثار قربانی ختم نہیں ہوا۔ ہمارے اکابر کے اخلاص اور قبولیت عند اللہ کا یہ اثر ہے کہ اللہ نے ان کے اخلاف واخیار میں بھی اپنے دین کی خدمت کے لیے مذکورہ صفات کی حامل شخصیات کو پیدا فرمایا۔

مخدوم المشائخ حضرت خواجہ خواجگان مولانا خواجہ خان محمد نور اللہ مرقدہ بھی اسی دور میں اسی طرح کی جامع ترین شخصیت تھے، اپنے اسلاف واکابر کے کمالات کے آئینہ دار تھے، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی پوری طرح سرپرستی فرماتے رہے، باوجود ضعف اور علیل ہونے کے اکثر ختم نبوت کے پروگراموں میں

شرکت کرتے اور اہل حق کی تمام مذہبی، دینی، سیاسی جماعتوں کے سرپرست تھے۔ میرے مربی و مشفق امام اہل سنت شیخ الحدیث حضرۃ مولانا محمد سرفراز خان صفدر قدس سرہ اور محبوب العلماء حضرۃ سید انور حسین نفیس شاہ صاحب الحسینی قدس سرہ کی وفیات کے بعد اکثر سالکین اپنا رخ کندیاں شریف کرتے اور اس گلستان میں نغمہ سرائی کرتے، لیکن آج وہ عظیم ہستی بھی ہم سے جدا ہوگئی، مفارقت کا غم سخت ہے لیکن مایوسی نہیں، الحمدللہ حضرت نے اپنے پیچھے باصلاحیت اخلاف چھوڑے ہیں جو اس گلستان کو آباد رکھیں گے۔ ان شاءاللہ

احفاد محبوب کے فرمان پر انکی حوصلہ افزائی کیلئے چند سطور نذر قرطاس کردی ہیں ورنہ مضمون نگاری سے نہ دلچسپی ہے اور نہ ہی اس کا ملکہ، نیز خریداران یوسف کی طرح فہرست میں شامل ہونے کیلئے میدانِ کافوری کو فرس خامہ کا جولان گاہ بنایا ہے۔

بقول شاعر...... ؎

اجازت ہو تو آ کر میں بھی انمیں شامل ہو جاؤں
سنا ہے کل ترے در پہ ہجوم عاشقاں ہوگا

دعا ہے کہ رب کریم میرے سب اکابر کے ساتھ خصوصی رحم و کرم کا معاملہ فرمائیں اور انکے جانشینوں کو انکے طریق پر استقامت کے ساتھ چلنے کی توفیق مرحمت فرمائیں۔ (آمین) یارب تو کریمی و رسول تو کریم صد شکر کہ ہستیم میانِ دو کریم۔

☆......☆............☆......☆

فقیہ وقت حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہ العالی

[صدر: جامعہ دارالعلوم کراچی]

محترم جناب سرفراز حسن خان حمزہ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے مزاج گرامی بعافیت ہو!

گرامی نامہ سے معلوم ہو کر مسرت ہوئی کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیرِ مرکزی وروحِ رواں، شیخ المشائخ حضرت خواجہ خان محمد صاحب۔ قدس اللہ سرہ۔ کی سیرت و کردار اور نقوشِ حیات کے بارے میں ''مجلّہ صفدر گجرات'' نے خصوصی اشاعت کا فیصلہ کیا ہے، اور ناچیز سے اس میں قلمی حصہ لینے کی فرمائش کی ہے۔

میرے لیے یہ بڑی سعادت ہوگی کہ اس میں کچھ حقیر حصہ ناچیز کا بھی شامل ہوجائے، ''ماہنامہ البلاغ'' کے شمارۂ جمادی الثانیۃ ۱۴۳۱ھ/جون ۲۰۱۰ء میں، حضرت قدس اللہ سرہ۔ کے بارے میں ایک مضمون شائع ہوا ہے، جو اگرچہ لکھا ہوا تو مولانا عزیز الرحمٰن صاحب کا ہے، مگر میرے دل کی آواز ہے، اس لیے اسی مضمون کو میری اور مولانا عزیز الرحمٰن صاحب کی طرف سے تصور کر کے اگر شائع کر دیں تو میرے لیے باعثِ مسرت ہوگا۔

اس مضمون کی فوٹو کاپی منسلک ہے۔ والسلام......محمد رفیع عثمانی عفا اللہ عنہ

☆......☆............☆......☆

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی

گرامی قدر مکرم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ ملا۔ بندہ کو اپنی اس محرومی کا سخت افسوس ہے کہ بندہ حضرت شیخ المشائخ، حضرت خواجہ خان محمد صاحب قدس سرہ سے استفادہ نہ کرسکا، اور بہت کم نیاز حاصل کرنے کا موقع ملا، اور اتفاق سے ابھی چند ماہ پہلے یہ ارادہ کیا تھا کہ شعبان کی تعطیلات میں کچھ وقت حضرت رحمہ اللہ کی خانقاہ میں گزارنا نصیب ہو۔ لیکن اس سے پہلے ہی حضرت رحمہ اللہ واصل بحق ہوگئے۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون**۔ اپنی اس محرومی کی وجہ سے بندہ حضرت رحمہ اللہ پر کچھ لکھنے کا اہل نہیں ہے، اس لیے معذرت کے سوا چارہ نہیں۔

والسلام...... بندہ محمد تقی عثمانی......۱۸-۶-۱۴۳۱ھ

☆......☆............☆......☆

حضرت مولانا نوراشرف ہزاروی صاحب مدظلہ العالی

[استاذ الحدیث: جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام جہلم]

پیر طریقت، رہبر شریعت، اکابرین دیوبند کے مشن کے امین، ختم نبوت کے پروانے اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر حضرت خواجہ خان محمد صاحب نور اللہ مرقدہ کی وفات حسرت آیات نے زمرۂ علماء میں عظیم خلاء پیدا کر دیا ہے، ؎ بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا۔

بندہ ان کے حالات سے زیادہ واقف نہیں کہ کچھ زیادہ لکھ سکوں، صرف ایک بار ان کی زیارت اور مجلس میں حاضری کا موقع ملا، 1982ء میں احقر جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی میں دورۂ حدیث شریف پڑھ رہا تھا تو وہاں حضرت تشریف لائے، عصر کے بعد ایک باغیچے میں ان کے لیے نشست گاہ بنائی

گئی، جامعہ کے اساتذہ کرام اور طلبہ کافی تعداد میں مغرب تک ان کی مجلس میں بیٹھے رہے، آپ کا معمول عام طور پر خاموشی کا تھا، یاد نہیں کہ اس وقت کچھ ارشاد فرمایا ہو۔

عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور مرزائیت کے رد میں آپ کی خدمات کسی سے پوشیدہ نہیں، اسی طرح ہزاروں انسانوں کی اصلاح باطنی کر کے ان کے دلوں کی دنیا بدل دی، بے شمار انسانوں کو گمراہی اور بداعمالی کے دلدل سے نکال کر صراطِ مستقیم اور اعمال صالحہ پر گامزن کیا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت کے جنازہ میں بھی شرکت کا موقع نصیب فرمایا، انسانوں کا جم غفیر اور ٹھاٹھیں مارتا سمندر آپ کی عنداللہ مقبولیت کا مظہر تھا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی خدمات کو قبول فرما کر جنت الفردوس میں مسکن عطاء فرمائے اور ہم ناکاروں کو بھی ان کے مشن کو جاری رکھنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

☆......☆............☆......☆

بطل جلیل، امام انقلاب قائد جمعیت حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدظلہ العالی

[امیر: جمعیۃ علماء اسلام پاکستان]

(۱)

نحمده ونصلى علىٰ رسوله الكريم۔ وبعد

خانقاہ سراجیہ کا نام آتے ہی علماء حق علماء دیوبند کی خدمات جلیلہ کے اس شعبہ کا تصور خود بخود ذہن میں آجاتا ہے جسے شریعت کی اصطلاح میں تصوف وسلوک سے تعبیر کرتے ہیں اور قرآن کریم اور نبی آخرالزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کو تزکیہ نفس واحسان سے معنون فرمایا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق امت کے علماء وصلحاء نے اپنے اپنے ادوار میں جہاں علوم قرآن وحدیث اور سنت وحکمت کی حفاظت واشاعت کے لیے بے بہا قربانیاں دیں اور اپنے آپ کو گوناگوں علوم کی خدمت کے لیے وقف کیا اسی طرح امت کے افراد کے تزکیہ نفس کے لیے صلحاء ومشائخ کے ایک بہت بڑے طبقے نے اپنی زندگیاں وقف کیں اور انہوں نے خود بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی طرح ریاضت ومجاہدات کا راستہ اختیار کیا اور تزکیہ نفس کے طالبین کو بھی ریاضت ومجاہدات کے ذریعہ منزل مقصود تک پہنچانے کی کوشش میں عمر بھر مصروف رہے۔ یہ حضرات کثرت ذکر کی بناء پر خود بھی فلاح وکامیابی کی طرف گامزن رہے اور اپنے مریدین اور متعلقین کو بھی اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف یوں لگائے رکھا کہ وہ چلتے پھرتے اور اپنے کام میں مشغولیت کے باوجود ذکراللہ میں منہمک ہو گئے۔ گذشتہ دو صدیوں سے علماء حق علماء دیوبند جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے مقاصد اربعہ کی تکمیل کے لیے مختلف گوشوں میں مصروف رہے ہیں، ان

کے اکابرین نے اس شعبہ سے بھی صرف نظر نہیں کیا، بلکہ انہوں نے شریعت وطریقت، احکامات اور تصوف وسلوک کا ایک ایسا حسین امتزاج بنایا کہ جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے میں احادیث مبارکہ اور تاریخ اسلام کے ذخیرہ سے شہادت ملتی ہے کہ **"رھبان باللیل اور فرسان فی النھار"** کہ وہ رات کو صرف خدا سے لو لگائے ہوئے دنیا و مافیہا، گھربار اور بیوی بچوں سے الگ تھلگ ذکر اللہ اور تہجد میں مصروف ہیں تو دن میں میدان جہاد میں دادِ شجاعت دے رہے ہیں اور ان کی یہ حالت قرآنی آیت کریمہ ''الذین یذکرون اللہ قیاماً وقعوداو علی جنوبھم'' کا مصداق ہوتی تھی۔ یہی صورت حال ہمیں دارالعلوم دیوبند کے اکابر میں نظر آتی ہے کہ وہ دن بھر قال اللہ وقال الرسول میں مشغول رہتے اور رات کی تنہائی میں اللہ تعالیٰ سے راز و نیاز میں مصروف ہوتے۔ ان کی گریہ زاری اور خشیت کے بارے میں آتا ہے کہ ان کا رونا بلکنا بڑے بڑے سخت دلوں کو غمزدہ کر دیتا تھا۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی اور حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی رحمہما اللہ کا راتوں کو رونا بڑے بڑے لوگوں کے دلوں کو دہلا دیتا تھا۔ اکابر علماء دیوبند کی عظیم شان یہ تھی کہ تصوف وطریقت کی راہ کو شریعت کے ایسا تابع کیا کہ کسی کے اس راستہ سے گمراہ ہونے کا راستہ بالکل ہی بند ہو کر رہ گیا۔ اس راہ کو بدعات جذب کی بے اعتدالیوں اور گمراہوں کی بداعمالیوں سے ایسا محفوظ رکھا کہ جس نے بھی اس راستہ میں قدم رکھا وہ منزل مقصود پر پہنچ کر ''احسان'' اور ولایت کے درجہ پر فائز ہو گیا۔

جن علماء اور مشائخ عظام نے اس سلسلہ میں گراں قدر خدمات انجام دی ہیں ان میں خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، کندیاں، ضلع میانوالی کو ایک نمایاں مقام حاصل ہے۔ یہ خانقاہ عرصہ دراز سے عامۃ المسلمین کی اصلاح نفس کے لیے ایک ایسی منزل ہے جس سے ہر عام وخاص فیض حاصل کرتا ہے۔ یہاں رات بھر اللہ اللہ کی صدائیں گونجتی ہیں تو فجر کے بعد مراقبہ کے ذریعہ تصوف وسلوک کی کٹھن منازل طے ہوتی ہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ شیخ کو کسی تقریر کی ضرورت نہیں جیسا کہ مروجہ خانقاہوں کا دستور ہے۔ بلکہ شیخ کی خاموشی اور نگاہوں کا تصرف ہی مریدین کی زندگیوں کا رخ بدل رہا ہے۔ جب بیعت کے ذریعہ توجہ کا راستہ کھلتا ہے تو پہلے ہی سبق میں تلقین کی جاتی ہے کہ اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے اس تصور میں رہو کہ تمہارا دل اللہ اللہ کے نام سے دھڑکتا ہے اور رحمت خداوندی کی تجلیات اس پر پڑ رہی ہیں۔ رات کو غفلت کی نیند سے پہلے استغفار اور درود شریف اور دن کا آغاز استغفار اور درود شریف سے کرا کر غفلت سے بیدار رہنے کی تلقین کی جاتی ہے جبکہ دوسرے تیسرے سبق ہی سے شیخ کی ایک جنبش انگشت سے قلب جاری ہونے کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے اور پھر مرید اور طالب اصلاح کو مجاہدات کی بھٹی میں کندن بنانے کے لیے ڈال دیا جاتا ہے۔ اور 32 سے زائد

مجاہدات سے پر لطائف مرید کو عام انسان کی صف سے نکال کر اہل اللہ اور اولیاء اور اقطاب کی صف میں شامل کر دیتی ہیں۔ موجودہ دور میں غالباً یہی خانقاہ ہے جو سلسلہ نقشبندیہ کے اصل طریقے کے مطابق مجاہدات کے طویل سلسلے کی بھٹی سے گزارنا اب بھی مرید کی اصلاح کے لیے ضروری گردانتی ہے۔ اس وقت خانقاہ کی مسند کی زینت ورونق شیخ المشائخ خواجہ خوجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب ہیں جو اس دور کے قطب وقت، ولی کامل اور مستجاب الدعوات بزرگ ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ حضرت اقدس ہی وہ ہستی ہے جنہوں نے مسلک حقہ علماء دیوبند کو ایک لڑی میں پرو رکھا ہے۔ وادی تصوف وسلوک ہو یا میدان خاردار سیاست، دینی مدارس ہوں یا دعوت وتبلیغ کا شعبہ اور خانقاہ میں اصلاح کی مجالس، حضرت اقدس نہ صرف وہاں کے میر محفل بلکہ ہم سب کی ضرورت ہیں۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے آپ کی قیادت وامارت میں یورپی اور افریقی ممالک میں عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے جھنڈے لہرائے، جبکہ جمعیت علماء اسلام نے حضرت کی سرپرستی اور رہنمائی میں اپنے سیاسی سفر کو کامیابی سے ہمکنار کیا۔ آج ہم سب کی نگاہوں کا مرکز حضرت اقدس کی ذات ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے وہ حضرت اقدس کا سایہ تادیر ہم سب پر سلامت رکھے۔ (تقریظ بر کتاب تاریخ وتذکرہ خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ [ص29 تا31]

(۲)

نحمده ونصلی علیٰ رسوله الكريم۔ وبعد

خانقاہ سراجیہ اپنی روحانی خدمات کے حوالہ سے ایک روشن اور انوار بھری تاریخ کا نام ہے، ہم سب کے مخدوم اور پیشوا حضرت خواجہ خان محمد صاحب نور اللہ مرقدہ وقدس اللہ سرہ العزیز جو آج کی دنیا میں سراج منیر تھے اور جن کی امامت میں خانقاہ سراجیہ مینارۂ نور بن کر اُفق عالم پر چمکی، کی رحلت امت کے لیے بالعموم اور اپنے حلقہ ارادت وعقیدت کے لیے بالخصوص کسی صاعقے اور ایک بڑے سانحے سے کم نہیں، اور جسے موت العالم موت العالم کا مصداق تصور کیا جا رہا ہے۔

ایک ایسے وقت میں جب کہ امت کی کشتی بھنور میں ہے، ہر جہت سے طوفانوں میں گھری ہوئی ہے، ہر دل ہر لحاظ سے فکر مند ہے کہ کس طرح اپنی منزل کی جانب رواں دواں یہ کارواں کامیابی کے ساحل سے ہمکنار ہوگا؟ اس جائز احساس کے ساتھ لازم ہے کہ حضرت رحمہ اللہ کے متوسلین اور متعلقین ایک نئے عزم کے ساتھ خود کو منظم کریں، رجوع الی اللہ کریں، اور عزم وعمل اللہ کی تائید ونصرت کا اجل ذریعہ ہے۔

اللہ کا شکر ہے کہ اس نے حضرت رحمہ اللہ کو باصلاحیت اولاد عطا کر دی ہے، حضرت برادر مکرم صاحبزادہ خلیل احمد صاحب نے خانقاہ کے روحانی سلسلے کو جاری رکھنے کی ذمہ داری لے لی، حضرت برادر مکرم

صاحبزادہ عزیز احمد صاحب عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور جمعیۃ علماء اسلام کے محاذ پر اپنی خدمات جاری رکھنے کا اعلان کر چکے ہیں۔ برادران گرامی حضرت رشید احمد، سعید احمد و نجیب احمد ان میدانوں میں اپنے بھائیوں کی مکمل اعانت اور بھرپور تائید کا عزم ظاہر کر چکے ہیں۔

رب العالمین خدمات دینیہ کے اس سلسلے کو جاری وساری رکھنے کی توفیق کے ساتھ کامیابیوں سے سرفراز فرمائے۔آمین

فضل الرحمٰن......خادم جمعیۃ علماء اسلام پاکستان

8-5-2010

☆......☆............☆......☆

شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ العالی

صاحبزادگان حضرت مولانا عزیز احمد صاحب، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب، حضرت جناب سعید احمد صاحب دیگر اعزہ واقارب عظم اللہ اجورکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

حضرت مخدوم عالم، شیخ المشائخ قدس سرہ کا سانحہ وفات پوری علمی، دینی، روحانی دنیا کا سانحہ ہے اور ہم سب مستحق تعزیت ہیں۔ جنازے میں شرکت مقدر میں نہیں تھی، ایک اندوہناک ایکسیڈنٹ کا سامنا کرنا پڑا، گاڑی تباہ ہوگئی، مگر آپ حضرات کی دعاؤں سے میں بالکل محفوظ رہا، اس کے بعد خبر نشر ہونے کی وجہ سے اب تک لوگوں کی آمد کا سلسلہ جاری ہے اور صحت بھی فوری طور پر سفر کی متحمل نہیں، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے لیے ایصال ثواب اور تعزیت کا سلسلہ جاری ہے، یہ کمی اور خلا پورا نہیں ہو سکے گا۔

حضرت نے زندگی بھر شفقت اور محبت سے نوازٹوٹی پھوٹی اور حقیر سی کوششوں میں حوصلہ افزائی فرماتے رہے حق تعالیٰ ان فیوضات اور برکات کو آپ حضرات کے ذریعے جاری وساری رکھے جنازے میں عزیزم حافظ عرفان الحق دیگر احباب کے ساتھ اور پورے علاقے سے جمعیت علمائے اسلام، خدام علماء کرام نے شرکت فرمائی۔

اب جناب مولانا سید یوسف شاہ صاحب جنرل سیکرٹری جمعیت علماء اسلام (س) سرحد اور میاں محمد عارف ایڈووکیٹ گوجرانوالہ وغیرہ حضرات کو اپنی طرف سے نیابۃً تعزیت کیلئے بھیج رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو ان کے عظیم مشن اور مقاصد کی تکمیل کی توفیق نصیب فرماویں۔

دارالعلوم حقانیہ اور پوری جمعیت شریک تعزیت ہے حق تعالیٰ آپ سب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

سمیع الحق......خادم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

☆......☆............☆......☆

جانشین فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالقدوس ترمذی مدظلہ العالی

آج مورخہ یکم جمادی الاخریٰ ۱۴۳۱ھ بروز اتوار بمطابق 16 مئی 2010 صبح گیارہ بجے خانقاہ سراجیہ کندیاں ضلع میانوالی میں برادرم جناب مولانا محمد اشرف علی صاحب [مہتمم: مدرسہ اسلامیہ محمودیہ سرگودھا] اور برادرم جناب قاری شرافت اللہ صاحب پانی پتی [مہتمم: مدرسہ فتحیہ امدادیہ سلانوالی] کے ہمراہ بغرض تعزیت شیخ المشائخ حضرت خواجہ خان محمد صاحب قدس سرہ حاضری ہوئی صاحبزادہ حضرت مولانا خلیل احمد مدظلہ، جانشین حضرت اقدس صاحب سے ملاقات اور تعزیت کی۔

حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ سے احقر کے والد گرامی حضرت مولانا مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے پرانے اور گہرے مراسم تھے۔ احقر ناکارہ بھی کئی مرتبہ حضرت والد گرامی کے ہمراہ یہاں حاضر ہوتا رہا اور انکی وفات کے بعد بھی کئی بار حاضری ہوئی، ہر مرتبہ حضرت کی شفقت وعنایت اور دعاؤں سے مشرف ہونیکی سعادت ملتی رہی اور یہاں کے پرانوار ماحول میں جو لمحات گزرے، احقر کیلئے وہ انتہائی غنیمت اور سعادت کا باعث رہے۔ حضرت کا حادثۂ وفات وارتحال یقیناً

ولکنہ بنیان قوم تھدما......اور......**موت العالم موت العالم**

کا مصداق اور آپ کی جدائی پسماندگان کے لیے ناقابل برداشت ہے، لیکن یہاں جو آیا ہے جانے کیلئے آیا ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے

یہ دنیا نہیں دل لگانے کے قابل
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

حق تعالیٰ کے ارشاد گرامی **''کل نفس ذائقۃ الموت''** کے مطابق حضرت اقدس بھی اپنے مقررہ وقت پر دارفانی سے انتقال فرما گئے ہیں۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون**

حق تعالیٰ نے آپ کو بڑی طویل عمر عطا فرمائی، بفضلہ تعالیٰ آپ نے ساری زندگی دین حق کی سربلندی کیلئے مختلف خدمات سرانجام دیں اور اصلاح وارشاد کے ذریعہ امت کو دین حق پر گامزن فرمایا۔ آنجناب کے صفات جاری ہیں، آپ کے لاکھوں متوسلین کے علاوہ آپ کے فرزندانِ گرامی بہترین صدقہ جاریہ ہیں، بطور خاص صاحبزادہ گرامی حضرت مولانا عزیز احمد اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب حضرت کے مشن کو آگے بڑھانے میں پیش پیش ہیں اللہ تعالیٰ حضرت کے درجات کو بلند فرمائیں اور آپ کے اخلاق کو

دین کی خدمت اور سلسلہ عالیہ مجددیہ نقشبندیہ کی نشرواشاعت کیلئے مزید توفیقات عطا فرمائیں اور یہ چشمۂ فیض ہمیشہ جاری وساری رہے۔آمین۔

احقر عبدالقدس ترمذی غفرلہ......جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا

بندہ محمد اشرف علی......خادم جامعہ اسلامیہ محمودیہ سرگودھا

شرافت اللہ پانی پتی......خادم جامعہ امدادیہ فتحیہ تعلیم النساء سلانوالی ضلع سرگودھا

☆......☆............☆......☆

حضرت مولانا قاری قیام الدین الحسینی صاحب مدظلہ العالی

ان للہ ماآخذ ولہ ما اعطی و کل شیء عندہ باجل مسمی

ہمارے شیخ عارف باللہ حضرت مولانا خان محمد صاحب قدس سرہ العزیز روایاتِ اسلاف کے امین، اتباع سنت کی سچی تصویر، علم وعمل کے پیکر، محقق اکابر کے منظور نظر، تحمل وحوصلہ اور حلم وبردباری کے پہاڑ، تزکیہ واحسان میں ڈھلی ہوئی شخصیت اور اعلیٰ ترین انسانی اوصاف واخلاق کے گل سرسبد تھے۔قابل رشک طریقہ پر اپنا مقصدِ حیات اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کا پرچم بلند کر کے زبان حال سے یہ فرماتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوگئے

لائی حیات،آئی قضا لے چلی، چلے
اپنی خوشی نہ آئے، نہ اپنی خوشی چلے
مت سہل ہمیں سمجھو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

تعزیت کس کی کس سے کریں؟ ان کی شفقت ومحبت کی گھنی چھاؤں تو ایک دنیا پر تھی، ہم سارے ہی لائق تعزیت ہیں۔راقم الحروف نے اپنی زندگی میں ایسا حوصلہ کا پہاڑ اور اپنی خدا رسیدہ خلوت وخاموشی سے تزکیہ واحسان اور رشد واصلاح کے انمول موتی بکھیرنے والا نہیں دیکھا۔باری تعالیٰ ہم ان کے منتسبین وارادت مندوں اور ان کے اخلاف کو ان نقوشِ قدم پر چلنے کی دائمی توفیق عطا فرمائے۔آج حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات کے آٹھویں روز اپنے پنڈ دادنخان کے رفقائے کرام حبیب اللہ مدنی، محمد حسن، عزیز طاہر، محمد ریاض، حافظ عبدالستار، محمد ادریس صاحبان کے ہمراہ خانقاہ سراجیہ میں تعزیۃً حاضری ہوئی۔قبرِ مرشد پر کھڑے ہو کر دل غم واندوہ میں غرق، آنکھیں پرنم ہوگئیں اور موقع کی مناسبت سے سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنھا کا درد بھرا جملہ دماغ میں گھومتا رہا جو انہوں نے اپنے ابا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی

تدفین کے موقع پر فرمایا تھا

هل طابت انفسكم ان تحثو التراب على رسول الله ﷺ

اب یہ جملہ ارادتمندان واخلاف کی ذمہ داری ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی مساعی ختم نبوت، تعلیم وتزکیہ اور دفاعِ اسلام سے متعلقہ فرائض کے لگائے ہوئے گلشن کو تروتازہ اور سدا بہار رکھیں حضرت کی روح پرفتوح نے بزبان حال یہ کہتے ہوئے جسد عنصری کو خیر آباد کہا ہوگا۔

پھلا پھولا رہے یارب چمن میری امیدوں کا
جگر کا خون دے دے کر یہ بوٹے میں نے پالے ہیں

والسلام......غمزدہ وحزین......**قیام الدین الحسینی**......**12-5-2010**

خادم: ادارہ اشرفیہ فیض القرآن، پنڈدادنخان (جہلم)

☆......☆............☆......☆

فخر جمعیۃ حضرت مولانا عبدالغفور حیدری مدظلہ العالی

نحمده و نصلى على رسوله الكريم ......اما بعد

مرشد العلماء والمجاہدین، شیخ المشائخ، حضرت اقدس مولانا خواجہ خان محمد صاحب نوراللہ مرقدہ کی وفات سے روحانی اور خانقائی نظام میں جو خلاء پیدا ہوا ہے یہ شاید ایک طویل عرصہ تک پر نہیں ہوسکتا۔ حضرت اقدس خواجہ صاحب نوراللہ مرقدہ صرف خانقاہ سراجیہ کے گدی نشین نہیں تھے، بلکہ ملک کی تمام دینی تنظیموں کی سرپرستی فرمارہے تھے، بالخصوص عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے حوالے سے جو خدمات سرانجام دیں، شاید تاریخ میں اسکی مثال ملنا مشکل ہو، حضرت اقدس زندگی بھر غدارانِ ختم نبوت اور منکرینِ رسالت مآب اور مرتدین کا تعاقب کرتے رہے انہیں سر اٹھانے نہیں دیا۔ گزشتہ سال اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی حضرت اقدس کی بیعت سے سرفراز فرمایا، میرے لیے بڑی سعادت کی بات ہے۔

مجھ جیسے لاکھوں لوگ حضرت اقدس کے فیوض وبرکات سے مستفید ہورہے ہیں، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت اقدس کے فیوض وبرکات کو قیامت تک جاری وساری رکھے۔ آمین۔

والسلام......عبدالغفور حیدری

سینٹر چیف وہپ: سینٹ آف پاکستان

سیکرٹری جنرل: جمعیۃ علماء اسلام پاکستان **21-5-2010**

☆......☆............☆......☆

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی جمیل الرحمٰن مدظلہ العالی

حضرت اقدس نور اللہ مرقدہ کی تعزیت کے لیے حاضری صرف اس مقصود کیلئے ہے کہ شائد یہی بخشش کا ذریعہ بن جائے۔موت ایک اٹل فیصلہ ہے جو ہر انسان کیلئے ہے،لیکن کسی کی موت صرف گھر والوں کیلئے صدمہ کا باعث بنتی ہے اور کسی کی موت ایک علاقہ کیلئے اور کسی کی موت پورے عالم کیلئے ہوتی ہے۔حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ بھی انہیں لوگوں میں سے تھے۔اللہ تعالیٰ انکی دینی خدمات کو قبول فرمائے اور ان کے روحانی فیض کو تا قیامت جاری اور ساری رکھے۔آمین۔بجاہ النبی الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

جمیل الرحمٰن......خادم جامعہ عربیہ اظہار الاسلام، چکوال

[بانی: قائد اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین نور اللہ مرقدہ]......21-5-2010

0300-5785903

☆......☆............☆......☆

مناظر اسلام، وکیل صحابہ و اہل بیت حضرت مولانا محمد عمر قریشی مدظلہ العالی

محترم جناب حضرت صاحبزادہ صاحب زید مجدھم

انا للہ وانا الیہ راجعون. آج حضرت کی وفات حسرت آیات کے سبب صرف آپ ہی یتیم نہیں ہوئے بلکہ ہر مسلمان ہر اسلامی تحریک اپنے دعا گو اور محسن و سرپرست سے محروم ہوگئی ہے۔بحمداللہ نماز جنازہ پر حاضری ہوئی تھی مگر جم غفیر کے سبب ملاقات نہ ہوسکی۔اللہ تعالیٰ آپکی بمعہ احباب خانقاہ شریف کی حفاظت فرمائے۔آمین۔

محمد عمر قریشی

سجادہ نشین: خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ ہاشمیہ

مدیر: **مدرسہ فرقانیہ دار المبلغین**...... خطیب: مرکزی جامع مسجد نقشبندی

کوٹ ادو، ضلع مظفر گڑھ......0300-7480162

☆......☆............☆......☆

مناظر اسلام حضرت مولانا عبدالغفار تونسوی مدظلہ

[صدر: تنظیم اہل السنۃ والجماعۃ پاکستان]

احقر کو شیخ المشائخ حضرت خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ سے دلی عقیدت ہے' حضرت کی زیارت

بار ہا نصیب ہوئی آپ کے فرزند گرامی برادر محترم مولانا عزیز احمد صاحب مدظلہم اور بندہ ناچیز دار العلوم کبیر والا میں اکٹھے پڑھتے رہے ان کی دعوت پر خانقاہ سراجیہ میں حاضری بھی ہوئی اور حضرت اقدس کی خاص شفقت وعنایت دیکھنے میں آئی حضرت صحیح معنیٰ میں عالم باعمل اور اپنے اسلاف کے صحیح جانشین اور ان کے علوم ومعارف کے امین تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے وقت کا امام اور قطب بنایا تھا لاکھوں متوسلین اور متعلقین واحباب دنیا بھر میں آپ کے عقیدت منداور نام لیواہیں باوجود یہ کہ حضرت کم گو تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کے سکوت میں جوسکینہ رکھا تھا اس پر ہزاروں کلام قربان کئے جاسکتے ہیں' اس دور میں نام نہاد صوفیاء نے تصوف کو بدنام کردیا ہے حالانکہ تصوف سلوک احسان تزکیہ نفس کی اہمیت سے کوئی شخص بھی انکار نہیں کرسکتا اولیاء کرام اللہ تعالیٰ کی صحیح معرفت اور پہچان رکھتے ہیں قلوب کی صفائی سے وہ مخلوق خدا کو خدا تعالیٰ تک پہنچاتے ہیں اسی لئے ان کی خانقاہیں دکان معرفت کہلاتی ہیں جہاں سے عشق الٰہی کا سبق ملتا ہے۔حضرت اقدس اسی معنی میں ایک باخدا عارف باللہ اور صوفی ہی نہیں بلکہ امام الصوفیاء تھے ایسے حضرات صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں۔حضرت نے طویل عمر پائی اور بہت کام کیا' تمام دینی جماعتوں کی آپ نے سرپرستی فرمائی۔ ہمارے ملک میں روافض اور فرق باطلہ کی تردید احقائق حق اور صحیح دعوت وتبلیغ کا کام کرنے والی قدیم اور پہلی جماعت تحریک تنظیم اہل السنّت والجماعت ہے جس کی خدمات روز روشن کی طرح واضح ہیں حضرت اقدس مولانا خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ اس کیلئے دعا گو رہے اور میرے والد ماجد استاذ المناظرین حضرت علامہ محمد عبدالستار تونسوی مدظلہم کی خدمات کو آپ نے ہمیشہ پسند فرمایا اور سراہا' حضرت کے اٹھ جانے سے جہاں اہل حق کی دیگر جماعتیں متاثر ہوئیں وہیں تحریک تنظیم اہل سنت والجماعت کو بھی آپ کی سرپرستی اور دعاؤں سے محرومی ہوئی' ایسے حضرات کا اٹھ جانا یقیناً قومی حادثہ ہے اللہ تعالیٰ حضرت کے خاندان اور آپ کے فرزندان گرامی کو صحیح معنی میں آپ کا جانشین اور دین کا خادم بنائیں اور چشم فیض خانقاہ عالیہ سراجیہ اور مدرسہ کے فیض کو ہمیشہ جاری رکھیں' آمین۔فقط......احقر عبدالغفار تونسوی غفرلہ

☆......☆............☆......☆

مناظر اسلام مولانا مفتی محمد شاہد مسعود مدظلہ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد

خانقاہ عالیہ سراجیہ شریف میں بسلسلہ تعزیت قطب الارشاد خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ [سجادہ نشین: خانقاہ سراجیہ] حاضری ہوئی، حضرت شیخ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے عظیم راہنما تھے، جب بھی حاضری ہوئی قلب وروح کی تسکین کا باعث ہوئی، حضرت کی تمام زندگی شریعت و

طریقت کی جامع تھی، حضرت کا دنیا سے جانا پوری امت مسلمہ کیلئے عظیم سانحہ ہے، اللہ جل شانہ حضرت کے درجات کو مزید بلند فرمائے، متوسلین کو صبر جمیل عطاء فرمائے، حضرت کے سلسلہ عالیہ کو اطراف عالم میں پھیلائے، حضرت شیخ جہاں سلسلہ عالیہ کے متوسلین کو سیراب فرمارہے تھے وہاں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے باقاعدہ امیر بھی تھے، علاوہ ازیں ملک میں کوئی تحریک جو اسلام کی بقاء کیلئے تھی ایسی نہ تھی آپ جن کے سرکا تاج نہ تھے، آپ کی وفات پوری امت مسلمہ کیلئے بالعموم اور اہل سنت کیلئے بالخصوص ایسا عظیم سانحہ ہے کہ شاید یہ خلاء صدیوں میں پورا ہو سکے گا۔ اللہ جل شانہ ہمیں حضرت کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائے اور حضرت کے جانشین حضرت اقدس ابوسعد صاحبزادہ خلیل احمد صاحب کے ذریعے سلسلہ عالیہ کے فیض کو اطراف عالم میں پھیلائے اور حضرت صاحبزادہ صاحب کے علم و عمل زہد و تقوی میں برکت نصیب فرمائے۔ آمین۔ بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

محتاج دعا......محمد شاہد مسعود......دارالعلوم فاروق اعظم سیٹلائٹ ٹاؤن سرگودھا

☆......☆............☆......☆

حضرۃ مولانا مفتی عبدالمعید مدظلہ

[خطیب: جامع مسجد بلاک نمبر ا سرگودہا]

حضرت شیخ المشائخ قطب الاقطاب سیدی و مرشدی مولانا الحاج خواجہ خان محمد نور اللہ مرقدہ کا دنیا سے آخرت میں انتقال ہمارے لئے ایک عظیم صدمہ ہے جسکی تلافی ناممکن ہے ہمارا حضرت صاحب سے بہت پرانا وطنی تعلق تھا حضرت کا آبائی گاؤں موضع کھولہ جس میں ہمارے نانا حاجی حکیم عبدالجبار مرحوم رہائش پذیر تھے، اسی طرح بندہ کے جدامجد امام اولاولیاء حضرت مفتی محمد شفیع سرگودھوی بانی سراج العلوم سرگودہا اعلی حضرت بانی خانقاہ سراجیہ کے خلیفۂ اعظم تھے۔ حضرت مذکور کے جملہ خاندان سے ہمارے سارے خاندان کا بہت گہرا تعلق ہے، ہم نے بہت قریب سے دیکھا ہے حضرت کی بیرونی اندرونی زندگی سے بخوبی واقف ہیں۔ خدا شاہد ہے کبھی حضرت کا تھوکنا بھی خلاف سنت نہیں دیکھا، حضرت اپنے وقت کے ولی کامل تھے جسکا زندہ ثبوت حضرت کی نماز جنازہ ہے جو ملک پاکستان کا سب سے بڑا جنازہ تھا وہ بھی اس ریگستان کے علاقہ میں۔ اللہ تعالیٰ حضرت کے درجات بلند کرے اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

مفتی عبدالمعید......

خطیب: مرکزی جامع مسجد بلاک نمبر 1 سرگودہا، خادم: جامعہ سراج العلوم، سرگودہا

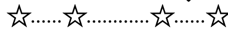


برادر قائد جمعیۃ حضرت مولانا عطاء الرحمٰن مدظلہ العالی

حضرت اقدس خواجہ خواجگان محترم مولانا خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وجود کائنات میں برکات کا بہت بڑا ذریعہ تھا۔کسی بھی عظیم المرتبت انسان کا دنیا سے رخصت ہونا۔دنیا کے کاروبار میں خلل کا باعث نہیں ہوتا البتہ برکات ختم ہوجاتی ہیں حضرت اقدس کے جانے سے جہاں خانقاہ سراجیہ یا خانقاہوں کو ناقابل تلافی نقصان ہوا ہے وہاں ہر شعبۂ زندگی میں دین سے وابستہ ہر طبقے کو نقصان ہوا ہے۔بظاہر مستقبل میں ازالہ ممکن نظر نہیں آتا۔حضرت اقدس اس دور میں تمام طبقوں علماء کرام اور عوام الناس سب کے لیے شجر سایہ دار تھے۔والد محترم حضرت مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ کی وفات کے بعد ہمارے پورے خاندان کے لیے حضرت اقدس والد کا درجہ رکھتے تھے اور ہر وقت گھر پر ایک بزرگ کی طرح خیال رکھنا،شفقت اور محبت کی انتہاء تھی۔دوسرے لوگ،علماءِ کرام اور دینی طبقہ اپنے رہنما سے محروم ہوگئے،لیکن ہمارا پورا خاندان ایک مرتبہ پھر والد کی سرپرستی اور شفقت سے محروم ہوگیا ہے۔بارگاہِ رب العزت میں دست بدعا ہوں کہ حضرت اقدس رحمہ اللہ کے درجات بلند فرمائے اور ہم سب کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

عطاء الرحمٰن......نائب امیر:جمعیۃ علماء اسلام صوبہ خیبر پختون خواہ

وزیر سیاحت پاکستان......21-5-2010



جانشین جرنیل اسلام حضرت مولانا محمد عالم طارق مدظلہ

حضرت خواجہ خواجگان کے بارہ میں کچھ لکھنے کی جسارت کررہا ہوں۔سید الاولین والآخرین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے "**خیر الناس من طال عمرہ وحسن عملہ**"جس کا مصداق کم لوگ ہیں حضرت خواجہ خواجگان بلاشک اسکے مصداق ہیں،فارسی زبان کا مقولہ ہے''ولی را ولی مے شناس'' میرے شیخ حضرت سید جاوید حسین شاہ صاحب مدظلہ العالی نے کچھ عرصہ قبل مجھے فرمایا کہ خواجہ خواجگان کے لیے زیارت کیلئے جایا کرو!اب حضرت کے وصال کے بعد فرمایا کتنی مرتبہ زیارت کیلئے گئے ؟میں نے عرض کیا کہ تین مرتبہ!بہت خوش ہوئے،اور ایک مبارک عمل ارشاد فرمایا۔اللہ رب العزت ہمیں اہل حق کی قدر کی توفیق عطاء فرماویں آمین۔

عالم طارق برادر مولانا محمد اعظم طارق شہید رحمہ اللہ

حال مقیم چیچہ وطنی ضلع ساہیوال۔2 جمادی الثانی 1431......17-5-2010

☆......☆............☆......☆

شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد طاہر مسعود مدظلہ

[مدیر: جامعہ مفتاح العلوم سرگودہا]

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم 'اما بعد

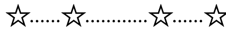
حضرت اقدس خواجہ خواجگان شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا سانحۂ ارتحال تمام امت مسلمہ کیلئے ایک عظیم صدمہ اور ایک بلاء عظیم ہے، تاہنوز قلب و روح پر اس کا گہرا اثر ہے، قبلہ حضرت صاحب بندہ کے شیخ، استاذ، مربی و محسن تھے، عرصہ تیس سال سے حضرت رحمہ اللہ سے اپنے والد گرامی حضرت مولانا عبداللطیف صاحب رحمہ اللہ کے توسط و وسیلہ سے یہ تعلق قائم ہوا، آپ نے مخلوق خدا کی ہدایت کیلئے بے مثال خدمات سرانجام دی ہیں، لاکھوں بندگان خدا کو اپنے رب کا قرب عطا فرمایا، آپ کی خاموش دعوت اور قلبی تاثیر کی بدولت لاکھوں مسلمانوں کو ہدایت نصیب ہوئی۔

حضرت رحمہ اللہ اس صدی کے عظیم روحانی راہنما تھے۔ایسی ہستیاں صدیوں میں پیدا ہوتی ہیں۔ حضرت تقریباً 54 سال اس مسند پر جلوہ گر رہے اور سلسلہ نقشبندیہ کا فیض پوری دنیا میں پہنچایا۔حضرتؒ کا کمال احتیاط یہ ہے کہ اتنے عرصہ میں کل 16 خلفاء تھے جن میں سے صرف 5 حیات ہیں حضرت نے زیادہ محنت قلوب پر فرمائی۔ختم نبوت کے حوالے سے آپ کی خدمات مثالی ہیں۔آپ کے زمانہ امارت میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مشن اور کاز کو ترقی حاصل ہوئی۔آپ قطب الارشاد کے منصب پر فائز تھے حضرت مجدد الف ثانیؒ کے قول کے مطابق ایک وقت میں صرف ایک قطب ہوتا ہے۔جنازہ میں اتنا بڑا عظیم الشان اجتماع دیکھ کر امام احمد بن حنبلؒ کا قول یاد آ گیا کہ ہمارے جنازے ہمارے حق پر ہونے کی دلیل ہیں۔

حضرت رحمۃ اللہ کی عظیم مسند پر حضرت کے خلفاء اور تمام متعلقین و متوسلین کے متفقہ فیصلہ کے مطابق حضرت مولانا صاحبزادہ خلیل احمد صاحب دامت برکاتہم مسند افروز ہوئے ہیں، حضرات اکابرین کے اس فیصلہ کو اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے اور حضرت صاحبزادہ صاحب کو اس مسند کے شایان شان سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی خدمت کی توفیق عطا فرمائیں۔

محمد طاہر مسعود......خادم جامعہ مفتاح العلوم سرگودھا

۱۴۳۱/۵/۲۳ھ



حضرت مولانا علی اصغر شاہ صاحب مدظلہ العالی

[استاذ الحدیث: دارالعلوم مدنیہ، بہاولپور]

شیخ المشائخ، میر کارواں حضرت خواجہ خان محمد نوراللہ مرقدہ کا وجود مسعود انسانیت، خصوصاً پوری امت مسلمہ کے لیے ایک بہت بڑا گھنا سایہ تھا، آج وہ سایہ پوری انسانیت خصوصاً امت مسلمہ کے سروں سے اٹھ چکا ہے، حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کی رحلت پوری امت کے لیے بہت بڑا خسارہ اور بہت بڑا دھچکا ہے۔ اور اس کے سوا کر بھی کیا سکتے ہیں کہ اپنے رب تعالیٰ سے صبر کی دعا کریں، اللہ تعالیٰ سے تسلی مانگیں، اللہ رب العزت کے علاوہ ان غمزدہ دلوں کو اور کوئی تسلی نہیں دے سکتا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی جدائی سے ان کے متعلقین ومتوسلین کو جو صدمہ پہنچا ہے اس صدمہ کا ازالہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت ومہربانی سے ہی کر سکتے ہیں۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا سانحۂ ارتحال صرف اس خانقاہ کا نقصان نہیں ہے، نہ صرف حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کا نقصان ہے بلکہ یہ پوری امت کا نقصان اور پوری امت کے لیے موت ہے۔ جیسا کہ کہا گیا ''موت العالم موت العالم''۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کس کس طرح لوگوں کو کھینچ کھینچ کر اپنے رب تعالیٰ سے ملایا، اپنے رب تعالیٰ کے ساتھ مخلوق کا رشتہ جوڑنے میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا کتنا عظیم کردار ہے جو آج ہر شخص اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتا ہے۔ لیکن ہمارا ایمان وعقیدہ ہے کہ دنیا میں جو بھی آیا جانے کے لیے آیا۔ ہمیشہ یہاں رہنے کے لیے کوئی نہیں آیا۔ کتنے عظیم لوگ دنیا میں آتے رہتے اور جاتے رہتے، اصل چیز شخصیات نہیں بلکہ عقیدہ اور مشن ہے۔ الحمدللہ ہمارے اکابر رحمہم اللہ نے اپنی زندگی میں قرآن کریم کے سنہری اصول پہ عمل کیا، محض خاندانی خلافت پر عمل نہیں کیا۔ اگر صلاحیت واہلیت ہے تو ٹھیک ہے، ورنہ نہیں۔ ہمیں بھی اپنے اکابر کے عقیدہ کو اپنانا اور ان کے مشن کو بڑھانا ہے۔ اور آج ہمیں خوشی اور فخر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو اولاد دی۔ الحمدللہ باصلاحیت دی۔ اور ہم یہ دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس خانقاہ کے فیض کو اسی خاندان میں جاری وساری رکھے۔ آمین۔ ثم آمین۔ ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں گے اور الحمدللہ ہمیں بے حد خوشی ہوگی۔ صلی اللہ علیٰ حبیبہ محمد والہ وسلم۔



حضرت مولانا محمد عطاء الحق قلبی مدظلہ

[مدیر: دارالعلوم نورالاسلام، G.T روڈ، حاجی شاہ، ضلع اٹک]

محترم ومکرم جناب حضرت مولانا سرفراز حمزہ صاحب زید مجدکم وشرفکم۔ آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مزاج بخیر!

گزارش ہے کہ آپ کا مکتوب مع والانامۂ شیخنا ومرشدنا، جانشین شیخ المشائخ خواجہ ابوالسعد حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مدظلہ العالی باہرہ نواز ہوا۔جس میں ''شیخ المشائخ نمبر'' کی خصوصی اشاعت کے حوالے سے احقر کو ایک مضمون کا بھی حکم تھا۔

حضرت اقدس خواجۂ خواجگان کا ذکر حسیں!

محترم! حضرت اقدس، امام اولیاء، قطب زماں، خواجۂ خواجگاں مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ پر لکھنے والے بہت کچھ لکھ چکے،لکھ رہے ہیں اور لکھتے رہیں گے۔

چال ڈھال میں سنت نبوی کا عکس، خیالات میں عشقِ رسالت کا حسین پرتَو، دست اقدس میں بوئے یداللہی، گفتگو میں حکمت الٰہیہ کے درآبدار، پائے استقامت میں منزلوں کی خوشبو، رخسار مبارک میں جنتوں کے نچڑے ہوئے انار، قلب اطہر میں اللہ، اللہ، اللہ......قلب ودماغ سے ہروقت اپنے خالق کے دربار میں حاضر باش اور دست وپا سے ہمہ وقت خلقِ خُدا کی خیرخواہی کے لیے تیار۔

مخدوم! آج میرا قلم حضرت اقدس کی رحلت پر زیادہ لکھنے سے قاصر ہے، حضرت کی خلق خدا سے ہمدردی کے ایک واقعہ پر اکتفا کرتا ہوں۔

احقر نے ایک دفعہ (حضرت اقدس سے) بذریعہ خط دریافت کیا کہ ''استغفار کیسے پڑھا کروں؟ صرف استغفراللہ......یا کہ **استغفرالله ربی من کل ذنب واتوب الیه؟**'' حضرت اقدس نے جواب میں تحریر فرمایا ''استغفار پورا پڑھا کریں، یعنی **من کل ذنب واتوب الیه** تک، یہ اسلام کے پانچویں کلمہ استغفار کا مخفف ہے۔'' (بمورخہ 31 مارچ 1999ء)

حضرت کے اس مختصر سے جواب میں ایک صحرا، ذرے میں سمٹتا نظر آرہا ہے۔

بندہ نے حضرت کی حیات میں ''شجرۂ طیبہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ'' فارسی میں نظم کیا تھا، آپ کو بھیج رہا ہوں، اور آخری شعر سے پہلے ایک شعر بالکل تازہ ہے، اس میں اپنے پیرومرشد حضرت مولانا ابوالسعد خلیل احمد صاحب مدظلہ العالی کا ذکر مبارک ہے۔ آپ کو اجازت ہے کہ اسے خصوصی اشاعت میں شامل کرلیں۔

بحمداللہ اس گھرانے اور آستانے کی نگاہِ دلنواز کا تو یہ حال اور شان ہے جو ایک عرب شاعر نے کہی ہے ؎

وعینان قال الله کونا، فکانتا　　　فعولان بالالباب مایفعل الخمر

(ان آنکھوں (کے خالق) کی قسم! جن کو اللہ نے حکم دیا کہ بن جاؤ! تو وہ پیدا ہوگئیں (اور) دلوں کے ساتھ وہی کچھ کرتی ہیں جو کچھ کہ شراب کرے۔

والسلام مع الاختتام......احقر محمد عطاء الحق قلبی

☆......☆..........☆......☆

قاضی سراج الحق نعمانی[نوشہرہ صدر]

خانقاہ شریف کی حدود میں دیکھا ہو یا باہر کسی ختم نبوت کانفرنس کی صدارت کرتے، ہر جگہ ایک ہی حالت اور کیفیت میں دیکھا گیا، سر پر سفید عمامہ پہنے سر جھکائے خاموشی کی تصویر نظر آتے تھے، یہ خاموشی ان کی فطرت ثانیہ بن چکی تھی، بوقت ضرورت مختصر ترین جواب دینا ہی ان کا طریقہ تھا۔ بزم ومجلس میں ان کی خاموشی اپنی مثال تھی تو خلوت کیا ہوگی؟ یہ تھے حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب نوراللہ مرقدہ۔ دیوبند سے فارغ التحصیل اور خانقاہ سراجیہ کے عظیم سجادہ نشین جنہوں نے اسی خاموشی سے ہزاروں نہیں لاکھوں مریدین تک اپنا فیض پہنچایا اور ان کی راہبری اور راہنمائی فرمائی۔

سلسلہ نقشبندیہ میں قلبی ذکر اور لطائف ومراقبات کوئی آسان کام نہیں، برسوں محنت اور ریاضت کے ساتھ شیخ کی توجہ سے کچھ حاصل ہوتا ہے۔

حضرت مولانا خان محمد صاحب رحمہ اللہ دیوبند سے فارغ ہو کر آئے اور دس بارہ سال میں وہ سب کچھ سمیٹ لیا جو ان کے اکابرین نے پوری زندگی محنت کر کے حاصل کیا تھا۔

آج کل مقامات تولنے کا رواج پڑ چکا ہے اور پروپیگنڈے سرعام ہیں کہ یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان گھٹاتے ہیں، یہ دیوبندی اولیاء اللہ کو نہیں مانتے اور کچھ اسباق یا عملیات سیکھ کر اپنے مقامات وکیفیات پر ناز کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ تصوف کی پہلی منزل کشف وکرامات ہے، جو لوگ اسی کو اصل مقصود سمجھ لیتے ہیں وہ تصوف کی روح سے بھی غافل ہوتے ہیں۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں خادم کا مضمون ’’حضرۃ قبلہ سے وابستہ چند یادیں‘‘ باب نمبر 5[خادم،حمزہ]) الحمدللہ علماء دیوبند تصوف کے مقامات میں بھی سب سے اعلیٰ درجوں پر فائز ہوتے ہیں۔ ان ہی میں حضرت خواجہ صاحب بھی شامل تھے۔ اہل بدعت کے ایک سابق ایم این اے مولانا رحمت اللہ ارشد کو کہنا پڑا کہ ’’خواجہ خان محمد صاحب کی زبان پر تقدیر بولتی ہے۔‘‘ ان کے مختصر ترین جواب میں ہی پوری راہنمائی مل جاتی تھی، جب فرماتے ’’اللہ بھلا کرے گا! اللہ بھلی کرے گا!‘‘ تو یقین ہو جاتا کہ یہ کام ہو جائے گا۔ اور جب فرماتے ’’اللہ خیر کرے!‘‘ تو اس میں رکاوٹوں اور پریشانیوں کا خوف ہوتا اور خیال ہوتا کہ یہ کام نہیں ہوگا۔

ایک طویل عمر اس ذکر وفکر کے ساتھ گزارنا کہ پچاس، پچپن سال خانقاہ سراجیہ کی سجادہ نشینی کرتے گزار دیئے، یہ اللہ کا بہت بڑا انعام تھا کہ پوری زندگی دین کی اور امت مسلمہ کی خدمت کرتے کرتے گزار دی اور آخر تک شدید کمزوری کے باوجود نماز پڑھتے رہے۔ بلکہ وفات سے دو دن پہلے مغرب کی نماز بھی خود پڑھائی۔ یہ نماز پڑھنا پڑھانا بھی ان کی سچائی، دینداری اور فنائیت کا ثبوت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم جملہ متوسلین اور پسماندگان کی غیبی تائید فرمائیں اور ان سب کو دنیا اور آخرت دونوں میں حضرت کی برکات وفیوضات سے وافر حصہ عطا فرمائیں۔ آمین۔ بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

☆......☆............☆......☆

حضرت مولانا حافظ زاہد حسین رشیدی مدظلہ

مخدومی ومحترمی حضرت مولانا صاحبزادہ خلیل احمد صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ......طالبِ خیر، بخیر ہے۔

ہمارے مخدوم بزرگ اور آں محترم کے والد بزرگوار خانقاہ سراجیہ کے مسند نشین خواجۂ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حادثۂ وفات کے بعد سے تاحال ہر متعلق اپنے اپنے فہم اور ظرف کے موافق آپ کی کمی محسوس کر رہا ہے۔

بلاشبہ خانقاہ سراجیہ کی مسند رُشد وہدایت، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی امارت، جمعیۃ علماء اسلام کی سرپرستی اور دیگر چھوٹے بڑے اداروں کو حاصل آپ کی شفقت ہر متعلق کیلئے بڑا سرمایہ تھی۔ جس کو آں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے وصال سے ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔

علاوہ ازیں آں مخدوم علیہ الرحمۃ کے سانحۂ ارتحال سے امت ایک ایسی ذات والا صفات سے محروم ہوگئی ہے جن پر امت اکٹھی تھی اور کسی بھی پیش آنے والے قضیہ پر اکٹھی ہوسکتی تھی۔

قصہ کوتاہ یہ کہ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت، اوصاف وکمالات اور حادثۂ وفات سے پہنچنے والے صدمات ونقصانات کی فہرست بہت طویل ہے۔ یقیناً ؎

ستارے ٹوٹتے جاتے ہیں رہبر اٹھتے جاتے ہیں
ستم ہے داعیٔ پیغمبر اٹھتے جاتے ہیں

تاہم ضرورت اس امر کی ہے کہ حضرت مخدوم سمیت دیگر اسلاف کی حیات وخدمات کو حرزِ جان بناتے ہوئے ان کے مشن وکاز کو آگے بڑھایا جائے۔ جیسے صحابہ کرام نے حضرت رسالت جناب صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد دین اسلام کو دنیا کے طول وعرض میں پھیلا دیا۔ ہمیں یقین ہے کہ آں

جناب زید مجدکم حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ کی تربیت وصحبت کی بدولت ان کی شاندار روایات کو زندہ وجاوید رکھیں گے۔

ہم جیسے کسی خدمت کے قابل ہوں تو ضروریاد فرمائیں۔سعادت سمجھیں گے۔یقیناً یہ لمحات آپ کیلئے مشکل ہیں تاہم

مصیبت میں بشر کے جوہرِ مردانہ کھلتے ہیں
مبارک بزدلوں کو گردش قسمت سے ڈر جانا

زاہد حسین رشیدی
مدیر: جامعہ اہل سنت تعلیم النساء، عقب مدنی جامع مسجد، نیا محلّہ چکوال
0300-9470582

☆......☆..........☆......☆

قاری عبدالرحمٰن رحیمی

[مدیر: جامعہ نعمت الرحیم، چوک حسین آگاہی، ملتان]

نحمده ونصلی علیٰ رسوله الکریم

وہ تھے ایک مگر کارواں سے لگتے تھے
وہ تھے خاک نشین مگر آسماں سے لگتے تھے
پیکر عشق و وفا مجسمہ صبر و رضا
وہ استقامت کے کوہ گراں سے لگتے تھے
ہزاروں گل ہیں میرے چمن کی زینت
وہ خواجہ خواجگاں تو خود گلستاں سے لگتے تھے

غمگین......عبدالرحمٰن رحیمی ملتان
حال وارد خانقاہ عالیہ سراجیہ کندیاں

۹مئی ۲۰۱۰ء/۲۴جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ

☆......☆..........☆......☆

سابق صدر پاکستان جناب محمد رفیق تارڑ صاحب

خواجہ خواجگان حضرت خواجہ خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ صرف پاکستان ہی نہیں بلکہ عالم اسلام کی

ایک عظیم روحانی اور دینی شخصیت تھے انکے رحلت فرما جانے سے جو خلا پیدا ہو گیا ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اسے پر فرمائے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا نعم البدل مسلم امہ کو عطا کرے حضرت کی دینی اور ملی خدمات کا احاطہ کرنا اس مختصر وقت میں ممکن نہیں۔انہوں نے اپنی عام زندگی اسلامی مقاصد اور اسلامی اقتدار ترویج و اشاعت کیلئے گزاردی بالخصوص ختم نبوت کے محاذ پر انکی خدمات عظیم الشان ہیں۔انہوں نے پیرانہ سالی کے باوجود قادیانی فتنہ کا دنیا بھر میں اصالۃً اور اپنے مبلغین کے ذریعہ تعاقب کیا جس سے بڑے مثبت نتائج مرتب ہوئے قادیانیوں کی ایک کثیر تعداد اپنے باطل عقائد سے تائب ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن رحمت سے منسلک ہوئی حضرت خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ ایک بڑے مدبر مبلغ تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم المرسلین کے عقیدہ کا فروغ انکی ترجیحات میں انکے لیے پہلے نمبر پر تھا اللہ تعالی انکی مساعی جمیلہ کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت بخشیں اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائیں انکے دنیا بھر میں پھیلے ہوئے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائیں۔آمین......

محمد رفیق تارڑ......سابق صدر پاکستان......9-5-2010

☆......☆............☆......☆

سابق وزیر اعلیٰ سرحد محمد اکرم خان درانی

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت خواجہ خان محمد صاحب نے جس طرح پوری زندگی دین اسلام کیلئے وقف کی تھی اور اللہ کے بندوں کی جس طرح خدمت کی ہے۔اللہ ان کو جنت الفردوس عطا کرے اور اس کی برکت پورے اہل عیال پر ہو۔آمین۔اکرم خان درانی

☆......☆............☆......☆

شیخ المشائخ، پیر طریقت، رہبر شریعت حضرت اقدس خواجہ خان محمد رحمہ اللہ اپنی تمام دینی و ملی خدمات خصوصا مسئلہ ختم نبوت کے متعلق پوری دنیا میں لوگوں کو یہ مسئلہ سمجھا کر اس دار فانی سے چل بسے۔اللہ تعالیٰ حضرت کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب فرمائے اور ہمیں انکے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔محمد شریف۔خادم تحریک خدام اہل سنت والجماعت......ضلع بھکر

☆......☆............☆......☆

حضرت کے خانوادہ سے ہمارے گھر کا تعلق حضرت مولانا احمد خان رحمہ اللہ سے چلا آ رہا ہے دادا سید محمد حسین شاہ اور سید محمد حسن شاہ دونوں بھائی حضرت کے خاص مریدین تھے مجھے پہلی بار حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب سے شرف ملاقات وشرف زیارت 1967 میں نصیب ہوئی۔

حضرت کی ذات اقدس ہمارے لئے مشعل راہ ہے، حضرت ولی کامل اور عالم باعمل تھے، حضرت

کی ذات اقدس سے لاکھوں لوگ مستفید ہوئے، آپ نے بطور امیر عالمی مجلس ختم نبوت جو کام سرانجام فرمائے آنے والا وقت اسے سنہری حروف میں تحریر فرمائے گا۔آپ نے اپنی حیات مبارکہ کا ایک بہت بڑا حصہ تحفظ ختم نبوت اور ناموس رسالت کے لئے وقف رکھا، حضرت کے وصال مبارک سے علم' روحانیت اور تصوف کے میدان میں ایک نہ پر ہونے والا خلا پیدا ہوا ہے اللہ رب العزت حضرت خواجہ خان محمد صاحب کو اپنے جوارِ رحمت میں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔آمین۔

سید جاوید حسین ولد مرتضی احسن......شاہ شاہپور شہر، ضلع سرگودھا، ممبر قومی اسمبلی حلقہ نمبر 68

☆......☆............☆......☆

بندہ کا تعلق حضرت اقدس شیخ المشائخ مولانا خواجہ خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ایک زمانہ سے تھا حضرت کی شفقتیں مجھ پر میرے بزرگوں کی طرح تھیں حضرت میرے گھر میں تشریف لائے تھے جسے میں اپنی زندگی کی انتہائی خوش قسمت گھڑی سمجھتا ہوں، حضرت کا دنیا سے اٹھ جانا نہ صرف میرے لئے بلکہ میرے جیسے ہزاروں انسانوں اور پورے علاقے کیلئے دین و دنیا کے اعتبار سے بہت بڑا نقصان ہے لیکن بندہ مسلمان رب کی تقدیر پر راضی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت کے صاحبزادگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور حضرت کے نقش قدم پر چلائے، بالخصوص حضرت کے جانشین حضرت مولانا صاحبزادہ خلیل احمد صاحب کو اس عظیم ذمہ داری کو احسن طریقہ سے نبھانے کی توفیق نصیب فرمائے اور حضرت کو اپنی شایان شان اعلی مقام نصیب فرمائے۔آمین......سردار اللہ نواز خان

☆......☆............☆......☆

حضرت شیخ المشائخ قطب الاقطاب سیدی و مرشدی کا دارِ دنیا سے دارِ آخرت میں انتقال ہمارے لئے ایک عظیم صدمہ ہے حضرت سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے عظیم سرخیل تھے اور علاقہ بھر کیلئے حضرت کا وجود بہت بڑی رحمت تھا، حضرت کے اٹھ جانے سے بہت بڑا خلا پیدا ہوگیا ہے حضرت کی خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی محتاج دعا......علی حیدر نور خان، سٹی ایم پی اے میانوالی

☆......☆............☆......☆

محترم جناب خواجہ صاحب کی شخصیت جو کہ میں نے اپنے طور پر محسوس کی انتہائی شفیق، اللہ والے اور خدا کے نیک بندوں میں سے ایک درجہ اللہ تعالیٰ نے آپکو نصیب کیا تھا میں چونکہ اسی علاقہ سے تعلق رکھتا ہوں ایک دو دفعہ VIP حضرات کے ساتھ میں حضرت صاحب کی زیارت کیلئے حاضر ہوا تو میں نے نوٹ کیا کہ حضرت صاحب کسی عہدہ کا لحاظ کیے بغیر اسی اتنی عبادت کی لگن میں حضرت ان بندوں سے بھی اسی لحاظ

سے پیش آئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے عام بندوں سے شفقت فرماتے تھے، میرے لیے لیکن شاید میری زندگی میں پہلا تجربہ ہو کیونکہ میں نے اپنی زندگی میں ایسا ولی نہیں دیکھا جو کہ عام اور خاص کا خیال کیے بغیر صرف انسانیت سے پیار کرتا ہو۔ فی زمانہ میں سمجھتا ہوں کہ میرے جیسے ہزاروں لوگوں کی بدقسمتی اور ناسمجھی تھی کہ ہمارے نصیب میں مزید انکی زندگانی نہیں تھی۔ یوں انکی ذات مبارک کے بارے میں جتنی کتابیں لکھی جائیں اتنی کم پڑ جائیں گی۔ مزید میں ایک گناہ گار آدمی کی حیثیت سے کچھ کہنے کی جسارت نہیں رکھتا اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم انکی ہدایات پر عمل کرسکیں۔......عبید اللہ شادی خیل

☆......☆............☆......☆

بندہ کا تعلق حضرت شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب سے اپنے والد محترم کے وقت سے ہے، بندہ بہت چھوٹا تھا جب والد صاحب نے شعبہ حفظ میں خانقاہ کے مدرسہ میں بندہ کو داخل کرایا تھا اس وقت سے لیکر آج تک حضرت نے ہمیشہ میرے والد گرامی سے بڑھ کر مجھ پر شفقت فرمائی اور قدم قدم پر میری رہنمائی فرمائی، بندہ آج حقیقت میں یتیم ہوگیا ہے، اللہ تعالیٰ حضرت کو اپنے شایان شان جزاء عطا فرمائے آمین۔ حضرت کے صاحبزادگان کو صبر جمیل عطاء فرمائے۔

حضرت کے صاحبزادہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مدظلہ العالی کو حضرت کا جانشین مقرر کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ حضرت صاحبزادہ صاحب کے ذریعے حضرت کے سلسلہ کو اطراف عالم میں پھیلائے۔ اور دیگر صاحبزادگان (حضرت مولانا صاحبزادہ عزیز احمد صاحب مدظلہ حضرت مولانا صاحبزادہ رشید احمد، مخدوم زادہ صاحبزادہ سعید احمد، صاحبزادہ نجیب احمد) کو بھی حضرت کے نقش قدم پر چلائے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ تا قیامت ان کی بلکہ پورے خاندان کو فرمانبرداری میں رکھے۔

محتاج دعا......قاری عزیز الرحمٰن

جامعہ دار العلوم مدنیہ چک نمبر 15، پپلاں، کلور کوٹ، ضلع بھکر

☆......☆............☆......☆

آج حضرت خواجہ خواجگان حضرت خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کا سانحہ امت مسلمہ کیلئے عظیم صدمہ ہے حضرت کے فیوض وبرکات صرف پاکستان میں ہی نہیں بلکہ پورے عالم اسلام کیلئے تھے اور رہیں گے۔ حضرت کے دور امارت میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے عظیم کامیابیاں حاصل کیں، حضرت کا پیغام امت مسلمہ کے نام یہی ہے کہ مرزائیت کا تعاقب جاری رکھا جائے۔ اللہ تعالیٰ حضرت کے مشن پر ہمیں قائم دائم رکھیں اور اس خانقاہ کے فیض وبرکات کو قائم رکھیں۔ حضرت کی خدمات کو قبول فرمائیں۔ اور صاحبزادگان کو صبر جمیل نصیب فرمائیں اور آپس میں اتفاق اتحاد اور امت مسلمہ کی رہنمائی کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

عبدالوحید......نائب امیر: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع سرگودہا

☆......☆............☆......☆

آج قطب الاقطاب خواجہ خواجگان حضرت مولانا خان محمد صاحب نوراللہ مرقدہ کی تعزیت کے سلسلہ میں خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ میں حاضری کی توفیق ہوئی، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ان حالات میں دنیا سے اٹھ جانا جہاں پہلے ہی پاکستان کے حالات ناگفتہ بہ ہیں ہم سب کے سروں سے رحمت کا سائبان اٹھ جانا ہے۔

امام احمد ابن حنبل رحمہ اللہ کے پاس عیسائی طبیب آیا اور اس نے عرض کیا ''حضرت! آپ صرف امت مسلمہ کے راہنما اور لیڈر نہیں ہیں بلکہ آپ پوری مخلوق کے لئے باعث رحمت ہیں ہمارے عبادت خانوں میں بھی آپکے لئے دعائیں ہوتی ہیں۔'' ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی بھی یہی شان تھی۔

آج کوئی مخصوص لوگ تعزیت کے مستحق نہیں بلکہ ساری مخلوق تعزیت کی مستحق ہے، لیکن ہم سب اللہ پاک کی تقدیر پر راضی ہیں، اللہ کے فیصلے حکمت سے خالی نہیں ہوتے، حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی وفات پر ایک بدو حضرت عبداللہ بن عباس سے تعزیت کیلئے آیا اور کہا اے ابن عباس! تمہارے لئے وہ اجر بہتر ہے جو صبر کرنے کی وجہ سے ملے گا اور حضرت عباس کیلئے وہ اللہ بہتر ہے جس کے پاس وہ چلے گئے ہیں۔ ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ جہاں حضرت تشریف لے گئے ہیں وہ جوار رحمت یقیناً ہم سے ہزار درجہ بہتر ہے۔ اللہ پاک حضرتؒ کے اس گلشن کو قیامت تک آباد رکھے۔......عبدالرحمٰن انور......خطیب: جامع مسجد عیدگاہ، تلہ گنگ

☆......☆............☆......☆

محترمی ومکرمی جناب صاحبزادہ عزیز احمد خان مدظلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خواجہ خواجگان قطب الاقطاب حضرت خواجہ خان محمد صاحب نوراللہ مرقدہ کے واصل الی اللہ ہونے پر آپ جملہ برادران اور تمام متوسلین کے غم میں برابر کے شریک ہونے کیلئے میں ہانگ کانگ سے حاضر ہوا عجیب کیفیت میں مبتلا تھا نہ زبان پر تعزیت کے الفاظ تھے اور نہ ہی قلم میں کوئی طاقت تھی لکھنے کی۔ کل تک جن کی دعاؤں کے ہم ضرورت مند ومحتاج تھے بلکہ ان ہی کی دعاؤں کے توسل سے بلاد کفر میں ہم جیسے نالائق و نکمے لوگ دینی کام کا بیڑا اُٹھائے ہوئے ہیں۔ آج ان ہی کے مزار پر کھڑے ہو کر ان کیلئے دعائیں کر رہے تھے۔ بیشک یہ دعائیں ہمارے لئے بھی خزانہ رحمت ہوں گی۔ مزار پر کھڑے ہو کر حضرت مرحوم کی شفقتیں اور دعائیں ایک ایک کر کے یاد آ رہی تھیں جب بھی زندگی میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوتی تو آپ کے ذکر خیر سے ہوتی جب آپ اور میں دارالعلوم کبیر والا میں ساتھ رہتے تھے۔

ہمارے ہانگ کانگ میں بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدت مند بہت مغموم و پریشان تھے بحمد اللہ ہانگ کانگ میں مدارس ختم نبوت کے نام سے سات حفظ قرآن پاک کے مدارس ہیں تمام مدارس میں تعزیتی پروگرام ہوئے قرآن کریم کے ختم کیے گئے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے رفع درجات کیلئے دعائیں کی گئیں اور آپ سب بھائیوں کیلئے جملہ متوسلین کیلئے بھی صبر کی دعائیں کی گئیں۔آپ نے اشد مصروفیت کے باوجود جو میری عزت افزائی کی ہے اس پر آپ کا شکر گزار ہوں۔حضرت زیب سجادہ جانشین حضرت خواجہ محترم خلیل احمد صاحب مدظلہ سے بھی ملاقات ہوئی اجتماع زیادہ ہونیکی وجہ سے صرف مصافحہ ہوسکا انکی خدمت میں میرا مفصل سلام اور دعاؤں کی درخواست کردیجئے گا۔والسلام......قاسمی......ہانگ کانگ

☆......☆............☆......☆

تو اے بیمار دردِ دل مسیحا را چہ مے جوئی؟ طبیبِ مہرباں ایں جا، دوا ایں جا، شفا ایں جا!

والد گرامی مولانا عبدالرحیم بہاولپوری رحمۃ اللہ علیہ جن کو خانقاہ والے خادم خانقاہ سراجیہ کے نام سے جانتے ہیں انکی تربیت اور شفقت سے بندہ ناچیز کو خانقاہ کی خاکروبی نصیب ہوئی۔ہمارے خاندان کو دنیا کے جھمیلوں سے نکال کر دین کے ماحول میں رنگنے کی وجہ یہی خانقاہ بنی، آج ہم ایک عظیم ہستی سے محروم ہوگئے، مولا پاک میرے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے لگائے ہوئے باغ کو ہمیشہ شاداب رکھے اور صاحبزادگان کا سایہ ہمارے سروں پر ہمیشہ قائم رہے۔جام عبدالروف بن مولانا عبدالرحیم بہاولپوری......

واپڈا کالونی، چشمہ، میانوالی

☆......☆............☆......☆

خانقاہ سراجیہ مجددیہ سے قبلہ جدامجد حافظ غلام یاسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا رابطہ ہوا۔جدامجد کو حضرت قیوم زمان کا اتنا قرب نصیب ہوا کہ رمضان المبارک کی مقدس سعادتوں میں دو مرتبہ تراویح میں قرآن پاک سنایا۔قبلہ والد بزرگ وار حضرت مولانا محمد رمضان علوی، شہیدِ ختم نبوت اور حضرت اقدس خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ آپس میں ہم درس رہے۔اللہ کے فضل سے وہ سلسلہ اب تک قائم ہے۔

حضرت اقدس مولانا خان محمد صاحب رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی خصوصی شفقت جو خاص کر آپ نے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد مجھ پر اور میرے خاندان کے جملہ افراد پر رکھی اسے میں تازیست فراموش نہیں کرسکتا، اللہ تعالیٰ اس گلشن کو تا قیامت آباد رکھے، بالخصوص حضرت صاحبزادہ خلیل احمد صاحب زید مجدکم جن کو حضرت کا جانشین مقرر کیا گیا ہے، انہیں خدا تعالیٰ بطریق احسن اس ذمہ داری کو نبھانے کی توفیق عطا فرمائے۔حضرت اقدس کی زندگی کے بہت سارے واقعات میرے ذہن میں ہیں جو وقت آنے پر قلم بند کروں گا۔ان شاء اللہ۔اشارے کے طور پر اتنا عرض کرتا ہوں کہ حضرت رحمہ اللہ انتہائی علم

دوست اور علماء حق کے قدر دان تھے، بڑوں کا ادب اور چھوٹوں پر شفقت فرماتے تھے۔ وعدہ کر کے نبھانا آپ کا عظیم مشن تھا اس سلسلہ میں ایک واقعہ عرض کرتا ہوں کہ حضرت نے ایک موقعہ پر بھکر اور چکوال کیلئے 2 دن کا وقت مجھ ناچیز کو عنایت فرمایا، خانقاہ شریف سے آپ (نوشہر وادی سون) جلسہ میں تشریف لے گئے اس سفر کے دوران گھر کی کسی تکلیف کی آپ کو اطلاع ہوئی، آپ نے اس کا اظہار ضرور فرمایا لیکن وعدہ پورا فرمایا۔
اللہ تعالیٰ ہم خدام کو ان کے نقش قدم پر ثابت قدم رہنے کی توفیق عطا فرمائے

والسلام......طالب دعا عزیز الرحمٰن خورشید، محلّہ حاجی گلاب، بھیرہ ضلع سرگودھا......

طالب دعا......عبدالرحمٰن علوی، جامع مسجد، محلّہ گلشن آباد، راولپنڈی

حافظ عتیق الرحمٰن علوی......قاری ابوبکر خالد نوید

☆......☆............☆......☆

حضرت قبلہ شیخ خواجہ خواجگان مولانا حضرت خان محمد صاحب رحمہ اللہ سے میرا تعلق 1990ء سے قائم ہوا اور حضرت نے ہمیشہ خصوصی شفقت فرمائی اور میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ حضرت کی وفات سے میں دوسری مرتبہ یتیم ہوا ہوں۔ حضرت کی دینی خدمات پورے عالم اسلام کیلئے مشعل راہ ہیں، حضرت کے مشن کو ہمیشہ جاری رکھا جاوے گا۔ (ان شاء اللہ) حضرت کا مجھ پر اتنا بڑا شفقت کا ہاتھ تھا کہ ایک مرتبہ 1987 میں محمد خان جونیجو مرحوم وزیراعظم پاکستان نے حضرت سے ملاقات کیلئے وزیراعلیٰ پنجاب سے درخواست کی کہ حضرت سے ملنا چاہتا ہوں تو اس وقت کے وزیراعلیٰ میاں محمد نواز شریف نے ضلعی انتظامیہ کے ذریعے کوشش کی کہ حضرت صاحب وزیراعظم سے ملاقات کا وقت دیں مگر حضرت صاحب نے ملاقات سے معذرت کر لی۔ اور فرمایا کہ ابھی وقت نہیں کیونکہ دوسرے روز ہم پارلیمنٹ کے سامنے احتجاج کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے بعد ملاقات ہو سکے گی! تو وزیراعظم صاحب نے مجھے بلوا کر کہا کہ آپ میری پارلیمنٹ کے ممبر ہیں، مجھے پتہ چلا ہے حضرت قبلہ سے آپ کا گہرا تعلق ہے اور آپ پر شفقت فرماتے ہیں لہذا آپ جائیں۔ میاں نواز شریف صاحب نے اپنے نمائندہ کے طور پر اپنے صوبائی وزیر اوقاف ملک خدا بخش ٹوانہ صاحب کو خانقاہ پر بھجوایا میں بطور نمائندہ وزیراعظم پاکستان اسلام آباد سے خانقاہ حاضر ہوا۔ ہم دونوں نے حضرت سے درخواست کی کہ آپ برائے کرم آج ہی جناب وزیراعظم سے ملاقات فرمالیں! تو حضرت نے کمال مہربانی فرماتے ہوئے اسلام آباد روانگی کیلئے تیاری کی اور ہمارے ہمراہ وزیراعظم ہاؤس تشریف لے گئے۔ رات 9:30 بجے ملاقات ہوئی اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے تمام مطالبات حضرت صاحب نے منوائے۔ یہ واقعہ لکھنے کا مقصد یہ کہ مجھ جیسے ناچیز اور معمولی آدمی کی خواہش کو ترجیح دی اور مجھ پر محبت اور شفقت فرمائی۔

1985ء میں جب غیر جماعتی الیکشن ہوئے تو حضرت قبلہ اس وقت مکہ مکرمہ میں تشریف رکھتے تھے، کئی لوگوں نے مجھے پاکستان آکر بتلایا کہ الیکشن میں تمہاری کامیابی کیلئے حضرت اکثر دعا فرماتے تھے، تو میرا یہ یقین کامل ہے کہ اس وقت مجھے حضرت قبلہ کی دعاؤں کی وجہ سے کامیابی حاصل ہوئی۔

میری اللہ تعالیٰ سے یہ دعا ہے کہ اس خاندان کا سایہ ہمارے سروں پر قائم رکھے۔آمین

ملک محمد اسلم کچھیلا ضلع سرگودھا 15-5-2010

☆......☆............☆......☆

آج خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ حضرت قبلہ عالم خواجہ خواجگان قطب الاقطاب حضرت خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کی تعزیت کے سلسلہ میں آمد ہوئی، حضرت صاحبزادہ خلیل احمد عفی عنہ سے تعزیت کی۔

تعزیت کے ہم سب مستحق ہیں، یہ پوری امت کا اجتماعی نقصان ہے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی پوری زندگی یاد الٰہی میں تڑپنے اور تڑپانے میں گزری اور پوری زندگی ختم نبوت کے دفاع میں گزری۔

ہر اٹھنے والے فتنے کی طرف عقابی نگاہ رکھی خاص طور پر فتنہ قادیانیت نے جہاں بھی سر اٹھایا حضرت نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی سنت زندہ کرتے ہوئے اسکا سر کچل دیا، اللہ تعالیٰ ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی مساعی کو قبول فرمائے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطاء فرمائے۔آمین۔

والسلام......راسخ الٰہی بن پرویز الٰہی گجرات 16-5-2010

☆......☆............☆......☆

مورخہ 5 مئی بروز بدھ بعد از نماز مغرب میں اپنے گھر بیٹھا ہوا تھا کہ موبائل پر نوجوان فاضل برادرم حضرت مولانا عبدالستار صاحب (مدرس: خانقاہ سراجیہ کندیاں) نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر خواجہ خواجگان سلطان اولیاء حضرت مولانا خان محمد صاحب کے انتقال کی خبر دی (اناللہ وانا الیہ راجعون) قرب وجوار کے احباب دوست اور حضرت کے متعلقین کی کثیر تعداد مدرسۃ العلوم الشرعیہ میں جمع ہوگئے اور جنازے میں شرکت کیلئے ہر ایک بے چین وکوشاں تھا بالآخر ایک بڑی بس کا انتظام کیا گیا اور ۶ مئی بروز جمعرات نماز فجر کے بعد تمام احباب جمع ہوگئے بوقت 7 بجے صبح خانقاہ کی جانب عازم سفر ہوئے اور 12 بجے تقریباً ہم خانقاہ پہنچے۔تا حد نظر علماء، صلحاء، طلباء، متوسلین اور عقیدت مندوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر دل و دماغ کو ورطۂ حیرت میں ڈالے ہوئے تھا۔خانقاہ کی انتظامیہ کا حُسن اہتمام لائق ستائش تھا۔ادھر اللہ نے بھی اس عظیم جنازے کی نسبت بادلوں کی صورت میں سائبان لگادیئے اور دھیمی دھیمی ہوا کے ٹھنڈے ٹھنڈے جھونکے ماحول کو خوشگوار اور پر کشش بنائے ہوئے اپنے انداز میں اظہار غم کررہے تھے۔ہر آنکھ اشکبار تھی اور بزبان حال گویا یوں کہہ رہے تھے۔

اے رفتگاں مجھے تنہا نہ کر ابھی　　بچھڑے ہوؤں کی یاد میں رہنے والے اشکبار

آنسو سیل رواں کی طرح بہ رہے تھے، غم واندوہ اور محبت وعقیدت کے ملے جلے جذبات لئے ہوئے لوگوں کے اس جم غفیر کو دیکھتے ہی ذہن کے دریچوں میں مشکوۃ شریف کی ایک حدیث دستک دینے لگی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے **قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ اذااحب عبدادعا جبریل فقال انی احب فلانا فاحبہ قال فیحبہ جبریل ثم ینادی فی السماء فیقول الخ**

جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے خوش ہوتے ہیں تو حضرت جبرائیل کو بلا کر اپنی محبت کر اظہار کرتے ہیں پھر جبرائیل بھی اس بندے سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر آسمان کے فرشتے بھی اس بندے سے محبت کرنے لگتے ہیں اور اہل زمین کے دلوں میں بھی اسکی محبت ڈال دی جاتی ہے۔ اس جنازے میں واضح نظر آ رہا تھا کہ یہ مسلمانوں کا لاکھوں کی تعداد میں جمع ہونا شرکاء کی خوش نصیبی کا باعث ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے جبرائیل کو بلا کر اپنی محبت کا اظہار کیا ہوگا اور حسب حدیث فرمایا ہوگا کہ میں خواجہ خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے راضی ہوں یہاں تک کہ اہل زمین کے دلوں میں آپ کی محبت ڈال دی گئی۔ برادری سطح پر جب کوئی فوتگی ہوجائے تو بعض رسمی طور پر جنازوں میں شریک ہوجاتے ہیں مگر اس جنازے کے شرکا کے بارے میں کہا جاسکتا ہے کہ یہ لوگ محض اللہ کی رضا اور اپنی بخشش کی نیت سے حاضر ہوئے ہوں گے۔ نیز مجھے بہت سے اکابرین کے جنازوں میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی لیکن اس جنازے میں شرکت نے واضح کردیا کہ علماء دیوبند کو جو مقام ومرتبہ اللہ نے عطاء فرمایا وہ خاص کر انہیں کا ورثہ ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا مرحوم مغفور رحمۃ اللہ علیہ کے درجات بلند فرما کر اسی نسبت سے شرکاء جنازہ دیگر مسلمانوں کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے نقش قدم پر چل کر اپنے رب کی رضاء کا طالب بنائے۔ آمین۔ سید مصدوق حسین بخاری

☆......☆............☆......☆

وہ تھے ایک مگر کارواں سے لگتے تھے
وہ تھے خاک نشین مگر آسماں سے لگتے تھے
پیکر عشق و وفا مجسمہ صبر و رضا
وہ استقامت کے کوہ گراں سے لگتے تھے
ہزاروں گل ہیں میرے چمن کی زینت
وہ خواجہ خواجگاں تو خود گلستاں سے لگتے تھے

محمد عدنان ضیاء سرگودہا

مولانا خان محمد صاحب جمہور اہل سنت کے مسلک کے متبع ہیں۔

قائد اہل سنت، وکیل صحابہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین نور اللہ مرقدہ لکھتے ہیں:

''حضرت مولانا موصوف کو اس طرح یزیدیت کے ساتھ ملوث کرنا ایک بڑی علمی خیانت اور فریب دہی ہے، جس کے ذریعے ناواقف لوگ حضرت مولانا خان محمد صاحب کی شخصیت سے سخت بدظن ہوسکتے ہیں۔''

آگے چل کر مزید لکھتے ہیں:

''میں پہلے بھی مطمئن تھا کہ حضرت مولانا خان محمد صاحب [صدر: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت] اکابر دیو بند اور جمہور اہل سنت کے مسلک کے متبع ہیں۔''

[ماہنامہ ''حق چاریار'' جلد نمبر 3 شمارہ 1/2 صفحہ نمبر 34]

مرسلہ: ابوعبداللہ محمد عمر فاروق چاریاری، چکوال

مولانا عبداللہ

حضرت اقدس قدس سرہ کا

جمعیۃ علماء اسلام سے تعلق اور خدمات

1956ء کے اوائل کی بات ہے خانقاہ سراجیہ کے اس وقت کے سجادہ نشین اور حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب قدس سرہ کے مرشد ومربی حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحبؒ نے اپنے متوسل خصوصی حضرت مولانا غلام غوث صاحب ہزارویؒ کو اپنے ہاں بلایا اور ان کے سامنے علماء کیلئے سیاسی کام کرنے کی ضرورت بیان فرمائی اور اس کی عملی شکل اختیار کرنے کا ارشاد فرمایا۔ حضرت مولانا غلام غوث صاحبؒ ملتان تشریف لے گئے، حضرت مولانا محمد علی صاحب جالندھریؒ اور حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ بانی ومہتمم جامعہ خیر المدارس سے حضرت صاحب خانقاہ سراجیہ کے ارشاد کو عملی جامہ پہنانے کے متعلق مشورہ کیا۔ اور بھی اکابر علماء کرام سے رابطہ ہوا، سب کی تائید اور دعاؤں سے کام کا آغاز ہوا۔ مجلس استقبالیہ تشکیل ہوئی جس کے صدر حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد لاہوریؒ اور ناظم حضرت مفتی محمود صاحبؒ بنائے گئے۔ 9/8 اکتوبر 1956ء کو علماء کنونشن بلانے کا فیصلہ ہوا تو حضرت لاہوریؒ اور حضرت مفتیؒ صاحب کے دستخطوں سے دعوت نامہ جاری ہوا۔ اسی اثناء میں حضرت مولانا سید امیر حسن شاہ صاحب گیلانیؒ ہندوستان کے سفر سے تشریف لائے اور یہاں کے علماء کے نام حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ کا پیغام لائے کہ: ''بیٹھنے کا وقت نہیں، اٹھیں کام کریں'' 9/8 اکتوبر 1956ء کو جامعہ قاسم العلوم ملتان میں کنونشن ہوا جس کی صدارت حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری صاحبؒ نے فرمائی۔ چاروں صوبوں کے تقریباً ڈیڑھ سو جید علماء نے شرکت فرمائی، حضرت مولانا خیر محمد صاحبؒ بھی شریک ہوئے اور حضرت مولانا مفتی حسن صاحبؒ بانی جامعہ اشرفیہ لاہور نے تعاون اور دعائے برکت کا پیغام بھیجا تھا۔

7 جون 1956ء کو سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحبؒ کا دنیا سے سفر ہو گیا تھا، چنانچہ ان کی جگہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ مسند نشین ہوئے اور ملتان کے علماء کنونشن میں شرکت فرمائی۔ اس کنونشن میں جمعیۃ علماء اسلام کے نام سے کام کرنے کا فیصلہ ہوا، حضرت لاہوریؒ مرکزی امیر اور حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ نائب امیر اور حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ ناظم اعلیٰ منتخب ہوئے اور بھی عہدیداروں کا

انتخاب ہوا تھا جس کی تفصیل اس وقت یاد نہیں۔

حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ ہمیشہ جمعیت علماء اسلام میں شریک رہے، باقاعدہ فارم رکنیت پر فرمایا کرتے تھے مرکزی مجلس عاملہ کے اکثر اور مجلس شوریٰ کے ہمیشہ رکن رہے اجلاسوں میں پابندی سے شرکت فرمایا کرتے تھے، جماعت میں آپؒ کا بہت احترام تھا، آپؒ کی رائے بہت وقیع ہوتی تھی مرکزی اور صوبائی کانفرنسوں میں ہمیشہ شرکت فرماتے تھے، اکثر کانفرنسوں میں آپ کی صدارت ہوا کرتی تھی۔ جمعیۃ کی علاقائی اور مقامی کانفرنسوں میں بھی شرکت کی درخواست کی جاتی تو بخوشی قبول فرماتے اور دور دراز سفر کی تکلیف اٹھا کر بھی تشریف لے جاتے تھے۔

جمعیۃ علماء اسلام کے استحکام اور ترقی کے لئے فکر مند رہا کرتے تھے، حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ کا 14 اکتوبر 1980 کو وصال ہو گیا اور آپؒ کے وصال کے بعد بعض مسائل پر اختلاف پیدا ہو گیا تھا۔ خانپور میں مرکزی مجلس عمومی کا اجلاس تھا، چاروں صوبوں سے ارکان نے بھرپور شرکت کی ایسے حالات پیدا ہو گئے کہ ارکان کے جذبات بھڑک اٹھے، اور ایسا فیصلہ کرنے کیلئے تیار ہو گئے جو اس وقت کسی طرح مناسب نہ تھا۔ تب حضرت خواجہ صاحبؒ ہجوم کے سامنے تشریف لائے اور فرمایا کہ: ''آپ لوگ آج کوئی فیصلہ نہ کریں اپنے گھروں کو تشریف لے جائیں، اگر دوبارہ مجلس عمومی کا اجلاس نہ بلایا گیا تو میں بلالوں گا'' پورے ہجوم نے بلا چوں چرا آپ کے ارشاد پر سر تسلیم خم کیا اور خاموشی سے واپس چلے گئے۔

اجلاس بھی ہوئے انفرادی گفتگو کا سلسلہ بھی رہا۔ حضرتؒ نے جماعت کو متحد اور یکجا رکھنے کیلئے بہت کوشش فرمائی، سفر بھی کیے، مشقتیں اور اذیتیں بھی اٹھائیں لیکن اس وقت کوئی محنت بار آور نہ ہو سکی۔ اور بھی جماعت سے تعلق رکھنے والے بعض علماء نے جد و جہد فرمائی مگر کوئی نتیجہ حاصل نہ ہوا۔ اس کے باوجود دعائیں اور کوششیں جاری رہیں۔

اس اختلاف کے ابتدائی ایام میں مولانا حق نواز صاحب جھنگوی شہید مجھ سے ملے اور منشاء ظاہر کی کہ آپ کو اور مجھ کو ملکر ایسی جماعت بنانی چاہیے جو ناموس صحابہؓ اور مسلک اہل سنت کیلئے منظم طریقے سے کام کرے۔ اس وقت تک سپاہ صحابہؓ نہیں بنی تھی۔ میں نے عرض کیا ''سوچ کر بتاؤں گا''...... میں خانقاہ شریف حضرتؒ کی خدمت میں حاضر ہوا، اپنے علاقے کے حالات تفصیل سے عرض کیے اور مولانا حق نوازؒ کی رائے کا ذکر بھی کیا۔ حضرتؒ نے مختلف محاذوں پر کام کرنے والی اپنے مسلک کی تمام جماعتوں کا نام لیا اور فرمایا کہ: ''عالمی سطح پر اور ملکی سطح پر ان تمام جماعتوں کا کوئی اثر نہیں، اگر تھوڑا یا زیادہ ہے تو وہ جمعیۃ علماء اسلام کی سیاسی قوت کا ہے۔ جماعت بھی یہی رہے گی جس میں مولانا فضل الرحمٰن صاحب ہیں، لہٰذا اپنا جو کوئی وزن ہو، وہ

اسی کے پلڑے میں ڈالنا چاہیے۔''

لاہور میں جمعیۃ علماء اسلام کا اجلاس تھا، حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب جیل میں تھے، اجلاس سے کچھ دن پہلے میں بھکر اپنے مدرسے میں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک حضرتؒ تشریف لائے اور فرمایا کہ: ہمارے ساتھ چلو۔ میں ساتھ ہولیا، اگلی سیٹ پر حضرتؒ تشریف فرما ہوئے۔ پچھلی سیٹ پر میں اکیلا تھا، مظفر گڑھ حاجی گل محمد صاحب مرحوم باگڑ سرگانہ والے سڑک کے کنارے منتظر کھڑے تھے، وہ ساتھ ہولیے۔ جتوئی سے مولانا لقمان صاحب مرحوم کو ساتھ لیا۔ دین پور شریف پہنچے، حضرت میاں سراج احمد صاحب مدظلہ العالی مسجد کے صحن میں دروازے کے قریب کھڑے تھے، مسجد کے تعمیراتی کام کی نگرانی فرما رہے تھے۔ ملاقات ہوئی، وہیں کچھ دیر نشست ہوئی، حضرتؒ نے میاں صاحب سے فرمایا کہ ''لاہور میں جمعیۃ علماء اسلام کا اجلاس ہو رہا ہے جس میں مرکزی عہدیداروں کا انتخاب ہوگا، ہماری درخواست ہے کہ آپ امارت قبول فرمائیں'' حضرت میاں صاحب نے فرمایا کہ: میں آپ کو اپنے باپ کی جگہ سمجھتا ہوں، انکار نہیں کرسکتا۔ اتنی گزارش ہے کہ میں اجلاس میں نہیں آؤں گا۔ اگر آپ حضرات میرے حق میں امارت کا فیصلہ فرمادیں گے تو میں قبول کرلوں گا۔ چنانچہ لاہور کے اجلاس میں حضرت میاں سراج احمد صاحب مدظلہ العالی کو امیر اور حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب کو ناظم عمومی (جنرل سیکرٹری) منتخب کیا گیا۔

حضرت میاں صاحب نے امارت قبول فرمالی اور پوری مستعدی سے کام شروع کردیا، کئی اضلاع کے دورے میں مجھے بھی معیت حاصل رہی، اللہ تعالیٰ نے مہربانی فرمائی، تقریباً دس سال بعد جمعیۃ علماء اسلام کے دونوں دھڑوں میں اتحاد ہوگیا، 12 دسمبر 1990ء کو مدرسہ قاسم العلوم شیرانوالہ دروازہ لاہور میں بھرپور پریس کانفرنس کے ذریعے جمعیۃ علماء اسلام کے اتحاد، نئی مجلس عاملہ اور پالیسی کا اعلان کیا گیا۔ تین اکابر سرپرست بنائے گئے، حضرت مولانا عبدالکریم صاحبؒ بیر شریف، حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ خانقاہ سراجیہ اور حضرت مولانا سرفراز خان صفدرؒ گوجرانوالہ۔ امیر حافظ الحدیث مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستیؒ اور ناظم عمومی (جنرل سیکرٹری) مولانا فضل الرحمٰن صاحب کو بنایا گیا۔ اس طرح جماعت دوبارہ یک جا ہوکر کام کرنے لگی، اگرچہ کچھ لوگوں نے الگ رہ کر جمعیۃ کا نام استعمال کیا ہے لیکن جماعت ایک ہی ہے جس کا جماعتی نظم اور وزن ہے۔

حضرتؒ ہمیشہ جمعیۃ علماء اسلام کی ترقی اور استحکام کیلئے فکرمند اور کوشاں رہتے تھے۔ جس زمانے میں بھکر ضلع میانوالی کی تحصیل تھی، الگ ضلع نہیں بنا تھا، ہماری ضلعی مجلس شوریٰ کے اکثر اہم اجلاس خانقاہ شریف میں حضرتؒ کی صدارت میں ہوا کرتے تھے۔ زیادہ تو یاد نہیں ایک دفعہ مرکزی مجلس شوریٰ کا اجلاس بھی خانقاہ

شریف میں ہوا تھا، یہ اجلاس 22/23 مارچ 1994ء کو ہوا تھا۔ ایجنڈے میں جماعت کے دستور میں ترامیم کا مسئلہ بھی شامل تھا مولانا فضل الرحمٰن کی تجویز سے مجلس شوری نے یہ کام میرے حوالے کر دیا تھا کہ میں جن ساتھیوں کو مناسب سمجھوں، ساتھ لیکر یہ خدمت سرانجام دوں۔ مجلس شوری کے اجلاس سے فارغ ہونے کے بعد حضرتؒ کے بڑے فرزند مولانا صاحبزادہ عزیز احمد صاحب مدظلہ اور خواجہ محمد زاہد شہیدؒ (ڈیرہ اسماعیل خان) سے عرض کیا کہ وہ اس کام میں میرے ساتھ شریک ہوں۔ خانقاہ شریف کی تاریخ بھی مقرر کر دی، میں بھی وہاں پہنچ گیا اور خواجہ محمد زاہد مرحوم بھی تشریف لائے۔ بھلوال کے حاجی احمد یار صاحب مرحوم بھی حضرت کی زیارت کیلئے تشریف لائے ہوئے تھے، خانقاہ شریف اور جمعیۃ علماء اسلام سے ان کا پرانا تعلق تھا۔ حضرتؒ نے فرمایا ان کو بھی اپنے کام میں شریک کرلو، اس طرح ہم چار ساتھی ہوگئے۔ کئی دن مسلسل خانقاہ شریف میں بیٹھ کر ہم نے اول سے آخر تک پورے دستور پر غور کیا اور ترامیم تجویز کیں، جو مجلس شوری کے اجلاس لاہور میں پیش ہوئیں۔ الحمدللہ ہماری کئی تجاویز اب تک دستور کا اہم حصہ ہیں.

حضرت کے تین صاحبزادے مولانا صاحبزادہ عزیز احمد صاحب، مولانا صاحبزادہ خلیل احمد صاحب اور جناب صاحبزادہ سعید احمد صاحب ضلع میانوالی جمعیۃ کے یکے بعد دیگرے امیر رہے، اور اب بھی انہی حضرات کی سرپرستی جمعیۃ کو حاصل ہے۔

حضرتؒ جمعیۃ علماء اسلام کی پالیسی کی ہمیشہ مکمل حمایت فرماتے رہے۔ ایم آر ڈی کے زمانے میں ایک دن آپ ٹوبہ ٹیک سنگھ تشریف فرما تھے، ایک صاحب نے حضرتؒ کے سامنے مولانا فضل الرحمٰن صاحب پر تنقید شروع کردی، مولانا صاحب کے خلاف خاصی طویل گفتگو کی، حضرتؒ خاموشی سے سنتے رہے، جب اس شخص کی بات پوری ہوگئی تو حضرتؒ نے فرمایا کہ: مولانا فضل الرحمٰن صاحب جو کچھ کر رہے ہیں، ٹھیک کر رہے ہیں، میں ان کے ساتھ ہوں'' حضرتؒ کے اس ارشاد سے اس کی ساری تقریر پر پانی پھر گیا۔

سال ڈیڑھ سال کی بات ہے، ایک شخص عالم معلوم ہوتے تھے خانقاہ شریف میں حضرتؒ کے سامنے مولانا فضل الرحمٰن صاحب کیخلاف گفتگو کرتے رہے، جب خاموش ہوئے تو حضرت نے فرمایا: ''ہم مولانا فضل الرحمٰن کے ساتھ ہیں''

مولانا فضل الرحمٰن صاحب اسلام آباد آتے جاتے حضرت کی خدمت میں حاضری دیا کرتے تھے اور کبھی صرف زیارت کیلئے سفر کیا کرتے تھے۔ لیکن میں جب بھی حاضر ہوتا حضرتؒ خواجہ صاحب مولانا فضل الرحمٰن صاحب کا حال پوچھا کرتے تھے۔ 2 مئی کو عشاء کے وقت مجھے سیال ہسپتال میں آخری زیارت نصیب ہوئی تھی، اس وقت بھی مولانا فضل الرحمٰن صاحب کا حال دریافت فرمایا تھا۔

حضرتؒ کے خادم خاص حکیم سلطان محمود صاحب نے بیان کیا کہ: پانچ چھ مہینے کی بات ہے کہ ایک عالم دین نے حضرتؒ سے سوال کیا کہ حضرت! ہمارے ہاں جمعیۃ علماء اسلام بھی ہے اور مجلس تحفظ ختم نبوت بھی ہے۔ جمعیۃ علماء اسلام والے ساتھی میرے اوپر زور دیتے ہیں کہ میں جمعیۃ میں کام کروں اور مجلس تحفظ ختم نبوت والے ساتھی زور دیتے ہیں کہ ہمارے ساتھ مجلس تحفظ ختم نبوت میں کام کرو۔ میرے لئے جناب کا کیا حکم ہے؟......تو حضرت نے فرمایا کہ: جمعیۃ علماء اسلام میں کام کرو، جمعیۃ علماء اسلام ہوگی تو مجلس تحفظ ختم نبوت ہوگی، جمعیۃ ہوگی تو مدارس ہوں گے۔''

ظاہر اسباب میں روحانی فیضان اور دینی وملی خدمات کیلئے آپؒ کے بڑے اور نمایاں ذرائع تین تھے، خانقاہ سراجیہ، مجلس تحفظ ختم نبوت اور جمعیت علماء اسلام۔ اللہ تعالیٰ ان تینوں کو دوام و بقا عطا فرمائے اور دین کی خدمت اور حفاظت نصیب فرمائے۔ آمین

(بشکریہ ماہنامہ ''الجمعیۃ'' راولپنڈی)



حضرت کے خانوادہ سے ہمارے گھر کا تعلق حضرت مولانا احمد خان رحمہ اللہ سے چلا آ رہا ہے دادا سید محمد حسین شاہ اور سید محمد حسن شاہ دونوں بھائی حضرت کے خاص مریدین تھے مجھے پہلی بار حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب سے شرف ملاقات وشرف زیارت 1967 میں نصیب ہوئی۔

حضرت کی ذات اقدس ہمارے لئے مشعل راہ ہے، حضرت ولی کامل اور عالم باعمل تھے، حضرت کی ذات اقدس سے لاکھوں لوگ مستفید ہوئے، آپ نے بطور امیر عالمی مجلس ختم نبوت جو کام سرانجام فرمائے آنے والا وقت اسے سنہری حروف میں تحریر فرمائے گا۔ آپ نے اپنی حیات مبارکہ کا ایک بہت بڑا حصہ تحفظ ختم نبوت اور ناموس رسالت کے لئے وقف رکھا، حضرت کے وصال مبارک سے علم، روحانیت اور تصوف کے میدان میں ایک نہ پر ہونے والا خلا پیدا ہوا ہے اللہ رب العزت حضرت خواجہ خان محمد صاحب کو اپنے جوار رحمت میں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین۔

سید جاوید حسین ولد مرتضیٰ احسن

شاہ شاہپور شہر، ضلع سرگودھا، ممبر قومی اسمبلی حلقہ نمبر 68

مولانا عبدالرحمٰن اشرفی

خواجۂ خواجگان رحمہ اللہ سے چند یادگار ملاقاتیں

کسی شخصیت کو دیکھنے اور پرکھنے کے لیے یہ بات دیکھنا بہت ضروری ہوتی ہے کہ یہ شخص دیندار کس درجے میں ہے؟ دین کے پانچ شعبہ جات ہیں:

[۱] عقائد......[۲] عبادات......[۳] معاملات......[۴] معاشرات......[۵] اخلاقیات......

خواجۂ خواجگان، قطب الاقطاب، شیخ المشائخ، مجلس تحفظ ختم نبوت عالمی کے روحِ رواں، کئی دینی وروحانی مراکز کے مربی وسرپرست اعلیٰ حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمہ اللہ تعالیٰ دین کے تمام شعبہ جات میں عجیب کمالات رکھتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو دین کے ہر شعبے کے نور سے منور کیا تھا، دین کے تمام شعبوں کی جان اخلاق ہیں اور اخلاق کی جان عاجزی وانکساری ہے، خواجہ صاحب مرحوم تمام کمالات ظاہری وباطنی سے موصوف ہونے کے باوجود کامل درجے کے عاجز اور منکسر المزاج آدمی تھے، جس طرح پھل دار ٹہنی جھکی رہتی ہے اسی طرح یہ عظیم صاحب کمال آدمی بھی جھکا ہوا اور سراپا عجز وانکسار تھا۔

انسان ہونے کے ناطے غصہ آ ہی جاتا ہے، خصوصاً جب کوئی شخص کوئی معرکہ سرکر رہا ہو تو ایسے عالم میں مختلف الخیال، مختلف الاذہان متنوع مزاج لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے، مگر آپ کبھی کسی پر غصہ نہیں ہوئے، سنت کے مطابق مسکرا کر بات کرتے تھے، سالہا سال سے عالم شباب سے تادم واپسیں وہ ایسی جماعت کے سربراہ رہے جس کے رضا کار بلا مبالغہ دنیا بھر میں موجود ہیں، پاکستان میں تو اس عظیم جماعت کا مرکز ہے، ساری جماعت کو حکمت عملی سے، دانائی سے، اخلاص سے چلانا خواجہ صاحب رحمہ اللہ ہی کا کام تھا، ان کی سراپا عجز وانکساری شخصیت ہی کا کمال تھا کہ ہزاروں افراد اس جماعت کے پرچم تلے اکٹھے ہوئے، ''فرما گئے ھادی، لانبی بعدی'' کی گونج سے ساری فضا معطر ہو جایا کرتی تھی۔

خواجہ صاحب رحمہ اللہ گفتار کے نہیں کردار کے غازی تھے، وہ تقریریں نہیں کرتے تھے، ان کی نگاہ مردِ مومن کی نگاہ تھی، جس سے ہزاروں لوگوں کی زندگیوں میں انقلاب آیا، وہ اپنے قریب آنے والے لوگوں سے بہت دھیمے لہجے میں بات کرتے تھے، اسی دھیمے پن کی بدولت ہی ہزاروں انسان راہ راست پہ آ گئے، ختم نبوت کے حوالے سے منعقد ہونے والی کانفرنسوں کی صدارت کرتے، ان کے سامنے بڑے بڑے خطباء اپنی

جولانی خطابت سے حاضرین کومسحور کرتے تھے،مگر وہ اپنی عقابی نگاہ سے کام لیتے تھے۔

خواجہ صاحب نے بے شمار بار بیت اللہ کی زیارت کی،ایک بار خوش قسمتی سے میں ان کے ساتھ تھا، عرفات کے میدان میں ہم موجود تھے، کچھ فاصلے پر صوفیائے شامی غالباً شاذلیہ سے ان کا تعلق تھا، وہ میدان عرفات میں ذکر جلی میں مصروف تھے، میں نے ان کو ذکر کرتے دیکھا، وہ لوگ رکوع میں دائیں بائیں جھوم جھوم کر ذکر کر رہے تھے، پورے وجود کو حرکت دے رہے تھے اور بآواز بلند یہ کلمات ادا کر رہے تھے

يا متجلي! ارحم ظلي...... يا متعالي! ارحم حالي......يا الله......

یہ لوگ قیام کرتے، پھر رکوع میں جا کر ادھر ادھر جھومتے تھے، میں اپنی آنکھوں سے یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا، پھر حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں میں نے ان صوفیاء کی پوری نقل اتاری، جس طرح وہ کرتے تھے میں نے بھی ایسے ہی کیا اور حضرت خواجہ صاحب کو بتایا کہ حضرت! آپ بھی ذکر کرتے ہیں، مگر مجھے آج بہت مزہ آیا، میں نے عملی طور پر نقل اتاری، وہ بہت محبت والے انسان تھے، انہوں نے اس طرح اور اس انداز پر مجھے ٹوکا نہیں، ان کا سب سے بڑا کمال عاجزی تھا، شاید اسی عاجزی کے باعث انہوں نے شاذلیہ کے طریقۂ ذکر کی نقل دیکھ کر بھی برا نہیں منایا۔

ایک بار چناب نگر میں ختم نبوت کانفرنس ہو رہی تھی، اپنی روایت کے مطابق انسانی سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا، خواجہ صاحب اس کانفرنس میں نہیں تھے، نقیب کانفرنس نے خطاب کے لیے مجھے دعوت دی، میں نے تقریر ختم کی تو ختم نبوت کے ایک بڑے مبلغ مولانا تاج محمود اٹھ کھڑے ہوئے اور بے ساختہ اعلان کر دیا کہ اس سال ہونے والی کانفرنس میں سب سے اول تقریر یہی ہے، بعد میں خواجہ صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ آپ نے کیا تقریر کی تھی کہ انہوں نے اول نمبر قرار دیا؟ میں نے خواجہ صاحب کو بتایا کہ حضرت! دراصل یہ میری تقریر نہ تھی بلکہ یہ میرے استاد، استاذ الاساتذہ حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ کی تقریر تھی، یہ میرے استاد کی نزولِ عیسیٰ پر تقریر تھی، جسے میں نے نقل کیا ہے، ''اول'' میں اور میری تقریر نہیں، بلکہ میرے استاد اور ان کی تقریر ہے، میں نے تو صرف نقل کی ہے، نقل کرنے کا مجھے حصہ ملا ہے، حضرت خواجہ صاحب اس بات پر بہت خوش ہوئے کہ اس نے اچھی تقریر کرنے کے باوجود اپنے استاد کی طرف منسوب کی ہے۔ بعد میں ایک بار سفیر ختم نبوت مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمہ اللہ کے مدرسہ میں جلسہ تھا، مولانا نے مجھے بھی دعوت دی تھی، خطاب سے پہلے مولانا چنیوٹی مجھے کہنے لگے کہ وہی چناب نگر والی تقریر کریں، میں نے وہی تقریر دہرائی تو مولانا چنیوٹی نے مجھے کہا کہ آج یوں لگتا ہے کہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کی روح تمہارے اندر لوٹ آئی ہے۔

عاجزی وانکساری کے علاوہ دیگر شعبہ جات میں بھی وہ کمال رکھتے تھے، ان کا تقویٰ قابل تقلید تھا،

رمضان المبارک میں اہتمام کے ساتھ قرآن سماعت فرماتے تھے، اگر حافظ قرآن کی غلطی آگئی تو آپ نے فرمایا کہ دوبارہ لوٹاؤ! اکثر تو ایسا ہوتا کہ تراویح سحری تک چلی جاتی، اللہ کے اس شیر کا تقویٰ کس انداز میں تھا، انہوں نے ہر حال میں اسے نبھایا، مجھے ان کی تمام صفات میں عاجزی بہت پسند ہے، عاجزی ہمارے اکابر کا طرۂ امتیاز ہے، اسی لیے کہا جاتا ہے ''مشاہدہ بقدر المجاہدہ'' اور ''العطایا علی البلایا''۔عرب شاعر کہتا ہے ؂

کیف الوصول الی سعادہ ودونها

حلل الجبال ودونهن حتف

ایک بار ایک جگہ پر حضرت خواجہ صاحب نوراللہ مرقدہ بھی تھے اور مولانا سرفراز خان صفدر نوراللہ مرقدہ بھی تھے، مولانا سرفراز صاحب نے خواجہ صاحب کو کہا کہ ''مولانا! آپ کو پتہ ہے کہ میری عمر آپ کی عمر سے بڑی ہے؟'' حضرت خواجہ صاحب نے فی البدیہہ جواب دیا کہ ''حضرت! آپ ہر اعتبار سے بڑے ہیں۔''

میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ آپ بہت کم گفتار تھے، زیادہ باتیں کرنا آپ کی عادت نہ تھی، آپ دوسروں کی باتیں سنتے تھے، دوسروں کی کارگزاریاں سنتے تھے، زیرلب مسکراتے تھے، اچھے کارناموں پر داد تحسین پیش کرتے تھے، کسی غیر شرعی بات پر اصلاح کرتے تھے۔خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''کچھ نہیں''، سب کچھ ہے یارو! اور ''سب کچھ''، کچھ نہیں

یعنی عاجزی بڑی چیز ہے، یہی عاجزی ہمارے اکابر کا امتیازی وصف وعلامت تھی، میرے والد ماجد (حضرۃ مفتی محمد حسن رحمہ اللہ، بانی جامعہ اشرفیہ لاہور) نے فرمایا کہ میں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی خاص مجلس میں تھا، جو کہ لکھنو میں تھی، خاص مجلس صبح ۹ بجے ہوا کرتی تھی، اُس میں اُن کے خلفاء آتے تھے، دوسرے وقت میں عمومی مجلس ہوتی جس میں عامۃ الناس آتے تھے، حضرت تھانوی نے اس خاص مجلس میں فرمایا، میرے گنہ گار کانوں نے خود سنا، فرمایا:

''میں روزے میں ہوں، میں بقسم کہتا ہوں تم باور کرو کہ سارے عالم میں مجھ کو مجھ سے کوئی ردی معلوم نہیں ہوتا، سب سے کم درجے میں، مَیں ہوں۔''

یہ چند شکستہ سے کلمات عزیزی سرفراز حسن سلمہ اللہ کی درخواست پر لکھ دیئے ہیں، میں مولانا کے فضائل وخصائل بیان کرنے سے اپنے کو عاجز پاتا ہوں۔اللہ تعالیٰ ہمیں خواجہ صاحب رحمہ اللہ کی طرح ختم نبوت کے لیے صبح وشام کام کرنے کی توفیق بخشے۔آمین، بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

مولانا مفتی عطاء الرحمٰن

شفقت ومحبت کے پیکر

شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے دورِ حاضر میں اکابر واسلاف کی زندہ تصویر بنایا تھا، جنہیں دیکھ کر ہمیں اپنے بزرگوں کی عظمت ورفعت کا اندازہ ہوتا تھا۔ کہ یہ تو ان کے فیض یافتہ ہیں اور بلندی کے اس اعلیٰ مقام پر فائز ہیں۔ خود اُن کا کیا عالم ہوگا۔ حضرت کی شخصیت تعریف وتعارف کی محتاج نہیں، ایک دو واقعات عرض کرتا ہوں۔ جس سے حضرت کی عنداللہ مقبولیت اور مخلوق خدا پر شفقت کا اندازہ ہوتا ہے۔

آج سے تقریباً دس بارہ سال قبل حضرت مولانا غلام مصطفیٰ صاحب رحمہ اللہ بانی دارالعلوم مدنیہ کے صاحبزادے مولانا زبیر صاحب رحمہ اللہ کو ایک سازش کے تحت جھوٹے مقدمے میں گرفتار کرلیا گیا۔ بڑی بھاگ دوڑ اور تگ ودو کے باوجود کچھ نہ بنا، حتیٰ کہ اُن کے قریبی بااثر دوست بھی کام نہ آئے، بلکہ ان کے ایک دوست تھانیدار ہی نے ان کا نام اس مقدمے میں درج کیا۔ باقی بھی سب نے منہ پھیر لیا۔ تو بندہ نے حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں عریضہ ارسال کرکے دعا کی درخواست کی۔ (حضرۃ قبلہ کا جوابی مکتوب باب نمبر 7 میں ملاحظہ فرمائیں۔ [خادم، حمزہ]) حضرت کا دعا کرنا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا اور ایسی صورت بنائی کہ خود ایک سرکاری افسر کے ذریعے معاملے کے حل کی طرف پیش رفت ہوئی اور بالآخر مولانا زبیر صاحب رحمہ اللہ کی رہائی عمل میں آئی۔

غالباً 1968ء کا سال تھا، جب راقم دارالعلوم مدنیہ میں ابتدائی کتب کا مدرس تھا۔ حضرت مولانا غلام مصطفیٰ مرحوم اس وقت مہتمم تھے۔ راقم کا چھوٹا بھائی عزیزی مولوی مفتی سعید الرحمٰن [دارالافتاء: جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی] اس وقت درجہ ثالثہ کا طالب علم تھا، دارالعلوم کبیر والہ میں پڑھتا تھا۔ اسے حضرت امام اہل سنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کی خدمت میں جاکر پڑھنے کا شوق ہوا، میں نے اسے سمجھایا کہ آپ کی عمر ابھی کم ہے، اکیلے اتنی دور پریشان ہوگے اور دل بھی نہیں لگے گا، دو چار ساتھی اپنے اور بھی ہوں تو پھر خیر ہے۔ لیکن اسے جنون کی حد تک شوق تھا لہٰذا چلا گیا، ایک ماہ بعد اس کا خط آیا کہ میرا یہاں دل نہیں لگ رہا، کچھ کریں! میں نے حضرت امام اہل سنت علیہ الرحمۃ کی خدمت میں عریضہ ارسال کیا اور صورتحال درج کی۔ خط ملتے ہی حضرت

نے اسے بلایا اور بتایا کہ آپ کے بھائی کا خط آیا ہے، آپ جانا چاہیں تو خوشی سے اجازت ہے۔ وہ چلا آیا اب جب کبیر والہ آیا تو اس وقت مولانا منظور الحق صاحب رحمہ اللہ مہتمم تھے، بڑے حضرت مولانا عبد الخالق رحمہ اللہ کی وفات ہو چکی تھی۔ مولانا منظور صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ''تم شروع سے جب یہاں پڑھ رہے تھے تو یہاں سے بلا اجازت کیوں گئے؟ لہٰذا اب تمہارا داخلہ یہاں کسی صورت نہیں ہوگا۔ وہ سخت پریشان ہو گیا۔

خدا کی قدرت اسی دوران حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ دار العلوم کبیر والہ میں تشریف لائے، مولانا عبدالرحیم [خطیب جامع مسجد چشمہ بیراج] میرے بھائی کے ہم کلاس تھے۔ وہ اسے لے کر حضرت خواجہ صاحب کے پاس چلے گئے اور صورتِ حال عرض کر کے گزارش کی کہ آپ مہتمم صاحب سے سفارش فرما دیں کہ وہ اسے یہاں داخلہ دے دیں۔ حضرت نے فوراً مولانا منظور الحق صاحب سے کہہ دیا۔ اور یوں داخلہ مل گیا۔ اس سے حضرت رحمہ اللہ کی طلباء پر شفقت کا اندازہ ہوتا ہے۔

۱۴ شعبان المعظم ۱۳۹۵/۲۱ اگست ۱۹۷۵ء کو راقم کے والد ماجد (مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا محمد شریف بہاولپوری رحمۃ اللہ علیہ) کا رات کے اڑھائی بجے انتقال ہو گیا۔ ملتان دفتر ختم نبوت سے بہاولپوران کے آباد کردہ علاقہ (جو شہر سے کافی فاصلے پر واقع ہے) شریف آباد میں تدفین ہوئی۔ حضرت خواجہ خواجگان رحمہ اللہ ان دنوں ملک سے باہر سفر پر تھے، جب واپسی ہوئی تو اظہار تعزیت کے لیے خود بنفس نفیس شریف آباد، بہاولپور تشریف لائے۔ پسماندگان سے تعزیت فرمائی، قبر پر حاضر ہو کر دعائے مغفرت فرمائی۔ یہ حضرت کی شفقت اور اپنے کارکنان سے محبت کی علامت ہے۔ ورنہ بڑے بزرگان نے بذریعہ خط یا فون تعزیت کرنے کو کافی سمجھا۔

ہر سال بہاولپور کے احباب بالخصوص مولانا عبدالصمد صاحب معاون مہتمم دار العلوم مدنیہ کے ہمراہ خانقاہ سراجیہ حاضری ہوتی تھی۔ وفات سے چند روز قبل بھی حاضری ہوئی۔ اسی روز عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی مجلس شوریٰ کا اجلاس تھا۔ حضرت کی خوب زیارت کی سعادت ملی۔ پھر وفات سے قبل عیادت و تیمارداری کے لیے ملتان بھی حاضری ہوئی۔ اللہ رب العزت نے جنازے میں شرکت کی توفیق بھی دی۔ فللہ الحمد۔ خدا تعالیٰ ہمارے لیے ذریعۂ نجات بنائے۔

جنازے کو دیکھ کر معلوم ہوتا تھا کہ واقعی ہر طبقہ یہ کہنے میں حق بجانب ہے کہ آج سب یتیم ہو گئے۔ مدارس، خانقاہیں، دینی تنظیمیں، مذہبی، مسلکی، جہادی، سیاسی اور تبلیغی سب کے سب ان کی سرپرستی کو فخر اور باعث سعادت سمجھتے تھے۔ علماء وطلباء کے علاوہ عوام الناس کے ہر طبقہ میں بھی حضرت کے مریدین و متعلقین کا ایک بہت بڑا حلقہ ہے۔ خداوند قدوس حضرت رحمہ اللہ کے مرقد پر کروڑہا رحمتیں نازل فرمائے اور ان کے اخلاف کو ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ان کے مشن کو پوری ہمت واستقامت سے جاری وساری رکھنے کی توفیق سے نوازے۔ آمین۔

مولانا فضل الرحمٰن دھرم کوٹی

قافلۂ دیوبند کے سالار

خواجہ خانِ محمد تھے کبیر الاولیاء
وقت کے اصحابِ باطن ان کے تھے زیرِ لوا
مجلس ختم نبوت کے امیرِ عام تھے
دیوبندی مکتبہ کے سب سے اونچے سربراہ

حضرت خواجہ صاحب سے ہمارے خاندانی روابط:

حضرت خواجہ صاحب کے پیرومرشد حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب سلیم پوری تحصیل جگراوی ضلع لدھیانہ کے رہنے والے تھے اور ارائیں برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ سلیم پور ہمارے شہر دھرم کوٹ سے بیس میل دور جانبِ شرق ایک بڑا گاؤں تھا۔ مولانا عبداللہ صاحب قیوم ثانی وہاں سکول کی تعلیم حاصل کر رہے تھے کہ یہ خوشگوار واقعہ پیش آیا۔ جامعہ علوم شرعیہ ساہیوال والوں کے بزرگ بلبل پنجاب حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب ملیانوی نے مولانا عبداللہ صاحب سے پوچھا جو اس وقت مڈل سکول کے سٹوڈنٹ تھے، کہ تم سکول پڑھ کر کیا کرو گے؟ انہوں نے جواب دیا کہ میرے والد صاحب مجھے پٹواری بنانا چاہتے ہیں۔ حضرت مولانا نے فرمایا ’’بیٹا! مجھے تمہاری پیشانی میں سعادت کے آثار نظر آتے ہیں تم سکول چھوڑ کر کسی دینی مدرسہ میں داخل ہو جاؤ! تمہاری عاقبت کے لیے یہی بہتر ہے۔ طالب علم عبداللہ نے پوچھا ’’پھر میں کس مدرسہ میں چلا جاؤں؟‘‘ مولانا نے فرمایا ’’تمہارے اسی گاؤں میں ایک عالم اجل مولانا محمد ابراہیم صاحب دھرم کوٹ میں پڑھاتے ہیں تم وہاں چلے جاؤ اور دینی علوم پڑھو‘‘ سعادت مند عبداللہ نے یہ بات گرہ میں باندھ لی اور دھرم کوٹ کے مدرسہ عربیہ میں داخل ہو کر دینی علوم پڑھنے شروع کر دیئے۔ جس وقت وہ دھرم کوٹ پڑھنے کے لیے آئے میرے والد مولانا محمد عبداللہ دھرم کوٹی بھی اسی جماعت میں پڑھ رہے تھے۔ ہماری برادری بھی ارائیں ہے۔ خوش قسمتی سے استاد محترم مولانا محمد ابراہیم صاحب میاں چنوں والے بھی ارائیں خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ تو گویا میرے والد مرحوم حضرت قیوم ثانی کے کلاس فیلو تھے، ہم استاد،

ہم قوم تھے۔ یہ تو روابط کی ابتدا تھی۔ پھر ہمارے رابطے مضبوط سے مضبوط تر ہوتے چلے گئے۔

حضرت خواجہ صاحب کی پہلی زیارت:

حضرت والد صاحب کی ترغیب سے میں حضرت اقدس خواجہ خان محمد صاحب کی زیارت کے لیے کندیاں شریف گیا، اس وقت ہماری رہائش چک نمبر 26 ایم۔ بی۔ تحصیل خوشاب ضلع سرگودہا میں تھی۔ میں عین دوپہر کے وقت وہاں پہنچا، حضرت اقدس اندرون خانہ آرام فرما رہے تھے۔ اطلاع دی گئی۔ کچھ دیر بعد حضرت خواجہ صاحب بیٹھک میں تشریف لائے، مجھے پائینتی کی جانب پلنگ پر بیٹھے دیکھ کر خود سرہانے کی طرف بیٹھ گئے۔ پوچھا کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو، کیا مقصد ہے؟ میں نے کہا مولانا محمد عبداللہ دھرم کوٹی کا بیٹا ہوں، چک نمبر 26 خوشاب سے آیا ہوں۔ زیارت کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ یہ سنتے ہی بجلی کی سی تیزی سے اٹھے اور نیچے فرش پر میرے پاؤں کے قریب بیٹھ گئے اور بطور تأسف کہنے لگے ''تم تو میرے پیرومرشد کے خاندان کے فرد ہو، مجھ سے گستاخی ہوئی کہ تمہارے سرہانے بیٹھ گیا'' میں بڑا حیران و پریشان ہوا کہ اب کیا کروں؟ بہت سی منتیں کر کے حضرت کو منایا اور اپنے برابر پلنگ پر بٹھایا، لیکن آپ پھر بھی پائینتی کی طرف بیٹھے۔

پہلے بزرگوں کی عاجزی اور خاکساری کے جو واقعات کتابوں میں پڑھے تھے حضرت خواجہ صاحب کے عمل سے ان کی تصدیق ہوگئی کہ وہ افسانے نہیں حقیقت ہیں۔ پھر مجھے پر تکلف کھانا کھلایا اور واپسی پر باہر تک چھوڑنے آئے۔

جامع مسجد قاسمی خانقاہ شریف کا سنگ بنیاد:

سرگودہا سے جب ہمارا خاندان خانقاہ شریف بہاولپور منتقل ہوگیا تو ہم نے مسجد قاسمی تعمیر کرنے کا پروگرام بنایا۔ ہم چاہتے تھے کہ اس کا سنگ بنیاد اپنے سلسلے کے کسی مشہور بزرگ سے رکھوایا جائے، ہم مولانا محمد علی جالندھری رحمہ اللہ کو لانا چاہتے تھے کیونکہ ان سے بھی ہماری عزیز داری ہے اور انہی کے مشورے سے ہم نے خانقاہ شریف میں ڈیرہ لگایا تھا۔ اسی اثناء میں ہمیں معلوم ہوا کہ حضرت اقدس خواجہ خان محمد بہاولپور تشریف لائے ہوئے ہیں، اور اسٹیشن کے پاس کسی کوٹھی میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ میرے بڑے بھائی مولانا عبدالرحیم اور ہمارے برادر نسبتی حاجی عبدالعزیز صاحب پوچھتے پاچھتے وہاں جا پہنچے، حضرت سے شرف

ملاقات حاصل ہوا، حرفِ تمنا زبان پر لائے کہ مسجد کا سنگ بنیاد رکھنے کے لیے آپ کو تکلیف دینی ہے! فرمایا ''بسروچشم''۔اسی وقت تیار ہوگئے اور میزبان ہی کی گاڑی میں خانقاہ شریف آگئے، موقع کی نشاندہی کی گئی، حضرت نے اپنے دست اقدس سے تین چار اینٹیں وہاں جمادیں اور کھڑے ہوکر سب کے لیے دعا فرمائی۔ دعا سے فارغ ہوکر کچھ ماحضر پیش کیا تھا، حضرت نے ہماری دلداری کے لیے تناول فرمایا اور واپس بہاولپور تشریف لے گئے۔عرصۂ دراز کے بعد جب مسجد کا ڈھانچہ بن چکا تھا پھر آپ کو ہم غریبوں کی یاد آئی اور آپ خود ہی خانقاہ شریف، تشریف لے آئے، میں مسجد کے صحن میں تنہا بیٹھا تھا، کیا دیکھتا ہوں کہ سامنے قطب دوراں، خواجۂ خواجگان حضرت اقدس خواجہ خان محمد قدم رنجہ فرماتے ہوئے مسجد میں آرہے ہیں، میں لپک کر آگے بڑھا، حضرت کو مصلے پر لاکر بٹھایا، تکلیف فرمائی کا شکریہ ادا کیا۔فرمایا ''میں بہاولپور آیا تھا، سوچا اپنے عزیزوں سے بھی ملتا جاؤں، اس پر میں نے مکرر شکریہ ادا کیا اور مناسب تواضع کی سعادت حاصل کی۔

حضرت خواجہ صاحب کی آخری زیارت:

ہم چند ساتھی راقم فضل الرحمٰن، جناب فاروق صاحب، مولانا جمیل الرحمٰن عباسی صاحب اور مفتی امداداللہ انور صاحب چھٹیوں میں ایک تفریحی سفر پر تھے۔فاروق صاحب کی اپنی گاڑی تھی، ہم بہاولپور سے ملتان، شورکوٹ، اٹھارہ ہزاری جوہرآباد ہوتے ہوئے قائدآباد پہنچے، وہاں دوستوں ساتھیوں سے ملاقاتیں کیں اور پھرواں بھچراں مولانا حسین علی رحمہ اللہ کے مزار کی زیارت کے لیے روانہ ہوگئے۔مولانا کے مزار کی زیارت کی، عصر کی نماز وہاں پڑھی، جبکہ ظہر ہم قائدآباد پڑھ آئے تھے۔عصر کے بعد خانقاہ سراجیہ کے لیے روانہ ہوئے۔ بوقت مغرب خانقاہ سراجیہ پہنچے، جن ساتھیوں کا وضو تھا ان کو جماعت مل گئی، باقیوں نے بعد میں اپنی جماعت کرائی۔حضرت خواجہ صاحب کی زیارت کے لیے معلومات لیں تو پتہ چلا کہ بعد عصر تو زیارت عام ہوتی ہے پھر قبل العشاء بھی زیارت ممکن ہے۔ہم مدرسہ کے مہمان خانہ میں ٹھہر گئے، بعض واقفان حال طالب علموں نے چائے بسکٹ سے ہماری تواضع کی، جن کے ہم شکرگزار ہیں۔اللہ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

عشاء کی اذان کے ساتھ ہی زیارت خواہوں کو بلا لیا گیا۔ہم حضرت کے کمرے میں حاضر ہوئے۔حضرت، صاحبِ فراش تھے، حرکت کرنا تک مشکل تھی، بول بھی نہیں سکتے تھے، ہم نے سلام کیا، آپ کے ہونٹ کی حرکت سے ہم نے محسوس کیا کہ آپ نے جواب دے دیا ہے۔آپ پہلو کے بل لیٹے ہوئے

تھے۔سارا جسم بے حس وحرکت تھا،مگرزبان بدستور حرکت کررہی تھی۔اس حالت میں بھی آپ ذکرالٰہی میں مشغول تھے۔آپ ٹکٹکی باندھ کرہمیں دیکھے جارہے تھے۔ہماری نگاہیں بھی آپ کے چہرہ انور پرمرکوزتھیں۔ دل ہی دل سے باتیں ہورہی تھیں،مگرزبانیں جانبین کی خاموش تھیں

ع خموشی گفتگوتھی،بےزبانی تھی زباں میری

تھوڑی دیر اسی طرح نظروں اور دعاؤں کا تبادلہ کر کے ہم الوداعی سلام کر کے چلے آئے۔یہ آفتاب لب بام کا آخری نظارہ تھا،جس کے چند دن بعد ہی اس آفتاب تصوف وسلوک کے غروب کی جانکاہ خبر آ گئی ؎

ترے جانے سے دنیا میں کمی کچھ بھی نہ آئے گی
مگر تجھ بن یہ باغِ دیں سراسر اُجڑ جائے گا

[افضل دھرم کوٹی]

سفر آخرت:

اس وقت میں جامعہ صدیقیہ بہاول پور میں خادم الحدیث ہوں،گویا اندھوں میں کانا سردار ہوں۔ سبق سے فارغ ہوکرواپس خانقاہ شریف چلا گیا،مغرب کے بعد مولانا جمیل الرحمٰن صاحب عباسی کا فون آیا کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے میر کارواں،قافلۂ دیوبند کے سالار،حضرت خواجہ خان محمد صاحب اپنا سفر زندگی ختم کر کے اللہ کے جوارِ رحمت میں جا بسے ہیں،کل دو بجے دوپہر خانقاہ سراجیہ میں ان کی نماز جنازہ ادا ہوگی۔میں نے پوچھا کہ ''نمازِ جنازہ میں شرکت کی کیا صورت ہوگی؟'' انہوں نے بتلایا کہ ہم کرائے کی گاڑی کا انتظام کررہے ہیں،آپ بہاولپور پہنچیں، میں نے جامعہ صدیقیہ کے نائب مہتمم سہیل صدیقی صاحب کوفون کیا کہ آپ گاڑی بھیج دیں تاکہ میں بہاولپور پہنچ کرقافلے کے ساتھ شرکت کرسکوں،انہوں مہربانی فرمائی گاڑی بھیج دی،اور میں بہاول پور پہنچ گیا۔عزیزان عتیق الرحمٰن اور مولانا عطاء اللہ بھی ہمراہ تھے۔اذان فجر کے بعد فوراً نماز پڑھ کے ہم گاڑی میں بیٹھ گئے اور میانوالی کی طرف روانہ ہوئے۔مظفرگڑھ کے قریب ایک ہوٹل میں ناشتہ کیا اور پھر چل پڑے۔ان دنوں گیس (سی۔این۔جی) کی بڑی قلت تھی، ایم۔ایم روڈ پر ابھی گیس اسٹیشن معقول تعداد میں نہیں بنے۔اس لیے گیس بھروانے کے لیے ہمیں (ایم۔ایم روڈ سے اتر کے 25 کلومیٹر دور) لیہ شہر جانا پڑا،وہاں بھی باہزار خرابی بہت تھوڑی گیس دستیاب ہوئی،انتظار

میں دو گھنٹے وہاں ضائع ہو گئے، پھر مین روڈ پر آ کر اگلا سفر شروع کیا، کندیاں موڑ کے قریب ہم نے نماز ظہر ادا کی اور خانقاہ سراجیہ کی طرف چل پڑے۔ اس دن تو گویا ہر گاڑی خانقاہ سراجیہ کی طرف جا رہی تھی، جیسا کہ اجتماع کے دنوں میں ہر گاڑی کا رخ رائے ونڈ کی طرف ہی ہوتا ہے۔ بے شمار مخلوق تھی جو کاروں، بسوں اور موٹر سائیکلوں پر کھنچی چلی جا رہی تھی، بہت سے لوگ پیدل بھاگے جا رہے تھے۔ بالکل وہی سماں لگتا تھا جو عبداللہ بن مبارک کے استقبال کے لیے جانے والوں کا تھا، جسے دیکھ کر ہارون رشید کی باندی نے کہا تھا کہ حکومت تو ان اللہ والوں کی ہے، ہارون کی حکومت اس کے مقابل کچھ بھی نہیں، کیونکہ اس کے لیے پولیس کے علاوہ ایک آدمی بھی نہیں آتا اور یہاں بن بلائے کوئی پیچھے رہنا گوارا نہیں کرتا۔

جنازہ کے میدان سے دو میل ورے ہی گاڑیوں کو روک دیا گیا کہ آگے جگہ نہیں، گاڑیاں نہیں جا سکتیں، دو بجنے والے تھے، وقت معہودہ آیا چاہتا تھا، ہم ضعف اور بڑھاپے کے باوجود اتر کر سرپٹ بھاگے، ہماری طرح اور بھی ہزاروں لوگ بھاگ رہے تھے، گندم کی فصل کٹی ہوئی تھی، کھیت خالی پڑے تھے، اس لیے بھاگنے میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی، خانقاہ کی سیدھ میں ہر کسی کا رخ تھا، اونچی نیچی جگہوں، کھالوں اور کھڈوں کو پھلانگتے ہوئے جا رہے تھے، یہی خوف دامن گیر تھا کہ کہیں جنازے سے رہ نہ جائیں، اللہ پاک نے دستگیری فرمائی اور ولی عصر، غوث زماں کے جنازے کی صفوں میں پہنچ گئے۔ امید ہے اس ولی کامل کے جنازے میں شرکت سے ہماری بخشش ہو جائے گی۔ جہاں تک ان کا تعلق ہے وہ تو بخشے بخشائے ہیں، اولیاء کا جنازہ ان کی بخشش کے لیے نہیں اپنی بخشش کے لیے پڑھا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں اور ان کی نسبت اور تعلق سے ہماری بخشش فرمائیں۔

احب الصالحین ولست منھم

لعل اللہ یرزقنی صلاحا

احقر فضل الرحمٰن دھرم کوٹی

خادم الحدیث: جامعہ صدیقیہ (نور محل روڈ، بہاولپور)

مولانا ابواحمد نور محمد تونسوی

فاضل دیوبند

خلاق عالم نے دارالعلوم دیوبند کو بہت سی خصوصیات سے نواز ہے من جملہ ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اللہ جل شانہ نے اس ادارہ پر خصوصی برکات کا نزول فرمایا ہے برکات کا یہ عالم ہے کہ جو طالب علم اس دارالعلوم میں داخل ہوا اور پڑھا اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کے عقائد اور اعمال دونوں کی اصلاح ہوگئی اور جو طلباء دارالعلوم دیوبند سے فارغ التحصیل ہوئے اپنے دور کے مفسر' محدث' فقیہ' متکلم اسلام' فلسفی، مناظر اسلام' مدرس' معلم' مصنف' اور صوفی باصفا بنے اور فارغ التحصیل ہونے والوں نے دارالعلوم سے جو کسب فیض فرمایا تو فراغت کے بعد اپنے اپنے علاقوں میں بلکہ پوری دنیا میں اس فیض کو عام کردیا اب دنیا میں کوئی ایسا خطہ نہ ہے جس میں دارالعلوم دیوبند کا فیض نہ پہنچا ہو خواہ بالواسطہ یا بلاواسطہ دارالعلوم کے ایسے سینکڑوں سپوت بھی ہیں جنہوں نے عرب وعجم کو دارالعلوم کے فیوضات سے مالا مال کردیا ہے بعض فضلاء دیوبند وہ ہیں جنہوں نے پوری زندگی کسی خاص شعبہ دین کی خدمت کی ہے اور بعض وہ ہیں کہ جنہوں نے دین کے کئی شعبے سنبھال لیے ہیں اور بعض ایسے مجاہد بھی ہیں جنہوں نے دین متین کے ہر شعبہ میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ہیں۔ انہوں نے تعلیم وتدریس کا کام بھی کیا' بحث اور مناظرہ کے میدان بھی فتح کیے' قرآن وحدیث کے درس بھی دیئے' باقاعدہ عملی جہاد میں بھی حصہ لیا' عوام الناس تک احکام شریعت بھی پہنچائے' دین کی خاطر جیلیں بھی کاٹیں اور تختہ دار پر بھی لٹکے' خدا کی زمین پر خدا کا قانون نافذ کرنے کیلئے عملی جدوجہد بھی کی۔ الغرض دین کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کی فضلاء دیوبند نے آبیاری نہ کی ہو۔

حقیقت یہ ہے دین اسلام کے سچے خادم عصر ہذا میں علماء دیوبند ہی ہیں یوں محسوس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دیوبند اور علماء دیوبند کو دین اسلام کی ہمہ جہت خدمات کیلئے منتخب فرمایا ہے۔ ویسے تو فضلاء دیوبند کی تعداد لاکھوں سے متجاوز ہوگی جنہوں نے خادم دین کی حیثیت سے اپنی خدمات پیش کی ہیں لیکن بندہ عاجز یہاں ایک فاضل دیوبند کا مختصر تذکرہ عرض کرنا چاہتا ہے۔ جن کا نام نامی ہے خواجہ خواجگان مخدوم العلماء صوفی باصفا حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ کندیاں شریف والے۔ آپؒ نے دارالعلوم دیوبند میں اس وقت دورہ حدیث کیا جب شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نور اللہ مرقدہ دارالعلوم کے شیخ

الحدیث تھے آپ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے مشہور بزرگ تھے آپ کے مریدین میں ایک بڑی تعداد علماء کرام کی تھی۔ جس سے آپ کی قدر ومنزلت کا انداز ہوتا ہے بے شک بحیثیت پیر طریقت ہونے کے آپ ایک صوفی باصفا تھے آپ نے لوگوں کے اخلاق اور عادات کی بھرپور اصلاح فرمائی' بے شمار مریدوں نے آپ کی خدمت میں رہ کر انسانیت کا سبق سیکھا آپ کے اردہ گرد علماء طلباء اور عوام کا ایک جمگھٹا رہتا تھا۔ جو آپ سے کسب فیض کرتا تھا آپ ان کی خوب اصلاح فرماتے تھے لیکن آپ صرف صوفی باصفا نہیں تھے بلکہ آپ کو جس طرح لوگوں کے اعمال ظاہریہ اور باطنیہ کی اصلاح کی فکر تھی اسی طرح آپ کو لوگوں کے عقائد سنوارنے کی بھی فکر رہتی تھی اور اصلاح عقائد کیلئے آپ نے بہت سے علمی اور عملی کارنامے سرانجام دیئے۔ چنانچہ عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت کیلئے کام کرنے والی جماعت تحفظ ختم نبوت کی امارت کو قبول کرنا اس سلسلہ کی ایک کڑی ہے' مرزائی' قادیانی اور لاہوری اگرچہ اپنے عقائد کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہو کر مرتد بن چکے ہیں لیکن وہ اتنے عیار اور چالباز ہیں کہ وہ اپنی چالاکیوں کے ذریعے ایک سادہ لوح مسلمان کو اپنے دام تزویر میں پھنسا لیتے ہیں۔ حضرت خواجہ صاحبؒ نے اپنے دور امارت میں جماعت کو خوب فعال بنایا۔ اندرون اور بیرون ملک ختم نبوت کیلئے ایسا سنہری کام کیا جس کی نظیر کا ملنا مشکل ہے حضرت خواجہ صاحبؒ نے مساجد کے خطباء کو خط لکھے کہ آپ ہر ماہ ایک یا دو جمعہ کے موقعہ پر لوگوں کو عقیدہ ختم نبوت سنائیں اور مرزائیوں کی چالبازی سے ہوشیار رہنے کی تلقین کریں۔ آپ آخری دم تک مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر رہے اور عقیدہ ختم نبوت کی آبیاری کرتے رہے۔ اسی طرح عقیدہ حیات الانبیاء کے ساتھ آپ والہانہ محبت رکھتے تھے اور بار بار اس عقیدہ کو آپ بیان بھی کرتے تھے اور ساتھ ساتھ مماتیوں، اشاعتیوں، پنج پیریوں سے اعلان برات بھی فرماتے تھے اور عقیدہ حیات النبی سے متعلق اپنی تحریر وقتاً فوقتاً مختلف دینی جرائد میں شائع بھی فرمایا کرتے تھے کیونکہ فتنہ مماتیہ ان کے دور میں ان کے سامنے پیدا ہوا۔ اس لئے وہ اس فتنے کے نقصانات سے بخوبی واقف تھے اور ایسے فتنہ پردازوں کے مزاج سے بھی واقف تھے اور جانتے تھے ہمارے تمام اکابر پر یہ لوگ ان کو اپنا ہمنوا ظاہر کر کے ان پر قبضہ کرنے کی ناپاک کوشش کرتے ہیں حتی کہ ہمارا کوئی بزرگ ایسا نہیں جس کی ادھوری' غیر متعلقہ اور سیاق وسباق سے علیحدہ کی ہوئی عبارات پیش کر کے سادہ لوح عوام کو یہ باور کرانے کی کوشش نہ کی ہو کہ یہ بزرگ بھی ہمارا ہے وہ بزرگ بھی ہمارا حالانکہ اکابر علمائے اہل سنت دیوبند میں سے کوئی ایک ایسا نہیں ہے جن کا عقیدہ حیات النبی ان جیسا ہو بلکہ وہ سب حضرات عقیدہ حیات النبی میں روح کا جسد عنصری سے تعلق مانتے ہیں اور یہ حضرات سماع صلوۃ وسلام عند القبر الشریف کے بھی قائل ہیں اور یہ بھی عقیدہ رکھتے ہیں کہ دور سے پڑھا جانے والا درود وسلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا جاتا ہے لیکن ان ساری تصریحات

کے باوجود یہ لوگ بڑی ڈھٹائی سے ہمارے اکابر کو بدنام کرتے رہتے ہیں تو ایسے حالات میں حضرت خواجہ صاحب کو بھی شاید یہ خدشہ ظاہر ہوا کہ میرے دنیا سے چلے جانے کے بعد یہ لوگ عوام الناس میں یہ پروپیگنڈہ کریں کہ ''خواجہ صاحب ہمارے تھے، ہماری طرح مماتی، اشاعتی تھے۔'' انہیں حالات کے پیش نظر حضرت خواجہ صاحب نے اپنے عقیدہ حیات النبی کو پوری زندگی کھول کھول کر بیان کیا تا کہ زائعین ان کے نام پر کسی سیدھے سادھے مسلمان کے ایمان کا نقصان نہ کردیں۔

اس سب سے بڑھ کر حضرت خواجہ صاحب کا ایک کام بہت ہی لائق تحسین ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے حضرت مولانا مفتی محمد طاہر مسعود سے ایک کتاب لکھوائی جس کا نام ہے عقائد اہل السنۃ والجماعۃ اس کتاب میں تقریباً تمام عقائد اہل السنۃ والجماعۃ مدلل طریقہ پر بیان کیے گئے ہیں۔ ایمان وکفر کی بحث، توحید اور شرک کی بحث، وجود باری تعالی کی بحث، نبوت ورسالت اور ختم نبوت کی بحث، فرشتوں اور آسمانی کتابوں کی بحث، عذاب قبر اور قیامت و آخرت کی بحث، جنت جہنم اور اعراف کی بحث، مسئلہ تقدیر، حیات النبی، حیات الانبیاء، مسئلہ توسل، عظمت صحابہ واہل بیت، معجزات وکرامات، جنات اور جادو اور شعبدہ بازی کا بیان، تقلید و اجتہاد کا مسئلہ، تصوف وتزکیہ کا بیان، فرق باطلہ کی نشاندہی وغیرہ عقائد ومسائل کو بڑی سنجیدگی سے بیان کیا گیا ہے یہ کتاب ہر عالم اور طالب علم کیلئے یکساں مفید ہے اس کتاب کو پڑھنے والا گویا عقائد اسلام کا حافظ بن جاتا ہے۔ حضرت خواجہ صاحب نے صرف یہ کتاب لکھوائی ہی نہیں بلکہ اس کے شائع کرنے کا بھی اہتمام فرمایا اور یہ کتاب خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف سے شائع کرائی ہے اور اس کو تقسیم ہی خانقاہ سے فرماتے ہیں اللہ تعالی جزاء خیر عطاء فرمائے حضرت خواجہ صاحب کو جنکی دعاؤں سے عقائد کا یہ ذخیرہ معرض وجود میں آیا اور جزائے خیر عطا فرمائے حضرت مولانا مفتی محمد طاہر مسعود کو جنہوں نے اس کا بیڑہ اٹھایا اور بالآخر تکمیل کو پہنچایا۔ تو ثابت ہوا کہ حضرت خواجہ صاحب نے اپنی پوری زندگی میں مسلمانوں کے عقائد اور اعمال کی اصلاح کیلئے بھرپور کوشش جاری رکھی اور اسی مشن پر ان کا خاتمہ بالخیر ہوا۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالی ہمارے اس بزرگ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے آمین یارب العالمین۔ مناسب معلوم ہوتا ہے عقیدہ حیات النبی کے متعلق حضرت خواجہ صاحب کی ایک تحریر قارئین کرام کی خدمت میں پیش کی جائے جو انہوں نے ملک حاکم خان صاحب کی طرف لکھی ہے۔ خواجہ صاحب کا یہ خط ایک رسالہ میں شائع ہوا جس کا نام ہے (مماتی فتنہ علمائے دیوبند کی نظر میں) رسالہ حضرت مولانا محبّ اللہ صاحب لورالائی والے کا لکھا ہوا ہے اور یہ صاحب حضرت صاحب کے خلیفہ مجاز ہیں چنانچہ

بسم اللہ والحمد اللہ کے بعد لکھتے ہیں

ملک حاکم خان صاحب مکرمی۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

قرون اولیٰ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین سے لیکر آج تک جمیع علماء کرام کا اجماعی طور پر حیات النبی کے متعلق جو عقیدہ ہے وہ یہ ہے کہ حضرت اقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ سلم اور سب انبیاء علیم الصلوۃ والسلام وفات کے بعد اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے ابدان مقدسہ بعینہا محفوظ ہیں اور جسد عنصری کے ساتھ عالم برزخ میں انکو حیات حاصل ہے اور حیات دنیوی کے مماثل ہے صرف یہ ہے کہ احکام شرعیہ کے وہ مکلّف نہیں ہیں روضہ اقدس پر جو درود شریف پڑھے وہ بلا واسطہ سنتے ہیں اور سلام کا جواب دیتے ہیں حضرات دیوبند کا بھی یہی عقیدہ ہے اب جو اس مسلک کے خلاف کرے اتنی بات یقینی ہے کہ اس کا اکابر دیوبند کے مسلک سے کوئی واسطہ نہیں ہے جو شخص اکابر دیوبند کے مسلک کے خلاف رات دن تقریریں بھی کرے اور اپنے آپ کو دیوبندی بھی کہے یہ بات کم از کم ہمیں تو سمجھ نہیں آتی اللہ تعالی ہم سب کو صراط مستقیم اور اکابر دیوبند کے مسلک پر صحیح پابند بنا کر استقامت نصیب فرمائے آمین۔

حضرت خواجہ صاحب کے اس خط کا عکس رسالہ مذکورہ بالا میں بمعہ دستخط موجود ہے۔

ازقلم: بندہ ناچیز ابواحمد نور محمد قادری تونسوی

خادم: جامعہ عثمانیہ، ترنڈہ محمد پناہ، تحصیل لیاقت پور، ضلع رحیم یار خان

0300-7809356......0321-7178581

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ سے محبت وارادت مجھے اپنے جدامجد مفتی الشاہ قاضی غلام گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کیمل پوری جو کہ مجاز تھے حضرت خواجہ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ موسیٰ زئی شریف والوں کے، اُن کے اِس سلسلہ سے تعلق کی وجہ سے بندہ کو محبت وارادتِ شدیدہ اس سلسلہ سے وراثت میں ملی۔قبلہ حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق اپنے والد محترم قاضی منظور الحق رحمۃ اللہ علیہ الکوثری ایم۔اے، کی نسبت سے قائم ہوا اور پھر اس نسبت نے حضرت جی کے مبارک قدموں میں لا بٹھایا۔حضرت جی کی جدائی سے سب ہی مسلمان بڑے غم سے دوچار ہیں بالخصوص عالم اسلام کی تمام دینی تحاریک اور قائدین، مجاہدین ایک عظیم مربی، سرپرست سے محروم ہوئے۔لیکن متوسلینِ خانقاہ اور بندہ فقیر کی دلی کیفیت ایسی ہوئی ہے کہ ایک دفعہ پھر طبیب مہربان اور روحانی طور پر یتیمی سے دوچار ہوئے۔اللہ رب العالمین گلشن سراجیہ کے ہر پھول کو ہمیشہ ہمیشہ آباد رکھے آمین۔**قاضی منظور احمد الحسینی کیمل پوری**

مولانا عبدالروف چشتی

حضرۃ شیخ الکل، خواجۂ خواجگان رحمہ اللہ

کہتے ہیں کہ انسان کو اپنی اوقات میں رہنا چاہیے، جتنی چادر ہو اتنے پاؤں پھیلائے، جتنی حیثیت ہو اتنی بات کرے، جس قدر قابلیت ہو اسی قدر بتائے، اگر کسی فن میں صلاحیت نہ ہو تو انکار کر دے، لیکن ناموری اور شہرت کے لیے بونگیاں نہ مارے، اگرچہ بونگیاں مارنے سے بھی شہرت مل جاتی ہے مگر وہ شہرت بھی بونگی ہوتی ہے۔ بقول کسے ؎

''بدنام جو ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا''

میں نے بدنامی اور ناکامی سے بچنے کے لیے مسلسل انکار کیا اور پھر کچھ اس نامعقول کے معقول عذر بھی تھے، کوشش یہی تھی کہ بچ جاؤں، نشانہ تضحیک نہ بنوں، لیکن ادھر عزیز القدر مولانا سرفراز حمزہ خان سلمہ الرحمٰن، کا اصرار تھا کہ رمضان المبارک میں گجرات سے شائع ہونے والے مجلّہ ''صفدر'' کے لیے میں ضرور لکھوں! اور لکھوں بھی میرِ کارواں، قطبِ وقت، شیخ الکل، امام الاولیاء خواجۂ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمہ اللہ [سجادہ نشین: کندیاں شریف] کے متعلق، اب آپ خود ہی سوچیں! کیا پدی کیا پدی کا شوربہ، کہاں میں کہاں وہ...... کہاں ذرہ کہاں آفتاب...... کہاں قطرہ کہاں دریا...... کہاں سراب کہاں سمندر...... کہاں رائی کہاں پہاڑ...... کہاں پستی کہاں بلندی...... کہاں ادنیٰ کہاں اعلیٰ...... کہاں خزاں کہاں بہار...... کہاں صرصر کہاں صبا...... کہاں خار کہاں گل...... کہاں زمین کہاں آسمان...... کہاں مشتِ خاک کہاں عظمت کے افلاک...... بھلا مولا کیا شاہین کی تعریف کرے گا...... شیخ الکل کی جاہلِ بالکل کیا مدح سرائی کر سکتا ہے؟...... علم وعمل سے تہی دامن پیر طریقت کے متعلق کیا لکھ سکتا ہے؟...... میں ان کے متعلق لکھوں جنکی تربیت قطبِ زماں حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی رحمہ اللہ نے کی تھی؟...... میں ان کے متعلق لکھوں جو قیوم زماں مولانا خواجہ ابوسعد احمد خان رحمہ اللہ کی دعاؤں کا ثمر تھے؟...... میں ان کے متعلق لکھوں جنھوں نے مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ مولانا فخر الدین احمد مرادآبادی، حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاوی، مولانا اعزاز علی، علامہ شبیر احمد عثمانی، مولانا سید بدر عالم اور مولانا محمد یوسف بنوری رحمہم اللہ جیسے نامور اساتذہ کے سامنے

زانوئے تلمذ تہہ کیے تھے؟...... بھلا سوچیے! میں ان کے متعلق لکھوں جن کی تعظیم دورانِ تعلیم دارالعلوم دیوبند کے تمام اساتذہ کیا کرتے تھے؟......سبحان اللہ!

کبھی دیکھا، یا سُنا ہے کہ اپنے وقت کے جید اساتذہ اپنے ہی ایک شاگرد کا احترام کرتے ہوں؟ اگر نہیں دیکھا، سنا تو پھر مولانا اسماعیل شجاع آبادی سے پوچھیے! آپ نے تو یہ بھی نہیں دیکھا، سنا ہوگا کہ استاذ اپنے شاگرد کی زیارت کے لیے اس کے گھر حاضر ہوا ہو، لیکن ایسا ہو چکا ہے، نہیں یقین تو استاذ المبلغین مناظرِ اسلام شاہین ختمِ نبوت مولانا اللہ وسایا صاحب دامت برکاتہم سے پوچھ لیجیے۔ پھر آپ کو علم ہو جائیگا کہ حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ کے دل میں یہ شوق پیدا ہوا کہ میں خانقاہ سراجیہ حاضری دوں اور خانقاہ کا مشہور زمانہ کتب خانہ ملاحظہ کروں، اور وہ خانقاہ دیکھوں جہاں کبھی حضرت علامہ مولانا سید انور شاہ کشمیری تشریف لے گئے تھے۔ چنانچہ یہ شوق پیدا ہوتے ہی شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف پہنچتے ہیں لیکن حضرت خواجہ خان محمد رحمہ اللہ ہری پور تشریف لے جا چکے تھے، شاید قدرت کو یہ منظور تھا کہ آج استاد اپنے شاگرد کے لیے مزید سفر کرے، کیونکہ اگر یہاں ملاقات ہو جاتی تو دنیا کہتی کہ کتب خانہ دیکھنے گئے تھے اور ساتھ خواجہ صاحب سے ملاقات بھی کر آئے۔ لیکن یہاں حضرت بنوری رحمہ اللہ رنجیدہ خاطر نہیں ہوئے اور نہ ہی دل برداشتہ ہوئے، نہ موڈ بگڑا نہ ذہن الجھا، فوراً اپنے سفر کی ترتیب بدل دی اور ہری پور کی طرف روانہ ہو گئے۔ صبح ناشتے کا وقت تھا جب حضرت بنوری رحمہ اللہ خواجہ صاحب کی قیام گاہ پر پہنچتے ہیں۔ ایسے ہی موقع پر کسی نے خوب کہا ہے ؎

بقصدِ حرم تیرے گھر آ گئے ہیں
کدھر جا رہے تھے کدھر آ گئے ہیں

قطبِ وقت، محدثِ وقت کے سامنے با ادب اور دوزانو تشریف فرما ہیں۔ شیخ بنوری رحمہ اللہ سفر کی غرض بیان کرتے ہیں کہ خانقاہ سراجیہ، آپ کی زیارت کے لیے حاضر ہوا تھا پتہ چلا کہ آپ ہری پور ہیں تو یہاں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ جواب میں حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ حضرت آپ مجھے حکم فرماتے تو میں کراچی حاضر ہو جاتا، یہ سب آپ کا ہی تو فیضان ہے، میں تو آپ کا شاگرد ہوں۔ جواباً حضرت بنوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اچھا؟ لیکن مجھے تو کچھ یاد نہیں ہے! پھر استاد اور شاگرد میں محبت واحترام بھری گفتگو ہوتی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ خود نہ بتاتے تو کسی کو کیا پتہ تھا کہ حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ شیخ بنوری رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں۔ یہ حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ کی بے نفسی کا کمال ہے کہ بلا جھجک بھری مجلس میں یہ اعتراف فرمایا کہ میں حضرت بنوری رحمہ اللہ کا شاگرد ہوں، اگر حضرت خواجہ

صاحب رحمہ اللہ میں ذرہ برابر دنیاداری ہوتی تو شیخ بنوری رحمہ اللہ کی آمد کو کیش کرواتے، لوگوں کو بتاتے کہ دیکھو! محدثِ دوراں استاذ العلماء حضرت بنوری رحمہ اللہ جیسے میری ملاقات اور زیارت کے لیے آتے ہیں۔ لیکن یہاں تو اخلاص ہی اخلاص تھا، باقی رہا حضرت بنوری رحمہ اللہ کا ارشاد کہ مجھے تو یاد نہیں کہ آپ نے مجھ سے کب، کہاں، کیا پڑھا تھا؟ تو میں کہتا ہوں کہ استاد کو تو اپنے شاگرد یاد نہیں رہتے لیکن شاگرد کو اپنے استاد یاد رہتے ہیں شرط یہ ہے کہ شاگرد ذہناً حلالی ہو اگر شاگرد ذہناً حرامی ہوگا تو سب کچھ جانتے بوجھتے انکار کر دے گا کہ پتہ نہیں مجھے تو یاد نہیں، میں نے ان سے کیا پڑھا تھا۔ خدا تعالیٰ ایسے ذہناً حرامی شاگردوں سے بچائے جو اپنے حقیقی سچے اور سُچے اساتذہ کو فراموش کر دیتے ہیں۔

میری متاعِ عزیز:

حضرت خواجۂ خواجگان رحمہ اللہ سے میری زیادہ ملاقاتیں نہیں ہوئیں، سن یاد نہیں اتنا یاد ہے کہ مجلس احرار اسلام پاکستان نے چناب نگر (ربوہ) میں اپنی تعمیر کردہ مسجد میں پروگرام رکھا تھا۔ اس پروگرام کی صدارت حضرت خواجۂ خواجگان خان محمد صاحب رحمہ اللہ نے فرمائی تھی، یہاں میں نے ولادتِ مصطفیٰ پر بیان کیا تھا، اور جب میں حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کی غربت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات کے واقعات سنا رہا تھا تو حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ کرسی پر تشریف فرما تھے اور سر جھکائے زاروقطار رو رہے تھے، ظاہر ہے جب پیر رو رہا ہو تو مرید اشکبار کیوں نہ ہوں گے اور میں خود بھی اپنی طبیعت پر کنٹرول نہ کر سکا اور میرے بھی آنسو بہہ نکلے تھے۔ بس یہی آنسو میرا سرمایہ اور میری متاع عزیز ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ نے میرے لیے ضرور دعا کی ہوگی اور مجھے امید ہے کہ اس دعا کی برکت سے انشاء اللہ میری نجات ہوگی۔ یہاں یہ بھی عرض کر دوں کہ میری تقریر کے بعد حضرت مولانا محمد اسحاق سلیمیؒ صاحب کا بیان بھی ہوا تھا اور انہوں نے چندہ کی اپیل کی تھی اور دوران اپیل ایک لطیفہ ہو گیا تھا۔ ہوا یہ تھا کہ جب لوگ روپیہ دو روپے پانچ، دس روپے اسٹیج کے قریب پھینک رہے تھے تو اس دوران ایک جہاز یعنی پوڈری آ کر بیٹھ گیا، جب تک چھوٹے نوٹ آتے رہے تو وہ خاموش رہا جب کسی نے سو کا نوٹ پھینکا تو وہ فوراً کہنے لگا یہ نوٹ میں نے دیا ہے، لہٰذا 99 روپے مجھے واپس کر دو، تحقیق پر جھوٹا ثابت ہوا پھر مجمع سے ایسے نکل گیا جس طرح قادیانی مناظرہ ہار کر واپس ہوتے ہیں۔

چاند اور چکور:

حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ سے میری محبت ایسے ہی تھی جیسے چاند سے چکور کی ہے۔ چکور چاند

سے محبت کرتا ہے لیکن اسے پا نہیں سکتا، میں بھی حضرت خواجۂ خواجگان رحمہ اللہ سے محبت کرتا تھا مگر حضرت کو پا نہیں سکتا تھا، چناب نگر کے سالانہ اجتماع پر جب بھی حاضر ہوتا اور حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ کی زیارت کے لیے کسی واقف مبلغ سے درخواست کرتا تو جواب ملتا کہ حضرت آرام فرما رہے ہیں، آج کل یہ دو جملے بہت مشہور ہیں۔ کسی دفتر میں جا کر کسی افسر کا پتہ کریں تو جواب ملتا ہے کہ صاحب میٹنگ میں ہیں۔ کسی کانفرنس، کسی اجتماع، کسی جلسہ اور کسی مذہبی تقریب میں کسی بزرگ شخصیت کا کسی ذمہ دار سے پوچھ لیں وہی بین الاقوامی جواب ہوگا ''حضرت آرام فرما رہے ہیں'' اور اگر کوئی ایسی شخصیت آجائے جو مالی طور پر مستحکم ہو یا کسی دوسرے ملک کی ہو یعنی باہر کی شخصیت ہو اور اندر کے جذبات رکھتی ہو تو اس کے لیے سارے ہی بے آرام ہو جائیں گے، انتظامیہ کے ارکان ایسے پھر رہے ہوں گے، جیسے آج صبح ناشتہ میں انہوں نے چائے نہیں بلکہ پٹرول پی رکھا ہو، اور اس شخصیت کے اردگرد ایسے اکٹھے ہوں گے جیسے لاری اڈا پر ٹائم کی بس آنے پر بس کے اردگرد چنگ چی اور رکشے اکھٹے ہوتے ہیں، ٹھیک ہے انتظامیہ کی بھی مجبوریاں ہوتی ہیں اور میں خود بھی اس کا قائل ہوں کہ ہر آنے والے واقف کو زیارت کے لیے لیجانا مناسب نہیں ہوتا اگر اسی طرح ہر مبلغ اپنے واقف کاروں کو زیارت کے لیے لیجاتا رہے تو پھر تمام آنے والے دوست زائرین ہی ہو جائیں گے اور سامعین میں کوئی نہ رہے گا۔ یہ بھی ٹھیک ہے کہ بعض کا مقصد زیارت نہیں بلکہ ضیافت ہوتا ہے لیکن سارے تو ایسے نہیں ہوتے کچھ ایسے بھی چکور ہوتے ہیں جو صرف زیارت پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔

ادب اسے کہتے ہیں:

با ادب با نصیب، بے ادب بے نصیب، ادب بہت بڑی دولت ہے، یہ بھی تو ادب ہے کہ باہر میرا پوتا ''جاوید حسین'' علیل ہے اور میں اپنے استاد حضرت شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کے پوتے مولانا سرفراز حمزہ کے حکم کی تعمیل میں مضمون لکھ رہا ہوں، اللہ تعالیٰ میرے اس ادب کو قبول فرما کر توشۂ آخرت بنائے آمین بجاہ النبی الکریم۔ ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ ادب بہت بڑی دولت ہے اور یہ دولت قسمت والوں کو ہی ملتی ہے۔ اندازہ کیجیے! کہ حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ حضرت بنوری رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں لیکن ہری پور سے رخصت ہونے کے لیے جب کمرہ سے نکلتے ہیں تو حضرت بنوری رحمہ اللہ اپنے شاگرد کی جوتیاں اٹھا کر سامنے رکھتے ہیں۔ حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت میں آپ کا شاگرد ہوں ایسا نہ کریں تو حضرت بنوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ اس ادب کے مستحق ہیں۔ سبحان اللہ! اور پھر شاید حضرت بنوری رحمہ اللہ کے اس عمل نے حضرت خواجہ صاحب کو چین نہ لینے دیا ہو اور حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ بھی

اسی ٹوہ میں تھے کہ کہیں موقع ملے تو میں بدلہ اتاروں اور پھر قدرت نے حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ کو یہ موقع عطا کر دیا 1974ء کو تحریک ختمِ نبوت کے دوران حضرت بنوری رحمہ اللہ حضرت مفتی زین العابدین کے گھر تشریف لائے تھے، حضرت خواجہ صاحب کو جیسے ہی علم ہوا فوراً حضرت بنوری رحمہ اللہ کی زیارت کے لیے تشریف لائے۔ اختتام مجلس تک حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ باادب دوزانو ہو کر بیٹھے رہے اور جب مجلس برخاست ہوئی تو حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ نے جو غالباً اسی انتظار میں تھے فوراً اپنے شیخ اپنے استاد حضرت بنوری رحمہ اللہ کے جوتے اٹھا کر سامنے رکھ دیے یقیناً درودیوار پکار اٹھے ہوں گے کہ ادب اسے کہتے ہیں۔ کیا آج بھی ایسا ادب ہے؟ یقیناً ایسا ادب مقدر والوں کا مقدر ہے۔ ورنہ تو آج کل جسے دیکھو وہ خود کو انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ اور عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ سے کم نہیں سمجھتا، آج جسے استنجے کا لوٹا پکڑنے کا سلیقہ نہیں قلم پکڑ کر معاذ اللہ کاتب تقدیر بنا پھرتا ہے، اور جسے بخاری شریف لانے، رکھنے، لیجانے کا طریقہ نہیں آتا وہ بخاری شریف پڑھا رہا ہے لاحول ولاقوۃ۔ میں ایک مرتبہ خیر المدارس، استاد گرامی قدر شیخ الحدیث مولانا محمد صدیق صاحب دامت برکاتہم کی زیارت کے لیے حاضر ہوا، دورانِ گفتگو عرض کیا کہ آج جسے دیکھو وہ کہتا ہے کہ میں بخاری پڑھا رہا ہوں، حضرت نے فرمایا کہ بچیوں کے مدارس سے اور کوئی فائدہ ہوا ہے یا نہیں لیکن یہ ضرور ہوا ہے کہ جن ’’حضرات‘‘ کو شیخ الحدیث بننے کا شوق تھا ان کا شوق پورا ہو گیا۔ خیر! میں یہ کہہ رہا تھا کہ بزرگوں کے واقعات چسکے کے لیے نہیں، عمل کے لیے ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کو ادب کی دولت سے مالا مال فرمائے۔ اور حضرت خواجہ صاحب سمیت جملہ اکابرین دیوبند کی پیروی میں اتباع سنت اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ کے درجات بلند سے بلند تر فرمائے۔ اور ان کے صاحبزادوں کو انہی کے طریق پر چلنے اور ان کے مشن کو سنبھال کر ان کے فیض کو پھیلانے کی توفیق بخشے۔ خانقاہ سراجیہ کو تا حشر آباد وشاد رکھے۔ آمین۔

از قلم: خاکپائے اکابرین دیوبند عبدالرؤف چشتی دیوبندی

مدیر: جامعہ مدینۃ العلم چشتیہ

صدر پورہ روڈ، اوکاڑہ

0321-6965039

مولانا مفتی عبدالقدوس ترمذی

وہ جو بیچتے تھے دوائے دل......

کچھ عرصہ سے شیخ المشائخ حضرت خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی علالت اور ضعف کی خبریں متواتر سننے میں آرہی تھیں اور یہ خیال بڑھتا جارہا تھا کہ حضرت اب اس دارفانی میں چند دنوں کے مہمان ہیں چنانچہ جب آخری مرتبہ بذریعہ طیارہ حضرت کو خانقاہ سراجیہ سے میانوالی اور وہاں سے نشتر ہسپتال ملتان لے جایا گیا اس وقت یہ خیال، گمان غالب کے درجہ میں پہنچ چکا تھا اور ہروقت دل کو دھڑکا سا لگا رہتا تھا کہ نہ جانے کب رحلت کی اطلاع آجائے اس دوران اگرچہ اطراف عالم میں ہرطرف حضرت کی صحت وعافیت اور طول حیات کی دعائیں ہوتی رہیں لیکن چونکہ وقت موعود آچکا تھا اس لیے شریعت وطریقت کا یہ آفتاب عالم تاب اس سرائے فانی میں نودہائیوں سے زیادہ چمک کر مورخہ ۲۰ر جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ بمطابق ۵ رمئی ۲۰۱۰ء بدھ اور جمعرات کی درمیانی شب غروب آفتاب کے کچھ دیر بعد غروب ہوگیا، عالم میں اندھیرا چھا گیا اور ع رفتم واز رفتن من عالمے تاریک شد کا سماں پیدا ہوگیا، انا للہ وانا الیہ راجعون ان للہ ما اخذ ولہ ما اعطی وکل عندہ باجل مسمی۔

احقر ایک پروگرام میں شرکت کے لیے جامعہ امدادیہ فتحیہ سلانوالی پہونچا ہی تھا کہ برادرم مولانا طاہر مسعود صاحب زیدمجدہم نے آٹھ بجے اس حادثۂ فاجعہ کی اطلاع دی کہ ابھی دومنٹ قبل نشتر ہسپتال میں حضرت انتقال فرماگئے ہیں خبر اگرچہ غیر متوقع نہ تھی لیکن سنتے ہی ایک سکتہ کا عالم طاری ہوگیا سناٹا چھا گیا اور عالم آنکھوں میں تاریک ہوگیا کلمہ استرجاع پڑھنے کے بعد احباب کو اطلاع دی حضرت کے رفع درجات کے لیے دعا اور ایصال ثواب میں مشغول ہوگیا۔

موت ایک ایسی اٹل حقیقت ہے کہ اس کو تسلیم کیے بغیر چارہ نہیں ایسے موقع پر حق تعالیٰ کی ذات اقدس کے حکیم اور حاکم ہونے کا خیال اور تقدیر پر ایمان ہی انسان کی رہنمائی کرتا ہے اور رضا بالقضا سے انسان کی تسلی ہوتی ہے۔

اس دارفانی میں جو آیا وہ جانے کے لیے ہی آیا ہے یہاں ہمیشہ کوئی نہیں رہا اور نہ ہی رہ سکتا ہے اس لیے دانائے شیراز حکیم سخن حضرت شیخ سعدی شیرازی رحمہ اللہ نے بڑی جامع نصیحت فرمائی ہے ۔

منہ دل دریں دیر ناپائیدار　　　　زسعدی ہمیں یک سخن یاددار

اللہ تعالیٰ ہمیں ان حقائق کو ہروقت پیش نظر رکھنے اوران کے تقاضوں پرعمل کرنے کی توفیق عطافرمائیں آمین۔

حضرت شیخ المشائخ بلاشبہ اپنے دور کے اکابراولیاء کرام اورمشائخ عظام میں اپناایک مقام رکھتے تھے اللہ تعالیٰ نے آپ کوصفات عالیہ اورملکات حسنہ سے متصف فرمایا تھااس لیے آپ جہاں ایک جید عالم حقانی تھے وہیں عارف ربانی بھی تھے اس طرح صحیح معنیٰ میں آپ جامع شریعت وطریقت کہلانے کے مستحق تھے حق تعالیٰ نے آپ کوطویل عمرعطافرماکردین حق کی خوب خوب خدمت لی بفضلہ تعالیٰ وبحسن توفیقہ آپ نے ساری زندگی دنیا بھرمیں دین اسلام کی تبلیغ کی اورروحانیت کادرس دیالاکھوں مسلمانوں کوحق تعالیٰ کاراستہ دکھایاہزاروں افراد آپ کی تعلیم وتربیت اورتزکیہ کی بدولت خدارسیدہ بنے اور بہت سے گم گشتگان راہ ہدایت کوآپ کے ذریعہ ہدایت نصیب ہوئی۔

آپ نے ہمیشہ اہل حق کی تمام تحاریک اوردینی جماعتوں نیزمدارس وجامعات کی سرپرستی فرمائی اورجب محسوس فرمایاکہ فلاں امورقابل اصلاح ہیں تومشفقانہ وناصحانہ انداز میں ان امورکی نشاندھی کے ساتھ ان پرمناسب تنبیہ اوراصلاح بھی فرمائی۔

آپ اگرچہ طبعاً کم گواورقلیل الکلام تھے لیکن آپ کی خاموشی ؏ خاموشی معنیٰ ہادارد کہ درگفتن نہ می آید کامصداق اوربڑی معنیٰ خیز ہونے کے ساتھ ایک مستقل بیان بلکہ ہزارہا بیانات اورکلام پر بھاری تھی۔

حضرت علم وعمل تصوف اورروحانیت میں اپنے اکابرواسلاف کے صحیح جانشین اورامین تھے آپ کاحلقہ احباب لاکھوں افرادپرمشتمل اوراطراف عالم پرمحیط ہے اس لیے آپ کی وفات صرف ایک خاندانی نہیں بلکہ قومی حادثہ ہے جوموت العالم موت العالم اورولكنه بنيان قوم تهدما کامصداق ہے۔

بلاشبہ ایسی نابغہ روزگارہستیاں مدتوں میں پیدا ہوتی ہیں جن کے علم وعمل اوراخلاق سے دنیا بھرکوفائدہ پہنچتاہے اورجن کی صرف زیارت سے ہی خدا کی یاد آتی ہے ایسے ہی حضرات کے متعلق اذاراؤ و ذكرالله فرمایا گیاہے چونکہ ان باخداہستیوں کا تذکرہ بھی حسب ارشاد عند ذكر الصالحين تنزل الرحمة موجب نزول رحمت اورعاشق مہجور کے لیے ؏ یادیاراں یاررامیموں بود اور وذكرك للمشتاق خير شراب کاموجب ہے اس لیے ذیل میں نہایت اختصار سے حضرت اقدس کاذکرجمیل کیاجاتاہے۔

اولادِ شیخ اور اساتذہ کا ادب:

حضرت مخدوم جہاں نے اپنے شیخ کے وصال کے بعد ان کی اکلوتی بیٹی اور اکلوتے صاحبزادے صاحب کا جس طرح ادب واحترام کیا ہے ناممکن ہے کہ کوئی شیخ اس دور میں کرسکے، حضرت صاحبزادہ محمد عابد صاحب مرحوم ومغفور آپ کے دست اقدس پر بیعت فرما چکے تھے، لیکن آپ ہمیشہ یہ بات اپنے پیش نظر رکھتے تھے کہ میرے مرشد زادہ ہیں۔ آپ صاحبزادہ محمد عابد صاحب کی ہر بات کو حکم کے طور پر قبول کرتے تھے، جب کبھی صاحبزادہ محمد عابد صاحب رحمۃ اللہ علیہ خانقاہ تشریف لاتے تو آپ ان کو دیکھتے ہی احتراماً کھڑے ہوجاتے، اپنے اساتذہ کرام کی اولاد کا بھی بہت احترام کرتے تھے، محدث العصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے، مولانا محمد بنوری مرحوم جب بھی تشریف لاتے تھے آپ ان کے احترام میں کھڑے ہوجاتے اور ان کے سامنے دوزانوں ہو کر بیٹھے رہتے۔

روحانی نسبت وعظمت:

حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ گیارہ واسطوں سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے عظیم بزرگ مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی قدس سرہ المتولد ۹۷۲ھ المتوفی ۱۰۳۴ھ سے منسلک ہیں وہ گیارہ واسطے یہ ہیں:

(۱) قطب الارشاد حضرت خواجہ محمد معصوم صاحب سرہندی رحمہ اللہ المتولد ۱۰۰۷ھ المتوفی ۱۰۷۹ھ۔

(۲) حضرت خواجہ سیف الدین صاحب رحمہ اللہ المتولد ۱۰۰۹ھ المتوفی ۱۱۳۵ھ۔

(۳) حضرت خواجہ نور محمد بدایونی رحمہ اللہ

(۴) حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید رحمہ اللہ المتولد ۱۱۱۱ھ۔

(۵) حضرت شاہ غلام علی رحمہ اللہ المتولد ۱۱۵۶ھ المتوفی ۱۲۴۹ھ۔

(۶) حضرت شاہ ابوسعید مجددی رحمہ اللہ المتولد ۱۱۹۶ھ المتوفی ۱۲۴۹ھ۔

(۷) حضرت شاہ احمد سعید صاحب رحمہ اللہ المتولد ۱۲۱۷ھ۔

(۸) حضرت خواجہ دوست محمد قندھاروی رحمہ اللہ المتولد ۱۲۱۶ھ۔

(۹) حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی رحمہ اللہ المتولد ۱۲۴۴ھ المتوفی ۱۳۱۴ھ۔

(۱۰) حضرت خواجہ سراج الدین صاحب رحمہ اللہ المتولد ۱۲۹۷ھ المتوفی ۱۳۳۳ھ۔

(۱۱) حضرت خواجہ احمد خان صاحب رحمہ اللہ المتولد ۱۲۹۷ھ المتوفی ۱۳۶۰ھ۔

(۱۲) حضرت مولانا محمد عبداللہ سلیم پوری لدھیانوی المتولد ۱۹۰۴ء المتوفی ۱۳۷۵ھ۔

(۱۳) حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ المتولد ۱۹۲۰ء المتوفیٰ ۱۴۳۱ھ/۲۰۱۰ء۔

ہندوستان دہلی میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کا مرکز حضرت شاہ غلام علیؒ کے بعد حضرت شاہ ابوسعیدؒ اور حضرت شاہ احمد سعیدؒ کی خانقاہ تھی، احقر کے جدامجد حضرت مفتی عبدالکریم گمتھلوی رحمہ اللہ کے دادا حضرت مولانا محمد عبداللہ شاہ صاحب ترمذی بھی حضرت شاہ ابوسعیدؒ سے منسلک تھے اسی لیے ان کے فرزند گرامی احقر کے پردادا حضرت حکیم محمد غوث گمتھلوی نے اصلاح اور بیعت کا تعلق پہلے نقشبندی سلسلہ کے بزرگ حضرت شاہ ابوالخیر دہلویؒ سے قائم کیا تھا بعد میں سلسلہ عالیہ چشتیہ میں حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی نوراللہ مرقدہ سے بیعت ہوئے حضرت خواجہ دوست محمد قندھاری رحمہ اللہ حضرت شاہ احمد سعید صاحب دہلویؒ کے خلیفہ تھے اوران کے حکم سے ہی انہوں نے ضلع ڈیرہ اسماعیل خان سے جنوب مغربی سمت ساٹھ کلومیٹر کے فاصلہ پر موسیٰ زئی بستی میں ڈیرہ ڈالا اوراسے مرکز رشد وہدایت بنایا حضرت خواجہ دوست محمد قندھاری رحمہ اللہ کے بعد اس خانقاہ کے سجادہ نشین آپ کے خلیفہ حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی رحمہ اللہ ہوئے جن کے بعد آپ کے فرزند ارجمند حضرت خواجہ سراج الدین رحمہ اللہ آپ کے جانشین اور خانقاہ موسیٰ زئی شریف کے سجادہ نشین قرار پائے ان سب حضرات کے مزارات ایک ہی جگہ ہیں ربیع الاول سن ۱۴۰۵ھ بمطابق ۱۹۸۵ء میں احقر کو بھی حضرت اقدس والد ماجد قدس سرہ کے ساتھ موسیٰ زئی کی اس تاریخی خانقاہ اوران حضرات کے مزارات پر حاضری کا موقع نصیب ہوا تھا خانقاہ سراجیہ کندیاں کے بانی حضرت ابوالسعد جناب خواجہ احمد خان صاحب رحمہ اللہ اسی خانقاہ موسیٰ زئی کے سجادہ نشین حضرت خواجہ سراج الدین رحمہ اللہ کے خلیفہ تھے جنہوں نے اپنے پیرومرشد کے نام پر اپنی خانقاہ کا نام سراجیہ رکھا آپ کا انتقال پرملال ۱۳۶۰ھ میں ہوا حضرت مولانا محمد عبداللہ سلیم پوری لدھیانوی آپ کے جانشین ہوئے ان کے انتقال کے بعد سن ۱۳۷۵ھ میں حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ چھپن سال تک سجادہ نشین رہے آپ کا فیض پوری دنیا میں پھیلا بفضلہ تعالیٰ آپ کے دم قدم سے نہ صرف برصغیر بلکہ ساتوں براعظم میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کا فیض جاری ہوا اور فتقبلها ربها بقبول حسن وانبتها نباتاً حسنا کا خوب ظہور ہوا فللّٰہ الحمد ولہ الشکر۔

خانقاہ سراجیہ سے حضرت والد صاحب رحمہ اللہ کا تعلق:

حضرت اقدس والد ماجد رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ:

''خانقاہ سراجیہ کندیاں میں میں پہلی مرتبہ حضرت مولانا عبداللہ صاحب لدھیانوی قدس سرہ کے زمانہ میں غالباً ۱۹۵۱ھ میں ڈاکٹر رانا مطیع الرحمٰن مرحوم کے والد ماجد جناب مولانا فیض احمد صاحب مرحوم کے

ساتھ حاضر ہوا، کندیاں اسٹیشن پر پہنچ کر خانقاہ تک کا سفر ہم نے پیدل کیا جب ہم خانقاہ پہنچے تو حضرت مولانا اس وقت ریت پر ہی تشریف فرما تھے ان کی سادگی سے طبیعت پر بہت اثر ہوا سلام کے بعد تعارف ہوا وہ حضرت والد ماجد مولانا مفتی عبدالکریم گمتھلوی سابق مفتی خانقاہ اشرفیہ تھانہ بھون کو خوب جانتے تھے اس لیے ان کا نام سن کر بڑی شفقت ومحبت کا معاملہ فرمایا اور کافی دیر تک باتیں فرماتے رہے اس کے بعد فرمایا کہ آؤ میں تمہیں یہاں کا کتب خانہ دکھاؤں خانقاہ سراجیہ کا کتب خانہ بہت عظیم الشان ہے جو بیش بہا علمی نوادرات اور مخطوطات پر مشتمل ہے خانقاہ کے بانی ابوالسعد حضرت مولانا احمد خان صاحب رحمہ اللہ نے بڑے ذوق وشوق سے کتابیں جمع فرمائیں تھیں، یہاں کتابوں کی انتہائی قدر اور حفاظت کی جاتی ہے بعض معمولی کتابوں کی جلد بھی اتنی اعلیٰ ہے کہ شاید اصل لاگت سے بھی زیادہ ہو پھر کتب خانہ کی حسن ترتیب بلاشبہ دل کش اور قابل داد ہے، دور دور سے لوگ آ کر اس عظیم کتب خانہ سے استفادہ کرتے ہیں مختلف علوم وفنون کی نادر ونایاب کتب پر مشتمل ہونے کی وجہ سے یہ کتب خانہ ایک ممتاز حیثیت کا حامل ہے، حضرت مولانا نے کتب خانہ خود دکھایا، دیکھ کر بہت خوشی ہوئی لیکن یہ دیکھ کر انتہائی تعجب ہوا کہ ایک کتاب بلا جلد ایک الماری میں رکھی ہے میں نے حضرت مولانا سے عرض کیا کہ یہ کیا بات ہے کہ تمام کتابوں کی اتنی اعلیٰ جلد ہے مگر یہ ایک کتاب بغیر جلد کے ہے حضرت مولانا مسکرا دیے اور فرمایا کہ تمہیں نہیں معلوم کہ یہ کون سی کتاب ہے؟ میں نے عرض کیا نہیں فرمایا کہ لاؤ میں دکھاتا ہوں یہ کون سی کتاب ہے حضرت والد ماجد فرمایا کرتے تھے کہ میں وہ کتاب اٹھا کر حضرت مولانا کی خدمت میں لے گیا فرمانے لگے مولوی صاحب یہ حضرت مولانا حسین علی صاحب واں بھچراں والوں کی کتاب تفسیر بلغۃ الحیران ہے چونکہ اس میں کئی مقامات پر جمہور کے مسلک کی مخالفت کی گئی ہے اس لیے ہم نے اس کی جلد نہیں کرائی کہ خواہ مخواہ کوئی اسے دیکھ کر پڑھنا شروع کردے اور اسے نقصان ہو جائے پھر حضرت مولانا نے اس کے چند مقامات نکال کر دکھائے جہاں تفسیر میں جمہور کے خلاف لکھا ہے حضرت والد صاحب فرماتے تھے کہ اس کتاب کا تعارف اجمالی طور پر پہلے بھی تھا کیونکہ امداد الفتاویٰ میں حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ نے اس کے رد میں تنزیہ علم الرحمٰن عن سمۃ النقصان کے نام سے ایک مستقل رسالہ ہے مگر کتاب دیکھنے کا موقع اس سے پہلے نہیں ہوا تھا حضرت مولانا مرحوم نے نہ صرف کتاب کا تعارف کرایا بلکہ بہت سے قابل اصلاح وتوجہ مقامات کی نشاندہی بھی فرمادی مولانا غلام اللہ خان صاحب نے اپنی تفسیر جواہر القرآن اسی بلغۃ الحیران کو بنیاد بنا کر لکھی ہے حضرت والد ماجد رحمہ اللہ نے اس کی پہلی جلد جو سورۃ البقرہ پر مشتمل ہے ہدایۃ الحیران فی جواہر القرآن کے نام سے مفصل رد لکھا ہے جو بہت عرصہ سے شائع ہو رہا ہے۔

خانقاہ سراجیہ میں قیام کے دوران ایک مجلس میں حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کی کتاب ''تقویۃ الایمان'' کا ذکر آنے پر حضرت مولانا عبداللہ صاحب نے ارشاد فرمایا کہ حضرت شاہ صاحب کی ایک دوسری کتاب ''ایضاح الحق الصریح'' زیادہ مفید اور بہتر ہے اس کا انداز اس سے بہتر اور مؤثر ہے حضرت والد صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے اس پر عرض کیا کہ حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے بھی اس کتاب کے متعلق یہی بات ارشاد فرمائی ہے اس پر بہت ہی خوش ہوئے اور فرمایا کہ حضرت شاہ صاحب کا یہ ارشاد تم نے خود پڑھا ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! ماہنامہ دارالعلوم دیوبند میں حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا یہ ارشاد میں نے خود پڑھا ہے اگر کتب خانہ میں دارالعلوم کی فائل ہو تو تلاش کرنے سے جلد مل جائے گا حضرت نے خادم سے فرمایا کہ کتب خانہ کھول دو! حضرت والد ماجد رحمہ اللہ نے جلد ہی متعلقہ رسالہ میں حضرت علامہ کا بیان تلاش کر کے حضرت مولانا مرحوم کو سنایا اس پر انہوں نے بہت دعائیں دیں اور اس قدر جلد حوالہ ملنے پر خوشی کا اظہار بھی فرمایا۔ احقر نے یہ دونوں واقعات حضرت والد ماجد قدس سرہ کی سوانح حیات پر مشتمل کتاب ''حیات ترمذی'' میں بھی شائع کر دیے ہیں۔

ایک تاریخی مکتوب گرامی:

حضرت مولانا مرحوم چودہ سال تک اپنے شیخ کی خانقاہ میں مسند نشین رہے، شوال المکرّم ۱۳۷۵ھ میں آپ نے وصال فرمایا آپ کے انتقال کے بعد حضرت والد صاحب رحمہ اللہ نے تعزیت کا خط حضرت مولانا خان محمد صاحب رحمہ اللہ کو تحریر فرمایا حضرت نے اس کے جواب میں جو مکتوب گرامی تحریر فرمایا اس میں نہ صرف اس حادثہ کی تفصیلات ہیں بلکہ حضرت مرحوم کے بعد اپنے استخلاف اور جانشینی کی تفصیل بھی درج ہے حضرت کا یہ مکتوب گرامی حضرت اقدس والد ماجد کے ذخیرہ مکاتیب میں چھپن سال سے محفوظ چلا آ رہا ہے اور اب تک اس کی اشاعت نہ ہو سکی تھی اب ہم حضرت سے متعلق اپنے اس مضمون میں اسے پہلی مرتبہ شائع کر رہے ہیں پڑھنے سے اس کی اہمیت واضح ہے۔ ناظرین اب مکمل مکتوب گرامی ملاحظہ فرماویں:

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات

از فقیر خان محمد عفی عنہ

محترمی جناب حضرت مفتی صاحب سلمہ ربہ ملاحظہ فرمائیں۔

گرامی نامہ تعزیت موصول ہو کر باعث تسکین غمزدگان ہوا اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے واقعی حضرت نور اللہ مرقدہ کی وفات اور اس کا صدمہ جملہ اہل اسلام کے لیے صدمہ ہے اور ہر فرد مسلمان اس

صدمہ کی تعزیت کا مستحق اناللہ واناالیہ راجعون۔

حضرت کی تکلیف کی ابتدا تو ۶/۵ شوال سے ہوئی علی العموم دو پہر کو سموم کی وجہ سے قلب مبارک پر اثر نمایاں ہوتا تھا اور گرنے لگ جاتا تھا جس کی وجہ سے ظہر و عصر کو باہر تشریف نہیں لا سکتے تھے کبھی کبھی قے کا دورہ بھی ہو جاتا تھا علیٰ ہذا دو چار دن آرام اور پھر تکلیف، بیس شوال کے بعد یہ قے کی تکلیف متواتر ہوتی چلی گئی نوبت یہاں تک آئی کہ اگر ایک پیالی پانی یا دوائی اندر جاتی تو اس سے کئی گونہ زیادہ پانی اندر سے دو تین منٹ کے وقفہ کے بعد قے ہو جاتا اور ساتھ جلن اندر سے اتنی سخت تھی کہ پانی چھڑکے بغیر چین نہ ملتا تھا مگر باہر کو وجود مبارک سرد ہوتا تھا، بالآخر حکماء اور ڈاکٹر کیفیت مرض کی تشخیص سے عاجز آئے اور ۲۶ رشوال کی عصر کے بعد حضرت کی طبیعت مبارک گھٹنے لگی حتیٰ کہ ۲۷/اور ۲۶ رشوال کی درمیانی شب ،شب خمیس کے ٹھیک ساڑھے بجے کو روح مبارک نے رفیق اعلیٰ کو پرواز فرمایا،اناللہ واناالیہ راجعون۔

حضرت کے خلفاء اور احباب کا کافی مجمع تھا بقیہ رات سب اہل خانہ پر گزری جس طرح کہ ایسے حوادث کے وقت پر ہوا کرتا ہے صبح کو فقیر اور مفتی صاحب اور دیگر رفقاء نے غسل و تکفین کا فریضہ ادا کیا اور پورے نو بجے کو جنازہ مبارک ادا ہوا اطراف سے لوگوں کا ہجوم ہو گیا تھا۔

دفن سے فراغت ہوتے ہوئے احباب نے مسئلہ خلافت پیش کر دیا حضرت اعلیٰ مولانا ابوالسعد رحمہ اللہ کے خلفاء سے حکیم چن پیر احمد صاحب خوشاب والہ اور ڈاکٹر محمد شریف موجود تھے اور ان حضرت مرحوم کے خلفاء سے جناب حکیم عبدالمجید صاحب سیفی اور حضرت مفتی عطا محمد صاحب ملازم خدمت عالیہ موجود تھے تو اولاً جناب سیفی صاحب نے ضرورت قائم مقام کی واضح فرمانے کے بعد اس ذمہ داری کے لیے فقیر کا نام پیش کر دیا اس کے بعد مفتی صاحب نے اس کی اہمیت اور طریقۂ انتخاب اور علی الفور ہونا مدلل فرما کر حکیم صاحب کی تائید کی اور ساتھ ظاہر فرمایا کہ حضرت اپنے مخصوص احباب کو اسی تعین و تقرر کی نشاندہی اپنی زندگی میں اشارۃً فرمایا کرتے تھے اور متعدد طرف سے اس نامزدگی پر دلالت فرماتے تھے امامت اور ختمات و انتظام جملہ معاملات خانقاہ و مدرسہ مولانا خان محمد صاحب کے حوالہ فرمانا اور وہ بھی کافی عرصہ سے ہر ایک کے مشاہدہ میں ہے اس کے بعد حکیم چن پیر احمد صاحب نے تائید فرمائی اور ان حضرات کو بقیہ احباب نے بیعت کے لیے مجبور کر دیا بیعت شروع ہو گئی اس کے بعد حضرت اعلیٰ کے ورثہ نے کچھ تشویش پیدا کی اور کر رہے (ہیں) ادھر وہ لوگ بھی تشریف لے آئے جو کہ خود حضرت مرحوم سے پہلے ان کے تقرر کے وقت باوجودیکہ خود شیخ نے تقرر فرمایا تھا ناراض تھے بلکہ مدت العمر حضرت مولانا مرحوم نوراللہ مرقدہ سے مخالف اور علیحدہ رہے اس وقت بھی انہوں نے اپنا فرض ادا کیا مگر بحمدہ تعالیٰ بعد حضرت مرحوم یا خود حضرت اعلی کے

خلفاء ومنتسبین جتنے بھی حاضر ہوئے ہیں سب نے منشرح الصدر ہو کر بلا تذبذب کے تجدید فرمائی اور اپنی اپنی تائیدات پیش کیں حضرت میاں حاجی جان محمد جبکہ حضرت اعلیٰ کے خلفاء سے ہیں آتے ہی فرمایا کہ میں نے اس آخری سفر سرہند شریف میں حضرت مرحوم سے اس تقرر کا یقین حاصل کر لیا تھا اور حضرت نے عدم اظہار کی وجہ بھی ارشاد فرمائی تھی اس اعلان کے اطراف واکناف سے بھی علی العموم منتسب حضرات داخل بیعت ہو گئے اور سلسلہ شریف کا نظم ونسق بفضلہٖ تعالیٰ بدستور جاری ہو گیا، والحمدللّٰہ علیٰ ذٰلك البتہ مخالفین کی سعی مبارک نے یہ کام کیا کہ اعلیٰ حضرت کے ورثہ نے ہمیں مجبور کیا کہ ہماری خانقاہ چھوڑ دو علی الفور حضرت مرحوم کے بال بچوں کو بمع سامان کے خانیوال پہنچا دیا گیا اور فقیر مع احباب وطلبہ واساتذہ کے اپنے آبائی قصبہ موضع ڈنگ جو کہ خانقاہ شریف سے دو میل مغرب کی طرف کنارا اور باہر واقع ہے چلے گئے ہیں اور یہیں بفضلہٖ تعالیٰ پورے اطمینان سے اپنے مشاغل میں مصروف ہیں احباب سیدھے ڈنگ پہنچ جاتے ہیں والخیر فیما صنع اللّٰہ ولعل اللّٰہ یحدث بعدذٰلك امرا۔

التماس دعا ہے اور عرض ہے کہ آپ حضرات اپنی دعاؤں میں امداد فرماویں تا کہ اللہ تعالیٰ اپنے حضرات کے نقش قدم پر چلنے اور اہل حقوق کی صحیح خدمت کرنے کی توفیق رفیق فرماوے۔ والسلام۔ احباب تسلیمات کہتے ہیں علی الخصوص جناب مفتی صاحب تحائف تسلیمات گزارش کرتے ہیں۔ والسلام

۱۱/ذوالقعدہ ۵۷ھ از ڈنگ ڈاکخانہ خاص براستہ کندیاں

بشرف ملاحظہ حضرت مفتی صاحب مولانا السید عبدالشکور ترمذی مدظلہ العالی

خطیب جامع مسجد ساہیوال ضلع سرگودھا

حضرت نے یہ تاریخی مکتوب گرامی اپنے آبائی وطن موضع ڈنگ سے تحریر فرمایا تھا اس وقت اگرچہ آپ اپنے شیخ کی جگہ خانقاہ سراجیہ کے سجادہ نشین مقرر ہو چکے تھے لیکن بعض معروضی حالات کی وجہ سے آپ نے کندیاں کی بجائے موضع ڈنگ میں قیام کو ترجیح دی، آپ کے موضع ڈنگ میں قیام فرماتے ہی سب احباب ومتعلقین کا رخ ادھر ہو گیا اور یہ جگہ حضرت خواجہ صاحب اور حضرت مفتی عطا محمد صاحب رحمہ اللہ کی وجہ سے ایک مرکز کی صورت اختیار کر گئی ،حق تعالیٰ نے ان حضرات کو علم وعمل اور تقویٰ کے اعتبار سے جو مقام عطا فرمایا تھا اس کا یہی تقاضا تھا،اس مقام پر پہنچ کر انسان کسی جگہ اور سند کا محتاج نہیں رہتا بلکہ مدارس وخانقاہیں ان کی مسند نشینی کی منتظر ہوتی ہیں، حضرت شیخ سعدی مرحوم نے سچ فرمایا ہے۔

منعم بکوہ ودشت وبیاباں غریب نیست　　　ہر جا کہ رفت وخانہ زد وبارگاہ ساخت

ہر کجا بود چشمۂ شیریں　　　مردم ومرغ ومور گرد آیند

موضع ڈنگ کے مرکز بننے سے جب خانقاہ سراجیہ کندیاں کی رونقیں ماند پڑگئیں اوراس کی مرکزیت ومرجعیت میں فرق پڑنے لگا توان حالات کودیکھ کرحضرت عالی ابوالسعد شیخ خواجہ احمد خان صاحبؒ کے ورثاء نے خانقاہ کندیاں واپسی کا اصرارفرمایا توحضرت مستقل طور پر خانقاہ سراجیہ منتقل ہوگئے اورتادم آخریہیں مقیم رہے،آپ کی وجہ سے یہ خانقاہ پھرمرجع عالم بن گئی اوراس کا فیض چہاردانگ عالم میں پھیل گیا۔

خانقاہ سراجیہ میں پہلی حاضری:

جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے احقر پہلی مرتبہ خانقاہ سراجیہ میں حضرت اقدس والد ماجد قدس سرہ کے ہمراہ آج سے بتیس سال قبل ۱۳۹۹ھ میں حاضر ہواتھاہرنولی کے مدرسہ اشرف العلوم کے سالانہ جلسہ پر حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمہ اللہ نے حضرت والد ماجد کودعوت دی احقر بھی جلسہ میں حاضر ہوااور پھرواپسی پرخانقاہ حاضری کا پروگرام بنااحقر کوحضرت اور خانقاہ کی زیارت کا بے حداشتیاق تھا چنانچہ ہم کندیاں اوروہاں سے خانقاہ سراجیہ پہنچے حضرت سفرمیں تھے خانقاہ میں تشریف نہیں رکھتے تھے،خانقاہ اور بے مثال کتب خانہ کی زیارت کے ساتھ ساتھ اکابر کے مزارات پرحاضری دی اور مسجد دیکھ کر بڑی مسرت ہوئی لیکن حضرت کی زیارت نہ ہوسکی۔

چوں غریب مستمندے بہ درت رسیدہ باشد　　　　چہ قدر تپیدہ باشد چوں ترانہ دیدہ باشد

والا معاملہ ہواحضرت کے خلیفہ جناب حضرت مولانا غلام محمد صاحب رحمہ اللہ اس روز وہیں تشریف فرماتھے یہ حضرت والد ماجد سے خوب واقف تھے اس لیے انہوں نے بڑی قدر کی کھانا بھی کھلایااور ساتھ کتب خانہ بھی دکھایااحقرنے اس کتب خانہ کی بڑی تعریف سن رکھی تھی اس دن دیکھنے کا بھی خوب موقع ملا۔بڑی نادرونایاب کتب حیرت انگیز ترتیب اورحسن نظم سے الماریوں میں سجی ہوئی دیکھ کردل باغ باغ ہوگیابہت سی نئی کتب کی زیارت ہوئی تاریخ بغداد،تاریخ فرشتہ　اورعلامہ عینی کی شرح البخاری وغیرہ کئی کتب پہلی مرتبہ یہیں نظر سے گزریں قلمی مخطوطات بھی دیکھے حضرت مولانا احمد الدین رحمہ اللہ کا جماعت ثانیہ کی کراہت پرایک رسالہ قلمی صورت میں دیکھنے کا موقع ہوا۔غرضیکہ کتب خانہ دیکھ کرطبیعت نہال ہوگئی اور ساری تھکاوٹ دور ہوگئی،مزید خوشی اس سے ہوئی کہ خانقاہ سراجیہ کے بانی حضرت خواجہ ابوالسعد مولانا احمد خان صاحب رحمہ اللہ اوران کے خلیفہ وجانشین حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ کے مزار پرانوار بھی یہیں تھے ان پر حاضر ہوکرطبیعت پرایک خاص اثر محسوس ہوامزارات بالکل سادہ اور کچے سنت کے عین مطابق نہ کوئی قبہ اورنہ ہی گنبد صرف سرکی جانب کتبہ لگا ہواجس میں ان حضرات کی وفات کی تاریخ اورسنین درج تھے بانی خانقاہ

سراجیہ حضرت اقدس مولانا احمد خان قدس سرہ نے اس جنگل میں یہ خانقاہ اور مدرسہ اپنے شیخ حضرت خواجہ سراج الدین رحمہ اللہ کے نام پر بنایا تھا۔

حضرت اقدس کی زیارت:

یہ غالباً ۱۴۰۰ھ بمطابق ۱۹۸۰ء کی بات ہے کہ احقر حضرت اقدس والد ماجد قدس سرہ کے ساتھ سمن آباد لاہور میں مقیم تھا کہ برادر محترم جناب حافظ رانا مطیع الرحمٰن صاحب مرحوم نے ذکر کیا کہ ہمارے حضرت صاحب لاہور تشریف لائے ہوئے ہیں اور وہ کل سرہند تشریف لے جا رہے ہیں حضرت والد صاحب نے فرمایا کہ ان کے میزبان سے معلوم کریں کل کس وقت سفر پر روانگی ہے اگر ممکن ہو تو ہم ملاقات کے لیے آنا چاہتے ہیں ڈاکٹر صاحب نے رابطہ کر کے بتایا کہ صبح فجر کے بعد ملاقات ہو سکتی ہے آپ حضرات صبح تشریف لے آئیں احقر کو بڑی خوشی ہوئی کیونکہ احقر اب تک حضرت کی زیارت سے محروم تھا اور شدت سے زیارت کا اشتیاق تھا صبح فجر کے بعد ہم حضرت کی جائے قیام پر پہنچے اور بحمد اللہ تعالیٰ حضرت کی زیارت نصیب ہوئی حضرت والد صاحب رحمہ اللہ سے خاص تعلق تھا اس لیے حضرت نے ان سے خصوصی برتاؤ کیا کچھ دیر مجلس میں حاضری کے بعد ہم واپس ہوئے۔

یہ احقر کی پہلی زیارت اور ملاقات تھی اس کے بعد پھر کئی مرتبہ خانقاہ کندیاں اور دیگر مختلف مقامات پر حضرت کی زیارت کا موقع ملتا رہا اور کئی مرتبہ خانقاہ بھی حاضری ہوئی۔

چند متفرق واقعات:

(۱) ربیع الاول ۱۴۰۴ھ میں جناب بھائی جان ڈاکٹر خالد صاحب زید مجدہم حضرت والد صاحب اور احقر کو خانقاہ سراجیہ لے کر گئے اس موقع پر ایک رات کا قیام بھی وہاں ہوا اور حضرت کے ساتھ خاص مجالس بھی ہوئیں حضرت کے معمولات بھی دیکھنے میں آئے۔

خانقاہ سراجیہ سے واپسی پر حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمہ اللہ مزار پر واں بھچراں بھی جانا ہوا ان کے مزار مبارک پر پہنچتے ہی حضرت والد صاحب رحمہ اللہ کی عجیب حالت ہوئی اچانک گریہ طاری ہو گیا وہاں فاتحہ خوانی کے بعد حضرت والد صاحب نے فرمایا کہ حضرت مولانا حسین علی رحمہ اللہ بڑے اللہ والے اور صاحب نسبت بزرگ تھے انہوں نے توحید کا بڑا پرچار فرمایا ان کی خدمات خلوص اور للّٰہیت پر مبنی تھیں۔

(۲) ۱۴۰۹ھ شوال المکرّم کی بات ہے کہ خانقاہ سراجیہ میں حضرت والد صاحب کے ساتھ حاضری ہوئی

اور رات کو بھی قیام ہوا اس وقت غالباً ڈاکٹر مطیع الرحمٰن صاحب مرحوم ہمراہ تھے۔

(۳) ایک مرتبہ پھر ڈاکٹر خالد صاحب کے ساتھ حاضری ہوئی دوپہر کا وقت تھا حضرت نے اپنے مکان پر ہی بلالیا اور کافی دیر تک مجلس رہی بہت سے مسائل پر بھی گفتگو ہوئی احقر نے اشارہ بالسبابہ کے متعلق دریافت کیا حضرت مجدد صاحب رحمہ اللہ نیز علماء ماوراء النہر کے حوالہ سے حضرت نے بیان فرمایا کہ وہ بھی اس کے جواز کے قائل نہیں ہیں اس لیے ہم اس پر عمل نہیں کرتے حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کی بھی یہی تحقیق ہے لیکن چونکہ احناف اس کے قائل ہیں اس لیے ہم اس سے منع بھی نہیں کرتے۔

اس سے حضرت کی انصاف پسند طبیعت اور معتدل مزاج واضح ہے کہ باوجودیکہ ان کے نزدیک عدم اشارہ ہی راجح ہے لیکن چونکہ آپ خود حنفی المسلک ہیں اس لیے اس کی بھی رعایت فرمارہے ہیں کہ اشارہ کرنے والوں کو منع نہیں فرماتے، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

اشارہ بالسبابہ کی مختصر بحث:

حضرت کے فرمان سے اگرچہ یہ معلوم ہوگیا کہ تشہد میں اشارہ بالسبابہ کرنے والوں کو آپ منع نہیں فرماتے تھے لیکن چونکہ بعض حضرات سختی کے ساتھ اس سے منع کرتے ہیں اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اشارہ کرنا جائز نہیں ہے اس لیے تکمیل موضوع کے طور پر تحریر ہے کہ نماز میں بحالت قعدہ تشہد میں اشارہ بالسبابہ یعنی شہادت کی انگلی کو لا الٰہ کے وقت اٹھانا اور الا اللہ کے وقت اسے نیچے گرادینا مسنون ہے اور ''ترمذی شریف باب ماجاء فی الاشارۃ'' میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ورفع اصبعیه التی تلی الابهام یدعوبها کی وجہ سے جمہور سلف وخلف نے اشارہ بالسبابہ کی سنیت کا قول اختیار کیا ہے۔ حضرت امام ترمذی کے ارشاد گرامی وفی الباب عن عبداللّٰہ بن الزبیروغیرلخزاعی وابی هریرۃوابی حمیدووائل بن حجر سے معلوم ہوتا ہے کہ اشارہ بالسبابہ کی سنیت پر بکثرت روایات موجود ہیں، خود حضرت امام محمد رحمہ اللہ مؤطا امام محمد میں اشارہ بالسبابہ کی حدیث نقل کرکے فرماتے ہیں وبصنیع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم ناخذوهوقول ابی حنیفة اس سے واضح ہے کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول بھی یہی ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے اگرچہ اس کی سنیت سے انکار کیا ہے لیکن اس بارہ میں آپ کی تحقیق محل کلام ہے اس پر فتویٰ نہیں دیا جاسکتا، بطور خاص جبکہ آپ کے دلائل کا جواب آپ کے فرزند گرامی حضرت خواجہ سیف الدین نقشبندی رحمہ اللہ نے خود ہی تحریر فرما کر اشارہ بالسبابہ کو سنت قرار دیا ہے۔

''خلاصہ کیدانی'' کے نام سے عربی زبان میں نماز کے ضروری مسائل پر مشتمل ایک رسالہ بعض علاقوں میں بہت ہی مشہور ہے اس میں اشارہ بالسبابہ کو محرمات میں شمار کیا گیا ہے جو بالکل غلط ہے حضرت ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ نے ''تزیین العبارۃ فی تحسین الاشارۃ'' کے نام سے اس کا خوب رد کیا ہے اور حضرت علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ نے بھی اس پر ''رفع التردد فی عقد الاصابع عند التشہد'' کے نام سے مستقل رسالہ تحریر فرمایا ہے اور حضرت ملا علی قاری کے رسالہ مذکورہ کے بعض اہم اقتباسات بطور تتمہ رسالہ کے آخر میں درج کیے ہیں اسی طرح حضرت علامہ مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ نے ''عمدۃ الرعایۃ'' اور اس کے مقدمہ میں اور اسی طرح ''السعایۃ'' میں بھی بڑی بسط وتفصیل سے ''خلاصہ کیدانی'' کے اس قول کا رد کیا ہے ،حضرت علامہ محمد یوسف بنوری نے ''معارف السنن'' میں ''خلاصہ کیدانی'' کے بہت سے اغلاط ذکر فرمائے ہیں اور اس کے اس قول کی تردید کی ہے۔خلاصہ یہ کہ تشہد میں اشارہ بالسبابہ مسنون ہے اس کی سنیت کا انکار کرنا یا اس کو ناجائز کہنا صحیح نہیں۔وفی ھذا کفایۃ لمن لہ ادنیٰ درایۃ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

(۵) لاہور میں جناب ڈاکٹر مطیع الرحمٰن صاحب مرحوم کے نکاح پر حضرت خواجہ صاحبؒ تشریف لائے اور بھی بہت سے علماء کرام جمع تھے حضرت نے حضرت والد صاحب سے فرمایا کہ تبلیغی جماعت کے احباب کہتے ہیں کہ مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی نے دعوت وتبلیغ کی شرعی حیثیت نامی کتاب دراصل تبلیغی جماعت کے خلاف لکھی ہے حضرت والد صاحب نے عرض کیا کہ آپ نے وہ کتاب ملاحظہ فرمائی ہے؟ فرمایا کہ ہاں میں نے پڑھی ہے حضرت والد صاحب نے فرمایا کہ آپ فرمائیں کہ آپ کیا کہتے ہیں؟ فرمایا کہ اس میں مخالفت کی کوئی چیز نہیں ہے حضرت والد صاحب نے فرمایا الحمد للہ آپ نے تصدیق فرمادی ہے اب تبلیغی احباب کے پروپیگنڈے سے کچھ نہیں ہوتا۔

(۶) خانقاہ سراجیہ میں قیام کے دوران ہی کا واقعہ ہے کہ حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہید مرحوم بھی حضرت خواجہ صاحب کی زیارت کے لیے تشریف لے آئے انہوں نے حضرت والد صاحب سے کتاب ''ریاض النضرہ فی مناقب العشرہ'' کے بارے میں دریافت کیا کہ حضرت یہ کیسی کتاب ہے؟ حضرت والد صاحب نے جواب میں فرمایا کہ مجموعی طور پر عشرہ مبشرہ کے حوالہ سے یہ اچھی کتاب ہے لیکن اس میں ہر طرح کی روایات درج کی ہیں اس لیے بغیر تحقیق کے اس کے حوالہ جات پر اعتماد مناسب نہیں ہے۔

(۷) ۱۴۱۴ھ کفری وادی سون میں مدرسہ کا سالانہ جلسہ تھا حضرت مولانا خدابخش صاحبؒ نے بہت سے حضرات کو اس میں مدعو کر رکھا تھا حضرت والد صاحب بھی تشریف لے گئے احقر بھی ہمراہ تھا حضرت

مولانا نذیر احمد شیخ الحدیثؒ اور حضرت مولانا عبداللہ صاحبؒ (اسلام آباد) کا بیان ہوا حضرت خواجہ صاحب صدارت فرمارہے تھے منتظمین نے حضرت والد صاحب سے بیان کے لیے درخواست کی حضرت نے احقر کا نام پیش فرمادیا اب حسب الحکم احقر کو کچھ بیان کرنا پڑا حضرت اس وقت بغور بیان سماعت فرماتے رہے اور بعد میں بڑی حوصلہ افزائی فرمائی اور احقر کی معروضات پر بڑی پسندیدگی کا اظہار فرمایا جو یقیناً احقر کے لیے بڑی سعادت ہے اسی بیان کی وجہ سے حضرت شیخ الحدیث مولانا نذیر احمد صاحبؒ نے احقر کو مختلف مقامات پر بیان کے لیے اصرار فرمایا حتیٰ کہ ۱۴۱۵ھ میں مجلس صیانۃ المسلمین کے مرکزی اجتماع جامعہ اشرفیہ لاہور اور اپنے ادارہ جامعہ امدادیہ میں بھی بیان کرایا یہ حضرت کی دعا، حوصلہ افزائی اور خوردنوازی کی برکت تھی۔

(۸) فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خان صاحب نے جب حضرات اکابر علماء دیوبند حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، رئیس المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہم اللہ تعالیٰ کی تکفیر کی اور ان کی واضح عبارات میں تحریف کے بعد انہیں از خود عربی زبان میں منتقل کر کے اس دور کے مشائخ وعلماء حرمین شریفین سے کفریہ فتویٰ حاصل کر کے حسام الحرمین کے نام سے شائع کیا تو اکابر علماء دیوبند نے اس کی تردید فرمائی اور علماء حرمین کے استفسار پر اپنے عقائد حقہ کو واضح فرمایا۔ علماء دیوبند کے یہ عقائد ''المہند علی المفند'' کے نام سے حضرت علامہ مولانا خلیل احمد سہارنپوری نے تحریر فرمائے جس پہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ سے لے کر حضرت مفتی کفایت اللہ دہلویؒ تک تمام علماء دیوبند نے تقریظات وتصدیقات تحریر فرمائیں اور پھر جب یہ عقائدی دستاویز علماء حرمین شریفین کو بھیجی گئی تو انہوں بھی واضح طور پر اس کی تائید اور پہلے سے جاری کردہ کفریہ فتویٰ سے رجوع فرمایا۔ المہند چونکہ عربی زبان میں تھی جس کو علماء کرام کے علاوہ کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا اس لیے اس کا اردو ترجمہ بھی اردو دان حضرات کے لیے کر دیا گیا اور وہ بھی المہند کے ساتھ شائع ہوا اور اب تک اس کے ساتھ طبع ہو رہا ہے۔

حضرت اقدس سہارنپوری رحمہ اللہ نے یہ کتاب ۱۳۲۵ھ میں تحریر فرمائی جسے ایک صدی سے زائد عرصہ ہو گیا ہے بحمد اللہ تعالیٰ یہ کتاب علماء دیوبند کے مسلک اور عقائد کی متفقہ اور نہایت مستند ومعتبر کتاب ہے اور اس میں مندرجہ تمام مسائل وعقائد حق وصحیح اور اہل السنۃ والجماعۃ کے مسلک کے عین مطابق ہیں عرصہ سے ضرورت تھی کہ ان کو عام کیا جائے اور ان کا خلاصہ اردو زبان میں مع دیگر اضافات کے ساتھ تحریر کیا جائے چنانچہ حق تعالیٰ نے یہ خدمت احقر کے والد ماجد یادگار سلف فقیہ العصر حضرت اقدس مفتی عبدالشکور ترمذی

نوراللہ مرقدہ سے لی اور آپ نے عقائد اہل السنۃ والجماعۃ معروف بہ عقائد علماء دیوبند کے نام سے اس ضرورت کو بحسن وخوبی پورا کیااوراس دور کے تمام مشاہیر علماء کرام ومشائخ عظام سے اس رسالہ پر تصدیقات حاصل کیں، پہلی مرتبہ یہ رسالہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمہ اللہ نے شائع فرمایا۔

اس رسالہ پر حضرات علماء کرام کی تصدیقات کا سلسلہ بعد میں بھی جاری رہا چنانچہ احقر نے بھی متعدد علماء کرام سے اس پر تصدیقات حاصل کیں، حضرت اقدس مولانا خواجہ خان محمدؒ نے بھی اس پر تصدیق فرمائی، پھر جب احقر نے اس کی تلخیص کی تو حضرت نے اسے بھی بہت پسند فرمایااوراس کی اشاعت پر زور دیا، بحمداللہ حضرت اور دیگر علماء کرام کی تصدیق کے ساتھ یہ رسالہ کثرت سے شائع ہورہا ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں اوراس کے نفع کو مزید عام وتام فرمائیں۔

(۹) ۱۴۰۸ھ میں حضرت جامعہ حقانیہ کے جلسہ پر تشریف لائے تو آپ نے عصر کے بعد کی مجلس میں علماء دیوبند کے مسلک ومشرب کے ذکر پر فرمایا کہ حضرت شیخ الادب مولانا اعزاز علی دیوبندی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ جو طالب علم ہمارے پاس صرف ایک سال رہتا ہے وہ دیوبند کے مسلک کو نہیں سمجھتا اس کے لیے کم ازکم تین سال دیوبند میں رہنا ضروری ہے تب جاکر صحیح معنیٰ میں اکابر کے مسلک اور مزاج کا پتہ چلتا ہے جو حضرات ایک سال رہ کر چلے جاتے ہیں بسااوقات وہ اپنے اکابر کا مزاج نہیں سمجھتے۔

(۱۰) ۱۹۹۷ء میں سیٹلائٹ ٹاؤن چوک میں جامعہ مفتاح العلوم سرگودھا کی نشأۃ ثانیہ کے حوالہ سے افتتاحی پروگرام ہوا برادرم مولانا طاہر مسعود صاحب سلمہ نے حضرت والد گرامی رحمہ اللہ اور خواجہ صاحب رحمہ اللہ کو بھی مدعو کیا، کنزالدقائق کے سبق سے حضرت والد ماجدؒ نے تعلیم کا آغاز فرمایا اور حضرت خواجہ صاحبؒ نے دعا کرائی۔

اسی موقع پر ایک مجلس میں خانقاہ سراجیہ میں جمعہ کے قیام سے متعلق تذکرہ ہوا تو حضرت خواجہ صاحبؒ نے سامعین کو یہ واقعہ سنایا کہ مفتی عبدالشکور صاحب ترمذی ایک مرتبہ خانقاہ سراجیہ میں تشریف لائے تو انہوں نے ملتے ہی مجھ سے سوال کیا کہ آپ یہاں جمعہ پڑھتے ہیں؟ میں نے کہا نہیں، انہوں نے فوراً کہا الحمدللہ، یہ واقعہ سن کر سب سامعین بڑے محظوظ ہوئے، احقر اور حضرت والد ماجد بھی اس محفل میں موجود تھے، پھر حضرت والد صاحبؒ سے فرمانے لگے کہ آپ نے عدم جواز کا فتویٰ دیا ہوا ہے اس لئے ہم اب تک جمعہ نہیں پڑھتے، اب موجودہ حالات کو دیکھ کر اگر آپ جواز کا فتویٰ دیں گے تو ہم شروع کردیں گے، اس پر طے ہوا کہ موجودہ صورت حال کا جائزہ لے لیا جائے، لیکن افسوس کہ حضرت والد صاحبؒ کو اس موقع

نہیں مل سکا اور یہ مسئلہ درمیان ہی میں رہ گیا۔

حضرت والد صاحب بھی اکثر یہ واقعہ سنایا کرتے تھے اور خانقاہ سراجیہ میں جمعہ قائم نہ کرنے پر حضرت خواجہ صاحبؒ کی بہت تعریف فرماتے تھے کہ اس مسئلہ میں حضرت بڑے متصلب اور پختہ ہیں، حنفی مسلک پر بڑی مضبوطی سے قائم ہیں ورنہ عام طور پر اس کا لحاظ نہیں کیا جاتا اور حنفی مسلک کو احناف بھی ترک کر کے چھوٹی چھوٹی بستیوں میں جمعہ قائم کر دیتے ہیں، خاص طور پر مشائخ پنجاب کے ہاں بھی اس بارہ میں بہت ہی تسامح پایا جاتا ہے جبکہ حضرت خواجہ صاحبؒ کے ہاں اس میں کوئی رو، رعایت نہ تھی، کوئی بھی اس بارہ میں حضرت سے بات کرتا تو یہی فرماتے کہ مفتی عطا محمد صاحب اور مفتی عبدالشکور صاحب سے فتویٰ لے آئیں تو جمعہ شروع ہوگا ورنہ نہیں، حضرت مفتی عطا محمد صاحبؒ کی وفات کے بعد حضرت والد صاحبؒ کا ذکر فرمایا کرتے تھے کہ ان سے فتویٰ لے آئیں، لیکن ایسا نہیں ہو سکا اور حضرت نے والد صاحبؒ کی وفات کے بعد بھی جمعہ قائم نہیں فرمایا جبکہ بعض علماء کرام نے جواز کا فتویٰ بھی دے دیا، یہ حضرت کی حد درجہ احتیاط اور کمال تقویٰ اور مسلک پر تصلب اور پختگی کی بڑی دلیل ہے، فللہ درہ وعلی اللہ اجرہ۔

(۱۱) عقیدہ ختم نبوت کی طرح عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تحفظ بھی مجلس تحفظ ختم نبوت کے حضرات نے اپنی شرعی ذمہ داری سمجھ کر بڑی ذمہ داری کے ساتھ کیا، حضرت مولانا محمد علی جالندھری کی خدمات اس سلسلہ میں سب سے نمایاں اور قابل قدر ہیں انہوں نے اس کے لیے ملک بھر کا دورہ کیا اور مناظرہ کے لیے ایسی فیصلہ کن تحریر قلم بند فرمائی جس سے علماء اہل السنۃ علماء دیوبند کا اس مسئلہ میں مسلک بالکل واضح ہو جاتا ہے لیکن افسوس کہ ان کی وفات کے بعد تحفظ ختم نبوت کے ذمہ دار حضرات نے اس کی طرف پورے طور پر توجہ نہیں فرمائی، حضرت والد گرامی رحمہ اللہ نے حضرت مولانا خان محمد صاحب رحمہ اللہ سے بھی اس عقیدہ سے تحفظ ختم نبوت کے ذمہ دار حضرات کی بے اعتنائی کا شکوہ کیا اور یہ بھی کہا کہ کیا یہ عقیدہ مولانا جالندھریؒ کا ذاتی معاملہ تھا جو ان کی وفات کے بعد ختم ہو گیا، حضرت نے اس سے اتفاق کیا اور احباب کو اس طرف توجہ دلانے کا وعدہ فرمایا۔

(۱۲) دیوبندی بریلوی اتحاد کے سلسلہ میں ایک اہم تحریر:

دیوبندی بریلوی بنیادی طور پر دونوں اہل السنۃ والجماعۃ اور فقہ حنفی کے پیروکار ہیں دونوں مکاتب فکر میں پائے جانے والے اختلافات کو ختم کرنے کے متعلق سنجیدہ طبقہ میں ہمیشہ کوششیں ہوتی رہیں ہیں اور ان دونوں مکاتب فکر کے اتحاد و اتفاق کو ہر دور میں نہایت ضروری اور اہم قرار دیا گیا ہے، دونوں مکاتب

فکر کے معتدل حضرات نے اس میں بقدر استطاعت اپنا اپنا کردار ہمیشہ ہی ادا کیا ہے۔

ماضی قریب میں جناب مولانا عبدالستار نیازی صاحب مرحوم نے ''اتحاد ملت کا چار نکاتی فارمولا'' کے نام سے دیو بندی بریلوی اتحاد کے لیے ایک تحریر مختلف اخبارات میں شائع کی بہت سے حضرات نے اس کا خیر مقدم کیا اور اس کا جواب لکھا حضرت والدگرامی رحمہ اللہ نے بھی اس کا جواب تحریر فرمایا جسے اس وقت اخبارات میں شائع کیا گیا لیکن یہ کوشش بارآور نہ ہوسکی، اس کے کچھ عرصہ بعد اہل السنۃ والجماعۃ کے رضا کار محترم جناب محمد شفیع صاحب مقیم لاہور نے اس کی کوشش کی اور فریقین کے ذمہ دار حضرات سے رابطہ کیا، اس سلسلہ میں ایک جامع تحریر حضرت والد صاحبؒ سے بھی انہوں نے حاصل کر لی، اس پر دیو بندی مکتبۂ فکر کے دیگر حضرات کے ساتھ حضرت اقدس مولانا خان محمد صاحب رحمہ اللہ کی تائیدی تحریر بھی ثبت ہے، حضرت والدگرامی کی اس تحریر میں فریقین میں اتحادی کوششوں کی تاریخ کے ساتھ مابہ الاتحاد والاشتراك نکتہ کی نشاندہی بھی کی گئی ہے جس پر عمل کرنے سے دیو بندی بریلوی اتحاد میں کوئی مانع باقی نہیں رہتا، حضرت شیخ المشائخ نے بھی اسے دل وجان سے قبول فرما کر اس کی حرف بحرف تائید فرمائی ہے اس لیے ہم ذیل میں اسے ہدیہ ناظرین کر رہے ہیں:

عزیز محترم محمد شفیع صاحب سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کے یکے بعد دیگرے دو خط ملے، حالات معلوم ہوئے آپ کے جذبہ اتحاد بین المسلمین اور اس کی جدوجہد سے خوشی ہوئی، کئی سال ہوئے مولانا نیازی صاحب کے ۴ نکاتی فارمولا سے متعلق احقر نے اپنے خیالات کا اظہار کر دیا ہے وہ اس زمانہ کے اخبارات میں شائع ہوا ہے اس کو ضرور ملاحظہ کیا جائے، خدام الدین لاہور میں بھی شائع ہوا ہے، یہ فارمولا مولانا نیازی کو بذریعہ رجسٹری بھیجا گیا تھا، مگر اس کے بعد کچھ پیش رفت نہیں ہوئی، حالانکہ وہ داعی تھے ان کو اسے آگے بڑھانا چاہیے تھا اور اپنی جماعت سے اپنے فارمولا کی تائید کرانی چاہیے تھی تاکہ اس کی حیثیت انفرادی اور ذاتی کی بجائے جماعتی قرار پاتی مگر ایسا نہیں ہوسکا بلکہ وہ فارمولا ذاتی ہو کر رہ گیا۔ جب تک اس فارمولا کو وہ جماعتی طور پر تصدیق کرا کر پیش نہیں کر سکتے اس کی حیثیت انفرادی ہی رہے گی اور اس پر پیش رفت ممکن نہیں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ان کی جماعت اس سے متفق نہیں ہے اور اب تو ان کی جماعت میں سیاسی طور پر بھی تفریق ہوگئی ہے اور ایک دوسرے سے بات کرنا بھی گوارا نہیں، موجودہ سجادہ نشین سیال شریف کے بیانات بھی نورانی صاحب کے خلاف آتے رہے ہیں، ان حالات میں جبکہ یہ جماعت خود بھی ایک دوسرے

سے ملاقات کی روادار نہیں ہے کسی وسیع تر اتحاد کی داعی کیسے بن سکتی ہے؟

میں مولانا نیازی صاحب کو اس وقت سے جانتا ہوں جب وہ غالباً ۱۹۴۹ء میں خلافت گروپ کے سلسلہ میں ساہی وال تشریف لائے تھے، اور ہمارے ساہی وال کے چوک (سبزی) منڈی میں حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیر صدارت جلسہ ہوا تھا، مسلم لیگ کے اندر اس زمانہ میں مولانا نے خلافت گروپ قائم کیا تھا۔ غرضیکہ جہاں تک ہوسکا ہے ہم نے ان حضرات سے صحیح اصولوں پر ہر وقت تعاون کیا ہے، اور اب بھی تیار ہیں۔

ہم فقہ حنفی کے مقلد ہیں ہمارے اختلافات فقہ حنفی کے راجح اور مفتیٰ بہ اقوال کی روشنی میں طے ہوسکتے ہیں اور جو اختلافات باقی رہ جائیں اور فقہ حنفی میں اس کی گنجائش ہو اس پر مفاہمت کی صورت نکل سکتی ہے مگر یہ سب جماعتی رنگ میں ہونا چاہیے اور تکفیری مشغلہ کو بند کرنا چاہیے۔

آپ کو معلوم ہے کہ میری کوئی جماعت نہیں ہے ذاتی طور پر جو کچھ کرسکتا ہوں کر لیتا ہوں، باقی اس کو آگے بڑھانا جماعتی حضرات کا کام ہے ان کو متوجہ کریں، حضرت مولانا خان محمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی خدمت میں سلام مسنون کے ساتھ یہ عریضہ پیش کردیا جائے، اور جو ارشاد گرامی ہو اس سے مطلع کیا جائے۔

والسلام

احقر سید عبدالشکور ترمذی

۳۰/ذی الحجہ ۱۴۰۹ھ

فقیر حضرت مولانا مفتی عبدالشکور صاحب مدظلہ العالی کے اس مکتوب سامی کی حرف بحرف تائید کرتا ہے اور اس کے ساتھ دل وجان سے متفق بھی ہے۔

فقیر خان محمد عفی عنہ

خانقاہ سراجیہ کندیاں ضلع میانوالی

۷/محرم الحرام ۱۴۱۰ھ

حضرت کا ایک اہم مکتوب گرامی:

حضرت والد گرامی رحمہ اللہ نے ایک اشتہار دیکھا جس میں مولانا غلام اللہ خان مہتمم جامعہ تعلیم القرآن پنڈی کے متعلق بعض اکابر کی تحریرات شائع کی گئی تھیں یہ اشتہار علماء ہزارہ نے شائع کیا تھا، حضرت

والد صاحب نے اس اشتہار کی حقیقت اور اصل تحریرات کے متعلق حضرت سے استفسار کیا حضرت نے جوابی مکتوب گرامی میں نہ صرف اس اشتہار کی تصدیق فرمائی بلکہ اس کے اصل مآخذ تک رسائی کی رہنمائی بھی فرمادی اب ذیل میں قارئین حضرت کا اصل مکتوب گرامی ملاحظہ فرمائیں:

۲۹ ر رمضان المبارک ۱۳۹۳ھ

بعدالحمدوالصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ کی طرف سے محترم ومکرم جناب مولانا سید عبدالشکور صاحب ترمذی سلمہ اللہ الرحمٰن مطالعہ فرمائیں کہ آپ کا مکتوب گرامی ملا جو اشتہار منجانب علماء ہزارہ آپ کی نظر سے گزرا تھا وہ بالکل صحیح تھا اور جن صاحب نے یہ اشتہار مرتب فرمایا تھا وہ بھی فقیر کو ذاتی طور پر ملتے رہتے ہیں باقی رہا اصل مواد تو اس کے لیے آپ مندرجہ ذیل پتہ پر تحریر کریں اور فقیر کے حوالہ سے ان کو تحریر کریں کیونکہ اصل مشتہر مولانا محمد یعقوب خان صاحب وہیں رہتے ہیں اور آپ کا عقدہ حل ہو جائے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(بخدمت محترم مولانا قاضی محمد شمس الدین صاحب نقشبندی مجددی بمقام درویش ہری پور ہزارہ صوبہ سرحد)

والسلام مع الاکرام

جامعہ حقانیہ میں تشریف آوری اور بعض تحریرات:

ایک مرتبہ حضرت اقدس والد ماجد رحمہ اللہ نے جامعہ حقانیہ کے سالانہ جلسہ پر حضرت کو مدعو کیا چنانچہ دوپہر کے وقت حضرت جامعہ میں تشریف لائے اور ظہر کے بعد کچھ آرام فرمایا اور عصر کے بعد جامعہ کے صحن میں مجلس ہوئی اور خلاف معمول حضرت نے بہت سے واقعات سنائے اس پر سب حضرات کو بہت حیرت ہوئی کیونکہ اکثر معمول حضرت کا خاموشی کا تھا اسی مجلس میں حضرت مرزا مظہر جان جاناں یا کسی اور بزرگ کا یہ واقعہ بھی سنایا تھا کہ خدام نے ان سے مستقل طور پر ان کے لیے مکان بنانے کی اجازت لی تو فرمایا کہ:

برائے ماندن خویش وبیگانہ برابرست

(چند دن رہنے کے لیے اپنا اور پرایا مکان برابر ہے)

رات کو حضرت نے طلبہ کی دستار بندی کی اور دعا فرمائی۔اس مرتبہ حضرت نے اپنے دست مبارک سے جو تحریر رقم فرمائی وہ پیش خدمت ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعدالحمدوالصلوٰۃوارسال التسلیمات والتحیات

فقیرخان محمد عفی عنہ کوآج ۱۲رشعبان المعظم کومدرسہ عالیہ حقانیہ ساہیوال ضلع سرگودھامیں حاضری کاشرف حاصل ہوامدرسہ حقانیہ کے مہتمم حضرت مولانامفتی عبدالشکورصاحب ترمذی مدظلہ العالی ہیں حضرت مفتی صاحب مدظلہ العالی کے اخلاص وللّٰہیت کااثرہے کہ مدرسہ عالیہ حقانیہ اپنے تعلیمی پروگرام میں اعلیٰ معیارپرچل رہاہےاورنظم ونسق کے لحاظ سے ممتازحیثیت رکھتاہےسالانہ امتحان کے نقشہ سےاورامتحان لینے والے حضرات کی آراء سے جس کی تصدیق ہوتی ہےاللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب مدظلہ العالی کوتادیرسلامت باکرامت رکھےاوران کے صاحبزادگان اورمدرسہ کے جملہ اراکین کوحضرت مفتی صاحب سے کامل استفادہ کی توفیق عطافرماکرمدرسہ عالیہ حقانیہ کی زیادہ سےزیادہ خدمت کرنے کی توفیق عطافرماوےاوراپنی رضامندی وخوشنودی سےسب کوسرفرازفرماوے،آمین۔والسلام

فقیرخان محمد عفی عنہ خانقاہ سراجیہ کندیاں ضلع میانوالی

۱۲رشعبان ۱۴۰۸ھ

دوسری مرتبہ حضرت اقدس والدگرامیؒ کی وفات کے بعدتعزیت کے لیےتشریف لائے اورہم سب برادران سےتعزیت فرمائی اورحضرت والدگرامیؒ کی قبرپرتشریف لےجاکرایصال ثواب بھی فرمایااس موقع پرآپ نےتعزیتی رجسٹرپرجومضمون تحریرفرمایاوہ یہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعدالحمدوالصلوٰۃ فقیرخان محمد کوآج ۲۱رشوال المکرّم ۱۴۲۱ھ کوحضرت مولانامفتی عبدالشکورقدس سرہ العزیزکی تعزیت کےسلسلہ میں حاضری کاشرف حاصل ہوااللہ تعالیٰ مرحوم ومغفورکی مغفرت فرماوےاوراپنی قبرمیں راحت کرامت فرماوےاورحضرت کےجملہ پسماندگان کوحضرت مرحوم کے برکات سےسرفرازفرماوےاورہرقسم کی بدمزگیوں سےمحفوظ فرماوے،آمین۔اورحضرات صاحبزادگان سلمہم اللہ تعالیٰ کوآپس میں پیارومحبت سےسرفرازفرماوےآمین۔والسلام۔

فقیرخان محمد عفی عنہ خانقاہ سراجیہ

۲۱رشوال المکرّم ۱۴۲۱ھ

وفات اورجنازہ:

اس جہان فانی میں اپنی عمرکے ۹۳رسال گزارکربالآخرآپ بھی رحلت فرماگئےاگرچہ اللہ کےنیک

بندے کبھی فنا نہیں ہوتے بلکہ وہ ایک جہان سے دوسرے جہان میں منتقل ہوجاتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے فیض کو ان کے بعد بھی ہمیشہ جاری رکھتے ہیں کما قیل۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق   ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

آپ کے جنازے کے وقت کا اعلان ہوتے ہی پورے ملک سے عقیدت مندان کا رخ کندیاں کی طرف ہوگیا اور مخلوق خدا کشاں کشاں دور دور سے طویل سفر کرکے آپ کے آخری دیدار، جنازہ اور تدفین میں شرکت کے لیے کندیاں پہنچ گئی احقر مع رفقاء ایک بجے خانقاہ سراجیہ پہنچا اور نماز ظہر ادا کی اس وقت بھی اگرچہ کافی مجمع تھا لیکن کافی جگہ خالی نظر آ رہی تھی لیکن جوں جوں جنازہ پڑھنے کا وقت قریب آیا رش بڑھتا گیا اور عین وقت پر یہ ہجوم تا حد نگاہ پہنچ گیا بلا مبالغہ لاکھوں افراد نے آپ کے جنازے میں شرکت کی سعادت حاصل کی موسم اگرچہ سخت گرمی کا تھا لیکن یہ بھی حضرت کی کرامت تھی کہ لاکھوں کے مجمع کو ابر نے گھیر لیا اور ٹھنڈی ہوا نے گرمی اور پیاس کا خاتمہ کردیا جنازہ کا منظر بڑا جذباتی اور دیدنی تھا اس وقت درج ذیل اشعار احقر کو حسب حال معلوم ہو رہے تھے اس لئے بار بار زبان پر آ رہے تھے۔

سرو سیمینا بصحرا می روی   سخت بے مہری کہ بے مامی روی

اے تماشا گاہ عالم روئے تو   تو کجا بہر تماشا می روی

جنازہ آپ کے جانشین حضرت مولانا خواجہ خلیل احمد صاحب مدظلہم نے پڑھایا جو بلاشک وشبہ ع ''حق بحق دار رسید'' کی قبیل سے تھا۔

جنازہ کے بعد مخلوق خدا جب روانہ ہوئی تو اس وقت یوں معلوم ہو رہا تھا کہ پورے پاکستان کے حضرات یہاں جمع ہیں احقر نے جنازہ پر اس قدر ہجوم پہلے کبھی نہیں دیکھا تاریخ میں پڑھا تھا کہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے جنازہ میں آٹھ لاکھ مرد اور ساٹھ ہزار خواتین نے شرکت کی اور اس روز بیس ہزار غیر مسلم مسلمان ہوئے (تفصیل کے لیے حضرت ملا علی قاری کی مرقات شرح مشکوۃ ج اص۱۲۲ اور تاریخ دعوت وعزیمت ج املاحظہ فرمائیں) کسی کے جنازہ میں اس قدر ہجوم یہ حق تعالیٰ کے ہاں اس کی مقبولیت اور خیر کی علامت ہے اسی لیے حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا ارشاد ہے:

اہل بدعت اور ہمارے درمیان فرق جنازہ کے دن واضح ہوجاتا ہے۔

چنانچہ علامہ ابن تیمیہ کی کتاب ''اقتضاء الصراط المستقیم'' کے مقدمہ میں ڈاکٹر عبداللہ بن عبدالمحسن الترکی تحریر فرماتے ہیں: ان من علامات الخیر للرجل الصالح وقبوله لدی المسلمین احساسهم بفقده حین یموت لذالك کان السلف یعد و ن کثرة المصلین علی جنازة الرجل من علامة

الخیر والقبول لذالک قال الامام احمد قولوا لاھل البدع بیننا وبینکم یوم الجنائز۔

(اقتضاء الصراط المستقیم ج ۱ ص ۱۷)

جنازہ کے بعد تدفین حضرت کے شیخ جناب حضرت مولانا عبداللہ صاحب رحمہ اللہ کے قریب ہوئی ع پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا غفر اللّٰہ لہ واعلیٰ اللّٰہ مقامہ فی اعلیٰ علیین والحقہ بالصالحین آمین ۔

جنازہ کے بعد ہماری واپسی ہوئی اس ہجوم میں صاحبزادگان سے تعزیت بہت مشکل تھی اس لیے کچھ روز کے بعد برادرم جناب مولانا اشرف علی صاحب اور جناب قاری شرافت اللہ صاحب کے ہمراہ خانقاہ میں حاضر ہوکر حضرت کے جانشین حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مد ظلہم اور دیگر صاحبزادگان سے تعزیت کی حضرت اور دیگر حضرات کے مزارات پر بھی حاضری دی، دل سے دعا ہے کہ حق تعالیٰ اس چشمہ فیض کو ہمیشہ جاری رکھیں اور حضرت کے جانشین صاحبزادہ جناب حضرت مولانا خواجہ خلیل احمد صاحب مد ظلہم اور دیگر صاحبزادگان کو حضرت کے مشن کی تکمیل اور نشر واشاعت کی توفیق دیں اور تشنگان علوم معارف اس چشمہ فیض اور آب حیات سے پہلے کی طرح سیراب ہوتے رہیں۔

آمین آمین لا ارضی بواحدۃ   حتیٰ اضم الیہا الف آمینا

فقط ......احقر عبدالقدوس غفرلہ

۲۷/جمادی الاخریٰ ۱۴۳۱ھ

مدیر: جامعہ حقانیہ، ساہیوال ضلع سرگودہا

0300-9605958

شیخ المشائخ پیر طریقت سراج اولیاء حضرت مولانا خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بغرض تعزیت حاضر ہوا۔حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایسی شخصیت، جس کا خلاء کبھی پر نہیں ہوگا۔حضرت رحمۃ اللہ علیہ بیک وقت سلسلہ نقشبندیہ کے بہت بڑے شیخ اور عالمی مجلس ختم نبوت کے امیر اور تمام دینی جماعتوں کی سرپرست اور کئی مدارس کے بانی اور سرپرست تھے۔اس دور میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ جیسے بزرگ کہیں نظر نہیں آتے۔اللہ تعالیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مقام جنت الفردوس میں بنائے۔اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔فقط نیاز مند محمد عارف سیال......تنظیم اہل سنت،

......مولانا عبدالجبار تونسوی......ملتان، محمد اسماعیل انقلابی 10 جمادالثانی ۱۴۳۱

پروفیسر خواجہ ابوالکلام صدیقی

فکرِ عمیق......نگاہِ اثیر......سوزِ بلیغ......سکوتِ انقلاب آفرین اور
شرفِ انسانی کا نادر نمونہ

تقریباً بیس بائیس سال قبل جب ''جامعہ تعلیم وتزکیہ'' کی عمارت ''قرآن محل'' مکمل ہوئی تو راقم الحروف نے حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں ایک عریضہ ارسال کیا جس میں اپنا اور ادارے کا مختصر تعارف کرانے کے بعد یہ درخواست کی کہ جب بھی آپ کا ملتان آنا ہو تو کچھ دیر کیلئے ''قرآن محل'' بیرون پاک گیٹ تشریف لائیں۔ یہاں اس سے پہلے میرے شیخ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند و جانشین حضرت مولانا صاحبزادہ محمد طلحہ کاندھلوی دامت برکاتہم العالیہ، مفتی محمد شاہد مدظلہ العالی سمیت اپنے خاندان کے بعض علماء کرام اور اپنے والد محترم نور اللہ مرقدہ سے روحانی نسبت اور اصلاحی تعلق رکھنے والے بعض مشائخ عظام کے ساتھ تشریف لا چکے تھے۔

کافی دنوں کے بعد خانقاہ سراجیہ کے خادم صاحب کی طرف سے جوابی خط موصول ہوا کہ جب آپ کا خط آیا تو حضرت خواجہ صاحب (جن کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امیر المومنین فی الحدیث عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کی طرح ہر سال حج کے دنوں میں حرمین شریفین کی حاضری کیلئے قبول کر رکھا تھا) سفر حج پر تیار تھے۔ اس لیے جواب نہیں دیا جا سکا۔ اب حضرت کا وہاں سے پیغام آیا ہے کہ وہ اس جمعۃ المبارک کو صبح نو بجے کی پرواز سے ملتان پہنچ رہے ہیں اور آپ کے ہاں سے ہو کر کندیاں تشریف لائیں گے۔ آپ فوراً حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری صاحب سے رابطہ فرمائیں تا کہ وہ حضرت خواجہ صاحب کا آپ کے ہاں تشریف لانے کا نظم بنالیں۔ مگر اتفاق کی بات ہے کہ یہ خط مجھے اسی جمعۃ المبارک کو گیارہ بجے کے بعد ملا۔ جلدی سے اپنے چھوٹے بھائی خواجہ اختر محمد صدیقی کے ساتھ مجلس تحفظ ختم نبوت کے دفتر پہنچا حضرت کی گاڑی اسٹارٹ تھی اور وہ خود اپنے دیوانوں اور عاشقوں میں گھرے ہوئے تھے جبکہ مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری دامت برکاتہم العالیہ عاجزی اور بے بسی کی تصویر بنے ایک طرف کھڑے تھے۔ فرمانے لگے اگر آپ کی کل مجھ سے ملاقات ہو جاتی تو ہم ائیر پورٹ سے سیدھے آپ کی طرف آ جاتے۔ اب صورت حال آپ کے سامنے ہے اس حالت میں آپ حضرت سے رابطہ کر سکتے ہیں تو

کرلیں ویسے حضرت کو اتنے بجے آگے فلاں مقام پر پہنچنا ہے۔ مگر کیونکہ میں مزاجاً اپنی خواہش کیلئے کسی کو آزمائش میں ڈالنے اور بالخصوص بزرگوں کو تکلیف دینے کا قائل نہیں اس لئے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے آئندہ تشریف لانے کی امید پر حضرت خواجہ صاحب سے اس وقت رابطہ مناسب نہ سمجھا۔

اگرچہ اس موقع پر حضرت خواجہ صاحب کی تشریف آوری سے محرومی رہی مگر اس سے پہلے کسی قسم کا تعارفی تعلق نہ ہونے کے باوجود صرف ایک مکتوبی درخواست پر قدم رنجہ فرمانے کیلئے تیار ہوجانے اور پھر حرم پاک میں یاد رکھنے کے احساس نے حضرت خواجہ صاحب کی عظمت کے نقوش دل میں مزید گہرے کردیئے۔ اس محرومی کے بعد جامع مسجد سراجاں حسین آگاہی ملتان میں مبلغ ومناظر ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی مدلل تقریر اور اس سے پہلے جامعہ خیر المدارس ملتان کے سالانہ جلسہ کی آخری نشست میں امیر عزیمت حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمۃ اللہ علیہ کی ایمان افروز شعلہ بیانی اور فکر انگیز آتش نوائی جیسے اجتماعات میں کرسیٔ صدارت پر دعا تک سکون واطمینان اور مکمل توجہ وانہماک کے ساتھ جلوہ افروز ہونے کی صورت میں شرف دیدار کا سلسلہ تو حسب سابق جاری رہا۔

مگر حضرت کے ہمارے ہاں تشریف لانے کی کوئی صورت نہ بن سکی۔ یہاں تک کہ ایک بار درس کے ساتھی، صبح درس قرآن مجید کے بعد ڈیرہ اسماعیل خان سے بذریعہ جہاز تشریف لانے کے منتظر رہے اور حضرت حسب وعدہ ڈیرہ اسماعیل خان ائیر پورٹ پر تشریف بھی لے آئے مگر نہ جانے کسی وجہ سے وہ پرواز منسوخ ہوگئی۔ اس سے پہلے کہ ہماری یہ آرزو مدفون حسرت بن جائے اللہ تعالیٰ نے آپ کے مسترشد اور ایک سفر حج کے رفیق میرے محسن ودینی معاون اور مسلک حق کی اشاعت کی تقریبات کیلئے متحرک ومحرک شخصیت قاری عبدالرحمٰن رحیمی مدظلہ العالی (مدیر جامعہ نعمت الرحیم وخطیب جامع مسجد سراجاں حسین آگاہی ملتان) کو اس کی تکمیل کا ذریعہ بنایا۔

قاری عبدالرحمٰن رحیمی صاحب سے حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی محبت وشفقت کا اندازہ اس واقعہ سے کیا جاسکتا ہے کہ خانقاہ سراجیہ میں رمضان المبارک کے ہر عشرے میں نماز تراویح میں ایک قاری صاحب سے مکمل قرآن مجید سننے کا معمول ہے۔ جس کیلئے ہر سال تین خوش نصیب قاری حضرت کی طرف سے نامزد کیے جاتے تھے۔ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نقاہت اور بڑھاپے کے باوجود پہلی رات سے آخری رات تک اور نماز تراویح کے آغاز سے اختتام تک خود شریک رہتے تھے اور افطار اور نماز مغرب کے بعد طویل وقفہ ہوتا تھا اور پھر نماز عشاء ہوتی تھی تاکہ افطاری کے وقت کے کھانے پینے اور اس سے پہلے کے احساس نقاہت کی ''ثقالت'' سے متاثر بشاشت نماز تراویح کیلئے بحال ہوجائے۔ ہر چار رکعت کے بعد

قرون اولیٰ کی روایت کے مطابق چار رکعت ادا کرنے کی مقدار کے برابر وقفہ ہوتا تھا جس میں حضرت خواجہ صاحب مراقبہ فرماتے تھے، جبکہ بعض حضرات تقاضے کیلئے چلے جاتے، اور بعض مراقبہ کرتے، بعض ذکر کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاتے، بعض تلاوت کی صورت میں اپنے رب سے ہم کلام ہو جاتے، اور بعض علماء کرام اور دینی و مسلکی محققین کی موجودگی سے فائدہ اٹھالیتے اور بعض جسمانی یا ہمت کے لحاظ سے کمزور افراد اگلی چار رکعت میں طبعی بشاشت برقرار رکھنے کیلئے کمر سیدھی کر لیتے۔

لفظ تراویح جمع ہے اور اس کا واحد ترویحہ ہے جس کے معنی ایک بار کے آرام وراحت کے ہوتے ہیں۔ ہر چار رکعت کو ترویحہ کہنے کہ وجہ یہ ہے کہ قرون اولیٰ میں ہر چار رکعتوں کے بعد ان کو ادا کرنے کے وقت کے برابر وقفہ کیا جاتا تھا۔ اہل مکہ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر درمیان کے چار وقفوں میں چار طواف کر لیتے تھے۔ جب اہل مدینہ کو اہل مکہ کا یہ عمل معلوم ہوا تو انہوں نے ان چار وقفوں میں سے ہر وقفہ میں طواف کے بدل میں چار رکعت نفل پڑھنا شروع کر دیئے۔ چونکہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اہل مدینہ میں سے تھے۔ اس لئے وہ بیس رکعت سنت موکدہ اور سولہ رکعت نفل کل چھتیس رکعت کے قائل تھے۔ اور بعد میں اہل نظر نے ان سولہ رکعت سے منع کر دیا کہ کہیں بعد والے ان کو بھی سنت موکدہ نہ سمجھ لیں۔ تیسری صدی ہجری کے نامور محدث امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے صحاح ستہ (حدیث کی چھ مشہور کتابوں) میں شامل اپنی کتاب جامع ترمذی میں اپنی تحقیق کے مطابق قرون اولیٰ میں نماز تراویح کی رکعتوں کی بیس اور اکتالیس دو صورتیں بیان کی ہیں اور ان میں سے بیس رکعت کو حضرت عمرؓ حضرت علی رضی اللہ عنہما سمیت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل بتلایا ہے اور اکتالیس رکعت کو اہل مدینہ کا عمل کہا ہے۔ ان اکتالیس رکعتوں میں بیس رکعت با جماعت سنت موکدہ ہیں جن کو نماز تراویح کہتے ہیں۔ سولہ رکعتیں درمیانی چار وقفوں کے انفرادی نفل ہیں۔ تین رکعتیں نماز وتر ہیں اور دو رکعتیں نماز وتر کے بعد کے نفل ہیں۔ اگر آٹھ رکعت کی دعوت دینے اسے سنت اور اس سے زیادہ کو بدعت قرار دینے والے نماز تراویح کی اکتالیس رکعتوں کی اس حقیقت کو تسلیم نہ بھی کریں تو بھی اتنی بات واضح ہے کہ قرون اُولیٰ میں نماز تراویح بیس رکعت سے کم نہ پڑھنے پر اجماع ہے اور اجماع سے نکلنا گمراہی ہے اگر وہ حنفیت کی مطابقت سے بچنا چاہتے ہیں تو انہیں بیس رکعت کی بجائے اکتالیس رکعت کا اہتمام کرنا چاہیے۔

ایک سال حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جناب قاری عبدالرحمٰن رحیمی صاحب کو ٹیلی فون پر فرمایا کہ اس رمضان المبارک کے تیسرے عشرے میں آپ نے خانقاہ سراجیہ میں قرآن مجید سنانا ہے۔ قاری صاحب نے عرض کیا ''حضرت! میں اوقاف میں ملازم ہوں، دس دنوں کی چھٹی مشکل ہے'' حضرت

نے برجستہ فرمایا ''ول اے ملازمت ضروری ہے؟''یعنی کیا پھر ایسی ملازمت ضروری ہے؟ قاری صاحب نے ہنستے ہوئے عرض کیا حضرت !ملازمت رہے یا نہ رہے ان شاء اللہ تعالیٰ حکم کی تعمیل ہوگی۔ اس سال انتیسویں شب مجھے بھی اپنے والد محترم خواجہ عبدالرحیم صدیقی، پھوپھا حاجی نذیر احمد اعوان رحمۃ اللہ علیہما اور برادر نسبتی حافظ عبدالرحمٰن المعروف محبوب حسن صاحب کے ساتھ حاضری کی سعادت نصیب ہوئی صاحبزادگان سے نشست ہوئی۔ متعدد علماء کرام اور بزرگان دین سے ملاقات ہوئی۔ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ایک وقفے میں تقاضے کے بعد دو خادموں کے سہارے تیزی کے ساتھ مسجد کی طرف آتے ہوئے دیکھا اور اختتام میں حضرت کی خاموش دعا میں سری آمین کہنے کا شرف حاصل کیا۔ اس جگہ اس رات جو خاص بات دیکھنے میں آئی وہ یہ تھی کہ رمضان المبارک کے رخصت ہونے اور نماز تراویح میں قرآن مجید پڑھنے اور سننے کا سلسلہ ختم ہونے کا احساس غم فراق تو موجود تھا، مگر اس موقع کی عام مساجد اور خانقاہوں کی روایتی بدعات میں سے کوئی بدعت نظر نہیں آرہی تھی جس سے یہ حقیقت پوری طرح عیاں ہورہی تھی کہ آج جبکہ ہمارا خانقاہی نظام اپنے اصل مقصد یعنی تزکیۂ نفوس کی نبوی ذمہ داری و نیابت سے ہٹ کر عقائد میں کمزوریوں علم میں گمراہیوں، عمل میں بدعات اور روحانی نسبت میں موروثی گدی نشینی جیسی قباحتوں سے آلودہ ہو چکا ہے خانقاہ سراجیہ ان مخصوص محدود خانقاہوں میں سرفہرست ہے جہاں حقیقی بزرگان دین کی تعلیمات ومجاہدات کی روشنی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا غلبہ ہے (اللہ تعالیٰ صاحبزادگان اور خانقاہ کے دیگر تمام متعلقین کو حضرت خواجہ صاحب کی عظیم روایت برقرار رکھنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین)

جب حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جناب قاری عبدالرحمٰن رحیمی صاحب کی وساطت سے قرآن محل میں تشریف لائے تو ناشتے کے دوران قاری صاحب نے عرض کیا: ''حضرت! یہ جگہ جہاں آپ تشریف فرما ہیں اہل باطل کے دائرے کے درمیان میں ہے، سامنے بریلوی مرکز ہے، اس سے آگے اہل تشیع کا قدیمی آستانہ ہے، اس سے آگے جماعت المسلمین کی ماہانہ درس گاہ ہے، اس سے آگے غیر مقلدین کا ایک مرکز، اس سے آگے ان کا دوسرا مرکز، اور پھر تیسرے گروہ کا مرکز ہے اور اس سے آگے پرویزیوں یعنی منکرین حدیث کا ضلعی صدر مقام ہے، اور شاہ رکن عالم کالونی اے بلاک میں جامع مسجد فاروقیہ جہاں خواجہ صاحب (راقم الحروف) ہفتہ وار درس دیتے ہیں اس کے قریب قادیانیوں کا علاقائی صدر دفتر اور تبلیغی مرکز ہے۔ لہذا آپ اس کے بارے میں خصوصی دعا فرمائیں۔ یہ سنتے ہی حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حسب روایت فکر میں ڈوب گئے ان کے دل دردمند کی گہرائیوں میں غوطہ زن دینی غلبہ اور اہل حق کی محفوظیت

وکامیابی کا ایمانی اضطراب، سرمژگان، چمکتے ستاروں اور یاقوتی لبوں کی دعائیہ جنبش سے ظاہر ہونے لگا۔ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی انفرادی کی طرح اجتماعی دعا میں بھی اظہار کی بجائے اخفا ہوتا تھا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اس ارشادگرامی پر عمل پیرا تھے'' جسے تم پکار رہے ہو، نہ وہ بہرا ہے اور نہ ہی تم سے دور''، اس لیے ان کی دعا میں آمین کی زیرلب تکرار سے دل ودماغ کو خود متوجہ رکھنا پڑتا تھا۔ جو اس میں کامیاب ہوجاتا اس کا دل حضرت کی قلبی مناجاتی رقت انگیز کیفیت محسوس کرنے لگتا، جبکہ بعض بزرگانِ دین مثلاً حضرت مولانا مفتی محمد عبداللہ درخواستی رحمہ اللہ اجتماعی دعا میں جہر کے قائل تھے تاکہ جملہ حاضرین کو اپنے ساتھ لیکر چلیں، جس کا ایک فائدہ یہ بھی تھا جہاں ان کی تقریر پر پابندی ہوتی وہاں وہ دعا ہی کو تقریر بنا لیتے تھے۔

جناب قاری صاحب نے حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ سے اہل باطل کے دائرے کی جو کیفیت بیان کی وہ میں نے اس سے پہلے مناظر اسلام، ترجمان اہل السنۃ، وکیل احناف اور محقق دوراں حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ کے پہلی بار قرآن محل میں تشریف لانے پر ان کی خدمت میں عرض کی تھی، جس کے جواب میں مولانا محمد امین صفدر رحمہ اللہ نے فرمایا: ''اچھا ہے! سب کی تیاری ہوجائے گی۔'' دونوں بزرگوں کا ردعمل اپنے اپنے ذوق کے مطابق تھا۔ حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ کے انداز میں اہل حق کے لیے اپنے علم پر نازاں ہونے کی بجائے علمی وتحقیقی کاوشوں کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف عاجزانہ رجوع اور اس سے دعا کی تعلیم ہے، جبکہ حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ کے جواب میں اہل باطل کے مقابلے میں دلائل کے لحاظ سے بھرپور علمی وتحقیقی تیاری کی ترغیب ہے۔ ظاہر ہے کہ ایک مخلص دینی محقق کے لیے یہ دونوں باتیں ضروری ہیں۔

حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ کی مجھ پر یہ دعائیہ توجہ وشفقت قرآن محل کی صرف اس نشست تک محدود نہ رہی بلکہ اس کا تسلسل برقرار رہا۔ ۲۰۰۶ء میں محرم الحرام کے مہینے میں لاہور میں میرا ایک بیان ہوا جس میں جسٹس ڈاکٹر علامہ خالد محمود دامت برکاتہم العالیہ، اُس وقت کے ایک حاضر سروس بریگیڈیر جناب جاوید احمد صاحب شریک تھے۔ کیونکہ بیان کی جگہ ایک پولیس سنٹر کے سامنے تھی اس لیے ہوسکتا ہے بعض پولیس آفیسر یا اہل کار بھی شریک ہوں مگر اس بیان کی یہاں کوئی بات قابل اعتراض قرار نہ پائی اور بالکل یہی بیان دو دن بعد ملتان میں جامع مسجد سراجاں حسین آگاہی میں اپنے ہم مسلک افراد میں درس قرآن مجید کی صورت میں ہوا۔ جس کے لئے نہ کوئی اشتہار لگا، نہ ایمپلی فائر ایکٹ کی خلاف ورزی ہوئی، نہ کسی قسم کی نعرہ بازی ہوئی، مگر اسپیشل برانچ ملتان کے شیعہ سربراہ کی تحریک پر اس کے شعبے کے ایک ہم مذہب صوبائی سربراہ

نے اس درس کی بنیاد پر میرے خلاف 295-A کا مقدمہ درج کرا دیا گیا جس کی سزا دس سال قید بتائی جاتی ہے۔ اہل باطل نے میری گرفتاری کی بھرپور کوشش کی، مگر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے ان کی ہر سازش کو ناکام فرما دیا اور سیشن کورٹ نے فوری طور پر عبوری ضمانت اور پھر چند پیشیوں کے بعد پکی ضمانت قبل از گرفتاری منظور کرلی۔ میں نے اس بارے میں اپنے رب سے ٹوٹی پھوٹی دعا تو ضرور کی مگر مخلوق میں سے کسی سے رابطہ نہ کیا۔ اُس رحمان ورحیم نے اپنی رحمت سے نہ صرف وکلاء کو متوجہ کر دیا بلکہ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سمیت کتنے ہی علماء کرام، مشائخ عظام، بزرگان دین، والد محترم نور اللہ مرقدہ (جو اس وقت حیات تھے) سمیت افرادِ خاندان، محبینِ دین، مخلصین اور متعلقین دروسِ قرآن مجید کو دعا گو بنا دیا۔ مجھے ایک نوجوان وکیل صاحب نے بتایا کہ میں نے جامعہ قاسم العلوم ملتان کے صدر مفتی حضرت مولانا مفتی منظور احمد تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کو نفل پڑھنے کے بعد رو رو کر دعا کرتے ہوئے دیکھا تو ان سے عرض کیا کہ ''حضرت! کیا کوئی خاص معاملہ پیش آیا ہے؟'' انہوں نے میرے بارے میں انتہائی تعریفی کلمات (اللہ تعالیٰ ان کے حسن ظن کو حقیقت بنا دے۔ آمین) ارشاد فرماتے ہوئے کہا کہ آج اُن کی پیشی ہے، میں ان کیلئے دعا کر رہا تھا، آپ بھی دعا کریں!''۔ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جب اس مقدمہ کا علم ہوا تو حضرت نے نہ صرف ہاتھ اٹھا کر طویل دعا فرمائی بلکہ ایک وظیفہ بھی ارسال فرمایا۔ اس اثناء میں جب بھی ملتان تشریف لائے جناب قاری عبدالرحمٰن رحیمی صاحب سے اس مقدمہ کے بارے میں استفسار اور دعا فرماتے رہے۔ (اللہ تعالیٰ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سمیت تمام دعا گو حضرات کو اپنی شان رحمت کے مطابق اجر عظیم عطا فرمائے! آمین!)

حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت نہ صرف ملتان میں متعدد بار نصیب ہوئی بلکہ رمضان المبارک کی مذکورہ بالا آخری رات کے علاوہ بھی کئی بار خانقاہ سراجیہ میں حاضری کا شرف حاصل ہوا، ایک بار حضرت کی علالت کے دنوں میں نمازِ فجر میں اور اس کے بعد کی مختصر نشست میں حاضری ہوئی اور دو بار بیان کا موقع ملا۔ ایک بار اُس وقت جب جناب قاری عبدالرحمٰن رحیمی صاحب نے خانقاہ میں محفل حمد ونعت کا انعقاد کیا، اس میں راقم الحروف نے تزکیۂ نفس کے عنوان پر گفتگو کی، جسے خانقاہ مالکیہ اور بعض دیگر مقامات کی میری اسی موضوع کی گفتگو کے ساتھ ملا کر امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید حضرت مولانا قاری مفتی عبدالرحمٰن (کہروڑ پکا) مدظلہ نے کتابی شکل میں مرتب فرمایا، یہ رسالہ پہلی بار قاری عبدالرحمٰن رحیمی صاحب (مدیر جامعہ نعمت الرحیم) نے اور اب دوبارہ ادارہ اشاعت الخیر بیرون بوہڑ گیٹ ملتان نے شائع کیا ہے۔ (رابطہ نمبر 061-4514929)

خانقاہ سراجیہ میں میرا دوسرا بیان حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صدارت میں ہوا، علالت اور کمزوری کی حالت میں متعلقین کی طرف سے آرام فرمانے کی پُر اصرار درخواست کے باوجود تقریب کے اختتام تک اپنی روایت کے مطابق منہمک سامع کی حیثیت سے توجہ فرمارہے۔ پہلے مناظر ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا دامت برکاتہم العالیہ کا حالات حاضرہ کے حوالے سے ختم نبوت کے موضوع پر مدلل، فکرانگیز اور ذہن کشا بیان ہوا، ان کے بعد مجھے بولنے کیلئے جو موضوع دیا گیا وہ ان کلمات پر مشتمل تھا: ''منکرین حیات کا کہنا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کو آسمانوں سے اوپر علیین میں مانتے ہیں کہ وہ جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہورہی ہے جبکہ منکرین وفات (یعنی اہل حیات) آسمانوں ہی نہیں بلکہ سطح زمین سے نیچے مدفون جسم اطہر میں مانتے ہیں۔''

اس موقع پر اللہ تعالیٰ کی نظر رحمت سے جو گفتگو ہوئی اس کا خلاصہ پیش خدمت ہے:

☆......ہم منکرین وفات نہیں۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر موت کی کیفیت طاری ہوئی ہے، مگر ہمارے نزدیک موت سے مراد فنایا روح اور جسم کے باہمی تعلق کا بالکل ختم ہوجانا نہیں بلکہ یہ (یعنی موت) روح اور جسم کے باہمی تعلق کے دنیاوی نوعیت سے برزخی نوعیت میں تبدیل ہوجانیکا نام ہے۔

☆......ان کا کہنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف روح جنت کی نعمتوں کی برزخی لذت سے لطف اندوز ہورہی ہے۔ جبکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اطہر بھی جنت کے باغوں میں سے ایک باغ میں ہے اور روح مبارک کی لطف اندوزی میں شریک ہے۔ مگر اس کی کیفیت اور نوعیت اللہ تبارک وتعالیٰ جانتا ہے۔

☆......ان کا کہنا ہے کہ علیین میں لطف اندوز روح کا زیرزمین جسم سے تعلق ماننا بے ادبی اور عظمت کا انکار ہے۔ جبکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کا جسم اطہر سے تعلق ماننا حقیقت وعظمت کا اظہار ہے کیونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر سے لگنے والی مٹی عرش عظیم سے بھی زیادہ مقدس ہے تو پھر جسم اطہر کے تقدس کی کیفیت کیا ہوگی! اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا اظہار روح مبارک کے جنت جو عرش عظیم سے مکان ومرتبہ میں نیچے ہے سے تعلق کے مقابلے میں جسم اطہر سے تعلق میں زیادہ ہے۔

☆......ہم ہر نماز کے آخر میں اللھم صلی علیٰ محمد (اے اللہ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمت نازل فرما!) اللھم بارك علیٰ محمد (اے اللہ! تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر برکت نازل فرما!) پڑھتے

ہیں۔محمد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی ہے۔نام، ولادت یعنی جسم کے ظہور کے بعد جسم کی نسبت سے رکھا جاتا ہے اور روح کا جسم سے دنیاوی تعلق منقطع ہوجانے کے بعد بھی یہ نام جسم کی نسبت ہی سے باقی رہتا ہے۔لہٰذا اس ضابطے کے لحاظ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس جسم اطہر کا نام ہے جس سے روح مبارک کا تعلق ہے جس کی مزید تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ محمد [پ ۲۶ رکوع ۵] میں "بما نزل علیٰ محمد" اس پر ایمان لانا ضروری قرار دیا ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔سورہ بقرہ [پارہ نمبر ا رکوع نمبر ۱۲] میں "فانه نزله علیٰ قلبك" پس یقیناً اس یعنی جبرائیل علیہ السلام نے اسے یعنی قرآن مجید کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مبارک پر اتارا۔فرما کر یہ واضح فرمادیا کہ قرآن مجید کا نزول آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر پر ہوا، کیونکہ دل جسم ہی کا عضو رئیس ہے۔جبکہ پارہ نمبر ا سورۃ البقرہ رکوع نمبر ۳ میں "نزلنا علیٰ عبدنا" (یعنی ہم نے اپنے بندے پر اتارا) میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کی بجائے لفظ ''عبد'' استعمال فرمایا گیا ہے۔سورۃ العلق [پارہ نمبر ۳۰] میں "ارایت الذی ینھی،عبداً اذا صلیٰ" (کیا تو نے دیکھا اس یعنی ابوجہل کو جو ہمارے بندے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت روکتا ہے جب وہ نماز پڑھتا ہے) میں ''عبد'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا گیا ہے۔نماز کا تعلق جسم کی حرکات سے ہے اور ابو جہل کا روکنا بھی روح مبارک کی بجائے اس جسم اطہر کو تھا جو روح سے تعلق رکھتا تھا۔اسی طرح جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے رحمت یا برکت کی دعا کرتے ہیں تو یہ رحمت و برکت کا نزول بھی اسی جسم اطہر پر ہوتا ہے جسے قرآن مجید میں ''محمد'' یا ''عبد'' کہا گیا ہے اور جسم اطہر کو رحمت و برکت کا احساس صرف اسی صورت میں ہوسکتا ہے جب روح مبارک کا اس سے تعلق قائم ہو،اس سے ایک اور مسئلہ بھی واضح ہوجاتا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے [پارہ نمبر ۱۵] سورہ بنی اسرائیل کے شروع میں معراج کے واقعہ میں ارشاد فرمایا "اسریٰ بعبده" (اپنے بندے کو رات میں لے گیا) لفظ ''عبد'' سے معلوم ہورہا ہے کہ یہ سفر نہ تو عالم خواب کا ہے اور نہ صرف روح کا ہے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر مع الروح کا ہے۔

☆......اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کو جو اللہ تبارک وتعالیٰ کے راستے میں قتل کیے جائیں ایک جگہ مردہ کہنے سے [پ۲ ع ۳] دوسری جگہ مردہ گمان کرنے سے [پ۴ ع ۸] اس بنا پر منع فرمایا کہ "بل احیاء" [پ۲ ع ۳] (بلکہ وہ زندہ ہیں) قتل روح کو نہیں جسم مع الروح کو کیا جاتا ہے اس لئے زندہ بھی وہی ہوں گے جن کو قتل کیا گیا اور یہ حقیقت دلیل کی محتاج نہیں ہے کہ جسم کی زندگی روح کے تعلق کے بغیر ممکن نہیں اس کے بعد "ولکن لا تشعرون" [پ۲ ع ۳] (اور لیکن تم شعور نہیں رکھتے۔) ان کے شعور کی

نہیں بلکہ ہمارے شعور کی نفی فرمادی کہ ہم عالم دنیا میں ان کی زندگی اپنے حواس یا اپنی عقل سے معلوم نہیں کر سکتے۔ ہمیں ان کی زندگی کا علم تو صرف قطعی خبر سے ہوسکتا ہے جس پر ایمان لانا ضروری ہے اور قرآن مجید کے مقابلے میں قطعی خبر کون سی ہوسکتی ہے؟

☆......اب رہا یہ اشکال کہ حدیث میں آتا ہے کہ شہدا کی روحیں سبز پرندوں کے ذریعے جنت کی فضاؤں سے لطف اندوز ہوتی ہیں اس سے ایک تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ شہدا کی روحوں کا اپنے جسموں سے تعلق منقطع ہو کر سبز پرندوں سے جڑ جاتا ہے، دوسرے یہ کہ برزخی لذت روحوں کیلئے ہے، جسموں کیلئے نہیں۔ حالانکہ یہ حقیقت واضح ہے کہ قتل میں جسم پر وار براہِ راست اور روح پر بالواسطہ ہوتا ہے، ٹکڑے جسم ہوتا ہے اور روح اس سے تعلق کی وجہ سے غمگین ہوتی ہے۔ شہید اپنی قربانی کی وجہ سے خود اللہ تعالیٰ کے اعلان کے مطابق خاص رحمت اور فضل کا اہل ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کے عدل کے لحاظ سے یہ کیسے ممکن ہے کہ روح تو جسم کو اس قربانی پر لگانے کا ارادہ کرنے اور اس کی تکلیف کا احساس رکھنے کی وجہ سے انعام پائے اور اس قربانی میں کام آنے والا جسم انعام سے محروم رہے؟ جب عدلاً ایسا ممکن نہیں تو پھر یہ فضلاً کیسے ممکن ہوسکتا ہے؟

☆......اگر یہ کہا جائے کہ شہید کی روح کا سبز پرندے سے تعلق، اس کے اپنے جسم کی بجائے بطور جسم کے ہوتا ہے تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پرندے میں اس کی اپنی روح ہوتی ہے یا نہیں؟ اگر ہوتی ہے تو پھر ایک جسم میں دو روحیں ہوگئیں، جو ناممکن ہے۔ اگر نہیں ہوتی تو پھر اشرف المخلوقات انسان کو جو ''فی احسن تقویم'' [پ ۳۰ سورۃ التین] (سب سے بہتر سانچے میں پیدا کیا گیا ہے۔) اسے بہتر سانچے کے جسم کے مقابلے میں پرندے کے یعنی کم درجے کی مخلوق کے جسم میں منتقل کرنا ہے جو ہرگز انعام نہیں ہوسکتا۔ معلوم ہوا کہ شہدا کی روحوں کا سبز پرندوں سے تعلق روح اور جسم کا نہیں سوار اور سواری کا ہے۔ یہی بات خود حدیث کے الفاظ سے ظاہر ہوتی ہے۔

☆......عالم دنیا میں جسم پر اثر براہ راست اور روح پر بالواسطہ ہوتا ہے، جبکہ عالم برزخ میں اس سے برعکس صورت ہے، وہاں راحت وعذات کا اثر روح پر براہ راست اور جسم پر بالواسطہ ہوتا ہے۔ لہٰذا شہدا کی روحیں سواری کی لذت سے براہِ راست لطف اٹھاتی ہیں اور اس لطف کے اثرات جسم میں منتقل ہوتے ہیں۔ اور ایسا صرف اس صورت میں ممکن ہے جب روح اور جسم میں باہمی تعلق موجود ہو۔

☆......قرآن مجید میں صرف شہدا کو زندہ کہا گیا ہے۔ جبکہ ہم صالحین کی راحت اور فاسقوں اور کافروں کے عذاب کے بھی قائل ہیں، اگر ان کو برزخی زندگی حاصل نہیں تو پھر ان پر راحت اور عذاب کا وقوع کیسے ہوسکتا ہے؟ اور اگر وہ زندہ ہیں تو پھر زندہ ہونا صرف شہدا کی خصوصیت کیوں بیان کی گئی ہے؟ اگر چہ

بظاہر یہ اہم اشکال ہے، مگر زندگی کی حقیقت سمجھ لینے سے یہ اشکال خود بخود دور ہو جاتا ہے۔ وہ یہ کہ زندگی ارادے اور اختیار کے استعمال کا نام ہے۔ کافر اور فاسق بالکل بے بس اور عاجز ہوتے ہیں، عذاب کو روکنا اور اس سے بچنا ان کیلئے ممکن نہیں۔ اس بے بسی کو زندگی نہیں کہتے جیسا کہ [پارہ نمبر۳۰] سورۃ الاعلیٰ میں جہنم میں کافر کی کیفیت بیان کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے ''ثم لایموت فیھا ولا یحیٰ'' یعنی پھر نہ وہ مرے گا اور نہ زندہ ہوگا، حالانکہ وہ زندہ ہوگا اور یہاں زندگی کی نفی بے بسی کی وجہ سے ہے۔ اور صالحین کی راحت غیر ارادی ہے۔ جبکہ شہدا کا لطف اندوز ہونا ارادی و اختیاری ہے، اس لئے ان کو زندہ کہا گیا ہے۔ جہاں تک انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور صدیقین کی برزخی زندگی کا تعلق ہے، کیونکہ ان کا مقام اور مرتبہ شہدا سے بلند ہے اس لیے ان کی زندگی کا شہدا کی زندگی کے مقابلے میں زیادہ اختیاری اور مستحکم ہونا واضح ہے۔

☆......اس سے ایک اور عقیدہ بھی واضح ہو رہا ہے اور وہ ہے حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلواۃ والسلام کا وفات دیئے بغیر زندہ اٹھایا جانا۔ وہ یوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے ''وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ'' [پ٦ رکوع٢] اور انہوں نے اسے (یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو) قتل نہیں کیا، بلکہ ہم نے اسے (یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو) اپنی طرف اٹھالیا۔ یعنی اسے اٹھایا گیا جس کا قتل مطلوب تھا اور قتلِ مطلوبہ عیسیٰ علیہ السلام کے اس جسم کا تھا جس میں ان کی روح موجود تھی۔ لہٰذا اٹھایا بھی عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس جسم کو گیا جس میں ان کی روح موجود تھی۔

☆......حدیث پاک میں آتا ہے جس کا خلاصہ اور مفہوم یہ ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز تہجد میں نوافل کے بعد سو جاتے تھے اور پھر بیدار ہونے کے بعد وضو کیے بغیر نماز وتر ادا فرماتے تھے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نیند کے باوجود وضو دوبارہ نہ کرنے پر تعجب کا اظہار کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے عائشہ! میری آنکھیں سوتی ہیں ولا ینام قلبی اور میرا دل نہیں سوتا۔'' جس سے معلوم ہوا کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند کی حالت بیداری کی حالت جیسی ہے، یعنی بظاہر نیند ہے حقیقت میں بیداری ہے، اسی طرح آپ کی وفات کے بعد کی حالت بھی زندگی جیسی ہے یعنی بظاہر موت ہے مگر حقیقت میں زندگی ہے۔ جب شہید کو جس کی نیند اور بیداری ایک جیسی نہیں ہے، اسے ارادی واختیاری برزخی حیات حاصل ہے تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (جن کی نیند اور بیداری ایک جیسی ہے) عالم برزخ میں شہید کے مقابلے میں زیادہ مستحکم اور زیادہ شعوری واختیاری حیات کیوں حاصل نہیں ہوگی؟

☆......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ حَرَّمَ عَلَی الارضِ اَجسادَ الاَنبِیاءِ'' [ترجمان السنہ ج۳ حدیث نمبر١٠٦٦۔ بحوالہ ابو داؤد، نسائی] یعنی یقیناً اللہ تبارک و

تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے جسموں کو حرام کر دیا۔ نیز فرمایا "الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون" [ایضاً حدیث نمبر ۱۰۷۱۔بحوالہ مسند ابویعلیٰ] یعنی ''انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں، نماز پڑھتے ہیں۔'' نیز سنن نسائی میں کتاب قیام اللیل میں معراج کی رات کے حوالے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اپنا مشاہدہ بیان فرمایا: "وھو قائم یصلی فی قبرہ"۔ یعنی وہ اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔ قابل غور بات یہ ہے کہ شہید کے جسم کی محفوظیت یقینی اور قطعی نہیں، محفوظ ہونا اور نہ ہونا دونوں صورتیں ممکن ہیں۔ جب اسے ارادی اور شعوری برزخی حیات حاصل ہے تو پھر رسول صلی اللہ علیہ وسلم جن کے جسم اطہر کی محفوظیت قطعی اور یقینی ہے، اُن کی برزخی حیات کا انکار کیسے کیا جا سکتا ہے؟......دوسرے یہ کہ شہدا کا لطف اندوز ہونا روح کے حوالے سے جبکہ انبیاء کرام علیہم السلام کا لطف اندوز ہونا جسم کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے۔ (کیونکہ عالم برزخ کی نماز فرض نماز نہیں بلکہ نماز لذت ہے) شہید جس کی صرف روح کی لذت کا ذکر کیا گیا ہے اسے برزخی حیات حاصل ہے تو انبیاء علیہم السلام جن کے اجسام کا لطف اندوز ہونا مذکور ہے ان کے سردار اور امام یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زیادہ شعوری اور برزخی حیات کا انکار کیسے کیا جا سکتا ہے؟ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ قبر اسی جگہ کو کہتے ہیں جہاں وفات کے بعد جسم ہوتا ہے۔

مذکورہ بالا گفتگو حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ کی نگاہوں کی تاثیر اور کامل توجہ کا نتیجہ تھی۔ جبکہ اس کے بعد ان کی طرف سے اس کی توثیق اور خوشی کا اظہار اللہ تبارک وتعالیٰ کا فضل اور اس کی طرف سے اضافی انعام تھا۔

اگر حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ کی طویل مگر مفید اور فیض رساں زندگی کا ان کے تحریکی مزاج، طبی رجحانات، دینی خدمات اور خانقاہی معمولات کی روشنی میں جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ جامع الصفات اور نادر المثال ہی نہیں، مجمع الضدین بلکہ جامع الاضداد بھی تھے۔ ان کا وجود کئی اداروں کا مجموعہ اور دین کے متعدد شعبوں کا مرکز ومحور تھا۔ وہ مبلغ دین اور مُزَکّیِٔ قلوب تھے۔ مگر ان کی تبلیغ واصلاح کا ذریعہ کلام کی بجائے ایسا سکوت تھا جس کی تاثیر قول بلیغ کیلئے بھی قابل رشک تھی۔ پیر طریقت تھے مگر ان کی نظر روایتی و رسمی پیروں اور گدی نشینوں کی طرح مریدین و متعلقین کے احوال وحیثیات کی بجائے ان کے قلوب اور احوال پر رہتی تھی۔ ان کے چہرے کی دائمی مسکراہٹ امیدِ رحمت کے سکون واطمینان کی عکاس تھی، مگر دل اصلاح امت کے درد سے معمور تھا جس میں دینی اضطراب کا سمندر موجزن رہتا تھا۔ ؎

دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انساں کو

ورنہ طاعت کے لیے کم نہ تھے کرّ وبیاں

جن کی آنکھوں کی چمک خوفِ خدا سے برستے موتیوں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی پُر امید فکر ہدایت کی غماز تھی۔ان کے اسفار کی کثرت اور دینی تحریکات سے والہانہ وابستگی مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت کی فکرمندی کو اوران کی غیر اضطرابی گفتگو، ان کی ایمانی استقامت اور اللہ تعالیٰ کی رحمت پر غیر متزلزل یقین کو ظاہر کرتی تھی۔ یہاں تک کہ وہ پریشان حال افراد کو تاریک ترین حالات میں بھی ایسی حوصلہ افزا روشنی دکھادیتے تھے کہ وہ بے ہمتی اور دینی پسپائی سے نکل کر پُر امید اصحاب استقامت اور دین کیلئے متحرک ومستعد ہوجاتے تھے۔جس کا انداز اس واقعہ سے کیا جاسکتا ہے: آج سے کوئی تیس سال پہلے کی بات ہے کہ میں کاغان ناران جاتے ہوئے راستے میں نماز جمعہ ادا کرنے کیلئے بالاکوٹ کی جامع مسجد سید احمد شہید میں آیا، خطیب صاحب بیان فرمارہے تھے کہ جب میں نے اس جگہ مسلک کی نسبت سے دینی کام شروع کیا تو رکاوٹوں اور مخالفتوں سے گھبرا کر خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف اپنے مرشد خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ خان محمد صاحب کی خدمت میں دعا کیلئے حاضر ہوا، حضرت خواجہ صاحب نے میرے پریشان کن اور مشکل حالات سنتے ہی فرمایا: ''دو رکعت نمازِ شکر ادا کرو!''۔مرشد کے حکم کی تعمیل تو میں نے کرلی، مگر یہ اشکال رہا کہ حضرت نے نماز توبہ یا صلوٰۃ الحاجت کی بجائے شکرانے کی نماز کا حکم کیوں دیا؟ استفسار پر ارشاد فرمایا: ''نیکی کے کام میں رکاوٹوں کا آنا قبولیت کی دلیل ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ جو کام خالص اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کیلئے کیا جائے، شیطان اسے ہرگز برداشت نہیں کرسکتا اس لئے وہ اسے روکنے کیلئے اپنا ہر حربہ استعمال کرتا ہے، جس سے رکاوٹیں پیدا ہوتی ہیں، مقبولیت کے کام پر بے صبری اور بے ہمتی اختیار نہیں کرتے بلکہ شکر کرتے ہیں تاکہ خود اللہ تعالیٰ کے اپنے اعلان "لئن شکرتم لازیدنکم" [پ ۱۳ ع ١٤ سورۃ ابراهیم] (اگر تم نے شکر کیا پھر میں تمہیں لازماً بڑھا کردوں گا) کے مطابق رغبت اور توفیق بڑھ جائے۔

حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ ولی کامل اور مرد مومن تھے جو جنبش لسان سے زیادہ تاثیر نگاہ سے کام لیتے تھے۔ان کی نگاہوں کے تیرِ نیم کش دینی بندشوں سے آزاد اور جہالت وغفلت میں ڈوبے دلوں کو شکار کرلیتے اوران بے لگام سادہ دلوں کے درپے ساحران فتن کی فریب کاریوں کو ناکام کردیتے تھے۔

نظر کی جو لانیاں نہ پوچھ نظر حقیقت میں وہ نظر ہے
اٹھے تو ''باطل'' پناہ مانگے، گرے تو ''فتنوں کو صاف'' کردے

(دوسرا مصرع حضرت خواجہ صاحب کی نسبت سے تبدیل کیا گیا ہے وگرنہ اصل میں یوں ہے
اٹھے تو بجلی پناہ مانگے، گرے تو خانہ خراب کردے)

ان کے لبوں کی بندش اور آنکھوں کی کشادگی قرآن مجید کی خبر:"الم نجعل له عينين، ولسانا وشفتين"[پ ۳۰ سورة البلد] یعنی ''کیا ہم نے اس (انسان) کیلئے دو آنکھیں اور ایک زبان اور دو ہونٹ نہیں بنائے'' کی فطرتی ترجمان تھی۔ کیونکہ یہاں زبان کے ساتھ دو ہونٹوں کا ذکر تو کیا گیا ہے مگر آنکھوں کے ساتھ اس کے غلافوں کا ذکر نہیں کیا گیا، جس میں یہ اشارہ پایا جاتا ہے کہ زبان اپنے غلافوں یعنی ہونٹوں میں بند رہے اور اس کا استعمال کم سے کم اور حسب ضرورت کیا جائے اور آنکھوں کا استعمال زیادہ سے زیادہ ہوتا کہ صراط مستقیم سے ہٹنے یا پھلسنے سے، گناہ کا کانٹا چبھنے سے اور دنیا کی آلائشوں کی دلدل میں پھنسنے سے محفوظ رہیں اور ان کیلئے ان کے غلافوں کا استعمال وہاں کریں جہاں اس کی ضرورت ہو۔

حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر تھے جس کا ہر کارکن ایسا تربیت یافتہ متکلم اور فصیح البیان ہوتا ہے جو طوفانی گفتگو کرنے والے بڑے بڑے مخالف کا بھی ناطقہ بند کر دیتا ہے، مگر وہ خود متکلم کی بجائے سامع تھے۔ اور یہ خاموشی کم علمی یا مرعوبیت کی وجہ سے نہیں بلکہ طبعی کم گوئی، فکری گہرائی، اپنے رب سے ہمہ وقتی قلبی تعلق اور کمالِ ضبط کی وجہ سے تھی۔ اور ضبط بھی ایسا کہ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کی طرح اندر علوم ومعارف کا تلاطم خیز سمندر ہو مگر باہر بغیر ضرورت اس کی ایک لہر تک ظاہر نہ ہو۔ امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد سلمه الله تعالى من جميع الاعداء والآفات کی طرح ''میرِ محفل'' اور ''مقصودِ مجلس'' ہونے کے باوجود خود بولنے کی بجائے دوسرے متکلم کی بات ''ہاں/ہوں'' کی صورت میں مکمل توجہ کا اظہار کرتے ہوئے سنتے اور اس کے بعد صرف ایک ایسے جملے میں جواب ارشاد فرما دیتے جو تمام گفتگو کا حاصل اور طویل بیان پر بھاری ہوتا تھا۔

اگر چہ حضرت خواجہ صاحب کی معروف پہچان تصوف کے سلسلۂ نقشبندیہ کی خانقاہِ عالیہ کے صدر نشین اور مختلف سلسلوں کے صوفیاء کرام اور پیرانِ طریقت میں ''شیخ المشائخ'' کی حیثیت تھی، مگر آپ خشک مزاج وگوشہ نشیں صوفی کی بجائے خوش طبع، ہنس مکھ، خندہ جبیں مجلسی بزرگ تھے۔ خواص میں سے خاص اور ان کے محبوب ہونے کے باوجود عوام کی دسترس سے دور نہیں تھے۔ عام سے عام آدمی بھی ان کی مجلس میں بلا تکلف چلا آتا تھا، کسی قسم کی کوئی روک تھام نہیں تھی۔ اگر متعلقین ومحبین یا صاحبزادگان میں سے کسی نے کسی حکمت یا حضرت کی طبیعت کی ناسازی کی وجہ سے عوامی رابطے کو محدود کرنے کی کوشش کی بھی تو نہ صرف حضرت نے اس کو ناپسند فرمایا بلکہ اس کوشش کو عملاً چلنے نہیں دیا۔ آپ کی گفتگو انتہائی نرم اور غیر جذباتی ہوتی تھی، مگر عمل میں بہت پُر جوش تھے یعنی ع ''نرم دمِ گفتگو، گرم دمِ جستجو'' کی مکمل تصویر تھے۔ البتہ جذبات کے پھیلاؤ اور اہداف سے انحراف کے قائل نہیں تھے۔ وہ اس حقیقت سے آگاہ تھے کہ جب دریا کی موجیں سیلابی

اثرات سے بپھر کر دریا سے باہر نکل جاتی ہیں تو وہ اپنی قوت کھو بیٹھتی ہیں۔ وہ عقیدہ میں اہل السنۃ والجماعۃ، مسلک میں حنفیت، اور مشرب میں دیوبندیت سے وابستگی میں چٹان کی سی استقامت رکھتے تھے۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں ''شیخ المشائخ......فتنوں کے تعاقب میں'' باب نمبر 6......اور......''عقائد اہل السنۃ والجماعۃ'' مؤلفہ مولانا مفتی محمد طاہر مسعود مدظلہ [خادم، حمزہ])

حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ جہاں اپنے فطرتی مزاج، دھیمی طبیعت اور خانقاہی نظام سے وابستگی کی وجہ سے صلح جو اور عافیت پسند تھے، وہاں تحریکی ذہن بھی رکھتے تھے۔ وہ اپنے دینی ذوق کی وجہ سے ہر اُس تحریک میں شریک رہے جو دینی تھی یا اُس کی اساس دین پر تھی۔ چاہے بظاہر وہ سیاسی ہی کیوں نہ تھی مگر ان میں اعتدال کی صفت اس قدر غالب تھی کہ انہوں نے اپنی تحریکی مصروفیات سے اپنے خانقاہی معمولات کو متاثر نہیں ہونے دیا۔ مستقل مزاجی کی کیفیت یہ تھی کہ اپنے شیخ حضرت مولانا عبداللہ لدھیانوی رحمہ اللہ کے فرمان پر ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں شریک ہو کر قید ہوئے، رہا ہونے کے بعد بھی اپنے شیخ کی زندگی میں بلکہ ان کی وفات [۱۹۵۶ء] کے بعد سے اپنی وفات [۲۰۱۰ء] تک تقریباً چون (۵۴) سال مجلس تحفظ ختم نبوت سے وابستہ رہے۔ ۱۹۷۴ء میں اپنے استاد اور امیر جماعت حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے اصرار پر اس جماعت کے نائب امیر بنے اور پھر ۱۹۷۷ء میں حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد اتفاق رائے سے ان کو امیر بنا لیا گیا۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں شاہین ختم نبوت مولانا اللہ وسایا مدظلہ کا مضمون ''میر کارواں کی رحلت!'' باب نمبر 2 [خادم، حمزہ]) ان کے اخلاص اور انکسار و تواضع کا اندازہ ان کے ان کلمات سے بخوبی کیا جا سکتا ہے جو انہوں نے امارت میں پیشکش پر تحریر کیے: ''میں خادم کی حیثیت سے کام کرتا رہوں گا، یہ عظیم ذمہ داری کسی اہل آدمی کے سپرد کر دیں، میں بالکل اس کا اہل نہیں۔'' جو لوگ کسی عہدے پر جاہ و منصب کی ذاتی خواہش کے بغیر بٹھائے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کا کفیل خود ہو جاتا ہے، اور ہر معاملے میں ان کو غیبی مدد حاصل ہونے لگتی ہے۔ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دورِ امارت میں یہی معاملہ پیش آیا۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کی تنظیم اور تحریک دونوں نے پہلے کے مقابلے میں بہت زیادہ ترقی کی، مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ پہلے امراء میں اخلاص نہ تھا، کیونکہ کبھی اخلاص اور قبولیت کے نتائج فوراً ظاہر ہوتے ہیں اور کبھی بعد والے مقبول بندے کی کامیابیوں کی اساس بنتے ہیں، جیسا کہ سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے دور کی کامیابیوں کی اساس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا، اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی کامرانیوں کی بنیاد حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دورِ خلافت بنا۔

حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے نفسانی پاکیزگی اور بے نفسی

کی دولت سے بھی مالا مال فرمایا تھا۔آپ خانقاہ سراجیہ کے بانی حضرت مولانا ابوسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ کے (چچازاد بھائی محمد عمر رحمہ اللہ کے بیٹے ہونے کی نسبت سے) بھتیجے، داماد اور مراد تھے،یعنی حضرت مولانا خواجہ احمد خان رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے والد سے آپ کو مانگا تھا۔(تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں''باب نمبر 2'' کے مضامین، بالخصوص شاہین ختم نبوت مولانا اللہ وسایا مدظلہ کا مضمون ''میر کارواں کی رحلت!''[خادم، حمزہ]) پھر حضرت خواجہ ابوسعد رحمۃ اللہ علیہ کے بعد ان کے جانشین مولانا عبداللہ لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آپ ۱۶ برس رہے، انہوں نے اپنے ''ارائیں'' اور آپ کے ''راجپوت تلوکر'' قوم سے تعلق رکھنے کے باوجود آپ کو اپنا جانشین اور خلیفہ مقرر کر دیا۔اس اثنا میں آپ میں صاحبزادگی کے احساس کا معمولی اظہار بھی کہیں دکھائی نہیں دیتا۔

اغیار کی ملامت ہو یا اپنوں کی تعریف وتحسین حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ دونوں سے متاثر ہوئے بغیر اُن اسلاف کی راہ پر چلتے رہے جن کو انہوں نے بطورِ اہل حق پہچان لیا۔وہ زندگی بھر مخلصین لہ الدین (اطاعت کو نفس، شیطان اور مخلوق کی خواہش کی آمیزش کے بغیر اللہ تعالیٰ کے لیے خالص رکھنے والوں) سے وابستہ رہے۔عقائد ونظریات ہوں یا مسائل واحکام، اصلاحِ نفس کے اصول وقواعد ہوں یا تعلیم وتربیت کے طریقے اور ضابطے وہ ان سب امور میں مُتّبع صادق اور مقلد خالص تھے۔یعنی نئی راہیں نکالنے کی بجائے اپنے اکابر پر اعتماد رکھتے تھے اور ان کی تعلیمات سے انحراف اور ان کے طریقۂ کار سے نکلنے سے مکمل گریز کرتے تھے۔وہ نام کی بجائے کام کے قائل تھے، ان کا اخلاص شہرت پسندوں اور جاہ طلبوں سے ہمیشہ بزبانِ شمع یوں گویا رہا

میں تو جلتی ہوں کہ مضمر ہے مری فطرت میں سوز
تو فروزاں ہے کہ محفل میں ہو چرچا تیرا

حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ کی صفات وخصوصیات میں ایک سب سے بڑی اور منفرد خوبی آپ کا جامع الاضداد ہونا ہے، آپ نے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل اور دار العلوم دیوبند کے اساسی کی بجائے اجتہادی، دائمی کی بجائے وقتی اور عنادی کی بجائے اجتنابی اختلاف کے باوجود دونوں اداروں سے علمی استفادہ کیا۔اس میں نہ صرف دونوں طرف کے بزرگوں کی بے ادبی اور ان کے بارہ میں بدگمانی سے محفوظ رہے بلکہ استفادے کے دورانیہ میں توازن اور اعتدال کو برقرار رکھا۔وہ یوں کہ غالباً ان دونوں اداروں سے بحیثیت متعلم ان کی وابستگی تقریباً ایک ایک سال کے لیے ہے۔تلمیذانہ خوشہ چینی اور شاگردانہ نسبت کے لحاظ سے وہ مدنی بھی ہیں اور عثمانی بھی۔ان کا یہ رویہ صرف اکابر تک محدود نہیں تھا۔ہم عصروں بلکہ اصاغر سے بھی یہی معاملہ اختیار فرما

رکھا تھا، جس کی وجہ سے وہ دینی قوتوں میں اتحاد کی علامت بن چکے تھے، اپنے مسلک کے افراد اور گروہ جو اندازِ فکر، طریقۂ کار یا مزاجوں کے اختلاف کی وجہ سے ایک دوسرے کے ساتھ چلنا تو درکنار ایک مجلس میں بیٹھنا گوارا نہیں کرتے تھے، وہ سب ان کی سرپرستی پر متفق تھے، ردِ شرک وبدعت ہو، تحفظ ختم نبوت ہو، تحفظ ناموس صحابیت ہو، تحفظ عقائد اہل سنت ہو، تحفظ حنفیت ہو، دفاعِ دیوبندیت ہو، تحفظ مدارس دینیہ ہو، تعاقب منکرین حدیث ہو، اصلاح نفس کا خانقاہی نظام ہو، دعوت دین کا تبلیغی سلسلہ ہو یا قتال فی سبیل اللہ ہو ان میں سے ہر کام کو دین کا اہم اور ضروری کام سمجھتے تھے۔ ان کی سوچ یہ تھی کہ ان میں سے کوئی کام غیر ضروری یا کسی دوسرے کام کی ضد نہیں، بلکہ سب ایک ہی دینِ حق یعنی دینِ اسلام کے مختلف شعبے ہیں، ایک شعبے کی مضبوطی دوسرے شعبوں کی کمزوری نہیں تقویت کا موجب ہے۔ اس لیے وہ خود جامع الصفات ہونے اور اپنے متعلقین کو ان میں سے ہر کام کی ضرورت واہمیت کی حقیقت سے آگاہ کرنے کے لیے ہر شعبہ سے وابستگی اور اس کی سرپرستی کو فریضۂ دین سمجھتے تھے، مگر کیونکہ ہر شخص ایک ساتھ تمام شعبوں سے عملاً متعلق نہیں ہوسکتا اس لیے جو شخص ان میں سے جس شعبے سے بھی متعلق ہوتا اس کی حوصلہ افزائی اور تصویب فرماتے، جس تنظیم کے امیر تھے اس تنظیم کی سوچ، طریقۂ کار یا اس کے افراد سے مزاجی اختلاف رکھنے والی یہاں تک کہ خود ان کی اپنی تنظیم سے علیحدہ ہوکر وجود میں آنے والی جماعت کے بھی سرپرست تھے۔ اس بارہ میں ان کی سوچ یہ تھی کہ جو بھی افراد کسی بھی وجہ سے کسی تنظیم یا ادارے کے ساتھ نہیں چل سکتے وہ کم از کم دینی کام سے محروم نہ رہیں اور ان کے مابین اختلاف اتنا نہ بڑھ جائے کہ دینی کام میں رکاوٹ ہو یا اہل باطل کو فائدہ اٹھانے کا موقع مل جائے۔

حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ چار بزرگوں کا انتخاب اور ان کی مراد تھے، [۱] ان میں سے پہلے بزرگ خانقاہ سراجیہ کے بانی اور حضرت خواجہ صاحب کے مزکّیِ اول حضرت خواجہ ابوسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ ہیں، جن کے انتخاب کی تفصیل پہلے بیان ہوچکی ہے۔ [۲] دوسرے بزرگ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرشدِ ثانی حضرت مولانا عبداللہ لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جن کا ارشاد ہے کہ: ''جو امانتیں اور خزانے میرے شیخ مولانا خواجہ احمد خان رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے عنایت فرمائے تھے وہ سارے کے سارے میں نے خان محمد کے سپرد کردیئے''۔ [۳] تیسرے بزرگ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشدِ ثانی حضرت مولانا عبداللہ لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کے شریک سفر تھے کہ ان کے ساتھ انبالہ میں حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کے لیے حاضر ہوئے تو انہوں نے حضرت خواجہ صاحب کو یہ مشورہ دیا کہ ''طبیعت چاہے یا نہ چاہے، اپنے شیخ سے چمٹے رہنا''۔ حضرت رائے پوری کا یہ مشورہ ان کے نورِ فراست کے بصیرتی انتخاب کا نتیجہ تھا، [۴] چوتھے بزرگ اپنے دور

کے محدث اعظم حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، جنہوں نے 9 اپریل ۱۹۷۴ء کو مجلس تحفظ ختم نبوت کی امارت صرف اس شرط پر قبول فرمائی کہ ان کے نائب امیر حضرت خواجہ خان محمد ہوں گے۔

علامہ اقبال مرحوم نے اپنی شہرہ آفاق پہلی طویل فارسی نظم ''اسرارِ خودی'' میں انسان کو اس کی اصل حیثیت یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ کا خلیفہ ہونے کا احساس دلایا ہے اور وہ صفات بیان کی ہیں جن کے اپنانے سے انسان خلافت کا اہل بنتا ہے۔ نظم سے پہلے انہوں نے مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے درج ذیل تین شعر نقل کر کے یہ اشارہ کیا ہے کہ اس مثنوی سے مقصود نام کے انسان کو حقیقی انسان بنانا ہے، جس کا وجود کم یاب ہی نہیں نایاب ہو چکا ہے

ا:......

دی شیخ باچراغ ہمی گشت گردِ شہر
کز دام ودد ملولم وانسانم آرزوست

کل رات شیخ چراغ لے کر شہر کے گرد گھوم رہا تھا (اور یہ کہہ رہا تھا) میں چرندوں اور درندوں سے تنگ ہوں، مجھے انسان کی آرزو ہے۔

۲:......

زیں مہربانِ سست عناصر دلم گرفت
شیرِ خدا و رُستمِ دستانم آرزوست

میں سست وجود ساتھیوں سے رنجیدہ ہوں اور مجھے شیر خدا اور دستاں کے علاقے کے رستم (جیسے بلند ہمت انسان) کی آرزو ہے۔

۳:......

گفتم کہ یافت می نشود جُستہ ایم ما
گفت آنکہ یافت می نشود آنم آرزوست

میں نے کہا کہ (خود) ہم نے (بھی) تلاش کیا وہ نہیں پایا جاتا، اُس نے کہا وہی جو نہیں پایا جاتا مجھے اسی کی آرزو ہے۔

اگر مولانا روم، ان کے شیخ اور علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہم اجمعین تینوں حضرت خواجہ خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ لیتے تو بے ساختہ پکار اٹھتے: ''یہی وہ انسان ہے، جس کی ہمیں تلاش تھی۔''

حضرت خواجہ خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ دنیا میں آنے کے حقیقی مقصد یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ کی خوشنودی اور آخرت میں مقام خوشنودی (جنت) کے حصول کے لیے اپنی تقریباً نوے سالہ دنیاوی زندگی کا اکثر یعنی شعوری حصہ اپنے لیے صدقہ جاریہ اور اپنے جملہ متعلقین کے لیے مشعل راہ بناتے ہوئے فائز و مفلح ہو کر ۲۰ جمادی الاولی ۱۴۳۱ھ / ۵ مئی ۲۰۱۰ء بروز بدھ مغرب وعشاء کے درمیان عالم دنیا سے عالمِ برزخ میں منتقل ہو گئے۔ ۲۱ جمادی الاولیٰ / ۶ مئی بروز جمعرات تین بجے سہ پہر کندیاں میں خانقاہ سراجیہ سے متصل کھیتوں میں لاکھوں افراد نے ان کے دوسرے فرزند اور خانقاہی جانشین صاحبزادہ خلیل احمد صاحب کی اقتدا میں نمازِ جنازہ ادا کرنے کے بعد انہیں اپنے دونوں مرشدوں کے مرقدوں کے قریب زیرِ زمین اتار کر اللہ تبارک وتعالیٰ کی عالم برزخ سے متعلق خاص رحمت کے سپرد کر دیا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت کی بشری کمزوریاں اور امکانی کوتاہیاں معاف فرمائے اور ان کو آخرت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی رفاقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نصیب فرمائے اور ان کو ہمارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں شفاعت کی درخواست کا ذریعہ بنائے۔ ان کے اصلاحی فیوض وبرکات تا قیامت جاری رکھے اور ان کی کل اولاد اور جملہ محبین و متعلقین کو ان کی تعلیمات اور ان کے نقش قدم پر چل کر اپنے لیے اُخروی نجات اور اُن کے لیے صدقہ جاریہ بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

پروفیسر خواجہ ابوالکلام صدیقی......قرآن محل، بیرون پاک گیٹ ملتان......0300-7316033

مولانا مفتی کفایت اللہ

حجرۂ علماء

بہت سارے لوگ دنیا میں پیدا ہوتے ہیں اور چلے جاتے ہیں ان کا نام تک باقی نہیں رہتا، مگر کچھ بندگان باری تعالی دنیا میں تشریف لاتے ہیں تو عوام الناس اور خواص الناس کے دلوں پر حکومت قائم کر کے تشریف لے جاتے ہیں، یہی اللہ تعالی کے ہاں بھی محبوب ہوتے ہیں اور عند الناس بھی محبوب ہوتے ہیں ان کا دائرہ کار چونکہ اصلاح، عوام کی صلاح وفلاح، دعوت الی اللہ اور احقاق حق وابطال باطل جیسا ہمہ جہت اور عالمگیر ہوتا ہے اس لئے جب دنیا سے چلے جاتے ہیں تو جہاں ان کا فیض اور اثر عالمگیر ہوتا ہے وہاں ان کے فیض اور اثر سے محرومی بھی عالمگیر ہوتی ہے، اسی لیے کہا جاتا ہے **موت العالم موت العالم**۔ عالِم نے عالَم کو یتیم کر دیا ہے، اگر اس فقرے کا مصداق ڈھونڈا جائے تو بلا مبالغہ حضرت مولانا خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کی ذات والا صفات اس کی مصداق صحیح ہے۔

جانے والے تو چلے جاتے ہیں، نقصان اُن کا ہوتا ہے جو باقی رہ جاتے ہیں۔ ان جیسی نفوس قدسیہ کو باری تعالی نے تمام فتنوں کو روکنے والا دروازہ بنایا ہوتا ہے، جب وہ تشریف لے جاتے ہیں تو یہ دروازہ ٹوٹ جاتا ہے اور فتنے سر اٹھاتے ہیں اور ہم جیسے کمزور لوگ پریشان ہوتے ہیں۔ اور پھر کوئی مستجاب الدعوات بھی نظر نہیں آتا کہ چلو اپنے اعمال کے ذریعے نہ سہی، بزرگوں کی دعاؤں سے باطل پر غلبہ حاصل کر لیں! اور جب ایسے اللہ والے اٹھ جاتے ہیں تو بقول کسے

شور یدگی کے ہاتھ سے سر ہے و بال دوش
صحرا میں اے خدا! کوئی دیوار ہی نہیں

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت ہمہ جہت تھی، وہ بیک وقت میدانِ تصوف کے شہنشاہِ وقت، میدان کارزار کے جرنیل اور غلبہ اسلام کے عظیم مجاہد اور سرخیل تھے۔ ان کی ذات کو کسی بھی ایک پہلو سے جوڑنا ان کی سیرت اور سوچ کے ساتھ ناانصافی ہے اور آج اگر ہمیں زیادہ نقصان کا ادراک ہے تو اس کی وجہ بھی ان کی **کثیر الجھتی** راہنمائی نہیں بلکہ کل جہتی راہنمائی ہے۔ اور اس نقصان کی تلافی مشکل ہے۔

علماء دیوبند کا باہمی انتشار کس کو معلوم نہیں؟ اختلافی آوازیں کس نقار خانے میں نہیں سنی جاتیں؟

ڈیڑھ اینٹ کی مسجد کے فضائل کہاں نہیں بیان کیے جاتے؟ اہل مدارس واہل تنظیمات ''اعجاب کل ذی رایٍ برایہ'' میں اس طرح مبتلا ہیں کہ ہر کہ مہ کے طعنے سننے پڑتے ہیں۔ باطل تمام تر قوت کے ساتھ متحد اور مضبوط ہے، مگر اہل حق منتشر ہیں حالانکہ اتحاد کمزوریوں کے باوجود انتشار سے بہتر ہے۔ایسے ماحول میں جب ہمیں ان مختلف الخیال علماء دیوبند کو بٹھانے کے لیے کسی غیر متنازعہ یا متفقہ شخصیت کو تلاش کرتے تھے تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا نام سامنے آجاتا۔آج **گلچین اجل** نے وہ نام بھی ہم سے لے لیا ہے۔اور اس نکتہ اتحاد کے اٹھ جانے سے آج ہم متفقہ اور مشترکہ ''حجرہ علماء'' سے بھی محروم ہو گئے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت کی وفات ایک ایسے نازک وقت میں ہوئی ہے کہ اہل حق زیادہ پریشان ہیں، جتنے سخت حالات آج درپیش ہیں نہ قیام پاکستان سے قبل ایسے حالات پیدا ہوئے تھے اور نہ ہی قیام پاکستان کے بعد۔

آج مدرسہ اور مسجد دشمنوں کے ٹارگٹ پر ہیں، آج ڈاڑھی اور پگڑی گولیوں کے نشانے پر ہیں، آج باحیا بیٹی کا نقاب زیرِ موضوع ہے اور کروڑوں اربوں ڈالر لگا کر غیر سرکاری تنظیموں کے ذریعے امت مسلمہ کی بیٹی کے سر سے دوپٹہ کھینچا جارہا ہے۔کفریہ طاقتیں تو پہلے سے اسلام اور اہل اسلام کے مخالف تھیں، آج عالمی استعمار کی رضامندی کے لئے برائے نام مسلمان بھی اسلام کے مخالف ہو گئے ہیں، میدان کارزار سج گیا ہے،لڑائی شروع ہے، بلکہ لڑائی زوروں پر ہے،اور آج کے مسلمانوں کا خالد بن ولید کا جنازہ خانقاہ سراجیہ سے اٹھ گیا ہے۔

اس نقصان کی تلافی کیسے ہوگی؟ کوئی تعزیت کرنے والا مجھ سے اس نقصان کی تعزیت کرے! تاہم اللہ کی قضا پر رضا ہے اور وعدہ کرتے ہیں کہ ہم حضرت رحمہ اللہ کے مشن سے وفا کریں گے اور کسی بھی طور اہل حق کے اس عظیم معرکے میں پیچھے نہیں ہٹیں گے۔اہل حق کل بھی فاتح تھے آج بھی فتح حاصل کریں گے اور آئندہ بھی فاتح رہیں گے۔کیوں

وقل جاء الحق وزهق الباطل، ان الباطل كان زهوقاً.الاية

اللہ تعالی اسی فرقہ ناجیہ کے ساتھ ہماری وابستگی میں استحکام نصیب فرمائے اور حضرت کی روح کی برکات سے ہمیں محروم نہ فرمائے۔آمین

وانا المستكفى بكفاية الله......کفایت اللہ،كفاه الله......16-5-2010

1- خادم جمعیۃ علماء اسلام......2- ناظم وفاق المدارس العربیہ (صوبہ سرحد)

3- رکن صوبائی اسمبلی صوبہ سرحد

مولانا مفتی ارشاد الحق

''یک زمانہ صحبتے با اولیاء''

مجلّہ صفدر کی انتظامیہ کی طرف سے ''شیخ المشائخ نمبر'' کے لیے کچھ لکھنے کا پیغام ملا تو میں نے عذر پیش کیا کہ اولاً تو مجھے لکھنے لکھانے کا کوئی سلیقہ نہیں، مستزاد یہ کہ حضرت صاحب ایسی بلند وبالا ہستی کے بارے میں مجھ جیسے ہیچ مدان کا کچھ لکھنا تو جوئے شیر لانے کے مترادف ہوگا کہ اعتراف عظمت کیلئے بھی باعظمت انسان ہونا ضروری ہوتا ہے اور ثانیاً یہ کہ مجھ ناچیز کو حوادثِ زماں اور شومئی قسمت، حضرت خواجہ صاحب کی بارگاہ میں باریابی کا شرف بہت کم نصیب ہوا ہے کہ بندہ ناچیز کا اصلاحی تعلق ''مشائخ سلسلہ عالیہ رائے پوری سے علی الترتیب حضرت باباجی شاہ عبدالعزیز رائے پوری رحمہ اللہ آف چیچہ وطنی اور حضرت اقدس حضرت شاہ نفیس الحسینی رحمہ اللہ آف لاہور سے رہا ہے۔ حضرت خواجہ صاحب کی دل میں بے پناہ محبت وعقیدت کے باوجود عملی طور پر آپ کی صحبت سے باقاعدہ فیض یابی کے زیادہ مواقع میسر نہ آسکے۔ اس لئے میرے بس میں نہیں کہ حضرت خواجہ صاحب کے بارے میں کچھ عرض کرسکوں لیکن عزیز صاحبزادہ سرفراز حسن خان سلمہ' نے میرا عذر مسترد کرتے ہوئے اصرار کیا کہ ''آپ ضرور ضرور کچھ نہ کچھ لکھ کر ہمیں دیں، اگرچہ چند سطریں ہی کیوں نہ ہوں، اس طرح سے جامعہ خیر العلوم خیر پور کی اس خصوصی اشاعت میں نمائندگی ہوجائے گی!'' ان کا یہ تیر بہدف تھا، چنانچہ میں نے عرض کیا کہ اور تو کچھ یاد نہیں پڑتا البتہ بندہ کی اس زندگی ناپائیدار میں تین مواقع ایسے میسر آئے کہ حضرت خواجہ صاحب نور اللہ مرقدہ سے انتہائی قربت کے چند لمحات نصیب جان ہوئے جو میرے لئے سرمایہ حیات اور توشۂ آخرت ہیں بس یہی کچھ عرض کیے دیتا ہوں۔

حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ سے میری پہلی ملاقات اور قربت کا واقعہ کچھ یوں ہے کہ بندہ نے 1976ء میں جامعہ قاسم العلوم ملتان سے دورہ حدیث کیا تھا دو تین سال بعد جامعہ ہذا کی طرف سے اپنے فضلاء کی دستار بندی اور تقسیم اسناد کیلئے قلعہ کہنہ قاسم باغ ملتان کے تاریخی میدان میں ایک بڑے جلسہ عام کا اہتمام کیا گیا، چونکہ کئی سالوں کے فارغ التحصیل فضلاء کی دستار بندی ہونا تھی اس لئے ملک کے کبار مشائخ کرام اور علماء عظام کو اس جلسہ میں تشریف آوری کی بطور خاص دعوت دی گئی کہ وہ اپنے مبارک ہاتھوں سے فضلاء کو دستار فضیلت پہنائیں گے۔ ان کبار مشائخ کرام میں زیادہ معروف حافظ القرآن والحدیث شیخ

الاسلام حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمہ اللہ [امیر: جمعیت علماء اسلام پاکستان] اور خواجۂ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمہ اللہ [سجادہ نشین: خانقاہ عالیہ سراجیہ کندیاں شریف] تھے۔ فضلاء کی کثیر تعداد کے پیش نظر جامعہ قاسم العلوم کی انتظامیہ کی طرف سے دستار بندی کا نظم اس طرح طے کیا گیا تھا کہ اکابر مشائخ کو اسٹیج پر ایک صف میں کرسیوں پر برابر بٹھایا گیا تھا اور فضلاء کو تقسیم کر کے مختلف اکابر مشائخ کرام کے سامنے قطار در قطار کھڑا کیا گیا تھا۔ کہ ہر فاضل اپنی اپنی باری پر اپنی دستار حاصل کرے گا۔ اس طرح مختلف مشائخ کے سامنے فضلاء کی قطاریں بنائی گئی تھیں۔ بڑا ہی روح پرور منظر تھا، حسن اتفاق کہیے کہ جس قطار میں مجھے کھڑا کیا گیا وہ حضرت خواجہ صاحب کے سامنے تھی اور میں نے اپنی باری پر اپنا سر حضرت خواجہ صاحب کے سامنے خم کر دیا تھا تو حضرت خواجہ صاحب نے بڑی محبت اور شفقت کے ساتھ دعائیں دیتے ہوئے مجھے دستار پہنائی کہ اس شفقت کی چاشنی ابھی تک دل ودماغ میں پیوست ہے، جب یاد آتی ہے تو دل مسرت سے جھوم جاتا ہے۔

حضرت خواجہ صاحب سے میری دوسری قربت اور صحبت کا واقعہ اس طرح پیش آیا کہ میری رسمی فراغت کے بعد تین سال کا عرصہ میں نے جامعہ خیر المدارس ملتان بطور ناظمِ دفتر خدمت سرانجام دی۔ بعدازاں 1979ء میں بطور ناظم ومدرس میرا تقرر جامعہ خیر العلوم خیر پور ٹامیوالی ضلع بہاولپور عمل میں آیا۔ ماہ محرم 1986ء میں خیر پور ٹامیوالی میں ایک شیعہ سنی فساد کے دوران خیر پور ٹامیوالی کے خانوادۂ سادات ہمدانیہ کے چشم وچراغ اور جید عالم دین حضرت مولانا سید منظور الحسن شاہ ہمدانی کو شہید کر دیا گیا اس حادثۂ فاجعہ کے چند ایام بعد حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب جالندھری مدظلہ (ناظم اعلیٰ: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان) بغرض تعزیت خیر پور ٹامیوالی تشریف لائے۔ تعزیت سے فراغت کے بعد کچھ دیر کیلئے جامعہ خیر العلوم خیر پور ٹامیوالی کے دارالاہتمام میں قیام فرمایا۔ اس موقع پر بندہ ناچیز کو حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کچھ خدمت کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ اور حضرت والا کو بہت قریب سے دیکھنے کی سعادت نصیب ہوئی، کچھ دیر آرام کے بعد یہ حضرات واپس ملتان تشریف لے گئے اور جاتے ہوئے بہت سی دعاؤں سے نوازا۔

حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بندہ کی تیسری صحبت وقربت اس طرح میسر آئی کہ غالباً ماہ رجب 1420ھ میں جامعہ خیر العلوم خیر پور ٹامیوالی کے سالانہ ختم بخاری شریف کی تقریب میں تشریف آوری کیلئے حضرت خواجہ صاحب کو دعوت دی گئی جسے حضرت والا نے بکمال شفقت قبول فرماتے ہوئے تشریف آوری کا وعدہ فرمایا اور اس تقریب سعید کی متعینہ تاریخ سے ایک دو روز قبل حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہاولپور میں اپنے متوسل ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کے ہاں تشریف فرما ہوئے۔ چنانچہ تقریب کی متعینہ

تاریخ کو جامعہ خیر العلوم کے مہتمم حضرت الشیخ مفتی غلام قادر صاحب رحمہ اللہ نے حضرت خواجہ صاحب کو بہاولپور سے خیر پور لانے کا نظم بندہ ناچیز کے سپرد فرمایا اور میں شاداں وفرحاں بہاولپور حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔اور اپنا مدعا بیان کیا۔حضرت والا نے نہایت خندہ پیشانی اور کمال شفقت کا برتاؤ فرمایا، کچھ دیر آرام کے بعد نماز ظہر اول وقت میں با جماعت ادا فرمائی اور امامت کا فریضہ بھی حضرت خواجہ صاحب نے خود انجام دیا۔اس طرح حضرت اقدس کی اقتداء میں نماز پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی اور فوری طور پر خیر پور کیلئے روانگی عمل میں آئی، اگر چہ میں نے حضرت کیلئے موٹر کار کا انتظام کیا تھا۔لیکن حضرت والا نے جناب ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کی گاڑی میں سفر کرنے کا ارشاد فرمایا، اس طرح آپ نے اپنے سفری اخراجات جامعہ پر ڈالنے سے احتراز فرمایا،حسن اتفاق سے دوران سفر حضرت خواجہ صاحب کی نشست سے پچھلی سیٹ پر احقر کو جگہ ملی۔اور جناب ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے خود ڈرائیونگ کی،سفر کے دوران حضرت والا بالکل خاموش ذکر اللہ میں مشغول رہے کوئی بھی بات ارشاد نہیں فرمائی، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ علم وعمل کا ایک بحر عمیق اپنی اتھاہ گہرائیوں میں پنہاں ہے۔خیر العلوم تشریف آوری کے بعد کچھ دیر آرام فرمایا اور بغیر کسی خورد ونوش کے ختمِ تقریب پر واپس تشریف لے گئے۔حضرت والا سے میری یہ تین قربتیں اور صحبتیں میرے لئے سرمایہ زندگی اور توشہ آخرت ہیں۔ان شاء اللہ تعالی...... بقول کسے ؎

یک زمانہ صحبتے با اولیاء　　　　بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

ذاتی تاثرات:

خلاق عالم نے حضرت خواجہ صاحب کو بہت سے اوصاف کمالیہ کا پیکر بنایا تھا، تاہم بندہ کے نزدیک آپ کا سب سے اعلیٰ وارفع وصف ''محبوبیت عند اللہ'' تھی جس کی دلیل یہ ہے کہ عصر حاضر میں علماءِ اہلِ حق کی تمام تر جماعتیں اور تنظیمیں اپنے باہمی طریق کار کے اختلاف کے باوجود حضرت خواجہ صاحب کو اپنا بڑا سمجھتی تھیں اور آپ کی قیادت وسیادت پر سب کا اتفاق تھا۔حدیث شریف کا مضمون ہے کہ جب کسی بندہ کو حق تعالی کا قرب حاصل ہوتا ہے اور حق تعالی اس کو اپنا محبوب بنا لیتے ہیں تو ملائکہ میں اعلان فرماتے ہیں کہ فلاں بندہ سے ہم محبت کرتے ہیں تم بھی اس سے محبت کرو!، پھر ملائکہ اہلِ زمین پر اعلان فرماتے ہیں کہ فلاں بندہ حق تعالیٰ کا محبوب ہے، تم بھی اس سے محبت کرو!، اس طرح جملہ مخلوق اس بندہ سے محبت کرنے لگتی ہے، چنانچہ ایسی ہی محبوبیت حضرت خواجہ صاحب کی ذات اقدس میں پائی جاتی تھی۔ بلاشبہ حضرت خواجہ صاحب عصر حاضر میں قطب الاقطاب کے بلند عہدہ پر فائز تھے۔

؎ خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

ضبط وترتیب: مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

حضرت شیخ المشائخ......علماء ومشائخ کی نظر میں!

حضرت خواجہ صاحب تصوف میں کس مقام پر فائز تھے؟ یہ ہم جیسے کوتاہ نظر کیا جانیں ''والی را، ولی مے شناسد!''یعنی ولی کو ولی ہی پہچان سکتا ہے۔ذیل میں چند اکابر علماء ومشائخ کے واقعات ذکر کیے جا رہے ہیں۔جن سے معلوم ہوگا کہ آپ کی شان اکابر علماء ومشائخ کی نگاہ میں کیا تھی۔

حضرت رائے پوری رحمہ اللہ کی نظر میں:

قطب الارشاد حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوری ہماری جماعت مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے پیرومرشد تھے۔صوفی رانا محمد شریف ساکن کلورکوٹ فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد نے فرمایا کہ ایک مرتبہ قطب الارشاد حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ اپنے خلیفہ حضرت حافظ عبدالحکیم کے ہاں کلورکوٹ تشریف لائے تو میں بھی زیارت و ملاقات کیلئے حاضر ہوا۔اس وقت حضرت رائے پوری حاضرین سمیت قالین پر تشریف فرما تھے مجھے دیکھتے ہی انتظامیہ کو چار پائی لانے کا فرمایا۔جب حسب الارشاد چار پائی لا کر بچھائی گئی تو آپ نے مجھے چار پائی پر بیٹھنے کا حکم فرمایا۔میں حضرت رائے پوری کی موجودگی میں چار پائی پر بیٹھنا مناسب خیال نہ کر رہا تھا۔تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ آپ کا حق بنتا ہے۔بالآخر **''الامــر فــوق الادب''** کے تحت تعمیل ارشاد میں چار پائی پر بیٹھ گیا۔یہ واقعہ سناتے ہوئے حضرت والا کی آواز بھرا گئی اور آبدیدہ ہو گئے''۔

حضرت ثانی کی وفات کے بعد حضرت خواجہ صاحب اپنے گاؤں ڈنگ میں رہنے کیلئے تشریف لے گئے اور مکان بنوانا شروع کر دیا کہ حضرت رائے پوری کا قاصد پیغام لے کر حاضر ہوا کہ آپ کی یہ قیام گاہ عارضی ہے سر زمین خانقاہ سراجیہ آپ کی منتظر ہے۔آپ نے وہیں جانا ہے اور کہیں نہیں۔حضرت رائے پوری کے یہ الہامی کلمات حرف بحرف صحیح ثابت ہوئے کہ آج سرزمین خانقاہ سراجیہ جو آپ کی منتظر تھی نے اپنے اندر سمو لیا ہے۔

حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمہ اللہ کی نظر میں:

مجاہد ملت حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی جمعیت علمائے اسلام کے بانی وراہنما اور مجلس احرار

اسلام ہند کے تربیت یافتہ جرات منداورنڈرعالم دین اور بہادر لیڈر تھے۔صوفی احمد یار ساکن موضع چاوا سرگودھا فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ثانی کی وفات کے بعد پیش آمدہ حالات حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی کولکھ بھیجے۔جواب میں مولانا ہزاروی نے فرمایا کہ :۔

''کوئی بات نہیں بغداد کے کتب خانے دریا برد ہوئے۔دجلہ کا پانی مہینوں سیاہی مائل بہتا رہا۔پھر بہت سے کتب خانے بن گئے۔حضرت خواجہ صاحبؒ کو بہزار ہزار منت خانقاہ سراجیہ تشریف لے جانے کا کہا جائے گا۔انشاءاللہ اب شرائط شرعی ہوں گی''۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا حضرت خواجہ صاحب خانقاہ سراجیہ تشریف لے آئے اور آج وہیں آرام فرما ہیں۔

حضرت مولانا غلام حبیب نقشبندی رحمہ اللہ کی نظر میں:

حضرت مولانا غلام حبیب چکوال نقشبندی سلسلہ کے معروف بزرگ گزرے ہیں۔مولانا محمد اقبال خان مرتب تحفہ نقشبندیہ راوی ہیں کہ:

''مجھے مخاطب کر کے حضرت مولانا نے فرمایا کہ حضرت خواجہ خان محمد صاحب میرے مہربان ہیں۔میں حضرت خواجہ صاحب مدظلہ کی صدارت میں چنیوٹ ختم نبوت کانفرنس میں درس دے آیا ہوں اور ہم کئی دن اکٹھے رہے ہیں حضرت خواجہ صاحب آدمی تو باکمال ہیں لیکن ان پر سکوت کا غلبہ ہے''۔

حضرت بنوری رحمہ اللہ کی نظر میں:

شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد یوسف بنوری نامور عالم دین اور محدث العصر تھے۔امام العصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیری کے علوم کے وارث اور 1974ء کی تحریک ختم نبوت کے قائد اور حضرت خواجہ صاحبؒ کے استاذ محترم بھی تھے۔حضرت والا نے ایک مجلس میں حضرت بنوریؒ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ :۔

''حضرت بنوریؒ کی اچانک تشریف آوری سے میں ورطہ حیرت میں ڈوب گیا۔بعد از ملاقات فرمایا کہ میں آپ سے ملنے آیا ہوں۔میں نے عرض کیا کہ حضرت میں تو آپ کا شاگرد ہوں۔حکم فرمایا ہوتا میں خود حاضر ہو جاتا۔آپ کو زحمت نہ اٹھانا پڑتی۔فرمایا آپ میرے شاگرد کیسے ہیں؟ میں نے کہا ڈابھیل جامعہ اسلامیہ میں آپ سے ''سبع المعلقات'' کے اسباق پڑھے ہیں۔میرے صاف کہنے پر آپ بہت خوش ہوئے۔مجلس برخاست ہوئی تو حجرہ سے نکلتے وقت حضرت بنوری نے آگے بڑھ کر میرے جوتے اٹھا لینے کی بڑی کوشش کی۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت میں تو آپ کا شاگرد ہوں۔ایسا نہ

کریں۔فرمایا آپ اسی کے مستحق ہیں۔میں یہ سن کر بوجہ ادب خاموش رہا۔''

حافظ اشفاق اللہ واجد لکھتے ہیں کہ:۔

''1974ء کی تحریک ختم نبوت کے دوران جامع مسجد کچہری بازار فیصل آباد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پروانے جلسہ گاہ میں حاضر تھے۔حضرت بنوری کراچی سے مفتی زین العابدین رحمہ اللہ کے ہاں تشریف لے آئے۔حضرت خواجہ صاحب حضرت بنوری کی زیارت کیلئے حضرت مفتی صاحب کی رہائش گاہ پر تشریف لے گئے۔حضرت بنوری نے اٹھ کر آپ کا استقبال کیا۔آپ حضرت بنوری کے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھے۔حضرت بنوری نے فرمایا کہ حضرت! آپ ایسے نہ بیٹھیے گا۔لیکن حضرت خواجہ صاحب اختتام مجلس تک اپنے شیخ کے سامنے مودبانہ ہیئت پر رہے۔مجلس برخواست ہوتے ہی حضرت صاحب نے حضرت بنوری کے جوتے پہننے کیلئے آپ کے سامنے رکھے''۔

حضرت خواجہ صاحب اور حضرت امیر شریعت رحمہ اللہ:

جانشین امیر شریعت سید ابوذر بخاری بیان فرماتے ہیں کہ:

''جب صدیق دوراں حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی کا سانحہ ارتحال پیش آیا تو مریدین وخدام کا پریشان ہونا تو طبعی امر تھا۔مگر اہل دل کو اس صدمہ نے ہلا کر رکھ دیا تھا۔ہمارے گھر اماں جی سیدہ ام الاحرار صاحبہ حضرت ثانی سے بیعت تھیں۔اس لئے ہمارے گھر افسردہ تھا اور حضرت امیر شریعت بھی اس صدمہ سے چور تھے۔میں نے پوچھا ''اباجی! موجودہ سجادہ نشین حضرت مولانا خان محمد صاحب کیسے انسان ہیں؟'' تو شاہ جی نے فرمایا وہ عظیم شان کے بزرگ ہیں اگر ان سے کسی کو فائدہ نہ ہو تو نقصان بھی نہ ہوگا۔میں نے کہا کہ ''اباجی! یہ کوئی چھوٹی بات تو نہیں۔فائدہ نہ ہو تو نقصان بھی نہ ہو۔''

حضرت خواجہ صاحب اور حضرت دین پوری رحمہ اللہ:

رانا مبارک علی مرحوم حضرت خواجہ صاحب کے خادم تھے، نے سنایا کہ عارف باللہ حضرت مولانا میاں عبدالہادی دین پوری سخت بیمار ہوئے اور بغرض علاج نشتر ہسپتال ملتان تشریف لے آئے۔جب یہ خبر خانقاہ سراجیہ پہنچی تو حضرت اقدس نے مجھے حضرت دین پوری کی خدمت میں جانے کا حکم فرمایا کہ میری طرف سے تیمارداری کرو اور سلام پہنچاؤ۔میں جب نشتر ہسپتال پہنچا تو حضرت دین پوری کے خدام کا رش تھا۔اپنی باری پر جب خانقاہ سراجیہ سے حاضری کا ذکر کیا اور حضرت خواجہ صاحب کا سلام پیش کیا تو حضرت دین پوری پر وجد کی

کیفیت طاری ہوگئی اور آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔ جب طبیعت سنبھلی تو فرمایا کہ آگے آجاؤ۔ آپ اپنے سر کا کپڑا لے کر میرے پاؤں پر رکھنے کیلئے جھکنے لگے تو میں دیوار سے جالگا۔ پھر فرمایا کہ آگے آجاؤ تو کھڑے کھڑے ہاتھ باندھ کر عرض کیا۔ حضور ارشاد فرمائیے۔ آپ پر گریہ طاری تھا۔ حاضرین دم بخود تھے فرمایا:

''اپنے سر کا کپڑا مجھے دیا اور کہا کہ ''فقیر کی طرف سے حضرت خواجہ صاحب کے قدموں پر رکھ کر دعا کی درخواست کرنا اللہ تعالی خاتمہ بالخیر فرمائے اور فقیر کو بغیر حساب لیے جنت میں داخل فرمادے۔ اگر اللہ تعالی حساب لینے پر آئے تو کوئی نہیں بچ سکتا''۔

جب خانقاہ سراجیہ پہنچ کر حضرت دین پوری کا پیغام حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں پہنچایا تو آپ فوراً نشست گاہ سے اٹھ کر گھر تشریف لے گئے۔ دو روز بعد جب میرا آنا ہوتو آپ کے چہرہ مبارک پر خوشی کے آثار نمایاں تھے۔ استفسار پر ارشاد فرمایا کہ آپ جو پیغام لائے تھے اللہ تعالی نے اس بارہ میں اپنا فضل فرمایا۔

حضرت خواجہ صاحب اور مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ:

حضرت مولانا خیر محمد جالندھری جامعہ خیر المدارس جالندھر اور ملتان کے بانی، ہزاروں علمائے کرام کے استاذ۔ نشتر ہسپتال میں آپ کا آپریشن ہوا اور خون لگانا تجویز کیا گیا تو حضرت مولانا خون لگوانے سے انکاری تھے تو حضرت خواجہ صاحبؒ عیادت کیلئے تشریف لائے اور کیفیات سنیں تو فرمایا کہ آپریشن بھی ہونا چاہیے اور خون بھی لگنا چاہیے۔ کیونکہ اضطراری حالت میں جائز ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جب حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ کا آپریشن ہوگیا اور آپ ہوش میں آئے تو سب سے پہلے سوال کیا کہ خون تو نہیں لگایا تو ڈاکٹروں نے دبے الفاظ میں لگانے کا بتلایا۔ تو حضرت جالندھریؒ کی طبیعت پر ناگوار گزرا تو انہوں نے حضرت خواجہ صاحبؒ کا بتلایا تو حضرت کا نام سنتے ہی خاموش ہوگئے۔

امام اہل سنت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کی نظر میں:

امام اہل سنت مولانا سرفراز خان صفدر نے ایک مرتبہ سیالکوٹ میں اثنائے گفتگو میں فرمایا کہ: ''حضرت خواجہ صاحب عمر میں مجھ سے چھوٹے ہیں مگر بزرگی میں وزنی پہاڑ ہیں''۔

حضرت اقدس سید نفیس الحسینی شاہ رحمہ اللہ کی نظر میں:

حضرت سید نفیس الحسینی کی خدمت میں بارہا درخواست کی گئی کہ وہ مجلس تحفظ ختم نبوت کی نائب امارت قبول فرمالیں تو انکار فرماتے۔ لیکن ایک مجلس میں فرمایا کہ سنا ہے کہ مجھے حضرت مولانا خان محمد صاحب

کے حکم پر نائب امیر بنایا گیا، تو فرمایا کہ اب انکار کی گنجائش نہیں۔

شہید اسلام مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ کی نظر میں:

حضرت اقدس مولانا محمد یوسف لدھیانوی ملک کے نامور عالم دین، عظیم مصنف اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی نائب امیر رہے۔ 17 مئی 2000ء کو شقی القلب کی گولیوں سے شہید ہوگئے۔ایک اجتماع کی منظر کشی کرتے ہوئے مفتی محمد جمیل خان لکھتے ہیں کہ:۔

''مسجد کے ممبر پر حضرت مولانا محمد لدھیانوی تشریف فرما تھے، شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب تشریف لے آئے تو اہل مجلس احتراما کھڑے ہوگئے۔آپ آگے صف پر بیٹھ گئے۔حضرت لدھیانوی نے فرمایا کہ آپ نیچے تشریف فرما ہوگئے ہیں اور میں اوپر بیٹھا ہوں۔یہ بے ادبی ہے۔حضرت والا نے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں۔اس پر حضرت لدھیانوی نے فرمایا کہ ہمارے یہاں صدارت وامارت کا انتخاب مجلس شوریٰ کے ذریعے ہوتا ہے۔ہم نے آج تک کسی امیر کو معزول نہیں کیا۔نہ ہی کسی کو علیحدہ کرنے کی سوچ نہ ہم اس کے قائل ہیں۔ہمیشہ امیر کے وصال پر نیا امیر منتخب کیا جاتا رہا ہے۔امیر (مجلس تحفظ ختم نبوت) وقت کا قطب ہوتا ہے۔کام کرنے والوں سے التماس ہے کہ اطاعت کا خاص خیال کیا جائے''۔

حضرت سید ابوذر بخاری رحمہ اللہ کی نظر میں:

جانشین امیر شریعت حضرت مولانا ابوذر بخاری آخر عمر میں سحر کے اثرات محسوس کرنے لگے تھے۔سحر نے انہیں نڈھال اور کمزور کردیا تھا۔مولانا عبدالرحمٰن جامی نقشبندی جلالپور پیروالا راوی ہیں کہ شاہ صاحب نے فرمایا کہ حضرت قبلہ میرے ہاں تشریف لے آئیں یا کسی مجلس میں ملاقات ہوجائے تو میرے چھ ماہ آسانی سے گزر جاتے ہیں۔ (بشکریہ ماہنامہ ''لولاک'' ملتان)

حضرت اقدس قبلہ باباجی رحمۃ اللہ علیہ درنایاب شخصیت تھے۔آپ کا سایہ تمام مدارس، مساجد، علماء حقہ کے سر پر سایہ افگن رہا ہے۔آپ ہر دل عزیز تھے، بندہ کے ساتھ خصوصی دلی لگاؤ رہا۔آپ مجھ نالائق کو اپنا بیٹا سمجھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ ''ہر وقت دل میں خیال رکھ تیرا دل کرتا ہے اللہ اللہ!'' آپ نے خصوصی شفقت سے ہمیں مسجد جامع خلفاء راشدین بنوادی اور سنگ بنیاد بھی رکھا ہمارے مدرسہ کی سالانہ دستار بندی اور جلسہ کی صدارت فرمایا کرتے تھے اور خصوصی شفقت فرمایا کرتے تھے۔

آپ کا گنہ گار خادم......عاجز حکیم مولوی عبدالستار......ساکن زمیوالہ، کلور کوٹ، بھکر

☆......☆............☆......☆

مولانا سید عبدالمجید ندیم

اک دیا اور بجھا......!

5 مئی 2010ء شیخ المشائخ حضرت خواجہ خان محمد نور اللہ مرقدہ طویل علالت کے بعد اس جہان فانی سے عالم بقا کو چل بسے، انا للہ و انا الیہ راجعون ....

اس دورِ قحط الرجال اور عالم اضطراب میں حضرت خواجہ صاحب ؒ کا وجود اللہ کا انعام تھا، بولتے بہت کم تھے لیکن آپ ؒ کی خاموشی میں روحانی بلاغتوں کا سمندر موجزن تھا۔

وہ اپنے اسلاف کے مقدس قافلہ کی حسین یادگار تھے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی امیر کی حیثیت سے ان کی ملکی و بین الاقوامی خدمات تاریخ کا روشن باب ہیں، اصلاح قلب ونظر میں ان کا کردار قابل تحسین ہے، جس کے عملی شواہد آپ ؒ کی نماز جنازہ کے موقع پر دیکھنے میں آئے۔ ایسا لگتا تھا کہ پورا ملک خانقاہ سراجیہ کندیاں میں امنڈ آیا ہے۔

یہ ناچیز حضرت مولانا فضل الرحمٰن کا ہمسفر تھا۔ ہم اسلام آباد سے میانوالی پہنچے تو ٹریفک کا ایک سیلاب دیکھنے میں آیا، جو بہ دیدۂ تر خانقاہ سراجیہ کی طرف رواں دواں تھا۔ مولانا فضل الرحمٰن مدظلہ نے پنجاب کے وزیر اعلیٰ سے فون پر رابطہ کر کے انتظامی امور پر انہیں متوجہ کیا۔ پولیس کی بھاری نفری نے انتھک کوشش کے بعد ہماری گاڑیوں کے لئے راستہ بنایا اور ہم آج پہلی بار زندگی میں اس جگہ غم واندوہ سے ٹوٹ کر پہنچے جہاں ہمیشہ راحتوں اور مسکراہٹوں سے مالا مال ہوتے رہے۔ حضرت مرحوم کے فرزند جو اپنے باباجی کی جدائی کے غم میں نڈھال نظر آئے، ہمیں دیکھتے ہی تڑپ اٹھے، ہمیں بھی تڑپایا پھر حضرت ؒ کے کمرہ میں لے گئے، جہاں حسب معمول ایک خاموشی طاری تھی۔ لیکن آج کی خاموشی میں حضرت خواجہ مرحوم ومغفور کی آنکھوں کی چمک اور ہونٹوں کا وہ دلنواز تبسم جب نظر نہ آیا تو دل پر وہ گذری جو الفاظ میں نہیں لائی جا سکتی۔

اگر قرآن کریم نے یہ تسلی نہ دے رکھی ہوتی کہ یہ جدائی عارضی اور کم وقت کیلئے ہے، بہت جلد عقبیٰ کی منزل پر ملاقات ہونے والی ہے۔ تو نہ معلوم شدتِ غم میں ہم پر کیا گذرتی ......! قدرت کے یہی تو وہ فیصلے ہیں، جہاں انسان بے بس ولاچار نظر آتا ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ۔

خانقاہ سراجیہ میں (جیسا کہ عرض کر چکا ہوں) پورے ملک سے شمع طریقت کے پروانے قطار اندر قطار آ رہے تھے حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری ؒ، امیر شریعت حضرت سید عطاء اللہ شاہ بخاری ؒ، مفکر اسلام حضرت مفتی محمود رحمہ

اللہ کے بعد آج اس فقیر کی نماز جنازہ پر جو ہجوم دیکھنے میں آیا وہ اپنی مثال آپ تھا۔ایک ایمبولینس میں سفرِ آخرت کا اہتمام تھا طے یہ پایا کہ میت ایمبولنس ہی میں رہے گی،تا کہ بدمزگی سے بچا جاسکے۔تاہم جب ایمبولنس گھر سے نکالی تو لوگ والہانہ چمٹ گئے۔بڑی مشکل سے آہستہ آہستہ گاڑی جنازہ گاہ (ایک کھلا میدان) پہنچی لیکن اس امید پر کہ شاید آخری دیدار کا شرف نصیب ہو،لوگ شدت جذبات میں گاڑی کے اطراف ٹوٹ پڑے۔اس شدت کے ساتھ نماز جنازہ کی ادائیگی مشکل ہوگئی،کسی کی بات نہیں مانتے تھے۔

بالآخر میں نے مائیکروفون ہاتھ میں لیکر لوگوں سے کہا کہ: ''یہ نادان دوستوں کا انداز ہے،اپنے محبوب کی روح کو اذیت دے کر آپ کیا حاصل کریں گے؟ دیدار یہاں نہیں ہوگا اب آخرت میں ملاقات ہوگی۔تم اچھے اور اطاعت گذار دوستوں کی طرح یہاں سے ہٹ جاؤ،تا کہ نماز جنازہ ادا کی جاسکے۔'' بحمد اللہ یہ اپیل کارگر ہوئی، حضرت مرحوم ومغفور کے فرزند مخدوم زادہ خلیل احمد سلمہ نے نماز جنازہ پڑھائی (جنہیں بعدازاں حضرت کا جانشین بھی بنایا گیا) میں نے حضرتؒ کی تدفین کے بعد کچھ دیر کیلئے ''آج کے دن'' کی مناسبت سے کچھ وقت کیلئے گفتگو بھی کی،جس کی صدارت مخدوم زادہ عزیز احمد سلمہ اور دیگر متعلقہ عزیزوں نے کی۔پہلی بار خانقاہ سراجیہ سے بوجھل دل اور لرزیدہ قدوم سے راولپنڈی واپس آئے،خانقاہ سراجیہ تا راولپنڈی ذہن حضرت خواجہ صاحبؒ کیساتھ تقریباً نصف صدی پر پھیلی یادوں کے زیروبم میں کھویا رہا۔

غالباً 1973ء میں گوجرہ ضلع فیصل آباد میں حضرت سے روحانی تعلق کا آغاز ہوا۔حضرت والد گرامی سید غلام سرور مرحوم کے بعد حضرت خواجہ مرحوم کے ہاتھ میں ہاتھ دیا جو تادم آخر بحمد اللہ حضرت کی شفقتوں کے زیرسایہ پروان چڑھتا رہا۔

ایک سفر مولانا فضل الرحمٰن مدظلہ،سید محمد بنوریؒ اور حضرت خواجہ خان محمد نور اللہ مرقدہ کیساتھ بنگلہ دیش کا ہوا۔ڈھاکہ میں خانقاہ سراجیہ کا ایک روحانی مرکز قائم ہے۔شمس الضحیٰ خان مرحوم جو حضرت کے والہانہ عقیدتمندوں میں سے تھے،نے یادگار خدمات انجام دیں،مجلس تحفظ ختم نبوت بنگلہ دیش کیلئے باڈی تشکیل دی اور چٹاگانگ، ڈھاکہ میں تبلیغی کانفرنسوں میں شرکت کی۔عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کیلئے چلائی گئی ہر تحریک میں مفکر اسلام حضرت مفتی محمودؒ،علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ اور حضرت خواجہ خان محمد نور اللہ مرقدہم کیساتھ رفاقت رہی۔کراچی،کوئٹہ،لاہور،ملتان،راولپنڈی،حیدرآباد اور ملک کے دیگر مرکزی مقامات پر ختم نبوت کانفرنسز میں حضرت مرحوم کے ہاتھ رہا۔1974ء میں قادیانیوں کے غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے کے موقع پر مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے رکن کی حیثیت سے یہ ناچیز ہر مرحلہ پر موجود رہا۔حضرت کی مربیانہ شفقتوں کا تذکرہ ایک ضخیم کتاب چاہتا ہے ،جبکہ میں تو دوران سفر ماضی کی ان یادوں ہیں غوطہ زن ہوں۔

بیتے دن کچھ ایسے ہیں   تنہائی جنہیں دہراتی ہے

1983ء تا 1996ء تک بیرونی اسفار بالخصوص برطانیہ میں ہونے والی ختم بنوت کانفرنسوں میں حضرت کیساتھ بیتے ہوئے لحات نا قابل فراموش ہیں۔لندن، برمنگھم، گلاسگو، ایڈنبرا، مانچسٹر اور بریڈفورڈ سمیت یو کے میں کئی اور مقات پر منعقدہ کانفرنسوں میں حضرت خواجہ خان محمد کی خاموش مگر پرجوش صدارت اور عبدالمجید ندیم کا بیان ایک پہچان بن گیا تھا۔

1996ء سے حضرت اقدسؒ کے حکم پر عالمی مجلس تحفظ ختم بنوت کی مرکزی شوریٰ کا رکن چلا آ رہا ہوں، 2001ء میں صدیق آباد (سابق ربوہ) میں ہونیوالی سالانہ ختم بنوت کانفرنس کے اختتامی اجلاس میں حضرت مرحوم نے اس ناچیز کو دستار بندی کے شرف سے نوازا۔

کہاں میں اور کہاں یہ نکہتِ گل　　　نسیم صبح، تیری مہربانی......!

من آنم کہ من دانم......خوب جانتا ہوں کہ میں کیا ہوں؟ اپنی بے سروسامانیوں اور حضرتؒ کی بے پایاں مہربانیوں سے مزین ماضی کی یادوں میں خانقاہ سراجیہ تا راولپنڈی کا سفر طے ہوا۔موجوہ حالات کی جراحتوں پر حضرت مرحوم کا وجود شافی مرہم تھا،ان کی قلندری، سکندری پر خندہ زن رہی اور ان کے فقر نے شاہانہ کج کلاہی کا غرور توڑا۔وہ اقلیم قلب کے تاجدار، اقبال کے اس خوبصورت تاثر کے امانت دار تھے: ے

اس پیکر خاکی میں اک شئ ہے،سووہ تیری　　　میرے لئے مشکل ہے، اس شئ کی نگہبانی

عزیز مکرم، مخدوم زادہ عزیز احمد، خلیل احمد، سعید احمد، نجیب احمد، رشید احمد کے سر سے شفقت پدری کا سایہ تو اٹھا ہی ہے لیکن یہ عامۃ المسلمین کیلئے بہت دردناک المیہ ہے۔اس قحط الرجال کے دور اضطراب میں حضرت خواجہ خان محمد نوراللہ مرقدہ کا سانحہ ارتحال......جس کا عملی مظاہرہ نماز جنازہ میں لاکھوں اشکبار انسانوں کا ایک سمندر موجزن دیکھنے میں آیا۔عزیز مکرم مولانا فضل الرحمٰن بھی قابل تعزیت ہیں کہ ان کی جماعت ایک ایسے روشن ضمیر سرپرست سے محروم ہوئی، بظاہر جس کا ازالہ ممکن نظر نہیں آتا۔عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی قیادت، کارکنان، اراکین مرکزی شوریٰ اور قائم مقام امیر محترم ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر مدظلہ (جو نماز جنازہ کے موقع پر موجود تھے) دل گرفتہ وافسردہ ہیں، ہم سب کی نگاہوں سے اوجھل ہوجانے والا ہمارا محبوب یہ کہتا چلا گیا: ے

فقیرانہ آئے صدا کر چلے　　　میاں خوش رہو ہم دعا کر چلے

اگلے روز (6 مئی 2010ء کو) پی ٹی وی والوں نے عزیز مکرم مولانا عبدالغفور حیدری اور راقم الحروف کو صبح سوا دس بجے ایک تعزیتی پروگرام میں مدعو کیا، جس میں ہماری مختصر سی گفتگو کے دوران ٹیلی فون پر مخدوم زادہ عزیز احمد سلمہ کے تاثرات بھی شامل کئے گئے کہ: ''ہمارے بابا گفتار کے نہیں کردار کے غازی تھے، ان کا کہنا تھا ''جس کو ہماری خاموشی سے کچھ نہیں ملتا، وہ ہماری گفتگو سے کیا پائے گا؟''

حق مغفرت کرے، عجب آزاد مرد تھا......!　　　(بشکریہ ماہنامہ ''الجمعیۃ'' راولپنڈی)

مولانا زاہد الراشدی

قافلہ حق وصداقت کا میر کارواں

5 مئی کو نماز مغرب کے بعد مدرسہ نصرۃ العلوم میں مولانا حاجی محمد فیاض خان سواتی کے ساتھ بیٹھے ہوئے اس بات کا تذکرہ ہوا کہ آج حضرت والد محترم مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات کو ایک سال پورا ہو گیا ہے کہ گزشتہ سال 5 مئی کو ان کا وصال ہوا تھا، اس سے تھوڑی دیر بعد یہ غم ناک خبر ملی کہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب کا ملتان میں انتقال ہو گیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہمارا ایک سال پہلے والا صدمہ پھر سے تازہ ہو گیا کہ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ اور حضرت مولانا صوفی عبد الحمید سواتیؒ کے انتقال کے بعد جن دو چار شخصیات کی سرپرستی، دعاؤں اور موجودگی کا سہارا ہمارے پاس باقی رہ گیا تھا، حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ ان میں سرِفہرست تھے۔

مجھے یوں یاد پڑتا ہے کہ میں نے ان کی پہلی بار زیارت 1967ء کے دوران ڈیرہ اسماعیل خان میں جمعیت علماء اسلام کے زیر اہتمام منعقد ہونے والی آئین شریعت کانفرنس کے موقع پر کی تھی۔ وہ منظر اب بھی میری آنکھوں کے سامنے ہے کہ حضرت مولانا محمد عبد اللہ درخواستیؒ اور حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ کا جلوس کی شکل میں استقبال کیا گیا تھا اور قبائلی عوام اپنے روایتی انداز میں ان دونوں بزرگوں کو جلوس کے ساتھ شہر کے مختلف بازاروں میں گھما رہے تھے، حضرت مولانا مفتی محمودؒ براہ راست اس کانفرنس کے انتظامات کر رہے تھے اور ہمارے پرانے دوست خواجہ محمد زاہد صاحب جنہوں نے ابھی کچھ عرصہ قبل جام شہادت نوش کیا ہے، کانفرنس کا انتظام کرنے والے نوجوان کی قیادت کر رہے تھے۔ مجھے اس سفر کے دوران خانقاہ سراجیہ شریف میں حاضری کی سعادت بھی حاصل ہوئی، میرے بڑے بہنوئی حاجی سلطان محمود خان صاحب ریلوے میں ڈیزل مکینک تھے اور ان دنوں ان کی ڈیوٹی کندیاں ریلوے جنکشن پر تھی، جہاں وہ ایک کوارٹر میں بچوں اہل خانہ سمیت رہائش پذیر تھے، ان کے پاس گیا تو خانقاہ سراجیہ شریف میں بھی حاضری ہوئی، غالباً ایک رات قیام کیا، حضرت خواجہ صاحبؒ موجود تھے، انہوں نے بہت شفقت کا اظہار فرمایا مگر میری دلچسپی کا بڑا حصہ خانقاہ شریف کی لائبریری سے وابستہ تھا، جو اس وقت ملک کی اہم لائبریریوں میں شمار ہوتی تھی، میں نے اس دور میں مزارعت اور بٹائی کی حرمت کے حوالے سے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے موقف کی

تایید میں ایک تفصیلی مضمون لکھا تھا جو ہفت روزہ ترجمان اسلام لاہور میں قسط وار شائع ہوا تھا، اس مضمون کی بیشتر تیاری میں نے خانقاہ سراجیہ کی لائبریری میں کی تھی۔

حضرت خواجہ صاحبؒ کی آخری زیارت میں نے گزشتہ سال رجب کے دوران ایک سفر میں خانقاہ سراجیہ شریف میں حاضری کے موقع پر کی، اس سفر میں مجھے خانقاہ سراجیہ میں حاضری کے علاوہ رئیس الموحدین حضرت مولانا حسین علی رحمہ اللہ کی قبر پر حاضری کا شرف بھی حاصل ہوا۔

اس پہلی اور آخری ملاقات کے دوران نصف صدی کے لگ بھگ کا عرصے ہے اور اس عرصہ میں حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ ملاقاتوں کے وسیع سلسلہ کو اگر تین ہندسوں میں بھی بیان کرنا چاہوں تو شاید مبالغہ نہ ہو، پاکستان میں اور بیرون ملک ان کی خدمت میں حاضریوں اور ان کی دعاؤں اور شفقتوں سے فیض یاب ہونے کا ایک طویل سلسلہ ہے، وہ جمعیت علماء اسلام کی مرکزی قیادت میں شامل تھے اور ایک عرصہ تک نائب امیر رہے، میں نے بھی کم وبیش ربع صدی کا عرصہ جمعیت علماء اسلام میں ایک متحرک کارکن کے طور پر گزارا ہے اور سالہا سال تک جمعیت کے مرکزی عہدے داران کی ٹیم میں سیکریٹری اطلاعات کے طور پر شامل رہا ہوں، اس دوران جمعیت کے اجتماعات اور کانفرنسوں میں ان سے استفادہ کا موقع ملتا رہا ہے، وہ خاموش اور دعا گو بزرگ تھے، جلسوں میں گھنٹوں بیٹھے رہتے اور آخر میں دعا فرماتے، میں نے انہیں زندگی میں ایک ہی بار جلسہ عام میں مائیک کے سامنے کھڑے ہو کر کچھ کہتے سنا ہے، یہ اکتوبر 1975ء کی بات ہے جب جامع مسجد نور مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں جمعیت علماء اسلام کا قومی نظام شریعت کنونشن تھا، ملک بھر سے ہزاروں علماء کرام جمع تھے، جمعیت علماء اسلام کی مرکزی اور صوبائی قیادتیں موجود تھیں، اس کی آخری نشست میں اسٹیج پر موجود اکابر علماء کرام کو جن میں مولانا مفتی محمودؒ، مولانا خواجہ خان محمدؒ، مولانا سید محمد شاہ امروٹیؒ، مولانا سید محمد ایوب جان بنوریؒ، مولانا عبید اللہ انورؒ، مولانا عبد الغفور آف کوئٹہ اور مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ جیسی بزرگ شخصیات بھی شامل تھیں، حضرت درخواستیؒ نے باری باری مائیک پر بلا کر ان سے نفاذ شریعت کے لیے زندگی بھر جدوجہد کرتے رہنے کا عہد لیا تھا، میں اس نشست کا اسٹیج سیکریٹری تھا اور خیر وسعادت کی یہ ساری کارروائی میرے ہاتھوں سرانجام پا رہی تھی۔ فالحمد للہ علی ذلک۔

کل ہی ایک دوست نے مجھ سے پوچھا کہ کیا کسی نے مولانا خواجہ خان محمدؒ کو کسی جلسے میں تقریر کرتے بھی دیکھا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ تقریر کرتے تو نہیں لیکن ایک بڑے جلسہ عام میں مائیک کے سامنے کھڑے ہو کر کچھ کہتے ضرور سنا ہے اور یہ وہی موقع تھا جس کا میں نے تذکرہ کیا ہے۔ میری تگ وتاز کا دوسرا بڑا میدان ہمیشہ سے تحفظ ختم نبوت کا محاذ رہا ہے اور اس سلسلہ میں کام کرنے والے ہر حلقے کے ساتھ تعاون کو

اپنے لیے باعث نجات سمجھتا ہوں۔ اس محاذ میں حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ کی امارت میں سرگرم کردار ادا کرنے کی سعادت بھی مجھے حاصل رہی ہے اور بیسیوں اجتماعات اور اجلاسوں میں ان کے ساتھ رفاقت کے شرف سے بہرہ ور رہا ہوں، میں ان کے صبر وحوصلے کا ہمیشہ معترف رہا ہوں کہ وہ ختم نبوت کانفرنسوں میں گھنٹوں مسند صدارت پر تشریف فرما رہتے، توجہ کے ساتھ مقررین کے خطابات سنتے، ہلکی ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ ان کی خطیبانہ اداؤں پر داد بھی دیتے اور آخر میں ان کی پرخلوص اور پرنور دعا پر محفل کا اختتام ہوتا۔

غالباً 1978ء کے لگ بھگ کا قصہ ہے کہ کمالیہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ کی نیم والی مسجد میں جمعیت علماء اسلام کا جلسہ تھا، میری تقریر تھی، گرمیوں کا موسم تھا، نماز عشاء کے بعد جلسے کی کارروائی شروع ہونے والی تھی کہ کسی دوست نے آ کر خبر دی کہ مولانا خان محمد صاحبؒ کا انتقال ہو گیا ہے۔ جلسے کے منتظم حضرت پیر جی عبدالحکیمؒ تھے، انہوں نے مجھ سے مشورہ کیا تو باہمی مشورے سے طے پایا کہ جلسے میں ایک تعزیتی تقریر کے بعد اس کے التواء کا اعلان کر دیا جائے اور پھر سفر کی تیاری کی جائے تا کہ صبح جنازے پر کندیاں شریف پہنچا جا سکے، جلسے کی کارروائی کو مختصر کر کے صرف میں نے بیس پچیس منٹ خطاب کیا، مولانا خان محمدؒ کی دینی وعلمی خدمات کا ذکر کیا اور ان کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے تعزیت کے طور پر جلسہ ملتوی کرنے کا اعلان کر دیا۔

کندیاں شریف جانے کے لیے کرائے کی ویگن کا اہتمام کیا گیا۔ ہم گیارہ بجے کے لگ بھگ ویگن پر سوار ہونے کے لیے روڈ پر پہنچے تو میں نے پیر جی سے عرض کیا کہ مجھے چائے کی طلب ہو رہی ہے، سامنے والے اسٹال سے چائے پی لیتے ہیں اور ساتھ ہی گیارہ بجے والی خبریں ریڈیو سے سنتے ہیں، ممکن ہے جنازے وغیرہ کے پروگرام کی کوئی خبر ہو، خبریں سنیں تو معلوم ہوا کہ وفات پانے والے بزرگ خواجہ خان محمد صاحب ہمارے کندیاں شریف والے بزرگ نہیں بلکہ کوئی اور بزرگ ہیں اور چائے کے کپ کی طلب نے ہمیں کندیاں شریف کی طرف بے مقصد سفر کی صعوبت سے بچا لیا۔

بعد میں ایک موقع پر شاید جمعیت علماء اسلام کے کسی اجلاس میں حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ نے مجھے اپنے پاس بلا کر آہستہ سے کان میں کہا کہ تمہاری وہ کمالیہ والی تقریر کسی نے ریکارڈ بھی کی تھی یا نہیں؟ میں نے پوچھا کہ حضرت! آپ کو پتا چل گیا ہے؟ مسکرا کر فرمایا کہ ہاں پتا چل گیا ہے لیکن اگر وہ تقریر مل جائے تو سننا چاہتا ہوں۔

مولانا خواجہ خان محمدؒ سلسلہ نقشبندیہ سراجیہ کی ایک بڑی خانقاہ کے مسند نشین تھے، ان سے ہزاروں افراد نے جن میں بڑی تعداد دینی کارکنوں اور علماء کرام کی ہے، استفادہ کیا ہے، لیکن وہ صاحبِ علم صوفی تھے، تصوف کے رموز واسرار سے نہ صرف آشنا تھے بلکہ ان کے ثقہ شارح بھی تھے اور اب ان جیسے نفوس کے دم

قدم ہی سے تصوف کا یہ جہاں آباد ہے۔ ایک بار امریکا سے ایک نومسلم خاتون گوجرانوالہ آئیں، یہ نومسلم خاتون فلسفہ کی پروفیسر ہیں اور حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے علوم سے خصوصی دل چسپی رکھتی ہیں، انہوں نے حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتیؒ سے ملاقات کے دوران تصوف کے بعض حساس اور دقیق مسائل پر تبادلۂ خیالات کیا اور دریافت کیا کہ تصوف کے علمی مسائل اور اشکالات پر مجھے کس بزرگ سے بات کرنی چاہیے؟ حضرت صوفی صاحبؒ نے دو بزرگوں کے نام لیے کہ حضرت مولانا عبیداللہ انورؒ اور حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ میں سے جن بھی بزرگ سے ملیں گی، آپ اپنے اشکالات وسوالات کا تسلی بخش علمی جواب ملے گا۔

میں اس وقت حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ کے جنازے میں شرکت کے لیے سفر کی تیاری کر رہا ہوں اور جلدی جلدی میں یہ سطور تحریر کر رہا ہوں کہ حاضری میں تاخیر نہ ہو جائے مگر ان کی یادوں کے مختلف مراحل ذہن کی اسکرین پر بار بار نمودار ہو رہے ہیں، یادوں کا یہ سلسلہ تو چلتا ہی رہے گا کہ ان کے بعد ان کی یہ یادیں ہی اب ہمارا سہارا ہیں۔

میں حضرت خواجہ صاحبؒ کے خاندان، جماعت، مریدین، معتقدین اور متعلقین سے تعزیت کرتے ہوئے یہ سوچ رہا ہوں کہ تعزیت تو سب حضرات کو مجھ سے کرنی چاہیے کہ ایک کارکن سے اس کا امیر رخصت ہو گیا ہے، ایک گناہ گار سے دعاؤں کا سہارا چھن گیا ہے اور ایک راہرو سے اس کا رہبر جدا ہو گیا ہے، اللہ تعالیٰ حضرت خواجہ صاحبؒ کی حسنات قبول فرمائیں، کوتاہیوں سے درگزر فرمائیں اور تمام پسماندگان اور متعلقین کو یہ عظیم صدمہ صبر وحوصلے کے ساتھ برداشت کرتے ہوئے حضرت خواجہ صاحبؒ کی حسنات کا سلسلہ جاری رکھنے کی توفیق فراواں فرمائیں، آمین یارب العالمین۔

(بشکریہ روزنامہ ''اسلام'' کراچی)

از قلم: ابوعمار زاہد الراشدی

خطیب: مرکزی جامع مسجد شیرانوالہ باغ، گوجرانوالہ

صدر مدرس وشیخ الحدیث: جامعہ نصرۃ العلوم، محلّہ فاروق گنج گوجرانوالہ

0301-4904020

مولانا عبدالحق خان بشیر نقشبندی

اس دل کا کیا کروں جو بہلتا کہیں نہیں!

5 مئی 2010 بروز بدھ کی شام عزیزم عبدالرحمٰن خان انس نعمانی نے سسکیوں بھری آواز میں ٹیلی فون پر یہ اندوہناک خبر دی کہ ''باباجی'' اللہ میاں کو پیارے ہو گئے۔ زبان سے بے ساختہ نکلا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ خبر کیا تھی ایک بجلی تھی جو دل وجان کے نشیمن کو خاکستر کر گئی۔ جس نے قلب کو ہلا کے رکھ دیا...... نہ آہیں بس میں تھیں نہ اشک کنٹرول میں...... نہ ذہن قابو میں تھا نہ دل گرفت میں...... نگاہوں کے سامنے اندھیرا تھا، دور دور تک روشنی کی کوئی کرن نظر نہ آ رہی تھی۔ گزشتہ تین چار دہائیوں میں ہماری آنکھوں کے سامنے علم ومعرفت کے کتنے آفتاب غروب ہو چکے۔ تصوف وطریقت کے کتنے ماہتاب ہم مٹی کی نذر کر چکے۔

مقدور ہوں تو خاک سے پوچھوں کے اے لئیم!
تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کیے

دل ودماغ میں آہ وفغاں کا جو خاموش طوفان اٹھ رہا تھا وہ زبان تک آتے آتے التجاؤں کا روپ دھار چکا تھا، ایک فریاد جو تڑپ تڑپ کے کپکپاتے ہونٹوں سے ٹوٹ ٹوٹ کے نکل رہی تھی:

''اے میرے رحیم وکریم مولا! تو قادر مطلق ہے، ہم تیرے عاجز وبے بس اور لاچار بندے ہیں، تو قادر بھی ہے کریم بھی...... تو حاکم بھی ہے حکیم بھی...... نہ تیری قدرتوں تک ہماری پہنچ ہے، نہ تیری حکمتوں تک ہماری رسائی، بلا شک وشبہ تیرا ہر فیصلہ حکمتوں سے مزین۔ تیرے کسی فیصلہ پر شکوہ وشکایت کی کیا مجال۔ لیکن تیری بارگاہ میں فریاد والتجا کرنا تو ہمارا حق بھی ہے اور مفاد بھی۔

اے بندوں سے پاکیزہ زندگی کا تقاضا کرنے والے مولا! تطہیر قلب کا ہم سے تقاضا کرتا ہے تو تزکیۂ نفس کے سامان تو ہم سے نہ چھین۔

ہم سے ایمان ویقین کی حفاظت کا مطالبہ کرتا ہے تو ان قلعوں کو تو مسمار نہ کر جن کے حصار میں ہمارے ایمانوں کی سلامتی ہے۔

اگر فی الوقت کفر ومعصیت کے طوفان کا رخ پھیرنا تیری حکمتوں کے منافی ہے تو ہمیں ان چٹانوں

سے تو محروم نہ کر جن کی آڑ میں ہم ان طوفانوں سے بچ سکتے ہیں۔''

اس کربناک خبر کے بعد کچھ بھی تو سننے کا حوصلہ نہیں تھا، میں نے ٹیلی فون ہاتھ سے رکھ دیا۔ آنکھوں سے اشکوں کی جھڑی لگ گئی۔ دو دِن قبل ہی تو میں ''بابا جی'' کی زیارت وتیمارداری کیلئے ملتان حاضر ہوا تھا، ابھی تو اس سفر کی تھکاوٹ بھی پوری طرح نہ اتری تھی کہ اس جاں فرسا خبر نے کمر توڑ کر رکھدی۔ اس کے بعد فون مسلسل بجنے لگا، کہیں سے پوچھا جارہا تھا اور کہیں سے بتایا جارہا تھا، ہر شخص کی کپکپاتی آواز اس کے اندرونی کرب کی خبر دے رہی تھی۔

''بابا جی'' محبتوں، عقیدتوں اور چاہتوں میں ڈوبا ہوا کتنا سادہ اور پیارا سا لفظ ہے، جو کندیاں شریف ضلع میانوالی کے خانقاہی حلقہ میں خواجۂ خواجگان، شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب نور اللہ مرقدہ کی پہچان تھا۔ جہاں ان کے صاحبزادگان کیلئے ''لالہ جی'' کا دلنشیں خطاب معروف ہے (لالہ جی عزیز احمد، لالہ جی خلیل احمد، لالہ جی رشید احمد، لالہ جی سعید احمد، لالہ جی نجیب احمد)۔

حضرت ''بابا جی'' نور اللہ مرقدہ کا شمار ہمارے نقشبندی سلسلہ کے معروف بزرگوں میں ہوتا ہے۔ ہمارے والدمحترم امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر نور اللہ مرقدہ کا سلسلہ طریقت بھی نقشبندی ہے، حضرت ''بابا جی'' نور اللہ مرقدہ اور حضرت ''ابا جی'' نور اللہ مرقدہ دونوں علمی، فکری اور روحانی سلسلوں میں ایک ہی منزل کے مسافر تھے دونوں کی یہ تینوں نسبتیں ایک ہی تھیں۔

1- دونوں علمی نسبت کے حوالہ سے دارالعلوم دیوبند کے اندر دورہ حدیث میں ہم سبق اور شیخ الاسلام والمسلمین حضرت سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ سے شرف تلمذ حاصل کرنے والے تھے اور اسی نسبت سے انکی علمی سند امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت امام بخاری نور اللہ مرقدہ تک پہنچتی ہے۔

2- دونوں کا شجرۂ طریقت قطب عالم حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی نور اللہ مرقدہ کی نسبت سے امام اولیاء حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند نور اللہ مرقدہ تک اور ان کے واسطہ سے خلیفہ بلافصل، امیر المومنین حضرت سیدنا امام ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ حضرت ''ابا جی'' اور حضرت خواجہ محمد عثمان دامانی کے درمیان صرف ایک واسطہ ہے۔ امام الموحدین عمدۃ المفسرین حضرت مولانا حسین علی صاحب قدس اللہ سرہ کا۔ جبکہ حضرت ''بابا جی'' اور حضرت خواجہ عثمان دامانی کے درمیان تین واسطے ہیں۔ قطب دوراں حضرت مولانا محمد عبداللہ نور اللہ مرقدہ، امام السالکین حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان نور اللہ مرقدہ اور قیوم زماں حضرت خواجہ حاجی محمد سراج الدین نور اللہ مرقدہ کا۔

3- دونوں فکری نسبت کے حوالہ سے اہل السنۃ والجماعۃ تھے۔ اہل السنۃ والجماعۃ کے اجماعی واتفاقی عقائد ونظریات پر اسلاف دیوبند کی تحقیقات کی روشنی میں پوری شدت وسختی سے قائم تھے اور اس بارہ میں

دونوں کے اندر کسی قسم کی کوئی لچک نہ تھی اور دونوں کا اس بارہ میں باہمی اعتماد انتہائی قابل رشک تھا۔ ہمارے علم میں کوئی ایسا مسئلہ نہیں جس میں دونوں کا کوئی اختلاف مذکور ہو۔

اور یہ بھی ایک عجیب اتفاق ہے کہ ایک سال کے وقفہ سے دونوں کی تاریخ وفات بھی ایک ہی ہے، حضرت ''ابا جی'' 5 مئی 2009ء کو دار فنا سے دارِ بقا کی طرف کوچ کر گئے اور حضرت ''بابا جی'' نے 5 مئی 2010ء کو رختِ سفر باندھا اور صرف ایک سال کے عرصہ میں دونوں بزرگ ہمیں داغ مفارقت دے گئے۔

احقر کے بڑے دونوں بچوں حافظ ممتاز الحسن خان احسن خدامی اور حفاظ سرفراز حسن خان حمزہ احسانی سلمہما اللہ تعالی کو اپنے دادا، امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ اور اپنے نانا قائد اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ کی خدمت ومعیت میں رہنے کا کافی موقع مل چکا تھا، لیکن چھوٹے بیٹے عبدالرحمٰن خان انس نعمانی کو چھوٹا ہونے کی وجہ سے شعوری طور پر اس کا بہت کم موقع مل سکا، اسی کمی کو پورا کرنے کیلئے اسے میں نے اس سال خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف بھیج دیا۔ تا کہ حضرت ''بابا جی'' کی معیت و خدمت میں رہ کر تعلیم وتربیت کا سلسلہ جاری رکھ سکے۔

۲۸ مارچ کو اس سے ملاقات اور حضرت بابا جی کی زیارت کیلئے حاضر ہوا۔ برادر محترم حضرت لالہ جی خلیل احمد صاحب مدظلہ کی خصوصی شفقت کی بناء پر حضرت اقدس کی زیارت کا شرف بھی حاصل ہو گیا اور نماز عصر حضرت کے ساتھ ادا کرنے کی سعادت بھی مل گئی، واپسی کے چند دن بعد اطلاع ملی کہ حضرت اقدس کی صحت زیادہ بگڑنے کی وجہ سے انہیں ملتان ہسپتال منتقل کر دیا گیا ہے۔ 2 جون کو بغیر کسی ظاہری سبب کے دل میں شدید بے چینی محسوس ہوئی اور حضرت ''بابا جی'' کی زیارت کیلئے دل مچلنے لگا۔ برادر مکرم علامہ زاہد الراشدی مدظلہ اور علامہ عبدالقدوس خان قارن مدظلہ سے رابطہ کیا، خواہش تھی کہ تینوں بھائی اکٹھے حاضر ہوں، علامہ راشدی مدظلہ کی ترتیب نہ بن سکی اور ہم دونوں بھائی مولانا مفتی جمیل الرحمٰن کشمیری سمیت زیارت کیلئے ملتان حاضر ہوئے اور اس کے دو دن بعد ہی حضرت بابا جی کی جدائی کی خبر مل گئی اور شیخ طریقت مولانا سید نفیس الحسینی شاہ نور اللہ مرقدہ کا یہ شعر ذہن کی سکرین پر چھانے لگا

نفیس کیسا یہ وقت آیا سلوک و احساں کے سلسلوں پر
جہاں مشائخ کی رونقیں تھیں وہ خانقا ہیں اُجڑ رہی ہیں

ازقلم: حافظ عبدالحق خان بشیر نقشبندی

چیئرمین: حق چار یار اکیڈمی۔ امیر: پاکستان شریعت کونسل، پنجاب۔

ناظم اعلیٰ: مدرسہ حیات النبی، نزد فوارہ چوک، گجرات...... 0301-6223211

مولانا امداد اللہ انور

آپ کے بعض خاص مقامات ولایت

ولی اس وقت تک ولی نہیں بن سکتا جب تک وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کی کامل اتباع نہ کرے۔

اللہ تعالی نے شروع زمانہ صحابہؓ سے لے کر اب تک اور قیامت تک اپنے برگزیدہ حضرات منتخب فرمائے اوران کو ولایت کاملہ کے تاج پہنائے ہیں جن کی ہر ہر ادا سنت نبوی پر عمل اور امت کیلئے تعلیم وتربیت کا درجہ رکھتی ہے۔

حضرت سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ اور سرخیل علماء دیوبند حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے بارے میں لکھا ہے کہ ان سے بعض حضرات نے پوچھا کہ ہم اتنے عرصہ سے آپ کو دیکھ رہے ہیں آپ کے پاس رہے ہیں مگر آپ کی کوئی کرامت نہیں دیکھی تو انہوں نے فرمایا ہمارا کوئی عمل خلاف سنت بھی دیکھا ہے؟ انہوں نے عرض کیا نہیں فرمایا پھر اس سے بڑی کون سی کرامت دیکھو گے کرامات تو ان دونوں حضرات کی ان کے تذکروں میں موجود ہیں۔مگر انہوں نے ان جیسی کرامات کے مقابلہ میں اصل کرامت معنوی کرامت یعنی اتباع سنت کو حقیقی کرامت باور کرایا۔

ہمارے حضرت خواجہ خان محمدؒ بھی اسی طرح کے ولی اللہ واقع ہوئے تھے سنت کا اتباع ان کی سرشت و فطرت میں رکھا گیا تھا۔آپ اظہار کرامت کو پسند نہیں فرماتے ہیں ورنہ حقیقی معنی میں آپ کے سب افعال کرامت تھے۔

ذیل میں ہم حضرت خواجہ خواجگان قدس اللہ سرہٗ کے کچھ مقامات رفیعہ کا ذکر کرتے ہیں جن سے آپ کے مراتب ولایت کی اسلاف اولیاء کے ساتھ مشابہت تامہ ظاہر ہوتی ہے۔

(۱) قبولیت دعا:

اسلام میں قرآن میں انبیاء کی سیرتوں میں دعا اور ابتہال خاص حیثیت ومعنویت رکھتا ہے اللہ تعالی نے حضرت خواجہؒ میں یہ صفت تواضع وابتہال خاص صورت میں ودیعت فرمائی تھی اور یہ صفت آپ کے حلقہ

ارادت میں خصوصا اور دیگر حلقوں میں عموماً معروف تھی۔

سراجیہ اسٹیشن جو صحراء میں واقع ہے وہاں سے اور دیگر راستوں سے روزانہ قافلوں کی صورت میں اصحاب الحوائج والامرض آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور اپنی مہمات میں دعا کراتے۔ اور جہاں کہیں کسی دینی ادارے وغیرہ کا افتتاح ہوتا اس میں آپ کو خصوصی طور پر دعوت دی جاتی آپ ان کے ہاں سینکڑوں میل کا سفر کرکے وہاں پہنچتے اور دعا فرماتے آپ کی شرکت کی برکت سے حاضرین زائرین کا جم غفیر جمع ہو جاتا تھا۔

ظاہر ہے اس کی وجہ ان کی قبولیت دعا ہے جو تقویٰ وطہارت کی صفت کے حاصل ہونے سے حاصل ہوتی ہے اور لوگوں کے دلوں میں حضرت خواجہؒ کیلئے اللہ تعالی کی طرف سے ودیعت کی گئی محبت ہے جس کا اس صورت میں اظہار ہورہا ہوتا ہے ایسے ہی حضرات کی زبان سے نکلے ہوئے کلمات دعا کا ساتوں آسمانوں کے دروازے استقبال کرتے ہیں اوران کی دعا سے لوگ بامراد ہوکر لوٹتے ہیں۔

یہ توان کی دعا کا وہ حصہ ہے جو دعا کرانے والوں کو حاصل ہوا۔اور جو دعائیں حضرت خواجہؒ نے خود اپنے لئے کی ہوں گی اللہ اللہ ان کا کیا ٹھکانا ہوگا ان سے آپ کو آخرت کے کتنے عظیم مراتب حاصل ہوتے ہوں گے۔

(۲) حفاظت وقت:

وقت اتنا بڑا قیمتی سرمایہ ہے جو انسان کو زندگی بھر کیلئے ایک مرتبہ ملتا ہے مرنے کے بعد پھر کبھی نہیں ملتا۔

اللہ والے کتنے فرزانے ہوتے ہیں کہ وہ اپنی متاع وقت کو لحہ بھر کیلئے بھی ضائع نہیں جانے دیتے اس کیلئے وہ راحت وآرام کو اور سکون کو بھی حتی المقدور قریب نہیں آنے دیتے تاکہ اس کے بدلہ میں آخرت کے بیش بہا انعامات حاصل کرسکیں۔حضرت کی زیارت سے بہرہ مند ہونے والے حضرات کو آپ کے وقت کی قدرو قیمت وحفاظت کا بخوبی علم ہے کہ وہ ہر وقت اپنے وقت کو قیمتی بنانے کیلئے کسی نہ کسی نیک عمل ذکر مراقبہ وغیرہ میں مصروف رہتے تھے۔

حضرت ابوعثمان حیریؒ کا ملفوظ ہے:

منذاربعین سنة ما اقا منی الله فی حال فکرهته.

چالیس سال کے عرصہ سے اللہ تعالی نے مجھے ایسے کسی حال میں نہیں رکھا جس کو میں ناپسند کروں۔

اولیاء کا وصف یہ ہے کہ وہ ہر حالت میں ایک حالت سے دوسری حالت میں ترقی کرتے رہتے ہیں۔

(۳) ہیبت وانس:

اپنی ولایت کے معمولات کی پابندی سے آپ کو اللہ تعالی نے مقام ہیبت وانس سے سرفراز فرمایا تھا، اس لئے وہ دنیاوی معاملات میں کسی سے ڈرنے اور دبنے والے نہ تھے، ساری زندگی جس جرأت و بہادری سے مسئلہ وعقیدہ ختم نبوت کا دفاع کیا وہ اپنی مثال آپ ہے یہ وہی کرسکتا ہے جس کو صرف باری تعالی کا ہی خوف ہو اور اسی سے انس ہو۔

حضرت جنید بغدادیؒ نے حضرت سری سقطیؒ کا قول نقل کیا ہے

يبلغ العبد الى حد لو ضرب وجهه بالسيف لم يشعر.

بندہ کبھی اس مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے کہ اگر اس کے چہرہ پر تلوار ماری جائے تو بھی اس کو اس کا احساس نہ ہو۔

حضرت نے بھی دین کی خاطر تکالیف کا کچھ احساس نہ کیا اور ساری زندگی دین کی سربلندی میں صرف فرمائی۔

(۴) مقام وجد:

مشائخ فرماتے ہیں ''مواجید'' اوراد کا ثمرہ ہوتے ہیں جس کے جتنے وظائف بڑھتے جاتے ہیں اللہ تعالی کی طرف سے اس پر لطائف اور لذتوں کا اضافہ ہوتا جاتا ہے۔

حضرت خواجہؒ نے اس مقام کو خوب حاصل کیا اپنی روحانی زندگی کو کچھ اوراد سے شروع کیا آہستہ آہستہ ان میں اضافہ کرتے کرتے ان اوراد و لطائف کی مشغولیت اور برکات و توجہات خداوندی کے حصول میں وہ ترقی کی کہ مسلمانوں کیلئے ان کی ہستی نمونہ فکر وعمل بن گئی تھی۔

(۵) ذوق وشرب:

حضرت یحییٰ بن معاذ رازیؒ نے حضرت سیدی بایزید بسطامیؒ کو لکھا تھا

هاهنا من شرب من كاس المحبة لم يظمأبعده.

یہاں کچھ لوگ وہ بھی ہیں جنہوں نے محبت الٰہیہ کا ایک پیالہ نوش جان کیا ہے جس کے بعد ان کو کبھی پیاس ہی نہیں لگی (اس سے مراد خود ان کی اپنی ذات تھی)

تو حضرت بایزیدؒ نے جواب میں لکھا:

مجھے تمہاری ضعیف حالت پر تعجب ہے یہاں تو وہ ہیں جو کائنات کے سمندر پی کر بھی مزید کی طلب میں

منہ کھولے ہوئے ہیں۔

حضرت خواجہ کی بھی کچھ ایسی ہی حالت تھی غیب سے کاسات قرب سے سیراب ہوتے تھے اور مزید کی طلب کیلئے اللہ کی طرف متوجہ ہوتے تھے جیسا کہ ان کی مجلس میں خاموشی اور توجہ الی اللہ سے نظر آتا تھا۔

(۶) ستر وتجلی:

عوام ستر کے پردہ میں ہوتے ہیں اور خواص دوام تجلی میں۔

حدیث شریف میں وارد ہے:

ان اللہ اذا تجلی لشیء خشع لہ.

جب اللہ تعالیٰ کسی چیز پر تجلی ڈالتے ہیں تو وہ اس کے سامنے جھک جاتی اور خشوع کا اظہار کرتی ہے۔

یہ ستر عوام کیلئے عقوبت ہے اور خواص کیلئے رحمت ہے۔

حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی خشوع وخضوع میں شاید دوام تجلی میں رہتے تھے۔ اور دوسری طرف بہت کم توجہ فرماتے تھے۔

(۷) محاضرہ، مکاشفہ، مشاہدہ:

شروع ولایت میں اللہ والے کو مقام محاضرہ حاصل ہوتا ہے پھر مقام مکاشہ پھر مقام مشاہدہ اور صاحب مکاشفہ کو انہی صفات میں بسط حاصل ہوتا ہے اور صاحب مشاہدہ کی یہ حالت ہوتی ہے جو حضرت ابوالحسین نوریؒ نے بیان فرمائی ہے کہ جب صبح طلوع ہو جاتی ہے تو چراغ کی ضرورت نہیں رہتی۔

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں اس کی ذات فنا ہو جاتی ہے اور حق کا وجود باقی رہتا ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت خواجہ خواجگانؒ کو محاضرہ اور مکاشفہ سے ترقی دیکر مقام مشاہدہ پر فائز کیا تھا اس وجہ سے وہ ہر وقت کسی نہ کسی خاص توجہ میں رہتے تھے۔

(۸) قرب وبعد:

حدیث قدسی میں ہے:

ما تقرب الی المتقربون بمثل اداء ما افترضتہ علیھم ولا یزال العبد یتقرب الیّ بالنوافل حتی یحبنی واحبہ واذا احببتہ کنت لہ سمعا وبصرا فبی یبصروبی یسمع .

(صحیح بخاری رقاق::۳۸، مسند احمد ۲۵۶/۶)

(ترجمہ) میرے قرب میں آنے والے سب سے زیادہ قرب میں اس وقت آتے ہیں جب وہ اس

فرض کو ادا کرتے ہیں جو میں نے ان پر فرض قرار دیا ہے آدمی نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ وہ مجھ سے محبت کرنے لگتا ہے اور میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں پھر جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کا کان اور آنکھ بن جاتا ہوں تو وہ مجھ سے دیکھتا ہے اور مجھے سے سنتا ہے۔

حضرت خواجہ خواجگان اسی حدیث کے پورے پورے مصداق تھے۔فرائض ونوافل کے اہتمام سے وہ اللہ تعالیٰ کے مقرب خاص بن گئے تھے۔

اکابر نے لکھا ہے کہ

آدمی کو اللہ تعالیٰ کا قرب اس وقت حاصل ہوتا ہے جب وہ مخلوق سے بعد اختیار کرے۔

حضرت کی بھی یہی صفت تھی وہ بھی مخلوق سے بعد کو پسند کرتے تھے اگر کوئی ان سے تعلق تھا تو صرف خدا کے حق کی خاطر تھا اور نہ وہ خلوت در انجمن کا مصداق تھے۔

(۹)نَفَس :

نَفَس کا معنی ہے غیوب کے لطائف کے دلوں کو راحت پہنچانا، صاحب انفاس صاحب احوال سے زیادہ بلند اور زیادہ صاف مقام پر ہوتا ہے۔

احوال وسائط کا نام ہے اور انفاس نہایت ترقی کا نام ہے

اولیاء کا ارشاد ہے کہ عبارات میں افضل یہ ہے کہ اپنے انفاس کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ گذارا جائے۔

حضرت خواجہ صاحبؒ کے ظاہری حالات کو دیکھنے سے اندازہ ہوتا تھا کہ آپ کے انفاس کی بھی یہی کیفیت ہے۔

(۱۰)علم الیقین ،عین الیقین ،حق الیقین :

یہ تینوں علوم جلیہ کے نام ہیں:

علم الیقین شرط برہان کے ساتھ خاص ہے اور عین الیقین حکم بیان کے ساتھ اور حق الیقین نعت عیان یعنی آنکھوں سے مشاہدہ کے ساتھ۔

پس علم الیقین ارباب عقول کیلئے ہے،عین الیقین اصحاب علوم کیلئے ہے اور حق الیقین اصحاب معارف کیلئے ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت خواجہ قدس سرہٗ کو بالترتیب ان تینوں مراتب پر فائز فرمایا تھا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا.

جو ہماری تلاش میں محنت کرتا ہے ہم اس کو اپنے مختلف راستوں کے ساتھ اپنے تک لے جاتے ہیں۔
جو شخص شروع وقت میں محنت نہیں کرتا وہ طریقہ ولایت کی بو جھ نہیں سونگھ سکتا۔
جو شخص اپنے ظاہر کو مجاہدے کے ساتھ مزین کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے مخفی حالات میں مشاہدہ کے ساتھ حسن بخشتا ہے۔

حضرت ابراہیم ابن ادہم کا فرمان ہے آدمی صالحین کے درجے تک نہیں پہنچتا جب تک کہ وہ چھ وادیاں عبور نہ کرلے۔

(۱) نعمت کا دروازہ بند کردے اور تکلیف کا کھول دے۔
(۲) عزت کا دروازہ بند کردے اور ذلت کا کھول دے۔
(۳) راحت کا دروازہ بند کردے اور مشقت کا کھول دے۔
(۴) سونے کا دروازہ بند کردے اور جاگنے کا کھول دے۔
(۵) غنا کا دروازہ بند کردے اور فقر کا کھول دے۔
(٦) آرزو کا دروازہ بند کردے اور موت کی تیاری کا کھول دے۔

حضرت خواجہ خواجگان کے شروع کے حالات جو ہمارے علم میں آئے ہیں وہ بھی نہایت محنت اور مشقت کے تھے۔آپ نے بھی اپنے لئے مجاہدے کا یہی دروازہ کھولا تو اللہ نے ان کے لئے ولایت خاص کے دروازے کھول دیئے۔

(۱۱) تقویٰ:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللهِ اَتْقَاكُمْ.

اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا تم میں زیادہ تقویٰ اختیار کرنے والا ہے۔

اس آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ کی فرمانبرداری کرے جائے ایسی فرمانبرداری کہ پھر اس کی نافرمانی نہ کرے اور ایسا یاد کرے کہ کبھی نہ بھولے اور اس طرح شکر کرے کہ کبھی ناشکری نہ کرے۔

حضرت خواجہ خواجگانؒ کی یہی کیفیت اور یہی حالات تھے اور تقریباً ساری زندگی اسی طرح گزاری

ہے۔

جوتقویٰ کولازم کرلیتا ہے وہ دنیا سے مفارقت کا شوق رکھتا ہے کیونکہ اللہ تعالی کا فرمان ہے۔ **وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَیْرٌ لِّلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ.**

حضرت کو دیکھنے سے بھی یہی اندازہ ہوتا تھا کہ حضرت آخرت کے شوق میں دنیا سے جدا ہونے کے لئے ہروقت تیار ہیں۔

(۱۲) ورع اور پرہیزگاری:

حدیث: حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے:

من حسن اسلام المرء ترکه مالا یعنیه. (ترمذی کتاب الزہد حدیث نمبر ۱۱)

ترجمہ: مسلمان کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ لایعنی باتوں اور کاموں کو چھوڑ دے۔

حضرت کی بھی ہمیشہ یہی صفت دیکھی کہ آپ لایعنی باتوں اور کاموں سے مکمل اجتناب فرماتے تھے۔

(۱۳) زُہد:

حدیث شریف میں ہے:

اذا رأیتم الرجل قداوتی زهدًا فی الدنیا ومنطقا فاقتربوا منه فانه یلقن الحکمة. (ابن ماجہ)

ترجمہ: جب تم کسی آدمی کو دیکھو جس کو دنیا میں زہد (دنیا سے کنارہ کشی) اور دین کے صحیح بول بولنے عطاء کئے گئے تو اس کی صحبت میں بیٹھا کرو کیونکہ اس کو حکمت کی تلقین کی گئی ہے۔

آپ کی صفت بھی یہی تھی اس زہد اور منطق کی برکت سے آپ کی زبان سے حکمت کی تلقین ہی جاری ہوتی تھی۔

(۱۴) خاموشی:

قرآن پاک میں ارشاد ہے:

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ. (اعراف: ۲۰۴)

اس آیت سے بارگاہ خداوندی میں حضوری کا ایک ادب خاموشی ثابت ہوتا ہے اور یہ ایک خاص صفت ہے جب سلطان کی ہیبت بندے پر طاری ہوتی ہے تو وہ سکوت اختیار کرتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے: **وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا.** (طہٰ: ۱۰۸)

ہم نے بھی حضرت خواجہ خواجگان کو اسی صفت سے موصوف دیکھا کہ بلاضرورت شرعی اور بلاضرورت دینی آپ خاموشی کی صفت کو اختیار فرماتے تھے۔

(۱۵) خوف:

ارشاد باری تعالی ہے:

وَخَافُونِ اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ. (ال عمران:۱۷۵)

اور مجھ سے ڈرو اگر تم مؤمن ہو۔

خدا سے ڈرنا ایمان کی شرط ہے۔

اور ایک جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَيَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا. (سجدہ:۱۶)

وہ اپنے رب کو خوف اور طمع کی حالتوں میں پکارتے ہیں اور اس سے مانگتے ہیں۔

چنانچہ حضرت کی ہر ہر ادا میں خدا کا خوف نظر آتا تھا اور آپ خوف اور طمع کی دونوں صفتوں سے موصوف تھے۔

(۱۶) حزن وملال:

حدیث پاک میں وارد ہے: **ان اللہ یحب کل قلب حزین.** اللہ تعالی ہر غمگین دل سے محبت کرتا ہے۔

آپ میں یہ صفت بھی بکثرت دیکھی گئی ہے کہ طبیعت میں ملال اور حزن آجاتا تھا۔

حضرت خواجہ خواجگان کو اللہ تعالی نے بہت سی روحانی خصوصیات اور ولایت کے اوصاف عطا فرمائے تھے۔ جن کا ذکر دشوار ہے۔ چند ایک اوصاف کو ہم نے یہاں ذکر کیا ہے استقصاء مقصود نہیں ہے۔

خلاصہ یہ کہ رئیس طبقہ اولیاء فی زمانہٖ حضرت مولانا خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ولایت کے ان اعلیٰ مقامات پر فائز تھے جو اللہ تعالی نے ان کو ان کے مجاہدات قلبیہ وروحانیہ وبدنیہ کے واسطہ سے اور بہت سے مقامات اپنی عنایت خاصہ کے ساتھ عطاء فرمائے تھے۔

محدث اشبیلیہ حضرت عبدالحق ؒ کا یہ شعر حضرت کی زندگی کا پورا مصداق ہے ۔

إن نطقوا فتلاوات و أذكار　　　　إن سكتوا فعبارات وأفكار

از قلم: محمد امداد اللہ انور

مدرس: جامعہ قاسم العلوم، کچہری روڈ ملتان......0300-6351350

مولانا رب نواز، بہاولپوری

اُولٰئک آبائی فجئنی بمثلھم

بندہ کو شیخ المشائخ سیدنا ومخدومنا حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب نور اللہ مرقدہ کی زیارت کا شرف کئی مرتبہ حاصل ہوا لیکن ان کی نجی مجلس میں بیٹھ کر فیض یاب ہونے کا موقع نصیب نہیں ہوا۔ البتہ انہیں قریب سے دیکھنے اور بلا واسطہ ان سے فیض یاب ہونے والے لوگوں کی زبان وتحریر سے بہت کچھ معلوم ہوا اور ان کی بعض خوبیاں تواتر کی حد تک مشہور ہیں مثلاً۔

عالم باعمل، عارف باللہ، متبع سنت، پروانہ ختم نبوت، کم گو، تارک دنیا، متواضع، اصاغر نواز، ہر طبقہ میں مقبول، محبوب العلماء والصلحاء اور ولی کامل ہونا وغیرہ۔ ان کی ان جیسی خوبیوں کو دیکھ کر جہاں رشک آتا ہے وہاں دل کو انتہائی خوشی بھی حاصل ہوتی ہے کہ ان جیسی شخصیت اہل سنت، احناف دیوبند کے حصہ میں آئی۔ **الحمد للہ علی ذلک حمد اکثیرا** . کہا جاتا ہے کی حنبلی مذہب کیلئے انتہائی فخر کی بات ہے کہ اس میں شیخ عبدالقادر جیلانی حنبلی رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ پیدا ہوئے، میں کہتا ہوں کہ حنبلی مسلک میں ان کا وجود اگر قابل فخر ہے اور یقیناً قابل فخر ہے تو دیوبندیو! تمہیں مبارک ہو کہ تمہاری جماعت میں حضرت خواجہ صاحب جیسی قابل فخر شخصیات پیدا ہوئی ہیں۔ اہل سنت کا مخالف گروہ جس طرح شیخ جیلانی حنبلی جیسی شخصیت نہیں رکھتا اسی طرح خواجہ صاحب جیسی شخصیت بھی پیش کرنے سے عاجز ہے۔ الحمد للہ۔ ہم بجا طور پر اپنے مخالف سے کہہ سکتے ہیں۔ **اُولٰئک آبائی فجئنی بمثلھم**

عربی زبان کا مشہور مقولہ ہے ''تعرف الاشیاء باضدادھا'' چیزوں کی معرفت ان کی ضدوں کے سبب ہوتی ہے۔......اس مقولہ میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ بالکل درست اور حق ہے جب تک شئ کی ضد سامنے نہ آئے اس (شئ) کی صحیح معرفت وقدر نہیں ہوسکتی، مثلاً خزاں نہ ہوتو بہار کی رونقیں معلوم کیسے ہوں؟...... بیماری نہ ہوتو صحت کی قدر کون جانے؟......فساد نہ ہوتو امن وسلامتی کی کیا اہمیت؟......شرارت نہ ہوتو شرافت کا امتیاز کیونکر ہو؟......گرمی وتپش نہ ہوتو بادِ صبا کے ٹھنڈے جھونکوں کی تمنا کون کرے؟......قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ نے کیا خوب کہا ہے کہ

''اگر جہل علم سے نہ ٹکرائے تو علم کے مخفی گوشے واشگاف نہیں ہوسکتے......اگر کذب صدق سے ٹکر

نہ کھائے تو صدق کی مخفی قوت نمایاں نہیں ہوسکتی......اگر کفر اسلام سے نہ ٹکرائے تو اسلام کے مخفی گوشے دنیا کو اپنا نور نہ دکھلا سکتے......بہرحال جب تک اضداد اپنے اصول سے نہ بھڑیں اصول کا وجود وثبوت نمایاں نہیں ہوسکتا (تقریظ احسن الکلام صفحہ 14)

اس اصول کے پیش نظر جب ہم فریق مخالف کا تقابل حضرت خواجہ صاحب سے کرتے ہیں تو فریق مخالف محض ہیچ نظر آتا ہے اور خواجہ صاحب کی قدرومنزلت اور بھی نمایاں وممتاز معلوم ہوتی ہے۔ ذیل میں ان کی زندگی کے چند حسین گوشے اور فریق مخالف کا تقابل ملاحظ فرمائیں!

اتباع سنت :

ہمارے استاذ محترم حضرت مولانا کمال الدین صاحب المستر شد [سابق استاذ حدیث: جامعہ اسلامیہ کلفٹن کراچی] حضرت خواجہ صاحب کے مرید تھے، ایک مرتبہ انہوں نے فرمایا کہ ایک صاحب نے ضیافت کی جس میں حضرت خواجہ صاحب مدعو تھے اور مجھے بھی دعوت دی گئی میں نے سوچا کہ میں ضیافت میں نہ جاؤں کیونکہ عموماً خواجہ صاحب کو دیکھا گیا ہے کہ وہ مجلس میں آلتی پالتی مار کر بیٹھتے ہیں، جبکہ اسی حالت میں بیٹھ کر کھانا کھانا خلاف سنت ہے، اگر میں نے انہیں اس حالت میں کھانا کھاتے دیکھ لیا تو ان کے متبع سنت ہونے کی جو عقیدت میرے دل میں ہے وہ نکل جائے گی اور شیخ کی عقیدت دل سے نکل جائے تو بیعت کا کوئی خاطرہ خواہ فائدہ نہیں ہوتا اسی لئے میں نے ضیافت پر نہ جانے کا عزم کرلیا، مگر صاحبِ ضیافت نے بہت زیادہ اصرار کیا تو مجھے چارو ناچار جانا پڑا، جب وہاں کھانا کھانے کیلئے دسترخواں کے پاس بیٹھنے لگے تو خواجہ صاحب آلتی پالتی نہ بیٹھے بلکہ اس طریقہ سے بیٹھ کر کھانا کھایا جو سنت سے ثابت ہے (یعنی ایک گھٹنہ کھڑا کرکے اور دوسرا لٹا کر کھانا کھایا) مجھے یہ منظر دیکھ کر خوشی ہوئی کہ ضعف اور بڑھاپے کا تقاضا تو یہ تھا کہ وہ سہل طریقہ سے آلتی پالتی بیٹھتے، مگر انہوں نے اس وقت بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو زندہ کیا۔

لیکن:

اس کے برعکس فریق مخالف، حدیث وسنت پر عمل کے دعوے دار غیر مقلدین کو دیکھیں کہ ان کا سنت نبوی سے کیا سلوک ہے؟

عبدالتواب ملتانی غیر مقلد لکھتے ہیں:

''مسواک کل مرسلین علیٰ نبینا وعلیھم السلام اور خاص کر سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مؤکدہ سے ہے اور فطرتی خصال سے ہے اور اس میں ستھرائی ہے، افسوس ہے کہ اہل حدیث باوجود مدعی ہونے کی اس نعمت عظمٰی سے اکثر محروم ہیں (حاشیہ بلوغ المرام ص ۵۴)

محمد رفیق اثری صاحب غیر مقلد آف جلا پور پیر والا، حافظ سعید غیر مقلد کی جہادی تنظیم پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''یہ ہماری ہی تنظیم ہے جس نے استیصال تعلیم کتاب وسنت اور نتیجۃً فروغِ جہالت کو اپنے جہاد کا ایک مقصد بنایا ہے (محدث جلالپوری ص ۱۱۸)

تواضع وانکساری:

اہل تصوف کا کام تزکیۂ نفس ہے، یعنی تکبر وبڑائی اور حب جاہ وغیرہ کو دل سے نکالنا، حضرت خواجہ صاحب تو تصوف میں امام وقت تھے نہ صرف یہ کہ ان کا دل رذائل سے پاک تھا بلکہ وہ تو دوسروں کے دلوں کو بھی تکبر وبڑائی وغیرہ سے پاک کر کے عاجزی وتواضع سے بھر دینے والے تھے، اثر جون پوری نے اپنے شعر میں ان کی تواضع کو بیان کرتے ہوئے انہیں کبر ونخوت سے ناواقف قرار دیا ان کا شعر یہ ہے ؎

بغض وعداوت کبر ونخوت سے تھے یکسر ناواقف

پیکر خلق وعشق ومحبت حضرت خواجہ خان محمد

ان کی تواضع وانکساری میں اہل سنت کے کسی بھی فرد کو کلام نہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

لیکن:

اس کے برعکس عمل بالحدیث کے دعویدار غیر مقلدین کے بڑے بڑے سپوت ان کی جماعت میں وکیل الحدیث اور امت محمدیہ کا ہیرو قرار دیئے جانے والے بزرگ بھی تواضع سے خالی، تکبر وغرور سے بھرے ہوئے، انا ولا غیری، کا زبان حال سے نعرہ بلند کرنیوالے تھے۔

ثناء اللہ امرتسری صاحب غیر مقلد، وکیل اہلحدیث محمد حسین بٹالوی کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

''وہ انا ولا غیری کی طرح ساری قوم کے مستقل قائم مقام بننے کے دعویدار ہیں۔'' (اخبار اہل حدیث، امرتسر ۱۰ ذیقعدہ ۱۳۳۴ھ) مذکورہ عبارت کا عکس دیکھنے کیلئے مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی کی کتاب تاریخ ختم نبوت صفحہ ۴۰۵ ملاحظہ فرمائیں۔

امرتسری صاحب نے اگرچہ بٹالوی صاحب کو ''انا ولا غیری'' کا طعنہ دیا لیکن خود تکبر وبڑائی میں ان سے بڑھے ہوئے تھے، چنانچہ غیر مقلدین کی کتاب ''فتنہ ثنائیہ'' میں لکھا ہے کہ:

''مولوی ثناء اللہ صاحب ہمیشہ تعلّی اور استکبار سے کام لینے کے عادی ہیں اس لیے آج تک حق کو قبول نہیں کر سکے آپ نے اسی تعلّی اور استکبار کی وجہ سے اخبار اہلحدیث میں اپنی انانیت کا اس طرح اظہار کیا

کہ موتمر میں سوائے آپ کے اہلحدیث کے باقی نمائندے ناکارہ وجاہل تھے اور حق نمائندگی کے ادا کرنے کے ناقابل اورنااہل تھے۔'' (فتنہ ثنائیہ صفحہ 31 مشمولہ رسائل اہلحدیث جلد اول)

امرتسری صاحب مذکورہ کو غیر مقلدین نے امت محمدیہ کا ہیرو قرار دیا ہے (تحفہ حنیفہ صفحہ ۳۷۶)

استاذ کا ادب:

حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ حضرت خواجہ صاحب کے استاد تھے،ان کا اپنے استاد سے ادب واحترام کا کیا سلوک تھا وہ آپ مولانا ازہر صاحب دام ظلہ [مدیر ماہنامہ الخیر ملتان] کی زبانی سنیں ازہر صاحب لکھتے ہیں:

''۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت کے دوران حضرت بنوری رحمہ اللہ فیصل آباد حضرت مفتی زین العابدین رحمہ اللہ کے ہاں تشرف لے گئے،حضرت علامہ بنوری نے اٹھ کر آپ کا استقبال فرمایا،اس مجلس میں خواجہ صاحب حضرت بنوری کے سامنے دوزانو ہوکر بیٹھے رہے،حضرت بنوری فرمایا آپ ایسے نہ بیٹھیں لیکن حضرت خواجہ صاحب اختتام مجلس تک اسی مودبانہ ہیت پر رہے،مجلس برخاست ہوئی تو حضرت خواجہ نے حضرت علامہ بنوری کے جوتے اٹھا کر ان کے سامنے رکھے۔اور حضرت خواجہ صاحب حضرت بنوری سے استاذ کی حیثیت سے تاحیات انتہائی ادب واحترام سے پیش آتے رہے۔''

لیکن :

فریق مخالف عمل بالحدیث کے دعوے دار غیر مقلدین کا اپنے اساتذہ سے جو سلوک ہے وہ ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

غیر مقلدین کے مقبول ترین مصنف حکیم صادق سیالکوٹی ہیں جن کی کتاب صلوۃ الرسول ہے جو غیر مقلدین کے بقول ہر متبع سنت کے گھر پڑھی جاتی ہے (القول المقبول صفحہ ۱۰) یہ بزرگ اپنے استاذ محترم میر محمد ابراہیم سیالکوٹی غیر مقلد کو خطاب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اے حضرت!اگر میں آپ کی رومانی داستانوں کی ہزاروں میل لمبی فلم شہر کے لوگوں کو دکھادوں تو سارا شہر لیلائے امارت کے عشق میں دیوانہ ہوجائے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گدی کے جانشین کی زیارت کرنے پنجاب دوڑ آئے،جس شخص کی زندگی کا پس منظر اتنا تاریک اور بھیانک ہواسے چاہیے کہ منہ چھپا کر گوشۂ مسجد میں خاموشی سے زندگی گزارتا اور رورو کر تلافی مافات کرتا لیکن حضور اسی (80) سال کی عمر میں نئی جوانی چڑھے ہیں (مدعی امارت سے شرعی استفتاء صفحہ ۲۷)

ماشاء اللہ! یہ ہے ایک غیر مقلد شاگرد کا اپنے استادِ خاص سے انداز تخاطب! ہر ہر لفظ سے غیر مقلدیت مترشح ہورہی ہے اور ہر ہر حرف دریدہ دہنی اور بدزبانی کا غماز وآئینہ دار ہے۔ (تجلیات صفدر جلد 3 صفحہ ۶۲۶ طبع ملتان)

وکیل اہلحدیث محمد حسین بٹالوی اپنے شاگرد ثناء اللہ امرتسری صاحب کی گستاخی بیان کرتے ہوئے ان سے مخاطب ہوکر لکھتے ہیں:

''اہانت اور ہنسی اپنے روحانی باپ (استاد) سے کرنا کسی شریف النسب اور نجیب الطرفین آدمی کا کام نہیں۔'' (اشاعۃ السنہ جلد ۲۳ صفحہ ۳۰۰)

آگے لکھتے ہیں:

''وہ (ثناء اللہ) خاکسار کے حق میں دشنام دہی اور سخت کلامی بھی کرنے لگ گیا ہے اور لفظ گدھا ورقاص وغیرہ استعمال میں لایا ہے (اشاعۃ السنۃ جلد ۲۳ ص ۳۶۸)

استاذ کے ادب کے حوالے سے ایک موازنہ تو ہم نے ذکر کردیا ہے اور ایک موازنہ غیر مقلدین کے مشہور مورخ محمد اسحاق بھٹی صاحب نے تحریر کیا ہے جس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ استادوں کی بے ادبی کرنے والے صرف حکیم صاحب اور امرتسری صاحب ہی نہیں بلکہ ان کا ہر فرد اس معاملہ میں دوسرے سے بڑھا ہوا ہے ملاحظ فرمائیں!

بھٹی صاحب لکھتے ہیں:

''یہ علمائے احناف کی خصوصیت ہے کہ وہ اپنے بڑوں اور بزرگوں کے حضور مؤدب ہوکر بیٹھتے ہیں اور خاموشی سے کامل احترام کے ساتھ نظر نیچی کرکے ان کی بات سنتے ہیں اور حضرت حضرت کہتے ہوئے ان کی زبان خشک ہوجاتی ہے، پھر بھی وہ سمجھتے ہیں کہ احترام کے تقاضے پورے نہیں ہوئے۔ان کے مقابلے میں جماعت اہلحدیث کے علماء عظام کو لیجئے! یہاں پر ہر شخص مقام اجتہاد پر فائز ہے اور ہر چھوٹا بڑے کے مقابلے میں تلوار لیے کھڑا ہے، زبان سے بھی للکار رہا ہے اور قلم سے بھی فرمان شاہی جاری کر رکھا ہے کہ ''چل میرے خامہ! بسم اللہ'' اس گستاخی کا نام ہم نے کلمہ حق رکھا ہے۔جن بزرگوں سے فیض حاصل کیا اور جن کی توجہ سے کچھ پڑھنے لکھنے کے قابل ہوئے انہی کی مخالفت کو اپنا فرض ٹھہرالیا ہے۔ (نقوش عظمت رفتہ صفحہ ۳۵۴)

علماء میں مقبولیت:

اللہ کے ہاں کون محبوب ومکرم ہے؟ اس کی حقیقت تو آخرت میں کھلے گی ،مگر دنیا میں اس کی علامت یہ بتائی جاتی ہے کہ جو شخص عنداللہ محترم ومقبول ہوتا ہے، علمائے حق اس سے محبت رکھتے ہیں، اس کے برعکس جو انسان اللہ کے نزدیک مبغوض ہو، عموما ایسے ہوتا ہے کہ دنیا میں علمائے حق ان سے متنفر ہوجاتے

ہیں۔اس اصول کے پیش نظر جب ہم خواجہ صاحب کو دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ علمائے حق کے درمیان غیر متنازع شخصیت تھے، علماء کرام سینکڑوں ان کے مرید اور ہزاروں ان کے معتقد تھے جو ان کی زیارت کو غنیمت اور ان کے ہاں حاضری دینے کو سعادت سمجھتے تھے، عوام الناس اور صلحاء کرام میں سے لاکھوں انسان ان سے محبت رکھنے والے تھے اور اب بھی ہیں ان سے الحمدللہ بندہ کو بھی محبت اور عقیدت ہے۔

احب الصالحین و لست منهم

لعل الله یرزقنی صلاحا

لیکن :

اس کے برخلاف تصویر کا دوسرا رُخ بھی ملاحظہ فرمائیں، غیر مقلدین کو نہ صرف یہ کہ علمائے حق میں مقبولیت حاصل نہیں بلکہ انہیں اپنے علماء کرام میں بھی پذیرائی حاصل نہیں شواہد ملاحظہ فرمائیں!

1- غیر مقلدین کے عظیم مولوی ابو محمد عبداللہ لائل پوری اپنی ہی جماعت کے مجتہد حافظ عبداللہ روپڑی کے عقیدہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''واقعی ایسا مولوی ملحد ہے، ایسے مولوی کی بات کا اعتبار بالکل نہیں، اس سے بائیکاٹ کرنا ضروریات دین سے ہے، ورنہ ایمان میں خلل ہے۔'' (مظالم روپڑی صفحہ ۵۰ مشمولہ رسائل اہلحدیث جلد اول)

2- غیر مقلدین کے مشہور عالم مولانا محمد دہلوی صاحب، جماعت غرباء اہلحدیث کے امام عبدالستار دہلوی کے متعلق لکھتے ہیں:

''عبدالستار دہلوی اپنے کفر میں مکے کے کافروں سے بھی بڑھا ہوا ہے۔''

(اخبار محمدی صفحہ ۱۳۔ ۱۵ نومبر ۱۹۳۹ء بحوالہ تجلیات صفدر جلد ۳ صفحہ ۶۲۶)

3- عبدالعزیز رحیم آبادی غیر مقلد، وکیل اہلحدیث محمد حسین بٹالوی کے متعلق لکھتے ہیں:

''اس کا رہبر شیطان ہونا عیاں ہے، اسی رہبر نے بٹالوی کو مرزا قادیانی کا مداح بنایا اور یہی حضرت، قادیانی کے فروغ کا ذریعہ ہوئے، اسی لیڈر نے ان سے اہل حق کے خلاف لکھوایا۔''

(اخبار اہلحدیث امرتسر 30 اپریل ۱۹۱۵ء ضمیمہ ص ۱-۴)

اس کا عکس تاریخ ختم نبوۃ صفحہ ۱۰۴ پر دیکھا جا سکتا ہے۔

4- عبداللہ روپڑی صاحب غیر مقلد اپنی جماعت اہلحدیث کے شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری کے متعلق فرماتے ہیں:

''ہماری کوئی ذاتی عداوت نہیں بلکہ محض دینی خدمت مقصود ہے، صرف اغلاط کی وجہ سے ہم ان کو

جہنمی، معتزلی، ملحد، خبیث جانتے ہیں۔'' (مظالم روپڑی ص ۵)

ہم نے اختصار کے پیش نظر صرف چار حوالے دیئے ہیں ورنہ یہ داستان بہت طویل بھی ہے اور عبرت ناک بھی جسے ہم کسی اور موقع و وقت ذکر کریں گے ان شاء اللہ۔

نماز کا شغف:

نماز اللہ تعالی کے قریب کرنے کا بہت بڑا ذریعہ ہے، صوفیاء کرام میں چونکہ قربت الی اللہ کی منازل طے کرانے کا اہتمام ہوتا ہے اس لیے یہ حضرات فرض نماز کے علاوہ نوافل کثرت سے پڑھا کرتے ہیں۔ حضرت خواجہ صاحب بھی اس عبادت سے بڑا شغف رکھتے تھے، اس حوالہ سے قابل تقلید مثال ان کی یہ ہے کہ ان کی خانقاہ میں نمازِ تراویح سحری کے وقت تک جاری رہتی اور سحر تک تراویح میں مشغول رہنا حدیث سے بھی ثابت ہے۔

یعنی تراویح کے اس عمل میں جہاں حدیث کی اتباع و پیروی ہے وہاں حضرت خواجہ صاحب کے شب بیدار اور نماز سے شغف رکھنے کی زندہ مثال بھی ہے۔ ماشاء اللہ انہوں نے اس پندرہویں صدی میں دورِ نبی کی یاد کو تازہ کر دیا ہے۔

لیکن:

اس کے برعکس عمل بالحدیث کے دعویدار غیر مقلدین کو جو نماز سے شغف ہے وہ بھی ملاحظہ فرمائیں!

غیر مقلدین کے مشہور مصنف محمد اسحاق بھٹی اپنے غیر مقلد علماء کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''گوناگوں مصروفیتوں کی بناء پر ان بچاروں کے لیے نماز پڑھنا مشکل ہے، یہ تو ان کی بہت بڑی قربانی ہے کہ کسی نہ کسی طرح اپنی بے پناہ مصروفیات سے تھوڑا سا وقت نکال کر دو چار رکعت نماز پڑھ لیتے ہیں اور نماز میں ہی ان کو کھرکنے اور جسم پہ ہاتھ پھیرنے کو وقت ملتا ہے اور یاد آتا ہے کہ ''کھرک فی الصلوۃ'' بھی ایک مسئلہ ہے جس پر عمل ہونا چاہیے۔'' (نقوش عظمت رفتہ صفحہ ۲۴)

عبدالجبار سلفی خطیب مرکزی جامع اہلحدیث ''حویلی لکھا'' لکھتے ہیں:

''اہلحدیث کی اکثر مساجد میں دیکھا گیا ہے کہ ایک ہی نماز کی متعدد جماعتیں قائم ہوتی ہیں اور جماعت کرانے والوں کی اکثریت ان لوگوں پر مشتمل ہوتی ہے جو اپنے ذاتی مشغل کو دعوت الی اللہ (اذان) سے مقدم جانتے ہیں اور کبھی ٹی وی، ڈرامے، میچ پر نظریں جمائے رکھتے ہیں اور کبھی انہیں دوستوں کی محفل سے نماز کی خاطر اٹھنا گراں معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ سوچ کر کہ خیر ہے دوسری یا تیسری جماعت کرالیں گے،

پہلی یعنی حقیقی جماعت میں شمولیت سے محروم رہتے ہیں۔''

(ہفت روزہ الاعتصام لاہور 20 اکتوبر 1995ء)

اس کا عکس مولانا نعیم الدین صاحب کی کتاب ''جماعت ثانیہ کا حکم'' کے آخر میں دیکھا جا سکتا ہے۔

غیر مقلدین کے شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری صاحب کا فتوی ہے کہ فٹ بال کھیلنے کے لیے عصر کی نماز ظہر کے وقت میں ادا کر سکتے ہیں۔ (فتاوٰی ثنائیہ جلد 1 صفحہ ۶۳۱)

محمد اسحاق بھٹی غیر مقلد کا ایک اور انکشاف ملاحظہ فرمائیں! لکھتے ہیں:

''اہلحدیث حضرات میں ایک عجیب وغریب بات دیکھنے میں آئی ہے کہ نماز شروع کرتے ہی ان کے جسم پر کھجلی ہونے لگتی ہے، اُدھر نماز کی نیت باندھی اور اِدھر کھجلانا شروع کر دیا، کبھی سر میں ہاتھ پھیرا، کبھی داڑھی میں، کبھی بغلوں میں، کبھی کان میں، کبھی ناک میں، کبھی کہیں یہ ''کھرک فی الصلوۃ'' کا مسئلہ معلوم نہیں ان کو حدیث کی کس کتاب سے ملا ہے؟ نمازیں جمع کرنے کے بھی اہلحدیث حضرات بہت ہی شائق ہیں، ان کی کسی میٹنگ میں جا کر دیکھئے ظہر کی نماز پڑھی اور ساتھ ہی عصر لپیٹ دی۔''

(ماہنامہ الرشید لاہور صفحہ ۳۲۔ اگست 2001ء بحوالہ تاریخ ختم نبوت صفحہ ۳۶۲)

ولایت:

امت محمدیہ کا اکثر حصہ اہل سنت مقلدین کا ہے۔ غیر مقلدین نے چودہ صدیوں کے ان اربوں انسانوں کو، تقلید کو شرک قرار دے کر مشرک کہہ دیا۔ علمائے اہل سنت نے انہیں تقلید کا شرک نہ ہونا کئی طرح سے سمجھایا، ان میں سے ایک پہلو یہ بھی ہے کہ امت میں بہت سی شخصیات ایسی گزری ہیں جن کے ولی اور مقلد ہونے پر فریقین کا اتفاق ہے یعنی وہ لوگ مقلد ہو کر بھی ولی تھے مثلاً غیر مقلدین کے امام العصر میر محمد ابراہیم سیالکوٹی صاحب لکھتے ہیں:

''امام عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ مصر کے اولیاء اللہ سے تھے......آپ شافعی تھے، لیکن بہت متأدب تھے۔ آپ کثیر التصانیف ہیں۔ رحمۃ اللہ۔'' (تاریخ اہلحدیث صفحہ ۱۴۲)

میر صاحب ایک اور جگہ ان کے متعلق لکھتے ہیں:

''آپ دسویں صدی کے مصری مشائخ طریقت میں سے ہیں، شافعی المذہب تھے، شریعت و طریقت ہر دو کے جامع تھے، صاحب کرامت تھے، ائمۂ دین اور بزرگوں کا ادب ملحوظ رکھتے تھے، بالخصوص امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بہت ادب کرتے تھے۔ ان کے حق میں بے ادبی کرنے والے کو بہت برا جانتے تھے بلکہ اگر ایسے گستاخوں پر کوئی بلا نازل ہو تو ان کی عیادت بھی نہیں کرتے تھے۔''

(تاریخ اہلحدیث صفحہ ۴۳۷)

میر صاحب نے مذکورہ عبارت میں تسلیم کیا ہے کہ امام شعرانی، صاحبِ کرامت ولی بھی تھے اور مقلد بھی......اولیاء کرام کے حنفی، حنبلی وغیرہ مقلد ہونے کی مزید بحث بندہ کی زیرِ ترتیب کتاب ''تقلید پر بعض اعتراضات کا جائزہ'' میں بیان ہوگی۔ان شاء اللہ۔

بہر حال! میر صاحب کا مقلد کو صاحبِ کرامت ولی تسلیم کرنا دلیل ہے کہ تقلید شرک نہیں، اگر تقلید شرک ہوتی تو امام شعرانی جیسے کئی حضرات تقلید اختیار کر کے ولی نہ کہلاتے، کیونکہ مشرک اللہ کا ولی نہیں ہوسکتا۔

دور حاضر میں دنیا نے دیکھا کہ حضرت خواجہ صاحب حنفی المذہب مقلد بھی تھے اور ولی بھی، کئی علماء کرام نے ان کے ولی ہونے کو بیان کیا ہے، بعض نے تو عنوان ہی یہی اختیار کیا ہے مثلاً مولانا محمد اسلم شیخو پوری دام ظلہ نے ''اللہ کے ولی'' اور مولانا سید عدنان کا کاخیل حفظہ اللہ نے ''سلطان الاولیاء'' کے عنوان سے حضرت خواجہ صاحب کے متعلق مضمون لکھے ہیں جو ہفتہ روزہ ''ضربِ مومن'' میں شائع ہوئے۔حضرت کا ولی کامل ہونا جہاں اہل سنت احناف، دیو بند کیلئے ایک قابل فخر چیز ہے وہاں اس بات پر وزنی شہادت بھی ہے کہ تقلید کو مطلقاً شرک کہنا باطل ومردود ہے۔

لیکن:

غیر مقلدین سے ہمارا سوال ہے کہ ہم نے میر صاحب کی زبانی ذکر کر دیا ہے کہ ولایت وتقلید دونوں ایک جگہ پر جمع ہوگئیں۔......اسی طرح حضرت خواجہ صاحب بھی مقلد ہو کر ولی تھے۔آپ کوئی ایک شخص ایسا بتادو جس میں اجتہاد کی صلاحیت نہ ہو اور تقلید بھی نہ کرتا ہو بلکہ غیر مقلد ہو مگر امت نے اسے ولی تسلیم کیا ہو دیدہ باید۔

غیر مقلد حضرات اجتہاد کی دولت سے محروم کسی غیر مقلد کو ولی کیا ثابت کریں گے انہوں نے تو اپنی کتابوں میں لکھ دیا ہے کہ حنبلی مسلک کے علاوہ کوئی ولی کسی دوسرے مسلک میں پیدا نہ ہوا ہے اور نہ ہوگا۔(حقیقۃ الفقہ ص ۱۴۳)ان کی یہ بات اگرچہ ہمارے نزدیک غلط ہے مگر ہم بطور الزام کہہ سکتے ہیں جب حنبلیوں کے علاوہ کوئی ولی پیدا نہیں ہوا تو صاف ظاہر ہے غیر مقلدین کا طبقہ بھی تو حنبلی نہیں ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ غیر مقلدین میں بھی کوئی ولی پیدا نہیں ہوا اور نہ آئندہ ہونے کی کوئی توقع ہے!!

جنازہ:

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ کی طرف منسوب ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ''ہمارے اور ہمارے مخالف کے درمیان حق وباطل کا فیصلہ ہمارے جنازے کریں گے۔'' جب امام صاحب کا جنازہ اہل حق کے لاکھوں

انسانوں نے ادا کیا تو دنیا کو پتہ چلا کہ اہل حق کا پیشوا کون ہے اور باطل کون؟

حضرت خواجہ صاحب کے جنازہ پر بھی لاکھوں انسانوں پر مشتمل اہل حق حاضر ہوئے جن میں ہزاروں علماء، طلباء اور صلحاءِ کرام تھے، پاکستان کی تاریخ کا ایک یادگار جنازہ ثابت ہوا، دیو بندیوں کے علاوہ دوسرے مکاتب فکر کے لوگ بھی کافی تعداد میں شریک ہوئے۔

لیکن:

اس کے برعکس غیر مقلدین کے جنازوں کا حال یہ ہے کہ دوسرے لوگوں کا شریک ہونا تو اپنی جگہ رہا، خود ان کے اپنے علماء فتوی دے دیتے ہیں کہ فلاں عالم کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔ مثلا حافظ عبداللہ روپڑی صاحب غیر مقلدین کے حلقہ میں مجتہد العصر سمجھے جاتے ہیں، مگر ابوالاحمد نور محمد غیر مقلد، ان کے متعلق لکھتے ہیں:

"ایسا شخص بلا توبہ کیے جاوے تو اس کا جنازہ بھی ممنوع ہے، لقولہ تعالیٰ **"ولا تصل علیٰ احد منهم مات ابداً"** (مظالم روپڑی صفحہ ۵۱)

غیر مقلدین کے مولانا ابوعبدالرحمٰن عبداللہ [امیر: جماعت غرباء اہلحدیث]، روپڑی صاحب کے متعلق لکھتے ہیں:

"نہ اس کا جنازہ کیا جاوے اور نہ ہی مسلمانوں کی قبروں میں دفن کیا جاوے۔" (مظالم روپڑی صفحہ ۵۲)

ثناء اللہ امرتسری صاحب کا غیر مقلدین کے حلقہ میں بڑا نام ہے، مگر ان کے خلاف خود ان کے اپنے علماء نے فتاوی دیئے ہیں کہ اس کی نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں ہے۔ مثلاً غیر مقلدین نے لکھا "نہ اس کے پیچھے نماز پڑھی جائے، نہ اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے۔" ل (فتنہ ثنائیہ صفحہ ۴۲ مؤلفہ عبدالعزیز سیکرٹری جمعیۃ مرکزیہ اہلحدیث ہند)

غیر مقلدین کے بزرگ وعالم غلام علی صاحب امرتسری صاحب کے متعلق لکھتے ہیں:

"میرے نزدیک اگر اسی حالت میں مرجاوے تو لا یصلی علیہ ولا یدفن فی قبور المسلمین (اربعین ص ۲۹ مؤلفہ عبدالحق غزنوی غیر مقلد) نہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے اور نہ ہی مسلمانوں کی قبروں میں دفن کیا جائے۔"

ہم آخر میں وہی بات دہراتے ہیں جو شروع میں کی تھی کہ اے غیر مقلدو! **اولئک آبائی فجئنی بمثلهم**...... ان (خواجہ صاحب) جیسا لا کر دکھاؤ!!

ازقلم: رب نواز بھٹی......مدرس: جامعہ فتحیہ، امیر حمزہ ٹاؤن، احمد پور شرقیہ، ضلع بہاولپور 0307-4034570

مولانا ظفر احمد قاسم

عالم اسلام کے عظیم راہنما

الحمد للہ وحدہ، والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ، وعلی آلہ واصحابہ الذین اوفوا عہدہ

پلکوں کی اُن گھٹاؤں میں اشکوں کو تھام کر
اٹھتا ہے دل میں یاد کا طوفاں کبھی کبھی
چبھتا ہے برگِ گل بھی مجھے ان کی یاد میں
ڈستی ہے شاخِ سنبل و ریحاں کبھی کبھی

قریباً ۵۱ سال سے (جب یہ دارالعلوم عیدگاہ کبیر والا میں حفظ قرآن کا طالب علم تھا، اور برادر مکرم صاحبزادہ حافظ محمد عابد نور اللہ مرقدہ کے ہم سبق وہم کمرہ ہونے کا شرف حاصل تھا) حضرۃ امام الاولیاء، خواجۂ خواجگان مولانا خان محمد قدس سرہ العزیز کی زیارت وملاقات کا شرف حاصل رہا ہے، اب اس چونسٹھ سال کی عمر میں یہ عاجز بے بصیرت ہے تو اُس وقت عقل وشعور کے بابصیرۃ استعمال سے بالکل عاری تھا، لیکن بفضلہٖ تعالیٰ وتوفیقہٖ اپنے بابصیرۃ اکابر واسلاف کی تقلید فی الخیر کا جذبہ موجود تھا، لہٰذا چند اکابر کی زیارت وملاقات کے شرف سے ذہن ذہنی غیر شعوری مسرت ونورانیت کے احساس کی نعمت سے شادکام ہوتے تھے، بالخصوص حضرۃ امام لاہوری، حضرۃ امیر شریعت بخاری، حضرۃ بہلوی اور حضرت اقدس خواجہ خان محمد رحمہم اللہ کی زیارتوں اور ملاقاتوں سے غیر اختیاری برکات وثمرات سے لطف اندوز ہونے کی نعمت وعطیہ الٰہی کی شکر گزاری کا بھرپور احساس رہا ہے، اور بفضلہٖ تعالیٰ مزید برآن ہے۔ پھر استاذ مکرم مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہم کی توجہ کریمانہ سے تدریس کے پہلے آٹھ سال مجاہد اسلام سید نیاز احمد شاہ گیلانی رحمہ اللہ کی خدمت میں ان کے قائم کردہ مدرسہ عربیہ قادریہ، تلمبہ میں رہنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ ہر سال سالانہ جلسہ میں تو بہر حال اور درمیان میں کئی بار باگڑ سرگانہ میں حاضری اور زیارت کی سعادت عظمیٰ حاصل رہی۔

فالحمد لله علىٰ ذالك حمدا كثيراً

اُس اللہ کریم کا شکر کس طرح ادا کروں کہ چند سال شیخ محمد مکی حجازی حفظہ اللہ کے حسن انتظام سے

عرفاۃ، مزدلفہ، منیٰ، مکۃ المکرّمہ زادھا اللہ شرفاً حضرۃ اقدس کی معصومانہ صفات کمال کا تو اپنے نابینا پن کے باوجود اظہار بلکہ قدرے قدرے توجہ کریمانہ سے حصہ نصیب ہوا۔

زہے قسمت وسعادۃ کہ خانقاہ سراجیہ شریف حاضری کا حکم ملا تو دو دفعہ استاد مکرم مولانا لدھیانوی مدظلہم کی معیت میں اور کئی دفعہ باقی رفقاء کے ہمراہ حاضر ہوا تو کمال التفات وتوجہ مشفقانہ سے مالا مال فرمایا بلکہ اس بندہ آثم کی درخواست پر اپنے چند پسندیدہ اشعار بھی سنائے، تو غالباً خدام کے لیے باعث استعجاب بھی بنے۔ اللہ تعالیٰ کی قضاء حکیمی پر بندہ کی رضا کے بغیر چارہ ہی کیا۔ آخری مرض ارتحال میں ملتان کی زیارت سے ایک ہفتہ پہلے بندہ چند خدام حضرات کے ہمراہ حاضر ہوا تو عالم فنائیت فی اللہ میں زیارۃ ودست بوسی کا شرف حاصل ہوا جس کو وسیلۂ نجات بنا کر ان شاء اللہ تا دمِ آخریں بارگاہِ کریمی میں اپنی بخشش اور حضرۃ اقدس کے رفع درجات کی دعائیں کرتے رہیں گے۔

یا اللہ! تو ہمارے حسن ظن میں اپنے اس عظیم المرتبت اور محبوب بندۂ صالح کی اِس عظیم ووسیع خانقاہ شریف کو اس کے بانیان کی صالحیت وصلاحیتوں سے بھرپور بنا کر جملہ صاحبزادگان کو پوری استقامت علی الدین، اتفاق واتحاد وصلاحیتوں سے مالا مال فرما کر اپنے اکابر واسلاف کا صحیح صدقہ جاریہ بنا کر علماً، عملاً، اخلاقاً، ظاہراً وباطناً مکمل اشاعت دین کا مقبول ذریعہ بنا۔

آمین یااله العالمین، بحرمة خاتم النبیین صلی الله علیه وسلم۔ وما ذالك علی الله بعزیز۔

موت العالم موت العالم:

گزشتہ سطور میں ایک ذاتی اور انفرادی تأثرات تھے جو گویا بحرِ معرفت اور جبلِ استقامت سے بہنے والے آبشاروں سے ایک کھالے کے ماء صافی کا تذکرہ تھا، جبکہ حضرت اقدس قدس اللہ سرہ تو ایک عالمی شخصیت تھے۔ خانقاہ مجدد الف ثانی رحمہ اللہ پر ہر ایک کا کعبۂ مقصود ہوتے۔ اجتماع دیوبند میں پورے عالم کی توجۂ ایمانی کا مرکز ہوتے۔ ہر عالمی کانفرنس میں پوری ملت اسلامیہ کے ترجمان ہوتے، ہند وپاک کے ہر عظیم جامعہ کے ہر اجلاس میں صدر مجلس ہوتے، خصوصاً ختم نبوتِ آقاء نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے عالمی اعتبار سے قافلۂ ملت اسلامیہ کی قیادتِ عظمیٰ کا تاجِ استقامت حضرۃ اقدس نور اللہ مرقدہ کے ہی رءسِ بلند پر سجتا نظر آتا، گوکہ ظاہراً خاموش طبع، لیکن بقول کسے ؂

موجِ دریا سے یہ کہتا ہے سمندر کا سکوت
جتنا جس کا ظرف ہے اتنا ہی وہ خاموش ہے

آج حضرۃ کے ارتحال لقاء اللہ تعالیٰ وتقدس پر سمجھ آرہا ہے کہ ع ''موت العالم موت العالم''

کا مصداق کون ہیں، دل کی گہرائیوں سے دعا ہے کہ اللہ کریم، حکیم وقادر اس عظیم خلاءِ دینی کو پُر فرما کر اس قافلۂ حق کی قیادت وسیادت کا مضبوط ومستحکم انتظام فرما کر ملت اسلامیہ پر کرم فرماویں۔

خصوصاً جملہ صاحبزادگان لاسیما صاحبزادہ مولانا عزیز احمد صاحب، صاحبزادہ مولانا خلیل احمد صاحب حفظہم اللہ کو ہر اعتبار سے استحقاق واستقلالات کاملہ سے مالا مال فرما کر آبادی اسلام فی العالم کا مقبول ذریعہ بناویں۔ آمین۔

جنازہ مبارکہ:

جنازہ مبارکہ میں پوری جماعت علماء وطلبہ جامعہ خالد بن ولید کے ساتھ شرکت پر جہاں شکر وامتنان ایزدی سے زبان لبریز ہے وہیں ان للہ ما اخذ ولہ ما اعطیٰ، و کل شئی عندہ الیٰ اجل مسمی فلنصبر ولنحتسب۔ کا ورد کر رہے ہیں کہ نسبی عزیزوں کے ساتھ پوری ملت تعزیت مسنونہ کی مستحق ہے۔

اس بے مثال عظیم الشان جنازۂ مبارکہ کو دیکھ کر امام اہل السنۃ والجماعۃ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے قول کی صداقت کا عملی مشاہدہ ہوا کہ اہل حق واہل بدعت کا امتیاز ان کے جنازوں سے واضح ہوگا۔

فرحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔ اللھم وسع مدخلھم وبردمضجعھم وادخلھم فی دار نعمك المقیم الذی لایزول ولایحول۔ آمین۔ برحمتك یا ارحم الراحمین۔

از قلم: ظفر احمد قاسم

خادم طلبہ والحدیث: جامعہ خالد بن ولید، ٹھنگی کالونی، وہاڑی

تحریر کیلئے الفاظ نہیں مل رہے جو میں تحریر کروں ہانگ کانگ سے صاحبزادہ عزیز احمد صاحب مدظلہ سے رابطہ بھی ہوا دعائیں بھی ہوئیں، مگر حاضری کے بغیر رہ نہ سکا، آج مورخہ 2010-5-9 کو اپنی خوش قسمتی بھی اور بد قسمتی بھی کہ آج حضرت خواجہ خواجگان رحمہ اللہ کی زیارت نہ ہوسکی مگر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مرقد مبارک پر دعا گو ہوں اپنے لئے کہ اللہ تعالی ان بزرگوں کی مناسبت سے دیار غیر میں دین کی خدمت کی توفیق دے آمین برادر محترم مولانا فیض محمد فیض نقشبندی بھی شریک سفر تھے اللہ تعالی حضرت کے درجات بلند فرمائے۔ آمین......محمد طیب قاسمی ہانگ کانگ

اللہ تعالی حضرت رحمہ اللہ تعالی کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور بندہ کی حاضری قبول فرمائے۔ فقط......فیض محمد فیض نقشبندی مجددی......جامعہ قاسمیہ ہاشمیہ......نارتھ کراچی

صدر: تنظیم اہل السنۃ والجماعۃ سندھ......امیر: تنظیم العلماء پاکستان 0321-2552199

مولانا مفتی عبدالرحمٰن ظفر

منتہائے عقیدت، مصطفائے فطرت

1- میں جامعہ قاسم العلوم ملتان میں موقوف علیہ کا طالب علم تھا' نواں جنڈانوالہ کے رہائشی قاری فتح محمد جو میرے ہم سبق رہے ان کے ایما اور تجویز پر 1963ء میں حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اصلاحی تعلق قائم ہوا۔ آپ جناب رحیم بخش بُچہ کی رہائش گاہ پر ٹھہرے ہوئے تھے اور حج کے سفر پر روانہ ہونے والے تھے۔ پھر حضرت کے ہاں خانقاہ سراجیہ حاضری ہوتی رہی، کئی دفعہ مخدومی مولانا ظفر احمد قاسم وہاڑی کے ذریعہ آپ سلام کا ہدیہ بھیج دیتے اور میری بیماری کے بارہ ان سے خیرت بھی معلوم کرتے۔ اس نالائق پر یہ شفقت کی انتہاء تھی کہ نا قابل ذکر درویش کیلئے دریا دلی کا برتاؤ کرتے۔

2- مزید الفت ومروت:

حضرۃ مولانا تاج محمود اور برادر مکرم مولانا اللہ وسایا کے ذریعے 1982ء میں جماعت کے حسب ارشاد مسلم کالونی چناب نگر درجہ کتب کی تدریس کا موقع میسر آیا۔ دو سال کے بعد 85-84ء میں مولانا تاج محمود صاحب کا انتقال ہو گیا۔ انکے بعد مولانا محمد اشرف ہمدانی علاقہ فیصل آباد کے نگران تھے۔ اس دوران جماعت کی تجویز میں یہ صورت آئی کہ ہم نے قادیانیت کے محاذ پر کام کرنا ہے۔ ملک میں بے شمار مدارس موجود ہیں اس لئے شعبہ کتب کے اخراجات برداشت کرنے کی چنداں ضرورت نہیں اس لیے شعبہ کتب کو بند کر دیا جائے۔ چنانچہ ان حضرات نے حضرۃ خواجہ صاحب کے سامنے یہی تجویز پیش کی۔ حضرۃ رحمہ اللہ نے مجھے گوجرانوالہ بلا بھیجا حاضری پر مجھے ان حضرات کے موقف سے آگاہ فرمایا۔ میں نے حضرۃ سے کہا میں تو آپ کا بیٹا ہوں بات وہی ہوگی جو حضرت فرمائیں گے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مجھ سے بات کرنے کی تجویز حضرت کی پسندیدہ صورت تھی۔ حضرۃ کی شفقت اور برکت کا اثر تھا کہ حضرت کی مداخلت کیوجہ سے میں نے کسی طرح کا وزن محسوس نہ کیا۔ حضرت رحمہ اللہ کی توجہات کریمہ کا نتیجہ ہے کہ ازاں بعد دینی امور میں بیش بہا خدمات کا موقع ملتا رہا۔

3- ایک دفعہ حضرت گرامی قدر کو خط لکھنے لگا تو سوچنے لگا کہ ان کو، کون سے القاب و آداب سے خطاب کروں۔ اللہ اور اسکے رسول کے بعد کئی رشتے ہیں جو انسان کیلئے انتہائی خیر خواہ اور غم خوار ہوتے ہیں، والدین

اساتذہ کرام، خسر محترم اور مرشد وہادی، کہ والدین انتہائی مکرم ہونے کے باوجود ایک طبعی، نسبی اور مادی سلسلہ ہے، خسر ایک اتفاقی اور سببی صورت ہے، شیخ اور استاد کو خیر الآباء کہا گیا ہے کہ علمی اور فکری حیثیت سے انسانی ارتقاء کا عظیم سبب ہے۔

بقول حضرۃ علی رضی اللہ عنہ **"من علمنی حرفاً واحداً، انا عبدہ، ان شاء باعنی وان شاء استرقنی"**۔ علم سے مقصود محض علمی کردار ہے۔ قرب الٰہی کا حصول ہے جس سے بلاشرکت غیرے، رُشد وہدایت کا تعلق ہے اور رُشد وہدایت ہی روح کے ارتقاء کا باعث ہے۔ اور روح ہی کو اصلیت حاصل ہے۔ تو جو شخصیت روح کی آبیاری کیلئے کارآمد ہے اسکی برتری ایک مسلمہ حقیقت ہے اس لیے القاب کے ادھیڑبُن میں مجھے جو لقب سب سے عمدہ اور انسب محسوس ہوا اور جو میرے دل کی گہرائی کی صحیح نمائندگی میں کامیاب نظر آیا، وہ ''منتہائے عقیدت اور مصطفائے فطرت'' ہے۔ ایسے ہی اہل دل کو انبیاء کی راہنمائی کا بدل سمجھا گیا ہے۔ یہی زمرہ ہے جس کو قادر کریم نے مؤثر اصلاح کیلئے اپنی مخلوق کا واسطہ بنا دیا۔

حضرت کی خاموش توجہات بڑے بڑے غلغلے پر بھاری رہتیں۔ آپ کی کم آمیزش محتاط گفتگو، تقوی وطہارت ضرب المثل رہی۔ رمضان، تراویح، قرآن کریم سے آپ کی منفرد دلچسپی ہمیشہ حیرت کن ثابت ہوئی، کئی صاحب دل افراد نے آپ سے کسب فیض کیا۔ یہ الگ بات ہے کہ مجھ جیسے غفلت شعار اور ذوق سلیم سے محروم لوگ حضرت کی قربت کی ناقدری کرتے کرتے نہ تھکے اور بحر متلاطم کی جرعہ نوشی سے نااہل ثابت ہوئے۔ تاہم یہ کمی، فاعل کی طرف سے قطعاً نہیں، قابل کی طرف سے ہے۔ حق تعالیٰ میرے حضرت کو بلند درجات عنایت فرمائیں۔ آمین

ازقلم: عبدالرحمٰن ظفر

جامعہ علوم اسلامیہ...... چک نمبر 208۔ر۔ب۔ فیصل آباد

0321-7801360

حضرت خواجہ خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے آپکی زندگی انسانیت کا مکمل نمونہ تھی اور ساری زندگی اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ دکھی انسانیت کی خدمت کی۔ میں ذاتی طور پر اور سینئر غلام علی صاحب حاضر ہوئے اور ہمارے لئے سعادت ہے کہ ہمیں اللہ تعالی نے اس عظیم جگہ دعا مغفرت کی توفیق عطاء فرمائی اللہ تعالیٰ لواحقین کو صبر جمیل عطاء فرمائے۔......حاجی غلام علی......محمد اعظم خان سواتی

سید شمشاد حسین شاہ

روحانی قافلہ کا تابندہ ستارا

مجلّہ صفدر کی انتظامیہ کی طرف سے مضمون لکھنے کا پیغام ملا تو میں نے سوچا کہ اپنی طرف سے کچھ لکھنے کی بجائے بڑوں کی لکھی ہوئی باتیں نقل کروں ان کے الفاظ اور بول جو اثر رکھتے ہیں دوسروں کی باتوں میں وہ اثر کہاں؟ میرا جی چاہتا ہے کہ حضرت قطب الاقطاب کے روحانی خانوادہ کی بات کروں اور یہ سلسلہ ان کے دادا پیر سرتاج اولیاء حضرت مولانا خواجہ سراج الدین قدس سرہ سے شروع کروں۔

سراج الاولیاء حضرت خواجہ سراج الدین قدس سرہ:

صوفی مواز خان صاحب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مولانا ابوالسعد خان کی معیت میں سون سکیسر حضرت خواجہ سراج الدین قدس سرہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔اس وقت حضرت خواجہ ایک خیمہ میں جلوہ افروز تھے کہ ہمارے سامنے ایک جوگی ہاتھ میں کوزہ لیے ہوئے آیا اور دودھ کے ایک مٹکے کا مطالبہ کیا حضرت خواجہ کے حکم سے خادم نے اسے دودھ کا ایک مٹکا دیدیا اور ساتھ ہی اس کا کوزہ بھی دودھ سے بھر دیا اس دودھ کو لیکر وہ ہندو جوگی پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گیا جہاں اس کا ڈیرہ تھا جوگی اگلے روز دودھ والے مٹکے میں چاندی بھر کر لایا اور کہنے لگا کہ آپ اس کو لنگر کے خرچ میں صرف فرمائیں حضرت خواجہ نے پانی کا ایک پیالہ منگوایا اور بسم اللہ شریف بڑھ کر چھنگلی (یعنی چھوٹی انگلی) اس میں پھیری حضرت خواجہ کی کرامت سے مٹی کا وہ پیالہ پانی سمیت سونا بن گیا حضرت خواجہ اس جوگی سے مخاطب ہوئے اور فرمایا ''تم نے دودھ کی چاندی بنائی اور ہم نے پانی اور مٹی کو سونا بنایا۔'' فرمایا الحمدللہ ہمیں سونا اور چاندی دونوں میں سے کسی کی حاجت نہیں لہذا یہ تم اٹھالو چنانچہ وہ جوگی سونا اور چاندی لیکر رخصت ہوگیا۔(حضرات کرام نقشبندیہ ص ۲۷۵)

قیوم زماں حضرت اقدس مولانا ابوالسعد احمد خان قدس سرہ:

ایک بار حضرت خواجہ سراج الدین قدس سرہ نے فرمایا اس زمانہ میں طالبان صادق کے ناپید ہوجانے کی وجہ سے طبیعت سرد ہوگئی تھی بسا اوقات خیال آتا تھا کہ کاروبارِ مشیخیت ترک کردیا جائے لیکن اب

احمد خان کے آ جانے سے طبیعت میں گرمی آ گئی ہے۔اس کے بعد آپ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ''من پیری و مریدی برائے تو می کنم''،یعنی یہ سلسلہ مشیخیت تمہارے لئے جاری کرر کھا ہے۔(ایضاص ۲۷۹)

مرزائیت سب سے بڑا فتنہ:

جن ایام میں مسجد شہید گنج لاہور کی تحریک زوروں پر تھی اور اہل اسلام میں ہر فرد ولولہ اور جوش کا مرقع تھا۔حضرت مولانا ابوالسعد نے مجلس احرار اسلام کو ایک گرامی نامہ تحریر فرمایا جس میں لکھا کہ مسجد شہید گنج اگر مسلمانوں کے ہاتھوں سے چلی جارہی ہے تو اس کا غم نہ کریں اللہ تعالی کے فضل وکرم سے مساجد پھر بھی تعمیر کی جاسکیں گی ان کی حیثیت ہر حال میں ثانوی ہے۔اسلام کے تحفظ و بقا کو اولین حیثیت حاصل ہے اور اصل فتنہ موجودہ دور میں مرزائیت کا ہے جو وجود اسلام کو مٹانا چاہتا ہے اس کے خلاف جہاد جاری رکھنا چاہیے اگر اسلام محفوظ رہا تو مساجد کی کمی نہ رہے گی،لہذا ابقائے اسلام کیلئے اپنی تمام کوششیں اور ہمت کو مبذول کرنا چاہیے۔(ایضاً ص ۲۸۸)

حکیم الاسلام قاری محمد طیب رحمہ اللہ کا مولانا محمد عبداللہ رحمہ اللہ کو خراجِ عقیدت:

حضرت مولانا محمد عبداللہ قدس سرہ سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ کی وفات کے موقع پر حضرت حکیم الاسلام نے جو تعزیت نامہ لکھا اس میں سے ایک پیرا نقل کرتا ہوں

''اول تو زمانہ قحط الرجال کا ہے پھر ایسی مبارک ہستیاں اٹھ جائیں تو عالم میں سوائے اندھیرے کے اور کیا باقی رہ جائیگا۔میں اس عزم میں تھا کہ اس بار مستقل وقت نکال کر کندیاں حاضر ہوں اور مولانا سے بیعت حاصل کروں مگر افسوس کہ خبر وحشت اثر نے ساری آرزوئیں خاک میں ملا دیں **انا للہ و انا الیہ راجعون** (تاریخ وتذکرہ خانقاہ سراجیہ ص ۲۹۵)

سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کے تاثرات:

مولوی منظور الحق سلمہ یکا یک مل گئے اور انہوں نے ماجرا سنایا۔میرا گھر تک جانا مشکل ہو گیا۔پہلے ہی کمزور ہوں۔اس پر یہ صدمہ،میرے لئے دین کا کرہ اجڑ گیا اور خود ہم سب پر کیا گزری اللہ تعالی ہی بہت جانتے ہیں۔

فلاک نے گرائی اس پر ہے بجلی
جو اک شاخ تھی آشیانے کے قابل

(ایضاً ص ۲۹۶)

حضرت داتا گنج بخش قدس سرہ سے روحانی ملاقات:

حضرت اقدس مولانا محمد عبداللہ لاہور قیام فرماتے تھے کہ آپ کے ایک صاحب کشف مرید صوفی محمد اسلم صاحب زیارت کیلئے حاضر خدمت ہوئے اوراسی دوران صوفی صاحب حضرت داتا گنج بخش قدس سرہ کے مزار پر حاضر ہوئے اور مراقبہ کے دوران انہیں حضرت علی ہجویری کی زیارت کا شرف نصیب ہوا۔اور حضرت داتا صاحب نے انہیں فرمایا کہ آپ کے شیخ لاہور آیا کرتے ہیں، ان سے کہنا کس روز ہم سے بھی آکر مل جائیں، مولانا عبداللہ کی خدمت میں پہنچ کر صوفی محمد اسلم نے مزارِپُر انوار، داتا گنج بخش کی زیارت اور وہاں حاصل ہونے والے مشاہدات وعنایات کا ذکر کیا۔لیکن حضرت علی ہجویری نے جو خاص پیغام حضرت مولانا کیلئے دیا تھا اس کا ذکر صوفی صاحب بھول گئے دوسرے روز حضرت اقدس نے صوفی صاحب کو فرمایا کہ آپ حضرت علی ہجویری کے مزار پر گئے تھے مگر کوئی خاص پیغام دینا بھول گئے۔اس پر صوفی صاحب نے عرض کیا! افسوس! مجھے یاد نہیں رہا، حضرت داتا صاحب نے فرمایا تھا کہ اپنے شیخ سے کہنا کسی روز ہم سے بھی آ کر مل جاویں۔اس پر حضرت اقدس نے فرمایا! اب آپ مزار مبارک پر جا کر حضرت ہجوری سے اپنی فرو گذاشت کی معذرت کریں۔باقی میں ان سے مل آیا ہوں۔(ایضاً ص ۳۱۸-۳۱۹)

قطب دوراں حضرت مولانا خواجہ خان محمد قدس سرہ:

تاریخ پیدائش: **1920**ء۔والد گرامی کا نام: حضرت خواجہ محمد عمر رحمہ اللہ۔موضع ڈنگ ضلع میانوالی

یہ کسے دور سے آتے دیکھا
ہر طرف دھوپ میں سایہ دیکھا

شیخ المشائخ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ کی نصیحت:

ایک دفعہ حضرت اقدس مولانا محمد عبد اللہ رحمہ اللہ اپنے رفقاء کے ساتھ سرہند شریف سے دہلی تشریف لے جارہے تھے۔حضرت مولانا خان محمد بھی ہمراہ تھے۔راستہ میں خواجہ محمد صادق کشمیری کی دعوت پر ایک روز انبالہ قیام فرمایا......حسن اتفاق کہ حضرت رائے پوری بھی انبالہ تشریف فرماتھے۔ان سے ملاقات ہوئی تو آپ نے حضرت رائے پوری رحمہ اللہ سے مولانا خان محمد صاحب کا تعارف کرایا اور ساتھ یہ بھی کہا کہ انہیں کوئی نصیحت فرمادیجیے! حضرت رائے پوری رحمہ اللہ نے مولانا خان محمد صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ''کہ فقیر آپ کو نصیحت کرتا ہے کہ جی کرے یا نہ کرے حضرت مولانا محمد عبداللہ سے چمٹے رہنا''۔

حضرت مولانا محمد عبد اللہ قدس سرہ نے خواجہ صاحب کو تیار کیا اور یقیناً وہ اپنے مشن میں کامیاب

ہوئے اور اپنا پورا درد وفکر اپنے جانشین میں بھر دیا

بلا کا درد مضمر ہے غضب کا سوزِ پنہاں ہے
تڑپ اٹھو اگر سن لو کبھی تم داستاں میری

جانشینی کے موقعہ پر حضرت ہزاروی رحمہ اللہ کا خطاب:

''حجاز مقدس سے نکلنے والے اس قافلے نے بہت سی جگہوں پر پڑاو ڈالا حجاز کے بعد مشرق وسطیٰ اور وسطی ایشیا کے خطوں میں قدم قدم پر ان بزرگوں کے آثار نظر آتے ہیں۔لیکن اس عظیم تاریخی سفر میں جو قیام ''سرہند'' کی بستی کو میسر آیا اس کی مثال نہیں ملتی اس کے بعد پھر اس قافلہ کے راہ رو اپنے قائدین کی قیادت میں مدینہ منور، دہلی، موسیٰ زئی شریف سے ہوتے ہوئے یہاں پہنچے جس کے معنی یہ ہیں کہ ہمارے لئے اصل سوال جگہ کا نہیں، مکین کا ہے۔آج مولانا خان محمد صاحب اس قافلہ کے سالار اور اس بزم کے صدر نشین ہیں اگر ان کیلئے خانقاہ شریف کا قیام ممکن نہ رہا تو ہمارے لئے یہاں کوئی دلچسپی نہیں ہوگی۔جہاں وہ ہوں، وہاں ہم ہونگے۔''

مجاہد اسلام حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمہ اللہ کے اس خطاب نے ایسا سماں باندھا کہ اگر یہاں سے مولانا خان محمد صاحب چلے گئے تو پھر یہاں ویرانی کے سوا کچھ نہ ہوگا۔

بغیر ان کے بے ساز و ساماں تھی مجلس
نہ ہوتے اگر یہ تو ویراں تھی مجلس

تکوینی ذمہ داریاں:

1971ء میں مشرقی پاکستان علیحدہ ہونے کے بعد غالبا فروری کے مہینہ میں امیر نامی ایک مجذوب خانقاہ تشریف لائے حضرت قبلہ ظہر کی نماز ادا فرما کر مسجد سے باہر نکل رہے تھے کہ وہ مجذوب آگے کھڑے تھے حضرت قبلہ نے فرمایا کہ امیر خان! خانقاہ شریف بہت دنوں کے بعد آیا اور آیا بھی تو پاکستان کو توڑ کر۔امیر خان نے جواب دیا کہ حضور والا آپ نے خود ہی آخری فیصلہ فرمایا اور دستخط کیے۔ہماری کیا مجال کہ آپ کے ہوتے ہوئے حکم عدولی کریں۔حضرت قبلہ یہ سنتے ہی اپنے کمرہ میں بیٹھنے کی بجائے سیدھے گھر تشریف لے گئے تاکہ مجذوب کوئی اور راز کی بات نہ کہدے۔یہ تو صرف دو مثالیں ہیں ورنہ وہاں تو روزانہ ہی ایسے قصے ہوتے تھے۔

ختم نبوت کی برکات:

حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ نے اپنی ان تھک محنت اور خلوصی وللہیت کے ساتھ اپنے اس منصب کوایسا نبھایا کہ خلق خدااور اہل اللہ نے آپ کووقت کا قطب کہا۔کندیاں جیسے غیر مصروف گاؤں کا نام آج پوری دنیا میں گونج رہا ہے۔ یہ سب وسیلہ ہے ختم نبوت کے ساتھ وابستگی کا۔ بڑھاپے کے باوجود آپ نے سردی دیکھی نہ گرمی۔ ملک کے چپہ چپہ پر ختم نبوت کانفرنسوں کا انعقاد کرایا اور اکثر جگہوں پر خود پہنچے۔اسی طرح ملک سے باہر انگلینڈ اور دیگر غیر مسلم ممالک میں بھی حق کی آواز کو پہنچایا۔دنیا کا وہ کونسا خطہ ہے جہاں آپ اور ختم نبوت کی جماعت نہیں پہنچی۔آپ حضرات کیلئے بجا طور پر کہا جاسکتا ہے۔

سر فئی خار مغیلاں یہ پتہ دیتی ہے
ترے دیوانے یہاں آئے یہاں تک پہنچے

اللہ تعالی قربانی دینے والوں کی محنت کوکبھی رائیگاں نہیں جانے دیتے اور ان کو وہ سب کچھ مل جاتا ہے جو وہ چاہتے ہیں۔عشق رسول میں سرمست یہ لوگ صرف اور صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت چاہتے ہیں اور اللہ کے فضل سے انہیں وہ دولت مل چکی ہے۔

فضل رب العلیٰ اور کیا چاہیے
مل گئے مصطفٰے اور کیا چاہیے

حضرت خواجہ صاحب کوختم نبوت کے اسٹیج پر ہمیشہ دور سے دیکھا مگر قصبہ ساہیوال ضلع سرگودھا میں ہمارے بھائی جان فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ کے وصال کے بعد حضرت تعزیت کیلئے تشریف لائے تو بہت قریب سے زیارت کا شرف حاصل ہوا۔آپ ایک گہرے سمندر تھے جس کی گہرائی تک رسائی کس نے پائی؟

کہہ رہا ہے شورِ دریا سے سمندر کا سکوت
جس کا جتنا ظرف ہے اتنا ہی وہ خاموش ہے

ازقلم: سید شمشاد حسین شاہ
جھنگ
0477-623626

سید خضر شاہ مسعودی

حضرت خواجہ صاحب......جوارِ رحمت میں

۵؍مئی کی شام جدہ سے ایک مخلص نے ٹیلی فون پر یہ الم ناک اطلاع دی کہ نقشبندیت کے امام، عالمی تحفظ ختم نبوت کے امیر، ہزار ہا ہزار لوگوں کی عقیدت ومحبت کا مرکز، خانقاہِ سراجیہ کندیاں پاکستان کے صدر نشیں، امامِ نقشبند حضرت مولانا عبداللہ خان صاحبؒ کے جانشین حضرت خواجہ خان محمد صاحب بھی راہی ملک عدم ہوئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون!

حضرت کے شیخ حضرت مولانا عبداللہ خاں صاحب علیہ الرحمہ دارالعلوم دیوبند کے فاضل، علامہ کشمیری کے تلمیذ اور اپنے وقت کے نقشبندیت کے امام حضرت مولانا محمد احمد خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مجاز وجانشین تھے، جن کے بارے میں درسِ بخاری شریف میں ایک بار علامہ کشمیریؒ نے فرمایا تھا کہ میرے نزدیک ہندوستان میں اس وقت نقشبندیت کے دو امام ہیں، اُن میں سے ایک حضرت مولانا محمد احمد خان صاحب ہیں،

احقر نے والد مرحوم حضرت شاہ صاحبؒ سے سنا بھی ہے اور حضرت شاہ صاحب نے لکھا بھی ہے کہ حضرت مولانا عبداللہ خان صاحب سرہند حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے مزار پر تشریف لاتے تو ملاقات کے لیے حضرت شاہ صاحبؒ بھی سرہند پہنچتے۔ ایک ملاقات پر فرمایا کہ ''شاہ صاحب چائے پئیں گے؟'' عرض کیا گیا کہ ضرور۔ فرمایا کہ ''بے تکلف زیستن خوش زیستن'' پھر خادم جو حضرت کے ساتھ تھے ان کو چائے تیار کرنے کا حکم دیا، چولہا جس پر چائے کا پانی رکھا گیا وہ بغیر آواز والا تھا، حضرت نے فرمایا کہ ''شاہ صاحب! ہمارا چولہا بھی نقشبندی ہے''۔

ایک بار پابندی نماز کے لیے دعا کی درخواست کی، فرمایا کہ ''شاہ صاحب! اتنی بات تو علم دین سے بھی پیدا ہو جانی چاہئے، کوئی آگے کی چیز دریافت کریں۔''

احقر ۱۹۷۹ء میں دارالعلوم دیوبند میں دورۂ حدیث کا طالب علم تھا، دارالعلوم دیوبند کہ در و دیوار، درسگاہیں و دفاتر، اساتذہ وطلبہ، انتظامیہ وملازمین، ذرّہ ذرّہ کی زبان پر تقریب اجلاس صد سالہ کے چرچے اور تذکرے تھے، دیوبند ہی کیا پورا ہندوستان اور ہندوستان ہی صرف نہیں، بلکہ ہر وہ ملک جہاں دارالعلوم کے فیض یافتہ موجود تھے اس عظیم الشان اجلاس کے لیے مجسم انتظار، ایک شوق تھا جو اپنی سرحدوں کو عبور کر کے

جنون کی حدتک بڑھا ہوا، ایک دھن تھی جو ہرایک کے سر پر سوار، ایک ماحول ازمشرق تا مغرب تیار۔

مارچ ۸۰ء میں اجلاس ہوا اور حسب توقع دنیا کے کونے کونے سے فرزندان توحید و وابستگان دیوبند کشاں کشاں دیوبند چلے آئے، جن میں ممالک کے قائد بھی تھے اور نمائندے بھی، سیاسی راہ نما بھی تھے اور دینی علماء بھی، قدیم طلبہ بھی تھے اور فضلاء بھی، دارالعلوم سے محبت رکھنے والے بے لوث عوام بھی تھے اور دین سے وابستہ سادہ لوح افراد بھی، لوگوں کا ایک سمندر تھا جو شاید اب دیوبند کو دیکھنا نصیب نہ ہو،

اجلاس کے ایام میں اگر کسی ضرورت سے گھر سے باہر گئے تو اپنی خواہش اور ضرورت کی سمت میں اپنی مرضی سے جانے کے بجائے رُخ مجمع کے بہاؤ کی جانب ہو جاتا، جس پر آپ کے اختیار کو اور ہاتھ پاؤں مارنے کو کچھ دخل نہ ہوتا، ایسے تاریخی مجمع اور ازدہام میں ظاہر ہے کہ منتظمین اجلاس کے وہ انتظامات جو مدعوئین کے لیے کئے گئے تھے وہ بھی درہم برہم ہو کر رہ گئے تھے،

خوب یاد ہے کہ جس کو جو کونہ ملا اسی کو تھام کر بیٹھ گیا، جس کو جو گوشہ ہاتھ لگا اسی کو عافیت کدہ بنالیا، ان کونوں، زاویوں، اور گوشوں میں مقیم عوام کا تو ذکر ہی کیا بڑے بڑے ممالک کے نمائندے، اونچے مناصب پر فائز افسران، مختلف ممالک کے سفارت کار اور کارندے بھی، ان دنوں گوشہ نشین وزاویہ گیر ہو چکے تھے۔

دیوبند میں مسلمانوں کے مکانات میں کوئی بھی گھر ایسا نہیں تھا جس میں بُلائے یا بن بُلائے مہمان نہ تھے، بلکہ ہندو بھائیوں کے مکانات پر بھی واردین وصادرین مقیم تھے، پھر اُن حضرات کی رہائش گاہوں کا تو پوچھنا ہی کیا، جو ملک و بیرون ملک اپنا تعارف رکھتے، دینی اجتماعات، و کانفرنسوں میں شرکت، دارالعلوم دیوبند میں درس وتدریس سے وابستہ، ملک میں چلت پھرت، معتقدین ومحبین کا وسیع حلقہ، ظاہری بات ہے کہ ان کے مکانات دارالضیوف میں تبدیل ہو چکے تھے۔

چنانچہ ہماری رہائش بھی مہمانان کرام سے لبالب، گھر کے تمام کمرے لبریز ہو گئے، تو حضرت شاہ صاحبؒ نے کھلی ہوئی چھتوں پر شامیانے لگوادیئے، وہ بھی پُر ہوئے تو پڑوس میں دوڑے اور ان کے مکانات پر مہمانوں کے قیام کا نظم کیا۔

اسی ماحول میں اچانک دن کے ۹ ر بجے کے قریب حضرت شاہ صاحبؒ مکان میں تشریف لائے اور فرمایا کہ بڑے معزز مہمان تشریف لائے ہیں، قیام کا انتظام کرنا ہے اور حضرت کے ساتھ چالیس کے قریب اور بھی حضرات ہیں، پڑوس میں جناب احسان نبی صاحب امین کا دومنزلہ مکان فوراً حاصل کیا، اس دوران دروازے میں موجود ملاقاتی کمرہ میں احقر والد صاحب کے ہمراہ گیا، راستہ میں فرمایا کہ یہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب ہیں،

کمرہ میں درمیان میں تشریف فرما۔ سیاہ عمامہ بر سر، مضبوط ہاڑ، طویل القامت، گندمی رنگ، چہرے پر سمندروں کا سکون، کم آمیز وکم گو، مگر آنکھیں پُرکشش اور تکلم کی ادا لئے ہوئے، پنجابی طرز کی سفید لنگی، معمولی کپڑے کا سفید کرتا، نہ جانے کیوں چہرہ مسکراتا محسوس ہوتا، اقبال کا یہ شعر بے ساختہ گنگنانے کے لیے طبیعت مچلنے لگی۔

اے بادِ بیابانی مجھ کو بھی عنایت ہو خاموشی و دلسوزی، سرمستی و رعنائی

یہ پہلی ملاقات تھی اور حضرت کی زیارت کی داستان۔ صد سالہ اجلاس کے پروگرام میں ابنائے قدیم اور مشاہیر کے لیے بعد نماز مغرب دار الحدیث تحتانی میں تقسیم دستارِ فضیلت کا پروگرام رکھا گیا، حضرت شاہ صاحبؒ احقر اور برادرِ عزیز مولوی انیس الاسلام نے پگڑی لی اور سیدھے حضرت خواجہ خان محمد صاحب کی قیام گاہ پر پہنچ گئے، والد صاحب سمیت ہم سب نے حضرت کے دست مبارک سے ہی پگڑی بندھوائی۔ حضرت ۲/روز مقیم رہے، اس عرصہ میں خدمت کا بھرپور موقع ملا، والد صاحبؒ ان کی خدمت میں سراپا نیاز، ایک ایک چھوٹی بڑی چیز کی دیکھ بھال خود سنبھال لی، یہ منظر میرے لیے حیرت انگیز ہی تھا۔

پھر حضرت سے بار بار الحمد للہ ملاقات کا شرف حاصل ہوا، بنگلہ دیش، انگلینڈ، گوجرانوالہ وغیرہ میں۔ ہر ملاقات میں وہی رنگ وہی انداز، وہی کشادہ سینہ اور پُرسکون چہرہ، وہی بولتی آنکھیں اور نرم نرم انداز، شخصیت پُرکشش، وجود عبادت و ریاضت کے زم زم میں دُھلا ہوا۔

چند سال پہلے بنگلہ دیش کی راج دھانی ڈھاکہ میں عالمی ختم نبوت کا اجلاس منعقد ہوا، بطور مہمانِ خصوصی حضرت شاہ صاحبؒ کو مدعو کیا گیا۔ عظیم الشان میدان، انسانوں کے سمندر کے لیے ناکافی پڑ گیا، جذباتی اور دینی فداکار بنگالیوں کا جوش جوار بھاٹا کی شکل اختیار کئے ہوئے تھا، کمر کے گرد رومال باندھے ہوئے اور بعض کفن لپیٹے ہوئے، فلک شگاف نعرہائے تکبیر، ساعت شکن رسالت کے زمزمے، اس ماحول میں حضرت شاہ صاحب اسٹیج پر پہنچے، اعلان ہوا، کہ قافلہ سالارِ ختم نبوت امام العصر علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ کے فرزند، ہمارے درمیان موجود ہیں، بے مثال وعدیم النظیر مجمع خطرناک ہچکولے لینے لگا، سامنے لگے بیری کیٹس آنِ واحد میں فضاء میں غائب ہوگئے اور یہ سیلابِ بلاخیز اسٹیج کی جانب بڑھنے لگا، اجلاس حضرت خواجہ خان محمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی صدارت میں ہو رہا تھا۔ فوراً صورتِ حال کا ادراک فرمایا اور حضرت شاہ صاحب سے فرمایا کہ ''مناسب یہ ہوگا کہ تمام پروگرام کو بعد کے حالات پر چھوڑ کر سب سے پہلے آپ کا بیان ہو جائے، شاید اس سے مجمع کو تسلی ہو!''

حضرت شاہ صاحبؒ کی زبان، ختم نبوت کا موضوع، اپنے مخصوص لب ولہجہ میں خطاب کا آغاز فرمایا، میں نے شعور میں تقریباً ۴۵/سال حضرت شاہ صاحبؒ کو سنا ہے اور بے پناہ سنا، مگر میری طویل سماعت

کی تاریخ میں یہ ۴۵ رمنٹ کا خطاب لاثانی اور دنیائے خطابت کا حسین ترین نمونہ تھا، بجلیاں تڑپ رہی تھیں، طوفان بپھر رہے تھے، اور بے قابو موجیں ساحل کے حدود کو نگل لینا چاہتی تھیں۔ میری آنکھیں بار بار صدرِ اجلاس کے چہرے پر جا ٹکتیں، ہمہ تن گوش، پورا وجود طمانیت، سکون اور مسرت کا پیکر، حضرت شاہ صاحبؒ نے اچانک حسب عادت خطاب کا اختتام فرما دیا۔

چلتی ہوئی نبضیں ٹھہر گئیں، جیسے ہزاروں واٹ کے بلب اچانک بجھ جائیں، ہر چہرہ حیرت اور کچھ سمجھنے اور کچھ نہ سمجھنے کی کیفیت سے دوچار، مسند پر موجود بنگلہ دیش کے کونے کونے سے آئے ہوئے علمائے کرام دم بخود، شاہ صاحبؒ اپنی نشست پر پہنچے۔ سبحان اللہ! اللہ آپ کی عمر دراز کرے، آپ نے حق ادا کر دیا، حضرت خواجہ صاحب کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے ان الفاظ نے اسٹیج پر چھائے دبیز سناٹے کی چادر کو چاک کیا۔

انگلینڈ کا مشہور شہر ''بریڈفورڈ'' حضرت شاہ صاحبؒ بریڈفورڈ سے قریب دوسرے شہر ''لیڈز'' میں مدعو، اور بعد ظہر خطاب کا پروگرام، خطاب ہوا، اور بعد میں کسی صاحب نے جو غالباً پاکستانی تھے عرض کیا کہ بریڈفورڈ میں حضرت خواجہ خان محمد صاحب مقیم ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ کی بے قراری دیدنی تھی، قیام گاہ کا پتہ دریافت کیا، یہ صاحب لاعلم، مسجد کے مہمان خانے میں بیٹھے بیٹھے ہی دس پندرہ فون کرا دیئے، اور وہاں سے ہی بریڈفورڈ کی راہ لی، حضرت کی قیام گاہ کسی پاکستانی صاحب کی رہائش گاہ تھی، ایک سادہ مختصر کمرہ، باہر عقیدت مندوں اور منتسبین کا ہجوم، حضرت شاہ صاحب کی آمد کی اطلاع کرائی گئی، چند ہی لمحات میں حضرت خود باہر تشریف لے آئے، سینہ سے لگایا اور فرمایا: اچھا آپ کب تشریف لائے؟ کہاں قیام ہے؟ اگر مجھے معلوم ہوتا تو میں خود حاضر ہوتا۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے عرض کیا کہ حضرت یہ تو میری سعادت ہے۔ خیر و خیریت، تخلیہ میں مختصر گفتگو، اور پھر واپسی!

پاکستان کا سفر ہوا تو راولپنڈی اور پھر گوجرانوالہ پہنچے، معلوم ہوا کہ جناب نذیر صاحب انصاف کلاتھ مرچنٹ کے فرودگاہ پر حضرت خواجہ صاحب مقیم ہیں، یہ نذیر صاحب بزرگوں اور علماء کے قدردان، اہل دل کی مجالس میں حاضر باش، ان کا تکیہ کلام ''مثال'' گفتگو میں بار بار اسی کا تکرار کرتے، کشادہ دل، خندہ رو، مہمان نواز، اللہ جانے اب بقید حیات ہیں، یا منزل مقصود پر پہنچ چکے۔

حضرت مکان کے مردانہ حصہ میں ایک تخت پر نیم دراز، حضرت شاہ صاحبؒ کے کمرے میں داخلہ کے ساتھ ہی سرعت کے ساتھ تخت سے نیچے اُترے، فرمایا کہ ''بس! اب کندیاں کا پروگرام بھی دیجئے''۔ اخبارات اور احباب کے ذریعہ پاکستان میں آپ کی آمد لگاتار مختلف شہروں میں پروگرام کی اطلاعات مسلسل مل رہی ہیں، مگر آپ کسی جگہ قیام ہی نہیں فرما رہے ہیں، اس لیے رابطہ نہیں ہو پا رہا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ

نے عرض کیا کہ حضرت! انشاءاللہ ہفتہ کے اخیر میں فارغ ہورہا ہوں، پھر انشاءاللہ حاضر ہوؤں گا۔فرمایا کہ اس وقت میں سفر میں رہوں گا۔غرضیکہ یہ ملاقات ایسی حاضری پرختم ہوئی۔

چند سال ہوئے کہ کسی سفر سے واپسی پر دُبئی میں مختصر قیام ہوا، وہاں پر جمعہ کے روز مسجد الغُریر میں حضرت شاہ صاحبؒ کا بیان ہوا، بیان کے بعد جناب نعیم خاں صاحب سے ملاقات ہوئی، یہ اصلاً لاہور کے باشندے اور بسلسلہ ملازمت دُبئی میں مقیم تھے،اور حضرت خواجہ خان محمد صاحب سے وابستہ اور حضرت کے عاشق۔عرض کیا کہ حضرت! غریب خانہ پر چلئے،ایک تحفہ پیش کروں گا۔

حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا اگر ممکن ہے تو یہاں پر ہی دے دیجئے، مسجد ہی میں دعا کروں گا،عرض کیا اچھا حضرت! کار میں ہے، میں ابھی حاضر ہوا۔آئے اور ایک کتاب ہاتھ میں، جس میں معمولاتِ حضراتِ نقشبندیہ وشجرہ، ہدایات ونصائح، فہرست خلفائے کرام۔یہ خانقاہِ سراجیہ کندیاں سے شائع کی گئی تھی،حضرت شاہ صاحبؒ کو پیش کی، کار میں بیٹھ کر احقر نے سرسری ورق گردانی کی تو خلفاء کرام کی فہرست میں حضرت شاہ صاحبؒ کا نام میرے لیے تازہ انکشاف اور حیرت کا باعث تھا، دریافت کیا کہ یہ درست ہے؟ فرمایا کہ ہاں میرا تعلق حضرت مدنیؒ کے وصال کے بعد ان ہی سے ہے،جس پر تقریباً اب ۴۰ رسال سے زائد کا عرصہ گزر گیا۔اب تمام ملاقاتوں،شاہ صاحب کی بے قراریوں، وبے چینیوں کے مناظر میری آنکھوں میں گھوم گئے۔

جدہ سے آنے والے ٹیلی فون نے صرف حضرت خواجہ خان محمد صاحب کی وفات حسرتِ آیات ہی کی خبر نہیں دی، بلکہ اس کے پس منظر میں مملکت خداداد پاکستان میں تصوف وسلوک،احسان واحسانی مراکز میں ویرانی،خانقاہوں میں مہیب ومدہش سناٹے کی اطلاع بھی تھی۔

حضرت مرحوم نے الحمدللہ عمر طویل پائی اور یہ پورا وقت مخلوق کی خدمت اور ہدایت میں صرف ہوا، امیر ختم نبوت کے عہدہ کو وقار بخشا،اور اس پلیٹ فارم سے عالم اسلام کے مسلمانوں کے عقائد،ایمان ویقین کے تحفظ کے لیے گراں قیمت خدمات انجام دیں،جگہ جگہ اس موضوع پر کانفرنسیں، جلسے منعقد کر کے سادہ لوح مسلمانوں کو ان ناپاک سازشوں سے آگاہ وہوشیار کیا،مفید علمی اور معلوماتی لٹریچر اس موضوع پر تیار کرا کر شائع کرایا۔حق تعالیٰ حضرت کو جنت الفردوس میں مقام اعلیٰ عطا فرمائے۔آمین بجاہ سید المرسلین۔

جو بادہ کش تھے پرانے وہ اٹھے جاتے ہیں
کہیں سے آبِ بقائے دوام لا ساقی

(بشکریہ ماہنامہ ''ملیہ'' فیصل آباد)

مولانا عبدالمعبود

آسمان ولایت کا بدرمنیر

ولو كانت الدنيا تدوم بواحد

لكان رسول الله فيه مخلدا

زبدۃ العارفین، قدوۃ الکاملین، راس الاتقیاء پیکر تقدس وتقویٰ، کوہ استقامت وجلالت، شیخ المشائخ حضرت اقدس مولانا خواجہ ابوالخلیل خان محمد صاحب برد اللہ مضجعہ ۲۲ جمادی الاول ۱۴۳۱ھ /5 مئی 2010ء بروز خمیس پوری صدی کے فیوض وبرکات کی تمام وسعتوں کو اپنے دامن تابدار میں سمیٹ کر خلد بریں میں رونق افروز ہوگئے۔ **انا لله وانا اليه راجعون**

العين تدمع والقلب يحزن .وما نقول الا مايرضى به ربنا''

''آنکھوں سے آنسو کے سیل رواں ہیں اور دل پارہ پارہ ہے اور ہم صرف وہی بات کہیں گے جس سے ہمارا رب راضی ہو''

اہل نظر تصویر حیرت ہیں کہ متاع دین ودانش لٹ گئی۔ علماء ومدرسینِ علوم نبوت کی بساط الٹ گئی، دانش وروں کو غم ہے کہ فضیلت وسیادت کی مسند خالی ہوگئی، شمع ختم نبوت کے پروانے اداس ہیں کہ ان کا ہادی چل بسا، اہل حق سراسیمہ ہیں کہ ان کی ڈھال چھن گئی، سالکین راہ روانِ صفا کو صدمہ ہے کہ ان کا مشفق و مربی اُٹھ گیا، اور عالم اسلام مغموم ومحزون کہ ملت ایک دیدہ ور اور پاسبان سے محروم ہوگئی ہے۔

وما كان قيس هلكه هلك واحد

ولكنه بنيان قوم تهد ما

وہ شمع کی طرح خود پگھلتے رہے مگر خلق خدا پر ضوفشانی کرتے رہے، خود جلتے رہے مگر دوسروں کو جلا بخشتے رہے، خود بے چین وبے قرار رہ کر دوسروں کیلئے راحت وسکون عطا کرتے رہے، ان کے آئینہ رخِ زیبا میں یادِ خدا کی تصویر جھلکتی نظر آتی تھی، ذکر اللہ ان کے دیدۂ دل کو سرور اور آنکھوں کو نور عطا کرتا تھا، مگر اس فرمان خدواندی کو بھی وردزبان اور حرزِ جان بنائے بغیر نہ رہ سکے۔

کل من علیھا فان..... کل نفس ذائقة الموت

مگر وہ دنیا سے جاتے ہیں تو اس شان سے جاتے ہیں چہار سو صف الم بچھ جاتی ہے، اُن کے فراق میں زمین و آسماں نوحہ کناں ہیں، انسانیت کا پرچم سرنگوں ہو جاتا ہے، زمانہ کروٹ بدل لیتا ہے، اور قصر ملت میں زلزلہ بپا ہو جاتا ہے۔

حضرت خواجہ خواجگاں قدس سرہ العزیز کی ذات والا صفات تو شاداں وفرحاں وخنداں اس دنیا سے تشریف لے گئے اور ہماری صرف آنکھیں ہی نہیں بلکہ قلب وجگر بھی گریہ کناں ہیں۔ سارا عالم سوگوار ہے اور دنیا کے گوشے گوشے سے حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کیلئے خراج عقیدت وارادت پیش کیا جا رہا ہے۔

کسی عارف باللہ نے اس کیفیت کی ترجمانی اپنے حسین الفاظ میں یوں فرمائی ہے۔

یاد داری کہ وقت زادن تو   ہمہ خنداں بودو تو گریاں

آں چناں زی کہ بعد مردن تو   ہمہ گریاں بدند تو خنداں

بہر حال حضرت اقدس قدس سرہ العزیز کے تقدس عملی اور روحانی رفعت شان کے پیش نظر ہر طبقہ کے لوگ مغموم ومحزون ہیں۔ قلم وزبان، تحریر، تقریر، ہر طرح سے ان کی تعریف وتوصیف میں ہمہ جہت مختلف محاسن کے افراد شامل ہیں۔ لیکن سب سے بڑھ کر حیرت واستعجاب کی بات یہ ہے کہ ان قابل قدر اظہار جذبات کا ولولہ ان خاصان بندگان خدا کی طرف سے زیادہ ہو رہا ہے۔ جو خود شریعت وطریقت کے نیر تاباں اور آفتاب ومہتاب ہیں۔

نذرانہ عقیدت:

حضرت اقدس خواجہ خواجگان مولانا خان محمد نور اللہ مرقدہ کی جامع کمالات ہستی ظاہری و باطنی خوبیوں کے پیکر، شریعت وطریقت کے شہسوار عظیم مربی وشیخ اور علم وعرفان اور رشد وہدایت کے آفتاب عالم تاب تھے۔ ان کے محاسن کا دلربا تذکرہ حضرت مولانا محمد نذیر رانجھا اپنے مخصوص انداز میں کرتے ہیں۔

خانقاہ سراجیہ کے روح رواں:

''خانقاہ سراجیہ ایک ایسی خانقاہ ہے جہاں کی فضا ہر قسم کی دنیوی دلکشی اور برائی سے پاک صاف ہے، یہ دینی مرکز، یہ رشد وہدایت کا مقام، یہ ویرانۂ دل کو آباد کرنے کی جگہ، یہ تزکیہ نفس کیلئے مثالی خانقاہ ہے۔

یوں محسوس ہوتا تھا کہ خانقاہ کا ذرہ ذرہ صبح وشام حمد وثنا کرتا رہتا ہے یوں تو کائنات کی ہر شے اللہ

تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے۔موجودات کا ہر ذرہ اپنے خالق حقیقی کی پاکی بیان کرتا رہتا ہے۔اوراس کے قادر مطلق ہونے کا اعلان کرتا رہتا ہے۔

مگر خانقاہ سراجیہ میں یہ احساس مُشَکّل ہوکر سامنے آتا ہے،جب علائق دنیا کی گرد دامنِ دل سے جھڑ جاتی ہے تو ذہن روحانیت کے اثرات قبول کرنے ،انہیں اپنے اندر جذب کرنے اور پاکیزہ ماحول سے اکتساب فیض کرنے کا اہل ہوجاتا ہے،یہ روحانی فضا، یہ پاکیزہ ماحول ازخود پیدانہیں ہوجاتا اس کیلئے ایک خدارسیدہ بزرگ کے مقدس وجود کا ہونا ضروری ہے۔

حضرت مولانا خان محمد صاحب (نوراللہ مرقدہ) کی ذات بابرکات نے اس فضا،اس ماحول کو پر کشش بنادیا ہے۔سینکڑوں میل دور بیٹھے ہوئے لوگ اس مرکز رشد وہدایت،اس مصدر فیوض وبرکات کی کشش محسوس کرتے ہیں۔

یہ کشش اینٹ پتھر سے تعمیر شدہ عمارت کی کشش نہیں، یہ کشش دنیوی نوادرات اور عجائبات کی کشش نہیں، یہ تو ایک وجودِ گرامی، ایک فقیر خدامست،ایک درویش حق آگاہ،ایک مرد کامل،ایک برگزیدہ ہستی کی کشش ہے جس کی صحبت میں تپتے ہوئے دلوں کو راحت اور مضطرب روحوں کو آسودگی میسر آتی ہے۔(تاریخ وتذکرہ ص۷۹۔۸۰)

آپ نور باطن سے آراستہ،حلم وبردباری اوراخلاق وتقویٰ سے پیراستہ ہیں۔علم وفضل اوراخلاص وعمل کے حسین امتزاج سے مزین ہیں۔سادگی،قناعت،جمال روحانیت اورکمال جاذبیت کی بلند صفات کے مظہر ہیں۔عالم سکوت میں اہل مجلس کو ہمت وتوجہ سے نوازیں تو وہ سر جھکائے بیٹھے بیٹھے بحر معرفت وحقیقت میں غوطہ زن ہوجاتے ہیں۔اور پل بھر میں صدق وصفااورتزکیہ وتصفیہ کے گوہر ہائے گراں بہا سے اپنا دامنِ مراد بھر لیتے ہیں۔جب آپ اہل مجلس سے خطاب فرمائیں تو آپ کی نرم گفتاری،شیریں بیانی اور معارف نوازی کے اپنے پرائے سب شیداومتوالہ ہوجاتے ہیں،،۔(سوانح وتذکرہ)

دوشیخ طریقت کا عظیم جنازہ:

بحمداللہ راقم کو مشائخ عظام اورعلماء کرام کے متعدد نماز جنازہ میں شمولیت کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔قطب الزماں سیدی ومولائی ومرشدی شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ،امام الھدیٰ جانشین شیخ التفسیر مولانا عبیداللہ انور قدس سرہ العزیز،حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا عبدالحق ؒ اکوڑہ خٹک ،مجاہد اسلام حضرت مولانا مفتی محمود قدس سرہ العزیز،اورحافظ الحدیث والقران حضرت مولانا عبداللہ درخواستی رحمۃ

اللہ علیہ وغیرھم۔

لیکن جو روحانی کیفیات ،اہل اللہ کی کثرت اور عوام الناس کے بے پناہ اجتماع دونابغہ روزگار شخصیات کی نماز جنازہ میں دیکھنے میں آئیں اس کی مثال نہیں ملتی۔

سیدی ومرشدی شیخ التفسیر حضرت اقدس لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال پرملال 1992ء میں ہوا تھا ان کے وصال کی اندوہناک خبر نشر کرنے میں میڈیا کا کردار انتہائی افسوسناک تھا، ٹی وی تو اس وقت تک حد بلوغ کو بھی نہیں پہنچا تھا، ریڈیو پاکستان نے بھی کردار ادا نہیں کیا۔روزنامہ جنگ کی یک کالمی سرخی ''مولانا احمد علی انتقال کر گئے'' اور چند سطری خبر آج بھی میری آنکھوں کے سامنے رقص کررہی ہے۔علماء کرام اور عوام وخواص اور دیندار طبقہ مالی مشکلات کا شکار تھا، پبلک ٹرانسپورٹ کے علاوہ سفر کا اور کوئی ذریعہ نہیں تھا اور سب روزہ دار بھی تھے۔اس کے باوجود حضرت اقدس کی نماز جنازہ میں فقید المثال اجتماع لاہور ہی نہیں بلکہ پاکستان کی تاریخ میں بے مثل وبے مثال تھا۔

شیرانوالہ سے یونیورسٹی گراؤنڈ تک کئی میل کی مسافت حضرت کے محبین نے پاپیادہ طے کی اپنے کندھوں پر جنازہ اٹھا کر انتہائی عقیدت واحترام سے خراماں خراماں جنازہ گاہ پہنچایا، چارپائی کے ساتھ لمبے لمبے بانس باندھ دیئے گئے تھے کہ جنازہ کو کندھا دینے کی سعادت ہر آدمی حاصل کرسکے لیکن شدید ہجوم کے باعث کتنے ہی بانس ٹوٹ گئے تھے، جنازہ کی کیفیت ماسٹر لال دین کی زبانی ملاحظہ ہو:

''اللہ! اللہ! انسانی نفوس کے اس تلاطم کی سوگواری میں مئوکلین ارض وسما کی شرکت معلوم ہوتی تھی، میانی صاحب کے مبارک قبرستان تک جنازے کی فضاؤں میں'' **لا یرون فیھا شمسا ولا زمھریرا** '' (لوگ وہاں نہ دھوپ دیکھتے ہیں اور نہ ہی سردی کی شدت محسوس کرتے ہیں) کا مقدس سماں نظر آتا تھا چند دفعہ ہوا نے سرد آہیں بھریں اور اسی طرح بادل نے عقیدت کے آنسو بہائے مگر جنازہ کے اہتمام میں قدرت کے یہ خدام مدد ومعاون ثابت ہوئے۔

بازار انسانوں کے سروں سے سیل رواں بنے ہوئے تھے اور چھتوں اور منڈیروں پر بے شمار مرد وزن اپنے ام القریٰ کے ہادی کے آخری دیدار کیلئے جمع ہوگئے تھے یونیورسٹی کی پنہائیاں اس وقت تنگ معلوم ہوتی تھیں جب اسلامیان پاکستان نے اپنے روحانی باپ کے وجود مسعود کو وہاں جا کر رکھا اور صفیں سیدھی ہوئیں۔(انوار ولایت ص ۱۷۷)

آج جبکہ فلک ولایت کے بدر منیر' سلطان الاولیاء خواجہ خواجگان حضرت مولانا خان محمد قدس سرہ العزیز کا سانحۂ ارتحال پیش آیا ہے تو عقل کو خیرہ کرنے والے برق رفتار ذرائع نشر واشاعت معرض وجود میں

آ چکے ہیں موبائل سروس اور الیکٹرانک میڈیا کے ذریعہ خبریں شہروں' دیہاتوں' صحراؤں' بیابانوں اور کہساروں میں پل بھر میں گونج جاتی ہیں، بنابریں اس سانحہ جاں گداز سے ہر شخص مطلع ہوگیا۔ پھر جنازہ میں شرکت کیلئے ملک کے طول وعرض سے آنے والے اکثر حضرات اپنی گاڑیوں پر تشریف لائے۔ اور گردونواح کے لوگوں نے موٹر سائیکل کے ذریعہ بھی سفر کیا۔ جس کی وجہ سے خانقاہ سراجیہ کے چاروں طرف گاڑیوں کی لمبی لائنیں حد نظر تک لگی ہوئی تھیں اور یہی کیفیت موٹر سائیکلوں کی تھی۔

میانوالی اور گردوپیش کے پٹرول پمپ اور سی این جی اسٹیشن خالی ہوگئے، شیخ طریقت وشریعت خواجہ خواجگان کی رہائش گاہ سے متصل جنازہ گاہ اپنی وسعتوں کے باوجود تنگی داماں کی شکایت کر رہی تھی، لوگوں کے ہجوم کی وجہ سے کہیں تل دھرنے کو جگہ نہ ملتی تھی۔

یہ فیصلہ کرنا تو بے حد دشوار ہے کہ شیخ التفسیر حضرت لاہوری کے جنازے کے شرکاء کی تعداد شمار سے فزوں تر تھی یا خواجہ خواجگاں کا جنازہ افرادی اعتبار سے لاتعداد تھا، وسائل وذرائع کے فقدان کے پیش نظر تو جم غفیر حضرت لاہوری کے جنازہ میں بے مثل وبے مثال تھا، جبکہ موجودہ سفری سہولیات کو مدنظر رکھا جائے تو حضرت خواجہ خواجگان کے شرکاء جنازہ عددی اعتبار سے بہت زیادہ تھے۔

حضرت اقدس خواجہ خواجگان رحمۃ اللہ علیہ ''سکوت'' آپ کی عادت ثانیہ کی حیثیت رکھتا تھا، جلوت ہو یا خلوت، کسی عظیم الشان کانفرنس کی کرسئ صدارت پر رونق افروز ہوں یا علماء ومشائخ کی کسی ملک گیر میٹنگ میں تشریف فرما ہوں، ذکر قلبی میں مشغول، زبان پر سکوت کی تالہ بندی ہمیشہ کا معمول تھا، استغراق کے عالم میں اپنے محبوب حقیقی کی یاد میں مگن ہیں اور زبان پر مہر خاموشی ہے۔

''لبوں پر مہر خاموشی، دلوں میں یاد کرتے ہیں

گویا آپ رحمتِ کائنات ﷺ کے اس ارشاد گرامی کی تابندہ تصویر تھے۔

''فلیقل خیرا، اولیصمت''

نیز ارشاد گرامی ہے:

''من صمت نجا''

یہی حضرت اقدس کی دائمی صفت تھی جو دوسرے ہم عصر مشائخ سے ممتاز کرنے والی تھی اللہ رب العزت حضرت اقدس کو اپنی جوار رحمت میں بلند مراتب مرحمت فرمائے اور ان کے خلف الرشید حضرت مولانا خلیل احمد مدفیوضہم کو ان کے مشن کو جاری رکھنے کی توفیق ارزانی فرمائے (آمین)

مولانا عبدالقیوم حقانی

چند مشاہدات اور بعض یاد داشتیں

سب سے پہلی ملاقات:

میری سکول کی طالب علمی کا زمانہ تھا غالباً 1970ء کی بات ہے قائد ملت مولانا مفتی محمودؒ اور ضیغم اسلام مولانا غلام غوث ہزارویؒ نے ڈیرہ اسماعیل خان کے ہقنواز پارک میں جلسہ عام سے خطاب کرنا تھا میں دسویں جماعت کا طالب علم تھا، حضرت قائد ملت مولانا مفتی محمودؒ کی تقریر سننے کیلئے اپنے آبائی گاؤں چودھوان سے ڈیرہ اسماعیل خان پہنچا، عصر کی نماز دارالعلوم نعمانیہ صالحیہ پہنچ کر ادا کی۔ عصر کی نماز کے بعد مسجد کے صحن میں قائد ملت مولانا مفتی محمودؒ نے پریس کانفرنس سے خطاب کیا' ان کی سیاسی اور قومی وملی امور سے متعلق گفتگو میری سمجھ سے بالاتر تھی' صحافیوں کے سوالات اور قائد ملت کے جوابات بھی ہوئے مگر میری نظر ایک شخصیت پر ٹکی رہی جو حضرت مفتی صاحب کے ساتھ بائیں جانب رکھی گئی کرسی صدارت پر جلوہ افروز تھے' لمبی داڑھی سیاہ پگڑی' رنگ میں ملاحت' نگاہیں شرم وحیا سے جھکی ہوئیں اور باوقار انداز نشست' پوچھ پاچھ سے معلوہوا کہ یہ کندیاں شریف کی عظیم اور روحانی شخصیت حضرت خواجہ خان محمد صاحب ہیں۔

تحفہ سعدیہ:

استاذ العلماء شیخ التفسیر حضرت مولانا قاضی عبدالکریم صاحب مدظلہ' فاضل دیوبند کے ہاں کہیں سے یا حضرت خواجہ صاحب کے ہاں سے ''تحفہ سعدیہ'' پہنچا۔ حضرت اسے بڑے شوق سے پڑھتے اور اس کے واقعات سناتے رہے' ہم طالب علم لوگ بھی کان رکھ لیا کرتے تھے' کچھ پلے پڑتا یا نہ پڑتا مگر جس لذت شوق سے سنانے والے سناتے' اس شوق بیان سے ذوق سماعت کو جلا ملتی اور بیان ختم ہوجاتا مگر تشنگی سماعت باقی رہتی......پھر کیا ہوا......؟ میں نے بازار جاکر اپنا ذاتی نسخہ ''تحفہ سعدیہ'' خرید لیا' بار بار پڑھتا رہا' حضرت خواجہ دوست محمد قندھاریؒ حضرت خواجہ عثمان صاحب دامانیؒ حضرت خواجہ سراج الدین صاحبؒ ودیگر مشائخ بالخصوص حضرت خواجہ خان محمدؒ کے سوانح' حالات واقعات' عبرت آموز قصص اور روح پرور مشاہدات سامنے آئے اور اب مجھے حضرت خواجہ خان محمدؒ سے عقیدت ومحبت، والہیت کی حد تک بڑھ گئی۔

خواجہ محمد زاہداور خواجہ شمس الدین:

نجم المدارس کلاچی کے سالانہ جلسوں میں خواجہ سراج الدین صاحب کے فرزند ارجمند حضرت خواجہ محمد زاہد صاحب کو اور اگر وہ علیل ہوتے تو خواجہ شمس الدین صاحب کو مدعو کیا جاتا اور جلسہ کی کرسی صدارت کو ان حضرات سے رونق افروز کیا جاتا تھا۔غالبا 1974ء میں استاذ العلماء حضرت مولانا قاضی عبدالکریم صاحب مدظلہٗ کے ساتھ درابن' موسیٰ زئی شریف اور چودھوان کا سفر ہوا تو اس سفر میں حضرت خواجہ محمد زاہد کے ہاں قیام بھی ہوا،ان کے دستر خوان پر ان کے ساتھ کھانا بھی اکٹھا کھایا' پھر جب کبھی بھی موسیٰ زئی شریف کا سفر درپیش ہوتا تو حضرت خواجہ محمد زاہد صاحب سے ملاقات بھی ہوتی' وہ قاضیان کلاچی سے نسبت تلمذ کے حوالے سے میری بہت قدر کرتے' حوصلہ افزائیوں اور تشجیعات سے نوازتے'اسی طرح حضرت خواجہ سراج الدین صاحبؒ کے فرزند ارجمند کا دامن شفقت بھی ملا، پھر اسی خانقاہ سے جو عالم میں فیض پھیلا اس کا اجمالی تعارف بھی ہوتا رہا اور کندیاں شریف کی خانقاہ سراجیہ کے حالات، رفتار کار، ترقی وفروغ اور اس وقت کے گدی نشین اور اکابر کے جانشین حضرت خواجہ خان محمد صاحب سے علمی روحانی تعارف اور ان کی عظیم شخصیت کی پہچان بھی حاصل ہوتی رہی۔

مولانا مفتی عطا محمدؒ کی صحبت میں:

چودھوان کے حضرت مولانا مفتی عطاء محمدؒ میرے استاذ تھے، سراجی میں نے ان سے پڑھی' خانقاہ کندیاں شریف میں ان کا قیام رہا۔درس وتدریس اور افتاء کی خدمت کرتے رہے۔حضرت خواجہ خان محمد کا اپنے پیشرو کی جانشینی کیلئے نام بھی حضرت مفتی صاحب نے پیش کیا تھا اور تائید کنندگان میں بھی وہ پیش پیش تھے۔حضرت خواجہ صاحب کو ان پر بے حد اعتماد تھا، فقہی مسائل میں ان سے رجوع کرتے تھے' تحفہ سعدیہ اور دیگر متعدد کتب پر ان کے حواشی بھی ہیں'ان کی مجالس میں خانقاہ کندیاں شریف اور حضرت خواجہ صاحب کا خصوصیت واہتمام سے ذکر ہوا کرتا تھا اور قدرت نے میرے قلب کی معصوم سرزمین میں اہل اللہ اور اولیاء اللہ کے سرخیل حضرت خواجہ صاحب سے محبت کی تخم ریزی کا یوں اہتمام کر دیا تھا۔

پروفیسر محمد سعد سراجی مرشد بابا:

ہاں! ناسپاسی ہوگی کہ اعتراف احسان وامتنان میں پروفیسر حضرت خواجہ محمد سعد سراجی مرشد بابا خانقاہ سراجیہ موسیٰ زئی شریف کا تذکرہ نہ کیا جائے۔موصوف میرے زمانہ سکول کے استاذ ہیں' نویں اور دسویں جماعت میں درابن ہائی سکول میں ان سے پڑھا کرتا تھا۔اس کے بعد پھر اس سے رشتۂ علم وقلم استوار رہا۔علم

وادب تذکرہ وتاریخ، مطالعہ وکتاب، تحریر وتقریر......الغرض گوناگوں ہمہ جہتی ذوق علم سے مالا مال ہیں۔خواجہ دوست محمد قندھاری، خواجہ محمد عثمان، خواجہ سراج الدین اور خواجہ ابراہیم صاحب کا تذکرہ بڑے چاؤ سے کرتے تھے۔ان کی برکت سے حضرت خواجہ محمد ابراہیم صاحب کی بھی زیارت وملاقات کا شرف حاصل ہوا تھا۔حضرت خواجہ سراج الدین کا تذکرہ ہوتا تو فرماتے یہاں کے بحر علم ومعارف کی سمندر سے دسیوں نہریں جاری ہوئیں، کندیاں شریف کی خانقاہ سراجیہ بھی یہاں کے اکابر کے علوم ومعارف کا فیض ہے، جس سے ایک عالم سیراب ہورہا ہے۔حضرت خواجہ خان محمد صاحب کو جامعیت، محبوبیت اور مرجعیت حاصل ہے وہ بھی روحانی طور پر اسی مرکز رشدوہدایت کے خوشہ چین ہیں۔

دو سال قبل جب احقر خانقاہ سراجیہ موسیٰ زئی شریف حاضر خدمت ہوا تو موصوف نے مجھ پر بے پناہ شفقت فرمائی۔نماز مغرب کا وقت تھا حکم فرمایا کہ نماز تم ہی نے پڑھانی ہے بلکہ بازو سے پکڑ کر مصلے پر کھڑا کردیا، موصوف کو اپنے زمانہ سکول میں جس شوق ذوق اطمینان اور جس حسن ادا سے نماز پڑھتے دیکھا وہ بس ان ہی کا خاصہ ہے۔اب بڑھاپا ہے مگر نماز پڑھنے کا وہی انداز وہی دلکشی، وہی بانکپن، میرا دل چاہتا ہے کہ وہ نماز پڑھتے رہیں اور میں انہیں دیکھتا رہوں۔

نسبت کا احترام:

اس کے بعد حضرت خواجہ شمس الدین صاحب مرحوم کے صاحبزادے حضرت مولانا خواجہ شہاب الدین صاحب مدظلہم ہمیں اپنے مدرسہ میں لے گئے، حضرت خواجگان ثلاثہ کے آثار وتبرکات کی زیارت کرائی۔بعض کتب کے قلمی نسخے دکھائے۔حافظ محمد نذیر رانجھا کی تحریر کردہ کتب عنایت فرمائیں۔حضرت خواجہ خان محمدؒ کی سرپرستی، تعاون، شفقات وعنایات کا دیر تک تذکرہ کرتے رہے۔فرمایا جب بھی خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف حاضر ہوتا ہوں تو حضرت خواجہ صاحب بے حد احترام کرتے ہیں، سرآنکھوں پر بٹھاتے ہیں اور دل وجان سے نچھاور ہوتے ہیں، حالانکہ میں علم میں مبتدی، اور عمر میں ان کے پوتوں کے برابر ہوں مگر حضرت خواجہ صاحب اکابر سے نسبت کا اتنا احترام کرتے ہیں کہ میں پسینہ پسینہ ہوجاتا ہوں۔

مجلس تحفظ ختم نبوت کی امارت:

مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر محدث العصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کے سانحہ ارتحال کے بعد حضرت خواجہ صاحبؒ کو مجلس کا امیر منتخب کیا گیا، ملک بھر کے علماء مشائخ اور دینی قوتوں نے اس کو سراہا۔شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ صاحب نے فرمایا: جماعت کا انتخاب صحیح اور تیر بہ ہدف ہے، میں درجہ موقوف علیہ کا

طالب علم تھا' دل نے گواہی دی کہ محدث العصر مولانا محمد یوسف بنوریؒ جیسی عبقری شخصیت کی جانشینی ایک اہم منصب ایک علمی مقام ایک روحانی رفعت اور ایک بے باک قیادت اور ایک ذمہ دارانہ مسند ہے۔اس انگشتری میں جو نگینہ جوڑا گیا ہے وہ یقیناً اس لائق ہے۔اب حضرت خواجہ صاحبؒ سے قلبی تعلق' محبت اور عقیدت و تعلق خاطر مزید بڑھنے لگا اور حضرت کی شخصیت کی مزید عظمت دل میں اترنے لگی۔(بعد میں یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت خواجہ صاحبؒ علامہ بنوریؒ سے تلمذ کی نسبت بھی رکھتے تھے۔)

دونسبتوں کا احترام:

جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں تقرری کے آٹھ دس سال بعد جامعہ اشرفیہ حسن ابدال میں سالانہ جلسہ دستار بندی میں مجھے بطور مہمان خصوصی کے مدعو کیا گیا۔جب میں وقت موعود پر پہنچا تو انتظامیہ نے میری علیحدہ ایک کمرہ میں نشست رکھی کہ ہجوم اور اژدحام خلق سے علیحدہ رہوں چائے وغیرہ سے فارغ ہوا ہی تھا کہ سامنے نظر اٹھی دیکھا ایک بوڑھے بزرگ سر پر پگڑی صورت وہیت ایک دیہاتی زمیندار کی' وضع قطع متواضعانہ، میری ابھی نظر ان سے نہیں ہٹی تھی کہ ایک صاحب دوڑتے ہوئے میرے پاس آ کر کہنے لگے کہ حضرت صاحبؒ آپ سے ملنے تشریف لا رہے ہیں۔میں پانی پانی ہو گیا دوڑ کر حضرت سے ملا مصافحہ کیا، حضرت میرے کمرے میں تشریف فرما ہوئے۔میں نے اپنا گاؤ تکیہ حضرت کو بڑھا دیا چند لمحے خاموشی رہی، قدرے طویل سکوت توڑ کر حضرت میری طرف متوجہ ہوئے فرمایا''حضرت مولانا مفتی عطاء محمدؒ صاحب کا کیا حال ہے؟''ان کی خیر وعافیت' صحت' مشاغل وغیرہ دریافت کرتے رہے' پھر ارشاد فرمایا:''تمہاری کتاب ''دفاع امام ابو حنیفہؒ'' اپنے موضوع پر جامع اور مکمل کتاب ہے۔''احقر نے بالا ستیعاب مطالعہ کی ہے۔میں نے آتے ہی تمہارا دریافت کیا۔معلوم ہوا کہ آپ تشریف لا چکے ہیں میں نے کہا پہلے ملاقات کر لیتے ہیں پھر دیگر مشاغل......

ایک تو اس لیے کہ ''دفاع امام ابو حنیفہؒ'' نے بہت فائدہ پہنچایا دوسرا اس لئے بھی کہ تم مولانا مفتی عطاء محمد کے شہر کے ہو اور وہ میرے محسن ہیں، تو ان دونوں نسبتوں کے حوالے سے میرا حق بنتا تھا کہ میں تمہارے پاس آ کر تم سے مل لوں۔عشاء کے بعد حضرت کی سرپرستی تھی اور میرا بیان تھا۔میرا آغاز کار تھا جوانی تھی اور کچھ نادانی بھی، اپنی تقریر میں بہت سی ایسی باتیں بھی کہہ گیا جو حضرت کی موجودگی میں نہ کرنے کی تھیں' جلسہ سے فراغت کے بعد حضرت کی شفقت' مشفقانہ گفتگو' عنایت اور بھرپور توجہ حاصل رہی میں سمجھا حضرت کے وسعت ظرفی نے میری نادانیوں کو کھلے سینہ سے برداشت کر لیا۔

مولانا قاری قیام الدین کے ہاں:

پنڈ دادنخان کے بزرگ عالم دین' مدرس ومصنف' خطیب اسلام حضرت مولانا قاری قیام الدین مدظلہٗ کے ہاں ان کے مدرسہ کا سالانہ جلسہ دستار بندی تھا' حضرت مولانا علامہ خالد محمود صاحب بھی تشریف فرما تھے خواجہ صاحب مدظلہ بھی مدعو تھے۔حضرت خواجہ صاحب کی سرپرستی اور صدارت تھی۔جلسہ وبیان سے فراغت کے بعد علیحدہ خلوت میں حضرت خواجہ صاحب سے دوبارہ ملاقات ہوئی' بار بار نظر شفقت فرماتے رہے' مشاغل کا پوچھا' میرے بیان پر خوشی ومسرت کا اظہار فرمایا اور تشـــجیـــعـــی کلمات سے نوازتے رہے۔بات بہت مختصر، جملہ بہت چھوٹا،مگر جو ارشاد فرمایا دریا بہ کوزہ اندر تھا۔

تعلیم القرآن ویسا میں:

پانچ چھ سال قبل ''تعلیم القرآن'' ویسا ضلع اٹک میں سالانہ ختم بخاری کی تقریب بھی تھی اور بیرون شہر نئے ادارے کا سنگ بنیاد بھی رکھنا تھا، جب مجھے خطاب کی دعوت دی جانے لگی تو حضرت خواجہ اسٹیج پر آ کر کرسی صدارت پر جلوہ افروز ہوئے۔میرا بیان مکمل ہوا تو حضرت کے رفقاء سفر خدام نے فرمایا کہ حضرت نے فرمایا ''جب حقانی کے بیان کا وقت ہو تو مجھے اسٹیج پر لے جانا' حضرت تمہارے بیان کیلئے خصوصیت سے منتظر تھے، بس میرے لئے اس قدر توجہ اور حضرت کی قلبی عنایت دنیا میں استناد اور آخرت میں نجات کا وسیلہ ہے۔

خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف میں حاضری:

دو تین سال قبل برادر مکرم حضرت مولانا حسین احمد مدظلہ کی دعوت پر بھکر اور دریا خان کے دینی مدارس کے اجتماعات میں شرکت کا پروگرام بنا۔میری درخواست پر مولانا حسین احمد مدنی نے پروگراموں کی ترتیب میں خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف میں حاضری اور حضرت خواجہ صاحبؒ سے ملاقات کے پروگرام کو بھی شامل فرمالیا چنانچہ ان کے والد صاحب خود مولانا حسین احمد اور ان کے بھائی بھی ہمارے ساتھ حضرت خواجہ صاحب کی ملاقات کیلئے حاضر ہوئے' گاڑی کی ڈرائیونگ عزیزم گل رحمٰن کر رہے تھے' خانقاہ میں قدم رکھتے ہی بڑا سکون حاصل ہوا گاڑی سے اترے تو سیدھے حضرات کے مزارات پر فاتحہ پڑھی' واپسی پر حضرت کے خادم خاص نے مجھے ہاتھ سے پکڑ کر عام لنگر کے بجائے خاص دارالاضیاف میں ٹھہرایا اور خصوصی ضیافت کا انتظام کیا۔حضرتؒ سے ملاقات کیلئے ان کے دولت کدہ پر حاضری ہوئی۔احباب نے میرا تعارف بھی کرایا مگر بایں ہمہ حضرت کے سرہانے جمال یوسف پڑی تھی،ارشاد فرمایا ''بیٹے! جمال یوسف کا مطالعہ کرو! مولانا عبدالقیوم حقانی نے لکھی ہے علماء ومدرسین کے نفع کی چیز ہے۔'' احقر نے عرض کیا کہ حضرت! عبدالقیوم حقانی

تو آپ کے قدموں میں بیٹھا ہے! بہت خوش ہوئے اور دعاؤں سے سرفراز فرمایا۔

ہماری درخواست پر حضرت کے خادم خاص نے کتب خانے کی سیر بھی کرائی' ایک ایک کتاب دیکھی خادم نے ورق الٹنے کو ہاتھ میں لینے اور کھولنے تک کے ہدایات و آداب ارشاد فرمائے۔ کتب خانہ قدیم وجدید کتب کا گنجینہ علم وعرفان ہے۔ ہم لوگ خانقاہ سراجیہ کے اکابر اور حضرت خواجہ صاحبؒ کے ذوق علم وتحقیق اور ذوق ترتیب کتب سے بے حد متاثر ہوئے۔ قائد ملت مولانا مفتی محمود، ضیغم اسلام مولانا غلام غوث ہزارویؒ اور بڑے بڑے زعماء امت کے یہاں ورود مسعود اور کتب خانے سے استفادے کے واقعات سنے۔ حضرت خواجہ صاحبؒ سے روحانی استفادے کیلئے ملک، بلکہ دنیا بھر کے علماء صلحاء اساتذہ مشائخ اور سالکین طریقت طلب صادق لے کر آتے اور علوم ومعارف سے جھولیاں بھر بھر کر جاتے۔

دارالعلوم دیوبند کے نوے علماء کی جنازے میں شرکت

تونسہ شریف......عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت تحصیل تونسہ شریف کے راہنما مولانا عبد العزیز لاشاری نے ایک بیان میں کہا کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ اور سرپرست اعلیٰ حضرت خواجہ خان محمد قدس سرہٗ کے انتقال کی خبر سنتے ہی لوگ دیوانہ وار قافلوں کی صورت میں خانقاہ سراجیہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ ریتڑہ، ٹبی، قیصرانی، وہوا، کوٹ قیصرانی، ڈیرہ غازی خان سے صاحبزادہ عبد الرحمٰن غفاری، مولانا محمد رمضان، قاری محمد اسلم، مولانا غلام فرید، مولانا عبد الغفور سبحانی، مولانا امان اللہ کوٹ قیصرانی، مولانا محمد اقبال مبلغ ختم نبوت کی قیادت میں ایک ہزار آدمیوں نے جنازہ میں شرکت کی۔ دار العلوم دیوبند سے نوے علماء کرام کے ایک وفد نے جنازہ میں شرکت کی۔ اجمیر شریف کی درگاہِ عالیہ سے دس رکنی وفد جنازہ میں شریک ہوا۔ اندرون وبیرون ملک خواجہ صاحب رحمہ اللہ کے پچیس لاکھ مرید شمار کیے جاتے ہیں۔ موسم گرما کے باوجود تقریباً چار لاکھ آدمیوں کی جنازہ میں شرکت سے ثابت ہوتا ہے کہ خواجہ صاحب رحمہ اللہ، اللہ پاک کے مقبول بندے اور وقت کے قطب تھے۔ جن کی ساری زندگی مسلمانوں کی اصلاح اور ختم نبوت کے تحفظ کے لیے گزری۔ تحصیل تونسہ شریف، تحصیل جام پور، ضلع ڈیرہ غازی خان، ضلع راجن پور کی دینی قیادت نے دینی مدارس، مساجد میں حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ کے ایصالِ ثواب کے لیے قرآن خوانی اور دعائے مغفرت کا اہتمام کیا اور خانقاہ سراجیہ کے فیض کی ترقی کے لیے دعائیں کی گئیں۔ (بشکریہ ''ہفت روزہ ختم نبوۃ'' کراچی)

مولانا ثناء اللہ سعد شجاع آبادی

حضرت خواجۂ خواجگان......ایک شجر سایہ دار

حضرت اقدس خواجۂ خواجگان رحمہ اللہ کاروانِ حق کے سرخیل تھے، آپ کی حیثیت اور ہستی ایک ایسے شجر سایہ دار کی سی تھی جو دھوپ کی شدت میں طول طویل سفر کے آبلہ پا مسافروں کو ٹھنڈی چھاؤں فراہم کرتا ہے۔اور مسافر اس کے سائے میں آرام پاتے اور تازہ دم ہو کر ایک نئے عزم کے ساتھ منزل کی طرف روانہ ہو جاتے ہیں۔

آپ نے جہاں اہلِ السنّت والجماعت کی مختلف دینی اور سیاسی تنظیموں کی سرپرستی کی وہاں کاروانِ ناموسِ صحابہ کے آبلہ پا مسافر بھی آپ کی سرپرستی اور دعاؤں سے محروم نہیں رہے۔فتنۂ قادیانیت کے خلاف جہاں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت آپ کے زیر سایہ کام کر رہی تھی وہاں مجلس احرارِ اسلام کو بھی آپ کی سرپرستی کا شرف حاصل تھا، انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ اور دیگر تنظیموں کے افراد بھی آپ کی دعاؤں سے فیض پاتے تھے۔اِسی طرح فتنۂ رافضیت کے خلاف کام کرنے والی مختلف الخیال شخصیات کو بھی آپ کی دعائیں حاصل رہیں۔ایرانی انقلاب (فروری ۱۹۷۹ء) کے بعد مختلف شخصیات نے اس فتنہ کی طاقت اور اثراتِ بد سے مسلمانانِ پاکستان کو بچانے کے لئے مختلف پروگرامات تشکیل دیے تو ہر کسی نے حضرت خواجہ کے درِ دولت سے تائید وتصدیق کو اہم خیال کرتے ہوئے آپ کی قدم بوسی کی اور حضرت نے سب کو اپنی دعاؤں سے نوازا۔۱۹۸۵ء میں امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی شہیدؒ نے سپاہِ صحابہ کی بنیاد رکھی تو حضرت اقدس کی دعاؤں سے ہی سفر کا آغاز کیا۔حضرتِ اقدس خواجۂ خواجگان، امیر عزیمت مولانا حق نواز شہید کو اپنے بیٹوں کی طرح جانتے اور چاہتے تھے۔ان کی قائدانہ صلاحیتوں کے معترف اور قدردان تھے۔اور ساتھ ہی ان کی مسحور کن خطابت اور طرزِ استدلال کے زبردست مداح بھی تھے۔

۱۹۸۴ء میں، جبکہ ابھی سپاہِ صحابہ معرضِ وجود میں نہیں آئی تھی، جنرل ضیاء الحق کے جاری کردہ امتناعِ قادیانیت آرڈیننس کے نفاذ کے بعد گوجرہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ میں منعقدہ ختم نبوت کانفرنس سے، جس کی صدارت حضرت خواجۂ خواجگان ہی فرما رہے تھے، امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی نے ''عقیدۂ ختم نبوت تحذیر الناس کی روشنی میں'' کے عنوان سے خطاب کیا۔یہ خطاب کیا تھا، مولانا حق نواز شہید رحمہ اللہ کے

اسلوبِ سخن، اور قوتِ بیان کا شاہکار تھا۔عم مکرم مجاہد ختم نبوت مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی زید مجدہم کے بقول جب مولانا حق نواز خطاب فرما رہے تھے حضرت خواجۂ خواجگان کی نظریں آپ کے چہرے سے نہیں ہٹتی تھیں۔ بعد میں حضرت اقدس مختلف مقامات اور مواقع پر مولانا حق نواز شہید کے اس خطاب کی مدح میں رطب اللسان رہے اور زندگی کے آخر تک مختلف مقامات پر اس کا حوالہ دیتے رہے۔ عین ممکن ہے امیر عزیمت شہیدؒ کا یہی خطاب حقیقی معنوں میں حضرتِ اقدس سے ان کے صحیح تعارف کا ذریعہ بنا ہو، جبکہ اس خطاب سے بھی بہت پہلے مولانا حق نواز شہید اپنے شیخ اوّل حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلوی کے انتقال (غالباً ۱۹۷۸ء) کے بعد حضرت خواجۂ خواجگان کے دستِ حق پرست پر بیعت ہو چکے تھے۔ بہر حال مذکورہ یادگار خطاب کے بعد ۱۹۸۵ء میں سپاہِ صحابہ کا قیام عمل میں آیا تو ساتھ ہی امیر عزیمت شہید پر مصائب وآلام کا دور شروع ہو گیا، مختلف حضرات اس کے گواہ ہیں کہ امیر عزیمت شہید کا تعلق حضرتِ اقدس سے روز بروز مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا گیا۔ امیر عزیمت شہید کو جونہی فرصت کے لمحات میسر آتے تو حضرتِ اقدس کے درِ دولت کی حاضری ضروری ہوتی تھی۔ پھر اسی دوران ''سانحہ لیہ'' پیش آ گیا، جس کی تفصیلات کچھ یوں ہیں کہ:

غالباً ۱۲ رجون ۱۹۸۷ء کو امیر عزیمت مولانا حق نواز جھنگوی کی لیہ میں تقریر ہونی تھی۔ عین وقت پر لیہ انتظامیہ نے انہیں ضلع میں داخل ہونے سے روکا اور گرفتاری کی بھی دھمکی دی۔ مولانا نے فرمایا کہ اتنے اشتہارات، اعلانات اور تیاری کے بعد اب پابندی لگانا بے جواز ہے، چنانچہ مولانا گرفتاری دینے کی بجائے خفیہ طریقے سے لیہ جلسہ گاہ میں پہنچ گئے جہاں آپ نے رافضیہ کے تار و پود بکھیرتے ہوئے نہایت مدلل بلیغ اور جوشیلی تقریر کی، حسب معمول مجمع بھی بے پناہ اور جوش وخروش بھی قابل دید تھا، یہاں انتظامیہ نے اپنی بے بسی محسوس کی مگر اپنی سبکی دُور کرنے کے لئے انہیں بہر صورت گرفتار کرنے کا تہیہ کر لیا، چنانچہ اردگرد کے اضلاع سے پولیس کی مزید نفری منگوالی گئی، حضرت مولانا کو ایک راستے میں صبح کے وقت بے شمار پولیس نے گھیر لیا اور آپ کو اور آپ کے رفقاء قاری محمد منور وغیرہ کو گرفتار کر کے ملتان پہنچا دیا، مولانا کو بغیر مقدمہ چلائے نظر بند کر دیا گیا، باقی دیگر ساتھیوں پر مختلف دفعات کے تحت متعدد مقدمات درج کر کے الجھا دیا اور تشدد کیا گیا۔ اب گرفتاریوں، پابندیوں کا پھر ایک غیر متناہی سلسلہ چل نکلا، مگر مولانا تو کیا، آپ کے ایک کارکن کے پائے استقلال میں ذرّہ برابر لغزش نہ آئی۔ پٹتے رہے، پستے رہے، گھر لٹتے رہے مگر کیا مجال فدایانِ صحابہ نے مقدسین کے نام پر بٹہ لگایا ہو، ریکارڈ اس بات کا بھی شاہد ہے۔

چونکہ نظر بند کی ضمانت نہیں ہوتی، اس لئے مولانا کو عرصہ دراز تک رہا نہ کیا جانا طے ہوا، اس اثناء میں طرح طرح کی چہ مے گوئیاں ہونے لگیں اور خطرناک حد تک افواہیں گردش کرنے لگیں۔ اس دوران حضرت

مولانا کے چاہنے والوں علماء عوام اور سپاہ صحابہ کی طرف سے ملک کے گوشہ گوشہ میں احتجاجات اور مطالبات کی مہم جاری رہی مگر جب تمام قانونی راستے مسدود ہو جائیں تو لامحالہ غیر قانونی راستے اختیار کیے جاتے ہیں، اس کے لئے کسی اجازت یا تدبیر کی ضرورت نہیں ہوتی، یہ فطری امر ہوتا ہے۔

چنانچہ سپاہ صحابہ پاکستان نے اپنی تحریک کو رواں دواں رکھنے کے لئے اور مولانا کی رہائی کے لئے احتجاجی مارچ کا پروگرام ترتیب دیا اور ۱۹رجون ۱۹۸۷ء بروز جمعۃ المبارک کو ہزاروں افراد پر مشتمل ایک عظیم جلوس جو سینکڑوں ویگنوں بسوں پر مشتمل تھا، جھنگ سے لیہ کی طرف مارچ کرتا ہوا جب چوک اعظم پہنچا تو اسسٹنٹ کمشنر لیہ جلوس کے راستے میں مزاحم ہوئے۔ اہل جلوس نے کہا ہم پر امن احتجاج کرنا چاہتے ہیں احتجاجی جلوس وجلسہ وہڑتال ہمارا قانونی حق ہے۔ اے۔ سی صاحب بگڑنے لگے تو نوجوانوں نے حیل وحجت کے ساتھ اے سی صاحب لیہ کو اغوا کر لیا اور یرغمال بنالیا۔ اور پھر جلوس لیہ کی طرف روانہ ہو کر بخیریت پُر امن طور پر یہ لیہ پہنچا۔ پورا ضلع لیہ گونج اٹھا، وہاں ایک بہت بڑا احتجاجی جلسہ ہوا پُر امن جلوس نکالا گیا، مطالبات پیش کئے گئے اور مطالبات مان بھی لئے گئے اور معاہدہ ہوا کہ ہم مولانا کو پرسوں رہا کر دیں گے۔

چنانچہ مقصد کے حصول کے بعد کارکن مختلف حصوں میں بٹ کر اپنے اپنے علاقوں کو روانہ ہو گئے۔ لیہ انتظامیہ نے یہ معاہدہ اپنی مجبوری اور بے بسی کی بناء پر کیا تھا جبکہ ان کے دل میں انتقام کی آگ بھڑک رہی تھی جسے جماعتی رہنما سمجھنے سے قاصر رہے کہ گورنمنٹ کی نیت خراب ہے اور دھوکا دیا جا رہا ہے۔

ظاہر ہے جھنگ سے اتنے بڑے جلوس کا ترتیب پا کر پُر امن لیہ تک مارچ کرنا، پھر کامیاب جلسہ و منظّم جدوجہد اور پھر مطالبات کا منوالینا، حکومت نے اسے اپنے لئے چیلنج سمجھ لیا، نیز مولانا حق نواز کو بھی گورنمنٹ نے اپنے لئے خطرہ محسوس کیا۔ حکومت میں شیعہ عناصر نے اندازہ کر لیا کہ یہ شخص رافضیت کے قلعے کو با آسانی مسمار کر سکتا ہے، کیوں نہ اسے طاقت ور ہونے سے پہلے ہی ملیا میٹ کر دیا جائے، چنانچہ وہ بھی مستعد ہو گئے۔

لیہ مذاکرات میں مطالبات کی منظوری کے بعد جلوس کامرانی سے واپس ہوا تو جھنگ اور فیصل آباد کے علاقوں کے لوگ اسی راستے سے واپس ہوئے جدھر سے ان کا جانا ہوا تھا اور دیگر اطراف وجوانب کے شرکاء وہیں سے واپس ہو گئے۔ جھنگ واپس آنے والا جلوس جب چوک اعظم نامی مقام سے گزر رہا تھا تو سازش کے تحت ایک امام بارگاہ سے جلوس پر فائرنگ کی گئی، شرکا جلوس مشتعل ہو گئے مگر رہنماؤں نے سمجھا بجھا کر رام کر لیا کہ کہیں ہماری کامیابی کسی کی شرارت سے ناکامی میں تبدیل نہ کر دی جائے۔ پولیس نے بھی فائرنگ کرنے والوں کو پورا تحفظ دیا جس پر اشتعال میں ایک کارکن نے ایک سپاہی کی رائفل چھین لی مگر پھر

وہ بھی واپس کر دی۔

لیہ کے ریگزاروں میں نہتے کارکنوں کی شہادت

یہ جلوس چوبارہ نامی ایک مقام کے ویرانے سے گزر رہا تھا کہ پتہ چلا کہ آگے تمام اطراف سے پولیس کی بھاری جمعیت نے گھیرا ڈالا ہوا ہے۔

اب اندازہ ہوا کہ یہ ساری منصوبہ بندی اس وقت کی گئی جب پیچھے جلوس کو الجھایا جاتا رہا۔ جلوس کو روک دیا گیا اور گاڑیوں کے فائر کر کے ٹائر پھاڑ دیئے گئے اور پھر نوجوانوں پر گولیوں کی بارش شروع کر دی گئی۔ سارے دن کے تھکے ہارے گرمی کے مارے نہتے نوجوان زخمی ہو کر گرنے لگے کچھ نے بھاگ کر جان بچائی۔ کئی قتل کر دیئے گئے، کچھ ٹانگوں بازوؤں سے معذور کر دیئے گئے، نقدی لوٹ لی گئی، گھڑیاں اتار لی گئیں، اثاثے ضبط ہوئے، یا علی مدد کے نعرے لگانے پر مجبور کیا گیا۔ اللہ اکبر کہنا جرم قرار پایا، بعض پولیس کمینوں نے کفر بکنے پر آمادہ کرنے کے لئے اس قدر تشدد کیا کہ بعض افراد ہمیشہ کے لئے معذور ہو گئے۔ ایک قیامت برپا رہی، پانی مانگنے پہ پیشاب پینے کا کہا گیا، گھناؤنا برتاؤ کیا گیا۔ سینکڑوں گرفتار کر لئے گئے اس کے ساتھ ہی ایک خوف ناک دہشت گردی کا بازار گرم ہو گیا۔ سپاہِ صحابہ کے تین نوجوان اس موقع پر شہید ہوئے، بعد ازاں ایک اور ستم یہ ہوا کہ پُر امن شہری اور حق پرست بے گناہ لوگوں کو گھروں سے پکڑ پکڑ کر بے عزت کر کے لوٹے جانے اور پیسے وصول کر کے چھوڑ دیئے جانے کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ جو شخص نذرانے سے پولیس کی جیب نہ گرم کر سکتا، اسے تشدد کا نشانہ بنایا جاتا مارا پیٹا جاتا خواتین کو بھی بے حرمت کیا جانے لگا اور ظلم وستم کا ایک غیر مختتم سلسلہ جاری ہو گیا۔

اب پوری قوم میں اضطراب پھیلا اور نئے احتجاجات کا سلسلہ شروع ہوا، ملک کے طول وعرض میں مظاہرے شروع ہو گئے، اس دوران متعدد کرب ناک مراحل آئے تا آنکہ مولانا حق نواز جھنگوی کی نظر بندی اور عوام پر جور وستم کے سلسلے کو اڑھائی ماہ سے زیادہ عرصہ بیت گیا۔

ظلم وستم کی اس بڑھتی ہوئی آندھی نے بہت سارے قلوب واذہان کو گرما دیا، ایک پلیٹ فارم پر اکٹھے ہونے اور اہل سنت کے حقوق کیلئے طاقتور آواز بلند کرنے کا وقت آیا تو حضرت اقدس خواجہ خواجگان نے سپاہِ صحابہ کے سر پر دستِ شفقت رکھا، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے تمام دیوبندی تنظیموں کو مرکزی دفتر میں مدعو کیا اور مولانا حق نواز سمیت دوسرے بے گناہوں کی رہائی کیلئے بھرپور تحریک چلانے کی بنیاد رکھی۔ چنانچہ اس موقع پر حضرت خواجۂ خواجگان کی طرف سے درج ذیل ایک مکتوب تمام تنظیموں کی طرف بھیجا گیا:

حضرتِ خواجۂ خواجگان رحمہ اللہ کی طرف سے مکتوب گرامی:

محترمی ومکرمی!

السلام علیکم ورحمتہ اللہ

مورخہ 87-06-19 کو لیہ ضلع کے مختلف مقامات پر انجمن سپاہ صحابہ کے پرامن جلوس پر ضلعی انتظامیہ کی طرف سے شرمناک تشدد اور بربریت کے نتیجے میں تین نوجوان شہید اور 100 کے قریب زخمی ہوئے اور ایک سو سے زائد کارکنوں پر مختلف دفعات کے تحت مقدمات درج ہوئے، پس دیوار زنداں بھیج دیا گیا، علاوہ ازیں تشدد، پکڑ، فکر خوف وہراس کی فضا ہنوز قائم ہے۔

اس پس منظر میں آپ مع اپنے جنرل سیکریٹری کے ضرور 11 جولائی کو بوقت صبح دس بجے بمقام دفتر ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان تشریف لاکر اپنے قیمتی مشوروں سے نوازیں تاکہ ہم سب متحد ہوکر کوئی متفقہ لائحہ عمل اختیار کرکے عہدہ برآ ہوسکیں۔

رابطہ کیلئے حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی صاحب

حضرت مولانا خان محمد صاحب
(امیر مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان)

سُنّی کنونشن 11 جولائی 1987ء ملتان:

11 / جولائی 1987ء کو ملتان میں تمام دینی سُنّی جماعتوں کا ایک بھرپور اجلاس ملتان دفتر ختم نبوت میں انعقاد پذیر ہوا۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ناظم جماعت مولانا عزیز الرحمٰن کو میزبانی کے فرائض سرانجام دینے کا حکم فرمادیا تھا جس کی وجہ سے دفتر ختم نبوت میں مدعوئین علماء کرام کی خورد ونوش اور رہائش کا انتظام کیا گیا تھا۔

ملک بھر سے علمائے کرام نے نہایت جوش وخروش سے اس اجلاس میں شرکت فرمائی۔ جن جماعتوں یا شخصیات نے اس اجلاس میں شرکت فرمائی ان کے نام مندرجہ ذیل ہیں:

1۔ مجلس تحفظ ختم نبوت
2۔ جمعیۃ علماء اسلام (فضل الرحمٰن گروپ)
3۔ جمعیۃ علماء اسلام (درخواستی گروپ)
4۔ تنظیم اہل سنت پاکستان
5۔ مجلس تحفظ حقوق اہل سنت
6۔ مجلس علمائے اہل سنت
7۔ سوادِ اعظم اہل سنت پاکستان
8۔ سپاہ صحابہ پاکستان
9۔ مجلس علماء
10۔ شبان اہل سنت پاکستان

11۔تحریک احیائے سنت
12۔سنی مجلس عمل ڈیرہ اسماعیل خان
13۔مجلس خدام صحابہ ملتان
14۔انٹرنیشنل ختم نبوت اکیڈمی فیصل آباد
15۔انٹرنیشنل خدام الدین

سُنّی کنونشن کے دو اجلاس ہوئے۔ پہلا اجلاس حضرت خواجہ خان محمد صاحب کی صدارت میں شروع ہوا۔تلاوت قرآن کے بعد حضرت خواجہ خواجگان مولانا خان محمد صاحب علیہ الرحمۃ نے مندرجہ ذیل صدارتی خطبہ دیا۔

حضرت اقدس کا صدارتی خطبہ

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ و کفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰے!

حضرات گرامی!

میں آپ حضرات کا تہہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے میری دعوت پر اپنی گراں قدر مصروفیات چھوڑیں،سفر اور گرمی کی تکلیف برداشت کرکے تشریف لائے۔

آپ حضرات کو یہ زحمت اس لئے دی گئی کہ 19 جون کو تھل کے راہگزاروں میں انجمن سپاہ صحابہ کے کارکنوں کا ناحق خون بہایا گیا بغیر کسی جواز کے ان کو گولیوں سے چھلنی کیا گیا۔تین کارکن شہید اور بیسیوں زخمی ہوئے اور لیہ کی انتظامیہ نے قتل کے مقدمات بھی شہیدوں کے رفقاء کے خلاف قائم کردیئے۔ پنجاب گورنمنٹ نے ان ظالم افسروں سے کوئی باز پرس نہیں کی بلکہ ان کو پورا تحفظ دیا جارہا ہے۔ان حالات کے متعلق ہم مل بیٹھ کر سوچیں اور کوئی متفقہ لائحہ عمل تیار کریں۔

اللہ تعالیٰ نے جن علماء کرام کو تبلیغ کے میدان میں کام کرنے کی سعادت بخشی ہے۔وہ ہمیشہ حکومت کی غلط پالیسیوں کی وجہ سے مختلف قسم کی پابندیوں سے دوچار ہوتے رہتے ہیں اور انہیں قید وبند کی صعوبتیں بھی برداشت کرنی پڑتی ہیں اور عوام یا جماعتوں کی طرف سے کوئی غیر معمولی ردعمل بھی نہیں ہوتا۔ 12-13 جون کو جمن شاہ لیہ میں جلسہ تھا۔ 12 جون کو عشاء کے وقت مولانا حق نواز صاحب کی تقریر ہوئی اور اس اجلاس کے ختم ہوتے ہی پولیس نے پکڑ دھکڑ شروع کردی۔ 32/افراد کے خلاف ایک سے زیادہ دفعات کے تحت مقدمہ درج ہوا۔

مولانا حق نواز سمیت سترہ کارکنوں کو اسی دن گرفتار کرلیا گیا۔ مولانا حق نواز، مولانا عبدالصمد آزاد

اور قاری محمد منور کے خلاف اس مقدمہ کے علاوہ تین تین ماہ کی ملتان جیل میں نظر بندی کے بھی احکامات صادر ہوئے۔ الزام یہ تھا کہ جلسہ میں لاؤڈ سپیکر بغیر اجازت کے استعمال ہوا اور مولانا حق نواز صاحب کے خلاف ضلع لیہ میں داخل نہ ہونے کے احکامات جاری ہوئے ہیں اور انہوں نے آ کر تقریر کر لی حالانکہ مولانا سے کوئی تعمیل نہیں کرائی گئی۔ اتنی سی بات پر وسیع پیمانے پر گرفتاریاں اور تین ماہ کی نظر بندی کا کوئی جواز نہ تھا۔ اس صریح زیادتی کے خلاف 19 جون کو لیہ میں احتجاجی مظاہرے کرنے کا پروگرام بنا۔ 19/جون کو کئی اضلاع کی پولیس لیہ میں اکٹھی کر لی گئی۔ پورے ضلع کی ناکہ بندی کی گئی، مختلف مقامات سے مظاہرہ میں شرکت کے لئے آنے والی بسوں اور ویگنوں کو واپس کر دیا گیا۔ جھنگ سے آنے والا جلوس لیہ پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ شہر میں پورے امن سے مظاہرہ ہوا اور مظاہرہ کے بعد ڈی سی او لیہ نے سرکردہ حضرات کو بلا کر باقاعدہ مذاکرات کئے اور مولانا حق نواز صاحب کی رہائی کا بھی وعدہ کیا گیا۔ مظاہرین بڑے اطمینان اور خوشی کے عالم میں واپس ہوئے اور واپسی میں اتنا نظم ونسق قائم نہ رکھ سکے۔ پہلا قافلہ تین بسوں اور چند ویگنوں پر مشتمل تھا۔ یہ قافلہ چوبارہ کے قریب پہنچا تو سڑک بلاک، ہر طرف سے پولیس کا محاصرہ تھا۔ بلوچ نیوی بھی موجود تھی۔ یہ رکے تو ان پر گولیوں کی بارش ہونے لگی۔ ایک قیامت برپا ہو گئی۔ اس مقام پر صوفی محمد بخش کبیر والا، عبدالغفار ساکن کبیر والا اور ضیاء الرحمٰن ساجد فیصل آبادی شہید ہوئے اور بہت سارے لوگ زخمی ہوئے۔ فائرنگ بند کرنے کے بعد پولیس نے ان کارکنوں کا گھیرا تنگ کر کے ان کو قابو میں لے لیا۔ نقدی اور گھڑیاں وغیرہ سب کچھ چھین لیا اور لاٹھیوں سے سب کو بے تحاشا مارا۔ متشرع لوگوں کی داڑھیاں نوچیں اور بعض بدبختوں نے یہ الفاظ بھی کہے کہ اب ابوبکر وعمر کو بلاؤ، وہ تمہاری مدد کریں۔ یہ کارروائی ساڑھے سات بجے شام سے ساڑھے دس بجے رات تک جاری رہی۔ پھر زخمی لوگوں کو رکھ کر باقی سب کو چھوڑ دیا گیا۔ چوک اعظم حیات مائنز کے قریب چاہ بھکس کے مقام پر بھی بغیر کسی جواز اور بغیر کسی وارننگ کے لاٹھیوں اور رائفلوں سے کارکنوں کو پیٹا اور حراست میں لیا گیا۔ قتل اور مقدمہ وغیرہ کے الزامات میں ایک سو سے زیادہ کارکنوں کو جیلوں میں ڈال دیا گیا۔

ان حالات سے یہ بات واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ حالات کو لیہ انتظامیہ نے جان بوجھ کر خود بگاڑا ہے اور اب قتل وغارت کے ارتکاب سے اپنے آپ کو بری الذمہ ٹھہرانے کے لئے کئی قسم کے حربے استعمال کئے جا رہے ہیں۔ تازہ اطلاع ہے کہ صوفی محمد بخش شہید کے ورثاء سے پولیس نے دستخط لئے ہیں اور انہیں خون بہا کی رقم کا جھانسہ دیا ہے۔ انتظامیہ کی تمام کوششیں اس خون کو دبا دینے کی ہیں۔

اگر ہم لوگوں نے اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کر کے بھرپور جدوجہد نہ کی اور اپنے طور پر رسمی احتجاج

کرتے رہے تو یہ خون بھی اسی طرح دبا دیا جائے گا جس طرح ماضی میں ہمارے خون رائیگاں جاتے رہے ہیں۔ دور جانے کی ضرورت نہیں باب عمر جھنگ کا قصہ ماضی قریب کا معاملہ ہے۔ کتنے اہل سنت کو گولیوں سے بھون دیا گیا۔ سیت پور وغیرہ میں کس بیدردی سے اہل سنت کو خاک وخون میں تڑپایا گیا۔ پچھلے سال محرم میں کبیر والا، خیر پور ٹامیوالی، ڈیرہ اسماعیل خان اور لاہور کے مقامات پر اہل سنت کا کتنا خون بہایا گیا۔

ان کے علاوہ بھی آپ ایسے ہی خونی حادثات گنا سکتے ہیں لیکن آپ یہ نہیں بتا سکیں گے کہ آپ کا کوئی ایک قاتل بھی کیفر کردار کو پہنچا ہو۔ آج آپ حضرات واقعات کے اس پہلو پر غور فرمائیں کہ آپ کے خون کو اتنا سستا سمجھ لیا گیا ہے۔ آپ کے قاتل کیوں سزا نہیں پاتے۔ آپ کی چیخ وپکار اور فریاد کیوں بے اثر رہتی ہے۔

آپ اپنے گرد وپیش اور عالمی حالات پر نظر ڈالیں تو آپ کو یہ بات ماننی پڑے گی کہ آج کے دور میں اسی آواز کا وزن مانا جاتا ہے جس کے پیچھے مضبوط قوت عمل کے ساتھ سیاسی قوت بھی کارفرما ہو۔ اب سے چند سال پہلے فقہ جعفریہ کے خالص مذہبی اور فقہی نام پر جس تحریک کا آغاز ہوا تھا باوجود ایک مذہبی حکومت کی پشت پناہی کے وہ سیاست کی وادی میں اترے بغیر کامیابی کا تصور نہیں کر سکتی۔ اپنے مد مقابل فریق کی اس تحریک کی چند سالہ کارروائیاں آپ کے سامنے ہیں۔ اگر آپ خلاف ادب نہ خیال فرمائیں تو اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ ان لوگوں کی آواز اتنی بے اثر نہیں ہے جتنی ہماری آواز بے وزن رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ حضرات کو دعوت وارشاد کے مبارک منصب پر فائز فرمایا ہے۔ آپ کی زبان بے شمار لوگوں کے ایمان کی حفاظت کا ذریعہ بنتی ہے۔ آپ کی دینی خدمات اور کام کی عظمت کا ہرگز انکار نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن مسائل کے حل اور مشکلات کے مقابلہ کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ آپ کی تمام تنظیمیں ایسے امور کے لئے یکجان ثابت ہوں اور آپ کی وہ دینی جماعتیں جن کو اللہ تعالیٰ نے سیاسی وزن عطا فرمایا ہے وہ بھی آپ کی ہمنوا ہوں۔ آپ حضرات کی خدمت میں جو دعوت نامہ ارسال کیا گیا ہے اس میں اجلاس کا مقصد صرف لیہ کے سانحہ پر غور وخوض اور اس کے متعلق مشترکہ جدوجہد ہی لکھا گیا تھا لیکن آپ اس میں وسعت پیدا کرنے کے مجاز ہیں۔ اگر آپ حضرات ماضی کے تجربات کی روشنی میں غور فرماتے اور کوئی مستقل لائحہ عمل تجویز فرماتے تو یہ اور زیادہ خوشی اور اطمینان کی بات ہوگی۔ لیہ کا حادثہ نہ پہلا واقعہ ہے نہ آخری، ایسے حالات سے ہمیشہ سابقہ پڑتا رہتا ہے۔ اگر آپ مستقبل کے لئے کوئی مستقل اجتماعی شکل اختیار کر لیتے ہیں تو اس سے ہمیشہ کے لئے متعلقہ امور میں بروقت راہنمائی فرما سکیں گے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کا مل بیٹھنا قبول فرمائے اور ہمیں آپس کے اتحاد اور کامیابی اور قبولیت

سے سرفراز فرمائے۔آمین

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ

14 ذیقعد 1407ھ (11 جولائی 1987ء)

مشترکہ جدوجہد کے لئے ایک سُنّی کمیٹی کی تشکیل:

اس موقع پر تجویز پیش کی گئی کہ مشترکہ جدوجہد کے لئے ایک سُنّی ڈیفنس کمیٹی قائم کی جائے جس کے لئے ایک کنوینیر متفقہ طور پر منتخب کرلیا جائے تاکہ اس کی سربراہی میں کام کو تیز سے تیز تر کردیا جائے تاکہ جلد از جلد تمام جدوجہد کے ثمرات مرتب ہوسکیں۔ایکشن کمیٹی کے کنوینیر کے لئے مولانا محمد ضیاء القاسمی مرحوم کو منتخب کر لیا گیا۔

ڈیفنس کمیٹی نے فیصلہ کیا کہ 31/جولائی کو لیہ میں مظاہرہ کیا جائے جس میں تمام جماعتوں کے قائدین یا نمائندے شرکت کریں گے اور اس مظاہرے میں مولانا حق نواز کی رہائی اور سُنّی کارکنوں کی رہائی اوران پر کئے گئے مقدمات کی واپسی کا بھرپور مطالبہ کیا جائے۔اور ساتھ ہی یہ فیصلہ بھی ہوا کہ مولانا حق نواز اوران کے رُفقاء کی گرفتاری اور اسیری کو ہائیکورٹ میں چیلنج کردیا جائے تاکہ قانونی طور پر بھی حکومت پنجاب اور لیہ کی ضلعی انتظامیہ کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کیا جائے۔

سُنّی کنونشن میں شامل ہونے والی جماعتیں،راہنما،شخصیات:

11 جولائی 1987ء کو سُنّی کنونشن ملتان میں شریک ہونے والی چیدہ چیدہ شخصیات کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

1۔حضرت اقدس مولانا خان محمد صاحب علیہ الرحمہ (امیر مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان) بمع تینوں فرزندان گرامی قدر

2۔مولانا عبدالشکور دین پوری رحمہ اللہ

3۔مولانا محمد حنیف جالندھری مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان

4۔مولانا عبدالرؤف ربانی رحیم یار خان

5۔مولانا سیف اللہ خالد جامعۃ المنظور الاسلامیہ لاہور

6۔شیخ الحدیث مولانا فیض احمد جامعہ قاسم العلوم ملتان

7۔مولانا محمد عبداللہ آف بھکر، جمعیۃ علمائے اسلام (فضل الرحمٰن گروپ)

8۔مولانا مفتی محی الدین چیئرمین تحریک نفاذ فقہ حنفیہ کراچی

9۔مولانا عبدالحئی جامپوری (فاضل دیوبند) صدر تحفظ حقوق اہل سنت پاکستان

10۔مولانا سید عبدالمجید ندیم ناظم اعلیٰ تحفظ حقوق اہل سنت

11۔مولانا اسفندیار جنرل سیکرٹری سوادِ اعظم اہل سنت کراچی

12۔مفسر قرآن مولانا عبدالعزیز شجاع آبادی

13۔پروفیسر دلاور حسین نیازی انچارج سپاہ فاروقِ اعظم پاکستان

14۔مولانا خدابخش خطیب اعظم ربوہ ضلع جھنگ

15۔مولانا ولی محمد فقیر والی ضلع بہاولنگر

16۔مولانا سید صادق حسین شاہ (شہید) جھنگ صدر

17۔مولانا محمد لقمان علی پوری

18۔مولانا اللہ وسایا مبلغ ختم نبوت پاکستان

19۔مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری ناظم اعلیٰ مجلس تحفظ ختم نبوت

20۔مولانا محمد اجمل قادری صدر جمعیۃ علمائے اسلام پنجاب

21۔مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی قائم مقام سرپرست سپاہ صحابہ پاکستان

22۔مولانا ایثار القاسمی مرکزی کنوینیر سپاہ صحابہ پاکستان

23۔ابن امیر شریعت مولانا سید عطاء المنعم بخاری ملتان

الحمدللہ! سُنّی کنونشن نمائندگی کے اعتبار سے ملک بھر کا نمائندہ اجتماع تھا اور شیعہ جارحیت کے متعلق پورے اجلاس کی رائے تھی کہ اس کو روکنے کے لئے ملک میں پوری مستعدی سے جدوجہد کرنی چاہئے اور حکومت نے جو جانبدارانہ رویہ اپنائے رکھا ہے اس کا مشترکہ طور پر مقابلہ کیا جائے اور اصحابِ رسول کے خلاف تبرا اور صحابہ کرام کی توہین نا قابل برداشت ہے اس کا سدباب ہونا چاہئے۔ ماتمی جلوس مستقل فساد اور لڑائی جھگڑے اور جنگ وقتال کا باعث ہیں ان پر مکمل پابندی ہونی چاہئے۔

پاکستان کو سُنّی سٹیٹ قرار دینے اور مولانا حق نواز کی غیر مشروط رہائی، سپاہ صحابہ کے کارکنوں پر مظالم اور جھوٹے مقدمات کی اپیل کی گئی اور انتظامیہ لیہ کے رویہ کی بھرپور مذمت کی گئی۔ پورے اجلاس نے 31رجولائی کو لیہ میں سُنّی ایکشن کمیٹی کی طرف سے مظاہرے کا فیصلہ کر کے اس کا اعلان کر دیا اور طے پایا کہ آئندہ تاریخ میں کسی دن سُنّی ایکشن کمیٹی کا اجلاس کیا جائے گا جس میں لیہ کے مظاہرے کا طریق کار اور

روٹ اور تمام امور اور تفصیلات طے کی جائیں گی۔ حضرت اقدس خواجہ خان محمد صاحب کی دعا پر اجلاس ختم ہوا۔اسی اجلاس میں ایک سُنّی ایکشن کمیٹی قائم کردی گئی جس کا چیئرمین مولانا ضیاء القاسمی مرحوم کو منتخب کرلیا گیا۔اس طرح یہ تاریخی انقلابی اجلاس ختم ہوگیا جس سے سُنّی نوجوانوں کے حوصلوں کو جلا ملی۔

سپاہ صحابہؓ نے 31/جولائی کو لیہ میں ہونے والے مظاہرے کا اعلان ایک اشتہار کے ذریعے کردیا۔

اب جھنگ انتظامیہ کو تشویش ہوئی، ڈپٹی کمشنر جھنگ نے لیہ انتظامیہ اور صوبائی حکومت سے مطالبہ کیا کہ اس قضیے کا کوئی حل تلاش کیا جائے۔ چنانچہ ایک صوبائی وزیر جھنگ پہنچ گئے جن سے متعلقہ فریقوں کے مذاکرات کے نتیجے میں ۲۸/اگست ۱۹۸۷ء کی صبح کو مولانا حق نواز کو ملتان جیل سے رہا کردیا گیا۔مولانا حق نواز شہید کی رہائی تک کا یہ سارا معرکہ حضرتِ اقدس خواجۂ خواجگان کی سرپرستی میں لڑا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اہلِ حق کو فتح نصیب فرمائی۔

امیر عزیمت شہید کی مذکورہ گرفتاری سے رہائی تک کی تفصیلات اور اس میں حضرت خواجۂ خواجگان علیہ الرحمہ کا شاندار کردار آپ نے ملاحظہ فرمایا۔اس واقعہ کے بعد جہاں امیر عزیمت شہید کی نظریں احسان مندی کے احساس سے جھکتی چلی گئیں وہاں حضرتِ اقدس کے التفات میں بھی موج درموج اضافہ ہوتا چلا گیا۔اس کے متعدد شواہد موجود ہیں اور ایک خوبصورت مثال جو کہ میرے مشاہدات میں سے ہے اور میں سالنامہ سرخرو کے امیر عزیمت شہید نمبر میں شائع ہونے والے اپنے مضمون میں تحریر کرچکا ہوں، (ملخصاً) ملاحظہ ہو!

مجھے اب بھی وہ منظر یاد ہے جب مولانا باب العلوم کی جلسہ گاہ میں داخل ہوئے تو جہادی لیڈر مولانا فضل الرحمٰن خلیل خطاب کررہے تھے۔اسٹیج پر خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف کے تاجدار حضرت خواجۂ خواجگان مولانا خان محمد صاحب (امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت) کے علاوہ شیخ الحدیث مولانا عبدالمجید دامت فیوضھم اور دیگر علماء کرام بھی جلوہ افروز تھے۔اچانک فضاء مولانا حق نواز شہید کے استقبالی نعروں سے گونج اٹھی، میں نے مولانا کو سینکڑوں کارکنوں کے جلو میں نہایت تیزی کے ساتھ اسٹیج کی طرف بڑھتے دیکھا...... مولانا کی ایک خاصیت یہ تھی کہ قدرے چھوٹے قد کے باوجود جب وہ چلتے تو اس قدر تیزی کے ساتھ کہ دیگر ہمراہیوں کو ان کے ساتھ رہنے کے لئے تقریباً دوڑنا پڑتا تھا......ابھی وہ استقبالیہ دروازے سے پنڈال میں داخل ہوئے ہی تھے کہ میں نے انہیں سٹیج کے قریب پایا، مجمع میں تو گویا ایک آگ سی لگ گئی تھی اور نعروں کے شور سے کان پڑی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی، تاہم جب آپ سٹیج کے قریب پہنچے تو تمام علماء کرام استقبال کے لئے کھڑے ہوگئے......میں دانستہ غلط بیانی کے ارتکاب سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں...... مجھے خوب یاد ہے

کہ حضرت اقدس خواجۂ خواجگان بھی استقبال کے لئے کھڑے ہونے لگے تھے کہ ماحول کی ہنگامہ خیزی یا غالباً کسی تار وغیرہ سے الجھ جانے کی بناء پرنا گہانی طور پر گرتے دکھائی دیئے لیکن مولانا حق نواز شہید نہایت تیزی کے ساتھ آگے بڑھے اور حضرت کو غیر محسوس طریقے سے تھام لیا اور ان سے لپٹ گئے، جبکہ حضرت خواجہ صاحب نے وارفتگی کے عالم میں مولانا حق نواز شہید رحمۃ اللہ علیہ کی پیشانی پر بوسہ ثبت کیا۔

؎ اللہ اللہ یہ سعادت! لوٹنے کی جائے ہے!

مرید وعقید تمند کا اپنے مرشد ومقتدا کے استقبال کے لئے کھڑا ہو جانا تو بہرحال معمول ہے لیکن اس کے بالعکس......!اس طرح کے مناظر چشمِ فلک نے کم ہی دیکھے ہوں گے۔

امیر عزیمت شہید، حضرت حق جل مجدہٗ سے جو حیاتِ مستعار لائے تھے، اس کی بساط ۲۲ رفروری ۱۹۹۰ء کی شام کو لپیٹ دی گئی۔ مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی رحمہ اللہ تعالیٰ امیر عزیمت شہید کے جانشین قرار پائے۔ حضرت فاروقی شہید کا تعلق بھی حضرتِ اقدس سے ہی تھا چنانچہ تحفظِ ناموسِ صحابہ کی تحریک حسبِ سابق حضرتِ اقدس کی دعاؤں کے سائے میں رواں دواں رہی اور مختلف مواقع پر حضرت اقدس کی طرف سے پیغامات اور نصیحتوں کے عطیات موصول ہوتے رہے۔ حضرت مولانا محمد اعظم طارق شہید رحمہ اللہ، حضرت علامہ علی شیر حیدری شہید رحمہ اللہ اور موجودہ قائد حضرت مولانا محمد احمد لدھیانوی زید مجدہم نے بھی اس تعلق کو نہ صرف برقرار رکھا بلکہ حضرت اقدس کی حیات کے آخری لمحات تک اس تعلق کو پروان چڑھاتے رہے۔ اب جبکہ حضرتِ اقدس اس دارالفناء سے دارالبقاء کی طرف رحلت فرما چکے ہیں، موسم کی حدت بڑی شدت سے محسوس ہوتی ہے۔ کیا بعید کہ قدرت پھر سے کوئی مردِ حق پرست ایسا کھڑا کر دے جو تمام حق پرستوں پر پھر سے شجر سایہ دار بن کر کھڑا ہو جائے!!

از قلم

مولانا ابو محمد ثناء اللہ سعد شجاع آبادی

خطیب: جامع مسجد، این بلاک

ویلینشیا ٹاؤن، لاہور

0300-6379821

مولانا جمیل الرحمٰن عباسی

کئی دماغوں کا ایک انساں......

آسمان بلک رہا ہے......زمین سسک رہی ہے......سجدہ گاہیں تڑپ رہی ہیں......جلوہ گاہیں اداس ہیں......مسجد پر گریہ طاری ہے......خانقاہ نوحہ کناں ہیں......ذکر کی مجلس افسردہ ہے......مراقبہ کی جگہ مرثیہ خواں ہے......جلسہ گاہیں سونی سی لگ رہی ہیں......احباب کی جان پر آپڑی ہے......مریدین کے چہرے پژمردہ اور آنکھیں اشکبار ہیں...... چہار سو فضا سوگوار ہے...... ماحول پر ہُو کا عالم طاری ہے......طبعیتیں آزردہ ہیں......سانس لینا دوبھر ہوگیا ہے......زندگی کا ہر لمحہ اداسی میں گزر رہا ہے......اصحاب مدارس پر مایوسی چھا گئی ہے......دینی جماعتیں بے سہارا سی لگ رہی ہیں...... مذہبی تنظیمیں سائبان سے محروم ہوگئی ہیں......مجلس تحفظ ختم نبوت پر سکتہ طاری ہوگیا ہے......منبر ومحراب نالاں ہیں......اسٹیج کی زینت چھن چکی ہے......تصوف کی سلطنت بے رونق ہوچکی ہے......تزکیہ کا گلشن اُجڑا اُجڑا سا لگتا ہے......معرفت کے فلک پر سے مہر درخشاں ہٹ گیا ہے......مسند ارشاد کا صدر نشیں روٹھ گیا ہے...... بزم سلوک کی شمع گل ہوچکی ہے......کاروانِ عرفان کا قافلۂ سالار زیرِ زمیں بسیرا کر چکا ہے......احسان کے میدان کا نامور سپہ سالار دست اجل نے اپنے قابو میں کرلیا ہے......خانقاہ سراجیہ کے بام ودر نمناک ہیں...... مدرسہ کی ایک ایک اینٹ فراقِ یار کی الم ناکی کی داستان سناتی محسوس ہوتی ہے......مدرسہ کی ہر دیوار سے درد ٹپک رہا ہے......مسجد کا ایک ایک انچ غم واندوہ کا مرثیہ پڑھ رہا ہے......اطراف عالم نالہ گری کی لپیٹ میں ہیں......چار دانگ جہاں شکستہ دلی کی تصویر پیش کر رہا ہے......شجر شجر، ڈالی ڈالی اور پتہ پتہ سے مرونی برس رہی ہے......بادلوں سے حزن وملال کے قطرات ٹپک رہے ہیں......رنجیدگی اور دلگیری کے سمندر میں تلاطم خیز موجیں رقص کر رہی ہیں......شاہ جی بخاری رحمہ اللہ کے متعلق لکھے گئے سید امین گیلانی کے اشعار اس موقع پر یاد آرہے ہیں

سکون زیست کی دولت لٹا کے بیٹھ گئے
ہم ایک جوہر یکتا گنوا کے بیٹھ گئے
ترس رہی ہیں نگاہیں تمہاری صورت کو
اب آبھی جاؤ! کہ سب لوگ آکے بیٹھ گئے

قریب کر کے محبت سے ایک دنیا کو
عجیب بات ہے خود دور جا کے بیٹھ گئے
زمیں پہ پھولوں میں کم ہوگئی تھی بوئے وفا
کہ اب فلک پہ ستاروں میں جا کے بیٹھ گئے
ہمارا جی نہیں لگتا کہیں تمہارے بغیر
مگر ہو تم کہ کہیں جی لگا کے بیٹھ گئے

آہ! وہ رُخِ منور ہمیشہ کے لیے روپوش ہوگیا جس کی زیارت ہر درد کے لیے درماں تھی......وہ نگاہیں نظروں سے اوجھل ہوگئیں جو لحظہ بھر میں مُردوں کو مسیحا کر دیتی تھیں......یادِ الٰہی سے صدا سرشار رہنے والی گوہرفشاں زباں خاموش ہوگئی......چاہتوں کے مرکز، عقیدتوں کے محور اور شفقتوں کے پیکر کے دامن میں پناہ لینے کے خوشگوار دور گزر گئے......وہ صحبتیں اب نایاب ہوگئیں جن کی ایک گھڑی ہزار سالہ عبادت پر فوقیت رکھتی ہے......ہزاروں پریشانیوں کو کافور کر دینے والی دلآویز مسکراہٹ اب شاید کبھی نصیب نہ ہو......وہ چاند کہیں دور اُفق میں غائب ہوگیا جس کے گرد ہر انداز کے ستارے کشاں کشاں چلے آتے تھے......وہ مرکز اتحاد اور نکتۂ اتفاق گم ہوگیا ہے جس کے سامنے مختلف میدانوں کے شہسوار اختلاف کی طنابیں کھینچ لیتے تھے......وہ شیر آسودۂ خاک ہوگیا جس کی جنبشِ ادنیٰ سے بھی باطل لرزہ براندام ہو جاتا......وہ تدبر کا امام نظروں سے اوجھل ہوگیا جس کی سوچ سازش کے پہاڑوں کو پیوند خاک کر دے، الحاد کے زلزلوں پر زلزلہ طاری کر دے، ارتداد کی دیواروں میں شگاف کر دے، کفر کے ایوانوں میں کھلبلی مچادے، زندقہ کی بنیادوں کو کھوکھلا کر دے اور فتنوں کی چٹانوں میں دراڑیں ڈال دے......

یہ غازی یہ تیرے پراسرار بندے　　جنہیں تُو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی
دونیم ان کی ٹھوکر سے صحراؤ دریا　　سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی　[اقبال]

وہ پھول گلشنِ اجل کے گل چیں کی نظر ہوگیا جو ہر زمانہ میں مسکراتا تھا، جس کی تازگی سے عنادل موسم خزاں میں بھی فصل بہار کا لطف اٹھاتے تھے اور ستم رسیدۂ صیاد بلبلِ زار یہاں آتے ہی چہکنا شروع کر دیتی تھی......اُس میکدے کی رونق اب خواب بن گئی جہاں محبت کے جام چھلکتے رہتے تھے، بلا امتیاز ہر مے کش کے لیے اصلاح ومعرفت کے ساغر لبریز رہتے تھے اور اس مے خانہ کے پیمانہ سے سیراب ہونے والے سینکڑوں رند پیر مغاں ٹھہرے......اسلام کا وہ نامور شہسوار موت کے ہاتھوں شکست کھا گیا، جس نے کبھی تو قادیانیت کا قلع قمع کیا اور کبھی شیعت کو چت کیا، کبھی مرزائیت نوازوں کے بخیے ادھیڑے اور کبھی

گستاخان نبوت کا تعاقب کیا، کبھی غلط قوانین کی مزاحمت کی اور کبھی قادیانیت کی خوشنودی کے لیے ترامیم کے پروگراموں کو خاک آلود کیا، ناموس رسالت کے تحفظ کے لیے کبھی مقدمات کا سامنا کیا اور کبھی جیل کی سلاخوں کے بوسے لیے، مرزائیت کی جڑیں کھودنے کے لیے کبھی ربوہ پر حملہ آور ہوئے اور کبھی آفاق عالم کے طوفانی دورے کیے، کبھی منکرین ختم نبوت کی عیاریوں کے جال اُدھیڑے اور کبھی ان کی مکاریوں کے پہاڑوں سے ٹکرا گئے......وہ شفقتوں کے پیکر محبتوں کے مرکز اور ہر دلعزیزی کے مظہر ہم سے بچھڑ گئے، جن کی زیارت سے پریشانیاں دم توڑ دیتی تھیں، جن کی ملاقات مرجھائے ہوئے چہروں کی رونق بحال کر دیتی تھی، جن کی مجلس میں نفرت، بغض، حسد، کینہ اور عداوت کی آگ خاکستر ہو جاتی تھی، جن کی محفل میں محبت، پیار، اخوت، تحمل، رواداری، راحت رسانی، عجز وانکسار، فکر آخرت اور غیرت ایمانی کے جام بے دریغ بانٹے جاتے تھے، زنگ خوردہ قلوب کو صیقل کرنا، کدورت آلودہ دماغوں کو اجلا کرنا، آزردہ طبیعتوں کو تازگی کا سامان فراہم کرنا، خفتہ ضمیروں کو جھنجھوڑ دینا، ہر اندرونی مرض اور باطنی بیماری کا تریاق وعلاج مہیا کرنا ان کی خانقاہ کا مثالی شاہکار اور فخریہ کارنامہ ہے......اب ان بہاروں کو آنکھیں ترستی ہیں، اس فصل گل کی نگاہیں منتظر ہیں......اس خوشگوار موسم کے لیے نظریں بے تاب ہیں اور اس سکوں آفریں، بزم آرائی کے لیے روحیں بے قرار ہیں

وادیٔ نجد میں وہ شور سلاسل نہ رہا　　قیس دیوانۂ نظارۂ محمل نہ رہا
حوصلے وہ نہ رہے، ہم نہ رہے، دل نہ رہا　　گھر یہ اُجڑا ہے کہ تُو رونقِ محفل نہ رہا
اے خوش آں روز کہ آئی وبصد ناز آئی　　بے حجابانہ سوئے محفل ما باز آئی

میں سوچتا ہوں خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ خان محمد رحمہ اللہ کو کس لقب سے یاد کیا جائے؟......اگر انہیں خاندانی پسِ منظر میں دیکھا جائے تو وہ اعلیٰ اخلاقی اقدار کے حامل، کنبہ کے قابلِ فخر فرزند نظر آتے ہیں......انہیں دار العلوم دیوبند کی عبقری شخصیات کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرتے ہوئے دیکھا جائے تو وہ متبحر عالم کے رُوپ میں دکھائی دیتے ہیں......اساتذہ کی توجہات حاصل کرنے میں انہیں کامیاب دیکھا جائے تو فرمانبردار اور خدمت گزار شاگرد کی حیثیت میں نظر آتے ہیں......بچپن سے ہی بڑوں کے منظورِ نظر ہونے پر نظر کی جائے تو امت کی راہ نمائی کے لیے قدرت کا انتخاب لاجواب محسوس ہوتے ہیں......ان کی تحریرات کا مطالعہ کیا جائے تو منجھے ہوئے پختہ مضمون نگار لگتے ہیں......حالات پر عمیق نظری ان کے وسیع النظر سیاستدان ہونے کا پتہ دیتی ہے......مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ کا مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر کے لیے ان کا نام پیش کرنا، بلکہ ان کو زبردستی نائب امیر منتخب کرنا اعتماد کی ٹھوس اور ناقابل تردید شہادت ہے......مجلس تحفظ ختم نبوت جیسی عالمی جماعت کا امیر بننا اور امارت کے تمام تقاضے بڑی ذمہ داری سے نبھانا

ان کی قیادت کی اعلیٰ صلاحیتوں کو اُجاگر کرتا ہے......تحریکات ختم نبوت میں ہراول دستے میں نمایاں کردار ادا کرنا ان کے جذبۂ ایثار اور للٰہیت کا ثبوت پیش کرتا ہے......ناموس رسالت کے تحفظ میں رکاوٹ بننے والی ہر چٹان سے بے دریغ ٹکرا جانا آپ کی بے باک، نڈر اور جرأت مند قیادت کی مضبوط گواہی ہے......جیل کی سلاخوں کے پیچھے ان کو دیکھا جائے تو وہ اہلِ حق کے جواں عزم، ولولہ انگیز اور جفاکش مجاہد کی شکل میں جلوہ گر ہیں......اگر انہیں خانقاہ میں دیکھا جائے تو اپنے پیش رو مشائخ کے خلف الرشید، خانقاہ سراجیہ کی زینت اور مسند عرفان کے مایہ ناز تاجدار کہلانے کے مستحق ہیں......انہیں مریدین کی اصلاح کی طرف متوجہ دیکھا جائے تو مسند آراء حکمت کا لقب جچتا ہے......اللہ، اللہ کی ضرب میں محو ہوں تو فنا فی اللہ کا مفہوم سمجھ آجائے......خانقاہی اثرات کی وسعت ملاحظہ کیجیے تو مجدد الف ثانی کا چہرہ نظروں میں گھوم جائے......الغرض دین کے جس شعبے میں بھی انہیں مصروف دیکھا جائے وہ اسی کے فرد محسوس ہوتے ہیں

ع کئی دماغوں کا ایک انساں میں سوچتا ہوں کہاں گیا ہے

حضرت کی زیارت کا شرف تو زمانۂ طالب علمی سے حاصل رہا، متعدد اجتماعات اور جلسہ ہائے عام میں دیدار کی سعادت نصیب ہوئی، دار العلوم مدنیہ بہاولپور تشریف لائے تو استاذ محترم حضرت مولانا مفتی عطاء الرحمٰن مدظلہ کی وساطت سے مصافحہ کرنے اور دعائیں حاصل کرنے کی اقبال مندی بھی حصہ میں آئی۔ اپنے شیخ حضرت اقدس سید نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمہ اللہ سے عقیدت سے بھرپور تذکرہ سنا تو وارفتگی اور بھی بڑھ گئی مگر حضرت کی وفات سے کچھ روز قبل محبت کا پیمانہ لبریز اور زیارت کا اشتیاق شدت اختیار کر گیا۔ برادرم امیر فاروق احمد عباسی صاحب کی شفقتوں سے شیخ الحدیث مولانا فضل الرحمٰن دھرم کوٹی اور مفتی امداد اللہ انور کی معیت میں ایک تفریحی سفر کی صورت بن گئی اور حضرت مولانا شاہ عبد القادر رائے پوری، حضرت مولانا حسین علی (واں بھچراں)، مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا سید عبد الشکور ترمذی، مولانا محمد عبد اللہ دھرم کوٹی اور مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمہم اللہ کے مزارات پر حاضری کی سعادت کے ساتھ ساتھ حضرت اقدس خواجہ خان محمد رحمہ اللہ کی زیارت بھی میسر آ گئی۔ مولوی محمد عمران ڈیروی اور برادرم عبد الرحمٰن خان انس نعمانی کے توسط سے عشاء کے وقت خانقاہ سراجیہ میں حضرت کے رُخِ منور کو ایک نظر دیکھنے کا موقع ملا، حضرت نے اشاروں سے حال دریافت فرمایا، سلام کیا اور دعا فرمائی، تھوڑی دیر تک اس سکوں آفریں کمرہ میں ٹھہرے اور پھر باہر آ گئے، اس دنیا میں حضرت کی زیارت کا یہ آخری موقع تھا جس کی حلاوت شاید حشر تک محسوس ہوتی رہے گی

گلشن تیری یادوں کا مہکتا ہی رہے گا
آتی ہی رہے گی تیرے انفاس کی خوشبو

ازقلم: جمیل الرحمٰن عباسی، مدیر دوماہی تسکین الصدور، بہاولپور 0301-0332-0321-7790908

مولانا زبیر احمد صدیقی

حضرت خواجۂ خواجگان رحمہ اللہ کی خدمت میں چند حاضریاں

حضرت خواجۂ خواجگان، مخدومنا وسیدنا خواجہ خان محمد قدس سرّہٗ ورفع درجاتہٗ کی زیارت، استفادہ اور حصولِ ادعیہ کا جذبہ بچپن سے ہی دل میں موجزن رہا، لیکن زمانۂ طالب علمی میں یہ آرزو پوری نہ ہوسکی، اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت والد محترم رحمہ اللہ نے بچپن سے ہی تعلیمی انہماک کا ایسا نظم تشکیل دیا کہ سر کھجانے کی فرصت ہی نہ ملتی۔ قرآن کریم کی تعلیم جاری تھی کہ فارغ اوقات میں سکول کی تعلیم شروع کرائی گئی۔ تعلیم قرآن کریم سے فراغت ہوئی تو درسِ نظامی کے اسباق شروع کرادیے گئے اور ساتھ ہی عصری تعلیم خارجی اوقات میں جاری رکھوائی گئی۔ اولیٰ کے سال پرائمری، رابعہ کے سال میٹرک اور سادسہ کے سال ایف اے سے فراغت ہوئی۔ دورۂ حدیث سے فراغت پر فوراً تدریس شروع کرادی گئی۔ پہلے تعلیمی انہماک اور اب تدریسی انہماک اس تمنا کی تکمیل میں حائل رہے۔

دورانِ تدریس ۱۹۹۵ء میں احقر کے دونوں گردے فیل ہوگئے جس کی وجہ سے کافی تکلیف اٹھانا پڑی، پورا خاندان بالخصوص حضرت والد محترم رحمہ اللہ بے حد متاثر ہوئے۔ مرض میں اضافہ ہوتا چلا گیا اور بالآخر احقر امراض کثیرہ کا حامل بن گیا۔ انہی ایام میں حضرتِ اقدس خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی جلال پور پیر والہ اور شجاع آباد تشریف آوری ہوئی۔

قیام جامعہ کے قریب ہی مقامی دیندار زمیندار میاں ظہیر احمد بابر بودلہ صاحب کے گھر تھا۔ حضرت والد محترم رحمۃ اللہ علیہ کی درخواست پر حضرت خواجہ صاحب قدس سرّہٗ جامعہ میں تشریف لائے۔ احقر کو گھر سے بلوایا گیا، احقر جب حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا، حضرت مہمان خانہ میں جلوہ افروز تھے۔ مصافحہ کی سعادت حاصل کی، زیارت سے مشرف ہوا، نرم ونازک ہاتھ، معصومیت سے لبریز چہرہ، سفید شفاف بال، حیا ٹپکاتی آنکھیں، متانت بھری شخصیت میرے سامنے تھی۔ حضرت نے حالِ طبع پوچھا اور فوراً دستِ دعا دراز فرما لئے، دل ہی دل میں (سراً) لمبی دیر دعا فرمائی، نہ جانے کس انداز سے رب جلیل سے گویا ہوں گے کہ اپنے اس نالائق بندے کو صحت کی دولت سے مالا مال فرما۔ دعا ختم فرمائی اور فرمایا پانی کی بوتل منگواؤ، پانی منگوایا گیا۔ حضرت اقدس رحمہ اللہ نے پانی پہ دم فرمایا اور پیتے رہنے کی ہدایت فرمائی اور رخصت ہوگئے۔

بندہ کے دل میں یقین پیدا ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ حضرت والا کی دعا کو دیگر بزرگوں کی دعاؤں کے ساتھ احقر کے حق میں رد نہیں فرمائیں گے۔عالمِ اسباب میں احقر کی ان امراض واسقامِ مہلکہ سے زندہ بچنے کی توقع اطباء اور ڈاکٹرز، رفقاء اور احباب کو بھی نہ تھی۔گردے فیل، پیشاب کی بندش، بون ٹی بی، ہیپاٹائٹس سی وغیرہ امراض میں سے ہر مرض جان لیوا ہوتی ہے،اس پر مستزاد یہ کہ ہفتہ میں تین بار ڈائیلاسز کا چار گھنٹے کا مشکل ترین عمل اور اس کے فوری ظاہر ہونے والے خطرناک مضر اثرات، ڈائیلاسز کے لئے ٹانگ کی شریان میں غلطی سے لگائی جانے والی نالی کی وجہ سے شریان میں سوراخ اور اس کی وجہ سے بہنے والا خون، ہائی بلڈ پریشر وغیرہ بھی امراض میں اضافہ کا باعث بن گئیں۔یہی وجہ تھی کہ محلّہ کی مسجد کا سپیکر اذان کے وقت کے علاوہ کھلتا تو اہلِ محلّہ اور اہلِ شہر کے دلوں میں گمان پیدا ہوتا کہ شاید زبیر کی موت کا اعلان ہوگا۔ایک مرتبہ محلّہ میں ایمبولینس مریض لے کر آئی،اس نے ہارن بجایا تو محلّہ کے مرد وزن سارے پریشان ہو گئے اور کئی لوگ گھروں سے اضطراب کی حالت میں باہر نکل آئے کہ شاید زبیر کی ڈیڈ باڈی آ گئی ہو، بایں ہمہ حق تعالیٰ نے ہمارے حضرت کے کلماتِ دعا، میرے والد محترمؒ کی دعاؤں اور میرے اکابر کی آرزوؤں کی لاج رکھ لی اور اللہ تعالیٰ نے مکمل صحت یاب فرمایا۔

حق تعالیٰ نے صحت یابی کے بعد ۲۰۰۰ء میں پہلی مرتبہ حج بیت اللہ اور ۲۰۰۲ء میں دوسری حاضری کی سعادت نصیب فرمائی۔اس حاضری کے موقع پر مورخہ ۵رفروری ۲۰۰۲ء کو غالباً آخری حج فلائٹ سے کراچی سے جدہ کے لئے روانگی ہوئی۔میری سعادت مندی کہ اس جہاز میں حضرت اقدس خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور امام اہل السنّت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر قدس سرہٗ بھی موجود تھے۔دورانِ پرواز ان دونوں بزرگوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے وقت گزارنے،زیارت کرنے اور استفادہ کا موقع فراہم کیا،اس موقع پر بھی ان دونوں بزرگوں سے جو دعائیں حاصل کیں میری زندگی کا بہترین سرمایہ ہیں۔

۲۰۰۲ء سے ۲۰۰۶ء تک کے درمیانی عرصہ میں حتمی تاریخ یاد نہیں احقر کو کسی اہم کام کے سلسلہ میں کراچی جانا ہوا۔کراچی میں شہیدِ اسلام حضرت مولانا سعید احمد جلال پوری شہید رحمہ اللہ کی خدمت میں دفتر مجلس تحفظ ختم نبوت ایم اے جناح روڈ کراچی حاضری دی۔حسنِ اتفاق کہ حضرت شہیدؒ کے پاس ان کے شیخ ثالث حضرت اقدس خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ تشریف فرما تھے۔حضرت والا سے مصافحہ اور تبادلۂ خیال کا بہترین موقع میسر آیا اور ان سے ایک بار پھر ڈھیروں دعائیں لیں۔

اگست ۲۰۰۸ء میں جامعہ فاروقیہ شجاع آباد کے چند اساتذہ کرام اور چند دوستوں نے مل کر حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضری اور موسیٰ زئی شریف میں مدفون سلسلہ نقشبندیہ کے اکابر کی قبور

کی زیارت اور چند دیگر اکابر کی خدمت میں حاضری کا پروگرام بنایا۔ چنانچہ جامعہ کے اساتذہ کرام مولانا مفتی محمد طیب معاویہ، مولانا مفتی سلطان محمود، مولانا احسان الحق، مولانا محمد عامر سہیل، جامعہ کے رکن شوریٰ حاجی عبدالرحمٰن مرحوم اور دوسرے رکن شوریٰ خواجہ حاجی حبیب الرحمٰن مرحوم کے ہمراہ خانقاہ سراجیہ اور موسیٰ زئی شریف ڈیرہ اسماعیل خان کے لیے روانہ ہوئے۔ دوپہر کو جمعیت علماء اسلام پاکستان کے سرپرست اور جامعہ قادریہ بھکر کے مدیر اعلیٰ بقیۃ السلف حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب مدظلہٗ العالی کے گھر حاضری ہوئی، ان کی زیارت اور استفادہ کے بعد خانقاہ سراجیہ روانگی ہوئی، رات کا قیام خانقاہ شریف میں ہوا۔ ہمارے عزیز اور جامعہ فاروقیہ شجاع آباد کے خریج مولانا فاروق احمد جو خانقاہ شریف میں درجہ کتب کے مدرس ہیں پہلے سے قیام کا انتظام کیا ہوا تھا۔ ہمارا قافلہ مغرب کو خانقاہ پہنچ گیا، ہماری خوش قسمتی کہ رات کو کافی دیر تک حضرت رحمہ اللہ نے ہمیں خصوصی وقت مرحمت فرمایا۔ حضرت اپنے مخصوص کمرہ میں چارپائی پر تشریف فرما ہوئے، دیگر مریدین کو جلد نمٹا دیا گیا، ہمارا قافلہ حضرت کے قدموں میں تھا، زمین پر حضرت کے قدموں میں بیٹھے میرے ہاتھ میں حضرت کا پاؤں تھا جسے دبا کر مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ میں پرواز کر رہا ہوں اور میرا ہاتھ ثریا پر ہے، دیگر احباب بھی دائیں بائیں بیٹھ گئے۔ سب سے پہلے حضرت رحمہ اللہ سے زمانۂ طالب علمی کے متعلق کچھ سوالات کئے، حضرت نے دارالعلوم دیوبند کے زمانۂ تعلیم کی تفصیلات ارشاد فرمائیں۔ حضرتؒ نے ارشاد فرمایا کہ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ گرفتار ہو گئے تھے اس لئے ہمیں بخاری شریف حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب رحمہ اللہ نے پڑھائی اور حضرت مولانا اعزاز علیؒ اور اپنے دیگر اساتذہ کرام کا تذکرہ فرماتے رہے۔ احقر نے درخواست کی کہ بخاری شریف کا ایک سبق پڑھا کر سندِ حدیث مرحمت فرما دیں، حضرت نے میری درخواست کو قبول فرمایا اور صحیح بخاری شریف منگوا کر ہمیں ایک حدیث کی عبارت پڑھائی، آگے حضرتؒ پڑھ رہے تھے اور پیچھے ہم پڑھ رہے تھے۔ یوں لگ رہا تھا کہ آج حدیث کا نورانی قاعدہ حضرت ہمیں پڑھا رہے ہیں۔ حدیث کی عبارت پڑھا کر آپ نے اپنے سلسلہ سے روایتِ حدیث کی اجازت مرحمت فرمائی۔ یہ اجازتِ حدیث مجھ سمیت جملہ شرکاءِ درس علماء کے لئے ایک بہت بڑا اعزاز اور روزِ محشر انشاء اللہ حضرت رحمہ اللہ کے واسطے حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ اور ان کے اکابر و اساتذہ کے واسطے سے سلسلہ علماء میں جڑ جانے کا ذریعہ ثابت ہوگا۔ اس موقع پر برادر اصغر مفتی محمد طیب معاویہ سلمہٗ نے حضرت کے فیاضی جود وسخا کا بہتا دریا دیکھ کر تعویذات کی بھی اجازت طلب کر لی، حضرت رحمہ اللہ نے کمال شفقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اجازت تعویذات بھی سب علماء کو مرحمت فرمائی۔

حضرت رحمہ اللہ کے قریبی حلقے کے احباب جانتے ہیں کہ حضرتؒ نہایت ہی خاموش طبع تھے، اور

یہ وصف عالی بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے لیکن آج حضرت کی مہربانی کا کمال تھا کہ کافی دیر تک وہ ہم سے گفتگو فرماتے رہے۔ آخر میں ہم نے حضرت سے درخواستِ دعا کی، حضرت نے ہاتھ اٹھا کر کافی دیر دعا فرمائی اور گھر روانہ ہوگئے۔ ہمارا قیام دیگر مریدین کی طرح تسبیح خانہ میں تھا۔

خانقاہی نظام آج بھی خلقِ خدا کی طمانیت وہدایت کا ذریعہ ہے، یہاں عجیب انوار وبرکات محسوس ہوئیں۔ فجر کی نماز خانقاہ کی قدیم اور حسین جامع مسجد میں ادا کی، نماز کے بعد حضرتِ اقدس رحمہ اللہ کے صاحبزادے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نے ختمات کروائے، جس میں حاضری بھی بہت سی برکات کا باعث بنی۔ صبح ناشتہ سے فراغت پر مسجد وخانقاہ کے متصل قبرستان میں حاضری دی جہاں حضرت رحمہ اللہ کے شیخ حضرت مولانا ابوسعد احمد خان رحمہ اللہ اور حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی رحمہ اللہ مدفون ہیں۔ قبرستان حاضری سے فراغت پر قافلہ موسیٰ زئی شریف حضرت والاؒ اور سلسلہ نقشبندیہ کے اکابر حضرت مولانا دوست محمد قندھاریؒ، حضرت مولانا محمد عثمان دامانویؒ، حضرت خواجہ سراج الدینؒ اور دیگر اکابر کی قبور پہ حاضری کا شرف نصیب ہوا۔

نومبر ۲۰۰۹ء میں ایک طویل وعریض سفر شہید اسلام حضرت مولانا سعید احمد جلالپوری شہید رحمہ اللہ کی صحبت میں بہت سے اکابر کی زیارت کے لئے ہوا۔ اولاً رائیونڈ تبلیغی اجتماع میں دعا میں شرکت کی، فراغت پر ڈھڈیاں ضلع سرگودھا میں حضرت مولانا عبدالجلیل صاحب رائے پوری قدس سرہٗ خلیفہ مجاز حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کی خدمت میں حاضری دی، حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ کے مزار پُرانوار پر بھی حاضری وایصالِ ثواب ودعا کا شرف حاصل ہوا، رات کا قیام مولانا محمد اکرم طوفانی مدظلہٗ کے ہاں سرگودھا ہوا، صبح خانقاہ سراجیہ کے لئے روانگی ہوئی۔ ۱۰ بجے کے قریب ہم لوگ خانقاہ شریف پہنچ گئے۔ حضرت کے صاحبزادگان حضرت مولانا خلیل احمد صاحب اور حضرت مولانا عزیز احمد صاحب نے حضرت سے خصوصی طور پر ملاقات کروائی۔ اس موقع پر بھی حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ سے خوب خوب استفادہ کا موقع نصیب ہوا۔ میرے اہلِ خانہ کو بھی بیعت کے لئے خانقاہ حاضری کا اشتیاق تھا۔ بندہ کی ہدایت پر اہلیہ اور بچے سرگودھا پہنچ گئے تھے، سرگودھا سے ان کو ساتھ لیا اور خانقاہ سراجیہ میں حضرت کے گھر کچھ دیر اہلِ خانہ کا قیام رہا، اہلیہ حضرت سے بیعت ہوئیں۔ حضرت نے بچوں کے لئے خصوصی دعائیں فرمائیں اور عزیزم اُسیدُ الرشید کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

اس کے بعد حاضری ۱۰ رمحرم الحرام ۱۴۳۱ھ بمطابق ۲۰۱۰ء خانقاہ شریف میں ہوئی۔ احقر نے ۱۰ رمحرم الحرام کو بھکر میں سیرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے موضوع پر بعد نماز ظہر بیان کرنا تھا موقع کو غنیمت

جانا علی الصبح محترم جناب حاجی انوارالحق صاحب قریشی کے ہمراہ روانہ ہوا۔ اولاً خانقاہ سراجیہ حاضری دی، انسانوں کا جم غفیر حضرت کی زیارت کے لئے اُمڈ آیا تھا۔ حضرت مسجد اور خانقاہ کے خصوصی کمرہ کے درمیان صحن میں تشریف فرما تھے۔ دائیں بائیں، سامنے، پیچھے غرض کہ ہر طرف سے عشاق نے گھیرا ہوا تھا، کچھ لوگ مسجد کے صحن سے حضرت کی زیارت کر رہے تھے۔ اس موقع پر بھی اللہ تعالیٰ نے خصوصی کرم فرمایا۔ اور حضرت سے مصافحہ اور دعاؤں کا شرف نصیب ہوا۔ مرض الوفات میں حضرت کو کندیاں شریف سے سیال کلینک ملتان منتقل کیا گیا۔ یہاں بھی حضرت کی عیادت اور زیارت کا شرف نصیب ہوا اگرچہ حضرت کی علالت کے باعث مصافحہ سے محرومی رہی۔

ان ملاقاتوں اور زیارتوں میں حضرت خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ کے جو اوصاف سامنے آئے وہ ذیل میں ذکر کی جا رہی ہیں۔

۱...... خاموشی طبع گویا **من صمت نجا** کے مصداق تھے۔

۲...... اخلاص وللّٰہیت

۳...... عاجزی وانکساری

۴...... زہد وتقویٰ

۵...... بے پناہ روحانیت

۶...... عزم وجہد مسلسل

۷...... رات کے راہب اور دن کے شاہسوار

۸...... غیبت وچغلی سے کوسوں دور

۹...... حفاظتِ نظر وغض بصر

۱۰...... حب دنیا، طمع ولالچ سے بے پرواہ۔

ان کے سامنے شاہ وگدا سب ایک جیسے ہی تھے۔ اللہ تعالیٰ حضرت کی ان صفات سے استفادہ کی توفیق نصیب فرمائے اور حضرتؒ کے درجات کو بلند فرمائے۔ آمین

از قلم: زبیر احمد صدیقی

مدیر جامعہ فاروقیہ شجاع آباد۔ ملتان

مولانا محمد عرفان الحق حقانی

تحفظ ختم نبوت اور تصوف وسلوک کا درخشندہ ستارہ

<u>اہل اللہ کی صحبت' اصلاح باطن کا ذریعہ:</u> اہل اللہ کی صحبت' حیات قلبی اور اصلاح باطنی کا سبب بنتی ہے جس طرح آتشی شیشے کی سوزش کے اثر سے کاغذ جل اٹھتا ہے یا چقماق کی رگڑ سے آگ پیدا ہوجاتی ہے اسی طرح ربانی آئینوں (اہل دل کے قلوب) کے مقابل جو دل بھی شوق وطلب وعزیمت اور اصلاح وعمل لے کر آتا ہے وہ نسبت الٰہی سے منور اور تقویٰ کے نور سے مصفیٰ ومتجلیٰ ہوجاتا ہے۔صحبت کی ہی تاثیر واثر پذیری ہے جس کی بناء پر عارف رومیؒ نے کہا ہے کہ

صحبتِ نیکاں اگر یک ساعت است　　بہتر ازصد سالہ زہد وطاعت است
یک زمانے صحبتِ بااولیاء　　بہتر از صد سالہ طاعتِ بے ریا
گر تو سنگ خارہ مرمرشوی　　چو بصاحب دل رسی گوہر شوی
مہر پاکاں درمیان جاں نشاں　　دل مَدہ الا بمہر دل خوشاں

قرآن کریم نے بھی صادقین کی معیت اور صحبت کا حکم فرمایا ہے اسلئے کہ متقین کی صحبت حصول وازدیاد وتقویٰ کا سب سے بڑا اور قوی سبب ہے۔**یا ایھاالذین امنوا اتقوا اللہ و کونوا مع الصادقین.**

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کی معیت اختیار کرو۔ایسے راست بازوں کی صحبت خام کو کُندن اور گِل کو گُل بنادیتی ہے۔اسی پر شیخ سعدی نے فرمایا۔

گِلے خوشبوئے درحمام روزے　　رسید از دستِ محبوبے بدستم
بدوگفتم کہ مشکی یا عبیری　　کہ از بوئے دلآویز تومستم
بگفتا من گِلے ناچیز بودم　　و لیکن مدتے باگُل نشستم
جمال ہمنشیں درمن اثرکرد　　وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

<u>خانقاہوں کے قیام کا مقصد:</u> تزکیہ نفس اور صحبت صالحین کی ضرورت خانقاہوں کے قیام کا سبب بنا۔ہمارے اسلاف و اکابرین تکمیل علوم کے بعد اسی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے خانقاہوں کا رخ کرتے۔اور ''پیش مردِ کاملے پامال شو'' پر عمل پیرا ہوتے۔آج کل رسمی خانقاہیں تو بہت ہیں لیکن حقیقی

خانقاہیں اگر ناپید نہیں تو کمیاب ضرور ہیں۔ کندیاں شریف کی خانقاہ بھی ایسی ہی نایاب خانقاہوں میں سے ایک ہے، جو علمی اور روحانی اعتبار سے لوگوں کی رشد و ہدایت کا سرچشمہ ہے۔

خانقاہ کندیاں شریف کے روح رواں کی رحلت: اس خانقاہ کے روح رواں مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر، دار العلوم دیوبند کے جیّد فاضل اور تصوف وسلوک کے بے تاج بادشاہ، حضرت خواجہ خواجگان مولانا خان محمد قدس سرہ گزشتہ دنوں ہمیں داغِ مفارقت دے کر راہی آخرت بن گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ خواجہ صاحبؒ کے رحلت کی روح فرسا خبر ۲۰/جمادی الاول ۱۴۳۱ھ بمطابق ۵/مئی ۲۰۱۰ کو نماز عشاء کے وقت دار العلوم حقانیہ کے استاد مولانا یوسف شاہ صاحب نے بھی دی۔ یہ خبر سنتے ہی ہوش وحواس معطل اور دماغ ماؤف ہوگیا۔ تاحال اس کا اثر محسوس ہو رہا ہے۔ شورش کاشمیریؒ کا ایک شعر ہے

ے فنا ہو جائیں گے ہم اور تم آنسو بہاؤ گے ہمارے بعد ہم جیسا کہاں سے لوگ لاؤ گے

قحط الرجال کے اس دور میں خواجہ صاحب کی باوقار اور عظیم شخصیت اہل پاکستان کیلئے بالخصوص اور پورے عالم کیلئے بالعموم ایک نعمت عظمیٰ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں حسن صورت، حسن سیرت، کمالات ظاہرہ اور اخلاق عالیہ سے نوازا تھا۔ ان کے مناقب وفضائل بیان کرنا ان جیسے باکمال شخصیتوں کا کام ہے، یہ چند کلمات دل کی تسلی اور خریداران یوسف کی فہرست میں اس بوڑھی عورت کی طرح اپنا نام شامل کرنے کے لئے لکھ رہا ہوں۔

خواجہ صاحب کی شخصیت سے واقفیت: افسوس کہ بُعد مسافت اور کچھ اپنی سستی و کاہلی کی وجہ سے خواجہ صاحبؒ کی صحبت ومجالس میں بیٹھ کر ان کی علمی و روحانی فیوض حاصل نہ کر سکا۔ ان کی شخصیت سے واقفیت صغرسنی سے ہوگئی تھی۔ آپ کے مختلف النوع مکتوبات جو عم محترم مولانا سمیع الحق کے نام وقتاً فوقتاً موصول ہوتے تھے۔ ان کے دیکھنے اور پڑھنے کا گاہے گاہے اتفاق ہوتا تھا۔ اسی طرح آپ کے عقیدت مند علماء و صلحاء سے ذکر خیر بھی سننے میں آتا، مجلس تحفظ ختم نبوت سے وابستہ رسائل و جرائد میں آپ کا تذکرہ اور خدمات وغیرہ پڑھنے کا موقع بھی ملتا رہا۔ یہ سب چیزیں شوق ملاقات وزیارت پروان چڑھانے کا ذریعہ بنتی رہی لیکن کئی مرتبہ پختہ عزم کرنے کے باوجود حاضری سے قاصر رہا۔ **عرفت ربی بفسخ العزائم .**

وفات سے گیارہ روز قبل خواجہ صاحبؒ سے ملاقات: وفات سے گیارہ روز قبل احقر کو حضرت کے ہاں کندیاں شریف میں حاضر ہو کر زیارت کی سعادت نصیب ہوئی اور اس کی مختصر تفصیل یوں ہے کہ بروز ہفتہ ۲۴/اپریل ۲۰۱۰ کو میرے ایک رفیق، فاضل دار العلوم حقانیہ مولانا سید صاحب حسین حقانی نے جو میرے خواجہ صاحبؒ کے ہاں حاضری اور زیارت کے بارہا ناکام ارادوں سے باخبر تھے، مجھے فون کر کے پوچھا کہ کیا آج کندیاں شریف جانے کے لئے ریل کی ٹکٹیں لے لوں؟ میں نے اس پر حامی بھرلی۔ اسی روز اکوڑہ خٹک

سے عصر کے وقت سوا چھ بجے روانگی ہوئی۔ راستے میں بمقام اٹک آدھ گھنٹہ کے لئے گاڑی اسٹیشن پر رکی تو ایک تلمیذ رشید مولوی اسلام اللہ نے ہماری تواضع چائے سے کی۔ میں نے اپنے دوست شاہ صاحب کو کہا کہ لو جی خواجہ صاحبؒ کی برکات کا ظہور ضیافت کی شکل میں شروع ہوا۔ اسی گاڑی میں سفر کے دوران پشاور کے رہنے والے حقانیہ کے دو فضلاء سے بھی ملاقات ہوئی۔ جو خواجہ صاحب کی زیارت کے قصد سے اس سفر میں ہمارے ساتھ شریک تھے۔ انہوں نے بھی محبت کا اظہار مشروبات اور گھریلو میٹھے نان سے کیا۔ چونکہ ہمارا یہ سفر اچانک اور غیر مرتب تھا اس لئے دوران سفر احقر نے اپنے سکول و کالج کے زمانے کے دوست (جو چشمہ بیراج پراجیکٹ میں بحیثیت انجینئر گزشتہ ۶ سال سے تعینات ہیں) جاوید اقبال کو اپنی آمد کی خبر دی، رات ساڑھے بارہ بجے ہم کندیاں کے اسٹیشن پر اترے۔ جہاں والہانہ انداز سے ہمارے دوست استقبال کیلئے پہلے سے منتظر تھے۔ وہ ہمیں اپنی گاڑی میں بٹھا کر ۶-۷ کلو میٹر کی مسافت پر چشمہ کالونی میں واقع اپنے گھر لے گئے۔ رات کا کھانا کھانے کے بعد یہیں کچھ دیر کے لئے پرانی یادوں کی محفل جمائی اور پھر وہ ہمیں آفیسر میس لے گئے جہاں وہ ہمارے رات ٹھہرنے کا بندوبست کئے ہوئے تھا۔ رات بخیر و عافیت گزارنے کے بعد صبح دس بجے وہ ہمیں ملنے آیا، ناشتہ وغیرہ سے تو ہم پہلے ہی فراغت پا چکے تھے، میں نے انہیں خواجہ صاحبؒ کے ہاں جانے کا کہا۔

<u>خواجہ صاحب کے در پر چودھری برادران کی آمد:</u> تو انہوں نے کہا کہ ہمارے پراجیکٹ میں خواجہ صاحب کا ایک نواسہ سہیل نامی کام کرتا ہے میں اسے اطلاع دیتا ہوں۔ سہیل نے اس کو فون پر بتایا کہ چونکہ ابھی چودہری شجاعت حسین اور پرویز الٰہی خواجہ صاحب سے ملنے آ رہے ہیں اور پوری خانقاہ کو سیکورٹی اہل کاروں نے گھیر رکھا ہے۔ اس لئے آپ کا خانقاہ تک آنا اور پھر ملاقات یہ دونوں مشکل ہوں گے۔ مناسب یہ ہوگا کہ آپ عصر کو آئیں۔ میں نے اس صورتحال کو سن کر جاوید کو کہا کہ چلو ابھی نکلتے ہیں اللہ تعالیٰ مہربان ذات ہے ہم بھی تو چودھریوں سے کچھ کم نہیں۔ خانقاہ تک تو ہم پہنچ گئے لیکن آگے وہی بات آڑے آ گئی کہ چودھریوں کی آمد کی وجہ سے خواجہ صاحب کے گھر میں اپنوں کے علاوہ کسی کا بھی داخلہ بند تھا۔ میں نے مولانا عزیز احمد جو خواجہ صاحب کے فرزند ارجمند ہیں کو موبائل پر اپنے آنے کی اطلاع دی۔ جنہوں نے کہا کہ میں آپ کی ملاقات کی کوئی صورت نکالتا ہوں۔

<u>خانقاہ اور اس کے گرد و نواح کا نقشہ:</u> خانقاہ میں دو تین سو افراد خواجہ صاحب کی زیارت اور ملاقات کی تمنا لئے ہوئے بیٹھے تھے۔ میں نے ساتھیوں سے کہا کہ چلو تب تک خانقاہ کو دیکھ کر اس کی برکات سے محظوظ ہوتے ہیں۔ سب سے پہلے مسجد کی زیارت کی، یہ ایک عظیم الشان تین گنبدوں والی بہترین فن تعمیر کی

شاہکار مسجد ہے۔اس کے بعد مسجد کے شمال مغرب میں اس خانقاہ کے مؤسس حضرت مولانا احمد خان اور دوسرے سجادہ نشین حضرت مولانا عبداللہ رحمہم اللہ کے قبور کی زیارت اور فاتحہ خوانی کی۔ یہاں کا قدیم کتب خانہ بھی مشہور ہے لیکن وہ بند تھا۔حضرت کی تسبیح خانہ اور زائرین وعقیدت مندوں کے قیام کیلئے بنائے گئے کمروں کو دیکھنے کے بعد ہم مدرسہ کی طرف گئے جو مسجد اور خانقاہ سے مشرق کی طرف واقع ہے' گئے۔ مدرسہ کا یہ پورا احاطہ نو تعمیر شدہ اور جدید ضروریات سے زندگی سے بھر پور ہے۔مختلف کلاسوں میں پیریڈ شروع تھے۔مطبخ بھی جانا ہوا جہاں پر طلباء کے علاوہ روزانہ آنے والے سینکڑوں زائرین کے لئے بھی کھانا تیار ہو رہا تھا۔ یہاں سے فارغ ہونے کے بعد ہم خواجہ صاحب کے مکان کے عقبی دروازے کی طرف گئے' جہاں پولیس کی بھاری نفری پہرہ دے رہی تھی۔ کچھ دیر بعد چودھری برادران بھی پہنچ گئے۔جنہیں مرکزی دروازے سے حضرت کی ملاقات کے لئے لے جایا گیا۔اسی دوران مولانا عزیز احمد نے ہمیں عقبی دروازے سے گھر بلایا۔یہ ساڑھے بارہ بجے کا وقت تھا کہ ہمیں گھر کے اندر برآمدہ سے گزار کر ایک بڑے ہال سے ملحقہ کمرے میں لے جایا گیا جہاں حضرت خواجہ صاحبؒ چارپائی پر بائیں کروٹ پاؤں سمیٹے آرام فرما تھے۔ میں نے مصافحہ کرتے ہوئے دست بوسی کی اور پھر مختصراً اپنا تعارف اور دارالعلوم حقانیہ میں تدریسی ذمہ داری کا عرض کیا۔ حضرت مولانا سمیع الحق اور مولانا اظہار الحق صاحب کی طرف سے سلام' بیمار پرسی اور دعاؤں کی درخواست بھی کی۔

<u>حضرت خواجہ صاحبؒ کا اپنے مخصوص انداز میں دعا دینا:</u> جس پر حضرت نے اپنے مخصوص دھیمے انداز میں کچھ کہا' میں تو نہ سمجھ پایا لیکن میرے ساتھی انجینئر جاوید نے کہا کہ حضرت آپ کو دعائیں دے رہے ہیں۔ اسکے بعد میں نے حضرت کی نقاہت اور بیماری کی وجہ سے زیادہ دیر رکنا مناسب نہیں سمجھا اور رخصت لیتے ہوئے اس ولی کامل کی پیشانی کو چوما اور دل میں سوچ رہا تھا کہ اب شاید ہی آئندہ ملاقات نصیب ہو۔ یہ میری پہلی اور آخری ملاقات ثابت ہوئی۔خواجہ صاحب سے ملنے کے بعد ساتھ والے کمرے میں ہمیں لے جایا گیا' جہاں کافی لوگ جمع نظر آرہے تھے۔

<u>رسول اقدس ﷺ سے منسوب موئے مبارک کی زیارت:</u> ہمارے میزبان نے ہمیں بتایا کہ حضور اقدس ﷺ سے منسوب موئے مبارک (بدن مبارک کے بال) کی زیارت کروائی جارہی ہے۔آپ بھی اس سعادت کو پالیں۔اور یوں اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک سعادت کے بعد دوسری عظیم سعادت سے بہرہ ور فرمایا۔ جو ساتھی زیارت میں مصروف تھے میں نے ان سے عرض کیا کہ درود شریف پڑھتے ہوئے زیارت کریں۔ یہ تین موئے مبارک جو ایک شیشے کی بند ڈبیہ میں طولاً خاص انداز سے علیحدہ علیحدہ سے سجائے گئے تھے'

ایں سعادت بزور بازو نیست　　　تانہ بخشد خدائے بخشندہ است

اس ڈبیہ میں موئے مبارک کے نیچے ایک برتن میں الا ئچی دانے بھی رکھے نظر آئے جنہیں بعد میں نکال کر حاضرین مجلس میں بطور تبرک تقسیم کیا گیا۔ احقر کو آٹھ دس دانے میسر آئے۔ میں نے موئے مبارک کا پس منظر پوچھا تو بتایا گیا کہ یہ مکی صاحب نے خواجہ صاحبؒ کو عنایت کئے ہیں۔ اسی کمرے میں چودھری شجاعت سے بھی ملاقات ہوئی۔ میں نے ان کی آمد پر تعریف کرتے ہوئے کہا کہ یہ آپ کی سعادت اور خوش قسمتی ہے کہ خواجہ صاحبؒ کے حضور میں حاضری اور دست بوسی نصیب ہوئی۔ اس پر انہوں نے کہا کہ ہم تو اس سے پہلے بھی کئی دفعہ زیارت کے لئے آچکے ہیں۔ کچھ دیر ان سے گفتگو کرنے کے بعد ہم نے رخصت چاہی۔ اور اس طرح ہم واپس اپنے میزبان جاوید کے ساتھ چشمہ کالونی پہنچے جہاں ظہر کی نماز جامع مسجد میں مولانا منظور الحسینی کی امامت میں پڑھی۔ نماز کے بعد ان سے ملاقات ہوئی۔ موصوف حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینیؒ کے نواسے ہیں۔ اور کچھ عرصہ سے یہیں پر خطابت وامامت انجام دے رہے ہیں۔ اس کے بعد ہم نے اپنے دوست کے ہاں دوپہر کا کھانا کھایا۔ عصر کے وقت ہم واپس دلوں میں حضرت کی یادیں لئے ہوئے اکوڑہ خٹک کیلئے روانہ ہوئے۔

صحرائے کندیاں کے پھول:

کسی شاعر نے خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف کے مستند نشینوں کا تذکرہ اپنے اشعار میں یوں کیا ہے:

در ریگ زار کندیاں باد صبا و زید
وزِ خاک بے گیاہ چہ گلہا عجب دمید
قیوم وقت حضرت بوسعد بے مثال
قطب زماں حضرت عبداللہ ھم وحید
ثالث ولی کامل وجو پائے راز حق
ولا صفات خان محمد بما رسید

جنازہ میں شرکت: حادثے کی اندوہناک خبر پاتے ہی احقر نے جنازے میں شرکت کا تہیہ کرلیا۔ رات بھر نیند نہیں آئی۔ صبح بعد از نماز فجر اپنی گاڑی میں برادرم مولانا لقمان الحق، مولانا سید صاحب حسین اور مولانا ابرار شریک دورہ حدیث کے ہمراہ روانہ ہوا۔ موٹروے کے ذریعے بلکسر انٹرچینج سے ہوتے ہوئے تلہ گنگ کے راستے میانوالی پہنچے۔ راستے میں کثیر تعداد میں چھوٹی بڑی گاڑیوں میں علماء، صلحاء خواجہ صاحب کے متوسلین ومعتقدین کے قافلے جنازے میں شرکت کیلئے رواں دواں نظر آرہے تھے۔ ٹریفک کے بلاک

ہونے کے پیش نظر احقر نے جنازہ سے دو گھنٹے پہلے پہنچنے کا پروگرام ترتیب دیا تھا۔ میانوالی میں جمعیۃ علماء اسلام کے جنرل سیکرٹری مولانا عبدالجلیل صاحب نے ہمیں چائے کیلئے رکنے کا کہا لیکن کثرت اژدہام اور مقصود سے رہ جانے کے خدشے کی بناء پر ہم نے کندیاں پہنچنے کا فیصلہ کیا۔ راستے میں تمام سی این جی اسٹیشنوں پر سینکڑوں گاڑیاں گیس کے انتظار میں قطار در قطار نظر آئیں۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ آج حضرت کے جنازے میں شرکت کرنے والے لوگوں کے اس سیلاب سے اس علاقے کے بعض بے خبر لوگوں کے علم میں یہ بات آئے گی کہ حضرت خواجہ صاحبؒ کتنے بڑے عظیم انسان اور شخصیت تھے۔ سوا بارہ بجے ہم کندیاں شریف پہنچے۔ خانقاہ سے ڈیڑھ دو میل دور ہی گاڑی پارک کی اور ہم سب پیدل خانقاہ کی طرف روانہ ہوئے۔ ہزاروں افراد قطار در قطار وحشت' سراسیمگی' دیوانگی' بدحواسی اور اشکبار آنکھوں سے خانقاہ کی طرف جا رہے تھے۔

جس کو دیکھو ہوش گم' فریاد برلب اشک ریز
جس کو دیکھو مضطرب' بے چین و مضطر بے قرار
جس کو دیکھو ہے جگر مجروح دل سوز و گداز
جس کو دیکھو کرب و حرماں' یاس و حسرت کا شکار

میرے دوست جاوید اقبال نے راستہ میں ٹیلیفون پر بتایا کہ رات گئے ہزاروں افراد خانقاہ پہنچ گئے۔ خانقاہ پہنچے تو منظر کچھ یوں تھا کہ جامع مسجد تسبیح خانے' برآمدے' مدرسہ اور اطراف کے کھلے میدان اپنی وسعتوں کے باوجود تنگ دامنی کی شکایت کرتی ہوئی نظر آئی۔ چونکہ جنازے میں شرکت کرنے والے افراد کی تعداد لاکھوں تھی' اس لئے خواجہ صاحبؒ کا دیدار عام نہیں کروایا گیا۔ اس لئے ایسے موقعوں پر نظم وضبط قائم رکھنا مشکل نہیں بلکہ ناممکن ہوتا ہے۔ بعض اکابر علماء' مشائخ اور نامور شخصیات کو زیارت کے اندران کے گھر لے جانے کا انتظام کیا گیا تھا۔ لیکن وہاں پر بھی نظم وضبط کا سلسلہ ٹوٹا ہوا دھکم پیل کی کیفیات کا سامنا ہوتا ہوا نظر آیا۔ میں نے ایک دوبار کوشش کی کہ لیکن غیر ضروری ہٹو بچو دھکم پیل سے واسطہ پڑا۔ مجبوراً جناب سعید احمد صاحب۔ جو خواجہ صاحبؒ کے چھوٹے صاحبزادے ہیں ان کے مہمان خانے میں جا کر بیٹھ گیا۔ دو بجے جنازہ کا وقت مقرر کیا گیا تھا لیکن پونے تین بجے خواجہ صاحب کا جسد اطہر گھر سے اٹھا کر ایمبولینس کے ذریعے جنازہ گاہ پہنچایا گیا۔ جنازہ گاہ میں ہر طرف انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر نظر آ رہا تھا۔ اس موقع پر تعجب خیز بات یہ تھی کہ انتہائی گرم موسم میں اچانک نہ صرف اعتدال کی کیفیت آئی بلکہ ٹھنڈی ہوائیں بھی چلنے لگیں۔ میرے شرکائے سفر نے اپنا چشم دید واقعہ یہ بھی سنایا کہ فضاء میں سینکڑوں ابابیل اور پرندے جنازہ

کے اوپر محو دید نظر آئے۔ سہ پہر تین بجے نماز جنازہ خواجہ صاحبؒ کے فرزند مولانا خلیل احمد کی امامت میں ادا کیا گیا۔

خواجہ صاحب کی مختصر سوانح: خانقاہ کندیاں شریف کے تیسرے سجادہ نشین حضرت خواجہ خان محمد صاحب خانقاہ کے مؤسس مولانا احمد خانؒ کے چچازاد بھائی خواجہ عمرؒ کے ہاں ۱۹۲۰ء کو موضع ڈنگ میانوالی میں پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم: سکول کی تعلیم چھٹی جماعت تک حاصل کرنے کے بعد بانی خانقاہ نے خواجہ عمر سے اپنا ایک فرزند مانگ لیا جس پر انہوں نے لبیک کہتے ہوئے کہا کہ آپ میرا جون سا لڑکا پسند فرمائیں وہ آپ کی خدمت کیلئے حاضر ہے۔ جس پر آپ نے خواجہ خان محمد صاحب کو ایمانی فراست اور حکیمانہ بصیرت سے معلوم کر کے منتخب فرمایا۔ اس کے بعد آپ کو خانقاہ لایا گیا۔ جہاں آپ نے قرآن مجید' فارسی نظم اور علم صرف ونحو کی کتابیں مولانا عبداللہ صاحب سے پڑھیں۔ پھر دارلعلوم عزیزیہ بھیرہ اور جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں متوسطات اور منتہی کتابوں کی تکمیل فرمائی۔ دورہ حدیث شریف سے دارالعلوم دیوبند میں فراغت پائی۔ علوم دینیہ پڑھنے کے بعد علوم باطنیہ کیلئے حضرت مولانا عبداللہ لدھیانوی المعروف ثانی صاحبؒ کی طرف رجوع فرمایا۔ تقریباً پندرہ برس تک اپنے شیخ کی صحبت میں گزارے۔ ان کی وفات کے بعد اس خانقاہ کے منبع علم و عرفان بنے۔ تحفظ ختم نبوت کے ساتھ آپ کا زندگی بھر والہانہ لگاؤ رہا۔ اس سلسلے میں آپ نے قید وبند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے تاسیس کے بعد آپ نائب امیر اور حضرت مولانا یوسف بنوریؒ کی وفات کے بعد اس کے امارت کے منصب پر تاحیات فائز رہے۔ پیرانہ سالی اور ضعف و نقاہت کے باوجود طالبان تصوف وسلوک کو بھرپور توجہات اور رہنمائی سے نوازتے تھے۔ آپ کی شخصیت مرجع خلائق تھی' پاکستان کے علاوہ دنیا بھر سے تصوف وسلوک اور علم وفضل کے پیاسے آپ کے ہاں آ کر اپنی پیاس بجھاتے تھے۔ دیوبندی مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے تمام جماعتوں' اداروں' مدارس اور تحریکات دینیہ کے آپ سرپرست اور مدد ومعاون تھے۔

؎ اب نہ آئے گا نظر ایسا کمال علم وفن — گو بہت آئیں گے دنیا میں رجال علم وفن

از قلم: حافظ محمد عرفان الحق حقانی

مدرس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ......0333 9102368

مولانا محمد شفیق سلیم بہادر ملکانوی

مہ کامل

دل کی زندگی جسے حقیقت میں ایمانی زندگی ہی کہا جائے اللہ تعالیٰ نے اس کی بقاء وتحفظ کے ہزار اسباب وذرائع مہیا فرمائے۔ جیسے اس جسمانی زندگی کے بقاء وتحفظ کے اسباب سے عالم علوی وعالم سفلی اٹا پڑا ہے قدم قدم پر ایسے ایسے ذرائع پائے جاتے ہیں جو مزید جینے کا سامان بنتے ہیں اور یہی تو وجہ ہے کہ انسان جیسی عظیم تر ہستی اسی کی ہو کر نہیں بلکہ اس میں کھو کر رہ گئی ہے اور خاکی اور خاک برابر ہو رہے۔تو کیا قدر ہو اس حضرت انسان کی!

''خاکستر اگرچہ نسبِ عالی دارد کہ آتش جوہر علوی است، مگر چونکہ در ذاتِ خود ہنرے نہ دارد با خاک برابر است''۔

ذرا غور تو ہو یہ مذکورہ بات آج کے حضرتِ انسان جو ''خاکستر'' سے کہیں زیادہ عالی نسب رکھتا ہے، پر کس قدر سچ ثابت ہو رہی ہے۔ یہی تو وجہ ہے کہ دنیا میں آج ہر چیز کی قدر ہے! نہیں تو ایک انسان کی نہیں۔ دلِ دردمند کی آج یہی پکار ہے۔''کہاں کھو گیا مرا قافلہ کہاں رہ گئے مرے ہم سفر'' ۔

ہر کوئی اپنے غم میں ہے مصروف　　　کس کو درد آشنا کہے کوئی

لیکن بقول ہندی حکیم ۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز　　　چراغِ مصطفوی سے شرار بولہبی

اس سنۃ اللہ اور عادۃ اللہ کے حوالے سے اس جہان دگرگوں میں جہاں کفر ہے، الحاد اور مادہ پرستی ہے وہاں ایمان، عملِ صالح، اخلاقِ حسنہ اور صالح قدروں کی پاکیزہ اور نورانی دل آویز جگمگ جگمگ کرتی کرنیں بھی ہیں جو اگر اپنی پوری آن بان کے ساتھ روشن رہیں تو کیا یہ رات کا چاند اور کیا یہ دن کا سورج سب ماند پڑ جائیں اور کیا یہ جھلملاتے تارے تمام پر اوس پڑ جائے۔

ترا دل ہو درد سے آشنا تو یہ نالہ غور سے سن ذرا
بڑا جاں گسل ہے یہ واقعہ یہ فسانۂ جم وکے نہیں

ایمانی زندگی کی یہ بہاریں جو موسموں کی تبدیلی اور حالات کے اتار چڑھاؤ سے قطعی بے نیاز ہیں

ان کے پسِ منظر میں بہت سارے عوامل کارفرما ہیں، ہمارے اس اجڑے دیار (برصغیر پاک وہند) میں تزکیۂ نفوس اور ایمانی حلاوت کو جلا بخشنے اور دوام وبقا دینے میں خانقاہوں کا مربوط اور طویل سلسلہ ہے۔ ایمان اور اہلِ ایمان کو تحفظ دینے میں اور ان کا پشتی بان بننے میں جتنا اور جیسا کچھ کردار حضرات مشائخ اور صوفیاء کرام کا ہے اپنے اطلاق میں تاریخ اسلام میں بے مثال ہے۔ بالخصوص ہندوستان میں جہاں جوگ اور ہندومت کے پنڈتوں اور پروہتوں کا معاشرہ میں عمل دخل ہی نہیں بلکہ اجارہ داری تھی جو اپنے ماسوا کو پنپنے اور سر اٹھا کر چلنے کا موقع دینے کے روادار بھی نہیں تھے اور ان کا مقابلہ نِرے علماء کا کام بھی نہیں تھا، ان سے دوبدو ہونا اگر حقیقی طور پر کسی طبقہ نے کیا ہے بلکہ ذلت کی اتھاہ گہرائیوں میں ان کو لا ڈالا ہے اور نیچ کر دکھایا ہے تو انہی مردانِ باصفا مشائخ وصوفیاء کرام جیسے نفوسِ قدسیہ نے کیا ہے۔ **کثر اللہ سوادھم وجزاھم اللہ عنی وعن جمیع المسلمین خیر الجزاء**

ان حضراتِ قدس نے جہاں ڈیرے ڈالے اور مقدور بھر سعی وکاوش سے شمعِ ایمان روشن کی اور حالات کی نامساعدت اور اعداء دین کی طوفان خیز آندھیوں کی پروا کیے بغیر دین کی اس طرح لو جلائی کہ استقامت بھی پکار اٹھی کہ دین سے سچی لگن اور وابستگی اس کا نام ہے۔ ان اماکن اور جھونپڑوں کو خانقاہ کہا جانے لگا۔ یہاں درویشانِ خدامست نے یادِ حق جل وعلا سے اجڑی دل کی دنیا کی آبادی کے سوا اور کوئی شغل نہیں رکھا۔ انہیں میں ایک خانقاہ سراجیہ ہے۔ جس کے بانی مبانی اور معمارِ اول قیوم زماں حضرت خواجہ احمد خان قدس اللہ سرہٗ العزیز ہیں جنہوں نے اپنے شیخ حضرت خواجہ سراج الدین نور اللہ مرقدہٗ [سجادہ نشین خانقاہ موسیٰ زئی شریف] کے نام پر اس خانقاہ کا نام خانقاہ سراجیہ رکھا۔ ان کے بعد نائب قیوم زماں حضرت مولانا محمد عبد اللہ لدھیانوی رحمہ اللہ اس خانقاہ کی آبادی کا سامان بنے۔ پھر یہ سعادت ہمارے ممدوح خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ خان محمد رحمہ اللہ کے حصہ میں آئی۔ جنہوں نے بفضل اللہ ومنہ وکرمہ قریباً قریباً پورے ساٹھ سال تک اس گلشنِ سراجیہ کو آباد وشاد رکھا۔

یہ زمین خوشنما ہمیں سے ہوئی　　　　زندگی بھر وفا ہمیں سے ہوئی

اللہ تعالیٰ نے کائنات ارضی میں رنگا رنگ پھول کھلائے ہیں اور ہر پھول کی اپنی خوشبو ہے اور ایسے ہی ہر ایک خوشبو دوسرے سے مختلف ہے بعض کی خوشبو تیز اور بعض کی مدھم مدھم سی ہے بالکل اسی طرح اللہ والے صلحاء واتقیاء صاحبِ دل اور روشن ضمیر اعیان واشخاص کا معاملہ ہے ان میں کا ہر ایک خوبصورت، دل آویز اور پاکیزہ پھول ہے اور　ع　''ہر گلِ را رنگ وبوئے دیگر است''۔

ہمارے حضرت ممدوح خواجۂ خواجگان نور اللہ مرقدہ بھی اپنی ذات میں یکتا تھے۔ کوئی ان کا ہمسر

تھا نہ وہ کسی کے مثیل تھے۔ وہ ایک خاص مزاج تھا اور مخصوص اداشناس تھے۔ رفتار وگفتار میں ایسا دھیما پن کہ وصال ولقاءِ محبوب سے کچھ ہی پہلے کا واقعہ ہے کہ یہ راقم آثم، قاری عبدالرحمٰن ضیاء صاحب اور صاحبزادہ مکرم خواجہ عزیز احمد صاحب اور کچھ حضرات حضرت رحمہ اللہ کی مجلس میں موجود تھے۔ غالباً قاری صاحب نے خانقاہ آنے کے لیے راستہ کی ناہمواری اور سڑک کی ٹوٹ پھوٹ کے حوالے سے دیرگی ودقت کا تذکرہ کیا۔ ان دنوں سرگودھا سے میانوالی کے درمیان کا روڈ خاصا ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھا تو صاحبزادہ صاحب نے مشہور شعر پڑھا۔ ؎

انہی پتھروں پہ چل کے آسکو تو آؤ
میرے گھر کے راستے میں کوئی کہکشاں نہیں ہے

حضرت رحمہ اللہ نے شعر سن کر استفسار فرمایا لیکن مرے لوح وقلم اس استفسارانہ انداز کے ذکر وبیان سے عاجز ودرماندہ ہیں بہرحال اپنے پورے معصومانہ لہجہ میں پوچھا کہ ''کہکشاں کیا ہوتا ہے؟'' اور اس تکلم کے وقت راقم آثم چہرہ تکتا ہی رہ گیا۔

ہمارے حضرت رحمہ اللہ بہت کم گو تھے مگر ہزار ابوالکلاموں کی بوقلموں کلاموں پر ان کی کم گوئی بھاری تھی۔ سینکڑوں کے جھرمٹ میں کیوں نہیں سب کے لبوں پر مہرِ سکوت ہے ہاں اگر کچھ ہوتا تو یہ ہوتا کہ سرد آہ کیساتھ دل کی اتھاہ گہرائیوں سے لبوں پر دھیمی آواز میں اللہ ہوتا اور منظر ہوتا کہ ؎

لا مکاں کی وسعتوں میں جو سما سکتا نہیں
وہ مکین بے مکاں مرے شکستہ دل میں ہے

اللہ تعالیٰ نے حضرت رحمہ اللہ کو بہت عروج بخشا تھا سینکڑوں کے سرپرست تھے اور دعائیں اور بلائیں تو سبھی لیتے تھے۔ تمام تنظیماتِ دینیہ انہیں اپنا سائبان سمجھتی تھیں اور محسن گردانتی تھیں۔ صراطِ مستقیم کا ہر راہی حضرت رحمہ اللہ کو اپنا رہبر وراہنما تصور کرتا تھا اور عقیدۂ ختمِ نبوت چونکہ رگ رگ میں سمایا ہوا تھا اور مجلس تحفظ خدمتِ نبوت (العالمی) کے مرکزی امیر تھے اس ناطے تمام اپنوں کے علاوہ دوسروں نے بھی خوب خوب عزت دی۔ جب تک ہمت وصحت نے ساتھ دیا عقیدۂ ختمِ نبوت کے عنوان کی ہر مجلس میں حتی المقدور شرکت کو اپنی ہزار سعادت جانا اور ضرور شرکت فرمائی۔ اسلامیانِ پاک وہند ہی نہیں بلکہ تمام نے حضرت رحمہ اللہ کے آگے راہ میں پھول ہی نہیں بلکہ بتمام وکمال عزت وحرمت کے جذبوں کے ساتھ پلکیں بچھائیں اور سرآنکھوں پر رکھا۔ ؎

عروجِ آدم خاکی سے انجم سہے جاتے ہیں

کہ یہ ٹوٹا ہوا تارہ مہِ کامل نہ بن جائے

بندہ راقم آثم کو اپنے ابتدائی زمانِ طالبعلمی میں جن اکابرین سے دید شنید کا شرف حاصل رہا اور تھوڑی بہت راہ ورسم رہی اپنی خوش بختی کی بدولت ان میں ایک حضرت خواجۂ خواجگان رحمہ اللہ بھی تھے۔ ؎

درمیخانہ سے دیوار چمن تک پہنچے
ہم غزالوں کے تعاقب میں ختن تک پہنچے

اب سے اٹھائیس سال پہلے کی بات ہے بندہ راقم آثم کو اپنے عم محترم مولانا ابو محمد اللہ بخش ایاز ملکانوی صاحب اور اپنے دیرینہ دوست مولانا خالد اقبال صاحب ساہیوال کے ہمراہ خانقاہ سراجیہ کندیاں حاضری کا شرف حاصل ہوا، حضرت رحمہ اللہ کی مجلس میں باریابی ہوئی، علماء وصلحاء کا کٹھ تھا، دیر تک انفاس کی خوشبو کا لطف لیتے رہے حضرت خاصے خوش مزاجی میں تھے اب تک پورا منظر آنکھوں کے سامنے ہے۔ میں نے موقع غنیمت جانا اپنی ایک ڈائری حضرت کے ہاتھ میں تھما دی اور عرض کیا کہ کچھ تحریر فرما دیں۔ ؎

پھینکے ہیں اوروں کی طرف گل بلکہ ثمر بھی
اے خانہ برانداز چمن کچھ تو ادھر بھی

کمالِ شفقت سے یہ درخواست قبول فرمائی اور ڈائری کے آگے پیچھے کچھ ورق الٹے اور فرمایا ''اس میں تو بہت بڑوں کی تحریرات ہیں'' اور فارسی کا ایک شعر تحریر فرمایا۔ آج جب ہم میں حضرت نہیں رہے تو اب لگتا یہ ہے کہ وہ شعر محض مجھے بے مایہ کو خوش کرنے یا میری درخواست کو پورا کرنے کے لیے ہی نہیں لکھا تھا بلکہ سراسر اپنی زندگی لکھ دی۔ اپنی حیات مستعار جو مانندِ دریا وسمندر تھی لفظوں کے مختصر کوزہ میں بند کر دیا۔ کاش کہ ہمیں ایسا جینا اور رہنا نصیب ہو جائے۔ نقوش کے موتی یوں پروئے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ادب تاج ایست از لطفِ الٰہی
بنہ بر سر برو ہر جا کہ خواہی

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ......خانقاہ سراجیہ......۷شوال ۱۴۰۳ھ

بقول حضرت شورش کشمیری مرحوم

''اب وہ سبو ٹوٹ چکا، صبا چھلک گئی، میکدہ اجڑ گیا آبخورے کے ریزوں میں تلچھٹ باقی ہے۔''

اور بقول اقبال رحمہ اللہ

بیا یک لحظہ باعاماں در آمیز   کہ خاصاں بادہ ہا خوردند ورفتند

مولانا محبوب احمد

اٹھ کے میکدہ سے چل دیا وہ ساقی

ماضی قریب میں آسمان علم وعمل کے درخشندہ ستارے بڑی تیزی سے عالم فانی سے عالم بقاء کوچ کر گئے۔ روشنی کے ساماں کم ہوگئے، ظلمتوں میں اضافہ ہوا، علم وعمل اور محبت ومعرفت کے مے خانے ویران سے محسوس ہونے لگے۔ ان میں بعض ستارے ایسے تھے جنکے دم بدم سے روشنی حاصل ہوتی تھی۔ بھٹکے ہوؤں کو راہ ہدایت ملتا، تھکے ہوئے مسافروں کو آرام ملتا، نفرت اور کینہ کے دور میں محبت واپنائیت ملتی، غیض وغضب کی بجائے محبت بھری مسکراہٹ نصیب ہوتی، انہی روشن ستاروں میں ایک روشن اور جگمگاتا ستارہ شیخ المشائخ خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ بھی ہیں جنہوں نے نصف صدی سے زائد خانقاہ سراجیہ کندیاں میانوالی کے سجادہ نشین کی حیثیت سے پورے عالم کو روحانیت واجتماعیت سے نوازا، آپ نے صرف ستارہ کی طرح نہیں بلکہ آفتاب کی طرح ہر خاص وعام کو منور کیا۔ یہ خانقاہ ایک تاریخی پس منظر رکھتی ہے یہ مرجع عوام وخواص ہے۔ یہاں ظاہر وباطن کے بیماروں میں دوا بانٹی جاتی ہے۔ اس خانقاہ کے پیش رو سجادہ نشین حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی قدس سرہ اور بانی قیوم زماں حضرت مولانا احمد خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ علم ومعرفت اور تصوف کے آفتاب وماہتاب تھے۔ انہی حضرات کے فیض صحبت وتربیت کا اثر تھا کہ حضرت اقدس خواجہ خواجگان خواجہ خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی آفتاب بن کر چمکے، ہر عام وخاص کے لئے اپنے دروازے کھلے رکھے۔ ہر ایک کو اپنی محبت وشفقت عطا فرمائی، غم زدوں کو تسلی دی، گم گشتہ راہ ہدایت کی رہبری کی، محبت الٰہیہ کے جام بھر بھر کے پلائے۔ مے خانہ میں آنے والا کبھی محروم نہیں رہا۔ حق تعالیٰ نے آپکو امت محمدیہ علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام کے لئے رحمت کا سائبان بنا کر بھیجا۔ اس سائبان کے نیچے ہر ایک کو راحت ہی راحت ملی ہے۔ سب وشتم، غیبت، بدگوئی اور بدگمانی جیسے تکلیف دہ امور کا یہاں تصور ہی نہیں تھا۔ آپکے اوصاف وخصوصیات اور مقام کا صحیح اور اصل ادراک تو صاحب دل اور صاحب نسبت حضرات کا کام ہے۔ البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ آپکی مجلس میں بیٹھنے والا ایک خاص قسم کی طمانیت اور یکسوئی محسوس کرتا تھا۔

حضرت اقدس خواجہ خواجگان خواجہ خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی پہلی زیارت 1996ء میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام ختم نبوۃ کانفرنس چناب نگر میں ہوئی۔ اکثر نشستوں کی آپ صدارت فرماتے

تھے۔ غالباً اسی موقع پر جمعۃ المبارک کی تقریر حضرت مولانا عبدالمجید ندیم صاحب نے کی۔ آپ نے اپنی تقریر میں حضرت خواجہ صاحب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ انکی خاموشی میں فصاحت و بلاغت کے سمندر پنہاں ہیں۔ اسپر حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھیں پرنم ہوگئیں۔ مجمع پر بھی اسکا عجیب اثر تھا۔

حضرت اقدس خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ختم نبوت کانفرنس کے مقررین کے بیانات انتہائی توجہ سے سماعت فرماتے اور آخر وقت تک صدارت فرماتے رہتے۔ یہ آپکی عقیدہ ختم نبوۃ کے ساتھ والہانہ وابستگی کا واضح ثبوت ہے 1997ء میں چناب نگر میں ردقادیانیت کورس کیا جس میں حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ بھی بطور خاص تشریف لائے اس کورس کی اختتامی تقریب میں حضرت اقدس خواجہ خان محمد صاحبؒ خصوصی طور پر تشریف لائے اور اپنے دست اقدس سے اسناد وانعامات تقسیم فرمائے۔ مجھے پہلی دفعہ چناب نگر کورس کے اختتام پر حضرت اقدس کے دست محبت و شفقت وسند وانعام لینے کا زریں موقع نصیب ہوا۔ اسکے بعد بھی مختلف مواقع پر حضرت کی زیارت کا موقع نصیب ہوتا رہا۔

2000ء میں جامعہ مفتاح العلوم سرگودھا میں درجہ موقوف علیہ میں داخلہ لیا۔ مشکوۃ المصابیح کے افتتاح کے لئے تقریب ہوئی۔ اس تقریب کی صدارت حضرت اقدس خواجہ خوجگان خواجہ خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی تھی۔ اس موقع پر حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کا مزید قرب اور استفادہ کا موقع نصیب ہوا۔ اسی سال مشکوۃ المصابیح کے اختتام پر اختتام اور دستار بندی کی تقریب منعقد ہوئی کیونکہ اسوقت تک جامعہ میں ابھی دورہ حدیث شریف شروع نہیں ہوا تھا۔ وہ تقریب بھی حضرت اقدس خواجہ صاحب کی صدارت میں منعقد ہوئی کیونکہ جامعہ مفتاح العلوم سرگودھا کے ہر پروگرام میں حضرت اپنی صحت کے زمانہ میں تشریف لاتے رہے، یہ جامعہ کے لئے بڑے اعزاز اور برکات کا ذریعہ ہے۔ حضرت کی صدارت بادشاہوں جیسی محسوس ہوتی تھی۔ آپ روحانیت کے عظیم تاجور اور بادشاہ تھے۔ آپکی توجہات اور دعائیں زندگی بھر کا سرمایہ ہیں۔ آپکے دست اقدس سے یہاں مشکوۃ المصابیح کے اختتام پر دستار بندی ہوئی۔ حق تعالیٰ کا انعام واحسان ہے کہ اس نے بغیر کسی اہلیت واستحقاق کے اتنے بڑے اعزاز سے نوازا۔

خانقاہ سراجیہ کندیاں پہنچتے ہی ایک سکون اور بالیدگی محسوس ہوتی تھی آپکی ذات اقدس بابرکات مجمع رحمت وشفقت تھی، بڑے بڑے مسائل اور پریشانی محض آپکی توجہ اور دعا سے حل ہوجاتے، ایک دفعہ مجھے ایک پریشانی لاحق ہوئی، ہروقت دل حیران و پریشان رہتا آپ کی خدمت اقدس میں عریضہ ارسال کیا، جواب میں آپکا محبت نامہ ملا، اسے پڑھتے ہی تمام پریشانی دور ہوگئی۔

جب جامعہ مفتاح العلوم سرگودھا میں تدریس شروع کی تو موقوف علیہ اور دورہ حدیث شریف کے

طلباء کو خانقاہ سراجیہ کندیاں میانوالی حضرات اساتذہ کی نگرانی میں لے جایا جاتا اور وہاں حضرت رحمۃ اللہ علیہ مشکوٰۃ المصابیح اور صحیح بخاری شریف کی ابتداء کراتے ، بندہ کو بھی حضرت استاذیم مولانا مفتی محمد طاہر مسعود صاحب مدظلہم کی شفقتوں کی وجہ سے اس مقدس وبابرکت مجلس میں حاضری کی توفیق نصیب ہوتی۔ وہ اوقات اور لمحات یقیناً سعادتمندی کا ذریعہ تھے جب حضرت رحمۃ اللہ علیہ کبھی خود حدیث مبارکہ تلاوت فرماتے یا کبھی کوئی طالب علم تلاوت کرتا اور حضرت سماع فرماتے ، بعد میں آپ اپنے اساتذہ حدیث بتلاتے۔ امید ہے کہ یہ مجالس ان شاء اللہ دنیا میں خیر وبرکت اور آخرت میں نجات کا ذریعہ ثابت ہوں گی۔ حضرت کے مقام ومرتبہ اور شخصیت کے بارے میرے جیسے کا کچھ کہنا، لکھنا جسارت اور گستاخی معلوم ہوتا ہے البتہ مختلف اوقات میں حاضری کی سعادت کے دوران اپنے ناقص خیال وگمان میں آپکی سیرت کے جوانمٹ نقوش ثبت ہوئے انہیں عرض کئے دیتا ہوں۔

(۱) ''اخفائے حال وسکوت'':

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں اخفائے حال کا خاص اہتمام تھا۔ بندہ کے خیال میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے شاید ہی اس طویل ترین عرصہ میں کسی نے اپنے باطنی احوال وکیفیات کے بارے کوئی لفظ سنا ہو، تعلی کی بات آپ سے شائد کبھی کسی نے سنی ہو، یہ تقریباً ناممکن ہے۔ اسی طرح آپ کا طرز کلام انتہائی عمدہ ، دلنشین اور پرکشش تھا۔ آپ کی مسکراہٹ سے اہل مجلس عجیب مسرت محسوس کرتے۔ وہ ہر غم کو بھلا دیتے ۔آپ اکثر وبیشتر خاموش رہتے۔ بہت کم ہی بات کرتے۔ آپ کے سکوت میں تدبر اور فکر ہوتا۔ ہر وقت یاد الٰہی میں مستغرق رہتے تھے۔ مشہور واقعہ ہے، ایک دفعہ آپ مجلس میں بیٹھے اخبار پڑھ رہے تھے۔ ایک مجذوب سامنے سے گزرا، وہ کہتا ہے کہ واہ، عجب بات ہے ظاہر میں اخبار پڑھنے میں مصروف ہیں لیکن دل یاد الٰہی میں مصروف ہے۔

یہ آپکا کمال ہے کہ قلبی توجہات سے عظیم خانقاہ کو نصف صدی سے زائد عرصہ آباد وشاد فرمایا، لوگوں کے قلب کو معرفت الٰہی سے روشن کیا آپ دل سے دل میں بات اتارتے تھے۔ حق تعالیٰ نے آپ کو عظیم ظرف عطا فرمایا تھا۔ جیسے سمندر میں سکوت ہوتا ہے ایسے آپکا سینہ پر گنجینہ تھا، عالم سکوت ہی میں اہل مجلس کو توجہ قلبی اور باطنی سے نوازے۔ غیبت نہ کرنے کے بارے میں تاریخ امام ابوحنیفہ اور امام بخاری رحمہما اللہ جیسے اکابر کا نام پیش کرتی ہے۔ وہ متقدمین حضرات تھے۔ عصر حاضر میں اگر کوئی ایسی شخصیت تلاش کرے تو انشاء اللہ حضرت اقدس خواجہ خواجگان خواجہ خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا نام سرفہرست ہوگا۔ آپ کی یہ

مبارک ادااور ہر مسلمان کیلئے بالعموم اور حضرت سے ارادت کا تعلق رکھنے والوں کیلئے بالخصوص مشعل راہ ہے۔
خلاصہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے آپکو علم وعرفان اور قرب وقبولیت کے بلند ترین مقامات سے نوازا، انکا احاطہ کوئی صاحب فکرونظر کرے، فسق وفجور میں مبتلا اس کوچہ کی کیا خبر رکھے۔آپ کے ہاں اخفاء انتہا درجہ کا تھا۔پھراتنی بات ضرور ہے کہ اس پر خاموشی وسکوت نے اخفاء میں مزید اضافہ فرمائے رکھا۔

(۲) اتباع سنت کا خصوصی اہتمام:

کوئی ولی ،مرشد، عالم اور مسلمان اتباع سنت کے بغیر کسی علمی ، دینی کمال کو حاصل نہیں کرسکتا۔حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی حیات طیبہ کا خصوصی وصف اتباع سنت کا بطور خاص اہتمام ہے۔اپنے ہر معاملہ میں سنت رسول کو پیش نظر رکھا ،آپکی ادا ،ادا سے سنت کی خوشبو ٹپکتی ،گفتار ،کردار اٹھنا ،بیٹھنا ،کھانا ،پینا ،سونا اور عبادت و معاملات الغرض ہر شے میں سنت مطہرہ کا اتباع تھا۔آپ اس زمانہ میں اسوۂ رسول اکرم کا نمونہ تھے۔آپکی مکمل زندگی سرور دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کی آئینہ دار تھی ۔''یہی وجہ تھی کہ ذکر رسول مقبول پر آپکی آنکھیں نمناک ہوجاتیں۔انتہادرجہ کےضبط رکھنےوالی شخصیت کے یہ آنسو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے غیر معمولی محبت کا مظہر ہیں۔

(۳) جامعیت:

حق تعالیٰ نے حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کو جن گونا گوں صفات وخصائل سے مزین فرمایا ،وہ لا تعدولا تحصٰی ہیں۔یہ مختصر مضمون زیادہ طوالت کا متحمل بھی نہیں ،بندہ سے ان صفات وخصائل کا کسی طور پر احصاء واحاطہ ممکن ہی نہیں۔آپ تواضع ،انکسار، زہد واستغناء اتباع سنت اور اخلاق نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا سراپا پیکر تھے۔آپکی اہم خصوصیت آپکی شخصیت کا جامع ہونا ہے۔آپکی گفتگو اور چہرے کا متبسمانہ انداز ہر آنے والے کا دل لبھالیتا۔آپکی شفقت ورافت ہر ایک پر عام تھی آپکی مجلس کا ہر شریک تصور کرتا کہ حضرت کی توجہات مجھ پر زیادہ ہیں ہر طبقہ ومسلک کے افراد آپکے ہاں اپنائیت محسوس کرتے ۔آپ ہر ایک کو پیار دیتے ۔نفرت، بغض اور کینہ پروری سے آپ کے سینہ کو قسام ازل نے ابتداہی سے پاک فرمایا ہوا تھا۔

آپ پاکستان کی تقریباً ہر مذہبی جماعت کے رہنما کے مرشد تھے ۔اپنے دامن شفقت میں جگہ دیتے ،انکے مسائل سنتے ،اپنے قیمتی مشوروں سے ہر ایک کو نوازتے ،ہر مذہبی کارکن آپکے ہاں اپنائیت اور سکون محسوس کرتا۔آپکی اسی اداء دلنواز نے آپکو ہر طبقہ میں یکساں قدر ومنزلت اور مقبولیت نصیب فرمائی۔
حق تعالیٰ آپکی اس صفت عظیم سے ہمیں بھی حظ وافر نصیب فرمائیں۔

(۴)عقیدہ ختم نبوت سے والہانہ وابستگی:

عقیدہ ختم نبوت سے والہانہ وابستگی ،تحریک ختم نبوت کے سلسلہ میں خانقاہ سراجیہ کندیاں میانوالی نے مثالی کردارادا کیا ہے 1953ء کی تحریک ختم نبوت میں حضرت اقدس خواجہ خواجگان خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ گرفتار رہے ،آپ نے ختم نبوت کی ہر تحریک میں قائدانہ کردارادا کیا ۱۹۷۴ء کی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ کی وفات کے بعد آپکو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا امیر مقرر کیا گیا۔آپکی امارت میں مجلس نے شاندار کامیابیاں حاصل کیں 1984ء میں امتناع قادیانیت آرڈیننس کا اجراء بھی آپکی قیادت میں ہوا۔مختلف مواقع پرآپ نے قادیانی سازشوں کے خلاف مختلف تحریکوں کی قیادت فرمائی اوران کی سازشوں کو ناکام بنایا۔آپ نے ختم نبوت کے لئے اندرون وبیرون ملک کے کئی سفر فرمائے۔ختم نبوت کے پروگراموں میں شمولیت پرآپ انتہادرجہ کی مسرت محسوس فرماتے۔پیرانہ سالی اور کمزوری کی وجہ سے غالباً آپ صرف ایک دومرتبہ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر پرتشریف نہیں لائے ہونگے ۔ورنہ آپ ہر کانفرنس پرتشریف لاتے اور بڑی دل جمعی سے انتہائی توجہ اورسکون کے ساتھ علماء کے بیانات سماعت فرماتے ۔اپنی زندگی کی آخری کانفرنس پر باوجود پیرانہ سالی اور کمزوری کے تشریف لائے آپکوختم نبوت کے پروگراموں کاانتظار رہتا آپ ختم نبوت کے حوالہ سے کام کرنے والی ہر تنظیم اور جماعت کی حوصلہ افزائی فرماتے ۔ان کے پروگراموں میں شرکت فرماتے اپنے اساتذہ اوراکابر کی اس امانت کا آپ نے خوب حق ادا کیا۔آپکی عقیدہ ختم نبوت سے انتہائی وابستگی کاایک ثبوت مولانا یوسف لدھیانوی صاحب کی شہادت پرتعزیت نامہ میں ایک جملہ بھی ہے جس میں آپ نے فرمایا ان کی شہادت کاسب سے بڑا نقصان میری ذات کوپہنچاہے کیونکہ میں اپنے ترجمان سے محروم ہوگیا۔

حق تعالیٰ نے آپ کو اس پرفتن دورمیں امت کے لئے حصول ہدایت اوررحمت کاذریعہ بنایا تھا،آپ کی مجالس علم وعرفان سے معمورتھیں ۔آپ سے لاکھوں کو ہدایت ملی،معصیت بھری زندگی گزارنے والوں نے راہ توبہ اختیارکی ۔سالکین آپ کی رہنمائی میں واصل باللہ ہوئے ۔آپ کی وفات کاصدمہ کسی ایک خاندان ،جماعت،تنظیم ،علاقہ یاملک کاصدمہ نہیں بلکہ پوری امت مسلمہ کااجتماعی صدمہ اورسانحہ ہے۔حق تعالیٰ آپکے درجات بلندفرمائے ۔ماشاء اللہ آپکی خانقاہ آباد ہے آپکے جانشین صاحبزادہ مولاناخلیل احمدصاحب مدظلہم اورمولاناعزیزاحمدصاحب مدظلہم آپ کے مشن اوررستہ پرگامزن ہیں حق تعالیٰ ان کی نصرت فرمائیں۔آمین

اٹھ کے میکدہ سے چل دیاوہ ساقی　　　　وہ مے،بو،خم،صراحی ہے ابھی باقی

مولانا نور محمد آصف، ٹمن

یادگارِ اسلاف......عاشقِ رسول

حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ کی طالب علمی کے زمانہ میں دو دفعہ زیارت نصیب ہوئی اور پھر پچھلے سال کچھ احباب کے ساتھ خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف میں زیارت کا موقع ملا، حضرت رحمہ اللہ نے دعاؤں سے نوازا۔اس سال 21 مارچ 2010ء میں ہرنولی ضلع میانوالی جامعہ حنفیہ اشرف العلوم کے سالانہ جلسہ سے واپسی پر جانشین قائد اہل سنت وکیل صحابہ حضرت مولانا صاحبزادہ قاضی محمد ظہور الحسین صاحب اظہر دامت برکاتہم العالیہ امیر تحریک خدام اہل سنت پاکستان کے ہمراہ مولانا عبد الحق خان بشیر صاحب مدظلہٗ العالی کے چھوٹے صاحبزادے محمد انس صاحب جو کہ کندیاں شریف مدرسہ میں ہی زیرِ تعلیم ہیں وہ بھی ساتھ تھے۔تو حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں آخری ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔کافی دیر تک امیر مرکزیہ حضرت قاضی صاحب مدظلہم کا ہاتھ پکڑ کر دعائیں دیتے رہے۔اسکے بعد پھر حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ کی نماز جنازہ میں شرکت کی سعادت بھی اللہ تعالیٰ نے نصیب فرمائی۔ایسے اکابر کے جنازوں میں شرکت اس نیت سے کرتے ہیں کہ ان کے صدقے اپنی بخشش کا کوئی سامان بن جائے۔ہمارے گاؤں ٹمن سے کثیر تعداد میں احباب نمازِ جنازہ میں شریک ہوئے اس سے پہلے قائد اہل سنت وکیل صحابہ حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نور اللہ مرقدہ کے جنازہ میں اس طرح احباب شریک ہوئے تھے۔راستے میں گیس بھروانے کے لیے CNG پر لائینیں لگ گئیں، گھنٹے سے زیادہ وقت وہاں میانوالی میں گزر گیا۔پھر نماز جنازہ میں الحمدللہ ایک گھنٹہ پہلے پہنچ گئے وہاں اجتماع دیکھ کر رائے ونڈ کا تبلیغی اجتماع یاد آ گیا۔اور میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ علماء سے بغض وعداوت رکھنے والے آج بہت جل رہے ہوں گے کہ اتنی تعداد میں علماء اس جنازہ میں شریک ہو رہے ہیں اور اکثر کاروں پر سفر کر رہے ہیں۔دوسرا یہ کہ اس امت کے مسلمانوں کے دل میں اک عالم دین ولی اللہ کی عقیدت کا جب یہ عالم ہے تو ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم اجمعین سے کتنی محبت ہوگی۔اس لیے کافر مسلمانوں کے دلوں سے ان پاک ہستیوں کی محبت کیسے نکال سکتے ہیں؟ توہین آمیز خاکے بنانے والوں کو اس سے عبرت

حاصل کرنی چاہیے کہ سوائے اپنے اعمال برباد کرنے کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اس امت کو اپنے نبی سے کیسے دور کیا جاسکتا ہے؟ حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ سے اتنی زیادہ علماء وطلباء اور عوام الناس کی عقیدت کی بڑی وجہ یہ ہے کہ وہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے عاشق، متّبع سنت اور عقیدہ ختمِ نبوت کے محافظ تھے، سالہا سال عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوت کے امیر رہے، اس جماعت نے قادیانیت کا خوب تعاقب کیا، حضرت علامہ محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ نے فرمایا تھا کہ قادیانی جس ملک میں بھی گئے ہم ان کا تعاقب کریں گے اگر وہ چاند پر بھی پہنچ گئے تو ہم ان کے تعاقب کے لیے وہاں بھی پہنچ جائیں گے۔ واقعی الحمدللہ قادیانی جس ملک میں گئے تو ہمارے علماء ان کے تعاقب کے لیے وہاں پہنچ گئے۔ شہید ختمِ نبوت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ اس جماعت عالمی تحفظ ختمِ نبوت کا امیر زمانہ کا قطب ہوتا رہا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ قطب کے منصب پر فائز تھے۔ ختمِ نبوت کے لیے حضرت خواجہ صاحب کی خدمات ان کا بہترین صدقہ جاریہ ہیں۔ علماء کرام کو بھی حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ یہ نصیحت فرماتے تھے کہ ہر مہینہ میں ایک جمعہ پر اس موضوع پر تقریر کرنی چاہیے تاکہ عوام الناس اس عقیدہ کی اہمیت سے واقف رہیں اور قادیانیوں کی سازشوں سے بھی باخبر رہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اور قرب حاصل کرنے کے لیے عقیدہ ختمِ نبوت کے تحفظ پر تحریری وتقریری محنت بہت ہی اہم ہے۔ اسی طرح صحابہ کرام، اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم اجمعین کی عظمتوں کا تحفظ جو سب سے پہلے ختمِ نبوت کا تحفظ اور دفاع کرنے والے ہیں، بہت ضروری ہے۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ختمِ نبوت کے تحفظ کے لیے بارہ سو صحابہ رضی اللہ عنہم جن میں چھ سات سو عالم قاری تھے، شہید کرادیے۔ سفیر ختمِ نبوت حضرت مولانا منظور احمد صاحب چنیوٹی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں تمام جنگوں میں **259** صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شہید ہوئے اور صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے دور میں صرف مسیلمہ کذاب کے مقابلہ میں جنگ میں **1200** صحابہ کرام علیہم الرضوان شہید ہوئے اس سے اس عقیدہ کی عظمت وشان اور دفاع کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے۔

اس لیے سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جھوٹے مدعی نبوت سے دلیل مانگنے والے بھی کافر ہیں اس سے دلیل کا مطالبہ بھی کرنے کی گنجائش نہیں۔ یہ عقیدہ اتنا پختہ ہے کہ مدعی نبوت قطعی کافر ومرتد ہے، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے مکاشفے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شیعہ اثنا عشریہ کے مذہب کے بطلان کی وجہ ان کا عقیدہ امامت بتلایا۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے جب اس پر غور کیا تو فرمایا کہ ان کا یہ عقیدہ تو ختمِ نبوت کے عقیدہ کے

خلاف ہے کیونکہ شیعہ کے نزدیک امام منصوص من اللہ، معصوم، مفترض الطاعۃ ہے اور ائمہ کو وہ نبیوں سے بھی افضل سمجھتے ہیں انکے امام خمینی نے بھی ''ولایہ فقیہ'' میں صاف لکھا ہے کہ ہمارے اماموں کے مقام کو نہ کوئی نبی رسل پہنچ سکتا ہے اور نہ نبی مرسل۔اور ان کے ملاباقر مجلسی نے حیات القلوب میں صراحتاً لکھا ہے کہ منصبِ امامت منصبِ نبوت سے بالاتر ہے۔(معاذ اللہ)

اسی لیے حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں کہ شیعہ ختمِ نبوت کے منکر ہیں کوئی کور باطن نہ سمجھے تو نہ سمجھے۔اور حضرت مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ نے بھی لکھا ہے کہ دو اور دو چار کی طرح واضح ہے کہ شیعہ ختمِ نبوت کے منکر ہیں۔

قائد اہل سنت وکیل صحابہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ عقیدہ خلافت راشدہ یہ ختمِ نبوت کا محافظ ہے کہ اب نیا نبی نہیں آئے گا بلکہ خلفائے راشدین نبی علیہ السلام کے مشن کو پھیلائیں گے۔اس لیے حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ نے اس عقیدہ کے تحفظ تبلیغ وتعلیم اور نشر واشاعت میں ساری زندگی لگادی۔اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو قبول فرمائیں اور درجات بلند فرمائیں (آمین)۔آج مولانا عبدالحق خان صاحب بشیر مدظلہ کے صاحبزادوں میں ہم اپنے دادا جان کی طرح اپنے نانا جان کا فیض بھی پاتے ہیں۔حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ ان کے نانا جان ہیں۔

افسوس کہ ہم ان بڑے اکابر کی زیارتوں سے تھوڑے سے عرصہ میں محروم ہوگئے۔بالخصوص حضرت نفیس شاہ صاحب الحسینیؒ رحمہ اللہ لاہور کے، گوجرانوالہ کے مفسر قرآن حضرت مولانا عبدالحمید سواتی رحمہ اللہ، امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدرؒ رحمہ اللہ، مجاہد ملت حضرت مولانا عبداللطیف صاحب جہلمی نور اللہ مرقدہ، حضرت اقدس قائد اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نور اللہ مرقدہ، امین ملت حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی نور اللہ مرقدہ، مخدوم پور کے استاد العلماء حضرت مولانا محمد امین صاحب نور اللہ مرقدہٗ اور اب شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب نور اللہ مرقدہ اور بھی بہت سے اکابر جو اس دنیا سے کوچ کر گئے۔ہر ایک بزرگ ہدایت کا مینار تھا اور ''ہر گلِ را رنگ وبوئے دیگر است'' ہر پھول کی اپنی رنگت اور خوشبو تھی۔اللہ تعالیٰ ان سب بزرگوں کی تعلیمات سے ہمیں مستفیض فرمائے اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے چلانے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت اقدس خواجہ صاحب نور اللہ مرقدہ کو اللہ تعالیٰ نے مضبوط علم کے ساتھ عمل اور اخلاص کی دولت سے بھی نوازا تھا خاموش رہ کر علماء کی اور امت کی بڑی سرپرستی فرمائی۔فرماتے تھے کہ جس کو فقیر کی خاموشی سے فائدہ حاصل نہیں ہوتا تقریر سے بھی فائدہ نہ ہوگا اور فرماتے تھے کہ میرے ترجمان اور میری

زبان حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی ہیں۔عبادت اور ریاضت زہدوتقویٰ میں بھی حضرت خواجہ صاحب نوراللہ مرقدہ اپنے اکابر کی یادگار تھے۔

اس دورِ پرفتن میں اپنے اکابر پر اعتماد بہت ہی ضروری ہے،حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ تمام عقائدونظریات میں اپنے اکابر دیوبند کے کامل متبع تھے۔فسق یزید ہو یا عقیدہ حیات النبی،تمام نظریات میں حضرت اکابر کے مسلک حقہ کے ترجمان تھے۔

عقیدہ حیات النبی کے متعلق ان کا مکتوب مبارک نقل کر کے میں اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں۔(مکتوب گرامی باب نمبر 7 میں ملاحظہ فرمائیں[خادم،حمزہ]) اللہ تعالیٰ حضرت کے صاحبزادگان اور متوسلین سب کو ان کے نقش قدم پر چلائے۔آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

ازقلم:نورمحمد آصف

مدیر:مدرسہ حیات النبی،جامع مسجد حق چاریار

ٹمن،تحصیل تلہ گنگ،ضلع چکوال

0302-5704253

قطب ابدال حضرت مولانا خواجہ خواجگان خان محمد صاحب قدس سرہ سے مجھے اور میرے خاندان کو اتنا پیار ملا کہ اس پیار کا اظہار میں نہیں کرسکتا باقی میرے مرشد حضرت خواجہ صاحب جیسی ہستی اب شاید صدیوں بعد بھی پیدا نہ ہو اس لئے تو علامہ اقبال نے فرمایا

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

بندہ ناچیز کو حضرت جی کے جنازے میں شرکت کی سعادت نصیب ہوئی اور ایسا محسوس ہورہا تھا کہ میدان عرفات میں آگئے ہیں۔اور ہر مکاتب فکر کے لوگ اور سول سوسائٹی غم کے عالم میں نڈھال نظر آرہے تھے اللہ رب العزت ہمیں بھی حضرت جی کے نقش قدم پر چلائے اور اس خانقاہ سراجیہ کو دن دوگنی رات چوگنی ایمان کی دولت سے منور کرے اور یہ جگہ یہ علاقہ یہ سرزمین اور اس سرزمین کے باسی اور خدام حضرات ہمیشہ سراج منیر کی نورانیت سے منور رہیں۔

والسلام...... چوہدری محمد اقبال

☆......☆............☆......☆

سید مقصود علی صدیقی

شیخ المشائخ کے چند حیرت انگیز واقعات

مجاہدین اسلام سے حضرۃ امام اہل سنت وحضرۃ شیخ المشائخ کی محبت والفت:

پہلا واقعہ غالباً ۱۹۹۶ء کا ہے، حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ بیماری کے باوجود طویل عرصہ کے بعد جہانیاں منڈی (ضلع خانیوال) کی مرکزی جامع مسجد رحمانیہ میں مدرسہ کی سالانہ تقریب میں شرکت کے لیے تشریف لائے تھے، واضح رہے کہ یہ مدرسہ حضرت کا مادرِ علمی بھی ہے، حضرت مہمان خانہ میں تشریف فرما ہیں، علاقہ بھر سے علماء کرام اور محبت رکھنے والے حضرات حاضر خدمت ہو کر مصافحہ ومعانقہ کی سعادت حاصل کر رہے تھے۔ اسی شام مجاہدین کے مقامی دفتر میں ایک تقریب تھی، تقریب کے اختتام پر ہم چند ساتھیوں کا گروپ بھی حضرت کی زیارت کے لیے مسجد کی طرف روانہ ہوا، ساتھیوں میں سے چند ایک نے کمانڈو جیکٹیں پہنی ہوئی تھیں اور دو تین نے سیاہ رنگ کی پگڑیاں بھی باندھ رکھی تھیں۔ جونہی ہم لوگ مہمان خانہ میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ حضرت تکیوں پر ٹیک لگائے بیٹھے ہوئے ہیں اور اسی حالت میں آنے والے علماء کرام سے مصافحہ فرما رہے ہیں۔

جب ہم لوگ قریب پہنچے تو حضرت نے قریب بیٹھے ہوئے خدام کو فرمایا کہ ''مجھے سہارا دے کر اٹھاؤ! میں مجاہدین کو اٹھ کر ملنا چاہتا ہوں''، ہم نے بہت اصرار کیا کہ ہم اسی حالت میں مصافحہ کر لیتے ہیں لیکن حضرت رحمہ اللہ خدام کے سہارے سے کھڑے ہوئے اور سب مجاہد ساتھیوں سے معانقہ کیا اور دعائیں بھی دیں۔ ہمیں ایک طرف اس حوصلہ افزائی پر خوشی ہو رہی تھی اور ندامت بھی کہ ہماری وجہ سے حضرت کو تکلیف اٹھانا پڑی۔

دوسرا واقعہ ۱۹۹۹ء کے موسم سرما کا ہے، ہم لوگ مجاہدین کے عظیم رہنما حضرت مولانا عبد الجبار صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے ہمراہ پنجاب کے دورہ پر تھے، جب ہم لوگ کہروڑ پکا پہنچے تو معلوم ہوا کہ جامعہ باب العلوم میں حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ تشریف فرما ہیں، حضرت مولانا عبد الجبار صاحب فرمانے لگے کہ پہلے چل کر حضرت کی زیارت کرنی چاہیے، جب ہم کمرے میں داخل ہوئے تو

حضرت چار پائی پر تشریف فرما تھے اور خدام خدمت میں مصروف تھے، سب سے پہلے مولانا عبدالجبار صاحب نے بیٹھ کر ملنے کی کوشش کی تو حضرت اس طرح ملنے کے بجائے کھڑے ہو کر مولانا سے ملے اور بہت محبت کا اظہار فرمایا۔

حضرت رحمہ اللہ کی زیارت تو شاید متعدد مرتبہ ہوئی لیکن قریب بیٹھنے کی سعادت کا پہلا اور آخری موقع یہی تھا، حضرت رحمہ اللہ کی خاموشی سے متعلق ضرور سنتے چلے آ رہے تھے، لیکن اتنی بات واضح ہے کہ حضرت محض خشک صوفی بھی نہ تھے، بلکہ ساتھیوں کی مجلس میں لطیف مزاح بھی فرماتے رہتے تھے، اس مجلس میں ایک ساتھی حضرت کو سیب کاٹ کر کھلا رہا تھا، سیب کاٹتے ہوئے وہ چھلکے اتار کر دوسری پلیٹ میں رکھ رہا تھا، اس موقع پر حضرت نے ایک مشہور لطیفہ بھی سنایا کہ ایک شخص جو کہ سیب کو چھلکے اتار کر کھا رہا تھا دوسرا شخص چھلکوں کے طبی فوائد بیان کر رہا تھا کہ اس میں فلاں فلاں وٹامن ہوتے ہیں، اس نے چھلکوں کے طبی فوائد بیان کرنے والے کو کہا کہ اگر اس کے اتنے فوائد ہیں تو یہ تم کھالو میں تو سیب کے اندر والا حصہ ہی کھاؤں گا، اس موقع پر حضرت نے ساتھیوں سے مزاح کے انداز میں پوچھا کہ '' آپ لوگوں میں سے تو چھلکوں کے طبی فوائد بیان کرنے والا کوئی نہیں؟''، حضرت کی اس بات پر کافی دیر تک مجلس خوشگوار رہی۔

نفاذِ شریعت کے لیے زندگی بھر جدوجہد کا عزم:

۱۰ اکتوبر ۱۹۷۵ء میں جمعیت علماء اسلام کی طرف سے نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں قومی نظام شریعت کانفرنس منعقد ہوئی، جس میں حضرت مفتی محمود رحمہ اللہ سمیت چند اکابرین موجود تھے، حضرت خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ بھی موجود تھے، حضرت درخواستی رحمہ اللہ نے باری باری سب اکابر علماء کرام کو مائیک پر بلا کر ان سے زندگی بھر نفاذ شریعت کی جدوجہد کا عہد لیا، حضرت خواجہ صاحب بھی مائیک پر تشریف لائے اور اس عزم کا اظہار فرمایا، دنیا نے دیکھا کہ ۳۵ سال قبل انہوں نے جو عہد دیا تھا عمر بھر اس کی پاسداری کی۔

سب کو معاف کر دو:

مجلس تحفظ ختم نبوت کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری دامت برکاتہم العالیہ نے حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ سے متعلق ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے ایک مجلس میں فرمایا کہ:

''اسلم قریشی اغواء کے واقعہ کے خلاف مجلس تحفظ ختمِ نبوت نے ایک پر امن احتجاجی جلوس نکالا، پولیس نے اس پر امن جلوس پر دھاوا بول دیا، حضرت خواجہ صاحب بھی اس جلوس میں موجود تھے، جلوس میں بھگدڑ مچ جانے سے حضرت کے ایک پاؤں میں موچ آ گئی، سخت تکلیف میں حضرت کو دفتر ختمِ نبوت لایا گیا،

جونہی دفتر پہنچے حضرت نے بیٹھنے سے پہلے ہی سب ساتھیوں سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا کہ جنہوں نے بھی ہمارے پرامن جلوس کو تشدد کا نشانہ بنایا ان سب کو معاف کردو۔''

یہ حضرت رحمہ اللہ کی بلند ظرفی، عفو ودرگزر اور امت محمدیہ سے محبت کی واضح دلیل ہے، اس ایک چھوٹے سے واقعہ کو سامنے رکھتے ہوئے آپ اس بات کا اندازہ کرسکتے ہیں کہ حضرت رحمہ اللہ نے تحریک ختمِ نبوت میں صرف قادیانیوں کو اپنا دشمن قرار دے کر تحریک کو کس قدر کامیابی کی راہ پر گامزن کیا، حضرت رحمہ اللہ کا یہ طرزِ عمل آج بھی دینی تحریکوں کے لیے مشعلِ راہ ہے کہ وہ اپنی جدوجہد کے دوران اپنی توجہ صرف اپنے مطلوبہ ہدف پر ہی رکھیں، راستے میں لگائے گئے کانٹوں میں الجھنے سے تحریکیں اپنی منزل پر پہنچے سے پہلے ہی ناکامی کا شکار ہوجاتی ہیں۔

علوم تصوف سے آشنائی:

ایک مرتبہ امریکہ سے نو مسلمہ خاتون گوجرانوالہ آئیں۔ یہ خاتون فلسفہ کی پروفیسر تھیں اور وہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے علوم سے خاصی دلچسپی رکھتی تھیں، انہوں نے اس سفر میں حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی رحمہ اللہ سے ملاقات کی، دورانِ ملاقات اس نے حضرت سے تصوف کے بعض حساس مسائل پر بھی گفتگو کی اور دریافت کیا کہ ''تصوف کے ان علمی مسائل کے حوالے سے مجھے کس بزرگ سے رابطہ کرنا چاہیے؟''، حضرت سواتی رحمہ اللہ نے دو بزرگوں کے نام لیے، حضرت مولانا عبیداللہ انور رحمہ اللہ اور حضرت خواجہ خان محمد رحمہ اللہ کا۔ فرمایا تم ان دونوں میں سے جس بزرگ سے بھی ملوگی تسلی بخش جواب ملے گا۔

ان شاء اللہ پرسوں دیوبند چلیں گے:

حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ جب صد سالہ تقریب کے سلسلہ میں دیوبند روانہ ہوئے تو کافی احباب بھی ہمراہ تھے، ایک ساتھی بیان کرتے ہیں کہ ہمارا ویزہ سہارن پور کا تھا، دیوبند کا نہیں تھا، سہارن پور کے پولیس آفیسر کے ساتھ رابطہ کیا گیا تو اس نے دیوبند جانے کی اجازت نہ دی، حضرت رحمہ اللہ سے آکر عرض کیا گیا تو آپ نے فرمایا ''ان شاء اللہ پرسوں دیوبند چلیں گے'' دوسرے روز اسی پولیس آفیسر نے دیوبند جانے کی اجازت دے دی۔ (حضرات کرام نقشبندیہ)

آپ کے بچے کو کسی کی دعا لگ گئی ہے:

ایک ساتھی اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میرے بھتیجے کا بازو ٹوٹ گیا، اسے ڈسٹرکٹ ہسپتال فیصل

آباد میں داخل کروایا گیا، ڈاکٹروں نے ایکسرے دیکھ کر کہا کہ بازو کاٹنا پڑے گا، میں نے اپنے بھائی کو کہا کہ میں خانقاہ میں حضرت خواجہ صاحب سے دعا کروانے کے لیے جاتا ہوں جب تک واپس نہ آجاؤں آپ ڈاکٹروں کو بازو نہ کاٹنے دینا، خانقاہ پہنچا تو حضرت نے بستر ہمراہ نہ ہونے کے بارے میں دریافت کیا، میں نے عرض کیا کہ جلدی واپس جانا ہے اور یہ صورتحال ہے، حضرت نے فرمایا اللہ بھلی کرے گا، تم میرے ساتھ سفر پر چلو، ایک ہفتہ بعد سفر سے واپسی ہوئی تو دیکھا کہ لڑکا بالکل ٹھیک ہے، دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ آپریشن سے پہلے ڈاکٹروں نے ایکسرے کیا تو وہ پہلے ایکسرے سے بالکل مختلف تھا، ڈاکٹر ولی مجید جو اس شعبے کا سربراہ تھا، بڑا حیران ہوا اور اسنے بے ساختہ کہا کہ ''ماسٹر جی آپ کے بچے کو کسی کی دعا لگ گئی ہے، خدا تعالیٰ کا شکر ادا کریں اور بچے کو گھر لے جائیں!'' (حضرات نقشبندیہ)

دعا سے مشکل آسان گئی:

احمد پور شرقیہ ضلع بہاولپور کے جناب حبیب الرحمٰن کہتے ہیں کہ انہوں نے ۱۹۶۵ء میں اپنی اہلیہ اور ہمشیرہ کے ہمراہ حج کا ارادہ کیا تو اس مبارک سفر کے سلسلہ میں حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ سے خصوصی ہدایات حاصل کرنے کے لیے خانقاہ شریف حاضر ہوا، آپ نے کمال شفقت وعنایت سے تمام معاملات کو تفصیل سے سمجھایا اور ساتھ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اگر اثنائے سفر کوئی دشواری آئے تو فقیر کی طرف متوجہ ہو کر بارگاہِ ایزدی میں عجز والحاح سے دعا کریں۔

حبیب الرحمٰن صاحب کہتے ہیں کہ جب جہاز سے ظہران کے ہوائی اڈے پر اترے اور وہاں سے ٹیکسی پر مکہ معظّمہ جانے کا خیال تھا لیکن اترتے ہی حکومت سعودی عرب کا یہ اعلان سنا کہ تمام زائرین کو یہاں سے بذریعہ ہوائی جہاز جدہ جانا پڑے گا، چونکہ ان کے پاس سعودی کرنسی اتنی نہ تھی کہ جس سے ٹکٹ وغیرہ خرید سکتے، سخت پریشان ہوئے، اسی دوران حضرت کی نصیحت یاد آئی، تہجد کا وقت تھا، نوافل ادا کیے اور حضرت کے توسل سے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں نہایت عاجزی سے دعا کی، نماز فجر کے بعد ایک صاحب انہیں رسمی تعارف کے بعد ملک عباس صاحب کے گھر لے گئے، انہوں نے گیارہ سو بیس ریال انہیں دیے کہ اس سے اپنی ضرورت پوری کرلیں، اس طرح ان کی یہ پریشانی دور ہوئی، واپسی پر انہوں نے یہ رقم ملک صاحب کو واپس کردی۔ (تحفہ سعدیہ)

(بشکریہ ماہنامہ ''ھدی للناس'' گوجرانوالہ)

مولانا عبدالخالق رحمانی

عظیم روحانی شخصیت

یوں تو دنیا ایک عارضی اور ناپائیدار چیز ہے کن سے بنائی گئی اور صور اسرافیل سے اس کا وجود ختم ہو جائیگا اس کی رونقیں ایک پھونک سے برباد ہو جائیں گی۔ اس لئے مخبر صادق نے فرمایا کہ اس دنیا میں ایک مسافر اور اجنبی کی طرح رہو۔ دنیا اگرچہ ختم ہونے والی چیز کا نام ہے مگر اس کا وجود اس وقت تک برقرار رہے گا جب تک ایک زبان بھی اللہ۔ اللہ کہنے والی باقی ہوگی دنیا کی رونقیں اور نعمتیں اللہ والوں کے وجود کے صدقہ سے ہیں۔ شیخ المشائخ حضرت اقدس خواجہ خان محمدؒ پاکستان ہی نہیں بلکہ عالم اسلام کی عظیم المرتبت روحانی اور علمی شخصیت تھے ان کے وجود نے اہل حق کو ایک مالا میں پرویا ہوا تھا کبھی اور کسی وقت اگر آپ کو اور مجھے دیو بند کی روحانی اولاد ایک اسٹیج پر جمع اور اکٹھے بیٹھے نظر آتے تھے تو حضرت خواجہ صاحبؒ کی روحانی توجہ اور شخصیت کی وجہ سے تھا۔ انہوں نے پاکستان کی مذہبی جماعتوں اور شخصیات کو متفق اور متحد رکھنے میں اپنا بھرپور کردار ادا کیا ہوا تھا تحریک تحفظ ختم نبوت ہو یا تحفظ ناموس صحابہؓ و اہل بیت یا پاکستان میں اٹھنے والا کوئی فتنہ ہو اس کی سرکوبی کیلئے حضرت کی سرپرستی میں جب بھی آواز بلند ہوئی تو وہ فتنہ اپنی موت آپ مر گیا بندہ ایک طالب علم اور اہل حق کا خادم ہے ناموس صحابہؓ کے علمبرداروں اور سرخیلوں کی گرد راہ ہے ملک بھر میں تبلیغی میدان میں اللہ کی توفیق سے خدمت کا موقع ملتا ہے۔ 1996ء کی بات ہے کہ ضلع بھکر کی مشہور دینی درسگاہ جامعہ صدیقیہ پنجگرائیں کے سالانہ اجتماع پر حاضری ہوئی دن کی نشست کے مہمان خصوصی کسی مجبوری کی بنا پر تشریف نہ لا سکے تو مجھے حضرت مولانا عبدالحمید خالد صاحب نے حکم فرمایا کہ اب اس نشست کے آخری خطیب آپ ہیں اور گفتگو بھی تقریباً دو گھنٹے کرنی ہے کیونکہ ہمارے پاس اور خطیب نہیں ہے۔ بندہ کیلئے ایک بڑا امتحان تھا آج تک اتنی لمبی تقریر نہیں کی تھی اور نہ علم اور تجربہ تھا۔ بہرحال شدید گرمی۔ جس کی وجہ سے ویسے جان نکل رہی تھی میں جتنا وقت بیٹھا رہا ذکر اللہ میں مشغول رہا آخر اسٹیج پر جانے کا وقت ہوا جب میں جلسہ گاہ پہنچا تو انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر موجزن تھا مگر جیسے میں اسٹیج کی طرف بڑھا مجھے ٹھنڈک محسوس ہوئی

گرمی کی شدت اور حدت ایک سرد ہوا کے جھونکوں میں تبدیل نظر آئی۔ میری نظر جب اسٹیج پر رکھی کرسی پر پڑی تو وہاں ایک عظیم روحانی شخصیت حضرت خواجہؒ کی موجود تھی مجھے محسوس ہوا کہ یہ سارا ماحول ان کے وجود مسعود کی وجہ سے بنا ہوا ہے میں نے باادب ہو کر سلام عرض کیا حضرت نے محبت کے ساتھ سلام کا جواب دیا میرا اعلان ہوا میں تقریر کیلئے کھڑا ہوا تو حضرت کی پوری توجہ میری طرف مرکوز ہوگئی۔ میں تقریبا دو گھنٹے سے زیادہ دیر بولتا رہا نہ علم ختم ہوا اور نہ موضوع بدلا اور کوئی ایک لفظ بھی لایعنی زبان پر نہ آیا نہ گرمی محسوس ہوئی مجمع کی کیفیت کہ وہ جس طرح کسی محبت اور شفقت کرنے والی گود میں بیٹھا ہو۔ بندہ کو متعدد بار پھر زیارت کا موقع ملا۔ خانقاہ پر حاضری ہوئی جلسوں میں ملاقات ہر موقع پر ان کی شفقت بھرپور رہی۔ میں سوچ رہا تھا کہ حضرتؒ کی محفل اور اجتماع میں تشریف آوری کی وجہ سے اتنا روحانی ماحول پیدا ہو جاتا ہے تو ان کے وجود کی برکت سے کتنا ماحول رحمت خداوندی کا مستحق ہو جاتا ہوگا۔

ملتان میں جب سیال کلینک زیر علاج تھے ملاقات نہ ہو سکی دور سے زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ ملک بھر سے عقیدت مند اور دینی حلقوں کے احباب ایک جھلک دیکھنے کیلئے بے تاب نظر آرہے تھے ان کی وفات کی خبر تو آسمانی بجلی کا کھڑکا بن کر گری اور پورے ملک کو افسردگی اور پریشانی کی لپیٹ میں لے لیا۔ بس کیا تھا سب قافلے سب راستے خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف کی طرف رواں دواں تھے۔ انسانوں کا سمندر تھا جو موجزن تھا کیوں نہ سب اس مرد قلندر کے جنازہ میں شریک ہوتے کہ یہ وہ جنازہ تھا کہ جس میں شریک ہونے والوں کی بخشش ہو جانی تھی۔

اب ہم میں حضرت خواجہ خان محمد موجود نہیں مگر ان کا مشن اور پروگرام زندہ ہے اور اسی پروگرام کو لیکر ان کے فرزند ارجمند حضرت مولانا خواجہ خلیل احمد صاحب مدظلہ چل رہے ہیں ان شاء اللہ ان کی قیادت وسیادت میں اہل حق کے تمام قافلے اسی شاہراہ پر گامزن رہیں گے، ختم نبوت اور مدح صحابی کی دھوم مچاتے رہیں گے۔

آخر میں حضرت خواجہ صاحب کی یاد میں

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

مولانا مشتاق احمد چنیوٹی

رفتید ولے نہ از دل ما!

احقر نے جب ہوش سنبھالا مخدوم العلماء حضرت مولانا خواجہ خان محمد قدس سرہ کی زیارت کا شرف حاصل کرتا رہا وہ اس طرح کہ چنیوٹ میں مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کے زیر اہتمام سالانہ تحفظ ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوا کرتی تھی یہ کانفرنس تین دن رات مختلف وقتوں کے ساتھ جاری رہتی تھی نامور علماء کرام مشائخ عظام اور سیاستدان اس سے خطاب فرمایا کرتے تھے۔احقر کے والد محترم مدظلہ بڑی پابندی سے ہر سال یہ کانفرنس مکمل طور پر سنتے تھے احقر کا لڑکپن کا دور تھا محترم والد صاحب مجھے بھی ساتھ لایا کرتے تھے اس کانفرنس نے احقر کے دل و دماغ پر انمٹ نقوش چھوڑے ہیں یہ کانفرنس تقریبا 40 سال آب وتاب سے منعقد ہوتی رہی 1984 کے بعد یہ کانفرنس مسلم کالونی چناب نگر منتقل کر دی گئی الحمد للہ ہر سال وہاں بھی حاضری کا موقع ملتا ہے تقریبا ہر سال حضرت اقدس خواجہ خان محمد مرحوم کی زیارت کا شرف حاصل کرتا رہا۔آپ کا کبرسنی' ضعف اور عوارضات کے باوجود استقامت کے ساتھ چار پانچ گھنٹے مسلسل کانفرنس کی صدارت فرمانا احقر کے لئے ہمیشہ حیران کن معاملہ رہا یہ آپ کی روحانی قوت ہی تھی ورنہ اس عمر میں اتنی مشقت عام آدمی کے بس کی بات نہیں سفیر ختم نبوت مولانا منظور احمد چنیوٹی مرحوم کے دار العلوم دیوبند میں دیئے گئے لیکچرز پر مبنی ایک مجموعہ ''ردقادیانیت کے زریں اصول'' نام سے 1999ء میں زیر ترتیب تھا اور اس کتاب پر نامور علماء ومشائخ سے تقریظات لکھوا رہے تھے آپ نے اپنے شاگرد حافظ محمد طارق کو مسودہ دے کر حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ کے پاس خانقاہ سراجیہ بھیجا۔احقر کو علم ہوا تو میں نے اپنا ایک مسودہ بھی دیا۔حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ نے شفقت فرمائی اور اپنے دست مبارک سے دونوں مسودوں پر تقریظیں تحریر فرمادیں۔احقر کی کتاب جب شائع ہوگی تو ان شاء اللہ اس تقریظ کا عکس تبصرہ کے ساتھ شائع کیا جائیگا۔ احقر کا یہ المیہ ہے کہ بعض سنگین نوعیت کے مسائل کے باعث حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ سے ذاتی طور پر استفادہ نہیں کرسکا یہی متعدد علماء ومشائخ کی زیارت واستفادہ میں ہمیشہ رکاوٹ رہا'' یک حرف محاشکے صدجا نوشتہ ایم'' رضائے الٰہی پر راضی رہنے کے باوجود اپنی محرومی کا قلق تازیست رہیگا۔فللہ الامر من قبل و من بعد۔

گزشتہ سال حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر میں تشریف لائے۔آپ کی صحت کی کیفیت معلوم ہونے کے باوجود کسی صاحب نے نماز جمعہ کے بعد عقیدت کے جوش میں اعلان کردیا کہ حضرت خواجہ صاحب دعا کرائیں گے۔

حضرت نے اپنی علالت وضعف کے باعث صرف دو دعائیہ جملے پڑھ کر دعا ختم کردی تب احقر کا دل بہت افسردہ ہوا اور اندازہ لگایا کہ آئندہ سال جو ختم نبوت کانفرنس ہوگی اس وقت تک زندہ نہ رہیں گے۔ یہ بدترین خدشہ آخر کار سچ ثابت ہوا۔کل نفس ذائقۃ الموت کا ازلی فیصلہ آپ پر بھی وارد ہو کر رہا تقریباً ایک ہفتہ ملتان میں زیر علاج رہنے کے بعد 5 مئی 2010ء کو آپ انتقال فرما گئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔نماز جنازہ میں شرکت کیلئے جامعہ اسلامیہ امدادیہ چنیوٹ کے ناظم اعلیٰ مولانا سیف اللہ خالد صاحب کی قیادت میں دو بسوں کا قافلہ چنیوٹ سے روانہ ہوا۔اس قافلہ میں احقر بھی شامل تھا۔کندیاں موڑ پر پہنچے تو ہجوم عاشقاں کا انداز ہوا لیکن جنازہ گاہ میں پہنچنے کے بعد پتہ چلا کہ پہلا اندازہ غلط تھا، ہر طرف سر ہی سر تھے محتاط انداز میں بھی لگایا جائے تو مجمع دو لاکھ سے کچھ زائد ہی ہوگا۔امام احمد بن حنبل کی طرف ایک جملہ منسوب ہے کہ ہماری وفات کے بعد لوگوں کو پتہ چلے گا کہ ہم کیا تھے، بشرط صحت مقولہ یہ جملہ اگرچہ امام احمد نے اپنے متعلق کہا، لیکن درحقیقت ہر اللہ والے پر منطبق ہوتا ہے حضرت خواجہ کا جنازہ دیکھ کر بے ساختہ دل نے اس جملہ کی صداقت کی گواہی دی۔تحفظ ختم نبوت کے حوالہ سے حضرت خواجہ صاحب قدس سرہ کی خدمات کا تفصیلی جائزہ دیگر اہل علم پیش کریں گے۔احقر صرف اتنا عرض کرتا ہے کہ آپ کی خدمات کا دائرہ تمام دنیا پر محیط ہے آپ نے تحریک ختم نبوت 1953ء میں حصہ لے کر کم وبیش تین ماہ قید کاٹی مجموعی طور پر بھی خانقاہ سراجیہ کے مشائخ اور ان کے مریدان باصفا متحرک رہے۔

خانقاہ سراجیہ کے اس اعزاز میں اس وقت مزید اضافہ ہوا جب حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب نے مجلس تحفظ ختم نبوت کی نائب امارت قبول کی 1974ء کی تحریک ختم نبوت کے وقت آپ مجلس کے نائب امیر 1984ء کی تحریک ختم نبوت کے وقت امیر مرکزیہ تھے مجلس تحفظ ختم نبوت نے آپ کے دور امارت میں مثالی کامیابیاں حاصل کی ہیں آپ کی بے لوث خدمات سے تاریخ کے صفحات ہمیشہ جگمگاتے رہیں گے۔ ع خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

والسلام......مشتاق احمد چنیوٹی

co......مشتاق اخبار فروش، بیرون کچہری جھنگ روڈ، چنیوٹ

0334-8161838

اشتیاق احمد

زندگی کے بیس دن

1983ء کی بات ہے، میں نے ایک ناول وادئ مرجان لکھا، جب وہ شائع ہوا تو دو ہٹے کٹے مرزائی ملنے کے لیے آ گئے۔ کہنے لگے، یہ ناول آپ نے ہمارے خلاف لکھا ہے، پتا چلا وہ مرزائی ہیں۔

وادی مرجان میں ایک ایسے شخص کی کہانی تھی جس نے نبوت کا دعویٰ کیا، بس اللہ کی قدرت وہ ان پر فٹ آ گئی، اسی لیے انہوں نے خیال کیا کہ میں نے یہ ناول ان کے خلاف لکھا ہے۔ اس طرح میرا تعلق ختم نبوت سے قائم ہوا۔ ایک بار مولانا غلام حسین صاحب کے ساتھ دفتر ملتان جانا ہوا۔ وہاں حضرت خواجہ خان محمد رحمہ اللہ بھی تشریف لائے ہوئے تھے، مولانا غلام حسین مجھے فوراً حضرت جی کے پاس لے گئے اور ناول کے حوالے سے میرے بارے میں بتایا اور یہ بھی کہ مرزائی اب ان میں دلچسپی لے رہے ہیں، لیکن یہ ہمارے ساتھ شامل ہو گئے ہیں۔ حضرت جی نے گرم جوشی سے ہاتھ ملایا، مسکراتے ہوئے دعا دی۔ یہ میری ان سے پہلی ملاقات تھی۔ اس کے چند سال بعد اچانک مجھے مولانا عزیز الرحمٰن صاحب کا خط موصول ہوا، انہوں نے لکھا تھا کہ آپ کو عالمی مجلس ختم نبوت کی مجلس شوریٰ کا رکن چن لیا گیا ہے، اس سال فلاں تاریخ کو آپ کو مجلس شوریٰ کے اجلاس میں شرکت کرنا ہے۔

میں حیرت زدہ رہ گیا...... میں نے انہیں فوراً لکھا کہ میں عالم نہیں ہوں اور یہ رکنیت کسی عالم کا مشن ہے۔ لیکن ان کا جواب آیا، جو فیصلہ ہوا ہے، وہ درست ہے۔ اس طرح میں نے زندگی میں پہلی بار مجلس شوریٰ کے اجلاس میں شرکت کی...... وہاں حضرت جی کے ساتھ چھ گھنٹے بیٹھنا نصیب ہوا۔ اب تو ہر سال یہ موقع ملنے لگا...... اس طرح تقریباً بیس سال تک ہر سال ان کے ساتھ ایک کمرے میں کئی گھنٹے بیٹھنے کا موقع ملتا رہا۔ اس دوران آپ کی طبیعت زیادہ خراب ہوئی تو اجلاس کندیاں میں رکھ دیا گیا۔ وہاں بھی جانا ہوا۔

اس سال پانچ مئی کو چند مہربانوں نے مغرب کے بعد اور عشاء سے کچھ دیر پہلے اطلاع دی کہ آپ کی رحلت ہو گئی ہے۔ دل کو جیسے کسی نے مٹھی میں جکڑ لیا...... اجلاس کے کمرے میں گزرے زندگی کے وہ بیس دن آنکھوں کے سامنے گزرنے لگے...... میں سوچنے لگا...... اس سال جب میں اجلاس میں جاؤں گا تو حضرت جی کو نہیں پاؤں گا، اس وقت کیا کیفیت ہو گی......

ابھی وہ دن نہیں آیا...... لیکن اس دن جو حالت ہو گی، اسے محسوس کرتے ہوئے دل بیٹھنے لگتا ہے...... اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے۔ آمین

سید محمد کفیل شاہ بخاری

''اب دیکھنے کو جن کے آنکھیں ترستیاں ہیں''

حضرت مولانا خواجہ خان محمد نور اللہ مرقدہ' ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے۔ وہ اکابر علماء دیوبند کی اُن گنی چنی شخصیات میں سے ایک تھے جنھوں نے تنہا کئی اداروں کا کام کیا۔ اُن کی زبان و قلم اور وجود سے مسلمانوں کو ہمیشہ نفع پہنچا۔ انھوں نے مایوسیوں میں امیدوں کے چراغ روشن کیے۔ مصائب و مشکلات میں صبر اور رجوع الی اللہ کی تلقین کی۔ جہد و استقامت اور عزم و ہمت کا راستہ دکھایا۔ کفر وارتداد کے خلاف سینہ سپر ہوئے اور فسق و فجور کی تاریکیوں کے ماحول کو ایمان و یقین، تقویٰ وللّٰہیت اور اتباعِ سنت کے نور سے منور کیا۔

حضرت خواجہ خان محمد رحمتہ اللہ علیہ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کی عظیم روحانی شخصیت، خانقاہ سراجیہ کندیاں کے مسند نشین، متبحر عالمِ دین، راہِ سلوک و تصوف کے شناور اور سیادت و قیادت کے ماتھے کا جھومر تھے۔ دراز قد، وجیہہ چہرہ، باوقار چال، گفتار و کردار میں اتباعِ سنت کے امین اور اشاعتِ اسلام کی جدوجہد میں استقامت و عزیمت کا پہاڑ تھے۔ مولانا کو دیکھ کر قرونِ اولیٰ کے مسلمان یاد آتے۔

۱۹۷۰ء میں جمعیت علماء اسلام کی آئینِ شریعت کانفرنس (لاہور) کی کارروائی اخبارات میں شائع ہوئی تو تصاویر بھی ساتھ چھپی تھیں۔ اسٹیج پر بیٹھے ہوئے بزرگوں میں ایک حضرت مولانا خواجہ خان محمد تھے۔ میں نے پہلی مرتبہ اخبار کی تصویر کے ذریعے اُن کی زیارت کی۔ میرا زمانۂ طالب علمی تھا اور انہی دنوں قرآن کریم حفظ کیا تھا۔ مولانا کا چہرہ دیکھ کر فطری طور پر اُن کی شخصیت سے اُنس ہو گیا تھا۔

پہلی مرتبہ بالمشافہ ملاقات وزیارت ۱۹۷۴ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت کے دوران فیصل آباد میں ہوئی۔ خوش قسمتی سے تب ''کل جماعتی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت'' قائم تھی۔ اسی پلیٹ فارم سے علماء اور تمام دینی جماعتیں مشترکہ دینی جدوجہد کرتے تھے۔ مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے اس اجلاس کی صدارت حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کر رہے تھے۔ اور راقم، جانشین امیر شریعت حضرت مولانا سید ابوذر بخاری کی رفاقت میں وہاں موجود تھا۔ حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ جب تشریف لائے تو مولانا سید ابوذر بخاریؒ اور آغا شورش

کاشمیری جس احترام سے انھیں ملے وہ منظر آج بھی آنکھوں کے سامنے ہے۔حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں کو دیکھ کر اوران کی مجلس میں بیٹھ کر ایمان کو جلا ملتی تھی۔قلوب منور ہوتے اور آنکھیں ٹھنڈی ہوتی تھیں۔آج یہ سب لوگ قبروں میں چلے گئے۔انھیں نہ پاکر دل سے ہوک سی اٹھتی ہے۔حضرت خواجہ خان محمد ہمارے اسلاف کی باقیات میں سے تھے۔اب وہ بھی نہ رہے۔خیالات اور تصور میں اک آرزو مچلتی ہے:

ہاں دکھادے اے تصور پھر وہ صبح وشام تُو

دوڑ پیچھے کی طرف اے گردشِ ایام تُو

محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ کے انتقال کے بعد حضرت خواجہ خان محمد رحمتہ اللہ علیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر منتخب ہوئے۔آپ تا حیات اس منصب پر فائز رہے اور تحفظ ختم نبوت کی عظیم جہد وجہد کو بڑی شان اور وقار کے ساتھ انھوں نے جاری رکھا۔مجھے اسلام آباد ہ کا وہ اجلاس یاد ہے جب محمد خان جونیجو کی وزارتِ عظمیٰ کے دور میں حضرت خواجہ صاحبؒ کی قیادت میں علماء کا ایک وفد اُن سے ملا اور تحریک تحفظ ختم بنوت کے مطالبات جس جرأت کے ساتھ اُن کے سامنے پیش کیے وہ اپنی مثال آپ تھی۔۱۹۸۴ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت میں جنرل ضیاء الحق مرحوم سے ''قانونِ امتناعِ قادیانیت'' کا اجراء بھی حضرت خواجہ خان محمد قدس سرہٗ کے زریں کارناموں میں سے ایک ہے۔

تحفظ ختم نبوت کی اجتماعی جدوجہد میں حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ کی بارہا زیارت کا موقع ملا۔نجی محفلوں میں بھی بیٹھنے کی سعادت حاصل ہوئی اور آپ کی صدارت میں خطاب کے امتحانی مرحلے سے بھی گزرا۔آپ کا چہرہ منور ہوتا،لبوں پر دائمی تبسم اور محبت کرنے والوں پر خاص توجہ ہوتی۔آپ خطاب نہیں فرماتے تھے۔میں نے کبھی انھیں تقریر کرتے نہیں دیکھا۔البتہ کانفرنسوں کے اختتام پر دعائیہ کلمات ارشاد فرماتے ضرور سنا۔بس یہی آپ کا خطاب ہوتا تھا۔مجلس میں عموماً خاموش رہتے۔محبت کرنے والوں کی باتیں ضرور سنتے اور آخر میں فرماتے:اللہ تعالیٰ خیر فرمائے۔مجالس کی کیفیت ایسی ہوتی کہ:

یاں لاکھ سخن اضطراب میں

واں اک خامشی بس ترے جواب میں

لیکن حضرت خواجہ صاحب کی اپنی کیفیت جو بارہا ہم نے محسوس کی،کچھ ایسی ہوتی کہ:

جو ذکر کی گرمی سے شعلہ کی طرح روشن

جو فکر کی سرعت میں بجلی سے سوا

سرگودھا میں ایک مرتبہ حضرت کی صدارت میں مجھے تقریر کرنے کا امتحان دینا پڑا۔حضرت کو دیکھ

کر ذہن بالکل خالی ہوگیا، لیکن تقریر کے لیے کھڑا ہوا تو حضرت نے ایسی توجہ فرمائی کہ طبیعت رواں ہوگئی اور کم وبیش ایک گھنٹہ بیان کی سعادت حاصل ہوئی۔ جلسہ سے فارغ ہوکر میں اپنے کمرے میں آگیا لیکن جب حضرت واپس جانے لگے تو مجھے ملنے میرے کمرے میں تشریف لے آئے۔ میں نے عرض کی: حضرت مجھے حکم فرماتے میں حاضر ہوجاتا۔ فرمایا: ''میں جارہا تھا، سوچا تمھیں ملتا جاؤں۔'' اللہ اللہ یہ شفقت!

حضرت خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ نے ہزاروں دینی مدارس، دینی جماعتوں، درجنوں دینی رسائل وجرائد کی سرپرستی فرمائی۔ حضرت خواجہ صاحب اعلیٰ تحریری ذوق رکھتے تھے اور مطالعہ بھی خوب فرماتے۔ ابتداء میں مضامین بھی لکھتے رہے۔ ادب و انشاء کے رموز واسرار سے بخوبی واقف تھے۔ کوئی بیس برس پہلے مجلس احرار اسلام کے ایک رہنما مولانا محمد گل شیر شہید پر برادرِ عزیز ڈاکٹر محمد عمر فاروق کی کتاب شائع ہوئی۔ راقم نے حضرت کی خدمت میں کتاب کے لیے مقدمہ لکھنے کی درخواست کی جسے حضرت نے قبول فرمالیا۔ چند روز بعد حضرت نے مقدمہ لکھ کر ارسال فرمایا اور ساتھ یہ ہدایت بھی تحریر تھی کہ اس تحریر کے کسی لفظ کو نہ بدلا جائے۔ اسے من وعن شائع کیا جائے۔ ہم تو اس گستاخی کا تصور بھی نہیں کرسکتے تھے۔ شاید کسی بدتمیز نے حضرت کی کسی تحریر کو ردّ وبدل کے ساتھ شائع کیا ہوگا۔ اس لیے آپ نے یہ تنبیہ فرمائی۔ حضرت خواجہ صاحب کی تحریریں انتہائی سادہ، پرکشش اور دلوں میں اترنے والی تھیں۔ لفظوں کی بنت اور جملوں کی ساخت ادب کے اعلیٰ معیار کو چھوتی تھی۔

ابن امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ نے ۱۹۸۸ء میں ماہنامہ ''نقیبِ ختم نبوت'' کا ملتان سے اجرا کیا تو حضرت سے سرپرستی ودعا کی درخواست کی گئی۔ انھوں نے دعائیں بھی دیں اور سرپرستی بھی قبول فرمائی۔ جس کے نتیجے میں الحمد للہ ''نقیبِ ختم نبوت'' گزشتہ ۲۳ برس سے بغیر کسی ناغے کے مسلسل شائع ہورہا ہے۔

مسجد احرار چناب نگر میں مجلس احرار اسلام کے زیر اہتمام ۱۱،۱۲ ربیع الاوّل اور مارچ میں سالانہ ختم نبوت کانفرنسیں منعقد ہوتی ہیں۔ حضرت خواجہ صاحب باقاعدگی کے ساتھ اِن میں شریک ہوتے اور ہم احرار کارکنوں کی اپنی دعاؤں سے بھرپور حوصلہ افزائی فرماتے۔ جب تک صحت رہی یہ معمول جاری رہا اور جب صحت سفر کے قابل نہ رہی تو آپ کے فرزند ارجمند مولانا عزیز احمد مدظلہ شرکت فرمانے لگے اور تاحال اس روایت کو نبھا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انھیں جزاء خیر عطاء فرمائے۔ (آمین)

میرا بیعت کا تعلق حضرت مولانا عبدالجلیل رائے پوری نور اللہ مرقدہٗ سے ہے لیکن حضرت خواجہ صاحب کا احترام ہمارے تمام خاندان میں اور احرار حلقے میں ایک مرشد کی حیثیت سے رہا۔ میرے جواں مرگ بھائی سید محمد ذوالکفل بخاری شہید رحمۃ اللہ علیہ ہمارے خاندان کے پہلے فرد ہیں جنھوں نے حضرت

خواجہ خان محمد رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت کی۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ مرحوم بھائی نے مجھ سے کہا کہ آپ کی حضرت سے بے تکلفی ہے۔ مجھے حضرت سے بیعت کرادیں۔ حضرت خواجہ صاحب ملتان تشریف لائے ہوئے تھے۔ دفتر تحفظ ختم نبوت میں ہم دونوں بھائی حاضر ہوئے۔ حضرت خواجہ صاحب نمازِ مغرب ادا کر کے مسجد سے باہر تشریف لا رہے تھے۔ میں نے سلام ومصافحہ کی سعادت حاصل کرنے کے بعد عرض کیا کہ حضرت یہ میرا چھوٹا بھائی ہے۔ توبہ کے لیے حاضر ہوا ہے، اسے بیعت فرمالیں۔ حضرت نے حیرانی سے دیکھتے ہوئے ایک جملہ ارشاد فرمایا: ''ایہہ کیا پے کریندے او؟'' (یہ کیا کر رہے ہو؟) یہ معرفت کا جملہ تھا جسے ہم دونوں بھائی ہی سمجھ رہے تھے۔ مقصد یہ تھا کہ خاندانِ امیر شریعت تو حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہٗ سے وابستہ ہے اور آپ اس سلسلہ کو چھوڑ کر اِدھر آ نکلے ہیں۔ یہ بزرگوں کی وضع داری کے نازک معاملات ہوتے ہیں۔ بہرحال حضرت سنن ونوافل سے فارغ ہوئے تو میں نے بھائی کو حضرت کے سامنے آنے کا اشارہ کیا اور حضرت سے درخواست کی کہ شفقت فرمائیں اور میرے بھائی کو اپنے سلسلے میں قبول فرمائیں۔ حضرت نے ایک شفقت بھری نظر سے دیکھا اور پھر بیعت کرلیا۔ بعد میں خاندان کے دیگر حضرات وخواتین نے بھی حضرت سے بیعت کا تعلق قائم کیا اور اِس کا ذریعہ مرحوم بھائی ذوالکفل ہی بنے تھے۔ ذوالکفل تدریس کے شعبے سے متعلق تھے اور سات برس سے سعودی عرب میں انگریزی پڑھا رہے تھے۔ اب وہ جامعہ اُم القریٰ مکہ مکرمہ میں استاد تھے اور حضرت کے مشورہ سے ہی سعودی عرب گئے تھے۔ اس عرصے میں حج کے موقع پر حضرت کے ساتھ ہی حج کرتے اور آپ کی خدمت میں رہتے۔

ذوالکفل ایک عرصہ تک حضرت خواجہ صاحب کی مجلس میں خاموش اور چپ چاپ بیٹھتا رہا۔ حضرت کی توجہات اور فیض خوب لوٹتا رہا:

فیضِ نظر کے لیے ضبطِ سخن چاہیے
حرفِ پریشاں نہ کہہ اہلِ نظر کے حضور

پھر وہ وقت آیا کہ حضرت کی خواہش پر ذوالکفل گفتگو کرتا تھا اور حضرت سن کر محظوظ ہوتے تھے۔

۱۹۹۲ء میں مجھے حج کی سعادت نصیب ہوئی۔ حضرت خواجہ صاحبؒ بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ حرم کعبہ میں ملاقات ہوئی تو حضرت نے بہت دعائیں دیں۔ آپ کی عبادت میں خشوع وخضوع کی خاص کیفیات کا مشاہدہ ہوا۔ ایک دو مرتبہ حرم شریف سے آپ کی رہائش گاہ تک ساتھ جانے کا بھی اتفاق ہوا۔ حضرت حافظ محمد عابد صاحب رحمتہ اللہ علیہ بھی ساتھ تھے۔ حافظ صاحب رحمہ اللہ عجیب آدمی تھے۔ فنافی الشیخ تھے۔ حضرت کو پھولوں کی طرح اٹھائے پھرتے۔ کبھی حضرت کی طبیعت ناساز ہوتی تو اُن کی جان پر بن

جاتی۔حافظ صاحب صحیح معنوں میں حضرت کے مزاج شناس تھے۔ایک مرتبہ میں نے اُن سے عرض کی کہ چناب نگر میں مجلس احرار کی سالانہ ختم نبوت کانفرنس کے لیے حضرت سے وقت طے کرنا ہے۔فرمانے لگے فوراً جا کر نئے سال کی ڈائری خرید لاؤ اور جلسے کی تاریخ والے صفحے پر ختم نبوت کانفرنس چناب نگر لکھ کر حضرت کو وہی صفحہ کھول کر پیش کردو۔میں نے ایسے ہی کیا۔حضرت نے مسکرا کر میری طرف دیکھا اور فرمایا ان شاء اللہ ضرور شرکت کروں گا۔ جب وعدہ فرما لیتے تو اُسے بہرصورت پورا فرماتے۔ایک مرتبہ ملتان دفتر تحفظ ختم نبوت میں سلام عرض کرنے حاضر ہوا تو حافظ عابد صاحب رحمہ اللہ نے مجھے فرمایا کہ حضرت کی طبیعت ناساز ہے اور شدید بخار ہے۔بعض مدارس میں اجتماعات ہیں جن میں حضرت نے شرکت کا وعدہ کیا ہوا ہے۔میں نے نہ جانے کی درخواست کی ہے لیکن حضرت جانے پر مُصر ہیں۔تم کوئی منت سماجت کر دیکھو،شاید مان جائیں۔ میں حاضر ہوا تو حضرت نے اشارہ کر کے مجھے اپنے پاس بلایا اور ساتھ بٹھالیا۔ یہ اُن کی بے پناہ شفقت تھی۔ میں نے ہمت کر کے عرض کی کہ آپ کی طبیعت ناساز ہے۔اس حالت میں جلسوں میں تشریف نہ لے جائیں۔صحت ہو جائے تو سفر فرمالیں۔ مجھے دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا: ''میں نے ضرور جانا ہے۔وعدہ کیا ہوا ہے۔'' اور پھر اسی حالت میں سب وعدے پورے کیے:

ع پیدا کہاں ہیں ایسے پراگندہ طبع لوگ

۱۹۸۴ء کے دور میں کل جماعتی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کا ایک اجلاس لاہور میں منعقد ہوا۔مجلس احرار اسلام کی نمائندگی حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ کر رہے تھے۔برادر محترم عبداللطیف خالد چیمہ اور راقم بھی موجود تھے۔احتجاج کے لیے جمعہ کا دن طے ہو رہا تھا کہ اس دن پورے ملک میں احتجاج کیا جائے اور مرکزی اجتماع لاہور میں ہو جس میں اہم علماء وخطباء شریک ہوں۔بعض خطباء نے اپنے اپنے علاقوں میں اپنے خطباتِ جمعہ کی اہمیت بتاتے ہوئے اس تجویز سے اختلاف کیا کہ ہم سب جمعہ کے روز لاہور میں جمع ہوں۔تو اس سے ہمارے اجتماعاتِ جمعہ کا حرج ہوگا۔میں نے حضرت خواجہ صاحبؒ کو کبھی غصے میں نہیں دیکھا،لیکن اس روز شدید جلال میں فرمایا کہ ''تم لوگ اپنے جمعہ کے اجتماعات تو چھوڑ نہیں سکتے، تحریک کیسے چلاؤ گے۔'' حضرت کا یہ فرمانا تھا کہ سب لوگ خاموش ہو گئے۔

اُن کی شفقتیں غالب تھیں۔میرے ساتھ تو بہت ہی محبت فرماتے۔ چند سال قبل علاج کی غرض سے ملتان تشریف لائے تو کم وبیش پندرہ بیس روز قیام فرمایا۔میں اکثر حاضری دیتا اور دعائیں لیتا۔حضرت کے فرزندِ اکبر، برادرِ محترم مولانا عزیز احمد مدظلہ مجھے فرمانے لگے کہ حضرت چپ چاپ بیٹھے رہتے ہیں اور کوئی بات کرنے والا نہیں ہوتا۔تم آجایا کرو،کوئی بات،کوئی لطیفہ سنا دیا کرو تا کہ حضرت کی طبیعت بہل جائے۔

چنانچہ میں ہمت کر کے کوئی لطیفہ سنا دیا کرتا اور حضرت کی طبیعت میں بشاشت آجاتی۔ انہی دنوں لاہور سے ہمارے احرار رہنما میاں محمد اویس بھی حضرت کی تیماری کے لیے ملتان آئے اور میں انھیں ساتھ لے کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ حضرت کے چھوٹے فرزند لالہ نجیب احمد جوس کا گلاس لے کر آئے اور عرض کی: بابا جی یہ نوش فرمالیں۔ انھوں نے مسلسل اصرار کیا تو حضرت نے گلاس ان سے لیا۔ بسم اللہ پڑھ کر ایک گھونٹ نوش فرمایا اور پھر مجھے عطاء فرمایا: ''یہ پی لو''۔ اللہ دے اور بندہ لے کے مصداق میں نے تین سانسوں میں گلاس خالی کر دیا۔ یہ حضرت کی نظر کرم تھی جو مجھ عاجز کو نصیب ہوئی۔

زندگی کے آخری دنوں میں جب وہ ملتان میں زیر علاج تھے، حاضر ہوتا رہا۔ نقاہت بہت ہو گئی تھی۔ ایک دن طبیعت بہت بشاش تھی۔ میں نے اپنے والد ماجد سید محمد وکیل شاہ صاحب مدظلہ، سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ، والدہ ماجدہ اور تمام گھر والوں کی طرف سے عرض کیا اور دعاء کی درخواست کی۔ حضرت نے سب کے لیے دعاء فرمائی۔ دو روز بعد ۵/مئی ۲۰۱۰ء کو بعد نمازِ مغرب اچانک حضرت کے انتقال کی خبر سنی تو بہت صدمہ ہوا۔ ایسے محسوس ہوا کہ شفقت ومحبت کا ایک سایہ سروں سے اٹھ گیا۔ اگلے روز خانقاہ سراجیہ کندیاں میں آپ کی نمازِ جنازہ میں جس طرح اللہ کی مخلوق پہنچی اُسے دیکھ کر میں سوچ رہا تھا کہ وہ زندہ تھے تو اللہ کے بندے اُن کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے جوق در جوق آتے تھے۔ آج وہ اس دنیا سے چلے تو اس سے کہیں زیادہ ہجوم انھیں رخصت کرنے کے لیے نمازِ جنازہ میں شریک ہے۔ اللہ والوں کی شان ہی نرالی ہوتی ہے۔

حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ علماء کی آبرو تھے۔ اُن کی زندگی میں علماء اُن کے گرد اکٹھے ہوتے تھے۔ آج وہ اپنے مرشد ومربّی حضرت مولانا احمد خان قدس سرہٗ اور حضرت مولانا محمد عبداللہ نور اللہ مرقدہٗ کے ساتھ آسودۂ خاک ہیں۔

وتوفنا مع الابرار

سید محمد کفیل بخاری

ڈپٹی سیکرٹری جنرل: مجلس احرار اسلام پاکستان

مدیر مسئول: ماہنامہ نقیب ختم نبوت ملتان

دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی، ملتان

0300-6326621

061-4511961

مقالہ نگار: محمد احمد رضا

یہاں اِک نگار ہے خیمہ زن!

مئی کے مہینے میں صحراء نمائے کندیاں میں آنے کا یہ میرا پہلا تجربہ تو نہیں، یہ ریگزار اور اس کے موسموں کے نشیب وفراز میرے لئے نئے ہرگز نہیں، اس سے قبل بھی کئی مرتبہ اس جیسے موسم میں یہاں آنا جانا رہا ہے، یہاں کی گرمی وسردی، بہاروخزاں نہ صرف دیکھے بھالے ہیں، بلکہ ان سے میری رفاقت تقریباً دس برس پرانی ہے، زمانہ جانتا ہے کہ سرزمینِ تھل میں گرمی کے یہ مہینے، بالخصوص مئی، جون، جولائی کیسا غضب ڈھاتے ہیں کہ یہ ریتلہ خطہ دہکتا محسوس ہوتا ہے، لیکن آج (بتاریخ ۶ر مئی ۲۰۱۰ء مطابق ۲۱ر جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ) جب ایک بار پھر ہزاروں میل کے فاصلے سے اس مقامِ شوق تک کشاں کشاں چلا آیا ہوں، تو یہاں آ کے محسوس ہوا کہ رُت بدلی ہوئی ہے، مئی کا مہینہ تو پہلے جیسا نہیں لگ رہا! آج تو نہ گرمی ہے، نہ سورج کا فیضِ تمازت عام ہے، اور نہ لُو کا کوئی دَور دَورہ ہے، انسانوں کے ٹھاٹھیں مارتے سمندر کے باوجود حبس کا نام ونشان نہیں ہے، آج یہاں کا ماحول بدلا بدلا سا لگ رہا ہے، ''حریمِ حُسنِ نگار'' خانقاہ سراجیہ شریف پر عجب سوگ طاری ہے، خانقاہ کی مسجد بھی حسرت ویاس کی تصویر بنی ہوئی ہے، لاکھوں متوسلین کے ساتھ ساتھ آسمان وزمین، اور ذرہ ذرہ مجسم غم نظر آ رہا ہے، سورج نے بھی شدّتِ اندوہ کی بناء پر بادلوں میں منہ چھپا رکھا ہے، ریتلی مٹی کی نمی آسمان کے گریہ کی خبر دے رہی ہے، بادِ نسیم بھی سسکیاں بھرتی محسوس ہو رہی ہے، اور یہ سب اس لئے ہے کہ آج سیدی ومرشدی، قطبِ دوراں، مخدومِ زماں، خواجۂ خواجگان، حضرتِ اقدس مولانا خواجہ خان محمد صاحب قدس اللہ تعالیٰ سرّہٗ جیسی خدا رسیدہ ہستی اس خانقاہ کو ہی کیا، پورے عالم کو سوگوار چھوڑ کر ''رفیقِ اعلیٰ'' سے جا ملی ہے، **إنا للہ وإنا إلیه راجعون، اللّٰهم لاتحرمنا أجره ولاتفتنا بعده**، اس فراقِ دردناک پر دل رو رہا ہے، آنکھیں رو رہی ہیں، اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سارا جہاں رو رہا ہے، بقولِ شاعرِ مشرق:

دلِ ہر ذرہ میں پوشیدہ کسک ہے اس کی

آج خانقاہ سراجیہ میں ایک اجنبی کی طرح کھڑا ہوں، کچھ دیر قبل انسانوں کے ٹھاٹھیں مارتے

سمندر کا ایک قطرہ بن کر میں نے بھی اپنی بخشش کا سامان کرلیا ہے، حضرت اقدس خواجۂ خواجگاں قدس سرہ کے جنازے میں شرکت کرلینا اپنی نجات وبخشش کا سامان ہی تو ہے، جنازے سے فارغ ہوکر میں مسجد میں ایک ستون سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا، دل تو چاہتا تھا کہ کسی طرح آخری دیدار، یا کم از کم اس آفتابِ عالمتاب کے خاکِ کندیاں میں غروب ہونے کا مشاہدہ ہوجائے، لیکن کثرتِ ازدحام کی وجہ سے یہ خواہش پوری نہ ہوسکی، ازدحام چھٹتے چھٹتے اندھیرا چھا گیا، عشاء کی نماز سے کچھ پہلے مزارِ اقدس پر حاضری کا موقع مل گیا، اس گوشۂ عارفاں میں عجب انوار کی برسات تھی، حضرتِ اعلیٰ مولانا ابوالسعد احمد خان صاحب، حضرتِ ثانی مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی صاحب قدس اللہ تعالیٰ سرہما اور حضرت خواجۂ خواجگان قدس اللہ تعالیٰ سرہ بالترتیب پہلو بہ پہلو آرام فرماتھے، حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہ اشعار بے ساختہ دل میں گونج اٹھے:

ہے یہ کس کی خوابگہِ حسین، یہ نفیسؔ کس کا مزار ہے
کہ نفَس نفَس کو جو ہے سکوں، تو نظر نظر کو قرار ہے
یہاں اک نگار ہے خیمہ زن، یہ حریمِ حسنِ نگار ہے
یہاں محوِ جلوۂ سرمدی وہ ہزار رشکِ بہار ہے
یہ مزار بقعۂ نور ہے، یہ جہانِ عشق کا طُور ہے
یہاں آفتابِ جمال ہے، یہ تجلّیوں کا دیا رہے
یہاں قدسیوں کا نزول ہے، یہ دلیلِ حسنِ قبول ہے
یہاں سورہا ہے وہ نازنیں، جو نبی کا عاشقِ زار ہے(۱)

محبوب سبحانی حضرتِ مجددِ الفِ ثانی رحمہ اللہ کے طریق کی تمام تر خصوصیات کی مکمل پاسداری کے ساتھ، ان کی روایات واقدار پر پوری طرح کاربند رہتے ہوئے، نصف صدی سے زائد عرصہ تک تشنگانِ راہِ سلوک ومعرفت کی پیاس بجھانے کے بعد، خانوادۂ نقشبند کے یہ چشم وچراغ آج اپنے شیخین کے پہلو میں جا سوئے ہیں، اور چشمِ تصور میں دکھ رہا ہے کہ حضراتِ شیخین قدس اللہ تعالیٰ سرہما آپ کا کندھا تھپتھپاتے ہوئے کہہ رہے ہیں کہ آپ نے نہ صرف جانشینی کی ریت نبھائی، بلکہ اس کا حق بھی ادا کردیا، واقعہ بھی یہی ہے کہ آپ نہ صرف حضرت مجددالفِ ثانی رحمہ اللہ کے طریق کی تمام خصوصیات اور روایات کے امین تھے، بلکہ اپنے وقت میں سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کے سب سے معتبر شارح اور عظیم شیخ بھی تھے، اسی لئے آپ کے ہاں سب سے زیادہ اہمیت عمل بالسنّت کی تھی، کبھی آپ کو سنت کے خلاف عمل کرتے نہیں دیکھا گیا، حتیٰ کہ کسی عمل

کے مسنون ہونے پر آپ کے طرزِ عمل کو ہی دلیل سمجھا جاتا تھا۔

حضرتِ اقدس سے پہلا تعارف:

لگ بھگ چودہ پندرہ برس پہلے کی بات ہے کہ جب میں دارالعلوم فیصل آباد میں درجہ اولیٰ کا طالبِ علم تھا اور مدرسہ کے ماحول میں نیانیا تھا، حلقۂ یاراں میں چند ساتھی محوِ گفتگو تھے، موضوعِ سخن ایک بزرگ عالمِ دین کی شخصیت تھی، ایک طالبِ علم ساتھی جو عمر میں ذرا بڑا، اور مدرسہ کے ماحول کا شناسا تھا اس نے بڑے رسان سے کہا: ''یہ بزرگ صاحبِ کشف ہیں''، میں نے اس کی طرف حیرت سے دیکھ کر پوچھا: یہ ''کشف'' کیا ہوتا ہے؟ اس نے اپنی دانست کے مطابق تصوف وطریقت کے کچھ اسرار ورموز اور ان کی روشنی میں ''کشف'' کے معنی سمجھانے کی کوشش کی، یہ اسرار ورموز تو میرے سر کے اوپر سے گزر رے، البتہ میں نے اتنا جان لیا کہ یہ اس زمانے کے بہت بڑے بزرگ ہیں۔

حضرتِ اقدس شیخ المشائخ، قطب الاقطاب شیخی ومرشدی حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ گرامی کا یہ پہلا تعارف تھا جو مدرسہ کے ابتدائی ایام میں ایک طالبِ علم ساتھی کی زبانی کان میں پڑا، پھر جوں جوں مدرسہ کے ماحول میں دن گزرتے گئے، توں توں حضرتِ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے معلومات میں اضافہ ہوتا رہا، اور ہر نئی معلوم ہونے والی بات دل میں حضرتِ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت کا نقش ایسا گہرا کرتی چلی گئی کہ دل نے زیارت کا شوق پال لیا، نوعمری کی وجہ سے خانقاہ کا سفر تو ممکن نہ تھا، اور گھر سے اجازت ملنا بھی نہایت مشکل تھا، جبکہ شوق روز افزوں تھا، اسی شوق کی بدولت اللہ تعالیٰ سے دعاء کرتا رہا کہ کسی طریقے سے زیارت کا شرف حاصل ہوجائے، چار سال کے شوق وانتظار کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ انتظام فرمادیا کہ درجہ رابعہ والے سال کے اختتام پر مدرسہ کے سالانہ جلسہ کی صدارت اور دعاء کے لئے حضرتِ اقدس کی تشریف آوری طے کی گئی، بس پھر تو خوشی دیدنی تھی، ہر پل یہی خیال رہتا کہ حضرت کی زیارت کا یہ دیرینہ شوق پورا ہونے جارہا ہے، دل ہی دل میں طے کرلیا کہ یہ موقع ہاتھ سے ہرگز نہ جانے دیں گے، اور حضرت کے دستِ حق پرست پر بیعت کی سعادت ضرور حاصل کرکے رہیں گے، قسمت نے مزید یاوری کی کہ منتظمینِ جلسہ نے مہمانوں کی خدمت پر مامور طلبہ میں اس ناکارہ کا نام بھی شامل کرلیا۔

سراپائے اقدس کی پہلی جھلک:

حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہتشریف لائے تو پہلی نظر میں حضرت کا سراپا جونگاہ میں لہرایا، اور آنکھوں کے رستے دل میں ایسا جذب ہوکر رہ گیا، کہ اس سے پہلے آپ کی بڑائی وعظمت کے بارے میں جو

کچھ سننے میں آیا تھا، وہ ذاتِ گرامی کے سامنے ہیچ لگنے لگا، سبحان اللہ، کیا جاذب سراپا تھا! قدسی انوار سے معمور بلند و بالا قامت، نتھری ہوئی گندمی رنگت، شبانہ روز سجدوں کی امین روشن پیشانی، الوہی اسرار سے بھرپور اور بارِ خشیت سے جھکی ہوئی آنکھیں، خاندانی نجابت کا نشان ستواں ناک، گھنی سفید ڈاڑھی، چہرے پر کھیلتی پُر نور معصومیت، اونچی صراحی دار گردن، جو مراقبات کی کثرت اور ہمہ وقت دل کی گہرائیوں پر نظر رکھنے کی بناء پر ہلکی سی خمیدہ تھی، اور چلتے ہوئے شجرِ بار آور کی طرح قدرے جھک کر تواضع و خشوع کا عجب نظارہ پیش کررہی تھی، کھلے بازوؤں والا ڈھیلا ڈھالا سفید براق کرتہ اور گھیرے دار شلوار، سر پر مشائخِ نقشبندیہ کی طرز کا طرّہ دار سفید عمامہ، ہلکے ہرے رنگ کی صدری، قرینے سے لگا ہوا چشمہ، اور ہاتھ میں ملتانی طرز کا، نیلی اور سبز دھاریوں والا رومال، سادگی اور کشش کا ایسا پیکرِ باصفا کہ جو دیکھے وہ دیوانہ وار دیکھتا ہی رہ جائے:

یہ عنایتیں، یہ نوازشیں، ابھی آپ مجھ سے نہ پوچھیے
مری آنکھ محوِ جمال ہے، مرے سامنے رخِ یار ہے

دستِ اقدس پر بیعت کی سعادت:

شنید تھی کہ نمازِ عصر کے بعد مسجد میں بیعت کا اعلان ہوگا، اور حسبِ معمول لوگوں کا اک جمِّ غفیر بیعت کی سعادت سے سرفراز ہوگا، خدا کی کرنی یہ ہوئی کہ عصر کی نماز سے کچھ قبل جلسہ اختتام کو پہنچا تو حضرتِ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کو مہتمم صاحب کے کمرے میں نماز کی تیاری کے لئے لے جایا گیا، جہاں چند علماء کرام اور کچھ خدمتگار موجود تھے، خدمت کے بہانے بندہ کو بھی اندر جانے کا موقع مل گیا، اُدھر مسجد میں جماعت شروع ہوگئی، لہٰذا نماز کی تیاری کے بعد اسی کمرے میں چند صفوں پر مشتمل مختصر سی جماعت نے حضرت کی اقتداء میں نمازِ عصر اداء کی، نہایت اطمینان کے ساتھ نماز کی تکمیل کے بعد حضرت نے حسبِ معمول دعاء کروائی اور بیعت کا اعلان کردیا گیا، مجمع کم تھا اور تقریباً سبھی لوگ ایسے تھے جو پہلے سے وابستۂ دامن تھے، اعلان ہوتے ہی راقم لپک کر حضرت کی خدمت میں بالکل سامنے دوزانو بیٹھ گیا، ایک اور صاحب بھی ساتھ آبیٹھے، حضرت نے اپنا رومال پھیلایا، ہم نے دونوں ہاتھوں سے اسے تھام لیا، اور حضرت رحمہ اللہ یوں گویا ہوئے:

آمنت بالله وملائكته وكتبه ورسله واليوم الآخر والقدر خيره وشره من الله تعالىٰ والبعث بعد الموت، أشهد أن لا إله إلا الله وحده لاشريك له وأشهد أن محمدا عبده ورسوله.

ہم بھی ساتھ ساتھ یہ کلمات پڑھتے اور اس عہدِ وفاء کی تجدید کرتے چلے گئے، پھر حضرت نے دعاء

کی، دعاء سے فارغ ہو کر فرمایا:

اللہ تعالیٰ مبارک کرے، نماز پابندی سے پڑھیں، اس کے علاوہ اٹھتے، بیٹھتے، چلتے، پھرتے، ہر وقت اپنے دل پر یہ خیال رکھا کریں کہ میرا دل کہتا ہے: ''اللہ، اللہ، اللہ''............ اللہ تعالیٰ عمل کرنے کی توفیق دیں (۲)۔

بیعت کی سعادت حاصل ہو جانے کے بعد دل کا یہ حال کہ پھولے نہ سمائے، گویا ہفت اقلیم کی دولت ہاتھ لگ گئی ہو، آج سمجھ آ رہا ہے کہ اس ابدی سعادت کے سامنے ہفت اقلیم کے خزانوں کی کیا حیثیت:

ہاتھ میں تیرے ہاتھ دیا ہے
لاج بھی تیرے ہاتھ ہے ہمدم
حشر میں ہم کو بھول نہ جانا
یاد کے لائق گرچہ نہیں ہم

پہلی مرتبہ خانقاہ شریف کی حاضری :

بیعت کر لینے کے بعد خانقاہ شریف کی حاضری اور بارگاہِ خواجۂ خواجگاں رحمۃ اللہ علیہ کی باریابی کی آس لگ گئی، اگلے سال گرمیوں میں عزیز از جاں استاذِ گرامی حضرت مولانا محمد عبید اللہ صاحب دامت برکاتہم (شیخ الحدیث وصدر المدرسین مدرسۃ الحسنین، فیصل آباد) کی شفقت کی بدولت یہ تمنّائے دل بھی پوری ہوگئی، استاذِ محترم میدانِ سلوک کے پرانے شناور اور خانقاہ سراجیہ شریف کے قدیم متوسل ہیں، بہت سے علماء، طلباء اور عوام الناس آپ کی راہنمائی اور مشورے سے خانقاہ شریف سے منسلک ہوئے، استاذِ محترم نے بصد عنایت ومحبت اس سفرِ شوق میں اس ناکارہ کو اپنی ہمراہی کا شرف بخشا (**جزاہ اللہ من عندہ خیر ما یجزی بہ عبادہ الصالحین**)۔

زائرین عام طور پر سڑک کے راستے یا بذریعہ ٹرین خانقاہ سراجیہ شریف آتے تھے، بہر صورت شہری آبادی سے ذرا فاصلہ پر ہونے کی وجہ سے بسا اوقات پیادہ چلنے کی نوبت بھی آجاتی تھی، ایسے میں گھنے سایہ دار درختوں کے جھنڈ سے خانقاہ شریف کی مسجد کے حسین گنبد و مینار جب دُور سے جھلکتے نظر آتے، تو ''بھٹکے ہوئے راہروؤں'' کے لئے ''نشانِ منزل'' معلوم ہوتے، اور صحراء کے درماندہ مسافروں کے لئے صفتِ نخلستان محسوس ہو کر تشنگی وشوق کو دوچند کر دیا کرتے تھے۔ ایسے ہی جذبات سے لبریز دل کے ساتھ خانقاہ شریف کی پہلی حاضری نصیب ہوئی۔

اُن دنوں حضرت خواجۂ خواجگاں رحمۃ اللہ علیہ کی عمر مبارک اگرچہ اسّی کے لگ بھگ تھی، تاہم

بحمداللہ صحت قدرے بہتر تھی، سرّی نمازوں کی امامت بھی خود کرواتے تھے، نماز کے وقت سے پہلے مسجد تشریف لاکر سنتوں اورنوافل میں مشغول ہوجاتے، اس کبرسنّی کے عالم میں بھی ظہر سے پہلے کی چار سنتیں پندرہ سے بیس منٹ پر محیط، تو خود بندہ نے دیکھی تھیں، حضرت امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور دیگرا کابر کے بارے میں جوبات پڑھنے، سننے میں آتی تھی کہ نماز پڑھتے تو ایسا لگتا جیسے کوئی لکڑی گاڑ دی گئی ہو، حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس کی عملی تصویر تھے، آپ کو دیکھ کر اس جیسی باتوں پر یقین ہوجاتا تھا، اور دل برملا کہ اُٹھتا تھا کہ آپ قرونِ اولیٰ کی کوئی گم گشتہ نشانی ہیں، نمازیں خواہ سرّی ہوں یا جہری، تلاوت مسنون مقدار میں ہونا یہاں کا معمول تھا، اس عمر میں بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ ساری نمازیں مسجد میں اداء کرتے، اور شب وروز کے تمام اجتماعی وانفرادی معمولات میں بذاتِ خود شریک رہتے، بلکہ خود ہی کرواتے تھے۔

خانقاہ کے معمولات کچھ اس طرح تھے کہ نمازِ فجر مسنون تلاوت کے ساتھ مسنون وقت پر (کچھ روشنی پھوٹنے کے بعد) اداء کی جاتی، نماز سے فارغ ہوکر حضرت رحمۃ اللہ علیہ ختمِ خواجگانِ نقشبندیہ پڑھاتے، ختم پڑھانے کے بعد طویل مراقبہ ہوتا، جو عموماً آدھ گھنٹہ کے لگ بھگ ہوتا، اور کبھی اس سے کم وبیش بھی ہوجاتا، اس میں سالکین قلبِ شیخ کی طرف متوجہ رہتے، جبکہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنے مریدین پر بھرپور توجہ فرماتے، اور فیضان لوٹاتے، اس مراقبہ میں راہِ سلوک کے راہی توجہٗ خاص کی بدولت اپنے اپنے ظرف کے مطابق نجانے کیا کیا انعامات ومقامات پاجایا کرتے تھے:

کیا کہوں، کیا کیا رہی، سرگرمی عیش ونشاط
جب تلک اس شمع رُو سے گرمی صحبت رہی

مراقبہ کے اختتام پر بیعت کا موقع دیا جاتا، ہر ہر مجلس میں بیسیوں لوگ بیعت کر کے حلقۂ ادارت میں داخل ہوتے، کوئی مجلس ایسی نہ جاتی کہ جس میں کوئی نیا طالبِ طریقت داخلِ حلقہ نہ ہو، یہی وجہ ہے کہ یہاں کے متوسلین کو نہ کسی نے شمار کرنے کی کوشش کی، اور نہ ہی یہ کسی بندے بشر کے بس کی بات لگتی ہے، محتاط اندازے کے مطابق حضرت کے دستِ اقدس پر بیعت کرنے والوں کی تعداد لاکھوں سے متجاوز ہے۔

اتنے میں اشراق کا وقت ہوجاتا، زائرین اشراق پڑھ کر ناشتہ سے فارغ ہوتے، اور کچھ دیر آرام وغیرہ ضروریات میں مشغول ہوجاتے، اس دوران حضرت اندرونِ خانہ تشریف لے جاتے، پھر آٹھ بجے کے قریب تشریف لاکر اپنی نشست گاہ میں تشریف فرما ہوتے، آنے، جانے والوں سے ملاقات فرماتے، ان کے دینی، دنیوی اور روحانی مسائل پر توجہ فرماتے، کسی نے کچھ کہنا ہوتا تو وہ عام طور پر کاغذ پر لکھ کر پیش کردیتا، حضرت رحمۃ اللہ علیہ ملاحظہ فرما کر حسبِ صوابدید معاملہ فرماتے، کوئی بات جواب طلب ہوتی تو انتہائی جچے

تلے، مختصر اور پُر اثر الفاظ میں اس کا جواب ارشاد فرمادیتے، کوئی چیز دَم کے لئے پیش کی جاتی تو بلاتکلف دَم فرمادیتے، کوئی سادہ لوح تعویذ وغیرہ کا مطالبہ کرتا تو وہ بھی عنایت فرمادیتے۔ بس ایک طرف یہ سلسلہ چل رہا ہوتا، اور دوسری طرف بیسیوں سالکین ان تمام حجابات سے ماوراء، سامنے سرنیہوڑائے حصولِ توجہ وعنایاتِ باطنیہ کے منتظر رہتے، حسبِ معمول اکثر جلسہ میں سکوت طاری رہتا، حضرت بھی اکثر سر جھکائے توجّہ فرما رہتے، اور مئے معرفت کا فیضان جاری رہتا، گاہے گاہے سامنے بیٹھے ہوئے سالکین میں سے کسی کی طرف ایک نظر اٹھا کر ایسے دیکھتے، کہ یہ ایک نظر ہی دل کی دنیا بدل کے رکھ دیتی، اسی ایک نظر کی چاہت ہمیں بھی آگے بڑھ بڑھ کر دوزانو بیٹھنے کی جرأت بخش دیتی، اور جب قسمت سے اس نظر سے کچھ حظ مل جاتا، تو دل کی اُجڑی دنیا بستی معلوم ہوتی، آج بھی جب اس نظر کا تصور کرتے ہیں تو یہ بربادخانۂ دل، آباد، اور مشامِ جاں معطر محسوس ہونے لگتے ہیں:

یک نظر کردی وآدابِ فنا آموختی

اے خنک روزے کہ خاشاکِ مرا وا سوختی

یہ حلقہ عام طور پر گیارہ ساڑھے گیارہ تک جاری رہتا، پھر اندرونِ خانہ تشریف لے جاتے، اور زائرین کے لئے کھانے کا انتظام کیا جاتا، ظہر کی نماز کے لئے مسجد میں تشریف لاتے، ظہر کی نماز سے قبل کی سنتیں اداء کر کے خود جماعت کی امامت فرماتے، بقیہ سنن ونوافل کے بعد ختمِ مجددی اور ختمِ معصومی پڑھاتے، بیعت کا موقع دیا جاتا، اور ایک بار پھر اپنی نشست گاہ میں تشریف فرما ہوجاتے، یہ حلقہ بھی صبح والے حلقے سے چنداں مختلف نہ ہوتا، نمازِ عصر سے گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ پہلے اندرونِ خانہ تشریف لے جاتے، اسی دوران زائرین کے لئے چائے کا انتظام ہوتا، اور عصر کی نماز کے بعد ختمِ خواجگانِ نقشبندیہ پڑھاتے، بیعت کا موقع دیا جاتا، اور پھر اپنی نشست گاہ میں تشریف فرما ہوجاتے، پھر مغرب کی اذان سے قبل نشست گاہ کے ساتھ بنے ہوئے استنجاء خانے میں وضوء فرماتے، دیگر معمولات کی طرح وضوء بھی تمام سنن، مستحبات اور آداب کی رعایت کے ساتھ ہوتا، حتیٰ کہ وضوء میں نہ اعضاء کے دھونے میں کسی سے مدد لیتے، نہ پانی ڈالنے میں، پانی بھی خود ڈالتے، اللہ تعالیٰ جزائے خیر دیں خدمتگزاروں کو کہ وہ وضوء کے وقت وضوء خانہ کا دروازہ کھول دیتے تا کہ اگر کوئی وضوء کا مسنون طریقہ دیکھنا یا سیکھنا چاہے، تو اپنا شوق پورا کرلے، وضوء سے فراغت پا کر مسجد میں تشریف لے جاتے، نمازِ مغرب کے بعد کبھی نشست گاہ میں کچھ دیر کے لئے تشریف رکھتے اور کبھی سیدھے گھر تشریف لے جاتے، اتنے میں زائرین کے لئے، کھانے کا انتظام کیا جاتا، عشاء کی نماز کے بعد بھی عام طور پر کچھ دیر کے لئے نشست گاہ میں تشریف رکھتے، خلقِ خدا کی نفع رسانی کے لئے دن بھر کی اس تھکا دینے

والی محنت و ریاضت کے بعد ایک عابدِ شب زندہ دار بارگاہِ خداوندی میں جب سجدہ ریز ہوتے ہوں گے تو ریاضت کا کیا عالم ہوتا ہوگا؟ اس کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

یہ مختصر معمولات تھے، جو خانقاہ شریف کی پہلی حاضری کے وقت چند دن کے قیام کے دوران، اور اس کے بعد کی متعدد حاضریوں میں بھی ظاہری طور پر دیکھنے میں آئے تھے، اس مختصر سے بیان میں تمام معمولات کا احاطہ مقصود نہیں، بلکہ حضرت کی خلقِ خدا کی اصلاح اور طالبانِ راہِ حق کے لئے جانفشانی کی ایک جھلک پیش کرنا مقصود ہے۔

بار بار حاضری کی سعادت:

خانقاہ شریف کی اس پہلی حاضری نے ایسا مسحور کیا کہ واپسی کو جی ہی نہیں چاہتا تھا، شہر اور شہر کے مصنوعی اور بناوٹ زدہ ماحول سے ہٹ کر، ایک بالکل خالص اور کھرے ماحول میں، خواجۂ خواجگان جیسے ولی اللہ کے زیرِ سایہ، ذکر اللہ میں مگن رہنے کی ایک الگ ہی چاشنی تھی، اسی مٹھاس کے مارے ہم جیسے طلبہ اسی کوشش میں رہتے کہ کسی طرح خواجگی اور بندگی کی یہ اداء قائم رہے، پڑھائی کی مصروفیات کے ساتھ ساتھ اس کو جاری رکھنے کی راہ یوں سوجھی کہ لاہور سے کندیاں جانے والی ایک پسنجر ٹرین ''ماڑی انڈس'' براہِ فیصل آباد جاتی تھی، یہ رات کو فیصل آباد آتی، اور صبح تڑکے کندیاں پہنچتی، پھر یہی ٹرین شام کے وقت کندیاں سے لاہور کے لئے چلتی اور سحری کے وقت فیصل آباد پہنچتی، ہم نے اس ٹرین کو غنیمت جانا، جمعرات کی شام تک اپنے اسباق سے فارغ ہو کر اسٹیشن چلے جاتے، ''ماڑی انڈس'' کسی الہڑ دوشیزہ کی طرح جھومتی جھامتی اکثر تاخیر سے آتی، رات کے کسی پہر اس میں سوار ہوتے، جمعہ کے دن صبح جا کے کندیاں اترتے، وہاں سے کسی ذریعہ سے خانقاہ پہنچ کر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی صبح کی نشست میں حاضری دیتے، حضرت کی اقتداء میں ظہر کی نماز اداء کرتے، اور ختمِ خواجگان میں شریک ہوتے، ظہر کے بعد کی نشست میں بھی حاضری ہو جاتی، پھر عصر کی نماز اور ختمِ خواجگان سے فارغ ہو کر اجازت چاہتے، مغرب کی نماز کندیاں اسٹیشن پر اداء کر کے ایک بار پھر نازنینِ ''ماڑی انڈس'' کی ناز برداریاں کرتے سحری کے وقت فیصل آباد جا پہنچتے، ایسے مواقع پر یہ محسوس ہوتا تھا کہ جیسے یہ ٹرین خاص طور پر ہم جیسے زائرین ہی کے لئے چلائی جاتی ہے، یہاں پہنچ کر جتنا موقع مل جاتا آرام کر لیتے، اور ہفتہ صبح سے اپنے اسباق میں حاضر ہو جاتے، عام طور پر ڈیڑھ دو ماہ بعد اس سفر کی کوئی نہ کوئی سبیل نکل ہی آتی تھی، اس کے علاوہ مدرسہ کی سہ ماہی، ششماہی، چھٹیوں سے بھی بھرپور فائدہ اٹھایا جاتا تھا، جبکہ سالانہ تعطیلات تو سال بھر کی پیاس بجھانے کے لئے ہوتی تھیں۔

رمضان المبارک میں خانقاہ شریف کی رونق اور خاص معمولات:

ویسے تو خانقاہ ہمیشہ ہی آباد رہتی تھی، کوئی وقت ایسا نہیں جاتا تھا کہ جس میں آنے جانے والوں کا تانتا بندھا ہوا نہ ہو، اور قیام کرنے والوں کی ایک کثیر جماعت نہ ہو، تاہم رمضان المبارک میں تو خانقاہ کے معمولات بھی دوچند ہو جاتے تھے، اور رونق بھی کئی گنا بڑھ جاتی تھی، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ تمام خلفاء ومُجازینِ کرام (جن کے شمار کے لئے دو ہاتھوں کی انگلیاں بھی زیادہ ہیں) بھی حاضر رہتے، اور بیشتر مریدین ودیگر زائرین بھی کثرت سے حاضری دیتے رہتے۔

ماقبل میں ذکر کردہ معمولات کے علاوہ رمضان المبارک میں درجِ ذیل معمولات کا اضافہ ہو جاتا تھا:

(۱)......... فجر کی نماز اور ختمِ خواجگان کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ، اور عادات وخصائل پر امامِ ترمذی رحمہ اللہ کی مشہور اور جامع کتاب ’’الشمائل‘‘ کا متن اور اس کے ساتھ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ’’خصائلِ نبوی‘‘ کے نام سے اردو ترجمہ وتشریح پڑھ کر سنایا جاتا، جس میں محدثینِ کرام کا طریقۂ ’’قراءت علی الشیخ‘‘ ملحوظ رہتا، کوئی ایک فاضل پڑھتے، جبکہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے ایک نسخہ تپائی پر رکھا ہوا ہوتا جس سے دیکھ کر نہ صرف حضرت رحمۃ اللہ علیہ سماع فرماتے، بلکہ حسبِ موقع پڑھنے والے کی فروگزاشتوں پر تنبیہ بھی فرماتے، اسی سے آپ کے حدیث شریف سے شغف اور علمی رسوخ کا اندازہ ہوتا تھا، خلفاء وسرکردہ علماء کرام کے ہاتھوں میں بھی کتاب کے نسخے دیئے جاتے، اس طرح ایک طرف تو قرونِ اولیٰ کے درسِ حدیث کی یاد تازہ ہو جاتی، اور دوسری طرف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائلِ حسنہ اور خصائلِ طیبہ کی عملی وتطبیقی جھلک حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی صورت میں سامنے آتی رہتی، جو کچھ کتاب میں پڑھا، سنا جاتا، وہ سب مجسم حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے سراپا میں نظر آتا، جس سے کتاب اللہ کے ساتھ سلسلۂ رجال اللہ کے امتزاج کی اہمیت کھل کر سامنے آتی تھی، عموماً یہ درس تقریباً آدھ گھنٹہ تک جاری رہتا، اگر کبھی ماہِ رمضان کے اختتام سے قبل ہی یہ کتابِ شمائل پایۂ تکمیل کو پہنچ جاتی تو اس کی جگہ امامِ نووی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ’’ریاض الصالحین‘‘ کا کچھ حصہ پڑھا جاتا۔

(۲)..........ظہر کی نماز اور ختمِ خواجگان کے بعد تصوف کی کوئی کتاب مثلاً ’’ہدایۃ الطالبین‘‘ یا ’’ایضاح الطریقۃ‘‘ وغیرہ بھی اسی طرز پر پڑھی جاتی تھیں جو عام طور پر صاحبزادہ حضرت مولانا عزیز احمد صاحب دامت برکاتہم پڑھا کرتے تھے۔

(۳)........عصر کی نماز اور ختمِ خواجگان کے بعد امامِ ربانی، محبوبِ سبحانی حضرت مجدد الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات شریف پڑھے جاتے، جو عام طور پر حضرت کے خلیفۂ مجاز حضرت حاجی عبد الرشید صاحب دامت برکاتہم اپنے کانپتے ہاتھوں، اور ہانپتے لہجے کے ساتھ پڑھتے، اور بسا اوقات کسی حسبِ حال جملے پر بے اختیار ''سب کہو سبحان اللہ'' کا نعرۂ مستانہ بھی بلند کر جاتے تھے۔

(۴)........ یہ مصروفیات تو دراصل اہلِ علم سالکین کی دلچسپی کا ساماں تھیں، جبکہ ہم جیسے مبتدی طلبۂ علم یا عوام الناس ان میں حصولِ برکت کی نیت سے شریک تو ہو جاتے، لیکن باتیں ساری ''اوپر'' سے ہی گزر جاتی تھیں، البتہ ایک معمول ایسا بھی تھا جس میں ہر عام وخاص کے لئے کشش تھی، وہ خانقاہ شریف کی تراویح کا معمول تھا، افطار کے بعد نمازِ مغرب اور پھر کھانے سے فارغ ہو کر آرام کا موقع دیا جاتا تھا، نو بجے کے قریب عشاء کی نماز پڑھی جاتی، پھر تراویح کا سلسلہ شروع ہوتا، جس میں ایک شب میں عموماً تین پاروں کی تلاوت کی جاتی، اس طرح ہر عشرہ میں ایک مرتبہ، اور پورے رمضان المبارک میں تین مرتبہ قرآنِ کریم کی تکمیل ہو جاتی، چار رکعتیں عام طور پر بیس سے پچیّس منٹ میں مکمل ہوتیں، ہر چار رکعات کے بعد اتنا ہی وقت وقفہ کیا جاتا، جس میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ گردن جھکائے مراقبہ فرماتے، اور صاحبِ دل طالبانِ طریقت بھی آپ کے ساتھ شامل ہو جاتے، جبکہ ہم جیسے بے ہمت نوجواں اپنے پیروں کو سہلاتے اور نیند بھگانے کو آنکھوں پر پانی کے چھینٹے مارتے نظر آتے، نیز چائے کے رسیا، خان صاحبان اس وقت کو غنیمت جان کر اس سے شوق فرما لیتے، اسی طرح یہ ریاضت تقریباً تین، ساڑھے تین گھنٹہ تک جاری رہتی، جس میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نہ صرف اول تا آخر تک شریک رہتے، بلکہ بڑھاپے کے باوجود تمام تراویح کھڑے ہو کر اداء فرماتے، اس سوختۂ عشق عبدِ شکور کی اس ادائے بندگی کے میرے علاوہ لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں عینی شاہد ہیں۔

رات گئے یہ معمول مکمل ہوتا تو بیشتر زائرین آرام کرنے لگتے، جبکہ کچھ اللہ والے تہجد ونوافل اور مناجات میں مشغول ہو جاتے، اور حضرت اندرونِ خانہ تشریف لے جاتے، ہو ہی نہیں سکتا کہ تراویح کی سنت کو اس اہتمام سے اداء کرنے والے یہ درویشِ خدا مست، ماہِ رمضان کی تہجد میں اپنے رب سے راز ونیاز کی سوغات سے بے پرواہ ہوں، لامحالہ گھر تشریف لے جا کر بھی سحری کے علاوہ کچھ اسی قسم کا شغل جاری رہتا ہوگا، پھر نجانے آرام کب کرتے ہوں تھے؟ کہ دن میں اپنے معمول کے مطابق آٹھ اور نو بجے کے درمیان خانقاہ تشریف لا کر اپنی نشست پر جلوہ افروز ہو جاتے تھے، غالباً آپ جیسی شخصیات کے بارے میں ہی کہا گیا ہے:

هُمُ الرِّجَالُ، وَعَيْبٌ أَنْ يُقَالَ لِمَنْ لَمْ يَتَّصِفْ بِمَعَانِيْ وَصْفِهِمْ، رَجُلٌ

(یہی لوگ تو جوانمرد ہیں، اور جو اِن جیسی صفات کے حامل نہیں ہیں، ان کا تو اپنے آپ کو مرد کہلوانا ہی عیب کی بات ہے)۔

پیکرِ شریعت وطریقت اور حُسنِ معاشرت:

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو تصوّف وطریقت میں جو مقام حاصل تھا وہ اس میدان کے راہ نوردوں سے پوشیدہ نہیں، اس کے باوجود خاموشی اور ضبطِ کامل بھی ایسا غضب کا تھا کہ مجال ہے کبھی بے خودی سے مغلوب ہوکر کوئی ایسی بات کہہ جائیں، جس سے کوئی آپ کی گہرائی کا اندازہ لگا سکے، چہرے پر ہر وقت سکوت وسکون کا دبیز پردہ چھایا رہتا تھا، ''سطحِ دریا سلسبیل وقعرِ دریا آتش است'' کے صحیح مصداق تھے، کسی کی بڑی سے بڑی تکلیف یا مشکل سن کر، جواب میں اپنے مخصوص لہجے میں ''اللہ رحم کرے'' فرمادینا ہی اس بات کا ضامن ہوتا تھا کہ اب اس پر اللہ تعالیٰ نے رحم فرمادیا، اور اس کی مشکل دور ہوگئی، بندہ نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی سب سے بڑی کرامت یہی دیکھی اور جانی کہ آپ ہر موقع پر عمل بالسنّت کی مکمل پابندی اور پاسداری فرماتے تھے، کبھی کوئی عمل خلافِ شرع دیکھنے میں نہیں آیا، یہی وہ استقامت ہے، جسے اللہ والوں نے ہزار کرامتوں سے افضل کہا ہے، اسی طرح اپنی مجلس میں بھی کسی خلافِ شرع امر کے بارے میں رورعایت کے قائل نہ تھے، آنکھوں دیکھی بات ہے کہ ایک مرتبہ ایک دیہاتی خدمت میں حاضر ہوکر کوئی بات کررہا تھا، بات کرتے کرتے ایسے جھک گیا جیسے سجدہ کررہا ہو، یہ دیکھنا تھا کہ آپ نے انتہائی غصہ کے عالم میں اس شخص کو دھکا دے کر سیدھا کیا اور دُور ہٹنے کا فرمادیا۔

اتنے عرصہ میں یہ پہلا موقع تھا جب میں نے آپ کو جلال کے عالم میں دیکھا، ورنہ عام طور پر جمال ہی جمال دیکھنے کو ملتا تھا، کبھی کبھار خوش طبعی بھی فرماتے تھے، ایک مرتبہ ایک دیہاتی اپنے نوعمر بچے کو لے کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا، بچّہ کچھ بیمار معلوم ہوتا تھا، اس نے بچے کو آگے بڑھا کر عرض کیا: حضرت اس پر جنّ آتے ہیں! حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے حسبِ معمول ایک نیم سی نگاہ ڈالی اور تبسّم بھرے لہجے میں فرمایا: بھئی اس کے پاس آکر جنّوں نے کیا کرنا ہے؟ پھر سنجیدہ لہجے میں ارشاد فرمایا کہ: بھئی اس کا علاج کروالو، اس بات سے وہ دیہاتی تو نجانے کیا سمجھا، لیکن میں نے یہ اخذ کیا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس بچے کا معائنہ فرماکر یہ تشخیص فرمائی ہے کہ اس پر کوئی سایہ وغیرہ نہیں ہے، بلکہ بیماری کی وجہ سے اس کی یہ حالت ہورہی ہے۔ اسی طرح مسرّت کے مواقع پر خوشی کا اظہار فرمانے کے لئے صرف تبسّم پر اکتفاء کرتے تھے، کِھلکھلاتے یا قہقہہ لگاتے ہوئے میں نے کبھی نہیں دیکھا۔

ہر آنے والے سے خندہ پیشانی سے ملتے، اور آنے کا مقصد دریافت فرماتے، جس حد تک ہوسکتا اس کی مطلب براری میں مدد فرماتے، اور جانے والوں کو مصافحہ کر کے رخصت کرتے، خاص طور پر دینی مدارس کے طلبہ سے بہت لطف وکرم کا معاملہ رہتا، ایک موقع پر ہم کچھ طالبِ علم ساتھی حسبِ معمول بذریعہ ٹرین حاضرِ خدمت ہوئے، عرض کیا کہ دارالعلوم فیصل آباد سے کچھ طلبہ حاضر ہوئے ہیں، دریافت فرمایا: ''کیسے آئے ہیں؟'' مجھ جیسا نالائق، شوقِ تکلّم میں بات کا پورا مطلب سمجھے بغیر جلدی سے بولا: ''حضرت! ٹرین سے آئے ہیں''، ایک بڑے ساتھی نے جلدی سے مداخلت کی: ''حضرت! ہم زیارت کی غرض سے آئے ہیں''، مجھے اپنی حماقت کا احساس ہوا، فوراً حضرت کے چہرۂ انور پر نظر گئی کہ خفگی کے آثار تو نہیں؟ وہاں خفگی کی بجائے زیرِ لب تبسّم کے آثار تھے، جس سے اپنی اس حماقت اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی شفقت پر بے طرح پیار آگیا، بقولِ حضرت نفیس رحمۃ اللہ علیہ:

آہ ! ترا اندازِ محبت
عشق میں شُعلہ، حُسن میں شبنم
یاد رہیں گے تیرے جلوے
روشن روشن، مدّھم مدّھم

غرضیکہ آپ کی بے شمار خوبیوں میں سے ایک خوبی یہ تھی کہ قربِ خداوندی کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہونے کے باوجود جب عام لوگوں میں تشریف رکھتے تو ایسے گھل مل کے رہتے کہ کوئی انجان یہ نہ جان پاتا کہ آپ کتنی بڑی برگزیدہ ہستی ہیں، اب ایسے باصفا لوگ کہاں ملیں گے؟ البتہ ایسے صوفیاء کی کمی نہیں جو اپنے مقامات وکرامات کے برملا اظہار سے بھی نہیں چوکتے۔

میرے شیخ، میرے استاذ:

عام طور پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو ایک بزرگ صوفی کی حیثیت سے جانا جاتا ہے، بعض صاحبِ علم حضرات کو تو یہ بھی معلوم نہیں کہ آپ اَزہرالہند دارالعلوم دیوبند کے فاضل ہیں، حالانکہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نہ صرف متبحّر عالم تھے بلکہ کامیاب مدرّس بھی تھے، دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد خانقاہ شریف سے ملحق مدرسہ میں ایک عرصہ تک دادِ تدریس دیتے رہے، البتہ خانقاہ شریف کی ذمہ داریوں اور ملک وملّت کی بے پایاں خدمات کی مشغولی کی بناء پر یہ سلسلہ موقوف ہوا، آپ کے محدّثانہ ذوق اور علمی رسوخ کی ایک جھلک رمضان المبارک کے معمولات کے بیان کے تحت ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

میری ایک عرصہ تک دلی خواہش رہی کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے زانوئے ادب تہہ کر کے علمی استفادہ کروں، خاص طور پر ایک طالبِ حدیث کی حیثیت سے ایک عالم وعامل بالحدیث شیخ سے اس مبارک علم میں برکت حاصل کروں، رمضان المبارک میں بے شمار طلبۂ علم حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے ''مشکوٰۃ شریف'' اور ''بخاری شریف'' کی ابتداء کے لئے آتے، آپ پہلی حدیث شریف پڑھا کر اجازت مرحمت فرماتے، چنانچہ درجہ سادسہ کی تکمیل کے بعد رمضان المبارک میں خانقاہ شریف حاضری ہوئی تو ''مشکوٰۃ شریف'' کی سب سے پہلی حدیث حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھ کر برکت کی دعاء لی، آپ نے ''مشکوٰۃ شریف'' کی پہلی حدیث پڑھی، پھر دعاء فرمائی، پھر ازروئے اجازت صرف اتنا فرمایا: ''ہم نے مشکوٰۃ شریف حضرت مولانا بدرِ عالم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی''، اس طرح ہمیں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے واسطہ سے حضرت مولانا بدرِ عالم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ سے علمِ حدیث میں نسبت حاصل ہوئی، آئندہ سال انہی ایام میں ''بخاری شریف'' کی ابتداء کے لئے خدمتِ اقدس میں دوزانو بیٹھنے کی سعادت بھی نصیب ہوئی، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ''بخاری شریف'' کی پہلی حدیث پڑھ کر دعاء کی، اور فرمایا: ''ہم نے بخاری شریف حضرت مولانا فخر الدین مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی''، اس طرح بخاری شریف جیسی بابرکت کتاب میں بھی یہ عالی نسبت حاصل ہوگئی۔

تاہم اس قدر شاگردی اس تشنگی کی سیرابی کے لئے کم محسوس ہوتی تھی، اور دیرینہ شوق کی آتش سرد نہ پڑی تھی، لہٰذا شعبان ۱۴۲۵ھ میں دورۂ حدیث شریف کی تکمیل کے بعد یہ ارادہ کیا کہ پورا ماہِ صیام حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں گزاروں اور اس دوران نمازِ فجر کے بعد کی مجلس میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے ''شمائلِ ترمذی'' پڑھنے کی سعادت حاصل کروں، رمضان المبارک شروع ہونے سے چند دن قبل یہ نیت لے کر خانقاہ شریف پہنچا، لیکن کچھ وجوہات کی بناء پر یہ ارادہ پایۂ تکمیل تک پہنچتا نظر نہ آیا، جس کی وجہ سے طبیعت پر خاصا اثر ہوا، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو خبر ہوئی تو دِلجوئی کے لئے یہ فرمادیا کہ: ''شمائل'' مکمل ہونے کے بعد ''ریاض الصالحین'' آپ پڑھ لینا، مجھے اندازہ تھا کہ آج کل حضرت کی صحت زیادہ اچھی نہیں، رات کے مجاہدۂ تراویح کے بعد فجر کی نشست میں زیادہ بیٹھنے کا تحمل بھی مشکل ہے، اس لئے ''شمائل'' کی تکمیل ہی مشکوک نظر آرہی تھی، تو ''ریاض الصالحین'' کا کیا سوال؟ قربان جاؤں اس لطف وکرم پر کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کو بھی سچ کر دِکھایا، اور فجر کی نشست میں ''شمائل'' معمول سے زیادہ پڑھی جانے لگی، صحت پوری طرح متحمل نہ ہونے کے باوجود حضرت رحمۃ اللہ علیہ زیادہ دیر تشریف رکھنے لگے، بلکہ اگر کبھی پڑھنے والے فاضل آپ کی صحت کی رعایت کر کے ذرا جلدی رکنے لگتے تو حضرت مزید پڑھنے کا اشارہ فرما

دیتے، نتیجہ یہ ہوا کہ ''شمائلِ ترمذی بمع خصائلِ نبوی'' غالباً تیئیسویں یا چوبیسویں روزے کو مکمل ہوگئی، چنانچہ اس کے بعد بندہ کو تقریباً سات آٹھ دن (جن میں شوال کے ابتدائی دو تین ایام بھی شامل ہیں) حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے حدیث کی کتاب پڑھنے کی سعادت بھی حاصل ہوگئی، حضرت کی مجلس میں بیٹھ کر حدیث پڑھنے کا کیا لطف تھا، وہ بیان سے باہر ہے:

یہ جو آج تک نہیں ہوش ہے، مئے عشق ہی کا خُمار ہے

اسی رمضان میں اس ناکارہ نے حضرت سے اپنے ''تخصص فی الحدیث'' کے لئے بھی دعاء کروائی، آپ کی دعاء کی بدولت سب مخالف حالات موافق، اور ضرورت کے اسباب مہیا ہوگئے، اور اول تا آخر سارا انتظام کیسے ہوا؟ یہ آج تک سمجھ نہیں آسکا۔

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے استفادہ اور شاگردی کا رشتہ:

یہ بات پہلے آچکی ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بخاری شریف کی سند حضرت مولانا سید فخر الدین احمد مرادآبادی صاحب رحمۃ اللہ علیہ (۳) سے بیان فرمائی تھی، اور یہ بات حضرت کی زبان مبارک سے میں نے متعدد بار سنی تھی، لیکن حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرتِ آیات کے بعد بیشتر اخبارات، رسائل وجرائد نے آپ کی بے مثال خدمات پر خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے جو مختلف مضامین اور تعزیتی نوٹ لکھے، جن میں سے درجن بھر مختلف رسائل وجرائد کے مضامین اور ادارتی صفحات کی صورت میں اس وقت بندہ کے سامنے ہیں، ان میں سے اکثر میں حضرتِ خواجۂ خواجگان رحمۃ اللہ علیہ کو شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا ''شاگرد'' بلکہ ''خاص شاگرد'' لکھا گیا ہے، اور بعض نے یہ تصریح بھی کی ہے کہ آپ نے بخاری شریف اور ترمذی شریف حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں، جبکہ ان میں حضرت مولانا فخر الدین احمد صاحب مرادآبادی صاحب رحمۃ اللہ کا نام تک نہیں، لہٰذا اس بارے میں درجِ ذیل چند نکات قابلِ ملاحظہ ہیں:

ا۔ دیوبند میں دورۂ حدیث کا داخلہ لینے سے پہلے مشکوٰۃ شریف والا تعلیمی سال حضرت خواجہ خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل (سورت) میں گزارا، جس میں حضرت مولانا بدرِ عالم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ سے ''مشکوٰۃ شریف'' پڑھی، اسی دوران آپ نے اپنے مشفق استاذ حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ سے بھی عربی ادب میں استفادہ کیا، چنانچہ آپ نے حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں اپنے ایک مضمون میں تحریر فرمایا ہے:

''فقیر کو شوال ۱۳۶۰ھ سے شعبان ۱۳۶۱ھ تک جامعہ اسلامیہ ڈابھیل ضلع سورت میں حضرت مولانا مرحوم سے سبعہ معلقہ، مقاماتِ حریری، اور ادبی متوسطات پڑھنے کا اتفاق ہوا تھا'' (۴)۔

شوال ۱۳۶۰ھ سے شعبان ۱۳۶۱ھ کے مطابق شمسی مہینے اکتوبر ۱۹۴۱ء تا اگست ۱۹۴۲ء بنتے ہیں (۵) اور اس سے اگلے تعلیمی سال میں آپ نے دار العلوم دیوبند سے دورۂ حدیث شریف کی تکمیل کی، جس کا مطلب یہ ہوا کہ شوال ۱۳۶۱ھ سے شعبان ۱۳۶۲ھ (مطابق اکتوبر ۱۹۴۲ء تا اگست ۱۹۴۳ء) کا تعلیمی سال آپ کے دورۂ حدیث شریف کا سال تھا، جو دار العلوم دیوبند میں گزرا، جبکہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ اس تعلیمی سال کے شروع ہونے سے چار ماہ قبل ۲۴/جون ۱۹۴۲ء (مطابق ۹/جمادی الأخریٰ ۱۳۶۱ھ) کو گرفتار کیے جا چکے تھے، یہی گرفتاری آگے چل کر نینی جیل الہ آباد کی نظر بندی پر منتج ہوئی، چنانچہ دو سال دو ماہ دو دن کی مسلسل قید کے بعد ۲۶/اگست ۱۹۴۴ء (مطابق ۶/رمضان ۱۳۶۳ھ) کو رہائی ملی (۶)، لہٰذا اس تفصیل کی رُو سے یہ واضح ہے کہ آپ نے بخاری شریف و ترمذی شریف وغیرہ کتبِ دورۂ حدیث حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے نہیں پڑھیں۔

۲۔ یاد پڑتا ہے کہ آج سے تقریباً چار سال قبل جب حضرت مولانا محمد نافع صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے بندہ کی درخواست پر اجازتِ حدیث مرحمت فرمائی تو اپنا سنِ فراغت ۱۳۶۲ھ بتلایا، اور یہ فرمایا کہ: ''میں نے بخاری شریف حضرت مولانا فخر الدین احمد مراد آبادی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی''، پھر اس کے بعد میں نے بذریعہ خط حضرت مولانا محمد نافع صاحب دامت برکاتہم سے یہ دریافت کیا کہ آپ نے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے کچھ پڑھا تھا یا نہیں؟ نیز حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب کا سنِ فراغت بھی یہی ہے، کیا حضرت خواجہ صاحب آپ کے ہم درس ساتھی ہیں؟ تو جوابی مکتوب میں حضرت مولانا محمد نافع صاحب دامت برکاتہم نے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے اپنی شاگردی کی نفی کی اور حضرت خواجہ خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنا ہم درس ساتھی بتلایا اور فرمایا کہ اس سال بخاری شریف حضرت مولانا فخر الدین مراد آبادی صاحب نے پڑھائی تھی (یہ خط بندہ کے پاس محفوظ ہے، لیکن سرِ دست میسر نہیں، ورنہ خط کا متعلقہ حصہ بصورتِ اقتباس نقل کر دیتا)، بہرحال اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضرتِ اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری و ترمذی شریف حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے نہیں پڑھیں۔

۳۔ البتہ حضرتِ اقدس خواجہ خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے امامِ اہلِ سنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر اپنے تعزیتی مکتوب میں تحریر فرمایا ہے:

...ویسے تو ان (حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کے ساتھ بہت ساری قدریں مشترک ہیں، لیکن دو قسم کے رشتے بڑے اہم ہیں، ایک یہ کہ ایشیاء کی عظیم درسگاہ دار العلوم دیوبند اور دیوبند میں مرجع الخلائق شیخ العرب والعجم سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ سے اکتسابِ فیض اور ان کی پاکیزہ صحبت جو اللہ جل شانہ نے ہمیں نصیب فرمائی، اور اسی طرح ہمارے قدوۃ السالکین، محبوب العارفین حضرت اعلیٰ خواجہ ابو السعد احمد خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق بھی خانقاہ موسیٰ زئی شریف سے تھا اور حضرت مولانا کے مرشد حضرت مولانا حسین علیؒ کا تعلق بھی خانقاہ موسیٰ زئی شریف سے تھا، اس طرح اللہ جل شانہ نے رشد وہدایت کے ان مراکز کے ساتھ ہمیں نسبت عطاء فرمائی (۷)۔

اس سے یہ واضح ہے کہ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے شاگردی کی نسبت حاصل تھی، شاید اسی وجہ سے مخدومِ مکرم حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب دامت برکاتہم نے حضرتِ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں اپنے تعزیتی مضمون میں یہ تحریر فرمایا ہے:

...وہ دونوں (حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ) دار العلوم دیوبند میں ہم سبق رہے، اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی صاحب کے شاگرد تھے (۸)۔

تاہم اس بیان کے اطلاق اور اس میں حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حضرت مولانا فخر الدین مراد آبادی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے نسبت کے عدمِ ذکر کی بناء پر یہ شائبہ گزرتا ہے کہ حضرت خواجہ خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ دونوں دار العلوم دیوبند میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک ساتھ پڑھتے رہے ہیں، مزید برآں حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سندِ فراغت پر درج سن (۱۳۶۲ھ) دیکھنے سے یہ شائبہ باقاعدہ ایک شبہ میں ڈھلتا محسوس ہوتا ہے کہ دونوں حضرات کی فراغت بھی ایک ساتھ (یعنی ۱۳۶۲ھ میں) ہی ہوئی، پھر مجھ جیسے تاریخ سے ناواقف طلبہ علم اس الجھن کے شکار ہوتے ہیں کہ اگر یہ دونوں حضرات ایک ہی ساتھ دیوبند میں پڑھتے رہے اور ایک ہی سال فارغ ہوئے تو پھر کیا وجہ ہے کہ حضرت امامِ اہلِ سنت رحمۃ اللہ علیہ اپنی بخاری شریف کی سند حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت سے عطاء فرماتے ہیں اور حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا فخر الدین احمد مراد آبادی صاحب سے بیان فرماتے ہیں؟

حالانکہ حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب اور حضرت خواجہ خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہما دونوں حضرات کو باقاعدہ ہم درس وہم سبق ساتھی سمجھنا، اور یہ خیال کرنا کہ دونوں ایک ہی درجہ میں حضرت

مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے باقاعدہ استفادہ کرتے رہے، یا بعنوانِ دیگر بخاری وترمذی شریف پڑھتے رہے ہیں، یا دونوں ایک ہی ساتھ فارغ ہوئے ہیں، سب باتیں تاریخی لحاظ سے محلِ نظر ہیں، کیونکہ حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خودنوشت سوانح میں اس بات کی تصریح ہے کہ دارالعلوم دیوبند میں آپ کا داخلہ ۱۹۴۱ء میں ہوا (۹) یعنی اکتوبر ۱۹۴۱ء تا اگست ۱۹۴۲ء مطابق شوال ۱۳۶۰ھ سے شعبان ۱۳۶۱ھ کا تعلیمی سال آپ کے دورۂ حدیث کا سال ہے، چنانچہ آپ کی دارالعلوم دیوبند سے فراغت کی سند پر بھی داخلہ کی تاریخ گیارہ شوال ۱۳۶۰ھ درج ہے (۱۰) اسی سال حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی گرفتاری عمل میں آنے کے بعدان سے متعلقہ اسباق کی تکمیل حضرت شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کروائی تھی، جبکہ بالکل یہی وہ سال ہے جو حضرت خواجہ خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی تصریح کے مطابق انہوں نے ڈابھیل میں گزارا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ایک سال قبل شعبان ۱۳۶۱ھ میں دارالعلوم دیوبند سے فراغت پا چکے تھے، لیکن اس سال ہنگاموں کی وجہ سے طلبہ کا سالانہ امتحان نہیں لیا جاسکا تھا، چنانچہ اس سال کے فضلاء نے آئندہ تعلیمی سال کے سالانہ امتحان میں شرکت کر کے سندِ فراغت حاصل کی (۱۱)، لہٰذا حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سند پر جو ۱۳۶۲ھ کا سن درج ہے، یہ سند کے اجراء کا سال ہے، دارالعلوم دیوبند سے فراغت کا سال نہیں۔

اور جہاں تک حضرت خواجہ خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے تعزیتی مکتوب میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت سے، حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ اپنا رشتہ بیان فرمانے کا تعلق ہے، تو اس سے صرف یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی پاکیزہ صحبت میں حاضری اور آپ کا ان سے اکتسابِ فیض ہوا ہے، البتہ اس کی صورت کیا تھی؟ یہ نکتہ قابلِ وضاحت ہے، جبکہ بتاریخ ۲۴ محرم الحرام ۱۴۲۶ھ مطابق ۶ / مارچ 2005ء کو بہاولپور میں ''شیخ الاسلام کانفرنس'' کے نام سے جو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ اور متوسلین کا ایک روح پرور اجتماع ہوا تھا، جس میں حضرت خواجہ خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف نہ لاسکے تھے، اس کانفرنس کے حوالے سے کانفرنس کے منتظم جناب مولانا مفتی محمد مظہر اسعدی صاحب دامت برکاتہم (مہتمم جامعہ اسعد بن زرارہ بہاولپور) کی حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے جو گفتگو ہوئی، باوثوق ذرائع کے مطابق اس میں حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے صرف دو دن سبق پڑھنے کا بتایا تھا؟ سوال یہ ہے کہ ان دو دن کے اسباق میں شرکت کا

موقع کب ملا؟ آیا مشکوٰۃ والے سال ڈابھیل جانے سے قبل دیوبند میں چند دن قیام کے دوران، یا اسی سال کے دوران حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی گرفتاری سے قبل ڈابھیل سے دیوبند آکر، یا پھر کسی اور موقع پر یہ سعادت نصیب ہوئی؟ یہ بات محتاجِ وضاحت ہے۔

۴۔ واضح رہے کہ مذکورہ بالا تمام بحث اس بات پر مبنی تھی کہ حضرت مولانا سید فخر الدین احمد مرادآبادی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے شوال ۱۳۶۱ھ سے شعبان ۱۳۶۲ھ مطابق اکتوبر ۱۹۴۲ء تا اگست ۱۹۴۳ء کے تعلیمی سال میں دارالعلوم دیوبند میں بخاری شریف پڑھائی، چنانچہ مذکورہ بالا حوالہ جات کے علاوہ ماہنامہ ندائے شاہی مرادآباد (ہندوستان) کے تاریخِ شاہی نمبر میں حضرت مولانا سید فخر الدین احمد مرادآبادی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرہ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے (۱۲)، لیکن حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان اس پر منطبق نہیں ہوتا، ان کی تحریر کے مطابق مولانا فخر الدین احمد مرادآبادی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس موقع پر صرف ایک ہی سال دارالعلوم دیوبند میں بخاری شریف پڑھائی، اور وہ ۱۳۶۳ھ کا سال تھا (۱۳)، چونکہ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان دنوں دارالعلوم دیوبند کے مہتمم تھے، اس لئے ان کی تحریر سے صرفِ نظر بھی نہیں کیا جا سکتا، جبکہ اس بیان کو درست تسلیم کرنے کی صورت میں ایک طرف تو ماقبل میں ذکر کردہ تمام حوالہ جات غلط ٹھہریں گے، دوسری طرف ساتھ ہی یہ سوال بھی اٹھے گا کہ شوال ۱۳۶۱ھ سے شعبان ۱۳۶۲ھ (مطابق اکتوبر ۱۹۴۲ء تا اگست ۱۹۴۳ء) والے تعلیمی سال دارالعلوم دیوبند میں بخاری شریف کس نے پڑھائی؟ بہرحال کتبِ تذکرہ وسوانح اور دارالعلوم دیوبند کی تاریخ سے متعلق ہمارے پیشِ نظر مصادر میں اس موقع پر خاصا ابہام اور تاریخوں میں اضطراب معلوم ہوتا ہے، شاید کوئی باخبر صاحبِ قلم دارالعلوم دیوبند کی سالانہ رودادوں اور مستند مصادر تک رسائی کے بعد اس ابہام کو دور کرنے کی سعی کریں، اور واضح نتیجہ سامنے لا سکیں۔

یہ ساری تاریخی کھچڑی حضرتِ اقدس خواجہ خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک استاذِ حدیث کے بارے میں ہے، جبکہ آپ کے تذکرہ نگاروں نے دیگر جن حضرات علماء کرام کو آپ کے اساتذہ میں شمار کیا ہے، ان کے بارے میں بھی کوئی ایسا واضح طرز اختیار نہیں کیا کہ جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ آپ نے کس استاذ سے کون کون سا مضمون یا کون کون سی کتاب پڑھی؟ چنانچہ یہ پہلو تا حال تشنۂ تکمیل معلوم ہوتا ہے، اسی طرح حضرتِ اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے ابتدائی سالوں میں جو درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا اس میں آپ کا اندازِ تدریس اور طرزِ تفہیم کیا تھا؟ اور اس میں آپ نے کون کون سے مضامین اور کون کون سی کتابیں پڑھائیں؟ خدا کرے کہ آپ کے باقاعدہ تلامذہ میں سے کوئی صاحبِ فکر ونظر اس پر مفصل کلام کر

کے اس درخشاں پہلو کو مزید اجاگر کرنے کی سعادت حاصل کریں۔آمین۔

گھڑیاں جدائی کی!

جب کبھی آپ کی صحبت کی چند ساعتیں نصیب ہوئیں، تو دل، آنکھیں اور روح سیراب وتروتازہ محسوس ہوئے، نصف صدی سے زائد عرصہ تک اس بحرِ بے کنار سے ہر ایک نے اپنے اپنے ظرف کے مطابق عنایات لوٹیں، صبح وشام جھولیاں بھریں، چاہنے والے نے جو چاہا اسے اس کی بساط سے زیادہ ملا، لیکن آج ہر ایک کو ''تنگیٔ داماں'' کا شدید احساس اور اپنی ''کم ظرفی'' کا رونا ہے۔

فروزاں ہے سینے میں شمعِ نفس
مگر تابِ گفتار کہتی ہے، بس!

حواشی وحوالہ جات

(۱) شاید ہمارے بعض نازک طبع بزرگوں کے لئے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے بارے میں، حضرت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ان اشعار کا اس موقع پر درج کرنا باعثِ گرانی ہو، لیکن بندہ کے خیال میں اس میں گرانی کی کوئی خاص وجہ نہیں ہے، کیونکہ: اُولاً: تو یہ بلا مبالغہ اپنے اُس حال کی حکایت ہے، اور اُس حال میں واقعۃً بندہ کی زبان پر یہ اشعار بے ساختہ جاری تھے۔ ثانیاً: بندہ کے ناقص خیال میں **''العبرۃ لعموم الألفاظ، لا لخصوص السبب''** کا فقہی واصولی ضابطہ لغت وادب میں بھی ملحوظ رہتا ہے، چنانچہ بہت پرانا دستور چلا آرہا ہے کہ شاعر تو کوئی شعر خاص اپنے محبوب یا ممدوح کے لئے کہتا ہے، بلکہ بعض اوقات اس کے نام یا صفت مثلاً لیلیٰ یا سعدیٰ یا سعاد وغیرہ کی تصریح بھی کردیتا ہے، لیکن چوٹی کے ادباء حسبِ موقع اس شعر کو اپنے ممدوح کے لئے استعمال کرتے نہیں چوکتے، چنانچہ عربی واردو ادب میں اس بے شمار مثالیں اہلِ نظر سے پوشیدہ نہیں ہیں۔

(۲) حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ انہی کلمات کے ساتھ بیعت فرمایا کرتے تھے، اور عام طور پر ان کلمات کو اپنی علاقائی زبان میں ایسے شیریں اور کانوں میں رس گھولتے لہجے میں اداء کرتے تھے کہ عجب حلاوت وطراوت رگ وپے میں اتر جاتی تھی، اور آخر میں جب یہ فرماتے کہ ''میرا دل کرتا ہے اللہ، اللہ، اللہ''، تو یکبارگی دل ایسے دھڑک اٹھتا تھا کہ یہ آواز دل کے آر پار ہوتی اور وہاں سے اٹھتی محسوس ہوتی تھی۔

(۳) فخر المحدثین حضرت مولانا سید فخر الدین احمد صاحب مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ، آپ کی ولادت ۱۳۰۷ھ مطابق ۱۸۸۹ء کو اجمیر (راجستھان) کے حسینی سیّد گھرانہ میں ہوئی، ابتدائی فارسی تعلیم گھر میں پائی، قرب وجوار کے مختلف اربابِ علم سے عربی کی ابتدائی اور متوسط کتب پڑھنے کے بعد دہلی جاکر معقولات پڑھیں، بعد ازاں ازہر الہند دار العلوم دیوبند کا رخ کیا، حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے داخلہ امتحان میں انعامی نمبرات سے نوازا، اور دورۂ حدیث کی کتب ایک سال کے بجائے دو سال میں پڑھنے کی ہدایت فرمائی، حسبِ ہدایت دو سال میں تکمیل کی جس میں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے بھرپور استفادہ کے ساتھ ساتھ علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے بھی خصوصی استفادہ کا موقع بھی ملا، اسی دوران معقولات وغیرہ

پڑھاتے بھی رہے، ۱۳۲۸ھ میں دورۂ حدیث سے فراغت پر مادرِ علمی دارالعلوم دیوبند ہی میں تدریس کے منتخب ہوئے، تاہم ایک سال کے بعد مدرسہ شاہی مرادآباد کی ضرورت کے پیشِ نظر اکابر دارالعلوم نے مرادآباد بھیج دیا، ۱۳۴۰ھ میں مدرسہ شاہی مرادآباد کی مسندِ صدارتِ تدریس پر فائز کیے گئے اور ۳۸ سال تک اسی منصب پر جلوہ افروز رہے، ۱۹۴۲ء میں جب حضرت شیخ الاسلام لانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ تحریکِ آزادی کے سلسلے میں الہ آباد جیل میں نظر بند کئے گئے تو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جگہ تدریسِ بخاری کے لئے آپ کو منتخب فرمایا، اسی طرح جب ۱۹۴۵ء میں الیکشن کے سلسلہ میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ۵ ماہ کی طویل رخصت لی تو بھی درسِ بخاری کے لئے نظرِ انتخاب آپ پر ٹھہری، ۱۳۷۷ھ میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے مرض الوفاۃ میں ایک بار پھر مرادآباد سے بلوا کر درسِ بخاری آپ کے سپرد کیا گیا، یہ بلاوا آخری ثابت ہوا، چنانچہ اسی سال حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد باقاعدہ شیخ الحدیث کے منصب پر فائز کئے گئے، پندرہ سال تک دارالعلوم دیوبند میں بخاری شریف پڑھاتے رہے، آخری پانچ سالوں میں صدارتِ تدریس کے فرائض بھی سرانجام دیئے۔

آپ بہت اونچے درجہ کے محدث تھے، آپ کا درسِ بخاری نہایت سلیس، مربوط اور محدثانہ شان سے بھرپور تھا، جس میں حضرت شیخ الہند اور علامہ کشمیری رحمہما اللہ دونوں استادوں کے رنگ کی آمیزش تھی، **''ایضاح البخاری''** کے نام سے آپ کے درسِ بخاری کے کچھ حصے مولانا ریاست علی بجنوری صاحب کے جمع وترتیب کے بعد مطبوع ہیں، آپ سے چند علمی تصانیف بھی یادگار ہیں، جن میں سے **''القول النصیح فیمایتعلق بتراجم أبواب الصحیح''** مطبوع اور خاص طور پر قابلِ ذکر ہے، جمعیۃ العلماء ہند اور کانگریس کی تحریکوں میں برابر حصہ لیتے رہے، حضرت مدنی رحمہ اللہ کے انتقال کے بعد آپ ہی کو جمعیۃ العلماء ہند کا صدر منتخب کیا گیا۔

۲۶ صفر ۱۳۹۲ھ مطابق ۶/ اپریل ۱۹۷۲ء جمعرات کی شب بعمر پچاسی سال، مرادآباد میں انتقال ہوا، نمازِ جنازہ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی، اس فخرِ علم ودین کو مرادآباد کے محلّہ لالباغ کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔

مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمایئے:

(الف) تاریخ دارالعلوم دیوبند، مؤلفہ: حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ، ص ۱۰۷ و ۱۱۰، مطبوعہ دارالاشاعت کراچی، طبع اول ستمبر ۱۹۷۳ء۔ (ب) تاریخ دارالعلوم دیوبند، مرتبہ سید محبوب رضوی، ۲/ ۲۱۲ تا ۲۱۵، مطبوعہ ادارۂ اسلامیات لاہور، طبع اول ۱۴۲۶ھ۔ (ج) مقالہ مولانا محمد سلمان بجنوری صاحب، استاذِ ادب، جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد، تاریخِ شاہی نمبر، ماہنامہ ندائے شاہی مرادآباد، ص ۳۲۹ تا ۳۴۱، جلد ۴، شمارہ ۱۱-۱۲، نومبر ودسمبر ۱۹۹۲ء، جمادی الاولیٰ والثانیۃ ۱۴۱۳ھ۔ (د) حضرت شیخ الحدیث اور اُن کے خلفاء کرام، ۲/ ۱۷۴ تا ۱۷۸، تالیف ونشر مولانا محمد یوسف متالا صاحب، دارالعلوم العربیۃ الاسلامیۃ، بری، انگلینڈ، بدون تاریخ۔

(۴) ماہنامہ بینات کراچی، اشاعتِ خاص بیادِ حضرت مولانا سید یوسف بنوریؒ، ص ۵۲۳، شمارۂ محرم الحرام تا ربیع الاول ۱۳۹۸ھ، وعلامہ بنوری نمبر، ہفت روزہ خدام الدین لاہور، ص ۸۹، یکے از مطبوعاتِ انجمن خدام الدین، دروازہ شیرانوالہ، لاہور، ۱۳۹۸ھ۔ اسی سے معلوم ہوا کہ جن حضرات نے حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے

اساتذۂ حدیث میں شمار کیا ہے، وہ ظن وتخمین پر مبنی ہے، کہ اگر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ سے یہ نسبت بھی حاصل ہوتی تو کوئی وجہ نہیں تھی کہ حضرت اس موقع پر حدیث میں شاگردی کی عالی نسبت کو چھوڑ کر عربی ادب میں استفادہ کی نسبت پر اکتفاء فرماتے۔

(۵) تقویمِ تاریخی، ص ۳۴۰، مرتبہ عبدالقدوس ہاشمی، مطبوعہ ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، طبع دوم ۱۴۲۱ھ۔

(۶) ملاحظہ فرمائیے: چراغِ محمد، ص ۳۳۲ تا ۳۴۴، مؤلفہ: حضرت مولانا قاضی زاہد الحسینی صاحب، مطبوعہ دارالارشاد اٹک، طبع اول رجب ۱۴۱۵ھ، وتذکرۂ شیخ مدنی، ص ۱۷۳ تا ۱۷۹، مرتبہ مولوی راشد حسن صاحب عثمانی، مطبوعہ کتب خانہ راشد کمپنی، دیوبند، بدون تاریخ، وتاریخ دارالعلوم دیوبند، ۱/ ۳۰۶ تا ۳۱۱، مرتبہ سید محبوب رضوی، مطبوعہ ادارۂ اسلامیات، لاہور، طبع اول ۱۴۲۶ھ۔

(۷) مجلّہ المصطفیٰ بہاولپور، امامِ اہلِ سنت نمبر، شمارۂ رجب، شعبان ۱۴۳۰ھ، سلسلۂ اشاعت نمبر ۱۷۔۱۶، ص نمبر ۳۶۹، مطبوعہ دارالعلوم مدنیہ، ماڈل ٹاؤن، بہاولپور۔

(۸) ماہنامہ الشریعۃ گوجرانوالہ، جلد ۲۱، شمارہ نمبر ۶، جون ۲۰۱۰، صفحہ نمبر ۴، مطبوعہ الشریعہ اکیڈمی، گوجرانوالہ۔

(۹) مجلّہ المصطفیٰ بہاولپور، امامِ اہلِ سنت نمبر، شمارۂ رجب، شعبان ۱۴۳۰ھ، سلسلۂ اشاعت نمبر ۱۷۔۱۶، ص نمبر ۱۴۔۱۳، مطبوعہ دارالعلوم مدنیہ، ماڈل ٹاؤن، بہاولپور، وماہنامہ الشریعۃ گوجرانوالہ، جلد ۲۰، شمارہ ۷۔۱۰، جولائی۔ اکتوبر ۲۰۰۹ء، خصوصی اشاعت بیادامامِ اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ، ص ۲۴ تا ۲۷، مطبوعہ الشریعہ اکادمی گوجرانولہ۔

(۱۰) ملاحظہ فرمائیے: ماہنامہ الشریعہ محوّلہ بالا کے آخر میں حضرت کی سند کا عکس۔

(۱۱) ماہنامہ الشریعۃ گوجرانوالہ، اَیضاً، ص ۲۷۔

(۱۲) ماہنامہ ندائے شاہی مرادآباد، ص ۳۳۰، اَیضاً۔

(۱۳) تاریخِ دارالعلوم دیوبند، ص ۱۱۰، مؤلفہ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مطبوعہ دارالاشاعت کراچی، طبع اُول ۱۹۷۲ء۔

﴿ختم شد﴾

محمد احمد رضا

فاضلِ درسِ نظامی از دارالعلوم فیصل آباد،

تخصص فی الحدیث از جامعہ علومِ اسلامیہ، بنوری ٹاؤن کراچی،

وتخصص فی الافتاء از جامعہ دارالعلوم کراچی۔

پتہ برائے مراسلت: مکان نمبر ۲۷، گلی نمبر ۲۰، بلاک ''Y''، نیو سیٹلائٹ ٹاؤن، سرگودھا۔

موبائل: 0300-9194932, 0301-5087734

ای میل ایڈریس: raqimriza@yahoo.com

مولانا صاحبزادہ زاہد محمود قاسمی

شیخ المشائخ......اور......مولانا ضیاء القاسمی رحمہ اللہ

شیخ المشائخ ولی کامل حضرت خواجہ خان محمد رحمہ اللہ کی وفات کی خبر امت مسلمہ خصوصا پاکستان کے مسلمانوں کے لیے نہایت ہی المناک اور اندوہناک صدمے کا باعث بنی۔ خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف کے سجادہ نشیں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب کی شخصیت ہردلعزیز رہی، اور ہمارے والدمحترم حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمہ اللہ کے ساتھ حضرت خواجہ صاحب انتہائی محبت اور شفقت فرماتے تھے۔ 1984ء میں ختم نبوت کی تحریک میں اکثر مشاورت کی میٹنگیں بیت قاسمی غلام محمد آباد فیصل آباد میں ہوا کرتی تھیں اور اس کی صدارت حضرت خواجہ خان محمد رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے۔ مولانا تاج محمود رحمہ اللہ اور دیگر اکابرین کی یادیں آج بھی ہمارے ذہنوں میں نقش ہیں۔ ہماری مرکزی جامع مسجد گول غلام محمد آباد کا سنگ بنیاد بھی حضرت خواجہ خان محمد رحمہ اللہ نے رکھا۔ انٹرنیشنل ختم نبوت اکیڈمی فیصل آباد کے بھی آپ سرپرست تھے اور اسی طرح ممتاز علمی ادارہ جامعہ قاسمیہ کے بھی آپ سرپرستی فرماتے تھے۔ ہمارے والدمحترم حضرت مولانا ضیاء القاسمی رحمہ اللہ کو یہ اعزاز حاصل ہے شیخ المشائخ حضرت خواجہ خان محمد رحمہ اللہ نے ختم نبوت کانفرنس سیالکوٹ میں اپنی پگڑی اتار کر مولانا ضیاء القاسمی کے سر پر باندھ دی اور پیشانی پر بوسہ دیا۔ اسیطرح 1985ء میں پہلی ختم نبوت کانفرنس میں مولانا ضیاء القاسمی کی پیشانی پر بوسہ دیا اور ان کی دستار بندی فرمائی۔ 2000ء میں ہمارے والدمحترم مولانا ضیاء القاسمی رحمہ اللہ، صاحبِ فراش تھے۔ حضرت خواجہ خان محمد رحمہ اللہ اپنے بڑھاپے اور علالت کے باوجود ہمارے والدمحترم مولانا ضیاء القاسمی کی عیادت کے لیے ’’بیتِ قاسمی‘‘ فیصل آباد تشریف لائے اور مولنا ضیاء القاسمی نے کھڑے ہوکر ان کا استقبال کیا۔ اور خواجہ خان محمد رحمہ اللہ نے خصوصی دعا کروائی یہ دعا کا منظر تاریخی تھی اس کمرے میں موجود ہر شخص کی آنکھوں میں آنسو تھے اور ایسا محسوس ہو رہا تھا اس دعا کا ایک ایک جملہ عرش کو چھو رہا ہے اور اللہ کی رحمتوں کا نزول ہو رہا ہے خواجہ خان محمد رحمہ اللہ کی جدائی بڑی شدت سے ہم محسوس کر رہے ہیں بہر حال یہی دنیا کا دستور ہے اور ہمارے رب کا بھی یہی اعلان ہے **کل نفس ذائقۃ الموت** موت کا ذائقہ ہر نفس نے چکھنا ہے اور ہر انسان کو ایک دن اس دنیا سے جانا ہے شیخ المشائخ کی زندگی سے اندازہ ہوتا ہے اللہ تعالی نے آپ کو دین اسلام کی خدمت

خصوصا عقیدہ تحفظ ختم نبوت اور مسلمانوں کے تحفظ اور اصلاح کے لیے منتخب فرما تھا آپ ایک ممتاز عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ بہت ہی عظیم مربی روحانی شخصیت اور اکابر واسلاف کی یادگار تھے۔سنت نبوی ﷺ پر ایسے پختہ گویا کہ یہی آپ کی زندگی کا سرمایہ تھا موجودہ پرفتن دور میں آپ کی شخصیت ایک سایہ دار شجر کی مانند تھی تزکیہ اور اصلاح کے ساتھ حضرت خواجہ خان محمد رحمہ اللہ پوری دنیا میں پھیلنے والے فتنوں کا بھی تعاقب کرتے تھے ہمیشہ مسلمانوں کے ایمان کو نقصان پہنچانے والے فتنوں کے سدباب کے لیے گرانقد خدمات انجام دیں عقیدہ تحفظ ختم نبوت کے لیے آپ کی خدمات کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے آپ کی امارت میں علماء نے ملکی اور عالمی سطح پر مسلمانوں کو نبوت کے جھوٹے دعویداروں سے آگاہ کرنے اور مسلمانوں میں عقیدہ ختم نبوت اجاگر کرنے کے لیے عظیم خدمات سرانجام دیں۔ہماری دعا ہے اللہ رب العزت ان کے مشن کو جاری رکھنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔آخر میں ہم حضرت خواجہ خان محمد رحمہ اللہ کے تمام پسماندگان مریدین متوسلین اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی قیادت سے حضرت کی رحلت پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے دعا گو ہیں اللہ تعالی ہم سب کو صبر جمیل عطا فرمائے۔اور ہم سب عہد کرتے ہیں عقیدہ تحفظ ختم نبوت کا جو مشن حضرت خواجہ خان محمد رحمہ اللہ جہاں چھوڑ کر گئے ہیں ہم اس کو آگے بڑھائیں گے اور ختم نبوت کے پرچم کو کسی صورت سرنگوں نہیں ہونے دیں گے۔اور آخر میں مجلّہ ''صفدر'' گجرات کے منتظمین کو حضرت خواجہ خان محمد رحمہ اللہ کے بارے میں خصوصی ایڈیشن شائع کرنے پر دل کی گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

والسلام......صاحبزادہ زاہد محمود قاسمی

مہتمم جامعہ قاسمیہ فیصل آباد خطیب مرکزی جامع مسجد گول فیصل آباد

مرکزی سیکرٹری جنرل انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ پاکستان

0321-6694141

سلام مسنون کے بعد عرض ہے کہ بندہ سیدی و مرشدی و قطب عالم حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ کی وفات پر تعزیت کیلئے خانقاہ سراجیہ حاضر ہوا ہے حضرت اقدس کی ذات بابرکت عالم کیلئے باعث رحمت تھی ان کا اس دار فانی سے جانا پوری امت کے لیے بہت بڑا خلا ہے حضرت صاحب کا ہمارے ساتھ خصوصی شفقت والا معاملہ تھا اللہ تعالی ان کی برکات واقعات سے ہمارے دلوں کو منور فرمائے۔

نعیم اللہ خان شاہانی......بھکر......سابق صوبائی وزیر پنجاب

مولانا شاہ نواز فاروقی

اک جامع اور ہر دلعزیز شخصیت

یہی ہیں جن کے سونے کو فضیلت ہے عبادت پر
انہیں کے اتقاء پر ناز کرتی ہے مسلمانی
انہیں کی شان کو زیبا نبوت کی وراثت ہے
انہیں کا کام ہے دینی مراسم کی نگہبانی
رہیں دنیا میں اور دنیا سے بے تعلق ہوں
پھریں دریا میں اور ہرگز نہ کپڑوں کو لگے پانی

قطب وقت مخدوم زماں امام اولیا اسوۃ الصلحاء خواجہ خواجگان حضرت خان محمد صاحب نور اللہ مرقدہ فاضل دیو بند۔ یوں تو اک جامع الصفات شخصیت تھے جسے اللہ تعالیٰ نے ظاہر و باطنی تمام خوبیوں سے آراستہ کیا تھا آپ شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاوی' حضرت مولانا اعزاز علی' شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی' حضرت مولانا سید بدر عالم اور محدث العصر حصرت علامہ محمد یوسف بنوری (نور اللہ مرقدھم) جیسے جبالِ علم سے فیض یاب' مستند عالم' افہام و تفہیم کی دولت سے مالا مال بہترین مدرس اور عمیق الرائے و دقیق النظر فقیہ بھی تھے مگر آپ کی زیادہ شہرت ایک سجادہ نشین اور پیر طریقت کے طور پر تھی کیونکہ آپ نہ صرف تصوف وسلوک کے اسرار ورموز سے آشنا اور سلسلہ نقشبندیہ کے بلند پایا شیخ ہی تھے بلکہ علم تصوف وسلوک کے ایسے ثقہ و مستند شارح بھی تھے جن کی خدمت میں بڑے بڑے جبال علم حاضر ہو کر روح وقلب کی تسکین پاتے اور تصوف وسلوک کی پیچیدہ گتھیاں سلجھاتے آپ جیسے صاحب علم اور شریعت و طریقت کے جامع صوفیوں کے دم قدم سے ہی آج تصوف وسلوک کا یہ جہان آباد ہے۔ آپ کی حیات مستعار صبر وسخاوت' فقر وسیاحت' تسلیم ورضا اور سادہ لباس کی آئینہ دار تھی اور یہی چیزیں بقول حضرت جنید بغدادی بناء تصوف ہیں۔ آپ خوف خدا اتباع مصطفیٰ اور مخالفت نفس و ہوا کی عملی تصویر تھے جو علم تصوف و سلوک کا خلاصہ اور نچوڑ ہیں۔ (کشف الحقیقت عن مسائل المعرفۃ)

حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ ہمہ وقت ذکر الٰہی میں مصروف' خاموش اور دعا گو صوفی و بزرگ تھے البتہ آپ

کی خاموشی اور توجہ سے ہی مریدین کی زندگیوں کی کایا پلٹ جایا کرتی تھی آپ کو نقشبندیہ مجددیہ، قادریہ، چشتیہ اور سہروردیہ سلاسل اربعہ کی خلافت عطاء ہوئی اور 65 مرتبہ آپ نے حج بیت اللہ شریف کی سعادت کو حاصل کیا۔

حضرت خواجہ صاحب مختلف مکاتب فکر کے علماء کی نظر میں:

1974ء میں حضرت خواجہ خان محمد صاحب نوراللہ مرقدہ کو تمام مکاتب فکر کی مشترکہ مجلس عمل ختم نبوت کا سربراہ مقرر کیا گیا نیز اس کے علاوہ بھی متعدد بار مختلف مکاتب فکر کے جید علماء کرام اور دینی جماعتوں نے ان کی قیادت میں متحد ہو کر ختم نبوت کے تحفظ کیلئے مشترکہ جدوجہد کی۔ آپ دیوبندی مکتبہ فکر کی مختلف جماعتوں اور حلقوں میں نکتۂ اتحاد کی حیثیت سے دیکھے جاتے تھے۔ دیوبندی مکتبۂ فکر کی داخلی گروہ بندیوں میں جب بھی کسی مسئلہ پر سب کو اکٹھا کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی تو آپ نے اس میں مرکزی کردار ادا کیا اور بالآخر آپ ہی کی ذات گرامی وجہ اتحاد قرار پئی آپ کو نہ صرف دیوبندی مکتبہ فکر میں بلکہ دیوبندی مکتبہ فکر سے ہٹ کر دیگر مکاتب فکر کے درمیان بھی یہ حیثیت حاصل تھی دیوبندی، بریلوی اور اہل حدیث مکاتب فکر کے علماء کرام اور جماعت اسلامی کے سرکردہ حضرات نے متعدد بار ان کی قیادت میں تحریک ختم نبوت میں مشترکہ جدوجہد کی۔

بالآخر 5 مئی 2010ء کو پوری امت کا درد اور غم اپنے سینے میں لئے آپ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ انا لله و انا اليه راجعون۔ آپ کی وفات حسرت آیات پر آسمان وزمین گریہ کناں ہیں، ذکر کے حلقے ویران اور تصوف کی مجالس اداس، متعدد دینی جماعتیں اور مذہبی حلقے اپنے آپ کو یتیم محسوس کر رہے ہیں۔

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی　　اک شخص سارے جہاں کو ویران کر گیا

اللہ تعالیٰ حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ کی جملہ حسنات کو قبول اور کوتاہیوں سے درگزر فرمائیں اور تمام متعلقین و پسماندگان کو صبر جمیل اور آپ کی حسنات کا سلسلہ جاری رکھنے کی توفیق بخشیں آمین یارب العالمین!

سب فراق میں بجھے ہوئے چراغوں کو
تیرے خیال کی لو سے جلا رہا ہوں
تیرے خیال کو دنیا میں جلوہ گر ہو کر
تیرے فراق کو ارماں بنا رہا ہوں

از قلم: محمد شاہنواز فاروقی۔ فاضل ومدرس: جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ 0300-6408702

مولانا رشید احمد الحسینی

علمائے دیوبند کے سچے عاشق وترجمان، خواجۂ خواجگان

حضرۃ خواجہ خان محمد......فتنوں کے تعاقب میں

حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ سے ملاقات کا شرف بندہ کو چند بار نصیب ہوا۔ پہلی ملاقات جو خانقاہ شریف میں نصیب ہوئی۔ حضرت نے بڑی شفقت فرمائی، بہت توجہ سے نوازا۔ لیکن ملاقات کے بعد وہاں موجود احباب کے تعجب نے مجھے حیرت میں ڈالا کہ قریباً ہر شخص مجھ سے پوچھ رہا تھا کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ میں حیران ہونے کے ساتھ پریشان بھی ہوگیا کہ اتنے حاضرین میں سے صرف مجھے ہی کیوں مشکوک سمجھ کر اتنی تحقیق کی جارہی ہے؟ بعد میں ایک صاحب سے پوچھ بھی لیا، تو حیرت و پریشانی خوشی ومسرت میں تبدیل ہوگئی۔ معلوم ہوا اور پھر مشاہدہ بھی کہ حضرت خواجہ صاحب گفتگو میں انتہائی اختصار فرماتے ہیں۔ کہ تصوف کے جہاں میں جو قلت کلام کی اصطلاح سنی تھی اس پر اس حد تک عامل حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ ہی کو پایا۔

اس سے پہلے کہ قارئین کرام حیرت کی حد سے نکل کر پریشانی کی حد میں داخل ہوں، اپنی حیرت کو ذکر کیے دیتا ہوں کہ قریبا بیس پچیس منٹ کی ملاقات میں حضرت بندہ کے ساتھ مسلسل گفتگو ہی فرماتے رہے۔ بندہ نے شروع میں اتنا ہی عرض کیا تھا کہ بندہ کا اصلاحی تعلق وکیل صحابہ قائد اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نور اللہ مرقدہ سے ہے۔

حضرت خواجہ صاحب نے خود ہی اپنے دورۂ حدیث شریف سے متعلق فرمایا کہ:

> ''جس سال میں دورہ میں تھا شیخ العرب والعجم حضرت سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ جیل میں تھے۔ میرے دورہ کے اساتذہ میں شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحب اور مولانا محمد ابراہیم صاحب رحمہما اللہ بلیاوی ہیں۔''

پھر تصوف سے متعلق ارشادات فرماتے ہوئے فرمایا کہ:

''حضرات مشائخ دیوبند میں اکثریت چشتیہ سلسلہ پر عامل ہے اگر چہ اجازت ان کو سلاسل اربعہ میں ہوتی ہے۔ ہمارے ہاں نقشبندیہ سلسلہ ہے۔'' بہرحال ملاقاتوں کا حال ان شاء اللہ تعالیٰ پھر کبھی موقع ملا تو لکھوں گا۔

حضرت خواجہ خواجگان رحمۃ اللہ علیہ کی مسلکی پختگی اور تصلب سے متعلق چند حقائق عرض کرنا ہیں۔دیو بندیت کے نام سے حلقۂ دیو بند میں انتشار ڈالنے کیلئے اور ایک مضبوط مذہبی دینی حصار کو کمزور کرنے کیلئے جو چند ایک فتنے شروع کیے گئے (اور ان فتنوں کے بانی شعوری یا لاشعوری طور پر دیو بندیت کو نقصان پہنچانے کا سبب بنے) ان میں فتنہ انکار حیات، فتنہ مدحِ یزید اور فتنہ خارجیت (مختلف ذیلی شاخوں کے ساتھ) سرفہرست ہیں۔

فتنہ انکارِ حیات النبی کا تعاقب:

فتنہ بظاہر بڑا ہو یا چھوٹا، بہر حال فتنہ ہوتا ہے اور ہمارے اکابر حضرات علماء ومشائخ دیو بند الحمد للہ فتنین لوگوں کی چالوں سے سادہ لوح مسلمانوں کے ایمان بچانے کیلئے ہر قسم کی کوششیں فرماتے رہے اور ہمیشہ ''جلبِ منفعت'' سے زیادہ ''دفعِ مضرت'' ان کے پیش نظر رہی۔جب فتنہ انکار حیات النبی شروع ہوا تو وکیل صحابہ قائد اہل سنت امام المتکلمین مظہر شریعت وطریقت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نور اللہ مرقدہ [شاگرد رشید وخلیفہ:شیخ العرب والعجم حضرت مدنی رحمہ اللہ] نے تقریر وتحریر کے ذریعے اس فتنے کا تعاقب کیا اور کئی اکابرین نے باقاعدہ کتب لکھ کر اس فتنہ کے آگے بند باندھا۔امام الزاہدین والعارفین شیخ القرآن والحدیث حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب رحمۃ اللہ علیہ [شاگرد رشید:شیخ العرب والعجم حضرۃ مدنی رحمہ اللہ وخلیفہ اعظم:شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمہ اللہ] نے ''رحمت کائنات'' جیسی عظیم کتاب لکھی۔جسکا مخالفین آج تک جواب نہ دے سکے۔اور محبین پڑھنے والوں کی اکثریت کو کتاب پڑھ کر خاتم الانبیاء والمرسلین، نبی الانبیاء والمرسلین جانِ دو عالم، روحِ دو عالم، رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت نصیب ہو چکی ہے۔

مفکر اسلام، عظیم سکالر، مناظر اسلام، حضرت مولانا علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب مدظلہ [فاضل دیو بند] نے ''مقام حیات'' لکھی جسے پڑھ کر کئی مخالفین اور منکرین ہدایت پا چکے ہیں۔

اور شیخ القرآن والحدیث امام اہل سنت حضرت مولانا سرفراز خان صاحب صفدر رحمۃ اللہ علیہ [شاگرد رشید:شیخ العرب والعجم حضرۃ مدنی رحمہ اللہ وخلیفہ اعظم رئیس المفسرین امام الموحدین حضرت مولانا حسین علی صاحب رحمہ اللہ (مصنف کتاب ''تحفہ ابراہیمیہ'')] نے جمعیۃ علمائے اسلام کے اکابر کے حکم پر ''تسکین الصدر'' جیسی لاجواب کتاب تحریر فرمائی۔باقی اکابر بزرگ بھی تقریراً تحریراً اس غلیظ فتنے کا رد فرماتے رہے۔

حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ نے بھی متعدد بار امت کو اس فتنے سے آگاہ فرمایا۔ یہاں ہم حضرت کا ایک خط نقل کررہے ہیں جو انہوں نے ملک حاکم خان صاحب کو تحریر فرمایا

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات ۔

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ کی طرف سے

ملک حاکم خان صاحب۔مکرمی۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

قرون اولیٰ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے لیکر آج تک جمیع علماء کرام کا اجماعی طور پر حیات النبی کے متعلق جو عقیدہ ہے وہ یہ ہے کہ حضرت اقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ سلم اور سب انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام وفات کے بعد اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے ابدان مقدسہ بعینہا محفوظ ہیں اور جسد عنصری کے ساتھ عالم برزخ میں انکو حیات حاصل ہے اور حیات دنیوی کے مماثل ہے صرف یہ ہے کہ احکام شرعیہ کے وہ مکلّف نہیں ہیں روضہ اقدس پر جو درود شریف پڑھے وہ بلا واسطہ سنتے ہیں اور سلام کا جواب دیتے ہیں حضرات دیوبند کا بھی یہی عقیدہ ہے اب جو اس مسلک کے خلاف کرے اتنی بات یقینی ہے کہ اس کا اکابر دیوبند کے مسلک سے کوئی واسطہ نہیں ہے جو شخص اکابر دیوبند کے مسلک کے خلاف رات دن تقریریں بھی کرے اور اپنے آپ کو دیوبندی بھی کہے یہ بات کم ازکم ہمیں تو سمجھ نہیں آتی اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراط مستقیم اور اکابر دیوبند کے مسلک پر صحیح پابند بنا کر استقامت نصیب فرمائے آمین ۔

والسلام......فقیر خان محمد عفی عنہ......خانقاہ سراجیہ

اس خط میں جہاں حضرت نے اس عقیدہ مبارکہ کی تفصیل اور اجماعی ہونے کا ذکر فرمایا ہے،، وہاں آخر میں مار آستیں قسم لوگوں سے بھی خبردار کرتے ہوئے فرمایا:

''جو شخص اکابر دیوبند کے مسلک کے خلاف رات دن تقریریں بھی کرے اور اپنے آپ کو دیوبندی بھی کہے یہ بات کم ازکم ہمیں تو سمجھ نہیں آتی۔''

یہاں حضرت نے سادہ لوح سنی دیوبندی عوام کو سمجھایا کہ ایسے لوگوں کا دیوبندیت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔اس خط کی سطر سطر کتنے حقائق سے آگاہ کررہی ہے۔عیاں راچہ بیاں۔اس بات کو ہم حضرت ہی کی اس دعا پر ختم کرتے ہیں کہ:

''اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراط مستقیم اور اکابر دیوبند کے مسلک پر صحیح پابند بنا کر استقامت نصیب فرمائے۔آمین۔''

فتنہ مدحِ یزید کا تعاقب:

فتنہ مدح یزید پر بھی حضرت نے کئی بار ضرب لگائی اور وکلاءِ یزید پلید کو سمجھانے کی پوری سعی فرمائی

ہے۔ ہر گل رارنگ وبود یگر است ۔ ہر بزرگ کا اپنا انداز اور اپنا طریقۂ اصلاح وعلاج ہوتا ہے۔کوئی آپریشن کے ذریعے فاسد مادہ (غلط عقائد) نکالتا ہے۔اور کوئی زخم کو مرہم سے مندمل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔نیت ہرایک کی اصلاح ہی کی ہوتی ہے۔کبھی تو خود مریض بھی شفا پاتا ہے ورنہ دوسروں کو اس کے مرض سے بچانے کیلئے مرض کی نشاندہی کی جاتی ہے۔ساتھ مریض کا تعارف بھی کئی جگہ ضروری ہوتا ہے۔تا کہ اسکے جراثیم کو بڑھنے سے روکا جائے۔ یہاں بھی عبدالرحمٰن صاحب کے نام ہم حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ کا پورا خط نقل کر رہے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم.بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات ۔

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ کی طرف سے

جناب عبدالرحمٰن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

مطالعہ فرماویں

کہ آپ کا گرامی نامہ ملا۔عدل وانصاف اور رعایا کے مال وجان وعزت وآبرو کی حفاظت وقت کے ہر حکمران کے ذمہ لازم ہے۔اور لازم رہی ہے۔جو حکمران اپنی رعایا میں عدل وانصاف قائم نہیں رکھ سکتا اور ظلم وستم اور جور جبر کو نہیں روک سکتا۔سارے کا سارا ظلم وستم اور نا انصافی جو اس کے ملک میں روا رکھا جائے گا اُس کا وہ پوری طرح ذمہ دار اور حصہ دار ہے۔

تمام اہل حق امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیمات والتحیۃ کے نزدیک اُس وقت حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ساری امت میں افضل اور بہترین تھے۔لہٰذا جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ یزید اور اس کے کارپردازوں کی طرف سے اُن کو میدان کربلا میں انتہائی سفا کی سے تختۂ مشقِ ظلم وستم بنانا اور امام عالی مقام رضی اللہ عنہ اوران کے رفقاء کرام کو ناحق قتل کرنا ایسا گھناؤنا جرم ہے جس کا یزید پوری طرح ذمہ دار بلکہ حصہ دار ہے۔لہٰذا اہل حق کی جماعت نے یزید کو کافر تو قرار نہیں دیا۔لیکن اس سے کم درجے کا مجرم مختلف عنوانات سے اس کو ضرور قرار دیا ہے۔بعض نے فاسق وفاجر کہا ہے۔بعض نے بے دولت وبے نصیب کہا ہے۔اور بعض نے اس سے بھی زیادہ سخت تر الفاظ میں اسکی مذمت کی ہے۔

بہر حال یہ جان لینا چاہیے کہ حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں یزید کو بہتر اور برحق سمجھنے والا اپنے خاتمہ بالخیر کی توقع نہ رکھے۔

فقط......والسلام......۲۹ محرم الحرام

باقی ہدایت تو میرے رب کے پاس ہے۔ جو لوگ قرآن وحدیث میں تاویلیں تلاش کرتے ہیں انہیں کسی بزرگ کی بات کیا سمجھ آئیگی! ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے اکابر نے قرآن وحدیث کو صحیح سمجھا ہے اور

ہمیں صحیح سمجھایا ہے۔ باقی پسند اپنی اپنی نصیب اپنا اپنا۔ ہمیں امام عالی مقام حضرت حسین رضی اللہ تعالی عنہ سے محبت ہے اور دعا ہے کہ اللہ رب العزت قیامت میں حشر ان کے ساتھ فرمائے۔ آمین۔ کیا محبین یزید، یزید کے ساتھ حشر کے لیے دعا مانگ سکتے ہیں؟ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

حضرت کے حوالہ سے ایک یزیدی وکیل صاحب نے امت کو دھوکہ دینا چاہا اور غالبا حضرت کی خاموش طبیعت اور مزاج سے ناجائز فائدہ اٹھانا چاہا اور اپنے غلط وباطل نظریات کو حضرت کے نظریات ثابت کرنے کے لیے غلط بیانی اور دھوکہ دہی سے کام لیا کہ:

’’میں یہ مضمون (بلکہ بالفاظ دیگر یزید کی وکالت وصفائی) حضرت کے حکم سے لکھ رہا ہوں۔‘‘

لیکن جلد ہی اُسے اپنی اس کذب بیانی اور دھوکہ دہی سے رجوع کرنا پڑا جو یقیناً حضرت کی سرزنش کے بعد ہی ہوا ہوگا۔ یہ وکیل یزید قاضی شمس الدین ’’درویش‘‘ گاؤں کے رہائشی تھے۔ ان کے بارہ میں بندہ کے والد بزرگوار مجاہد اہل سنت حضرت مولانا حافظ محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ نے چند اشعار لکھے تھے جن میں ایک یہ تھا

یا الٰہی تیرہ باطن خارجی درویش کو
گر نہیں توفیقِ توبہ ختم کر اس نیش کو

دوسرے یا تیسرے دن اطلاع آئی کہ قاضی درویش صاحب فوت ہوگئے ہیں۔

قاضی درویش صاحب کو اپنی کذب بیانی سے رجوع بایں الفاظ کرنا پڑا:

’’لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضرت اقدس نے اس مضمون کے متعلق فقیر کو ایک حرف بھی ارشاد نہیں فرمایا۔‘‘

حالانکہ پہلے قاضی درویش صاحب نے یہ لکھا تھا:

’’یہ مضمون حضرت اقدس مولانا خان محمد صاحب دامت معالیھم کے حکم خاص اور ارشاد پر لکھا گیا۔‘‘

دونوں عبارتیں پڑھیے اور خود فیصلہ کیجئے! ع ہم عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

ولی را ولی مے شناسد:

وکیل صحابہ حضرت قاضی مظہر حسین صاحب رحمہ اللہ نے کیسی پیاری بات ارشاد فرمائی:

’’میں پہلے بھی مطمئن تھا کہ حضرت مولانا خان محمد صاحب [صدر: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت] اکابر دیو بند اور جمہور اہل سنت کے مسلک کے متبع ہیں۔ لیکن قاضی شمس الدین صاحب کے اس مکتوب سے وہ لوگ

بھی مطمئن ہو جائیں گے جو کسی شبہ میں مبتلا ہو گئے ہوں گے۔''

[ماہنامہ حق چار یار، ص۳۴ جلد۳ شمارہ۱۔۲]

وکیل صحابہ حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ نے ہی سنی قوم کو بھولا ہوا سبق ''حق چار یار'' پھر یاد کرایا کہ رافضی اور خارجی اپنے مذموم عقائد ونظریات، مختلف حیلے بہانوں سے سادہ لوح سنی مسلمانوں میں پھیلا رہے تھے۔ جس سے کتنے ہی عوام بلکہ خواص یعنی علماء تک ان فتنوں کا شکار ہو رہے تھے۔ حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ نے ''حق چار یار'' کے گرز سے ان فتنوں کو پاش پاش فرمایا۔ سنی مسلمانوں نے اس نعرہ کو جو صرف نعرہ نہیں بلکہ صحیح سنی عقیدہ کا اظہار حق ہے اپنا وظیفہ بنالیا۔

حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ ہمارے علاقہ چھچھ میں ایک دینی ادارہ ''دارالعلوم اٹک'' کا سنگ بنیاد رکھنے کیلئے تشریف لائے۔ حضرت کو یکے بعد دیگرے تین اینٹیں پیش کی گئیں۔ حضرت خواجہ صاحب نے خاموشی سے رکھ دیں۔ چوتھی اینٹ رکھتے ہوئے حضرت نے حقیقت حقہ کا اظہار فرمایا وہ ان کی بصیرت کا بھی عجب اظہار تھا کہ وہیں کھڑے کچھ لوگ بوجوہ ''حق چار یار'' کے نعرہ سے بدکتے تھے۔ حضرت نے چوتھی اینٹ رکھتے ہوئے باآواز بلند فرمایا ''حق چار یار''۔ یقیناً حضرت خواجہ صاحب کا تو یہی عقیدہ تھا باقیوں کی اصلاح اور بعضوں کی اطلاع کے لیے حضرت نے بلند آواز سے ''حق چار یار'' فرمایا۔ دعا ہے اللہ رب العزت حضرت خواجہ صاحب کو اپنے جوارِ رحمت میں بلند ترین مقام نصیب فرمائیں اور ہم تمام پسماندگان کو صبر جمیل نصیب فرما کر حضرت کے چھوڑے اور بتائے ہوئے مشن کو نبھانے کی توفیق نصیب فرمائے۔ حضرت انور صابری مرحوم کے اشعار پر ہم اپنی تحریر کو سمیٹتے ہیں۔

ان کیلئے ریاض جناں کی بہار ہے
جن کی زباں پہ تذکرہ چار یار ہے
اے منکرِ خلافتِ خلفائے راشدین!
قسمت کو رو! کہ تیرے مقدر میں نار ہے

ازقلم: خادم اہل سنت، رشید احمد الحسینی
جامع مسجد عثمان غنی
مین جی ٹی روڈ، کامرہ، ضلع اٹک
0300-5477867

مولانا محمد اعجاز

بے مثال خاموشی

نہ جانے کس ادا سے میری طرف دیکھا تھا
ابھی تک دل میں تاثیرِ نظر محسوس ہوتی ہے

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ قرآن مقدس اسلامی تعلیمات کا بنیادی مأخذ اور ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے، لیکن اس کے حقیقی ومقصودی مفہوم تک رسائی، سنت نبوی کے بغیر ہرگز ممکن نہیں، اور سنت نبوی حاصل کرنے کے لیے جماعت صحابہ کا واسطہ ناگزیر ہے، یعنی جماعت صحابہ کے بغیر سنت نبوی تک رسائی کا تصور اور سنت نبوی کے بغیر قرآن فہمی کا دعویٰ ناقابل تسلیم ہے۔ سنت اور جماعت کے ساتھ فکری وابستگی رکھنے والے ہی اصطلاح شریعت میں اہل السنۃ والجماعۃ ہیں جو عہد نبوی سے عصر حاضر تک مسلسل دینی خدمات سر انجام دے رہے ہیں۔ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کے آخری پیغمبر، بلاتفریق دنیا کے تمام خطوں ، اولادِ آدم کی تمام نسلوں، ارضِ انسانی کے تمام باسیوں کے لیے ہادی ورہبر بنا کر مبعوث کیے گئے، اس لیے تکوینی طور پر لازم تھا کہ ان کی دعوت ساری کائنات میں گونجے، جملہ مخلوقات ان کی عظمت کا قصیدہ الاپیں۔ نورِ اسلام جزیرۃ العرب کو فتح کرنے کے بعد روم وفارس کے دروازوں پر آفتاب رسالت کی زندگی میں ہی دستک دینے لگا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری صحابی کے دنیا سے انتقال کی تاریخ تک مہذب دنیا کے اکثر علاقے اسلام کے زیرنگیں آچکے تھے، جبکہ برصغیر پاک وہند سے متصل ترکستان، مکران اور سندھ میں بھی اصحاب کی آمد کے کچھ آثار ملتے ہیں جو کہ محض اشاعت اسلام کے لیے گھروں سے نکلے تھے جہاں گردی کے لیے نہیں، طبقۂ تابعین وتبع تابعین کے بعد برصغیر میں اشاعت اسلام کا سہرا مسلمان فاتحین، اولیائے کرام اور علمائے ربانیین کے مقدس سروں پر ہے۔

قارئین محترم! اسلامی تاریخ بتاتی ہے کہ پانچویں صدی ہجری میں برصغیر میں اشاعت اسلام کرتے ہوئے امام اولیاء حضرت علی ہجویری رحمہ اللہ نظر آتے ہیں، چھٹی صدی ہجری میں اسلام کا پرچار کرتے ہوئے حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمہ اللہ نظر آتے ہیں، ساتویں صدی ہجری میں خواجہ قطب الدین بختیار کا کی

رحمہ اللہ، حضرت فرید الدین مسعود گنج شکر رحمہ اللہ، شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمہ اللہ اپنے تصوفانہ اخلاق پر اسلام کا جھنڈا لہراتے ہوئے نظر آتے ہیں، آٹھویں صدی ہجری میں خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ، شیخ شرف الدین بوعلی قلندر رحمہ اللہ، اسلام کی ترویج میں عملی کردار ادا کرتے نظر آتے ہیں۔ نویں صدی ہجری میں سید محمد گیسو، شیخ تقی الدین شیرازی رحمہما اللہ اپنی خداداد صلاحیتوں سے برصغیر میں اسلام کا ڈنکا بجاتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ دسویں صدی ہجری میں حضرت خواجہ باقی باللہ، شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمہما اللہ جیسے جلیل القدر اولیاء اللہ برصغیر میں اسلام کے سہرے کو چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اسی صدی کے آخر میں دین اکبری کے خلاف ایوانوں میں توحید ورسالت کے نعرے بلند کرتے ہوئے حضرت مجدد الف ثانی سرہندی رحمہ اللہ نظر آتے ہیں۔ گیارہویں صدی ہجری میں حضرت سلطان باہو، حضرت شاہ دولہ دعوت وتبلیغ کے ذریعے برصغیر میں مسلمانوں کے ایمان وایقان کا تحفظ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ بارہویں صدی ہجری میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی برصغیر کے مسلمانوں کے دلوں کو قرآن وسنت کے نور سے منور کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

تیرہویں صدی ہجری میں برصغیر پر ایک وقت ایسا آیا کہ اسلامی شعائر رفتہ رفتہ روبہ زوال ہونے لگے اسلام کی جیتی جاگتی تصویر دھندلاتی ہوئی نظر آنے لگی اتنی دھندلی کہ اسلامی خدوخال کا پہچاننا مشکل ہو چکا تھا بس یہ خیال ہو چکا تھا کہ اب برصغیر بھی اسپین کی تاریخ دہرانے کے لیے کمر بستہ ہو چکا ہے لیکن اس سے قبل چند نفوس قدسیہ نے بالہام خداوندی یہ طے کیا کہ برصغیر میں اشاعت اسلام اور بقاء دین کے لیے بجز اسکے کوئی طریقہ نہیں کہ برصغیر پاک وہند کی اس دھرتی پر **قال اللہ، قال الرسول** کی تعلیم کا سلسلہ جاری کیا جائے۔ چنانچہ اس الہام کو عملی شکل دیتے ہوئے قاسم العلوم والخیرات حضرت مولنا محمد قاسم نانوتوی نے دارالعلوم کی بنیاد رکھی جس سے اسلام کا ٹمٹماتا ہوا چراغ دوبارہ جگمگانے لگا، اس مرکز رُشد وہدایت سے ہزاروں مفسر، محدث، فقہاء، صلحاء، اتقیاء اور شیوخ پیدا ہوئے جنہوں نے خداداد صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے برصغیر میں اسلامی اقتدار کی حفاظت کی اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کیلئے بے مثال کردار ادا کرتے ہوئے **جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا** کا ایسا عملی ثبوت پیش کیا کہ شاعر کو کہنا پڑا۔

باطل کو کہاں تاب ہے تکبیر کے آگے
ظلمت بھی کوئی چیز ہے تنویر کے آگے

اسی گلشن دارالعلوم دیو بند سے چمکنے والا ایک ہیرا وہ ہے جسکو لوگ خواجہ خان محمد رحمہ اللہ کے نام سے یاد کرتے ہیں، جنہوں نے اسی چراغ سے نور لیکر دنیا کو اپنے اخلاق حسنہ، حق گوئی اور خاموش مزاجی سے متاثر کر دیا، یہی وجہ ہے کہ حضرت سے جب پوچھا جاتا کہ حضرت آپ بولتے نہیں ہیں؟ تو فرماتے جو آدمی میری خاموشی سے سبق حاصل نہیں کرتا وہ میری گفتگو سے بھی سبق حاصل نہیں کر سکتا۔ حضرت ایسے منکسر المزاج باخدا شخص تھے جنہوں نے کبھی فریضہ خداوندی کی ادائیگی اور اتباع سنت اور تقلید اکابر میں تکاہل وتکاسل سے کام نہیں لیا۔ یہ وہ شخص ہیں جنہوں نے جماعت حقہ کی ہر میدان میں رہنمائی اور سرپرستی کی، بالخصوص جماعت ختم نبوت کو اپنے مشوروں سے نوازتے اور آپکی عقیدت ومحبت عشق رسول کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت اپنی پیرانہ سالی اور ضعف اور مرض مسلسل کے باوجود ختم نبوت کے اسٹیج کی زینت بنا کرتے تھے اور آپ کے 65 حج بھی اس پر برہان بین ہیں۔

حضرت نے اپنی پوری زندگی میں تمام حق جماعتوں کی سرپرستی کی، یہی وجہ ہے کہ کوئی جماعت اس بات کی مدعی نہیں ہوسکتی حضرت کا صرف ہمارے ساتھ تعلق تھا، تمہارے ساتھ نہیں تھا! حضرت کے اخلاق حسنہ اور خصال حمیدہ کو دیکھ کر ہر اپنا پرایا، امیر وغریب' دنیادار ودیندار آپ کی طرف کھچا چلا آتا تھا۔ وہ کونسی چیز ہے جو لوگوں کو ضلع میانوالی اور پاکستان کے تمام شہروں سے بلکہ دیگر ممالک لندن افریقہ وغیرہ سے کھینچ کھینچ کر لا رہی ہے؟ یہ اخلاق حسنہ اور خصال حمیدہ ہی تو ہیں۔

حضرت کا جنازہ دیکھ کر تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے جنازے کا منظر ذہنوں میں گردش کرنے لگتا ہے۔ جسے تاریخ کے اوراق یوں نقل کرتے ہیں کہ ''لوگوں کا ہجوم اتنا کثیر تھا کہ لوگوں کو نماز جنازہ کیلئے جگہ نہ ملی تو لوگوں نے درختوں پر چڑھ کر نماز جنازہ ادا کی۔'' یہی منظر حضرت رحمہ اللہ کے جنازے میں ان گنہگار آنکھوں نے دیکھا۔

بندہ کے مادر علمی جامعہ مفتاح العلوم سرگودھا اور ہمارے استاد مکرم شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد طاہر مسعود صاحب مدظلہ کے ساتھ حضرت کا بہت قریبی تعلق تھا، یہی وجہ ہے کہ اہل السنّت والجماعت کے عقائد تحریر کرنے کیلئے حضرت کے صاحبزادہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مدظلہ العالی نے ہمارے استاد محترم کا انتخاب فرمایا تھا، شروع سے ہی حضرت کی سرپرستی اس جامعہ کو حاصل رہی ہے۔ جامعہ کی تقریبات میں حضرت اکثر تشریف لایا کرتے تھے، بخاری شریف اور مشکوۃ المصابیح کا آغاز حضرت ہی فرمایا کرتے تھے

جو حضرت کے جامعہ مفتاح العلوم سرگودھا کے ساتھ تعلق کی واضح دلیل ہے۔

قارئین کرام! قرآن وسنت سے ربط اور تعلق قائم رکھنے کا فریضہ انہی ورثۃ الانبیاء نے ادا کیا۔ انہوں نے برصغیر کے مسلمانوں کی دینی حس اور مذہبی غیرت کی حفاظت کی اور اپنی جانوں کو حصار بنا کر گلشن اسلام کی نگہبانی کرتے ہوئے اس دار فانی سے رحلت فرمائی ہے۔ حاصل یہی ہے کہ حضرت کی مدح سرائی میں جو کچھ بھی تحریر کیا جائے وہ کم ہے اور نہ ہم تحریر کا حق ادا کر سکتے ہیں، بس اسکی مثال تو اس بڑھیا کی سی ہے جس نے خریداران یوسف میں اپنا نام لکھوانے کیلئے حضرت یوسف علیہ السلام کی قیمت لگائی تھی۔

اسی طرح عاجز نے یہ چند کلمات اپنا نام حضرت کے مداحین میں لکھوانے کیلئے کہے ہیں حضرت شیخ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کوئی شخص بادشاہ کی خدمت کر رہا ہو تو احسان نہ جتلائے کہ میں بادشاہ کی خدمت کر رہا ہوں بلکہ بادشاہ کا احسان سمجھے کہ اس نے اسے خدمت میں لگایا ہوا ہے اسی طرح بندہ ان کلمات کو تحریر کر کے احسان نہیں جتلا رہا بلکہ اپنی سعادت اور خوش قسمتی سمجھ رہا ہوں کہ اس ناکارہ کو حضرت کے متعلق چند کلمات تحریر کرنے کی توفیق ملی۔

اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو اکابر علماء دیوبند کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے اور تادم حیات انہی سے منسلک رہنے کی ہمت عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ حضرت رحمہ اللہ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور حضرت کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ (آمین) یارب العالمین

جو خیال تھے نہ قیاس تھے وہی لوگ ہم سے بچھڑ گئے
میری دھڑکنوں کی اساس تھے وہی لوگ ہم سے بچھڑ گئے

ازقلم: محمد اعجاز گوجرانوالوی
مدرس: جامعہ مفتاح العلوم، چوک سیٹلائٹ ٹاؤن سرگودہا
0301-3173402

بندہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب کی تعزیت کیلئے آیا ہے۔ تاریخ کے حوالے سے حضرت خواجہ صاحب امیر ختم نبوت پاکستان اور پیر وتصوف کے علم بردار تھے اور ان کے فیض سے دنیا جہاں نے فوائد حاصل کیے ہیں۔

فقط......والسلام......سید مطیع اللہ ڈپٹی اسپیکر جمعیۃ علماء اسلام، بلوچستان

مولانا صالح الدین حقّانی

''فیض پاتے ہیں ہم ان کے افکار سے''

عالم میں تم سے لاکھ سہی، مگر تم کہاں
بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیز دیگری

یہ 1991ء کی بات ہے کہ جب والد محترم جناب قطب الأرشاد حضرت مولانا محمد کامل شاہ صاحب نوراللہ مرقدہ' خلیفہ مجاز حضرت اقدس مولانا مختار گل بلکانوی دیوبندی (ضلع شانگلہ) جب آخری سفر حج پر روانہ ہو رہے تھے تو بندہ کے اوپر خلافت جیسی وزنی ذمہ داری چھوڑ کے جا رہے تھے تو اس بابت دیگر نصائح کے ساتھ ساتھ مندرجہ ذیل کلمات بھی فرمانے لگے۔

''بیٹے مراحل سلوک میں کامیابی سے گزرنا اور شریعت مطہرہ پر استقامت نصیب ہونا، اولیاء اللہ کے صحبت اور ان کی جوتیوں کو سیدھا کرائے بغیر نصیب نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا کسی بھی وقت خصوصاً تعطیلات میں مندرجہ ذیل اکابرین اور اولیائے زمان کی خانقاہوں پر حاضری دینا، اپنے اوپر لازم پکڑو۔

سب سے پہلے جس ہستی کے بارے میں حکم فرمایا وہ جامع المعقولات والمنقولات، رہبر شریعت وطریقت، فخر الأماثل، قدوۃ السالکین اور شمس العلما حضرت خواجہ خان محمد صاحب نوراللہ مرقدہ تھے۔

والد محترم کے یہ کلمات بندہ کے لئے تازیانہ اور مھمیز ثابت ہوئے۔ اور آپ وہ شخصیت تھے جن کو بندہ بغیر رسمی اصلاحی تعلق کے اپنا پیرو مرشد تصور کرتا تھا اور بغیر رسمی شرف تلمذ کے انھیں اپنا استاد اور مربیّ سمجھتا تھا۔ آپ کے خلفا میں سے حضرت مولانا عبیداللہ صاحب دامت برکاتہم شیخ الحدیث مدرسۃ الحسنین فیصل آباد جب بھی اپنے دیگر اساتذہ اور طلبہ سمیت خانقاہ سراجیہ حضرت الشیخ کی زیارت کے لیے تشریف لے جاتے تھے تو بندہ کی طرف سے حضرت الشیخ کو سلام اور دعاؤں کے لیے درخواست کرتے تھے، حضرت الشیخ جس شفقت کا اظہار فرمایا کرتے تھے اس کو ابھی میں محسوس کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں حضرت الشیخ کی صحبت سے ہمیں مستفید فرمائے۔ (آمین)

جس طرح کہ پہلے اعتراف کر چکا ہوں کہ کسی شخصیت پر لکھنا جب کہ وہ عبقری صفات کی حامل بھی ہو اور محبت وعقیدت کا مرکز ومحور بھی، ایک نازک ذمہ داری ہے، ایک طرف قلم ان کی بلند صفات کو الفاظ کا

جامہ پہنانے سے کوتاہی اور اپنی نااہلی کا واویلا کرتا ہوا نظر آتا ہے تو دوسری طرف محبت وعقیدت اور قلبی جذبات کی موجیں اسے بحرِ بے کنار اور آسمانی فرشتہ ثابت کرنے پر اُکسا رہی ہوتی ہیں۔

شیخ المشائخ حضرت علامہ مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ کے گونا گوں کمالات، روحانی فیوضات اور اپنی بے بضاعتی پر نظر ڈالتا ہوں تو بے اختیار کہنا پڑتا ہے،

داماں نگہ تنگ وگل حسن تو بے سیار
گل چیں بہار تو زدامِ گلہ دارد

پھر بھی ''جئنا ببضاعة مزجة'' سے حوصلہ پاتے ہوئے چند سطور پیش کئے جاتے ہیں، ''گر قبول افتد زہے عز وشرف'' کیونکہ ایسے موقع پر بھی ''اگر خاموش بنشینم گناہ است''

حضرت الشیخ نے نوے برس عمر پائی، اور دینی جدوجہد کے مختلف میدانوں میں بے مثال خدمات سرانجام دے کر 5 مئی کو خالق حقیقی سے جا ملے،(انالللہ وانا الیہ راجعون) لیکن اپنی حسین یادیں اور بے لوث ماضی کا کردار ہمیشہ کے لیے اس دنیا میں چھوڑ گئے۔ مختلف میادین میں جو احسانی کردار آپ نے ادا کیا اس بابت قارئین کے سامنے مندرجہ ذیل سطور پیش کی جاتی ہیں، جو کہ (حمل مبالغةً) کا مصداق قطعاً نہیں ہوگا۔

آپ کی مجالس ذکر میں سکینہ تھی، نظریے میں مضبوطی، رویے میں اعتدال، لہجے میں نرمی، بات میں وزن تھا، دلیل میں گہرائی، فکر میں بصیرت، نظر میں وسعت، زبان میں فصاحت، کلام میں بلاغت تھی۔ آپ عالم تھے باعمل، عرفان وآگاہی کی منزلوں سے گزرا ہوا، خطابت میں صاحب اسلوب، سنجیدگی اور فراست کا مرقع، صاحب دل تھے، مگر دل کو دماغ اور عقل کو شریعت کا تابع رکھتے۔ آپ جلسے جلوس کی رونق، محفلوں کا چراغ تھے۔ محراب ومنبر کی زینت اور درسگاہوں کے مہتاب تھے۔ چہرے میں جمال اور پیشانی پر جلال کے آثار نمایاں ہوتے تھے''۔ اور سب سے امتیازی وصف جس پر آپ متصف تھے وہ درجۂ احسان میں اکملیت لہٰذا بقول ایک اللہ والے ''حضرت الشیخ اس صفت (کمال احسان) کا مجسم نمونہ تھے، جلوت میں بھی اکثر حالت ایسی رہتی تھی کہ گویا آپ اللہ کے حضور میں ہیں اور بعض اوقات اللہ سے ایسے انداز میں مخاطب ہوتے تھے کہ گویا اللہ پاک کے عرش جلال کے سامنے حاضر ہو کر عرض کر رہے ہیں، اور یہی وہ صفت تھی جس کی بدولت حضرت الشیخ خانقاہ سراجیہ کی مسند نشین کی حیثیت سے ساٹھ برس سے زیادہ عرصے تک ''سالکین راہِ سلوک'' کی پیاس بجھاتے تھے۔

حرفِ آخر:

چونکہ بندہ بھی راہ سلوک کا ایک ادنیٰ طالب علم ہے اور یہ وہ ساری حقائق ہیں جن کی وجہ سے حضرت الشیخ کی ہستی رہ رہ کر یاد آتی ہے، اور کسی لمحہ حلیہ مبارک قلب و دماغ سے ہٹائے نہیں ہٹتا۔

آہ !

ہم جیسے کم علموں اور راہ سلوک کے مبتدیوں کے سروں پر ہاتھ رکھ کر سرپرستی اور حوصلہ دلانے والی شخصیت ہم سب کو بے یار و مددگار چھوڑ کر چلی گئی۔ " انا للہ ما اخذ ولہ ما اعطیٰ و کل شئی عندہ باجل مسمیٰ "

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رُت ہی بدل گئی
ایک ہستی ساری دنیا کو ویراں کر گئی

ولہ الحمد اولاً و آخراً وصلی اللہ علی محمد و آلہ وسلم

بندہ : **صالح الدین** ...... خادم ومسئول: ادارۂ تالیفات کاملیہ (باباجی کالونی) خانقاہ عالیہ کاملیہ،
مدرسہ تعلیم القرآن، جامع مسجد شہید بابا کاروان روڈ مردان......

Cell # 03005724316

E.mail salihuddin@awkum.edu.pk

قائد اہل سنت مولانا عبدالستار تونسوی مدظلہ خانقاہ سراجیہ تشریف لے گئے، دورانِ گفتگو حضرت قبلہ سے پوچھا کہ: '' آپ کا سلسلہ احباب کافی وسیع ہے، خانقاہ شریف کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ اخراجات بھی کثیر ہوں گے اس کے لیے آپ کیا تدبیر کرتے ہیں، کیا سالانہ اجتماع کرتے ہیں؟'' حضرت قبلہ نے فرمایا: ''نہیں''۔ حضرت تونسوی نے پوچھا: ''مریدوں سے سالانہ چندہ لیتے ہیں؟'' فرمایا ''نہیں!'' مولانا تونسوی نے فرمایا: '' آخر کچھ تو ہوگا؟'' حضرت قبلہ نے فرمایا: ''حضرت! بس اللہ کے بھروسے پر سب کچھ ہو رہا ہے۔'' حضرت تونسوی نے حیران ہو کر فرمایا ''ایہہ جا توکل اساں تاں کدائیں نہیں ڈٹھا، اصل تے ایہا ہیہ۔ وت تاں سائیں اساں وی تہانوں پیر منیدے آں'' (ایسا توکل تو ہم نے کہیں نہیں دیکھا، اصل تو یہی ہے، پھر تو سرکار! ہم بھی آپ کو پیر مانتے ہیں۔) [تحفہ نقشبندیہ ص 240]

قاضی محمد اسرائیل گڑنگی

دلوں کا حکمران!

آج جس عظیم ہستی پہ قلم چلانے چلا ہوں، ذہن فیصلہ نہیں کر پا رہا کہ ان کی زندگی کا آغاز کس بات سے کیا جائے، کیا عنوان دیا جائے، بس دل نے یہی فیصلہ کیا کہ ''دلوں کا حکمران'' ہی لکھا جائے۔ وہ خاموش روحانی راہنما جو پوری دنیا کے نیک لوگوں کے دلوں میں سما گئے اور چھا گئے......ایسے چھائے کہ سب ہی کو پانا گرویدہ بنا لیا۔ ان کا بچپن، ان کا علمی میدان، ان کا تقویٰ، ان کی جوانی، ان کی لوگوں کے دلوں پر بے مثال حکمرانی صرف زندگی ہی میں نہیں دنیا سے جانے کے بعد بھی جاری ہے

ع وہ جو بیچتے تھے دوائے دل، وہ دوکان اپنی بڑھا گئے

آئے عشاق، گئے وعدہ فردا لے کر اب ڈھونڈ انہیں چراغِ رُخِ زیبا لے کر

6 مئی بروز جمعرات صبح 10 بجے مسجد خانقاہ سراجیہ میں تعزیتی تقریب ہوئی، تلاوت قرآن پاک کے بعد درج ذیل حضرات نے درجِ ذیل گفتگو کی......

مولانا عبدالرحیم:

حضرت رحمہ اللہ کی زندگی اس طرح بسر ہوئی، اشاعت اسلام، دفاعِ اسلام، باطل کی سرکوبی، اصلاح امت، ختم نبوت کا دفاع، تاجدار ختم نبوت کا راستہ اپنا کر جنت کا سفر۔

قاضی محمد یوسف:

ایک شخص نے حضرت سے سوال کیا ''حضرت! نجات کا راستہ کیا ہے؟'' فرمایا: ''اہل السنۃ والجماعۃ کا طریقہ پکڑ لو، یہی صحابہ کرام اور اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم کا راستہ ہے۔

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی:

حضرت فرمایا کرتے تھے کہ ختم نبوت کے لیے جب چاہیں، جہاں چاہیں بلالیں، میں حاضر ہوں۔

حضرت بنوری نے شرط لگائی کہ مولانا خان محمد کو نائب امیر بناؤ! پھر امارت قبول کروں گا، عرض کیا گیا کہ وہ تو ممبر بھی نہیں ہیں، فرمایا ممبر بعد میں بناتے رہنا، پہلے یہ کام کرو!'' عرض کیا گیا کہ وہ نہ قبول فرمائیں تو؟ فرمایا ''میرا خط لے جانا!'' چنانچہ جب خط پہنچا تو خواجہ صاحب نے فرمایا استاد کا خط ہے، اب انکار کی کوئی

گنجائش نہیں۔ ع سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

اس پر بندہ ایک واقعہ عرض کرتا ہے: ''تاریخ کے نقوش میں یہ بات موجود ہے کہ جب امام الاولیاء حضرت لاہوری سے جمعیۃ کی امارت قبول کرنے کی درخواست کی گئی تو فرمایا کہ ''اگر مولانا غلام غوث ہزاروی ناظم اعلیٰ بنیں تو میں امارت قبول کرتا ہوں، ورنہ نہیں۔'' اللہ والے ہی اللہ والوں کو جانتے ہیں۔

مولانا اسامہ رضوان:

اکابر کی برکت سے اللہ نے فتنوں کو روکا ہوا ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار فرمایا کہ ''اکابر کی جوتیوں میں اس وجہ سے بیٹھتے رہو کہ وہ نسبت رسول کو قائم رکھے ہوئے ہیں۔''

مولانا محمد طیب:

حضرت کی زندگی کی آخری ختم نبوۃ کانفرنس کے اجلاس سے حضرت بیماری کی وجہ سے جلد واپس تشریف لے گئے، کسی نے پوچھا ''حضرت! تکلیف زیادہ ہے؟'' تو فرمایا کہ ''تکلیف اس بات پہ ہوئی کہ میں اس دفعہ زیادہ دیر جلسہ میں نہیں بیٹھ سکا۔

قاضی احسان احمد:

حضرت اقدس نے ختم نبوت کے لیے سب کچھ نچھاور کر دیا۔

راقم الحروف:

کسے رہنڑاں نئیں اس دنیا تے　　　اے دنیا یار پرائی اے
بھانویں عمر ہزاراں سال ہوئے　　　اک روز جدائی جدائی اے
[طاہر جھنگوی]

حضرات! حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہانوں کے سردار اور تمام مخلوقات کے لیے سراپا رحمت تھے، آپ کے سر پر رب نے ختم نبوت کا تاج سجایا، آپ کے وصال کے بعد تحفظ ختم نبوت کا پرچم سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اٹھایا، اور یہ پرچم مبارک ہاتھوں میں چلتے چلتے ہمارے حضرت خواجہ صاحب کے ہاتھ میں آ پہنچا۔ حضرت نے اسے دنیا کے ہر کونے میں لہرایا، جہاں منکر ختم نبوت کو پایا وہیں اس کا تعاقب کیا۔ آج حضرت رحمہ اللہ وہ پرچم ہمارے سپرد کر کے جا رہے ہیں۔ مسلمانو! اس پرچم کو بلند رکھنا اس پرچم تلے ہم ایک ہیں۔

''ہندکو'' اور ''گوجری'' زبان میں کہا جاتا ہے

''ساڈے دو ہی شوق۔ اسلام دی زندگی، ایمان دی موت''

حضرت اقدس اسلام کی زندگی بسر کر کے آج ایمان کی حالت میں جا رہے ہیں۔

کہاں گیا وہ رنگ محفل، کہاں گئے وہ لوگ　　جن کی خاطر ہم ایسوں کے دل کو لگ گئے روگ

حضرت شیخ الاسلام حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ نے شیخ الہند حضرت اقدس مولانا محمود حسن دیوبندی رحمہ اللہ کے وصال کے موقع پر فرمایا تھا کہ ''ایک وہ غم تھا کہ ایک عظیم نبی حضرت یعقوب علیہ السلام کا پسر (بیٹا) گم ہو گیا تھا۔ ایک غم ہمارا ہے کہ ہم آج اپنے باپ کو گم پا رہے ہیں۔ ہمارا غم بھی بڑا ہے، مگر زبان سے وہی کہیں گے جس سے ہمارا رب راضی ہو۔'' دوستو! ہم سب کا روحانی والد چلا گیا ہم بھی غمگین ہیں، پر زبان سے وہی کچھ کہیں گے جس سے اللہ راضی ہو، ہم رب کی قدرت پر راضی ہیں۔

اس کے بعد حضرت اقدس کے لیے دعا مانگی گئی۔ دعا کے ساتھ ہی تعزیتی اجلاس ختم ہو گیا۔ پھر لوگ ذکر و تسبیح اور تلاوت کے ذریعے ایصال ثواب میں مشغول ہو گئے۔ ظہر کی نماز کے بعد حضرت کے صاحبزادے مولانا خلیل احمد صاحب مدظلہ نے جنازہ پڑھایا اور شریعت وطریقت کے اس ماہتاب کو سپردِ خاک کر دیا گیا۔ اللھم لاتحرمنا اجرہ ولاتفتنا بعدہ۔

ان کی اداؤں، ان کی وفاؤں، ان کی یادوں کو دیکھ کر کہنا پڑتا ہے ؎

حشر تک یا رب طفیل خادمانِ مے فروش　　اک درِ توبہ کھلا رکھ، اک دوکانِ مے فروش

ادھر اُدھر گھومنے والے جو کسی اللہ والے کی محفل میں نہیں آئے، ان کے کردار کی جھلک حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ نے یوں کھینچی

''واعظ کا ہر ایک ارشاد بجا، تقریر بہت دلچسپ مگر آنکھوں میں سرور و عشق نہیں، چہرے پر یقین کا نور نہیں۔''

حضرت رحمہ اللہ پر ایک مضمون ''دلوں کا حکمران'' لکھ چکا تھا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی یادوں نے تارِ دل چھیڑا تو کچھ اور لکھنے کو جی چاہا، جو کچھ ذہن میں تھا، کسی سے پایا، کہیں سے پڑھا، سنا، حضرت کی یاد میں سب حاضر ہے۔

میں تو ڈبل نعرہ لگاتا ہوں:

امیر عزیمت حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمہ اللہ کے صاحبزادہ مولانا اظہار الحق جھنگوی شہید رحمہ اللہ ایک مرتبہ حضرت شیخ المشائخ رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت اقدس نے سلام وکلام کے بعد دریافت فرمایا کہ ''آپ کا بھی وہی نعرہ ہے جو آپ کے والد کا تھا یا کچھ کمی آ گئی ہے؟'' مولانا اظہار الحق شہید نے جواباً کہا کہ ''حضرت! میں تو ڈبل نعرہ لگاتا ہوں، ایک اپنے والد کے ''حق'' ہونے کا، اور

ایک اپنے ''حق'' ہونے کا۔'' حضرت اقدس یہ سن کر مسکرا کر خاموش ہو گئے۔

مخالفت کا ہونا سچا ہونے کی علامت ہے:

مولانا خلیل احمد صاحب ڈسٹرکٹ خطیب آف بالاکوٹ راوی ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت خواجہ صاحب ہمارے ہاں تشریف لائے، میں نے عرض کیا ''حضرت! کچھ مشکلات ہیں، دعا فرما دیجیے!'' حضرت سمجھ گئے اور فرمایا ''مخالفت کا ہونا سچا ہونے کی دلیل ہے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پروگرام سب سے سچا تھا، پر آپ کی کتنی مخالفت ہوئی! مکہ مکرمہ کو چھوڑ کر مدینہ شریف جانا پڑا۔'' پھر حضرت نے میرے کان میں فرمایا ''اللہ بھلا کرے گا، آسانی ہو جائے گی'' ماشاء اللہ حضرت کی دعا قبول ہوئی اور اللہ پاک نے آسانیاں فرما دیں، وہ کچھ دیا جس کا وہم وگمان بھی نہیں تھا۔

خاموشی کا راز اور حضرت کا کردار:

بیہقی کی روایت ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب تم دیکھو کسی شخص کو کہ اُسے دنیا سے بے رغبتی عطا کی گئی ہے اور (لغو اور بے ہودہ کام سے اجتناب اور) کم گوئی عطا کی گئی ہے تو اس کی قربت اختیار کرو، کیونکہ اس کو حکمت ودانائی کی دولت دی گئی ہے۔'' ''من صمت نجا'' جس نے خاموشی اختیار کی، وہ نجات پا گیا۔ حضرت اقدس رحمہ اللہ نے خاموشی اختیار کی، وہ فوائد حاصل کیے جن کو دیکھ کر دنیا حیران ہے۔ کہ ان کی خاموشی میں وہ راز اور اسرار ہیں جن کو شمار نہیں کیا جا سکتا۔

بغیر جوتے چل پڑے:

ایک عالم صاحب نے اپنا نام ظاہر نہ کرنے کی شرط پر بتایا کہ ایک دن حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ بغیر جوتے پہنے اپنے کمرے سے باہر تشریف لائے اور گویا کسی کی انتظار میں ہیں، کافی دیر بعد معلوم ہوا کہ اُدھر سے حاجی عبدالوہاب صاحب بھی جوتے اتارے حضرت سے ملنے آ رہے ہیں۔ حاجی صاحب بہت دور سے جوتے اتار دیتے ہیں کہ خانقاہ شریف میں حاضری ہے۔ اِدھر حضرت اقدس بھی انتظار میں ہیں، جب کہ پہلے ان کو بتلایا نہ گیا تھا۔

سرپرستی کا حق ادا کر دیا:

ایک موقع پر مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ نے حضرت اقدس رحمہ اللہ سے فرمایا کہ ہمارے جانے کے بعد فضل الرحمٰن کا خیال رکھنا۔ پھر حضرت رحمہ اللہ نے کمال کر دیا، ایسا خیال رکھا کہ طوفانوں کے رُخ موڑ دیئے، حضرت رحمہ اللہ نے مولانا فضل الرحمٰن صاحب کا ایسے وقت میں ساتھ دیا جب کوئی بھی ساتھ نہیں تھا۔ ان کے پائے کا آدمی سیاست کے میدان میں کوئی نظر نہیں آ رہا۔ دنیا یہ کہنے پر مجبور ہے کہ

''قائد اسلامی انقلاب مولانا فضل الرحمٰن صاحب کو اس مقام پر لے جانے میں حضرت اقدس کی دعاؤں کا بڑا اثر ہے، دعا میں وہ کمال ہے جو کسی دوسری چیز میں نہیں۔ مولانا فضل الرحمٰن نے بھی وفا کو خوب نبھایا، کہ حضرت صاحبزادہ خلیل احمد صاحب دام مجدہم کی دستار بندی پر حاضری دی اور خطاب کیا۔

عجیب اتفاق:

میرے پیر و مرشد امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ اور شیخ المشائخ حضرت اقدس خواجہ خان محمد رحمہ اللہ میں اتفاقی طور پر بہت سی باتیں مشترک تھیں، ایک جھلک ملاحظہ ہو۔

[۱] دونوں حضرات کو حضرت مدنی کی زیارت وتلمذ نصیب ہوا۔

[۲] دونوں کا تعلق حضرت خواجہ سراج الدین سے تھا۔

[۳] دونوں نے میانوالی کے بزرگوں سے فیض پایا، حضرۃ امام اہل سنت نے مولانا حسین علی سے اور حضرۃ خواجہ صاحب نے مولانا عبداللہ سے رحمہم اللہ۔

[۴] دونوں سلسلہ نقشبندیہ کے شارح اور امام ربانی مجدد الف ثانی کے علوم ومعارف کے بھی امین تھے۔

[۵] دونوں اپنے دور کے ''امام وقت'' تھے۔

[۶] دونوں کی دو اہلیہ محترمہ تھیں۔

[۷] دونوں کے صاحبزادے نیک اور عالم دین ہیں۔

[۸] دونوں کی اہلیہ ان سے پہلے وصال فرما گئیں۔

[۹] دونوں نے اہلِ حق کی تمام جماعتوں کی سرپرستی کی۔

[۱۰] دونوں حضرات خط کا جواب فوراً دیا کرتے تھے۔

[۱۱] حافظ عبدالحق سیالکوٹی نے اپنی کتاب ''تاریخ گوجراں'' میں دونوں کے احوال ذکر کیے۔

[۱۲] دونوں کا گستاخ رسوا ہوا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو شخص میرے ولی کو ایذا دے، میں اسے خبردار کرتا ہوں کہ میرا اُس کے ساتھ اعلان جنگ ہے۔'' صاحب مظاہر الحق لکھتے ہیں کہ حدیث کے الفاظ ''خبردار کرتا ہوں ساتھ جنگ کے'' کا مطلب یہ ہے حق تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ گویا میرے ولی کو اذیت دینے والا مجھ سے جنگ کر رہا ہے۔

اور جس سے اللہ کی جنگ ہو اس کا خاتمہ بالخیر مشکل ہے، اس کا ایمان خطرے میں ہے، کیونکہ خدا تعالیٰ اپنی قیمتی نعمت اس سے لے لیتے ہیں، اور سب سے قیمتی نعمت ایمان ہے۔ (مظاہر حق جلد دوم ص ۲۵۹)

(بدنام زمانہ گستاخ رسول، گستاخ صحابہ، گستاخ ائمہ)احمد سعید ملتانی نے گستاخانہ انداز اپنایا اور حضرۃ امام اہل سنت سمیت دیگر اکابرین کے خلاف وہ زہر اگلا، وہ زبان استعمال کی کہ الامان والحفیظ۔نوک قلم کے مناسب نہیں، اسی طرح حضرت اقدس کے بارہ میں بھی۔ اس کا انجام کیا ہوا؟ امام بخاری کے گریبان تک اس کا ہاتھ پہنچا، ان پہ تیر چلائے، پوری امت اس کے خلاف ایک ہوگئی، امام بخاری اور صحیح بخاری کا دفاع کیا، جو اس کے ہم خیال تھے وہ بھی اس سے بیزار نظر آئے، حتیٰ کہ اعلان کردیا کہ ہمارا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔اب آگے انجام کیا ہوگا؟ انتظار کریں۔اعاذنا اللہ منہ۔

[۱۳] دونوں کی آخری وصیت ختم نبوۃ سے متعلق تھی۔

[۱۴] دونوں نے ۵ مئی کو وصال فرمایا۔

[۱۵] دونوں کا جنازہ صاحبزادوں نے پڑھایا۔

حضرۃ امام اہل سنت کا جنازہ مولانا زاہد الراشدی نے اور حضرۃ خواجہ صاحب کا جنازہ مولانا خلیل احمد نے۔

[۱۶] دونوں کے جنازہ میں لاکھوں لوگ شریک ہوئے۔

[۱۷] دونوں کے جنازے میں راقم نے شرکت کی، اللہ نے دونوں کی محبت نصیب فرمائی۔

[۱۸] دونوں کے جنازہ پر مخلوق کی محبت وعقیدت کی انتہاء تھی۔

[۱۹] دونوں کے جنازے پر نظم قائم رکھنے کے لیے حضرات شیخین کے نام پر یوں اپیل کی گئی

''جو حضرات شیخ سے سچی محبت وعقیدت رکھتے ہیں، وہ خاموشی سے اپنی صفوں میں کھڑے رہیں۔''

[۲۰] وصال کے بعد دونوں حضرات کے حالات زندگی پر تمام رسائل نے مواد شائع کیا، بعض نے خصوصی نمبر شائع کیے۔(الحمدللہ خادم ناچیز کو حضرات شیخین کے حالات جمع کر کے عقیدت مندان شیخین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔خداوند قبول فرما کر نافع بناوے۔آمین۔[خادم،حمزہ])

ان دونوں کے دنیا سے جانے پر ہم ایک ہی صدا لگاتے ہیں:

گزر بسر میں زندگی کے دھارے ریت ہوگئے
سمندروں کے جس طرح کنارے ریت ہوگئے
وہ ایک کیا بچھڑ گیا کہ راستے اجڑ گئے
زمین گرد ہوگئی ستارے ریت ہوگئے

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہمیں انہیں اکابرین کے ساتھ اٹھائے اور انہی کے ساتھ اپنے فضل وکرم سے جنت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین بحرمة سيد الانبياء والمرسلين۔

قاری عزیز الرحمٰن

نگاہ مردِ مومن سے بدل جاتی ہے تقدیریں!

قصہ مشہور ہے کہ ایک بادشاہ نے اپنے وزیر کو کہا کہ ایسا جملہ بتاؤ جسے ذہن میں لانے سے خوشی اور غم کے جذبات کو قابو میں رکھا جاسکے۔ وزیر نے جواب دیا بادشاہ سلامت! یہ جملہ ذہن نشیں فرمالیں ''یہ وقت بھی گزر جائیگا''۔

بلاشبہ وقت کا کام گزرنا ہے اور گزر جاتا ہے، لیکن وقت کے بعض لمحات گزرنے کے باوجود تادمِ زیست انسان کو تڑپاتے رہتے ہیں، ایسا ہی ایک لمحہ 5 مئی 2010ء بروز بدھ مغرب اور عشا کے درمیان گزرا جب گلشن نقشبندیہ کا ایک گل، اس جہان آب وگل سے منہ موڑ کر معبود حقیقی سے جاملا''**انا للہ وانا الیہ راجعون**''

عجب قیامت کا حادثہ ہے کہ اشک ہیں آستیں نہیں ہے
زمیں کی رونق چلی گئی ہے، اُفق پہ مہرِ مبیں نہیں ہے
تری جدائی میں اے مرنے والے وہ کون ہے جو حزیں نہیں ہے
مگر تری مرگِ ناگہاں کا مجھے ابھی تک یقیں نہیں ہے

جب سے ہوش سنبھالا ہے اپنے خاندان کے ہر فرد کو حضرت خواجہ خواجگان مولانا خان محمد رحمۃ اللہ علیہ سے وابستہ دیکھا، راقم الحروف کے والد ماجد حضرت قاری اسلام الدین رحمہ اللہ (سابق چیئرمین کلورکوٹ) کو حضرت سے خاص عقیدت تھی، اسی طرح برادر محترم حاجی حافظ عبدالرشید صاحب کو تقریبا دو سال حضرت کی خدمت میں حاضر رہنے کا شرف حاصل ہے اور بندہ تو یہ محسوس کرتا ہے کہ آج اگر ہمارے گھرانے کا ہر فرد تعلیمِ اسلام سے وابستہ ہے تو صرف اور صرف اللہ کی خاص رحمت، حضرت کی دعاؤں اور تاثیرِ نظر کی بدولت ہے۔

قطبِ عالم حضرت خواجہ خان محمد رحمہ اللہ کی سیرت وکردار کا احاطہ کرنے کیلئے یہ مضمون ناکافی ہے، آپ کی سوانح عمری تو شاید ایک ضخیم کتاب میں بھی نہ سما سکے اور اس کی بڑی وجہ ہے کہ آپ نہ صرف سلسلہ

نقشبندیہ کے سرخیل تھے بلکہ ہر قسم کی مذہبی جدوجہد میں آپ سالارِ اول کی حیثیت سے پیش پیش رہتے تھے۔ اللہ پاک نے آپ کی طبیعت میں ایک خاص ٹھہراؤ اور سکون پیدا فرمایا تھا، چہرے مبارک پر تقوی کی نورانیت کے ساتھ سنجیدگی اور وقار کی نمایاں کیفیت موجود تھی، حضرت کے سامنے کوئی سخت ترین گفتگو بھی کرتا تو آپ نہ صرف اس کو برداشت فرماتے بلکہ کمالِ شفقت سے گفتگو کرنے والے کی اصلاح بھی فرماتے۔ ایک مرتبہ آپ جماعت نے کرائی، نماز کے بعد ایک شخص نے کہا ''حضرت! ایک سوال پوچھنا ہے؟'' آپ نے فرمایا پوچھو! وہ شخص کہنے لگا کہ ''حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ عینک لگا کر نماز پڑھنا مکروہ ہے اور آپ نے جماعت کے دوران عینک لگا رکھی تھی، تو اس سے نماز مکروہ نہ ہوئی؟'' آپ نے تبسم فرماتے ہوئے اس شخص سے پوچھا کہ ''حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ نے ایسا کیوں فرمایا ہے؟'' اس شخص کے اظہار لاعلمی پر آپ نے فرمایا کہ ''عینک کے مسلسل استعمال کے بعد عینک کا فریم ڈھیلا ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے سجدہ اور رکوع میں عینک بار بار درست کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے جو (دورانِ نماز) صحیح نہیں، میری عینک کا فریم نیا ہے لہذا اِس میں ایسی کوئی قباحت نہیں ہے۔''

تحفظ ختم نبوت کے سلسلہ میں آپ کی خدمات روزِ روشن کی طرح عیاں ہیں، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور آپ کی سرپرستی کی بدولت تحریک ختم نبوت کے جانبازوں نے نہ صرف قادیانیوں کا اصل چہرہ عوام کو دکھایا بلکہ قادیانیوں کو ہر محاذ پر شکست فاش بھی دی اور آج قادیانی اپنی تمام تر مکاری اور عیاری کی باوجود دنیا کے کسی بھی خطے میں اپنے آپ کو مسلمان ثابت نہیں کر سکتے، کیونکہ جہاں بھی قادیانی اپنی زبان کھولنے کی کوشش کرتے ہیں تحریک ختم نبوت انہیں وہیں خاموش کرا دیتی ہے۔

آپ سے روحانی فیض حاصل کرنے والوں کی تعداد بلا مبالغہ لاکھوں میں ہوگی، لاکھوں فرزندان توحید، روحانی تسکین کی خاطر خانقاہ سراجیہ (کندیاں شریف) کا رُخ کرتے، اپنے مسائل حضرت کے سامنے پیش کرتے اور آپ انتہائی شفقت کے ساتھ چند جملوں میں نصیحت فرماتے جس پر عمل کرنے سے سائل کی مشکلات میں تخفیف ہو جاتی۔ آپ عبادات کے معاملے میں اپنی مثال آپ تھے اور کیوں نہ ہوتے آخر دار العلوم دیوبند کے فارغ التحصیل، سلسلہ نقشبندیہ کے تابندہ ستارے تھے جن کا شجرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثار، یارِ غار سے ملتا ہے۔ گویا آپ ''نرم دمِ گفتگو گرم دمِ جستجو'' کا نمونہ کامل تھے۔

حضرت رحمہ اللہ کے انتقال پر عالم اسلام ایسی برگزیدہ ہستی کی برکات سے محروم ہو گیا ہے جس کی دعائیں مسلم امہ کے سر پر سایہ فگن رہتی تھیں۔ آپ کی رحلت سے عالم اسلام ایک مدبر بزرگ اور ممتاز عالم دین سے محروم ہو گیا ہے۔ یہ بات آج آپ کے تمام روحانی بیٹے محسوس کر رہے ہیں، لیکن اب سوائے صبر اور

دعا کے کوئی چارہ نظر نہیں آتا۔

نور سمٹا چاندنی پھیکی پڑی
سر چھپانے کو مہ و اختر چلے
ماہ رحمت کے شب و روز و سحر
ہر طرف تم نور برسا کر چلے
تم سے ملتی تھی دلوں کو تازگی
تم چلے ارمان سارے مر چلے

حضرت رحمہ اللہ کی وفات سے جو خلا پیدا ہوا ہے اس کو پر کرنے کی بات تو محض رسمی ہوگی، البتہ جو بھی خود کو حضرت کا روحانی بیٹا سمجھتا ہے وہ حضرت کی تعلیمات پر عمل کرے، جو وظائف حضرت ارشاد فرماتے تھے ان کی پابندی کرے، تحفظ ختم نبوت کی خاطر ہر وقت تن، من، دھن قربان کرنے کو تیار رہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے مطابق زندگی گزارے کیونکہ یہی حضرت کی خواہش تھی۔ خدا تعالیٰ حضرت کے تمام صاحبزادگان اور جملہ متوسلین کو اپنی حفاظت میں رکھے اور اپنی رضا نصیب فرمائے، بالخصوص پیر طریقت حضرت مولانا صاحبزادہ عزیز احمد مدظلہ [سجادہ نشین: خانقاہ سراجیہ ڈھاکہ، بنگلہ دیش]، پیر طریقت حضرت مولانا صاحبزادہ خلیل احمد مدظلہ [سجادہ نشین: خانقاہ سراجیہ، کندیاں شریف] کے علم، عمل، عمر، صحت وتقویٰ میں برکت عطا فرمائے اور ان کا سایہ تا دیر ہمارے سروں پہ قائم رکھے۔ آمین۔ آخر میں صرف یہ عرض کروں گا کہ اپنی کیفیت تو آج کچھ یوں ہے ؎

نہ ساقی ہے نہ میخانہ
نہ محفل ہے نہ پیمانہ
بہاریں لٹ گئیں ساری
فقط باقی ہے افسانہ

از قلم: قاری عزیز الرحمٰن
پپلاں، ضلع میانوالی
0300-6046583

مولانا احمد الرحمٰن، سرگودہا

خانقاہ سراجیہ کا سراجِ منیر

جن لوگوں کو دین وعلم میں رسوخ حاصل ہے وہ بخوبی جانتے ہیں کہ دین کا ایک شعبہ احسان واخلاص ہے۔ جو کہ شریعتِ مطہرہ کے تمام اعمال کی روح ہے۔ اور یہ بھی مسلّم ہے کہ دین کے اس شعبہ کی خدمت وحفاظت اس امت کے تمام طبقات میں سے صوفیاء ومشائخ کرام نے سب سے بڑھ کر کی ہے۔ خیر القرون کے بعد دین کی اس روح اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک کی امانت یعنی ''نورِ عرفان'' کو محبت وصحبت کے ذریعہ حاصل کر کے محبت وصحبت ہی کے ذریعے دوسروں تک منتقل کرنے اور اس روحِ اسلام اور نورِ عرفان کو دنیا میں باقی رکھنے کی جو مساعی جمیلہ صوفیاء کرام اور مشائخِ دیوبند نے کی ہیں ان کے پیشِ نظر کہا جا سکتا ہے کہ اس طبقہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانشینی کا حق ادا کر دیا ہے۔ مشائخ کے قافلہ میں ایک نام غوثِ وقت، قطب الاقطاب خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ کا ہے۔ جو تمام مشائخ دیوبند کی نسبتوں کے جامع اور امین تھے۔ 5 مئی 2010ء بروز بدھ مغرب اور عشاء کے درمیان سیال کلینک ملتان میں طویل علالت کے بعد اس جہانِ فانی سے عالمِ بقا کو چل بسے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

اس دورِ قحطُ الرجال اور عالمِ اضطراب میں خواجہ صاحب رحمہ اللہ کا وجودِ مسعود، اللہ تعالیٰ کا انعام تھا۔ جو بولتے کم تھے لیکن آپ رحمہ اللہ کی خاموشی میں بلاغتوں کا سمندر موجزن تھا۔ بقول شاعر ؂

دل ونگاہ کے ہر امتحاں سے گزر رہے ہیں
خموش رہ کے بھی حسنِ بیاں سے گزر رہے ہیں

ان کی ذات ستودہ صفات نہ صرف پاکستان، ہندوستان، بنگلہ دیش، عرب ممالک بلکہ پورے عالمِ اسلام کے لیے ایک نہایت بے بدل سعادتوں اور انوارات وبرکات کا سرچشمہ تھی۔ شرور وفتن کے اس دور میں آپ رحمہ اللہ انسانیت کی اصلاح وارشاد اور رشد وہدایت کے مینار تھے۔ ان کی پوری زندگی انسانیت کے فوز وفلاح اور اصلاح ورہنمائی کے لے وقف تھی۔

حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ کی پاکیزہ اور مبارک زندگی عقیدہ ختمِ نبوت کے تحفظ اور نصف صدی

سے زائد عرصہ تک اصلاح وارشاد اور مخلوقِ خدا کی راہنمائی، تزکیۂ نفوس کے رفیع مسند پر متمکن رہ کر لاکھوں تشنگانِ دین کو فیوض وبرکات سے نوازنے کے لیے وقف تھی۔

قارئین کرام:

حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ کا سایہ ہم پر اللہ رب العزت کا بہت بڑا انعام تھا حضرت رحمہ اللہ کے وصال کی وجہ سے امت مسلمہ یتیم ہوگئی ہے۔ اور یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے ہمارے سر سے چھت اُڑ گئی ہو۔ لیکن موت ایک اٹل حقیقت ہے جس سے کسی کو مفر نہیں لہٰذا حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ سے عقیدت ومحبت کا تقاضہ یہ ہے کہ ہم حضرت کے مشن کو اپنا کر اُسے جاری رکھیں۔ اسی سے خواجہ صاحب رحمہ اللہ کی روح خوش ہوگی۔ (ان شاء اللہ) اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی وناصر ہو۔

از قلم: احمد الرحمٰن

جھاوریاں، ضلع سرگودھا

0300-3539547

حضرت شیخ المشائخ خواجہ خان محمد رحمہ اللہ کے کمالات کا کیا ذکر کروں مجھ ناکارہ، نااہل، گمنام خاندان گھرانہ گمنام، بے علم، جب 1962ء میں صرف خانقاہ تفریحاً حاضر ہوا۔ اس وقت کی زندگی اللہ معاف فرماوے، بندہ نماز مساجد سے دور، علماء سے نفرت کرتا تھا، مگر اس ولی کامل کی ایک نگاہ نے شیطان کے راستے سے ہٹا کر رحمان کے راستے پر لگا دیا، مجھ جیسے نااہل کی جو پشت پناہی کی، علاقہ سے نکل کر ملک بھر میں نام سے بزرگ واقف ہوئے، قادیانیت اور بے دین طبقہ خائف ہوا، مجھ جیسے نااہل کو اس مقام پر پہنچایا جہاں پر خواب خیال بھی نہیں تھا۔ کل صبح تاریخ ہند پر غور کر رہا تھا، ہندوستان کی تاریخ میں شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ نام کی ایک شخصیت ملتی ہے جس پر تمام کا اتفاق واتحاد تھا۔ ہمارے دور میں حضرت شیخ المشائخ خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت ہے جس پر تمام مذہبی سالک اور سیاسی متفق تھے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ خانقاہ سراجیہ کی برکات اور قیادت کو برقرار رکھے اور حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین حضرت خواجہ خلیل احمد مدظلہ العالی کو ہمت وطاقت اور اپنے والد رحمۃ اللہ علیہ کے مکمل کمالات عطا فرمائے۔......غمزدہ ......دین محمد فریدی...... خادم ختم نبوت (تفصیلی مضمون باب نمبر 8 میں ملاحظہ فرمائیں۔ [خادم، حمزہ])

مولانا محمد بلال معاویہ

اِک روشن ستارہ

5 مئی 2010ء بروز بدھ شام آٹھ بجے کے لگ بھگ خواجہ خواجگان قطب الاقطاب حضرت خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ طویل علالت کے بعد داغِ مفارقت دے کر اللہ کے حضور انعام واکرام کے لیے چلے گئے۔

شب وروز کے ہنگاموں میں نہ جانے کتنوں کے بارے میں یہ خبر ملتی ہے کہ وہ ہم سے رخصت ہو گئے۔ بہت سوں کے چھوٹ جانے سے دل شدید رنج والم بھی محسوس کرتا ہے۔لیکن ایسے لوگ بہت کم ہوتے ہیں جن کی وفات کی خبر دلوں پر بجلی سی گرادے۔جن کا آفتابِ زندگی مشرق میں غروب ہوتو مغرب والے اندھیرا محسوس کریں۔جن کی یادان لوگوں کے دلوں میں بھی ایک ہوک پیدا کردے جوان سے تعلقِ خاطر کا رسمی رابطہ بھی نہیں رکھتے۔

برِ صغیر کے جن اہلِ علم وتقویٰ نے اس خطے کو ایمان ویقین،عقائد اور معرفت الٰہیہ جیسے علوم سے روشناس کرایا تھا وہ ایک ایک کر کے اٹھتے چلے جا رہے ہیں۔ چند سال سے یہ بساط اتنی تیزی سے لپٹ رہی ہے کہ جدھر نظر اٹھاؤ سناٹا ہی سناٹا نظر آتا ہے۔ان پے در پے حادثات نے علم وعمل،سلوک ومعرفت کے دوائر میں جو مہیب وعمیق خلا پیدا کر دیا ہے اس کا تصور کر کے بے ساختہ زبان پر یہ دعا جاری ہو جاتی ہے ''**ربنا ولاتحملنا ما لا طاقة لنا به واعف عنا واغفرلنا وارحمنا انت مولانا فانصرنا علی القوم الکافرین**'' جن کے لیے زندگی بھر قلم وزبان ''اطال اللہ عمرہٗ،دامت برکاتہم'' جیسے دعائیہ الفاظ استعمال کرتے رہے،آج ان کے نام کے ساتھ ''رحمہ اللہ،نور اللہ مرقدہٗ'' جیسے الفاظ لکھتے ہوئے کلیجہ منہ کو آ رہا ہے۔ لیکن کیا کریں!اللہ رب العزت حاکم بھی ہے حکیم بھی،اس کے فیصلوں کی حکمتیں ہمارے وقتی جذبات وخواہشات سے ماوراء ہیں۔اللہ کی مشیت کے آگے کسی کو دم مارنے کی اجازت نہیں۔

حضرت خواجہ صاحب نے تعلیم (ظاہری علوم) کے حصول کے بعد شیخ کی خدمت میں رہ کر اپنے سلسلہ کے شیخ کی نسبت اس قدر حاصل کر لی کہ آپ کی صورت ایسی ہو گئی کہ دیکھ کر خدا یاد آئے،صحبت پُر انوار

وپُرتاثیر، تواضع ادا، ادا سے نمایاں، اپنے مرشد سے حاصل کیے فیوض حرزِ جان، حق کی خاطر صراطِ مستقیم پر پوری طرح ثابت قدم اور اس ثابت قدمی پر سکینت وطمانیت کی دولت سے مالا مال، غرض ان تمام آثار کے امین جو اتباعِ سنت اور انابت الی اللہ کے سانچے میں ڈھلے بزرگوں کا طرۂ امتیاز ہوتے ہیں۔

یہ قانونِ فطرت ہے رب کریم جب کسی کو افادۂ حق کے لیے چنتے ہیں تو اس کے دل میں اپنی مخلوق کی غیر معمولی شفقت ومحبت پیدا فرمادیتے ہیں۔اِسے امت کے ہر فرد کے ساتھ ایسا تعلق ہوجاتا ہے کہ وہ ہر شخص کے دکھ کو اپنا دکھ اور ہر ایک کی راحت کو اپنی راحت تصور کرلیتا ہے۔حضرت کا معاملہ بھی یونہی تھا۔آپ نے مخلوقِ خدا کے دلوں کو کفر وشرک کے زنگ سے پاک کرکے توحید ومعرفت الٰہی سے صیقل کیا۔ان کے متعلقین ومتوسلین اور محبت کرنے والوں کی تعداد بلا مبالغہ لاکھوں میں تھی۔آپ کی وفات سے اس شیخ ومربی کا سایہ ہمارے سروں سے اٹھ گیا جس کی زندگی کی ہر سانس خدمتِ دین اور متعلقین کی اصلاح وفکر کے لیے وقف تھی۔ان کی مثال ایسے گھنے سایہ دار درخت کی سی تھی جس کی چھاؤں میں امت کے تمام افراد خصوصاً اہلِ علم ودین کو آغوشِ مادر کا سکون وسرور میسر تھا۔

طریقت ومعرفت، علم وفضل اور خلوص وللّٰہیت کی دنیا میں کبھی کمی نہیں رہی لیکن سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کو شاید تا قیامت اب اس جیسا سرخیل میسر نہ آئے۔اس اعتبار سے حضرت کی وفات ملت کا ایسا نقصان ہے جس کی تلافی ممکن نہیں۔اللہ رب العزت حضرت کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اور آپ کی قبر کو نور سے بھر دے۔آپ کو دارِ آخرت کا چین وسکون اور راحت نصیب فرمائے۔حضرت کے صاحبزادگان عالمِ دین ہیں جو حضرت کے لیے توشۂ آخرت ثابت ہوں گے۔اللہ رب العزت حضرت کے اعزاء واقارب اور لاکھوں مریدین کو صبرِ جمیل عطاء فرمائے خدمتِ دین کی توفیق ارزانی نصیب فرمائے۔

ازقلم: محمد بلال معاویہ گکھڑوی

متعلم: جامعہ بنوریہ عالمیہ

نزد سائٹ تھانہ، کراچی

0321-6083231----0333-9805273

حضرت مولانا خان محمد صاحب صدر بین الاقوامی تنظیم ختم نبوت کی رحلت سے یہ جہاں ایک بہت بڑے عالم دین اور خادم دین اسلام سے محروم ہوگیا ہے اللہ تعالیٰ ان کو اپنے خاص جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے عزیز واقارب کو اس عظیم سانحہ پر صبر ایوبی عطا فرمائے۔آمین......ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی۔

واجد محمود، باگڑسرگانہ

اللہ تعالیٰ مہربانی کریسی

نومبر 1995ء میں میری بطور مڈل سکول ٹیچر دو ہزار روپے تنخواہ تھی اور والد صاحب نے چھ بیگھہ زمین دی ہوئی تھی اور تین چھوٹے چھوٹے بچے تھے، جس سے بمشکل گھر کا گزارہ چلتا تھا ایک دن سکول ڈیوٹی سے گھر واپس آیا بیگم صاحبہ نے خوشخبری سنائی کہ اس کے والد صاحب حج پر بھیج رہے ہیں ایک دو دن میں دو ہمشیرگان کا پروگرام بھی بن گیا اور مجھے بھی صاحبزادہ محمد عابد صاحب نے مشورہ دیا کہ جوانی کے حج کا اور مزہ ہے لہذا تم بھی اسی سال بندوبست کر کے بیگم صاحبہ کے ساتھ حج کرلو!

مجھے اپنے انتہائی قریبی رشتہ داروں سے رقم ادھار ملنے کی امید نہ تھی۔ اگر کسی سے پانچ ہزار مانگے بھی تو جواب وہی ملا جس کی مجھے پہلے امید تھی۔ اس وقت ڈرافٹ پچپن ہزار کا دینا تھا میرے ذاتی وسائل سے صرف بمشکل 20 ہزار کا بندوبست ہوسکا، ڈرافٹ بھرنے میں ایک ہفتہ باقی تھا میں نے اپنی برادری کے ایک آڑھتی کو پیغام بھیجا اور کہا کہ میری تین ایکڑ کپاس کھڑی ہے یہ کپاس آپ کی، مجھے تیس ہزار روپے دے دیں اگر آپ کے پیسے پورے ہوگئے تو ٹھیک ورنہ میں بقایا رقم واپسی پر دے دونگا۔ اُس اللہ والے نے واپسی پیغام دیا کہ میاں صاحب سے کہو آپ کی کپاس اتنے پیسوں کی نہ ہو تو دو ہزار تنخواہ میں سے وہ مجھے پیسے کیسے واپس کریگا؟ اس فقرہ سے ایک سبق ملا کہ میں نے اللہ کی بجائے مخلوق پر آسرا کیوں کرلیا؟

اسی شام میرے مخدوم حضرت خواجہ خان محمد صاحب، اللہ ان کی قبر مبارک پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے باگڑسرگانہ تشریف لائے میں نے شام کا کھانا پکایا اور یہیں سے دوسرے دن حضرت نے چناب نگر اپنے مریدین باگڑسرگانہ کی قیادت کرتے ہوئے سالانہ تحفظ ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کرنا تھی۔

مجھے حضرت جی والی کار چلانے کا موقع مل گیا فیصل آباد پہنچے، گاڑیوں میں پٹرول ڈلوانے کیلئے پمپ پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ کسی وجہ سے سب پٹرول پمپ والوں نے پٹرول دینے کے سلسلہ میں ہڑتال کررکھی ہے چنانچہ اب میں ہر پٹرول پمپ پر رک کر پٹرول پوچھتا رہا پٹرول نہ ملا، شہر سے باہر آگئے شہر سے باہر دوسرے یا تیسرے پمپ پر جونہی میں نے بریک لگائی صاحبزادہ محمد عابد صاحب فوراً پچھلی گاڑی سے اتر

کرحضرت والا کے پاس آئے اورعرض کیا حضرت ہڑتال کی وجہ سے پٹرول نہیں مل رہا دعا فرمائیں کہ پٹرول مل جائے! حضرت کے الفاظ تھے ’’اللہ تعالیٰ مہربانی کریسی‘‘یعنی اللہ تعالیٰ مہربانی کریگا

صاحبزادہ محمد عابد صاحب اسی وقت پٹرول پمپ کے ذمہ دار کے پاس گئے اورانہیں پٹرول کی درخواست کی کمال مہربانی اللہ نے کی، منیجر کہنے لگا ہے تو ہماری ہڑتال، لیکن آپ سب لوگ جتنا چاہو گاڑیوں کیلئے پٹرول ڈیزل لے لو! آپ کیلئے کوئی پابندی نہیں، ان الفاظ کی تاثیر دیکھتے ہوئے مجھے بھی خیال آیا کہ حج کی کہانی اوررقم کے بندوبست کی کہانی اوردعا کروانے کا بہترین موقع کیوں ضائع کررہا ہے۔

چنانچہ میں نے حضرت جی کو بمعہ آڑھتی والے جواب کے تمام کہانی سنائی اورآخر میں دعا کیلئے درخواست کی حضرت جی کی زبان مبارک سے یہ الفاظ اس سفر میں دوسری مرتبہ سننے میں آئے ’’اللہ تعالیٰ مہربانی کریسی‘‘ مجھے اللہ تعالیٰ کی ذات سے ان الفاظ کے بعد پورا یقین ہوگیا کہ کام ہوگیا، چناب نگر سے واپس آئے سکول پہنچا اساتذہ اوردوستوں کو پتہ چل گیا کہ میں نے حج کا ارادہ کیا ہے۔

انہوں نے مجھے مبارک باد بھی دی اور ساتھ قرض حسنہ کے طور پر کسی نے پانچ ہزار کسی نے دس ہزار دیئے، ڈرافٹ بنوایا تو پانچ ہزار روپے میرے پاس فالتو تھے۔اوراللہ کی ایسی مہربانی ہوئی کی حج پر جانے سے پہلے میں تمام قرضہ اتار کر گیا۔

حضرت جی کے پاس میں نے 1971ء میں ہوش سنبھالتے ہی جانا شروع کردیا تھا میں ایک مدت تک دیکھتا رہا کہ لوگ اپنی اپنی التجائیں عرض کرتے ہیں اور حضرت فرماتے ہیں ’’اللہ تعالی مہربانی کریسی‘‘ اوردعا قبول ہوجاتی ہے جسکا ہمیں ذاتی طور پر کئی مرتبہ تجربہ ہوا۔ایک مرتبہ 1997 میں اپنے بچوں کے ہمراہ خانقاہ شریف حاضر ہوا حضرت سفر پر تھے چنانچہ میں رک گیا حضرت کی واپسی تین دن بعد تھی، میں صبح صبح نماز اشراق کے بعد سیر کیلئے بڑی نہر کے کنارے کنارے ایک پل سے دوسرے پل تک چلا جاتا میرے ساتھ ہی ایک فیملی چک جھمرہ سے پہنچی، سلام ودعا وتعارف کے بعد معلوم ہوا کہ یہ لوگ چک جھمر کے رہنے والے ہیں اور حضرت کے مرید بھی نہیں ہیں۔

میں نے پوچھا کہ کیسے آنا ہوا؟۔اورحضرت جی کا آپ کو کس نے بتایا؟ کہنے لگے ’’میاں صاحب! میری شادی کو سات یا آٹھ سال ہوگئے ہیں بیٹیاں ہیں بیٹا پیدا نہیں ہورہا، بڑے پیروں فقیروں سے تعویذ گنڈے اور علاج کرایا ہے لیکن مراد پوری نہیں ہوئی، ایک مولوی صاحب نے یہ در بتایا ہے کہ حضرت خواجہ صاحب کے پاس چلے جاؤ دعا کروالو! اللہ تعالیٰ بیٹا دیگا۔‘‘

اس سلسلہ میں اس نے میری رائے اور مشورہ چاہا اور یہ بھی کہا کہ میری وہاں دوکان ہے کاروبار

ہے اوراب میں تین دن مزید رہ بھی نہیں سکتا' کیا کروں؟ میں نے کہا آپ جس خواہش اور مقصد کے تحت آئے ہیں اس کو پورا کرو، کاروبار چلتا رہتا ہے، گھر میں رہ کر بھی دوکان بند کرنا پڑ جاتی ہے، خیر اس نے حضرت جی کی واپسی تک رہنے کا ارادہ کرلیا۔ہم تین دن اکٹھے رہے، چوتھے دن حضرت سفر سے واپس آئے۔

ان سے ملاقات ہوئی، بھائی صاحب کوحضرت نے دیکھ کرفرمایا کتھوں آئے ہو؟(کہاں سے آئے ہیں؟) کہنے لگے چک جھمرہ سے! حضرت جی نے حسب عادت پھر پوچھا کنج آئے او؟(یعنی کیسے آئے ہو؟) انہوں نے بتایا کہ سات سال ہوگئے ہیں بیٹا نہیں ہوا بیٹیاں ہیں، حضرت جی کی زبان مبارک سے اس شخص کیلئے یہی الفاظ نکلے''اللہ تعالیٰ مہربانی کریسی''۔

چنانچہ وہ آدمی اپنی فیملی کے ساتھ روانہ ہوگیا ڈیڑھ سال بعد لاہور سے براستہ فیصل آباد، باگڑ سرگانہ جاتے ہوئے مجھے ایک بورڈ نظر آیا جس پر لکھا ہوا تھا''چک جھمرہ''، مجھے فوراً اپنا وہ دوست یاد آ گیا اور میں نے ارادہ کیا کہ اس کومل کر جاتا ہوں۔اورحضرت جی کی دی ہوئی دعا کا کرشمہ بھی دیکھتا جاؤں۔میں چک جھمرہ روڈ پر مڑ گیا، نام اور دوکان کا نام یاد تھا، چھوٹا شہر تھا، آسانی سے ملاقات ہوگئی، بڑے خوش ہوئے، بہن کے گھر لے گئے کھانا بھی کھلایا، آرام بھی کرایا، میں نے پوچھا بھائی! حضرت جی سے جو دعا کرائی تھی اسکا رزلٹ کیا نکلا؟ کہنے لگے حضرت کی دعا نے میرے آنگن کو خوشیوں سے بھر دیا ماشاء اللہ خوبصورت لڑکا پیدا ہوا، چھ ماہ کا ہے اتفاق کی بات ہے کہ آج ہی وہ سب اپنے نانا کے پاس گئے ہیں ورنہ ضرور ملاقات ہوتی۔اکثر مجلس میں رات کوحضرت کے گھر جاتے وقت جو بھی خادم عرض کر دیتا۔حضرت یہ فقیر آپ کے در پر اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے آئے ہوئے ہیں حضرت اسی وقت دوزانو بیٹھ کر قبلہ کی طرف رخ کر کے اجتماعی دعا فرمادیتے اس دعا کے سلسلہ میں ہمارے جذبات کی ترجمانی خان بابا محمد نواز صاحب مرحوم حضرت جی کے ساتھ بے تکلفی کی وجہ سے خوب کرتے۔

دوسری بات حضرت جی کے پاس جو بھی سائل آیا اس نے اپنی کہانی اپنا دکھ اپنی تکلیف یا کسی کی طرف سے ایسا کوئی پیغام پہنچایا۔سائلین کی مرضی کی درخواست ہوتی تھی۔اورحضرت جی کے یہی الفاظ ہوتے ''اللہ تعالیٰ مہربانی کریسی''اور سائل کا بیڑا پار ہوجاتا تھا۔مجھے امید ہے ہر وہ شخص جس کی حضرت جی کے ساتھ کسی طرح نسبت تھی، میرے ان الفاظ کی تائید کریگا۔دعا سائل نے عرض کی، حضرت جی نے فرمایا ''اللہ مہربانی کریسی''اور کام بن گیا۔یہ میرا تجربہ اور مشاہدہ 35 سال کے عرصہ پر محیط ہے۔

محمد ازہر حسین حقانی

شیخ المشائخ کی زیارت

اس سال دس محرم الحرام کو خانقاہ سراجیہ جانے کا شرف حاصل ہوا، حاضری کا شوق تو تھا ہی، پھر اللہ نے زیارت بھی کروادی، جو بہت ہی مبارک ثابت ہوئی۔ خواجہ خواجگان حضرت خواجہ خان محمد رحمہ اللہ خاموش طبع تھے اور خاموش رہ کر ہی فیض پھیلایا کرتے تھے۔ جس دن ہم گئے اس دن بہت رش تھا، سو دور سے ہی زیارت نصیب ہوئی، کافی دیر زیارت کا موقع ملا، آخر میں خواجہ صاحب رحمہ اللہ سے مصافحہ کا شرف حاصل ہوا۔ اس کے بعد ہماری واپسی ہوئی۔

اب حضرت کے ساتھ محبت میں اضافہ ہو گیا، جلد ہی اللہ تعالیٰ نے دوسری بار ملاقات کا موقع دیا، 28 مارچ 2010ء بروز اتوار میرے خالو جی حضرت مولانا عبد الحق خان بشیر مدظلہ اپنے بیٹے (انس بھائی جان، جو مدرسہ عربیہ سعدیہ خانقاہ سراجیہ میں زیر تعلیم ہیں) سے ملنے جارہے تھے، مجھے بھی ساتھ لے گئے۔ ہم مغرب کے قریب خانقاہ شریف پہنچے، مدرسہ کے مہمان خانہ میں ٹھہرے، پانی پیا، اتنے میں مغرب کی اذان ہوگئی، نماز پڑھی۔ اس کے بعد حضرت کے گھر سے نہایت پرتکلف کھانا آیا، ویسے تو مہمانوں کے لیے لنگر کا کھانا ہوتا ہے مگر چونکہ خالو جی کے حضرت رحمہ اللہ کے صاحبزادہ صاحب مدظلہ سے گہرے تعلقات ہیں اس لیے کھانا حضرت کے گھر سے آیا اور آیا بھی معمول سے زیادہ بڑے برتنوں میں، پھر یہ بات سمجھ آئی کہ جس قدر بڑے یہ برتن ہیں اس سے کہیں زیادہ بڑے ان حضرات کے دل ہیں جن سے یہ مہمان نوازی کرتے ہیں۔ عشاء کی نماز کے بعد ہم سو گئے۔

فجر کی نماز خانقاہ شریف کی مسجد میں پڑھی، یہ مسجد بہت خوبصورت ہے، مغربی جانب ایک ہال ہے جس میں نماز پڑھی جاتی ہے، اس کے اوپر تین خوبصورت وعظیم الشان گنبد ہیں، اندر کی طرف ان گنبدوں پر شیشے کا کام کیا گیا ہے۔ ہال سے پیچھے (مشرقی جانب) ایک برآمدہ ہے اور برآمدے سے پیچھے ایک وسیع صحن ہے، صحن کے بائیں طرف وضوگاہ اور دائیں طرف حضرت رحمہ اللہ کے مسجد میں آنے کے لیے دستی لفٹ لگی ہوئی ہے۔ مسجد کے ساتھ خانقاہ کی عمارت ہے، اس سے ذرا پچھلی جانب ہٹ کر مدرسہ کی نہایت پرشکوہ عمارت ہے، مدرسہ کے دو صحن ہیں، درمیان میں ایک ہال ہے، ان سے متصل ایک لان نما قطعہ ہے جس میں گھاس ہے،

کناروں پر پھولدار پودے اس کی دلکشی میں اضافہ کا باعث ہیں۔ مسجد ومدرسہ میں درخت بھی کافی ہیں۔

بعد نماز حضرت کی زیارت نصیب ہوئی، اس مرتبہ نہ صرف حضرت کی زیارت کی سعادت ملی بلکہ بلکہ ہمارے آقا ومولا جناب رحمۃ للعالمین، خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کی زیارت بھی نصیب ہوئی۔ زیارت کا عام معمول تو مضان المبارک کے آخری جمعہ کو کرانے کا ہے، مگر خالو جی کی وساطت سے بندہ ناچیز کو بھی یہ نعمت غیر مترقبہ نصیب ہوئی۔

شیشے کا ایک بکس تھا، جس میں شیشے کا ایک بڑا پیالہ تھا، اس میں شیشے کا چھوٹا پیالہ تھا، ان دونوں پیالوں میں الائچیاں بھری ہوئی تھیں، چھوٹے پیالے میں سونے کی ایک نلکی تھی، جس میں کستوری اوپر تک بھری ہوئی تھی، اس کستوری پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کھڑے کیے گئے تھے۔ حضرت رحمہ اللہ کے صاحبزادہ صاحب مدظلہ نے بتایا کہ یہ موئے مبارک ہمیں اس شرط پر ملے تھے کہ جب یہ بڑھ جائیں گے تو بڑھا ہوا حصہ ہمیں واپس کریں گے۔ (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کا بڑھنا انبیاء علیہم السلام کے زندہ ہونے کی دلیل ہے۔) ان کی یہ بات سن کر میں نے عرض کیا کہ ''جب یہ آپ کے پاس موجود بال بڑھے گا تو آپ مجھے دے دیں!'' اس پر سب ہنس پڑے اور صاحبزادہ صاحب بولے اس طرح دینے لگے تو لینے والے بہت ہیں۔ انہوں نے مجھے موئے مبارک تو نہ دیئے مگر بکس میں موجود پیالوں سے نکلی ہوئی الائچی دیدی، اور ہم اسی پر صبر وشکر کرتے ہوئے واپس آ گئے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضرت خواجہ صاحب نور اللہ مرقدہ سمیت جملہ اکابرین دیوبند کے نقش قدم پر قائم ودائم رہنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔ بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

انسان پیدا ہوتا ہے اور اپنے رب کے پاس چلا جاتا ہے۔ بعض انسان کردار کے لحاظ سے امر ہو جاتے ہیں۔ اور بعض کے چلے جانے کا پتہ قریبی گاؤں والوں کو بھی نہیں ہوتا۔ کوئی انسان اپنے لئے کوئی اپنے خاندان اور کوئی علاقہ اور صوبہ وملک کیلئے سوچتا ہے، لیکن بعض انسان زمین اور اس میں موجود مخلوقات کے علاوہ افلاک اور اس میں موجود مخلوق کیلئے باعث رحمت ہوتے ہیں۔ حضرت خواجہ خان محمد اس صف کے انسانوں میں بلا مبالغہ شامل تھے۔ حضرت کی رحلت تمام مخلوقات کیلئے سانحہ ہے، ہم صرف مسلمان ہی نقصان میں نہیں رہے بلکہ حضرت کی برکت تمام مخلوقات کیلئے وسعت رکھتی تھی اس لئے سب اس برکت سے محروم ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ قادر ذات ہے، خالق ہے، وہ قدرت رکھتا ہے۔ ہم دست بستہ دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا بہترین نعم البدل ہمیں عطا فرمائیں۔ (مولانا) عبدالواسع، سینیٹر بلوچستان

حاجی محمد نواز خان، منسٹر B.D.A حکومت بلوچستان......عین اللہ شمس، وزیر صحت، حکومت بلوچستان

مولانا عبدالحکیم نعمانی

ایک عبقری روحانی شخصیت کا سانحۂ ارتحال

یہ دور قحط الرجال کا دور ہے۔ صاحب علوم وفنون اور شیوخ کے چلے جانے سے علم وروحانیت اور تزکیۂ نفوس بھی مرتفع ہوکر علامات قیامت کی تکمیل کا ذریعہ بنتا جارہا ہے۔ مخدوم المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کا وصال پرملال بھی اسی سلسلہ کی کڑی ہے۔ مورخہ 5 مئی بروز بدھ کی شام بعد نماز مغرب موبائل کی گھنٹی بجی۔ دیکھا تو خانقاہ عزیز یہ چک گیارہ‘ گیارہ ایل۔ چیچہ وطنی کے سجادہ نشین حضرت مولانا پیر جی عبدالحفیظ صاحب مدظلہ کا پرسنل نمبر سکرین پر آرہا ہے۔ فوراً ماتھا ٹھنکا یا اللہ خیر! کہاں میں گناہوں کا پتلا اور کہاں پیر جی کی شخصیت کا عالم، موبائل فون کی کال وصول کی تو حضرت پیر جی بڑی دھیمی آواز اور لرزتی زبان سے فرمانے لگے کہ ملتان سے ایک دوست نے حضرت خواجہ صاحب کی وفات حسرت آیات کی خبر دی ہے؟ پیر جی کے فون آنے تک بندہ بھی لاعلمی میں تھا۔ تو نیازمندی میں گزارش کی ابھی تھوڑی دیر بعد تمام صورت حال عرض کیے دیتا ہوں۔ ماتھے پر، پریشانی اور اداسی کا پسینہ ظاہر ہونے لگا۔ جلدی سے دفتر مرکزیہ ملتان کی عالمی لائبریری کے انچارج جناب ماسٹر عزیز الرحمان رحمانی کا موبائل ملایا تو انہوں نے بلکتے انداز میں حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ کی وفات کی روح فرسا خبر دی۔ پیر جی سے باقاعدہ رابطہ کرکے عرض کیا کہ آپ کی معلومات سو فیصد درست ہیں۔ سب نے ملکر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ بس پھر کیا تھا؟ صف ماتم اور کہرام برپا ہوگیا۔ کھانا پینا چھوٹ گیا، طبیعت حزن وملال اور فراق مرشد کے غم میں گرفتہ ہوگئی۔ ہم سب دل گرفتہ‘ دل شکستہ، دل برداشتہ اور دل خراش ہوکر جنازہ میں شرکت کیلئے خانقاہ سراجیہ کندیاں کی سفری تیاریوں میں مصروف ہوگئے۔ چیچہ وطنی اور قرب وجوار کے علاقہ جات میں حضرت خواجہ صاحب کے مریدین کا وسیع وعریض حلقہ ہے۔ تمام دوستوں او رمریدین نے انفرادی واجتماعی حالت میں سفر شروع کردیا۔ چیچہ وطنی کی تمام مذہبی قیادت پیر جی عبدالحفیظ‘ پیر جی عبدالجلیل‘ پیر جی عبدالرحمان‘ پیر جی قاری شبیر احمد، شیخ الحدیث مولانا محمد نذیر‘ مفتی محمد عثمان اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مقامی امیر اور جامع مسجد بلاک نمبر 12 کے خطیب مولانا محمد ارشاد‘ قاری محمد اصغر عثمانی‘ قاری زاہد اقبال مولانا کفایت اللہ حنفی‘ جناب حاجی محمد ایوب اور چوہدری زاہد اقبال ایم این اے کے علاوہ سینکڑوں متعلقین ومریدین نے جنازہ میں شرکت کی سعادت حاصل کی۔

مخدوم المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد کا وجود مسعود مسلمانوں کیلئے عطیہ خداوندی اور نعمت عظمی سے کم

نہ تھا۔تمام دینی جماعتوں اوراسلامی تحاریک کی نہ صرف سرپرستی فرماتے رہے بلکہ تمام اکابرین واصاغرین سے بے پناہ محبت کرنے والے اورانکی آمد پرپلکیں بچھا دینے والی عظیم شخصیت کے مالک تھے۔آپ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ،خانقاہ سراجیہ کے مسند نشین، جمعیت علماء اسلام کے سرپرست اور ہزاروں مساجداور مدارس کی علمی وفکری وتعمیری ترقی کیلئے ہمیشہ دعا گو رہتے تھے۔آپ کے مریدین ومخلصین کا حلقہ اثر پاکستان سمیت متعدد بیرونی ممالک تک محیط اور پھیلا ہوا ہے۔

راقم اثیم کے والد گرامی حضرت مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ کے شاگردوں میں سے ہیں اور قاسم العلوم ملتان کے قدیمی فضلاء میں شمار کیے جاتے ہیں۔والدمحترم جب بھی کسی جلسہ یا دینی تقریب میں شرکت کیلئے تشریف لے جاتے تھے تو ہم سب بھائیوں کو ساتھ لے لیتے تھے تاکہ بچپن ہی سے عقائدونظریات اوراعمال صالحہ میں پختگی آئے۔اوراکابرین علماء دیوبند سے عقیدت ومحبت بھی پیدا ہو۔یاد پڑتا ہے کہ والد گرامی ایک مرتبہ مدرسہ دینی درسگا خان گڑھ کے تین روزہ سالانہ جلسے میں شرکت کیلئے ساتھ لائے۔جہاں متعدد مقررین، خطباء، واعظین اور مشائخ عظام کے حکمت سے معمور مواعظ اور پندونصائح سننے اورانکی زیارت کرنے کا نادر موقع میسر آیا۔وہاں پہلی مرتبہ ہم سب بھائی حضرت خواجہ صاحب کی زیارت سے مشرف ہوئے۔حضرت خواجہ صاحب ظہر کی نشست کے موقع پر کرسئ صدارت پر جلوہ افروز ہوئے،نگاہیں نیچی جسم میں جھکاؤ، چلنے میں متانت اور وقار تھا آپ کی وضع قطع،نمودونمائش اور ملمع سازی سے کوسوں دور تھی۔ہماری نگاہیں حضرت کے منورنورانی چہرے کا دیدارمزیدارکرتی رہیں۔کرسئ صدارت پر جلوہ فگن ہونے کے بعد انتہائی سادہ مگر پرخلوص الفاظ سے مرقع دعا فرمائی اوراگلے سفر کیلئے روانہ ہوگئے۔ہمیں تو بچپن میں شعلہ نوا جوشیلے اورترنم والی تقاریر سننے کا چسکا لگا ہوا تھا۔تو راقم نے والدگرامی سے پوچھا کہ کیا ماجرا ہے یہ کیسے بزرگ ہیں جو تقریر نہیں فرماتے؟ تو والد گرامی نے ارشاد فرمایا بیٹا آپ لچھے دار تقاریر سننے کی بجائے سادہ سلیس گفتگو کرنے والے مقررین کی طرف رجحان ومیلان پیدا کریں۔ان سے آپ کو علوم دینیہ کے خزینے ملیں گے اور فرمایا کہ حضرت خواجہ صاحب بہت بڑے بزرگ اور روحانیت کے حوالے سے گوہر یکتا ہیں، صوفیاء کرام کے روحانی خانوادہ کے چشم و چراغ اور نایاب موتی ہیں۔دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل اور چوٹی کے بزرگ ہیں، انکی پرسوز دعائیں تمام دینی تحریکات کیلئے خاموش جہاد کا کام کرتی ہیں۔یقین جانیے !اس وقت سے طبیعت کا میلان حضرت خواجہ صاحب کی طرف ہوگیا۔

راقم نے جامعہ خیر المدارس ملتان سے دورہ حدیث کی تکمیل کے بعد حضرت سے بیعت کا سلسلہ جوڑ لیا۔بارہا خانقاہ سراجیہ کا سفر ہوا، ایک مرتبہ گھریلو پریشانی پر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور گزارش کی کہ حضرت خصوصی توجہات وعنایات سے نوازیں۔حضرت کی دعا کی برکت کی بدولت تھوڑے ہی دنوں میں وہ پریشانی کافور ہوگئی۔

حضرت خواجہ صاحب عالم اسلام کے عظیم وممتاز مذہبی راہنما اور روحانی پیشوا تھے وہ اس دنیا میں علماء ربانیین کی نشانی وعلامت سمجھے جاتے تھے، وہ ایک عبقری اور نابغۂ فہم وفراست کے حامل اور مسلک دیوبند کے لئے عظیم سرمایہ تھے۔تحریک ختم نبوت کی کامیابی' عروج وپھیلاؤ انکے مافوق الفطرت کارنامے ہیں۔آپ کے قلب ودماغ میں اللہ تعالیٰ نے ایسے تکوینی واصطفائی امور ودیعت رکھے ہوئے تھے جن کی نظیر اس پرآشوب زمانے میں ملنا انتہائی مشکل ہے۔حضرت خواجہ صاحب نے اپنی حیات مستعار اور بے ثباتی زندگی میں خانقاہی وروحانی فیض سے لاکھوں انسانوں کے قلوب واذہان کا تزکیہ کیا۔انکے اعمال واخلاق کو اسلامی سانچے میں ڈھالا 55 برس کے طویل عرصہ میں آپ نے خانقاہ سراجیہ کی مسند ارشاد پر بیٹھ کر ایسی بے مثال ولازوال سنہری خدمات سرانجام دیں۔جن کا احاطہ کرنا انسانوں کے بس میں نہیں۔اللہ تعالیٰ انکے فیض کو تاقیامت جاری وساری فرمائیں ۔انکی قبر کو بقعۂ نور بنائیں۔بڑے ہی عظیم آدمی تھے۔علماء دیوبند کے معتدل مزاج مسلک کے سچے امین اور حقیقی وارث تھے۔سچی بات تو یہ ہے کہ انکی وفات کے بعد ہم تمام مبلغین ختم نبوت وکارکنان ختم نبوت' تحریکی اور تبلیغی اور روحانی طور پر بے سہارا اور یتیم ہو گئے اللہ تعالیٰ ہم سب کو صبر جمیل کی توفیق سے نوازیں۔

حضرت خواجہ صاحب تمام دینی ومذہبی جماعتوں کے قائدین وکارکنان کو دین اسلام کی تبلیغ وترویج کیلئے، بالخصوص دفاع ختم نبوت اور تحفظ ناموس رسالت کے سلسلے میں ایک پلیٹ فارم پر مجتمع کر کے امت مسلمہ پر احسان عظیم فرماتے رہے۔مختلف الخیال اور متنوع مسالک کے علماء کرام' صحافیوں' وکلاء، سیاسی جماعتوں کے قائدین اور دانشوروں کو دین قیم کی بقا کیلئے اتحاد کی لڑی میں پرونا صرف آپ ہی کا طرہ امتیاز تھا۔امت میں اتحاد واتفاق پیدا کرنے اور شیرازہ بندی کو دور کرنے کیلئے آگ اور پانی کو جمع کرنا آپ کی زندگی کا فقید المثال اور ناقابل فراموش کارنامہ ہے۔آپ کی تحریکی وملی' دینی وروحانی' خانقاہی خدمات انکے پاکیزہ کردار کی طاقت اور انکے اخلاق کریمانہ ہم سب کیلئے اثاثہ زادِراہ اور مشعل راہ ہیں۔تمام دینی حلقوں میں آپ کی مقبولیت یکساں طور پر مسلّم تھی۔جمعیت اہل حدیث کے مرکزی راہنما حضرت مولانا سید ضیاء اللہ شاہ بخاری صاحب نے کئی مرتبہ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ تحفظ ختم نبوت کے مقدس مشن کیلئے میں نے حضرت خواجہ صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی ہوئی ہے۔اتنا بڑا جملہ حضرت خواجہ صاحب کی قیادت کے غلغلہ پر اعتماد کی غمازی کررہا ہے۔

ان سطور کے اختتام پر بارگاہ ایزدی میں التجاء ہے کہ اللہ جل شانہ حضرت خواجہ صاحب کے تمام فرزندان، خلفاء کرام، منتسبین، متعلقین ،مریدین، محبین، متوسلین کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائیں اور ہم سب کو انکے مقدس مشن کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے میں ہماری مدد ونصرت فرمائیں آمین۔

احقر الانام عبدالحکیم نعمانی غفرلہ......مبلغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت چیچہ وطنی......0300-7832358

قاری محمد اصغر عثمانی

طریقت وسلوک کا بحر بیکراں

یہ ایک اٹل حقیقت ہے۔ جو بھی دنیا میں آیا ہے اسے ایک نہ ایک دن فانی دنیا سے رخصت ہونا پڑیگا۔ لیکن یہ حقیقت بھی آفتاب نیمروز کی طرح آشکارا ہے کہ دنیا فانی میں کئی ایسی شخصیات بھی مکین ہوتی ہیں جن کے چلے جانے سے ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والے افراد انکی شفقتوں اور محبت بھری دعاؤں سے محروم ہو کر اپنے آپ کو تنہا اور مغموم تصور کرنے لگتے ہیں۔ انہی شخصیات میں مخدوم المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد نور اللہ مرقدہ نمایاں ہیں جو کہ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے حدی خواں اور قافلہ ختم نبوت کے روح رواں تھے۔ طریقت وسلوک کا بے تاج بادشاہ، شریعت وتصوف کا بحر بیکراں، خانقاہ سراجیہ کا آفتاب ومہتاب، مورخہ 5 مئی کو مغرب اور عشاء کے درمیانی وقت میں ہم سے روپوش ہو گیا۔ حضرت خواجہ صاحب امت مسلمہ کے ہر فرد کیلئے ایسا شجر سایہ دار تھے کہ جن کے سایہ عاطفت میں ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے لوگ راحت وسکون محسوس کرتے تھے۔ وہ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے عملی طور پر روحانی وحقیقی جانشین تھے۔ آپ نے متلاشیان حق اور طالبان روحانیت کیلئے خانقاہ سراجیہ کی مسند تربیت واصلاح اور روحانی بالیدگی کیلئے ایسی ناقابل فراموش خدمات سرانجام دیں۔ کہ جن سے تصوف کا کوئی پہلو تشنہ نہیں رہتا۔ ہندوپاک، بنگلہ دیش، برطانیہ وغیرہ اور دیگر کئی ممالک کے لوگ اس چشمہ فیض سے سیراب ہوتے رہے۔

بندہ پراگندہ جب قاسم العلوم ملتان کے شعبہ حفظ میں داخل تھا تو 1993ء میں اپنے دادا محترم جناب حاجی محمد ابراہیم صاحب (جو کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا شیخ محمد زکریا رحمہ اللہ کے مریدوں میں سے تھے) کی معیت میں جناب محمد اسحاق خاکوانی کے مکان واقع گلستان کالونی ملتان میں پہلی مرتبہ زیارت سے لطف اندوز ہوا۔ حضرت کی نظر کرم ہوئی قسمت کا ستارہ جاگ اٹھا۔ قدرتی طور پر دل میں آپ سے بیعت کا داعیہ پیدا ہوا۔ دادا مرحوم سے اس خواہش کا اظہار کیا تو بخوشی اجازت مرحمت فرمائی اور کہا بہت اچھا انتخاب کیا۔ ملک بھر میں انکی مثل اور کون شریعت وطریقت کے اسرار اور موز اور زریں اصول سے واقف ہوگا۔ بندہ حضرت کے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھ گیا۔ ندامت بھری آواز میں عرض کیا کہ مجھ جیسے ناکارہ آدمی کو اپنی خلعت بیعت میں لے لیں۔ تو آپ نے تبسم فرمایا اور پوچھا بیٹا کیا کام کرتے ہو؟۔ تو بندہ ناچیز نے عرض کیا کہ قاسم العلوم کے درجہ حفظ کا متعلم ہوں۔ تو حضرت خواجہ صاحب نے بندہ کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر بیعت سلوک کی سعادت سے

نواز۔ بعدازاں متعدد مرتبہ خانقاہ سراجیہ اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی ہیڈ آفس حضوری باغ ملتان میں زیارت وخدمت کی سعادت حاصل ہوئی۔

بندہ کا آبائی شہر چیچہ وطنی ہے۔ اور مذکورہ شہر میں حضرت خواجہ صاحب کے مریدین و متعلقین بہت زیادہ تعداد میں ہیں۔ صحت وتندرستی کے زمانہ میں بے شمار مرتبہ تشریف لا کر مریدین کے گھروں کو قدوم میمنت لزوم سے سرفراز فرماتے رہے۔ سب سے زیادہ قیام مرید خاص جناب حاجی محمد ایوب صاحب کے مکان واقع بلاک نمبر 1 میں کرتے تھے۔ ہڑپہ اور مضافاتی علاقوں میں بھی آپ کا وسیع ترین حلقہ مریدین ہے۔ اور 1984ء کو ساہیوال میں جامعہ رشیدیہ کے شہدائے ختم نبوت کی نماز جنازہ بھی آپ نے پڑھائی۔ یوں تو ضلع ساہیوال میں آپکے مریدوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ لیکن چیچہ وطنی اور ہڑپہ شہر سبقت کے زمرے میں آتے ہیں۔ چیچہ وطنی میں آپکی تشریف آوری کا دن ختم نبوت کے کارکنوں کیلئے نوید سحر اور عید کا دن ہوتا تھا۔ آپکی آمد پر خلق خدا کی کہکشاں ہوتی۔ اتنا زیادہ ہجوم ہوجاتا تھا کہ سب کو سنبھالنا مشکل ہوجاتا تھا۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام جامع مسجد بلاک نمبر 12 میں منعقد ہونے والی سالانہ ختم نبوت کانفرنس کی ہر سال صدارت فرماتے رہے۔ مدرسہ حفصہ کی طرف سے جامع مسجد مکی بلاک نمبر 1 میں ہونے والے پروگراموں کو بھی اپنی صدارت سے رونق بخشتے تھے۔ میرے دادمرحوم جناب حاجی محمد ابراہیم صاحب کے قائم کردہ مدرسے کا نام بھی حضرت خواجہ صاحب نے مدرسہ تحفیظ القرآن للبنات تجویز فرمایا اور آخری دم تک مدرسہ کی تعمیر وترقی کیلئے انکی خصوصی دعائیں شامل حال رہیں یونہی کئی مرتبہ حضرت کی زیارت کے مزے لیتا رہا۔

زندگی کے آخری ایام میں جب آپ سیال کلینک ملتان میں زیر علاج تھے۔ ماہر معالجین نے آپ کو انتہائی نگہداشت وارڈ میں رکھا ہوا تھا۔ متعدد بار تیمار داری طبع پرسی اور زیارت کی سعادت حاصل کی۔ مورخہ 5 مئی بروز بدھ احباب کے ہمراہ چیچہ وطنی کے مشہور مقدمہ توہین رسالت کی پیشی پر ملتان ہائی کورٹ حاضر ہوئے۔ واپسی پر ظہر سے قبل آپ کی خدمت اقدس میں حاضر رہا۔ معلوم ہوا کہ طبیعت مبارکہ پہلے کی نسبت بہت بہتر ہے۔ عصر کی نماز کے بعد اپنے سسرال والوں کے ہاں خانیوال آ گیا۔ پہنچ کر نماز مغرب ادا کی۔ تھوڑی دیر بعد مدرسہ فاروقیہ شجاع آباد کے مدرس اور برادر نسبتی حضرت مولانا مفتی محمد سلطان صاحب کا فون آیا کہ حضرت خواجہ صاحب کا وصال ہوگیا ہے۔ لیکن دل یہ غمناک اطلاع قبول کرنے سے قاصر رہا۔ کیونکہ کچھ گھنٹے پہلے بندہ خود حضرت کی زیارت کر کے آیا تھا۔ پریشان ہوگیا کہ اسی اثناء میں مبلغ ختم نبوت حضرت مولانا عبدالحکیم نعمانی صاحب نے فون پر حضرت خواجہ صاحب کے خالق حقیقی سے جاملنے کی اطلاع دی۔ حضرت مرحوم کی وفات کی خبر قلب وجگر پر صاعقۂ آسمانی ثابت ہوئی۔ دل ریزہ ریزہ ہوگیا۔ ہاتھ پاؤں غیر اختیاری طور پر کانپنے لگے۔

دماغی سوچ جواب دے گئی۔ کہ یا اللہ کیا ہوا ہمارے ساتھ۔لیکن یہ انہی کی دعاؤں کا ثمرہ اور فیض کا نتیجہ تھا کہ فوراً اللہ تعالیٰ نے دل میں ڈال دیا کہ موت سے کوئی بشر بھی مستثنیٰ نہیں۔ یہی فکر لیکر نظریاتی احباب سے مشاورت کے بعد چیچہ وطنی سے کارکنوں اور دوستوں سے بھری بس لیکر مغفرت کی آس لیے ہوئے جنازہ میں شریک ہوئے۔ اور باقی انفرادی واجتماعی حالت میں شرکت کرنے والے احباب اس کے علاوہ ہیں۔

حضرت خواجہ صاحب ملت اسلامیہ کے اتحاد کے داعی وعلمبردار اور علم وحکمت کے روشن چراغ تھے۔ آپ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی امیر تھے۔آپ کے زمانہ امارت میں پوری دنیا پر تحریک ختم نبوت کے مضبوط نیٹ ورک کا جال بچھایا گیا۔اور مطلوبہ اہداف ونتائج بھی حاصل کیے گئے۔یورپ ممالک میں فتنۂ قادیانیت کے تعاقب وسرکوبی کے لیے دیارِ غیر ''لندن'' میں مجلس تحفظ ختم نبوت کا ملکیتی دفتر قائم کر کے محاذ ختم نبوت کو منظّم ومربوط کیا گیا۔وہاں پر سالانہ عالمی ختم نبوت کانفرنس کی داغ بیل ڈالی گئی۔آپ نے سجادہ نشینی کے دور میں اپنے چند مریدوں کو خلعت خلافت سے بھی نوازا۔ 1953ء کی تحریک ختم نبوت میں آپ کو حرمت رسول کا پرچم بلند رکھنے کی پاداش میں پس دیوار زنداں رکھا گیا۔1974ء و1984ء کی تحریکات ختم نبوت اور مرزا قادیانی کے کفر وارتداد پر مشتمل حلف نامہ کی بحالی اور کمپیوٹرائزڈ پاسپورٹ میں دوبارہ مذہب کے خانہ کے اندراج کا مسئلہ بھی آپ کی تحریکی و روحانی توجہات کا مرہون منت ہے۔امت مسلمہ کو جوڑنے اور باہمی تنازعات کو دور کرنے کیلئے انکا قلب مبارک بے قرار رہتا تھا۔آپ امت کو فروعی اور غیر ضروری مسائل میں الجھانے کی بجائے غیر متنازعہ بنیادی مسائل اور ضروریات دین سے متعلق عقائد کی طرف عوام اور علماء کرام کی توجہ مبذول فرماتے رہے۔آپ کی اصلاح وتربیت خلق خدا کیلئے نافع اور مفید ثابت ہوئی۔وہ گئے گزرے زمانہ میں تقویٰ وطہارت اصلاح وارشاد تعلیم وتربیت نقطہ آفرینی دور اندیشی اور پاکیزگی کے پیکر تھے۔آپ کی تحریرات، خطوط، تقریظات اور تحریکی خدمات سے نہ صرف ملک کی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت ہوئی۔ بلکہ کئی لوگوں کیلئے ذریعہ نجات بھی ثابت ہوئیں۔حضرت مرحوم سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے سلوک وطریقت کے حقیقی وارث اور دُرِّ یکتا تھے۔دین اسلام کی بقا میں باکمال، اتباع سنت کے جذبہ سے سرشار' دفاع ختم نبوت کے مورچہ کے جانباز سپاہی' آزادی کی تحریکوں کے خاموش مجاہد اور تمام دینی طبقات سے شفقت ومحبت کرنے جیسی عظیم صفات سے متصف تھے۔

اللہ تعالیٰ آپ کے تمام سوگواران' پسماندگان اور مریدین ومعتقدین کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائے اور آپ کے مقدس مشن کو آگے بڑھانے کی طاقت وصلاحیت سے وافر حصہ عطا فرمائے۔آمین۔

محمد اصغر عثمانی......چیچہ وطنی......0300-6921633......0321-6921633

سید محمد معاویہ بخاری

ایک مشفق و محسن اور مربی کی رحلت

کچھ ایسے بھی اٹھ جائیں گے اس بزم سے جن کو
تم ڈھونڈنے نکلو گے مگر پا نہ سکو گے

یہ دور قحط الرجال کا دور ہے اور بقول معروف دانشور جناب اشفاق احمد مرحوم کے یہ تو ڈنگر ڈھوروں کا دور ہے، انسان پیدا ہونے بند ہوگئے ہیں، ایسے حرماں نصیب دور میں شرف انسانیت سے ممتاز، علم وعمل کے شہسوار، ہزاروں لاکھوں کی ہدایت و رہنمائی کا باعث بننے والے رہبر واستاذ، تزکیۂ نفس سے ارواح کو اجالنے اور نمونۂ اخلاق واعمال سے زندگیوں میں تغیر لانے والے مخلص و بے ریا بندگان خدا کا اس بے ثبات دنیا سے رخت سفر باندھ کر عالم بقاء (ابدی راحتوں کے مسکن) منتقل ہو جانا یقیناً اہل دل کیلیے بہت بڑا سانحہ ہے۔ کرۂ ارضی کو جن پاکیزہ نفوس کی بدولت بے شمار عذابوں سے محفوظ بنا دیا جاتا ہے، جن کے وجود کی برکت سے خوشنما ماحول بنتے ہیں اور جن کی مستجاب دعاؤں کے طفیل آسمانوں پر رحم وکرم کے فیصلے باقی رکھے جاتے ہیں، جو **فاذکرونی اذکرکم** کا عملی مصداق بنتے ہیں۔ جنہوں نے ویرانوں میں پھول کھلائے، جھلستے رہگزاروں کو گلستانوں میں تبدیل کیا جو رب بے نیاز کے بندۂ بے نیاز بن کے جیئے، جن کے علم، حلم، کرم کی گواہیاں بے شمار ہوں ایسی انسان گر شخصیات کا دنیا سے اٹھ جانا قرب قیامت کا اعلان ہی تو ہے۔

۵؍مئی ۲۰۱۰ء بروز بدھ کو ایسی ہی ایک جہاں تاب شخصیت خانقاہ سراجیہ کے مسند نشین شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ عالم فنا سے عالم بقا کو تشریف لے گئے۔ **انا للّٰہ وانا الیہ راجعون**

اپریل ۲۰۱۰ء کے آخری عشرے کی بات ہے جب اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی تھی کہ خانقاہ سراجیہ کے مسند نشین یادگار اسلاف حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب کو شدید علالت کے باعث ملتان کے ایک نجی ہسپتال (سیال ہسپتال) میں داخل کرا دیا گیا ہے۔ حضرت کی علالت کے بارے میں بتایا گیا تھا گزشتہ تین ماہ سے بیمار ہیں اور انہیں یرقان کا عارضہ لاحق ہے۔ مرض کی شدت میں اضافہ کے سبب انہیں انتہائی نگہداشت کے وارڈ میں رکھا گیا تھا۔ راقم اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ حضرت کی زیارت کیلیے ہسپتال حاضر ہوتا رہا لیکن کیونکہ معالج حضرات نے ملاقات کی اجازت نہیں دے رکھی تھی۔ اس لیے محض دور سے چہرۂ مبارک دیکھ کر

دعائے صحت کر کے واپسی ہو جاتی۔ ۲ اور ۳ ؍ مئی کو چند قریبی احباب نے بتایا تھا کہ حضرت کی صحت پہلے سے قدرے بہتر ہے جبکہ ۴ ؍ مئی کو اطلاعات یہ تھیں کہ حضرت نے تقریباً ڈیڑھ ماہ بعد معقول ٹھوس غذا بھی لی تھی ورنہ ادویات اور مشروبات پر ہی اکتفا کیا جا رہا تھا۔ ۵ مئی کی یہ اطلاع اپنی جگہ خوش آئند تھی کہ شدید نقاہت کے باوجود حضرت کی طبیعت نسبتاً ٹھیک ہے لیکن پھر نماز مغرب کے بعد اچانک ہی حضرت مولانا کے انتقال کی خبر آ گئی۔ **انا للّٰہ وانا الیہ راجعون**

بھیرہ سے ہمارے مہربان مولانا عزیز الرحمٰن خورشید کا فون آیا تھا اور وہ اس حادثۂ فاجعہ کی تصدیق کرنا چاہتے مگر اس وقت تک میں بھی انہی کی طرح اس حادثہ سے لاعلم ہی تھا اس لیے فوراً ہسپتال کا رخ کیا اور وہاں پہنچ کر دیکھا کہ حضرت جسد خاکی کو ہسپتال کے کمرے سے ایمبولینس میں منتقل کیا جا رہا تھا۔ برادر محترم سید محمد کفیل بخاری صاحب، اور برادر عزیز حافظ مولوی سید عطاء المنان بخاری سلمہ سے وہاں ملاقات ہوئی جو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ کے پاس غم واندوہ کی تصویر بنے کھڑے تھے۔

ایمبولینس کے شیشہ سے حضرت کا نورانی چہرہ صاف نظر آ رہا تھا اور لوگ اپنے مرشد ورہنما کے چہرے کی ایک آخری جھلک دیکھنے کے لیے دیوانہ وار لپک رہے تھے۔ اس صورتحال کو بھانپتے ہوئے فوری طور پر فیصلہ کیا گیا کہ ایمبولینس کو جلد سے جلد وہاں سے روانہ کیا جائے، بصورت دیگر بے پناہ رش کی وجہ سے کئی مشکلات پیدا ہو سکتی تھیں۔ ذرائع ابلاغ پر حضرت کے سانحۂ وفات کی خبر نشر ہونے کے بعد لوگ ہسپتال کا رخ ہی کر رہے تھے اور جہاں ہسپتال واقع ہے اس روڈ پر سینکڑوں لوگوں کے اجتماع کی گنجائش بالکل بھی نہیں تھی۔ چنانچہ ایمبولینس کو فوری طور پر روانہ کر دیا گیا اور مشتاقان آخری دیدار سے معذرت کرتے ہوئے انہیں جنازہ میں شرکت کے لیے خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف پہنچنے کی تلقین کی گئی۔ جنازہ کیلیے ۶ ؍ مئی بروز جمعرات تین بجے سہ پہر کا وقت بتایا گیا، اس اطلاع کے بعد تمام عقیدت مند کندیاں شریف کی جانب روانہ ہو گئے۔ ملک بھر سے دن رات کی تمیز کیے بغیر قافلے چل رہے تھے، بزرگ اور نوجوان فاصلوں کی طوالت خاطر میں لائے بغیر محض اللہ کے ایک برگزیدہ بندے کے جنازہ میں شرکت کیلیے عازم سفر تھے۔ دوپہر دو بجے تک جامع مسجد کے قریب وسیع وعریض میدان میں انسانوں کا ایک سمندر جمع ہو چکا تھا۔ سخت گرم موسم کے باوجود لوگ خانقاہ سراجیہ پہنچ رہے تھے۔ قطاریں بنائی جا رہی تھیں، صفوں کو درست کرنے اور نظم وضبط بحال رکھنے کے اعلانات سپیکر سے کیے جا رہے تھے، عقیدت مند دیوانوں فرزانوں پر مشتمل لاکھوں کے اجتماع کا ایک ایسا روح پرور منظر تھا جس کی کیفیات بیان کرنا ممکن نہیں۔ یہ سب لوگ ایک ایسی شخصیت کی محبت وعقیدت میں جمع تھے جس سے ان کی کوئی رشتہ داری نہ تھی، سرکاری دوباری رسوخ اور ذاتی مفادات پر مبنی تعلقات کے برعکس ’’جبی فی

اللہ'' کا تعلق کتنا گہرا ہوسکتا ہے؟ اس کا اندازہ ایک مرد درویش، فقیر منش، فنافی اللہ اور وقت کی قطب شخصیت کی جدائی میں روتے بلکتے انسانوں کے جم غفیر کو دیکھ کر بخوبی لگایا جاسکتا تھا۔ حضرت مولانا خان محمد رحمہ اللہ کی نماز جنازہ آپ کے صاحبزادہ مولانا خلیل احمد صاحب نے پڑھائی اور آپ کو خانقاہ سے ملحق آبائی تاریخی قبرستان ان کے مرشد اول حضرت مولانا احمد خان صاحب رحمہ اللہ اور مرشد ثانی حضرت مولانا عبداللہ صاحب رحمہ اللہ کے قرب میں سپرد خاک کردیا گیا۔ **رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ**

خانقاہ سراجیہ کا قیام اور اس کا پس منظر:

برصغیر پاک و ہند وہ خوش نصیب خطۂ ارضی ہے جہاں اللہ عزوجل کی محبوب شخصیات نے جنم لیا اور اخلاص وللّٰہیت کے پیکران اولیاء اللہ نے اپنے اطراف میں پھیلی کفر وشرک کی اندوہناک تاریکیوں میں ہدایت ومعرفت کے چراغ روشن کیے، وہ ظلمت کدۂ دھر جہاں مٹی کے بھگوان پوجے جاتے تھے۔ گاؤ ماتا کالی دیوی، سانپ دیوتا برگد کے درختوں اور سورج چاند ستاروں کی پرستش کی جاتی تھی، اللہ کے ان بندوں نے اپنی مخلصانہ ومجاہدانہ جدوجہد اور اپنے بے مثال اخلاق وکردار سے لوگوں کے قلوب واذہان بدل ڈالے، انہیں کفر وشرک اور بدعات ورسومات کے اندھیروں سے نکال کر ایک پروردگار عالم، بزرگ وبرتر ''اللہ'' رب العزت کی معرفت سے روشناس کرا دیا، نیم پختہ کچی کٹیاؤں میں بنی خانقاہوں، مدارس اور مساجد سے دین اسلام کی ضیاء پاش کرنیں یوں پھیلیں کہ ظلمت کدوں کے مجاور حیران وششدر رہ گئے۔ آفتاب و ماہتاب شخصیات کا ایک سلسلۃ الذہب جس نے آنے والے زمانے کا دوربین تجزیہ کرکے اپنی بے لوث دینی محنت کا آغاز کیا تھا۔ تاریخ یہی بتاتی ہے کہ اس محنت کے ثمرات کروڑوں اربوں انسانوں تک پہنچے، ہدایت عام ہوئی، اللہ کا نام، اللہ کا دین، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتیں آپ کی عفت وعصمت کا تحفظ، ختم نبوت پر ایمان ویقین راسخ اور فداکاران رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عزت و حرمت ان کی محبت وخدمات کا پرچار ہوا اور امت مسلمہ کیلیے اپنی کھوئی ہوئی پہچان برقرار رکھنے اور عظمت رفتہ کی واپسی کے امکانات کسی حد تک روشن ہوگئے۔ خانقاہی نظام نے چار صدیوں کی مشقت اور صبر آزما جدوجہد سے ایک ایسا ماحول پیدا کردیا تھا کہ جس میں تحریک تجدید احیاء دین کو قوت و وسعت نصب ہوئی۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے اس خانقاہی نظام کی تجدید نو جن مستحکم بنیادوں پر کی تھی یہ اسی کے برگ وبار تھے کہ دیوی بن (دیوبند) جیسے کفر گڑھ میں احیاء علوم اسلامیہ کیلیے انار کے ایک درخت کے سایہ تلے پہلا مدرسہ قائم ہوا جو آج ''دارالعلوم دیوبند'' کے نام سے کرۂ ارض پر جگمگا رہا ہے۔ ایک طرف علوم دینیہ کی ترویج

کیلیے کی گئی یہ بیش بہا کوشش اللہ کے فضل وکرم اور علماء دین کی بے مثال مخلصانہ جدوجہد سے بار آور ہو رہی تھی تو دوسری طرف خانقاہی نظام میں بھی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کی مساعیات جمیلہ کے طفیل انقلابی تبدیلیاں رونما ہو رہی تھیں، جمود اور یبوست کی دبیز پرتیں دل ودماغ سے پگھلنے میں گو کہ سو برس سے بھی زائد کا عرصہ لگا لیکن بہرحال خانقاہی نظام جو عیسائی رہبانیت اور ہندو پُروہت پرستی کی راہ چل نکلا تھا۔ حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی محنت وجدوجہد سے لگنے والی ضرب یداللّٰہی نے اسے پھر جادۂ مستقیم پر گامزن کردیا تھا اور خانقاہیں پھر سے ان اسلاف کی ڈگر پر چل نکلیں تھیں جسے اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا منہاج قرار دیا جاتا ہے اور جو قرآن کے حکم، تعلیم کتاب وحکمت اور تزکیۂ نفس پر مبنی ہیں، اس حسین علمی وروحانی تعلیم وتربیت کے اشتراک سے وہ جماعت مخلصین تیار ہو رہی تھی جسے بعدازاں فرنگی سامراج کے ہمہ جہتی تباہ کن نظام کی راہ میں بنیان مرصوص بن کر ایستادہ ہونے کے ساتھ ساتھ متعصب ہندو کی دسیسہ کاریوں سے بھی نبرد آزما ہونا تھا۔ چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے قافلۂ حریت کے ارکان میں سے ہی ایک فرد جلیل نے مجددی نسبت کا سلسلہ مستحکم کرنے کیلیے دہلی میں خانقاہ مظہریہ قائم کی تھی اور پھر اسی کی ایک شاخ ''خانقاہ احمدیہ موسیٰ زئی شریف'' ڈیرہ اسمٰعیل خاں میں پہنچی اس کے بعد خانقاہ احمدیہ موسیٰ زئی شریف کے تیسرے سجادہ نشین حضرت خواجہ محمد سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ اجل حضرت مولانا ابوالسعد احمد خاں رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شیخ حضرت خواجہ محمد سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں میانوالی کے مضافات میں اپنے آبائی ''علاقہ ورقبہ'' پر خانقاہ سراجیہ قائم کی۔ خانقاہ سراجیہ کی تعمیر ۱۹۲۰ء سے پہلے شروع ہوئی تھی۔ حضرت مولانا احمد خاں رحمۃ اللہ علیہ اپنے علاقہ کے بہت بڑے زمیندار تھے لیکن دنیوی ثروت رکھنے کے باوجود فقیرانہ مزاج پایا تھا، دینی تعلیم کے حصول کا بے انتہا شوق اور خانقاہی نظام سے وابستہ ہونے کی تڑپ تھی۔ چنانچہ اسی شوق وتڑپ کی تکمیل کیلیے نہ صرف دینی تعلیم حاصل کی اور اس کے بعد خانقاہ احمدیہ موسیٰ زئی شریف میں پہلے حضرت خواجہ محمد عثمان رحمۃ اللہ علیہ اور پھر ان کے جانشین وفرزند حضرت خواجہ محمد سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ سے روحانی فیض وتربیت حاصل کی اور تمام مشکل مراحل اور تکالیف کو انتہائی درجہ صبر واستقامت کے ساتھ برداشت کر کے عنداللہ وعندالناس اعلیٰ مقام ومراتب حاصل کئے۔ یہ اسی فیض وتربیت کا نتیجہ تھا کہ مولانا احمد خاں رحمۃ اللہ علیہ نے متوسلین خانقاہ سراجیہ ''طالبان حق'' کو خوب خوب فیض بہم پہنچایا ان کی تعلیم وتربیت اور تزکیہ کے مراحل طے کرانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ جلد ہی خانقاہ سراجیہ اور حضرت مولانا احمد خاں کے فیض وتربیت کا شہرہ برصغیر کے اطراف واکناف تک پھیلنے لگا۔ اس وقت کے اکابر علماء اور دارالعلوم دیوبند کے مشائخ خانقاہ سراجیہ تشریف لایا کرتے تھے۔ حضرت مولانا احمد خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی حیات سعید میں ہی اپنے تربیت یافتہ ۱۳۱ بزرگ حضرات کو

خلافت عطا فرمادی تھی۔آپ کا انتقال ۱۹۴۱ء میں ہوا اور آپ کی رحلت کے بعد آپ کی وصیت کے مطابق ہی فہرست خلفاء میں سے حضرت مولانا عبداللہ ؒ کو جانشین مسند خانقاہ سراجیہ مقرر کیا گیا۔

حضرت مولانا عبداللہ ؒ ایک عالم باعمل اور تزکیۂ نفس کے خانقاہی نظام سے مصفا ہو کر نکلنے والی شخصیت تھے چنانچہ انھوں نے بھی اپنے شیخ حضرت مولانا احمد خاں ؒ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے خانقاہ سراجیہ کی روشن روایات کو پروان چڑھایا اور دین اسلام کی تعلیم وتبلیغ کیلیے اپنے آپ کو وقف کیے رکھا۔ مذکورہ دونوں شخصیات کے خلوص وللّٰہیت کے طفیل ہی خانقاہ سراجیہ کی شہرت برصغیر کی حدود سے نکل کر دنیا بھر میں پھیلنے لگی اور حلقۂ خانقاہ سراجیہ میں شامل ہونے والے لوگ ایک تسبیح کی طرح باہم جڑے ہوئے یک فکر ہو گئے۔

خانقاہ سراجیہ کی ہمہ جہت ترقی کیلیے خدمات:

حضرت مولانا خان محمد ؒ عام وخاص کی محبوب شخصیت تھے۔وہ ایک ایسا شفیق ومہربان سائبان تھے جس کے سائے تلے ہر مکتب فکر کے افراد سکون واطمینان محسوس کرتے تھے۔یہی وجہ تھی کہ مختلف الخیال باہمی لوگ نظریاتی اختلافات کے باوجود حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے اور بقدر ظرف واستطاعت فیض حاصل کرتے۔حضرت ؒ انتہائی کم گو اور محتاط طبیعت کے باوجود علاقائی اور ملکی سطح پر ہونے والی مذہبی وسیاسی سرگرمیوں سے لاعلم ہرگز نہ تھے۔عہد حاضر کی جدید اصطلاح ''سوشل کنٹریکٹ'' کے تناظر میں بھی دیکھا جائے تو ایک خانقاہی مزاج رکھنے والی شخصیت کے عامۃ الناس سے اس قدر گہرے روابط پر تعجب ہوتا ہے۔ حضرت ؒ انتہائی خندہ پیشانی سے تمام امور کی نہ صرف ادائیگی فرماتے بلکہ خانقاہ سراجیہ کی تعمیر وترقی، مدرسہ سعدیہ کے نظم ونسق، طلباء وسائلین خانقاہ کے علاوہ علاقہ بھر کی خبر گیری کرتے۔جہاں تک ممکن ہوسکتا اپنا کردار بھرپور انداز میں ادا کرتے۔آپ کی انہی توجہات کے باعث خلق خدا میں آپ کو بے انتہا محبوبیت و مقبولیت حاصل ہوئی۔۱۹۵۶ء میں حضرت مولانا عبداللہ ؒ کی وفات کے بعد جب آپ مسند نشین خانقاہ ہوئے تو اس وقت خانقاہ سراجیہ ایک بے آب وگیاہ علاقہ میں قائم شدہ واحد نشان عظمت تھی۔ چاروں اطراف میں کئی میل تک آبادی کا نام ونشان تک نہیں تھا۔تاہم خانقاہ سراجیہ اور مدرسہ سعدیہ جو حضرت مولانا ابوسعد احمد خان صاحب ؒ کی علمی وروحانی خدمات وتوجہات کے سبب برصغیر کے علمی وروحانی حلقوں میں اپنی حیثیت منوا چکے تھے۔حضرت مولانا خان محمد ؒ نے اس باغیچۂ علم وحکمت کی خوب خوب آبیاری کی، حضرت مولانا احمد خاں صاحب ؒ نے اپنے حیات میں ہی خانقاہ کے ساتھ ساتھ ایک عظیم الشان لائبریری

بھی قائم کی تھی جس میں ہزاروں دستیاب و نایاب دینی کتب کا ایک بیش قیمت ذخیرہ مہیا کیا گیا تھا اور اس کے لیے بیرون ملک شائع ہونے والی کتب بھی بصد اہتمام لائبریری کی زینت بنائی گئی تھیں جن سے اہل علم و تحقیق استفادہ کیلیے جوق در جوق تشریف لاتے۔ حضرت مولانا عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد حضرت خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی خانقاہ سراجیہ، مدرسہ سعدیہ اور سراجیہ لائبریری کی وسعت میں مزید کئی گنا اضافہ کیا۔ یہ آپ ہی کی توجہات اور شبانہ روز محنت و جدوجہد کا ثمر ہے کہ آج نہ صرف خانقاہ و مدرسہ وسعت پذیر ہیں بلکہ اطراف میں بھی جدید عمارات، ادارے، کالونیاں وجود میں آ چکی ہیں۔ خانقاہ سراجیہ کی ۹۰ برس قبل تعمیر شدہ مسجد، خانقاہ کے حجرے اور مدرسہ سعدیہ کی قدیم و جدید عمارت اپنے حسن و جمال کے ساتھ قائم و دائم ہیں اور حضرت خواجہ خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زیر سرپرستی و زیر تربیت ان کے صاحبزادگان و جماعت مخلصین اس کا نظم و نسق شاندار انداز میں چلاتے رہے اور اب بھی چلا رہے ہیں۔

تحفظ ختم نبوت کے محاذ پر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات:

خانقاہ سراجیہ کے بانی مرشد العلماء والصلحاء حضرت مولانا احمد خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دینی خدمات کا دائرۂ کار صرف خانقاہ کے اصلاحی نظام تربیت و تزکیہ تک ہی محدود نہ تھا بلکہ وہ ان تمام دینی تحریکات کے سرپرست مؤید و معاون بھی تھے جو مختلف عنوانوں سے برپا ہو رہی تھیں، تحریک جدوجہد آزادی ہو یا تحریک خلافت ہو یا تحریک ختم نبوت، حضرت مولانا احمد خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان تحریکات میں دامے درمے سخنے شریک رہے۔ بالخصوص تحریک تحفظ ختم نبوت میں آپ کا کردار انتہائی اہم اور سرپرست کا رہا۔ ۲۹/دسمبر ۱۹۲۹ء میں تحریک خلافت کے چند اہم ارکان نے برصغیر کے سیاسی حالات کی نوعیت کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک نئی تحریکی قوت بنانے پر اتفاق کیا تھا۔ امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، مولانا داؤد غزنوی، مولانا ظفر علی خان، مولانا مظہر علی اظہر، مفکر احرار چودھری افضل حق، شیخ حسام الدین اور غازی عبدالرحمٰن امرتسری سمیت دیگر چند علماء حضرات نے مشاورت سے ''مجلس احرار اسلام'' کی بنیاد رکھی اور حضرت امیر شریعت سید عطاء شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس جماعت کے پہلے امیر مقرر کر دیئے گئے۔

قیام جماعت کے بنیادی اہداف بڑے واضح تھے۔ اوّل: ہندوستان میں فرنگی سامراج اور اس کے زرخرید ٹاؤٹوں کے خلاف رائے عامہ کا شعور بیدار کرنا، فرنگی اقتدار کے خاتمہ اور ہندوستان کی آزادی کیلیے جدوجہد کرنا۔ دوم: فرنگی کے خودکاشتہ پودے مرزا غلام قادیانی کے دعویٰ نبوت کے بارہ میں مسلمانوں کو آگاہ کرنا اور مرزائیت کے ابطال کیلیے جامع کوشش کر کے مسلمانان برصغیر کو اس فتنۂ ارتداد سے بچانا، حضرت

امیر شریعت ؒ کی زندگی بھر کی جدوجہد اور مجلس احرار اسلام کے زعماء وکارکنوں کی تمام تر قربانیوں کا حاصل بنیادی طور پر یہی دو مقاصد قرار دیئے جاسکتے ہیں۔ بالخصوص قیام پاکستان کے بعد تو فتنۂ مرزائیت کا تعاقب مجلس احرار اسلام کا اولین مقصد بن گیا۔ ۱۹۵۳ء میں برپا ہونے والی عظیم الشان ''تحریک تحفظ ختم نبوت'' کا سہرا حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری ؒ اور مجلس احرار اسلام کے سر ہے۔ یہی وہ تاریخ ساز تحریک تھی جس نے بعد ازاں مرزائیوں کی غیر مسلم حیثیت کو قانونی شکل میں ثبت کیا۔ شہیدان ختم نبوت کا مقدس خون رنگ لایا اور ۷/ستمبر ۱۹۷۴ء کو پاکستان کی پارلیمان نے مرزائیوں کو متفقہ طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں ۱۰ ہزار فدا کاران رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آقا ومولا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عفت وعصمت اور منصب ختم نبوت کا تحفظ کرتے ہوئے اپنی قیمتی جانیں نچھاور کردی تھیں۔ حضرت امیر شریعت ؒ نے جب مجلس احرار اسلام کا شعبۂ تبلیغ تحفظ ختم نبوت قائم کیا تو بانی خانقاہ سراجیہ حضرت مولانا ابوسعد احمد خاں ؒ نے مجلس احرار اسلام اور حضرت امیر شریعت ؒ کی نہ صرف بھرپور حمایت کی بلکہ اپنا مکمل عملی تعاون بھی پیش کردیا اور تادم آخر یعنی اپنے سال وفات ۱۹۴۱ء تک اس کی ہمہ جہتی سرپرستی فرماتے رہے۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے جانشین حضرت مولانا عبداللہ ؒ نے بھی اپنے مرشد گرامی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں بھرپور کردار ادا کیا اور خانقاہ سراجیہ کو اس عظیم تحریک میں ایک اہم مقام حاصل تھا۔ ملک بھر میں پھیلے ہوئے ہزاروں عقیدت مندوں کو حکماً تحریک میں شامل ہونے کیلیے کہا گیا۔ حتیٰ کہ اسی تحریک میں حضرت مولانا خان محمد ؒ خود بھی گرفتار ہوئے، خانقاہ سراجیہ کے تحریک ختم نبوت، مجلس احرار اسلام اور حضرت امیر شریعت ؒ اور خانوادۂ امیر شریعت ؒ سے گہرے تعلق کا ایک الگ باب ہے جس کا مختصر تذکرہ آئندہ سطور میں ہوگا۔

حضرت مولانا خان محمد ؒ نے خانقاہ سراجیہ کی مسند ارشاد پر بیٹھ کر ۵۵ برس پر محیط ایک طویل عرصہ تک بے مثال خدمات سرانجام دیں، دین اسلام کی تبلیغ اور عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کیلیے ہر ممکن کوشش کو بروئے کار لائے اور تمام جماعتوں سے وابستہ اکابر واصاغر علماء کی اکثریت کو تحفظ ختم نبوت کے پلیٹ فارم پر یکجا کئے رکھا۔ حضرت خواجہ صاحب ؒ کا یہ فقید المثال کارنامہ ناقابل فراموش ہے۔ ۱۹۷۴ء کی تحریک کے دوران ۹/اپریل ۱۹۷۴ء کو حضرت علامہ انور شاہ صاحب قدس سرہٗ کے شاگرد رشید حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری ؒ نے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی امارت اس شرط پر قبول فرمائی تھی کہ اگر حضرت مولانا خان محمد نائب امیر بنیں تو میں بھی امارت قبول کرلوں گا۔ چنانچہ ۹/اپریل ۱۹۷۴ء کو ہی حضرت مولانا سید محمد

یوسف بنوری ؒ مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ اور حضرت مولانا خان محمد ؒ نائب امیر مقرر ہوئے تھے۔ حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری ؒ کے انتقال کے بعد ۱۷/۱۱ کتوبر ۱۹۷۷ء کو حضرت مولانا خواجہ خان محمد ؒ کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا امیر منتخب کرلیا گیا اور پھر تادم آخر امارت کا منصب آپ کے نام ہی منسوب رہا۔ اپنے عہد امارت میں آپ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کیلیے سرگرم عمل رہے۔ پوری دنیا میں سفر کیے۔ ۱۹۸۴ء میں قادیانی سربراہ ''مرزا طاہر'' ملک سے فرار ہوکر اپنے حقیقی آقاؤں کے دیس ''برطانیہ'' جا بیٹھا تو حضرت مولانا خان محمد ؒ نے بھی مجلس تحفظ ختم نبوت کے پلیٹ فارم سے جماعت کے ذمہ داروں کو حکم فرمایا کہ قادیانیوں کا تعاقب برطانیہ جا کر بھی کیا جائے اور اس سے پہلے کہ وہ برطانیہ میں بسنے والے مسلمانوں کو فتنہ ارتداد میں مبتلا کردیں، برطانوی مسلمانوں میں تحفظ ختم نبوت کی اہمیت اجاگر کی جائے اور قادیانیوں کے مکروہ عزائم سے انہیں ہر ممکن طریقہ سے باخبر کرنے کی کوشش کی جائے، چنانچہ آپ ہی کی زیرسرپرستی لندن میں ختم نبوت کا مرکز بنا کر تحریر وتقریر کے ذریعہ قادیانیوں کے باطل عقائد کی نقاب کشائی کی گئی اور ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کو اس فتنہ خبیثہ کے شاطرانہ جال سے محفوظ ومامون بنایا گیا۔

حضرت مولانا خان محمد ؒ اپنی پیرانہ سالی کے باوجود دنیا بھر میں تحفظ ختم نبوت کے عنوان سے منعقد ہونے والے اجتماعات، کانفرنسوں اور سیمیناروں میں شرکت فرماتے رہے۔ بالخصوص پاکستانی علماء کی نئی پود کو اس مشن کیلیے حضرت نے کمربستہ کیا اور انہیں امریکہ، برطانیہ، ہالینڈ، جرمنی، فرانس، سپین، جنوبی افریقہ، انڈونیشیا، ملائیشیا اور تمام خلیجی ریاستوں میں وفود کی صورت روانہ کرکے مسئلہ ختم نبوت کی اہمیت اجاگر کرنے اور مسلمانوں تک قادیانی گروہ بارے معلومات فراہم کرنے کی پُرزور مہم بھی شروع کی جس کے نتائج انتہائی شاندار اور ایمان افزا رہے۔ یہی وجہ تھی کہ خانقاہ سراجیہ اور حضرت مولانا خواجہ خان محمد ؒ کو عالمی سطح پر مقبولیت حاصل ہوئی، ان کا نام اور کام ہر جگہ قابل ستائش وقابل احترام تسلیم کیے گئے۔

حضرت امیر شریعت ؒ اور ان کے خانوادے سے تعلق:

خانقاہ سراجیہ کے بانی حضرت مولانا احمد خاں صاحب ؒ کا حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری ؒ سے بہت گہرا قلبی تعلق تھا۔ انھوں نے ہمیشہ مجلس احرار اور حضرت امیر شریعت کی نہ صرف حمایت کی بلکہ بھرپور انداز میں سرپرستی بھی فرمائی۔ ایسے بے شمار واقعات تاریخ کا حصہ ہیں جو دونوں بزرگ حضرات کے مابین گہرے قلبی تعلق کے ثبوت کے طور پر پیش کیے جاسکتے ہیں۔ حضرت شاہ جی پر قائم شدہ معروف زمانہ ''سکندر حیات کیس'' اس تعلق کی ان جہتوں سے متعارف کراتا ہے جو ہر کسی پر منکشف نہیں

ہیں۔ ۱۹۳۹ء میں لالہ موسیٰ میں کی گئی حکومت مخالف ایک پرجوش تقریر پر شاہ جی پر بغاوت کا مقدمہ قائم ہوا اور مظفر گڑھ سے گرفتار کر کے جیل بھیج دیے گئے۔ فرنگی اور اس کی معنوی اولاد کو یقین تھا کہ وہ اس بار اپنے اس ناقابل شکست دشمن کو عدالت سے سزائے موت دلوا کر ہی دم لیں گے لیکن ایک طرف اگر کفر اور اس کے معاونین اپنی جگہ کمر بستہ تھے تو دوسری طرف اولیاء اللہ کو پروردگار عالم کے فضل وکرم، اس کی بے پناہ رحمت پر بھروسہ اور اپنے صدق ویقین پر ایمان تھا کہ بول بالا آخر کار حق کا ہی ہوگا۔ حضرت مولانا احمد خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان دنوں شدید بیمار تھے کہ شاہ جی کو سزا دلوائے جانے کے منصوبہ کی اطلاع حضرت تک پہنچ گئی، بہت بے چین ہوئے اور اطلاع لانے والے سے ارشاد فرمایا: ''شاہ جی سے کہنا میں بیمار ہوں پھر ایک وظیفہ پڑھنے کو بتایا اور فرمایا کہ اگر صحت اچھی ہوتی تو میرے لیے یہ صرف ایک رات کا کام تھا لیکن اب میں بیماری کے سبب مجبور ہوں، شاہ جی سے کہنا کہ اس وظیفہ کو تین راتوں میں پڑھیں اور پھر ہوگا تماشا'' چنانچہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے برگزیدہ بندے کا یقین محکم ثابت ہوا اور لاہور ہائی کورٹ میں مقدمہ کی پیشی پر تماشا ہی ہوگیا اور سرکاری گواہ ''لدھا رام'' اللہ کے فضل وکرم اور بزرگوں کی دعاؤں سے سچ اُگلنے پر مجبور ہوگیا۔ فرنگی اور اس کے ذَلّہ خواروں کو بھری عدالت میں سوائے ذلت ورسوائی کے کچھ ہاتھ نہ آیا اور حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ ۵/اپریل ۱۹۴۰ء میں لاہور ہائی کورٹ سے باعزت بری کر دیئے گئے۔

حضرت مولانا احمد خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد خانقاہ سراجیہ کے مسند نشین حضرت مولانا عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے بعد حضرت خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق خاطر بھی یونہی برقرار رہا ہے۔ بالخصوص حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کا فرزندان امیر شریعت حضرت مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا سید عطاء المؤمن بخاری مدظلہ اور حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ سے تادم آخر بہت گہرا اور مضبوط تعلق قائم رہا۔ حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے شفقت ومحبت بھرے سلوک کے بے شمار واقعات ہیں جن میں سے چند ایک کا راقم بھی عینی شاہد ہے۔

ستمبر ۱۹۸۷ء میں عم محترم حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ برطانیہ میں مقیم چند قریبی احرار ساتھیوں کی دعوت پر برطانیہ تشریف لے گئے تھے اور ان کے ہمراہ مجلس احرار اسلام کے موجودہ مرکزی جنرل سیکرٹری جناب عبداللطیف خالد چیمہ اور راقم بھی شریک سفر تھے۔ لندن پہنچ کر معلوم ہوا کہ ختم نبوت کانفرنس لندن کے ویمبلے ہال میں منعقد ہو رہی ہے۔ حضرت محسن شاہ جی کو بھی کانفرنس میں شرکت کی رسمی دعوت دی گئی تھی لیکن نامعلوم وجوہ کی بناء پر ان کا نام اشتہار میں شائع نہ ہوسکا۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ بھی ان دنوں وہاں تشریف لائے ہوئے تھے۔ عم محترم کو ٹیلی فون پر یاد فرمایا اور کانفرنس میں شرکت کیلیے اصرار فرمایا۔

راقم اس وقت قریب ہی بیٹھا تھا اور ان کے مابین ہونے والی گفتگو کم وبیش سن رہا تھا۔ عم محترم فرمارہے تھے کہ حضرت کانفرنس میں شرکت بن بلائے مہمان جیسی ہوگی مگر حضرت کا فرمانا تھا کہ آپ اسے میرا حکم سمجھیں آپ نہ صرف کانفرنس میں شریک ہوں گے بلکہ آپ کا خطاب بھی ہوگا۔ عم محترم نے حکم کی تعمیل کا وعدہ کیا چنانچہ اگلے روز ہم عرفان احمد چیمہ، عبداللطیف خالد چیمہ اور دیگر چند حضرات کے ہمرہ ''ویمبلے ہال'' پہنچے جہاں کانفرنس کا آغاز ہو چکا تھا اور متعدد مقرر حضرات خطاب فرما چکے تھے۔ جب ہال میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ سٹیج پر حضرات علماء کرام کی کہکشاں تشریف فرما تھی اور حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب ؒ سراپا انتظار تھے حضرت نے شفقت واکرام کا معاملہ یوں فرمایا کہ اپنی نشست سے اٹھ کر محسن شاہ جی کا استقبال کرنے سٹیج کے کنارے تک تشریف لے آئے، بغل گیر ہوئے اور فرمایا: آپ نے شرکت کر کے میرا مان بڑھایا ہے، اللہ آپ کو جزائے خیر دے، کانفرنس میں محسن شاہ جی کی تقریر بھی بے مثال ہوئی تھی اور حضرت نے بھی اسے بے انتہا سراہا، پذیرائی کی اور کانفرنس سے اگلے روز ملاقات کیلیے حضرت صاحبزادہ مولانا محمد عابد صاحب ؒ اور چند خدام کے ہمراہ محسن شاہ جی ؒ سے ملاقات کیلیے تشریف لے آئے کم وبیش تین گھنٹے تک یہ بابرکت محفل سجی رہی۔ برادر محترم عبداللطیف خالد چیمہ صاحب سے خانقاہی نسبت کا تعلق بھی تھا اس لیے ان پر بھی خصوصی نوازشات تھیں، کئی اہم امور پر ان سے مشاورت ہوتی رہی، حضرت صاحبزادہ مولانا محمد عابد ؒ کا کہنا تھا کہ حضرت خواجہ خان محمد ؒ محسن شاہ جی ؒ کے کانفرنس میں شرکت اور تقریر کرنے پر انتہائی مسرور تھے جس کا برملا اظہار انھوں نے متعدد بار فرمایا: اسی طرح عم محترم حضرت سید عطاء المؤمن بخاری مدظلہ سے بھی حضرت خواجہ خان محمد صاحب ؒ کا انتہائی لاڈ پیار اور ناز برداری کا تعلق تھا۔ عم محترم خانقاہ سراجیہ میں حضرت خواجہ صاحب کے شاگرد بھی رہے۔ وہ انہیں تقریبات میں مدعو کرتے یا ان سے مشاورت کرتے تو خصوصی توجہات سے نوازا جاتا۔ خانقاہ سراجیہ سے تعلق کی ایک اور مضبوط کڑی میرے برادر عزیز پروفیسر سید محمد ذوالکفل بخاری شہید ؒ تھے، وہ حضرت خواجہ صاحب سے بیعت تھے اپنے علمی ذوق اور مزاج کی متانت کی وجہ سے حضرت ؒ کی خصوصی عنایات انہیں حاصل تھیں وہ جب بھی مکہ مکرمہ سے پاکستان تشریف لاتے حضرت کے ہاں حاضری ضرور ہوتی اور دوسری جانب حضرت خواجہ صاحب ؒ کی محبتیں تھیں کہ ان پر نچھاور ہو جاتی تھیں۔ یہی کیفیات برادر محترم حافظ سید محمد کفیل شاہ صاحب کے ساتھ بھی تھیں۔ اکثر کانفرنسوں اور اہم جماعتی اجلاسوں میں حضرت سے ملاقاتیں ہوتیں اور ان کی محبتیں، شفقتیں اور دعائیں نصیب ہوتیں۔ راقم کا سلسلۂ بیعت حضرت سید نفیس الحسینی ؒ سے تھا لیکن حضرت خواجہ صاحب ؒ کی خدمت میں جب بھی حاضری ہوئی انتہائی مہربانی اور شفقت کا سلوک فرمایا۔ راقم کی زندگی میں ایک اہم واقعہ ۱۹۹۶ء میں پیش

آیا تھا۔ اکتوبر ۱۹۹۵ء میں والد گرامی حضرت سید ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا تو حضرت بھی تعزیت کیلیے تشریف لائے اور بے شمار دعاؤں اور نصیحتوں سے نوازا، حوصلہ افزائی کی۔ رحیم یار خان میں میرے والد مولانا سید ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے قریبی ساتھی اور دارالعلوم فاروقیہ کے مہتمم جناب حافظ محمد اکبر اعوان صاحب نے حضرت والد صاحب کی یاد میں اپریل ۱۹۹۶ء میں ایک جلسہ منعقد کیا تھا جس کی صدارت حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کرنا تھی جبکہ حضرت مولانا مفتی حبیب الرحمٰن درخواستی بھی شریک جلسہ تھے اور راقم بھی حاضر خدمت تھا۔ حضرت خواجہ خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے منتظم جلسہ حافظ محمد اکبر اعوان صاحب سے فرمایا: ''اس موقع پر محمد معاویہ کی دستار بندی بھی کرادو'' چنانچہ حضرت کے حسب الحکم فوری طور پر دستار مہیا کردی گئی اور پھر مجھے حکم فرمایا کہ اپنے والد کی یاد تازہ کرتے ہوئے کچھ بیان کرو، عرض کیا کہ حضرت مجھے تو تقریر کرنا نہیں آتی جس پر اپنے مخصوص شیریں لہجے میں فرمایا (بھئی تقریر کریسوتاں آویسی) بھئی تقریر کرو گے تو آجائے گی۔ یہ میری زندگی کی پہلی اور آخری گفتگو تھی جو حضرت کے حکم پر اور ان کی موجودگی میں ایک بڑے اجتماع سے کی گئی تھی، مجھے قطعاً یاد نہیں کہ میں نے اس روز کیا کہا تھا لیکن اتنا ضرور یاد ہے کہ حضرت نے گلے لگایا اور پھر بسم اللہ پڑھ کر مجھ سیاہ کار کے سر پر اپنے دست مبارک سے دستار باندھ دی تھی۔

حضرت خواجہ خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ آج ہم میں موجود نہیں ہیں مگر ان کی پاکیزہ شخصیت کا تأثر، ان کے اعلیٰ افکار کی خوشبو اور ان کے بے مثال کردار کی قوت اور ان کے اخلاق کریمانہ کی پُر بہار یادیں ہمارا اثاثہ ہیں، ہمارے لیے مشعل راہ ہیں، زادِ سفر ہیں، ایک بے مثال اور خاموش جدوجہد کا عملی نمونہ ہیں، ہم اہل غم، کشتگانِ فراقِ حبیب، حرماں نصیب تعزیت گزاروں کیلیے حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت جادۂ مستقیم پر بہر حال گامزن رہنے کا زندۂ استعارہ ہے اور ہمیں انہی کی وراثت کے امین بن کر تاج و تخت ختم نبوت کے تحفظ اور عزت وعظمت وحرمتِ ازواج واصحاب رسول علیہ السلام کی نگہبانی کا فریضہ پوری جانفشانی سے سرانجام دینا ہوگا۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد خانقاہ سراجیہ کی مسند اور حضرت خواجہ صاحب کی جانشینی کیلیے بزرگوں نے حضرت کے فرزند ارجمند صاحبزادہ ''مولانا خلیل احمد صاحب'' کو منتخب کیا ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ کی بارگاہ میں دعاء ہے کہ وہ صاحبزادہ صاحب کی زندگی میں برکت عطاء فرمائے، انہیں اپنے عظیم والد کے علم وعمل اور خانقاہ سراجیہ کی روشن روایات کا صحیح وارث وامین بنا دے۔ (آمین)

(بشکریہ ماہنامہ نقیب ختم نبوت ملتان)

ابن حسین شاہ، مشہدی، نقشبندی

آہ!......میرے مرشد، میرے شیخ

یوں تو تزکیہ نفس کیلئے تعلیم وتعلم کا سلسلہ بھی ہے، لیکن خانقاہی نظام کو اس میں جو دخل ہے اسکا جھٹلانا شاید ہی ممکن ہو۔ صدیوں سے اکابر واسلاف نے اس طریقہ پر امت کے سفینہ غرقاب کو سہارا دیا ہے جو کہ آئندہ بھی زندہ وجاوید رہے گا۔

کلام حیرت تو یہ ہے کہ بیک وقت مرشد ومجاہد ہونا بالفاظ دیگر ''رھبان باللیل و فرسان بالنھار'' کی صفت خاصہ کم ہی لوگوں کو میسر ہوتی ہے۔

حضرت جی نوراللہ مرقدہ بھی انہیں خدا رسیدہ لوگوں میں سے تھے جو بیک وقت صوفی ومرشد بھی تھے تو مجاہد وغازی بھی، اگر تزکیۂ نفوس انکی صفت خاصہ تھی تو تحفظ دین عن الزیغ والمرتدین کا کام بھی تھا۔ مرزائیت وقادیانیت کے شجرہ خبیثہ نے اگر اپنی داغ بیل ڈالنا شروع کی تو حضرت جی نوراللہ مرقدہ اس فتنہ کے سامنے سد سکندری بن کر نمودار ہوئے۔ اگر مرزائیت وقادیانیت نے سیاسی راہ اختیار کی تو حضرت جی نوراللہ مرقدہ نے اپنے مخلصانہ کردار سے اس فتنہ خبیثہ کا تعاقب کیا اور پاکستان کی اسمبلی سے اسے کافر قرار دلوایا۔ منبع تواضع، پیکر للّٰہیت' عشق نبوی سے سرشار، ناموس صحابہ پہ ہر لحہ جانثار، وہ وقت کے نہ صرف ولی تھے بلکہ قطب زمان تھے، ممکن نہیں کہ زمانہ صدیوں ایسے عظیم لوگ پیدا کر سکے۔

ع بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

زہد وتقوی کا یہ عالم کہ اس ادھیڑ عمر میں بھی اپنے کام اپنے ہاتھ سے سرانجام دینا باعث فخر سمجھتے، حتی الامکان کسی کو اپنے کام کا نہ کہنا ان کا شیوہ تھا۔ عجز وخاموشی کا یہ منظر کہ محفل میں سناٹا یہ سوچنے پر مجبور کر دیتا کہ شاید حاضرین محفل کے سروں پہ پرندے جلوہ گر ہیں۔

بلا شبہ حضرت اقدس' حضرت جی نوراللہ مرقدہ، خواجہ خواجگان' امام الاولیاء' شیخ المشائخ' پیر طریقت، رہبر شریعت، مجاہد اسلام، قطب الاقطاب، تسکین الصدور والقلوب، بلند پایہ صفات کے حامل تھے۔

لیکن خیالات کی نگاہوں میں دیکھتا ہوں تو کبھی سنٹرل جیل لاہور میں صدائے حق بلند کرتے ہوئے نظر آتے ہیں تو کبھی میانوالی کی درندہ صفت جیل میں تحفظ ختم نبوت کا علم لہراتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

آہ! مخصوص پگڑی سفید کرتہ زیبِ تن کیے ہوئے، کالی واسکٹ، مسنون لباس، مسکراتا چہرہ، خاموش الطبع صفت انسان، زندگی کی 90 منزلیں طے کر کے انمٹ خلا پیدا کرتے ہوئے داعی اجل کو لبیک کہہ کر خالق حقیقی سے جا ملے۔ اسلام کی پیشانی کا جھومر، ملت کا عظیم سپوت، دنیا کو جگا کر خود سو جانے والا عظیم مرد قلندر، سچ کہا کسی نے ع زمیں کھا گئی آسمان کیسے کیسے

اور میں یہ کہنے پر مجبور ہوں:

عجب قیامت کا حادثہ ہے کہ اشک ہے آستیں نہیں ہے
زمیں کی رونق چلی گئی ہے اُفق پہ مہر مبیں نہیں ہے
تری جدائی میں اے مرنے والے! وہ کون ہے جو حزیں نہیں ہے
مگر تری مرگ نا گہاں کا مجھے ابھی تک یقیں نہیں ہے

اقبال مرحوم کا شعر: ؎

فطرت کے مقاصد کی کرتا ہے نگہبانی
یا بندہ صحرائی یا بندہ کہستانی

زینتِ بندگانِ خدا، جمالِ اولیاء، فخر اصفیاء، امام الاتقیاء، پیکر زہد وتقویٰ، جامع علم وعمل، حضرت جی نور اللہ مرقدہ کی سیرت کی مکمل عکاسی کرتا ہے۔ آپ نے اپنی حیات مستعار میں صحرائی علاقہ میں نہ صرف فطرت کے مقاصد کی نگہبانی کی بلکہ احکام الٰہی کے فروغ، سنت مطہرہ کی ترویج واشاعت اور تصوف کے اسرار ورموز سے بھی پردے ہٹائے ؎

مجھ کو معلوم نہ تھا تیری قضاء سے پہلے
نجم تاباں بھی زمیں دوز ہوا کرتے ہیں

اللہ تعالیٰ آپ کی قبر اطہر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اور آپکے جملہ متوسلین ومریدین کو بھی اسی راستے پہ گامزن رکھے۔ (آمین بجاہ النبی الامی الکریم)

محمد طلحہ الحسن

امام الاصفیاء......سراج الاولیاء

آہ! یہ کس آفتاب عالم تاب کی رحلت ہے؟......کہ سارا جہاں تاریکی میں نہاں ہے؟...... یہ کس قمر منور کی فرقت ہے کہ ہر طرف ظلمت کا راج ہے؟...... یہ کس تصوف وسلوک کے بحر بے کراں کی رجعت ہے کہ تشنگان احسان وارشاد تڑپ رہے ہیں؟...... یہ کس علم وعرفان کے شناور کی رخصت ہے کہ معرفت وطریقت کی شناخت ہی نہ رہی؟......

یکایک جو چھاگئی ہیں غم و درد کی گھٹائیں
گیا کون اس جہاں سے کہ بدل گئیں فضائیں
اٹھا سائبان شفقت بڑی تیز دھوپ دیکھی
نہیں دور دور چھاؤں کہاں اپنا سر چھپائیں

جی ہاں! ۲۱ جمادی الاولیٰ کو امام العصر، رہبر زماں، قیوم دوراں، قدوۃ الاکابر، محسن الملت، سراج الاسلام، مخدوم العلماء، زبدۃ الاولیاء، رأس الصلحاء، سلطان العارفین، قطب الاقطاب، شیخ المشائخ خواجہ خواجگان سیدی ومرشدی حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب نوراللہ مرقدہ دارالبقاء میں جا ٹھہرے۔ ''انا للہ وانا الیہ راجعون۔ان للہ مااخذ ولہ مااعطیٰ وکل شئی عندہ باجل مسمی''۔

بلاشبہ آپ وقت کے قطب، معرفت کے سمندر، عمل کے پیکر، اسلاف کے لیے باعث فخر، ملت کے راہ نما، امت کے راہبر، زمانے کے مقتدا، روحانیت کے شاہکار، باطنیت کے سرچشمہ اور علماء وصلحاء کے سرتاج تھے۔ آپ ان یگانۂ روزگار ہستیوں میں سے ایک تھے جنہیں قدرت نے مقبولیت ومحبوبیت کے اس بلند مقام پر پہنچایا ہوتا ہے کہ ان کے تصور ہی سے دل کو تسکین اور روح کو فرحت حاصل ہوتی ہے۔ انہیں قدرت کے کارخانے روز روز جنم نہیں دیتے بلکہ

مضت الدھور وما اتین بمثلہ ولقد اتی فعجزن عن نظرائہ

انہیں ولایت ومعرفت کے اس اوج تک رسائی حاصل ہوتی ہے جس کا محض تصور ہی حد امکان

سے باہر دکھائی دیتا ہے۔ ان کے علم وفضل پر اہل علم انگشت بدنداں رہ جاتے ہیں، ان کے زہد وتقویٰ پر معرفت کا دم بھرنے والے دنگ رہ جاتے ہیں، ان کے مجاہدے وریاضت پر صوفیت کا دعویٰ رکھنے والے ششدر رہ جاتے ہیں، وہ نورِ ایمان سے منور اور ضوء اسلام سے مشرف ہوتے ہیں۔ آپ کا شمار ان نفوس قدسیہ میں تھا جن کے ہاتھ میں وقت کی لگام......زبان پر ذکر الٰہی صبح وشام......چہرے پر رغبت ورہبت کے آثار عام......ان پر رحمت کا نزول ہر گام......دل محبت وخشیت کا مقام......زبان اندر نیام......وہ مشاہیر اسلام......ان کا وجود ہی انعام......ایقان کامل ان کا پیغام......ان پہ تجلیاں دوام......وہ زمانے کے امام...... عریف وعلام......درعالم کشف والہام......رہتے ہیں بااکرام......تا قیامت ان پر سلام۔

حضرت خواجہ صاحب عمر بھر اپنے مرشد ارشد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی سنت پر عمل پیرا رہے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ختم نبوت کے منکرین ومرتدین کے خلاف بروقت اقدام کر کے امت مسلمہ پر احسان عظیم فرمایا، ارتداد وزندیقیت کا قلع قمع کر کے مسلمانوں کے ایمان وایقان کی حفاظت فرمائی، آج بھی مسلمانوں کے دلوں میں عقیدہ ختم نبوت سے والہانہ محبت اور اس پر جان نچھاور کرنے کا جذبہ آپ کی صحیح راہ نمائی اور غیر لچک دار مؤقف کی مرہون منت ہے۔ اپنے مرشد کے نقش قدم پر چلتے ہوئے حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ نے اپنی زندگی کو ختم نبوت کے تحفظ کے لیے وقف کر دیا۔ ۶ سال عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر اور ۳۳ سال مرکزی امیر رہے۔ آپ کے نائب امارت کے دور ہی میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا۔ آپ ہی کے عہد امارت باسعادت ۱۹۸۴ء میں ’’امتناع قادیانیت‘‘ آرڈیننس منظور ہوا۔ جو قصرِ مرزائیت میں آخری کیل ثابت ہوا۔ آپ نے تحفظ ختم نبوت کی خاطر اپنی جان کھپادی۔ آپ کی امارت کے دور میں مسلمانوں کو جو کامیابیاں حاصل ہوئیں، پاکستان کی تاریخ ان کی نظیر لانے سے قاصر ہے۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

دوسری طرف 54 سال تک مرکز رُشد وہدایت، گنجینۂ معرفت وطریقت، خانقاہ سراجیہ کی مسند پر آپ جلوہ افروز رہے۔ خانقاہ سراجیہ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی فقید المثال خانقاہ ہے، جہاں باطنیت وروحانیت کے ساتھ ساتھ عقائد کی درستگی پر بھی نظر رکھی جاتی ہے، آپ ہی کے ایماء پر ’’عقائد اہل السنۃ الجماعۃ‘‘ (مدلل) نامی کتاب تالیف کی گئی، جو جامع ومدلل ہونے میں اپنی مثال آپ ہے۔ بقول حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ

’’اس وقت پاکستان میں یہ واحد خانقاہ ہے جو تصوف وسلوک کے اُسی راستے کو اپنائے ہوئے ہے جس کی بنیاد ہمارے اکابر نے رکھی تھی۔‘‘ (تاریخ وتذکرہ۔ ص ۲۷)

بلاشبہ آپ اس وقت دنیا بھر کے سب سے بڑے شیخ تھے، دنیا کے کونے کونے سے لاکھوں بندگان خدانے آپ سے باطنی فیض حاصل کیا، آپ کے عہد زریں میں خانقاہ کا فیض چہاردانگ عالم میں پھیل گیا۔ اطراف عالم میں آپ کے مریدین ومتوسلین کی تعداد لاکھوں میں ہے۔آپ کے دست حق پرست پر بیعت کرنے والوں میں بندہ ناچیز بھی شامل ہے،لیکن اسے حرمان نصیبی کہیے یا تقدیر خداوندی۔کہ صرف دومرتبہ آپ کی زیارت سے مستفیض ہوسکا۔پہلی مرتبہ 2008میں جب آپ مریدین کے جھرمٹ میں اپنی مسند پر تشریف فرماتھے اور سر جھکائے ذکر وفکر میں مشغول تھے، کچھ دیر تک آپ کے دیدار سے بہرہ ور ہوتا رہا۔پھر بیعت کے خواہش مند حضرات کوطلب کیا گیا تو احقر بھی ان سعادت مندوں میں جاشامل ہوا۔اورآپ کے ہاتھوں میں اپناہاتھ دے دیا۔بیعت کرنے کے بعد کچھ نصائح فرمائیں اور آخر میں ۳۳ آیات مبارکہ مع ''شجرہ طیبہ'' نامی کتابچہ دیا گیا۔اوراسے پڑھنے کا طریقہ بتایا گیا۔یوں بیعت کے مراحل تمام ہوئے۔دوسری مرتبہ ۲۶ اپریل ۲۰۱۰ءکوآپ کا دیدارنصیب ہوا۔سبحان اللہ! کیسا پیاراچہرہ تھا، چہرہ سے نورانیت ٹپکتی تھی،آنکھوں سے ولایت رستی تھی، مجاہدے پر مجاہدے، ریاضت پر ریاضت اورناموس رسالت کی خاطر جہد مسلسل کی وجہ سے بدن نحیف ہوچکا تھا۔رہی سہی کسر بیماری نے پوری کردی تھی۔بایں ہمہ دور دراز سے آئے ہوئے عشاق کے لیے روحانیت کدے کا در واتھا۔خوش نصیب لوگ صف درصف آپ کی زیارت سے شرف یاب ہورہے تھے۔ سب سے پہلے بہاولپور سے آئے ہوئے عقیدت مندوں کواجازت دی گئی،جنہیں زیارت کے ساتھ ساتھ مصافحہ کاشرف بھی حاصل ہوا۔اورفقیرکودست بوسی کاموقع بھی ملا۔فللہ الحمد و لہ الشکر

حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ کیا گئے کہ تصوف ومعرفت کا سرچشمہ چھن گیا،علم وفضل کی مسندویران ہوگئی، دینی مدارس یتیم ہوگئے، مذہبی،سیاسی جماعتیں بے سہاراہوگئیں،تزکیہ وتصفیہ کاروشن چراغ گل ہوگیا۔سلوک واحسان کاماہتاب روپوش ہوگیا۔آسمان معرفت کانیرتاباں چھپ گیا۔

ہم ایسا پھرکوئی خاکِ چمن سے شاذ اٹھے گا
ہمارے نقشِ پاہوں جہاں تم سر جھکاؤ گے

سراختتام دست بدعاہوں

مالک ارض وسما تاابد تجھ پہ مہرباں رہے
تیری صورت تیری سیرت سدادرخشاں رہے
ابر رحمت تیرے مرقد پر گہر افشاں رہے
شمع انوارِ الٰہی حشر تک تاباں رہے

خادم اہل سنت سرفراز حسن خان حمزہ

حضرت شیخ المشائخ رحمہ اللہ سے وابستہ چند یادیں

جرأت واستقامت کے ساتھ باطل کی الحادی یلغار کا راستہ روکنے والے علماء تیزی سے رخصت ہورہے ہیں....ابھی سید بنوری، مفتی محمد شفیع، مولانا خیر محمد جالندھری، علامہ شمس الحق افغانی، مولانا مفتی محمود، مولانا غلام غوث ہزاروی رحمہم اللہ اجمعین کو رخصت ہوئے زمانہ ہی کیا گزرا تھا کہ مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید، مفتی نظام الدین شامزئی، مفتی محمد جمیل خان، مولانا محمد حسن جان، علامہ علی شیر حیدری، مولانا عبدالغفور ندیم، اور مولانا سعید احمد جلالپوری رحمہم اللہ اجمعین کے خون سے سرزمین پاک سرخ کردی گئی۔ مولانا قاضی مظہر حسین، مولانا عبداللطیف جہلمی، مولانا صوفی عبدالحمید سواتی، مولانا عبدالشکور ترمذی، مولانا امین صفدر اوکاڑوی، مولانا محمد سرفراز خان صفدر اور مولانا قاری خبیب احمد عمر رحمہم اللہ اجمعین ہمیں داغِ مفارقت دے کے گئے ہی تھے اور ابھی ان کی جدائی کا صدمہ ہمارے قلب وذہن سے محو نہ ہوا تھا کہ قضا ہم سے ایک اور کھیل کھیل گئی۔ قائد تحریک ختم نبوت، قطب الاقطاب، شیخ المشائخ امام الاولیاء، حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمہ اللہ عقبیٰ کی جانب رخت سفر باندھ گئے۔

حضرت قبلہ خواجہ صاحب کی شخصیت

حضرت شیخ المشائخ رحمہ اللہ کا شمار ان اکابر شخصیتوں میں ہوتا ہے جو کبھی صدیوں میں پیدا ہوتی ہیں

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

اس قسم کے اکابر امت سے عقیدت واتباع رکھنے والے گو لاکھوں خوش نصیب ہوتے ہیں، لیکن ہر عقیدت مند ان حضرات کے کمالات کا ادراک نہیں کرسکتا۔ چنانچہ
عارف رومی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

من بہر جمعیتے نالاں شدم
جفت خوش حالاں وبدحالاں شدم
ہر کسے از ظن خود شد یار من

وزدرون من نجست اسرار من

سرّ من از نالۂ من دور نیست

لیک چشم وگوش را آں نور نیست

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ مثنوی شریف کے ان اشعار کی شرح میں فرماتے ہیں: ''عاشق وطالب کے درد کا اثر دوسروں پر پڑتا ہے مگر لوگ اجمالاً اتنا سمجھ سکتے ہیں کہ اس پر کوئی صدمہ اور مصیبت ہے، لیکن جو اس کے دل کو لگ رہی ہے اس کی خبر کس کو ہے۔ اس لیے وہ نے کہتی ہے کہ میرا آہ ونالہ کسی پر مخفی نہیں رہا۔ بھلے بُرے سب سے سابقہ رہا اور مجھ کو مصیبت زدہ بھی سمجھا اور اپنے اپنے گمان کے موافق میری ہمدردی بھی کی مگر میرے درد کی حقیقت ''کہ طلب قرب الٰہی تھا'' کسی نے نہ سمجھی۔ میری حقیقت، درد کی آہ ونالہ ہی سے مفہوم ہوسکتی تھی مگر چونکہ وہ امر ذوقی ہے، جب تک کسی کو ذوق حاصل نہ ہو اس کو نہیں سمجھ سکتا۔ محض حواس ظاہری اور عقم معاش اس کے ادارک کے لیے کافی نہیں اور ان کو اس کے ادارک کی قابلیت نہیں۔ نور سے مراد یہی قابلیت ادارک ہے۔ الخ'' عارفین کے بیان کردہ اصول کی روشنی میں تو خادم بوجہ انقص العلم ہونے کے حضرت شیخ المشائخ رحمہ اللہ جیسی عظیم شخصیت کے کمالات کا ادارک نہیں کرسکتا۔ **البتہ مالایدرک کلہ لایترک کلہ** (کہ اگر کوئی چیز ساری نہیں حاصل ہوسکتی تو وہ ساری چھوڑنی بھی نہیں چاہیے) حصول سعادت کی امید پر حضرت رحمہ اللہ کے بارے میں کچھ لکھنے کی جرأت کر رہا ہوں۔ **واللہ ولی التوفیق وعلیہ اتوکل والیہ انیب.**

جامع الشریعت والطریقت:

شیخ المشائخ حضرت قبلہ خواجہ صاحب رحمہ اللہ ایک جامع شریعت وطریقت بزرگ تھے، اہل حق آپ کو قطب زماں تسلیم کرتے ہیں۔ اور شریعت وطریقت میں کوئی باہمی تضاد وتخالف نہیں ہے، جیسا کہ عوام میں مشہور ہوگیا ہے۔ بلکہ شریعت ہی تمام ظاہری وباطنی کمالات کی اصل ہے۔ کیونکہ شریعت رب العالمین کے اس کامل وجامع قانون وضابطہ کو کہتے ہیں جو بذریعہ وحی حضور رحمۃ اللعالمین، خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت تک کی امت کی اصلاح وہدایت کے لیے عطا کیا گیا ہے اور جس کی پیروی کا اعلیٰ اور اکمل نمونہ خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ ہے جس کی اطاعت کا خود اللہ جل شانہ نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے اور اطاعت رسول کو اپنی ہی اطاعت قرار دیا ہے۔ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ (جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے اللہ ہی کی اطاعت کی)۔ قل ان کنتم

تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ (آپ فرمادیجیے کہ اگر تم لوگ اللہ کی محبت چاہتے ہوتو میری اتباع (پیروی) کرو۔ پھر اللہ تم سے محبت کریگا)۔تو جب قرآن مجید میں خود حق تعالیٰ نے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو اپنی اطاعت اور حضور کی اتباع کو اپنی محبت کے حصول کا واسطہ قرار دیا ہے۔تو پھر کوئی مسلمان کیونکر شریعت وسنت کی اتباع کو ایک معمولی اور ادنیٰ کام سمجھ سکتا ہے۔محبوب سبحانی قطب ربانی حضرت سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ فرماتے ہیں"کل حقیقۃ ردتھا الشریعۃ فھی زندقۃ" (یعنی جس حقیقت کو شریعت رد کردے وہ حقیقت نہیں بلکہ بے دینی اور الحاد ہے)۔اور قطب زماں حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے شریعت کی عظمت سمجھانے کے لیے امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات جلد اول میں سے مکتوب ۳۶ کا حسبِ ذیل ترجمہ پیش کیا ہے جو آپ نے ملا حاجی محمد لاہوری رحمہ اللہ کے نام تحریر فرمایا تھا کہ''شریعت کے تین جز ہیں،علم،عمل،واخلاص۔جب تک ان تینوں کی تکمیل نہ ہو شریعت کا حق ادا نہیں ہوتا اور جب شریعت کا حق ادا ہوگا تو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوگی جو دنیا وآخرت کی تمام سعادتوں سے اعلیٰ ہے۔ورضوان من اللہ اکبر (اللہ تعالیٰ کی رضا سب سے بڑی چیز ہے۔) لہٰذا شریعت مطہرہ دنیا اور آخرت کی تمام سعادتوں کی کفیل ہے۔طریقت اور حقیقت،جن سے صوفیائے کرام ممتاز ہیں دونوں شریعت غرا کی خادم ہیں،ان دونوں سے شریعت کے تیسرے جز اخلاص کی تکمیل ہوتی ہے۔اس لیے ان دونوں کو حاصل کرنے کا مقصد وحید شریعت کی تکمیل ہے۔دوسرے احوال ومواجید اور علوم ومعارف جو صوفیائے کرام کو راستے میں پیش آتے ہیں یہ مقاصد میں داخل نہیں ہیں۔ان سب چیزوں سے گزر کر مقام رضا تک پہنچنا چاہیے جو مقامات سلوک کی انتہاء ہے،کیونکہ طریقت وحقیقت کی منزلیں طے کرنے سے اخلاص کے سوا اور کوئی چیز مطلوب نہیں اور اخلاص کو رضا مستلزم ہے۔تجلیات سہ گانہ اور مشاہدات عارفانہ میں سے ہزاروں کو گزار کر کسی ایک کو دولت اخلاص اور مقام رضا تک پہنچاتے ہیں۔سطحی خیال کے لوگ احوال ومواجید کو مقاصد خیال کر لیتے ہیں اور مشاہدات وتجلیات کو مطالب سمجھ لیتے ہیں،ایسے آدمی اپنے وہم وخیال کی قید میں پھنس کر کمالات شریعت سے محروم رہتے ہیں الخ۔(رسالہ پیر اور مرید کے فرائض ص ۶)۔

حضرت لاہوری رحمہ اللہ نے اپنے اس رسالہ میں حضرت مجدد صاحب کے ارشادات پیش کر کے مریدین اور سالکین کو سلوک وتصوف کا مقصد سمجھا دیا ہے اور نفسانی اور شیطانی وساوس اور مکائد سے تحفظ کا طریقہ بتادیا ہے،کیونکہ بعض سالکین وذاکرین جب منازل سلوک طے کرنے میں محنتیں کرتے ہیں تو بعض دفعہ ان کو انوار نظر آتے ہیں اور اشیاء کا کشف بھی ہوجاتا ہے تو ناواقف سالک اس کو تصوف کا کمال ومقصد سمجھنے لگتا ہے اور انہی کشوف میں منہمک ہوجاتا ہے جس کی وجہ سے وہ قرب حق سے محروم رہتا ہے کیونکہ مقصود

محبوب دراصل ذاتِ حق ہے۔اور مخلوق کی طرف توجہ اور انہماک خواہ وہ انوار اور کشف احوال قبور ہی ہوں توجہ الی الغیر کی وجہ سے بندے اور حق تعالیٰ کے مابین حجابات بن جاتے ہیں اور محققین صوفیہ نے اپنی تصانیف میں بسط سے ایسے امور پر کلام کیا ہے۔ چنانچہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ ''حُجب نورانیہ، حُجب ظلمانیہ سے اشد ہیں، کیونکہ حُجب ظلمانیہ کی طرف سالک متوجہ نہیں ہوتا ان کو خود سے دفعہ کرنا چاہتا ہے اور حجب نورانیہ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور التفات کرنے لگتا ہے جس کی وجہ سے مقصود اصلی سے توجہ ہٹ جاتی ہے (لہٰذا) قصداً انوار و کیفیات کی طرف توجہ نہ کرنا چاہیے الخ'' (شریعت وطریقت ص ۳۵۲)

تزکیہ وتصفیہ:

تزکیہ نام ہے روحانی امراض سے پاک کرنے کا، اور تصفیہ کہتے ہیں روحانی کمالات سے دل کو مزین کرنا۔اگر کوئی شخص بظاہر متبع سنت بھی ہے اور ذکر و مراقبہ میں مشغول بھی رہتا ہے لیکن اس کا دل امراض روحانیہ کبر وحسد اور حب مال اور حب جاہ وغیرہ سے پاک نہ ہو تو وہ مقبول بارگاہ نہیں ہوسکتا۔اور سب سے خطرناک بیماری حب مال سے بھی زیادہ حب جاہ کی ہے، یعنی اپنے ذاتی وقار اور ذاتی عزت کا مقصود ومحبوب ہونا۔اگر کسی پیر کے دل میں حب جاہ کا مرض ہے کہ وہ یہ ہوس رکھتا ہے کہ لوگ اسے ولی اللہ مانیں۔ حالانکہ کمال یہ ہے کہ بندہ اپنی ذات سے نگاہ اٹھالے اور حق تعالیٰ کی رجا میں فنا ہو جائے۔ چنانچہ حضرت لاہوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں ''امراض روحانی سے بچنا بے حد مشکل ہے، ان سے بچنے کے لیے مدت مدید تک کامل کی صحبت ضروری ہے، تربیت یافتہ میں یہ رنگ پیدا ہو جاتا ہے جو کسی اللہ والے نے اس شعر میں بیان کیا ہے

نہ گلم نہ برگ سبزم نہ درخت سایہ دارم
ہمہ حیرتم کہ دہقان چہ کارکشت مارا

یعنی انسان کو اپنے اندر کوئی خوبی نظر نہیں آتی، مگر تربیت یافتہ نہ ہو تو انسان کو انسان نہیں سمجھتا۔'' (مجلس ذکر، حصہ نہم ۲۰ مارچ ۵۸ء) نیز (مجلس ذکر ۱۳ مارچ ۵۸ء میں) فرماتے ہیں کہ ''اس قسم کے حضرات کو تو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا مطلوب ومحبوب ومقصود ہوتی ہے، نہ بیوی، نہ اولاد نہ جائداد۔ان کی صحبت میں مدت مدید تک رہنے سے یہ رنگ پیدا ہو جاتا ہے۔کسی نے کہا ہے ؎ بلے میوہ زمیوہ رنگ گیرد۔الخ

طریقہ نقشبندیہ

حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''ہمارا طریقہ نادر اور عروہ وثقیٰ ہے، سنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بدرجۂ کمال اقتداء کرنا اور آثار صحابہ کرم رضوان اللہ علیہم اجمعین کی پیروی کرنا، اس راستے میں ہم کو محض فضل سے لایا گیا ہے، آخر تک

اسی فضل میں حق سبحانہ کا مشاہدہ کرتے ہیں نہ اپنے عمل کا۔ ہمارے طریقے میں تھوڑے عمل سے بہت سے فتوحات ہیں، مگر اتباع کی رعایت بہت ہی بزرگی والا کام ہے، فرمایا کہ ہمارے طریقے سے جو روگردانی کرے اس کے دین کی خرابی کا اندیشہ ہے، آپ نے فرمایا کہ ہمارا طریقہ صحبت یعنی ملے جلے رہنے کا ہے، کیونکہ خلوت میں شہرت ہے، اور شہرت میں آفت ہے، خیریت، جمعیت میں ہے اور جمعیت صحبت سے حاصل ہوتی ہے، اور صحبت ایک دوسرے کی نفی میں ہے۔اور فرمایا کہ ہمارے طریقہ میں یہ بھی ہے کہ سالک کو نہیں جاننا چاہیے کہ وہ کس مقام میں ہے، تاکہ یہ دانست اس کے راستے کا حجاب نہ بنے، پیر کو چاہیے کہ طالب کے گزشتہ اور آئندہ کے حالات سے باخبر رہے تاکہ اس کے مطابق تربیت کر سکے، شرائط طلب میں سے یہ امر بھی ہے کہ جب کبھی جن دوستانِ حق سبحانہ کی مصاحبت کا اتفاق ہو اپنے حال سے باخبر ہو اور اس وقت صحبت کو زمانہ گزشتہ سے موازنہ کرے، اگر نقصان کی کمہ اور کمال کی زیادتی اپنے اندر پائے تو بقول اس مقولہ کے ''اچھی بات کو اختیار کرلو!'' اور اس کی صحبت کو اپنے اوپر فرض عین سمجھے۔''

مراقبہ، مشاہدہ، محاسبہ:

حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''خدا تعالیٰ کی معرفت کے راستے جن سے عارفوں کو خدا کی معرفت حاصل ہے، دوسرے اس سے محروم ہیں، اس کے تین طریقے ہیں۔[۱] مراقبہ۔[۲] مشاہدہ۔[۳] محاسبہ

[۱] مراقبہ:

مراقبہ یہ ہے کہ ''نسیان رویۃ المخلوق بدوام النظر الی الخالق'' خالق کی طرف ہر وقت دیکھتے رہنے کی وجہ سے مخلوق کی دید کو بالکل بھول جانا۔ مراقبہ کی مداومت نادر چیز ہے، جس کو کما حقہ کم لوگوں نے حاصل کیا ہے اور میں نے اس کے حصول کے طریقہ کو معلوم کرلیا ہے اور وہ ''نفس کی مخالفت اور سنت کی متابعت'' ہے۔

[۲] مشاھدہ:

مشاہدہ، وارداتِ غیبی کے معائنہ کو کہتے ہیں، جو سالک کے دل پر نزول کرتی ہے، چونکہ جلدی گزر جاتی ہیں اور قرار نہیں پکڑتیں، اس لیے ان کا ادراک نہیں ہوسکتا، مگر وہ صفت جو ہمارا حال بن جاتی ہیں، ہم اس کو قبض اور بسط سے پہچان لیتے ہیں، یعنی حالت قبض میں صفت جلال کا مشاہدہ کرتے ہیں، اور حالت بسط میں صفت جمال کا مشاہرہ کرتے ہیں۔

[۳] محاسبہ:

محاسبہ یہ ہے کہ جو کچھ ہم پر گزرتا ہے، ہم ہر گھڑی اس کا حساب کرتے ہیں کہ کس طرح گزر رہا

ہے، اگر ہم دیکھتے ہیں کہ نقصان کی چیز ہے تو اس سے بازگشت کرتے ہیں، اور از سرِ نو عمل اختیار کرتے ہیں، اگر دیکھتے ہیں کہ بہتر چیز ہے تو مشکور ہو کر ہم اس حال میں ٹھہر جاتے ہیں اور اس عمل میں کوشش کرتے ہیں۔

ذکر خفی کی حقیقت اور خصوصیت طریقہ نقشبندیہ:

حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جب میں کعبہ شریف کے سفر سے واپس آیا تو ملک طوس میں پہنچا، خواجہ علاء الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ معہ اپنے مریدوں اور معتقدین کے بخارا سے ہمارے استقبال کے لیے آئے تھے، اس وقت شاہ معزالدین حسین، والیِ ہرات کا ایک خط ایک قاصد کے ذریعے سے ہمیں پہنچا، خط کا مضمون یہ تھا کہ ''میں شرف ملاقات سے مشرف ہونا چاہتا ہوں اور میرا حاضر ہونا مشکل ہے۔''، پس بحکم اس آیت شریفہ کے ''واما السائل فلاتنھر'' سائل کو مت جھڑکو، اور بمقتضیٰ اس کے ''اذا رأیت لی طالب فکن لی خادماً'' جب تو میرے کسی طالب کو دیکھے تو اس کا خادم بن جا، ہم ہرات کی طرف متوجہ ہوئے (چلے)۔ جب ہم بادشاہ کے پاس پہنچے تو فقراء کی مراسم تعظیم کے بعد صحبت منعقد ہوئی، بادشاہ نے پوچھا، آپ کو درویشی بطور سجادگی کے آپ کے بزرگوں سے پہنچی ہے؟ میں کہا نہیں! پھر پوچھا آپ سماع سنتے ہیں اور ذکر جہر کرتے ہیں؟ میں نے کہا نہیں! بادشاہ نے کہا ''درویشی تو انہیں کاموں کو کہتے ہیں، اس کی کیا وجہ ہے آپ ان میں سے کچھ بھی نہیں کرتے؟'' میں نے کہا ''خدا تعالیٰ کا جذبۂ عنایت، بے غایت جب مجھے پہنچا تو اس نے بلا یافت کے مجھے قبول فرما لیا، میں باشارۂ الٰہی حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ میں داخل ہو گیا اور اس طریقہ کے بزرگوں سے فیض پایا، اُن کے طریقہ میں اِن چیزوں میں سے کچھ نہ تھا۔'' بادشاہ نے پوچھا ''اُن کے طریقہ میں کیا ہوتا ہے؟'' میں نے کہا ''وہ ظاہر میں مخلوق کے ساتھ اور باطن میں خدا کے ساتھ رہتے ہیں!'' اس نے کہا ''کیا ایسا ہو سکتا ہے؟'' میں نے کہا ''ہاں! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ ۔ مردان خدا وہ ہیں جن کو تجارت اور خرید فروخت خدا کے ذکر سے غافل نہیں کر سکتی، میں نے کہا خلوت میں شہرت ہے، اور شہرت میں آفت ہے، ہمارے حضرات خواجگان قدس اللہ اسرارہم کا ارشاد ہے کہ ''خلوت درانجمن اور سفر وطن اور ہوش دردم اور نظر برقدم'' پھر میں نے کہا ''وہ حضور اور ذوق جو ذکر بلند اور سماع میں پیدا ہوتا وہ ہمیشہ نہیں رہتا، مگر وقوف قلبی کی مداومت جذبہ تک پہنچاتی ہے، اور جذبہ سے مقصود حاصل ہوتا ہے۔ گرمی مجو الا از آتش درونی۔ گرمی اندرونی آگ کے سوا اور کسی چیز سے مت حاصل کرو، ذکر خفی کی حقیقت وقوف قلبی ہی سے میسر ہو سکتی ہے اور وہ مقام حاصل ہوتا ہے کہ خود دل بھی نہیں جانتا کہ وہ ذکر

میں مشغول ہے۔ اکابرِ طریقت کا ارشاد ہے کہ ''خود اگر قلب ک اس کا علم باقی رہے کہ وہ ذکر کر رہا ہے'' (یعنی محویت نہ ہو) تو تُو جان لے کہ ابھی وہ غافل ہے۔ آیت کریمہ میں ارشاد ہے ''واذکر ربک فی نفسک تضرعاً وخیفۃ'' ذکر کر تو پروردگار کا دل میں زاری اور خوف کے ساتھ''۔ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ''لا تظهر ذكرك لنفسك، فتطلب له عوضاً'' تو ذکر کر اپنے نفس پر مت ظاہر کر، ورنہ وہ اس کا معاوضہ طلب کرے گا۔

پیرِ کامل:

حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

پیر وہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو جو چیزیں ناپسند تھی وہ اس میں بھی نہ ہوں، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے جو چیزیں ثابت نہ ہوں وہ اس میں بھی موجود نہ ہوں۔ اس کی تمام خواہشیں اور خود اس کی ذات ایسا آئینہ ہو جائے جس میں سوائے اخلاق و اوصاف نبوی کے اور کچھ نہ ہو۔ اس مقام میں اوصاف نبویہ سے موصوف ہونے کی وجہ سے تصرف حق سبحانہ کا مظہر ہو جاتا ہے، اور تصرف الٰہی سے طالبوں کے باطن میں تصرف کرتا ہے۔ اور اپنی مرضی سے بالکل خالی ہو کر مرضی حق پر پورے طور سے کھڑا رہتا ہے۔

مریدِ صادق:

حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''سید الطائفہ قدس سرہ نے کہا کہ مرید صادق وہ ہے کہ بیس برس تک کوئی برائی اس کے بائیں پہلو والے فرشتے نے نہ لکھی ہو، فرمایا کہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ مرید معصوم ہو جائے اور اس مدت میں اس سے کوئی گناہ سرزد نہ ہو، بلکہ مطلب یہ ہے کہ قبل اس کے فرشتے اس کا گناہ لکھنے پائیں، وہ اس کی مکافات میں مشغول ہو جائے اور کسی طریقہ سے اس گناہ اپنے اوپر سے دور کرے۔

شریعت، طریقت اور حقیقت:

حضرت خواجہ نظام الدین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

شریعت وطریقت وحقیقت کو ہر چیز میں بیان کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً جھوٹ کہنا امر ممنوع ہے، اگر کوئی شخص ایسا ہو کہ اس کو کوشش اور مجاہدے سے جو کہ استقامت کا طریقہ ہے زبان سے دور کرے، اس طرح کہ اس کے اختیار سے اس کی زبان پر جاری نہ ہو تو یہ شریعت ہے، باوجود اس کے ممکن ہے کہ اس کے باطن میں جھوٹ کی خواہش باقی رہے، پس اس کو بھی کوشش اور مجاہدہ سے دفع کرے اس طرح کے اس کا باطن کذب کی

خواہش سے پاک ہوجائے تو یہ طریقت ہے۔اور اگر ایسا ہوجائے کہ اس کے اختیار یا بلا اختیار کے اس کے دل سے اور زبان سے جھوٹ سرزد نہ ہوسکے تو یہ حقیقت ہے۔(حضرات نقشبندیہ)

خصوصیات سلسلہ نقشبندیہ:

خصوصیات سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے بارے خالد اقبال صاحب کا مضمون جو پہلے کسی کتاب (شائد تاریخ وتذکرہ یا حضرات نقشبند) میں بندہ کی نظر سے گزرا ہے،لیکن اب یاد نہیں آرہا۔ملاحظہ فرمائیں:

☆امام طریقت حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بارگاہ خداوندی میں عجز ونیاز کے ساتھ پندرہ روز تک سربسجود ہوکر دعا مانگی تھی کی خدایا مجھے وہ طریقہ القاء فرما جو بندے کو سہولت اور آسانی کے ساتھ تیری ذات تک پہنچادے۔اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو شرف قبولیت بخشا اور یہ طریقہ خاص عطا فرمایا جو آپ کے مشہور لقب نقشبند کی مناسبت سے نقشبندیہ کہلایا۔یہ سب طریقوں سے قریب اور سہل تر ہونے کے ساتھ مقصودِ حقیقی تک بالیقین پہنچانے والا ہے۔

☆اس سلسلے کا انتساب حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ہے جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد بالاتفاق افضل البشر ہیں۔اس کی بنیاد خالصتاً اتباع سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے جس کے لیے بدعت کی ہر نوع سے اجتناب لازمی شرط ہے۔

☆اس طریقہ میں جذبہ سلوک پر مقدم ہے جو طالب صادق کو شیخ کامل کی توجہ سے حاصل ہوجاتا ہے۔احوال وکیفیات طاری ہونے لگتے ہیں جن میں سے طلب ذوق وشوق بڑھ جاتا ہے،ذکر وعبادت میں خاص لذت وسرور اور وجد کو سوز وگداز نصیب ہوتا ہے اور یہی سوز وگداز سالک کو مقصودِ حقیقی کی طرف کشاں کشاں لے جاتا ہے۔

وادی عشق بسے دور دور از است ولے
طے شود جادہ صد سالہ بآہے گاہے

☆اس طریقہ میں فیض وترقی درجات کا دارومدار صحبت شیخ اور توجہ شیخ پر ہے۔صحبت شیخ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مطہرہ کے اتباع میں مدومعاون ہے لہٰذا مرید ادب واحترام کے ساتھ جس قدر صحبت شیخ کا التزام کرے گا،اسی قدر سرعت کے ساتھ منازلِ ترقی ومدارج کمال طے کرتا چلا جائے گا۔

☆اس طریقہ میں انعکاسِ فیضان اسی طرح جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاصل ہوا کرتا تھا۔جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبتِ مبارکہ میں صدق دل اور

جذبہ محبت کے ساتھ ایک مرتبہ حاضر ہونے والا شخص بھی کمالِ ایمانی کے اعلیٰ وارفعٰ مقام پر فائز ہوجاتا تھا۔کم وبیش حضرات نقشبندیہ کی خدمت میں صدق دل سے آنے والا شخص عرفان وآگہی کے اس مقام کومحسوس کرتا ہے جودوسرے طریقوں میں مدت مدید کے بعدنصیب ہوتا ہے۔اسی لیئے اکابر نقشبندیہ رحمہم اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ ''طریقہ مابعینہ طریقہ اصحاب کرام رضی اللہ عنہم است''یعنی ہمارا طریقہ صحابہ کرامؓ کے طریقہ کے عین مطابق ہے۔ان حضرات نے افادہ واستفادہ کا وہی انداز اختیار کیا ہے۔جوصحبت نبوی کا طرہ امتیاز تھا۔اسی لیے فرماتے ہیں ''درطریقہ ما محرومی نیست وہرکہ محروم است درطریقہ مانخواہد آمد''یعنی جوشخص ہمارے طریقہ میں داخل ہوا،وہ محروم نہ رہے گااور جوازل سے محروم ہے وہ ہمارے سلسلہ سے منسلک نہ ہوسکے گا۔

☆وجودانسانی دس لطائف پر مشتمل ہے پانچ کا تعلق عالمِ خلق سے اور پانچ کا عالمِ امر سے ہے۔ عالمِ امر سے تعلق رکھنے والے لطائف قلب،روح،سر،خفی اوراخفیٰ ہیں جبکہ نفس اوراربعہ عناصر عالمِ خلق سے منسوب ہیں۔اس طریقہ مبارکہ میں ان لطائف کے تصفیہ وتزکیہ اور فناوبقا کے لیے چند مقرر کردہ اصول و ضوابط ہیں جن پر عمل پیرا ہوکر سالک ایک قلیل مدت ہی میں ان سب انوار وتجلیات اوراحوال وکیفیات سے بہرہ ور ہوجاتا ہے۔

☆اس طریقہ میں آغاز سیر النفسی سے ہوتا ہے اور سیر آفاقی اس کے ضمن میں طے کرادی جاتی ہے۔سیر آفاقی سے مراد یہ ہے کہ دائرہ مکان،جوارض وسماء،عرش وکرسی اور جمیع ممکنات عالم کومحیط ہے کے احوال کا تفصیلی طور پرظہوروانکشاف ہوجائے جبکہ سیر النفسی عالم امر کے پنجگانہ لطائف سے تعلق رکھتی ہے اور یہ تمام لطائف فوق العروش ہیں۔اکابر نقشبندیہ خصوصاً خواجہ عبیداللہ احرارقدس سرہ نے اس سیر کوسیر مستدیر یعنی اپنی ذات کے گرد گھومنا سے تعبیر کیا ہےاور سیر آفاقی کوسیر مستطیل قرار دیا ہے۔مزید یہ بھی ارشادفرمایا ہے کہ سیر مستدیر قرب درقرب ہے اور سیر مستطیل بعد در بعد۔اس طریقہ پاک میں عالم امر کے لطائف کی سیر اجمال وتفصیل کے ساتھ کرائی جاتی ہے۔تفصیل حسب ذیل ہے۔لطیفہ قلب زیرقدم حضرت آدمؑ ہے،لطیفہ روح حضرت نوح وابراہیمؑ،لطیفہ سر زیرقدم حضرت موسیٰؑ،لطیفہ خفی زیرقدم حضرت عیسیٰؑ اور لطیفہ اخفی زیرقدم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ان لطائف کے عروج وکمال اور فناء وبقاء سے مشارب ولایت وابستہ ہیں۔ لطیفہ قلب سے ولایت آدمؑ کا تعلق ہے جوسالک اس راہ سے واصل ہوتا ہے اسے آدمی المشرب کہتے ہیں۔لطیفہ روح سے واصل ہونے والا ابراہیمی المشرب کہلاتا ہے،لطیفہ سر سے درجہ وصول پر فائز ہونے والا موسیٰ المشرب کے نام سے موسوم ہوتا ہے۔لطیفہ خفی کی راہ سے واصل عیسوی المشرب کا نام پاتا ہےاور لطیفہ اخفی کی ولایت پر فائز ہونے والا سالک ولایتِ خاصہ محمدیہ سے مشرف ہوتا ہے۔ان تمام ولایات کا تعلق

دائرہ ولایت صغریٰ سے ہے جو اولیائے عظام کی ولایت کا دائرہ کہلاتا ہے۔ دوسرا دائرہ ولایت کبریٰ کا ہے جو انبیائے کرام کی ولایت کا دائرہ ہے۔ تیسرا دائرہ ملاء اعلیٰ یعنی ملائکہ مقربین کی ولایت کا دائرہ ہے جو ولایت دائرہ علیا کہلاتا ہے۔

☆اس سلسلہ میں لازم ہے کہ سالک کا خیال دل کی طرف مرکوز رہے اور دل ذات باری کی طرف متوجہ رہے۔ پھر یہ کہ ذاکر ذکرِ نفی واثبات کرتے وقت سانس کو روک لے اور طاق اعداد پر چھوڑ دے نفس کا محاسبہ کرتا رہے۔ اگر عمل خیر کی توفیق ہو تو اللہ کا شکر ادا کرے، اگر کوئی لمحہ غفلت میں گزرے تو اس پر نادم ہونے کے بعد استغفار کرے۔

☆اس طریقہ عالیہ میں دوامِ حضور وآ گاہی پاکیزہ مقام ہے جس کا نام حضرات صحابہ کرامؓ کے نزدیک احسان ہے اور اصطلاح صوفیہ میں اس کو مشاہدہ وشہود، یادداشت اور عین الیقین وغیرہ کے ناموں سے پکارا جاتا ہے۔ درحقیقت ان یعبد ربک کانک تراہ کے مصداق یہی حالت ہے جو بعینہ دیدار الٰہی نہ سہی مگر مثل دیدار ضرور ہے۔

☆ذریعہ حصول وفوائد:

شیخ کامل کی صحبت آداب وشرائط کے ساتھ مسلسل اختیار کرنا اور حسب تلقین اس طریقہ پاک کے اذکار واشغال پر کاربند رہنا تمام فیوض وبرکات کے حصول کا ذریعہ ہے، پھر اس سلسلہ میں بلند تر مقامات اور ارفع واعلیٰ بھی موجود ہیں جو اولوالعزم سالکین اور صاحب ہمت مقربین کا حصہ ہیں۔ فطرت نے جنہیں اہلیت واستعداد بخشی ہے وہ ان سے شرف اندوز ہوتے ہیں اور بڑھتے چلے جاتے ہیں۔

جناب عشق بلند است ہمتے حافظ

کہ عاشقاں رہِ بے ہمتاں بخود ندہند

طریقہ نقشبندیہ کے یہ وہ خصائص ہیں جنہیں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے اپنے مکتوبات شریفہ میں بڑی تفصیل کے ساتھ متعدد مقامات پر ذکر فرمایا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ آپ سے پیشتر طریقہ نقشبندیہ کے نظریات وتعلیمات ایک مرتب شکل میں موجود نہ تھے۔ آپؒ نے ہی اس سلسلہ عالیہ کے مقامات ومشاہدات کو ترتیب دیا اور انہیں ایک تدریجی وعملی صورت عطا کی پھر اسی پر اپنے طریقہ خاصہ مجددیہ کی بنیاد رکھی، مزید بے شمار حقائق ومعارف کے انکشاف کے بعد معرفتِ الٰہی کا ایک ایسا قصرِ رفیع تعمیر فرمایا جہاں پہنچ کر سالک بے اختیار پکار اٹھتا ہے،

''ہماں نسبت پشنیاں بہماں طرادت درپسینیاں بروئے کا آمدہ''

یعنی جوکمالاتِ رسالت ونبوت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کوحضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کے طفیل میسر تھے، ہزار سال بعد حضرت مجدد الف ثانیؒ کے وسیلے سے باردگرد منصۂ شہود پر جلوہ گر ہیں اوران کی تنویرامتِ مسلمہ کے قلوب کوحیاتِ جاوداں عطا کررہی ہے۔فجزاہ اللہ تعالیٰ عنا و عن سائر متبعیالطریقۃالشریفۃ (بشکریہ ''آواز وطن''بھکر)

کشف وکرامات

حضرت قبلہ خواجہ صاحب قدس سرہ کواللہ رب العزت نے علم وعمل کے ساتھ کشف وکرامت سے بھی مشرف فرمایا تھااور بوجۂ غلبہ حال یاکسی اور مصلحت کی وجہ سے کبھی کبھار حضرت اپنا کشف بھی بیان فرمایا کرتے تھے، چنانچہ راقم کے ایک ساتھی عزیزم محمد قاسم جلالپوری راوی ہیں کہ ایک شخص بیعت کے لیے دین پورشریف میں حضرت اقدس میاں مسعوداحمد صاحب دامت برکاتہم کی خدمت میں گیا، بیعت ہوا،مگروہ کہتا ہے کہ میرے دل کواطمینان نہ ہواتو میں کسی اور بزرگ کے پاس چلاگیا، وہاں بھی اطمینان نہ ملاتو تیسرے کے پاس حتیٰ کے بہت سے بزرگوں کی بیعت کرکے توڑدی۔ایک دن اس کے کسی دوست نے اسے کہا کہ آؤ! میں تمہیں اپنے پیر کے پاس لے چلتا ہوں، وہ اسے لے کر خانقاہ سراجیہ حضرت قبلہ کی خدمت میں پہنچ گیا، حضرت نے اُسے دیکھتے ہی پوچھا کہ کیسے آنا ہوا؟ بیعت کے لیے آئے ہو؟ اس نے عرض کیا کہ جی ہاں! حضرت قبلہ نے تھوڑی دیر کے لیے سرجھکایا پھر فرمانے لگے کہ ''تیرا علاج میرے پاس نہیں ہے، تیرا علاج وہیں ہے جہاں سے تو بھاگ کے آیا ہے!'' وہ کہتا ہے کہ میں پھر سے دین پور شریف گیا، مجھے دیکھتے ہیں حضرت میاں صاحب نے فرمایا کہ آگیاناں واپس، مجھے پتہ تھا کہ ضرور آئے گا،لیکن تو خودنہیں آیا،کسی کے بھیجنے سے آیا ہے۔

یہ تو تھا حضرت قبلہ کا کشف،اب کرامت بھی سنتے جایئے،ایک مرتبہ کسی شخص نے حضرت قبلہ سے درخواست کی دعافرمائیں کہ خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوجائے،رات وہ سویا تو اسے زیارت نصیب ہوئی، دوسرے روز پھر درخواست کی تو حضرت قبلہ نے فرمایا،''روز رروز زیارت نہیں ہوا کرتی۔'' دیگر بہت سے واقعات اسی اشاعت میں آپ ملاحظہ فرماچکے ہوں گے، ان کا ذکرطوالت وتکرار کا سبب ہوگا۔

شیخ التفسیر حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی تحریرات اور بیانات سے جابجاواضح ہوتا ہے کہ حضرت کشف کودلیل ولایت نہیں سمجھتے تھے، یہی حال حضرت قبلہ خواجہ صاحب رحمہ اللہ کا تھا۔کیونکہ اول تو کشف

والہام ظنی امور ہیں جن میں غلطی کا احتمال ہوتا ہے دوسرے یہ کہ بطورِ استدراج یہ امور کفار سے بھی صادر ہوجاتے ہیں۔ اور جس بات میں کافر بھی شریک ہوجائے وہ حق تعالیٰ کے ہاں مقبولیت کی دلیل نہیں بن سکتی۔ اور خود حق تعالیٰ نے اپنے اولیاء کی جو صفتیں قرآن حکیم میں بیان فرمائیں ہیں وہ ایمان وتقویٰ ہیں، چنانچہ فرمایا''**الذین آمنوا و کانوا یتقون**'' یعنی اللہ کے محبوب اور مقبول بندے جن کو اولیاء اللہ کہا گیا ہے وہ ہیں جو ایمان اور تقویٰ سے مزین ہوں، اگر ایمان وتقویٰ سے کوئی شخص محروم ہے تو وہ ہوا میں تو اُڑ سکتا ہے اور پانی پر بھی چل سکتا ہے لیکن اللہ کا ولی اور پیارا نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ حضرت لاہوری رحمہ اللہ کا ارشاد ہے کہ ''اصلاح باطن کے لیے کسی ہادی کی ضرورت ہے، ہادی کے لیے پہلی شرط یہ ہے کہ وہ متبع سنت ہو، میں کہا کرتا ہوں کہ اگر ایک شخص ہوا میں اڑتا ہوا نظر آئے، قبلہ عالم کہلائے، لاکھوں مریدین پیچھے لگا کر لائے اگر اس کا مسلک خلاف سنت ہے تو اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا گناہ ہے، اس کی بیعت کرنا حرام ہے اور اگر ہوجائے تو توڑنا فرض عین ہے ورنہ خود بھی جہنم میں جائے گا اور تمہیں بھی ساتھ لے جائے گا۔ اللہ کو ایک ہی راستہ محبوب ہے اور وہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا راستہ۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں وہ اللہ کے ہاں کبھی محبوب نہیں ہوسکتا۔

خلاف پیغمبر کسے راہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

کشفی فتنے

تصوف وسلوک کے اصل مقاصد سے ناواقف سالک جب کتابوں میں اولیاء اللہ کے مکاشفات وکرامات کے تذکرے پڑھتے یا سنتے ہیں تو ان کو بھی شوق دامن گیر ہوجاتا ہے اور ذکر ومراقبہ میں وہ اس لیے محنت ومجاہدہ کرتے ہیں کہ ان کو بھی کشفیات وخوارق نصیب ہوجائیں، حالانکہ اس میں خواہش نفس کا دخل ہوتا ہے اور وہ غیر اللہ کو مطلوب بنانے کی وجہ سے اصل مقصد سے دور ہوجاتے ہیں، حصول کشف کے لیے ریاضت ومجاہدہ کرنا سالک کی روحانیت کے لیے بہت زیادہ مہلک ثابت ہوتا ہے، اس لیے محققین مشائخ اپنے مریدین کو ان مہلکات سے بچانے کی کوشش کرتے ہیں۔

کشف کے متعلق اکابر طریقت وشریعت کے ارشادات:

[۱] شیخ مشائخ دیوبند حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمہ اللہ جو اپنے وقت میں چشتی طریقہ کے گویا امام الاولیاء ہیں، اپنی کتاب ''ضیاء القلوب'' میں فرماتے ہیں کہ:

(ا) ''جو شخص سنت رسول کا پابند اور ہم جنس نہ ہو اس کی صحبت میں شریک نہ ہو اگر چہ اس شخص سے کرامتیں اور خرق عادات ظاہر ہوں اور وہ آسمان پر بھی اُڑے۔''

(ب) مقام رضا کے متعلق فرماتے ہیں ''رضا، یعنی اپنے نفس کی رضامندی چھوڑ دے اور اللہ کی رضامندی پر رضامند ہووے اور اس کے ازلی احکام کا پابند ہو جائے جیسا کہ موت کے وقت ہو جاتا ہے۔'' اور یہی وہ بلند مقام رضا ہے جو حضرات صحابہ کرام کو حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار نبوت کے پرتو سے نصیب ہو جاتا تھا۔

[۲] قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''عوام یوں جانتے ہیں کہ ولایت کشف وکرامت اور خلوت نشینی کا نام ہے، یہ غلط ہے۔ (حقیقت میں) ولایت مقبولیت اور اتباع کا نام ہے۔[تذکرۃ الرشید ج۱ص۱۹۴]

[۳] شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں:

(ا) ''مقصود اصلی سلوک سے (ان تعبد واللہ کانک تراہ) ہے، (ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کی عبادت تو اس طرح کرے گویا تو اس کو دیکھ رہا ہے) یعنی سالک میں یہ ملکہ راسخہ پیدا ہو جائے، یہ مبدأ ہے اور باعتبار نیابت کے رضاء عز وجل اسمہ کا حصول ہے ؎

فراق و وصل چہ خواہی رضائے دوست طلب — کہ حیف باشد از وغیر او تمنائے

[مکتوبات شیخ الاسلام جلد۴ص۱۶۰]

(ب) انوار، کیفیات، مکاشفات، الہامات وغیرہ کے لیے فرماتے ہیں ''تلک خیالات تربی بہا اطفال الطریقۃ'' یہ وسائل ہیں مقاصد نہیں۔[ایضاً]

[۴] حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی نقشبندی مجددی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ترجمہ: ولایت کے لیے خرق عادات (کرامت کی طرح کا کوئی فعل) ضروری ولازمی نہیں ہے، بعض مردان خدا، اولیاء اللہ اور مقربان بارگاہ ایسے بھی ہیں جن سے کوئی خرقِ عادت یعنی کرامت ظاہر نہیں ہوئی۔'' پس معلوم ہوا کہ بعض اولیاء کی بعض اولیاء پر فضیلت بوجہ کثرت خوارق کے نہیں ہے کیونکہ ان پر ثواب کا دارومدار نہیں ہے بلکہ یہ افعال حظوظ ولذّات میں سے ہیں، ثواب کا مدار تو عبادت اور قرب الٰہی ہے۔[ارشاد الطالبین ص۱۸]

یہاں یہ ملحوظ رہے کہ خرق عادت اس فعل کو کہتے ہیں جو عام اسباب کے خلاف اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ظہور پذیر ہو۔ اور چونکہ کفار اور غیر متشرع درویشوں کے لیے بھی اللہ تعالیٰ بطور آزمائش کے ایسے فعل

ظاہر فرما دیتے ہیں جنکو علمی اصطلاح میں ''استدراج'' کہتے ہیں، اس لیے ان باتوں کو اللہ کے ہاں مقبول اور پیارا ہونے کی دلیل نہیں قرار دیا جاسکتا۔

(ب) قاضی صاحب موصوف فرماتے ہیں:

''ترجمہ: اکثر اولیاء اللہ کو اپنی ولایت کی بھی خبر نہیں ہوتی، دوسروں کے متعلق وہ کیا جانیں؟'' [ایضاً]

[۵] حضرت خواجہ نظام الدین رحمہ اللہ کا ارشاد ہے:

''مرد کے لیے کشف وکرامات بمنزلہ حجاب ہیں، استقامت کا کام محبت ہے۔'' [فوائد الفؤاد۔ص ۲۶]

[۶] امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

''ترجمہ: وہ صفائی جو کفار اور فساق کو حاصل ہوجاتی ہے وہ نفس کی صفائی ہے نہ کہ قلب کی، اور نفس کی صفائی سے تو گمراہی ہی بڑھتی ہے اور خسارہ ہی حاصل ہوتا ہے، اور بعض غیبی امور کا جو کفار وفساق کو کشف حاصل ہوجاتا ہے یہ ان کے حق میں استدراج (ڈھیل اور مہلت) ہے کہ اس سے مقصود اس جماعت کی خرابی اور نقصان وخسارہ ہے۔'' [مکتوبات جلد اول، مکتوب نمبر ۲۶۶]

(ب) نیز حضرت مجدد فرماتے ہیں:

''اہل استدراج کو بھی احوال اور اذواق حاصل ہوجاتے ہیں اور جہاں کی صورتوں کے آئینوں میں ان کو مکاشفہ اور معائنہ حاصل ہوتا ہے اور توحید کا کشف بھی نصیب ہوجاتا ہے، یونان کے حکماء اور ہندوستان کے جوگی اور برہمن بھی اس معنی میں شریک ہیں۔ یعنی ان کو بھی اس قسم کے مکاشفات حاصل ہوجاتے ہیں۔

[۷] حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ کا ارشاد ہے کہ:

''ملکوتی انوار کی بھی نفی کرے کیونکہ وہ بھی مخلوق ہیں، اس میں مشغول ہونا ایسا ہے جیسے مال وزر میں، حجاب ہونے میں دونوں برابر ہوئے، ملکوت یہ نورانی حجابات ناسوت کے ظلمانی حجابات (مال وزر وغیرہ) سے زیادہ شدید ہیں۔ (کذا قال مرشدی، یعنی حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمہ اللہ)۔ اگر ان کے ساتھ ان انوار کو لاہوتی انوار (ذات وصفات حق) سمجھ گیا تو عمل کے ساتھ عقیدہ بھی بگڑا۔ اس مقام پر بہت لوگ برباد ہوئے۔'' [التکشف ص ۷۱]

(ب) نیز حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''تصوف نہ یکسوئی کا نام ہے، نہ مکاشفات کا، نہ واردات کا۔ بلکہ اس کی حقیقت ہے اصلاح ظاہر وباطن، پس مقاصد اس کے اعمال قالبیہ وقلبیہ ہیں اور غایت اس کی قرب ورضائے حق ہے۔ اور مکاشفات کونی مثل کشف قبور وغیرہ اور تصرفات مثل سلب الامراض کو اس سے مس نہیں، ریاضت پر اس کا ترتب ہوسکتا ہے، چنانچہ کفار بھی اس میں شریک ہیں۔ [امداد الفتاویٰ جلد۲ کتاب الحظر والاباحۃ] اس کا مطلب یہ ہے کہ کشف قبور وغیرہ بھی دلیل ولایت نہیں ہیں کیونکہ ریاضت اور مجاہدہ سے یہ چیزیں حاصل ہوسکتی ہیں اور کافروں کو بھی کشف قبور ہو جاتا ہے۔

[۸] عارف باللہ حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اور اس کشف قبو کو ناواقف لوگ قرب الٰہی کا سبب جانتے ہیں اور حقیقت میں یہ دوری کا موجب ہے۔ [صراط مستقیم ص ۱۱۷]

[۹] سلطان العارفین حضرت سلطان باہو صاحب قادری رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

''سرود سے کشف القلوب اور کشف القلوب حاصل ہوتا ہے مگر مجلس محمدی اور وصال اللہ اور مقام فنا فی اللہ سے دوری رہتی ہے۔'' [گنج الاسرار ص ۵]

حضرت سلطان باہو رحمہ اللہ کی بعض تصانیف میں ہے کہ:

''سرود کشف قبور اور کشف قلوب حاصل ہوتا ہے لیکن باطن کا نور جل جاتا ہے۔''

اس کا یہ مطلب نہیں کہ جس کسی کو بھی کشف قبور اور کشب قلوب حاصل ہوتا ہے اس کے باطن کا نور جل جاتا ہے اور اس کو مجلس محمدی اور وصال ومقام فنا سے دوری رہتی ہے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اہل باطل کو بھی کشف قبور وغیرہ حاصل ہو جاتا ہے اور کشف قبور کوئی ایمانی کمال نہیں ہے اور نہ یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ولایت ومقبولیت کی دلیل ہے۔ لہٰذا ایسی چیزوں کو مقصود بنا کر محنت نہیں کرنی چاہیے۔ سالک مبتدی کے لیے کشف قبور وغیرہ کے لیے محنت وریاضت کرنا قرب حق سے دُوری کا سبب بن جاتا ہے، کیونکہ اس میں توجہ الی الخلق ہوتی ہے حالانکہ مقصد سلوک وتصوف کا توجہ اللہ اور اس کی رضا کا حصول ہے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ:

بعض لوگ اس بات کا انکار کرتے ہیں کہ کفار اور اہل باطل کو بھی کشف قبور ہو جاتا ہے، اور وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ موت کے بعد کے حالات کافر پر کیوں منکشف ہوسکتے ہیں؟ تو اس کے متعلق

یہ عرض ہے کہ مرنے کے بعد اور قیامت سے پہلے کے جہان کو برزخ کہتے ہیں اور برزخ کا تعلق آخرت سے بھی ہے اور قبر سے بھی۔ چنانچہ

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:

''قبر میں منکر اور نکیر کا مومنوں اور کافروں دونوں سے سوال کرنا برحق ہے، قبر برزخ (پردہ) ہے دنیا اور آخرت کے درمیان۔ [مکتوبات امام ربانی جلد اول مکتوب نمبر ۲۶۶]

قبر کا عذاب بھی ایک وجہ سے دنیوی عذاب سے مناسبت رکھتا ہے اور انقطاع پذیر ہے اور دوسری وجہ سے قبر کا عذاب آخرت کے عذاب سے مناسبت رکھتا ہے جو فی الحقیقت آخرت کے عذابوں میں سے ہے۔ تو جب برزخ کا تعلق اس دنیا سے بھی ہے تو اس کے احوال کا مشاہدہ ایک وجہ سے دنیا کے احوال کا مشاہدہ ہے اس لیے کافروں کو بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ اور احادیث سے تو ثابت ہے کہ قبر کا عذاب جانور بھی دیکھ لیتے ہیں لہٰذا کافر اور اہل باطل قبر کے عذاب کا ریاضت ومجاہدہ کی وجہ سے مشاہدہ کرلیں تو یہ کوئی محال امر نہیں ہے۔ خلاصہ یہ کہ حضرت شیخ المشائخ رحمہ اللہ کے واقعات کشفیہ سے کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہونی چاہیے کہ صرف یہ امور دلیل ولایت ہیں اور اہل حق کے ساتھ مختص ہیں یا حضرت خواجہ خواجگان کشف وکرامات وغیرہ کی وجہ سے اولیاء کاملین میں شمار ہوتے ہیں۔ نہیں نہیں، بلکہ حضرت رحمہ اللہ کے کمالات ولایت اور اوصاف مقبولیت دوسرے ہیں جو سنت وشریعت کی بنا پر آپ کو حاصل ہوئے۔ اگر حضرت کی مبارک زندگی میں کشف وکرامت کا بالکل وجود بھی نہ ملتا تو آپ پھر بھی اولیاء اللہ میں شمار ہوتے۔

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اللہ کے پاک نام کی برکت سے یہ درجہ بھی آتا ہے جس میں حلال وحرام کی تمیز پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ مقصود بالذات نہیں۔'' [مجلس ذکر جلد دہم ص ۹۱]

(ب) خدا تعالیٰ کا فرمان سچا ہے، حضور کا فرمان بھی سچا ہے اللہ والے فرماتے ہیں ''اطلبوا الاستقامۃ ولا تطلبوا الکرامۃ لان الاستقامۃ فوق الکرامۃ'' (یعنی کرامت نہ طلب کرو بلکہ استقامت طلب کرو! کیونکہ استقامت، کرامت سے بڑھ کر ہے، اللہ تعالیٰ اس مجلس میں شامل ہونے کی برکت سے استقامت عطا فرمائے۔ آمین۔'' [مجلس ذکر حصہ نہم ص ۱۲۸]

(ج) استقامت کا درجہ کرامت سے اس لیے بالاتر ہے کہ استقامت صاحبِ استقامت کو دیدی جاتی ہے، کرامت ولی کے اختیار میں نہیں ہوتی۔'' [مجلس ذکر جلد ۷ ص ۱۵۰]

آخر میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے حسب ذیل ارشاد پر اس موضوع کو ختم کیا جاتا ہے:

''بزرگوں کو جو کشف ہوتا ہے یہ ان کے اختیار میں نہیں (بلکہ) اس کے اختیار سے باہر ہے۔ (یہاں تک کہ) نبیوں کے اختیار میں بھی نہیں۔ دیکھو حضرت یعقوب علیہ السلام کی خبر نہ ہوئی۔ جبکہ کشف اختیاری چیز نہیں تو یہ بھی ضروری نہیں کہ بزرگوں کو ہر وقت کشف ہوا ہی کرے، (بلکہ حقیقت یہ ہے کہ) کشف ہونا کوئی بڑا کمال نہیں۔ اگر کافر بھی مجاہدہ اور ریاضت کرے تو اس کو بھی کشف ہونے لگتا ہے، نیز مجنونوں کو بھی کشف ہوتا ہے، میں نے خود ایک مجنونہ عورت کو دیکھا کہ اس کو اس قدر کشف ہوتا تھا کہ بزرگوں کو بھی نہیں ہوتا، لیکن جب اس کا مُسہل ہوا تو مادہ کے ساتھ کشف بھی نکل گیا۔'' [اشرف الطریقۃ فی الشریعۃ والحقیقۃ ص۳۹۹]

ماہنامہ ''لولاک'' اور ہفت روزہ ''ختم نبوۃ'':

حضرت قبلہ رحمہ اللہ کی سرپرستی میں دو مؤقر جریدے ماہنامہ لولاک ملتان اور ہفت روزہ ختم نبوت کراچی، تھے، جن میں سے لولاک تو غالباً پہلے سے جاری تھا، البتہ ''ختم نبوۃ'' 1982 کو حضرت کی دعاؤں، توجہ اور کاوشوں سے جاری ہوا۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے مولانا اللہ وسایا مدظلہ کا مضمون ''میر کارواں کی رحلت!'' باب نمبر 2) دونوں رسالے مسلسل عامۃ المسلمین کی اعتقادی وعملی اصلاح وتربیت، فرق ضالہ بالخصوص قادیانیت وعیسائیت کا تعاقب، اور جملہ اہل اسلام کو قادیانی عفریتوں کی سازشوں، کارستانیوں اور شرارتوں سے آگاہ وخبردار کرنے کے ساتھ ساتھ حکومت وقت سے اس سلسلے میں مؤثر اقدامات کرنے کا مطالبہ اور عدم منظوری پر احتجاج کرتے رہے۔ حضرت قبلہ کی برکت سے یہ مجلّے اتنے مقبول ہوئے کہ نہ صرف پاکستان بلکہ دوسرے ممالک میں بھی یہ اشاعت پذیر ہوئے اور اس وقت ماہناموں میں شائد سب سے زیادہ کثیر الاشاعت جریدہ بھی لولاک ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

☆......☆............☆......☆

T.V چینل اور جدید طریقہ تصویر سازی کے متعلق
حضرۃ قبلہ شیخ المشائخ رحمہ اللہ کا مؤقف

حضرت اقدس خواجہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہر قسم کی تصویر کے بارے میں عدمِ جواز کا تھا، چاہے وہ کوئی بھی صورت ہو، قدیم طریقہ کار ہو یا جدید، عام کیمرہ سے ہو یا ڈیجیٹل سے، کمپیوٹر کی سکرین پر ہو یا موبائل کی، کاغذ پر ہو یا کپڑے پر، غرضیکہ ہر صورت کو وہ ناجائز سمجھتے تھے، اسی وجہ سے آپ ''علماء ٹی وی چینل'' کے حق میں نہیں تھے (جو بعض حضرات مرزائی وعیسائی مشینری کے جوابی ردعمل کے طور پر قائم کرنا

چاہتے تھے) اور اُسے سراسر ناجائز اور حرام سمجھتے تھے اور آخر تک آپ رحمہ اللہ اپنے اس مؤقف پر مضبوطی سے قائم رہے۔ اس مسئلہ میں آپ امام اہل سنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ، جانشین شہید ختم نبوت مولانا سعید احمد جلالپوری شہید رحمہ اللہ اور استاذ المحدثین حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم سے مؤقف سے پوری طرح متفق تھے۔

ایک سوال اور امام اہل السنۃ مدظلہم کا جواب:

گرامی قدر حضرت والد صاحب دام مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بین الاقوامی سطح پر غیر مسلم لابیاں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف زہر آلود پروپیگنڈے میں مصروف ہیں ان کے مؤثر جواب کے لئے مسلم راہنما اسلامی ٹی وی چینل اور کیبل کا سوچ رہے ہیں اس سلسلہ میں علماء کی دو رائے سامنے آرہی ہیں ایک طبقہ یہ کہتا ہے جسکی قیادت مولانا عبدالحفیظ مکی صاحب مدظلہ اور مولانا علی احمد سراج صاحب مدظلہ وغیرہ کررہے ہیں کہ ایسا ٹی وی چینل اور کیبل جائز اور درست ہے جسمیں فوٹو بھی آتی ہے اور ان حضرات نے آپ کے حوالہ سے ایک خبر شائع کی جو کہ اخبارات میں شائع ہوئی کہ آپ نے حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خان مرحوم کو ایسے چینل کی اجازت دی تھی اور پھر علماء کے ایک وفد جس میں مولانا محمد اسلم شیخوپوری صاحب مدظلہ بھی تھے ان سے بھی آپ نے ایسے الفاظ فرمائے جسمیں فوٹو والے چینل کی تائید ہوتی ہے۔ علماء کے اس نظریہ کے باعث اب مساجد اور مدارس میں بھی دینی مجالس کی فوٹو اور ان کی سی ڈی بے دھڑک تیار کی جارہی ہیں جبکہ علماء کے دوسرے طبقہ جس میں سرفہرست مولانا سعید احمد صاحب جلالپوری مدظلہ ہیں ان کا خیال یہ ہے کہ دنیا میں ایسے چینل اور کیبل بھی کام کررہے ہیں جن میں فوٹو نہیں آتی اور آواز سے مقاصد حاصل ہوجاتے ہیں اس لئے فوٹو والا چینل اور کیبل ناجائز ہے آپ کے بیانات اور تحریروں میں تصویر کو ناجائز کہا گیا ہے خواہ وہ تصویر کیمرہ کی یا ویڈیو سے تیار شدہ ہو۔ جب آپ کے ہاں تصویر ہر حال میں حرام ہے تو آپ نے تصویر والے ٹی وی چینل اور کیبل کی اجازت کیسے دے دی ہے؟ اس بارہ میں کسی عزیز سے اپنے مؤقف کی ایسی وضاحت فرمائیں کہ کوئی ابہام باقی نہ رہے اور آپ کے ہزاروں شاگرد اور لاکھوں معتقدین اس کی روشنی میں ٹھوس رائے قائم کرسکیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت کاملہ عطا فرمائے اور تادیر آپ کا سایہ ہمارے سروں پر سلامت رکھے۔ آمین ثم آمین۔

فقط آپ کا بیٹا......حافظ عبدالقدوس خان قارن......مدرس: مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

۲۰ رمضان المبارک ۱۴۲۹ھ 21 ستمبر 2008ء

الجواب

میں نے کبھی بھی فوٹو کی اجازت نہیں دی۔ میرا مؤقف وہی ہے جو مولانا سعید احمد جلالپوری کا ہے۔ جس چیز میں فوٹو ہو وہ قطعاً جائز نہیں ہے۔ اس کے علاوہ جو چیز میری طرف منسوب ہے وہ غلط بیانی ہے یا کج فہمی ہے۔ مولانا اسلم شیخو پوری صاحب سے جو میں نے کہا تھا وہ اسلامی بینکاری اور بغیر تصویر چینل سے متعلق تھا۔

فقط......ابوالزاہد محمد سرفراز......۲۰ رمضان المبارک ۱۴۲۹ھ 21 ستمبر 2008ء بروز اتوار

ایک سوال اور اس کا جواب:

سوال: گرامی قدر حضرت والد صاحب دام مجدہم......السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کچھ عرصہ سے یہ بات گردش کر رہی ہے کہ آپ کسی ایسی شادی کی تقریب میں شریک تھے جہاں ویڈیو کیمرہ سے تصاویر بنائی جا رہی تھیں، اس میں آپ کی تصاویر بھی بنائی گئیں، آپ نے ان کو منع نہیں کیا، اس سے کچھ لوگ یہ تاثر دے رہے ہیں کہ حضرت کے نزدیک ویڈیو کیمرہ سے بنائی گئی تصویر کی گنجائش ہے۔ براہِ کرم اس بارہ میں اپنے نظریہ کی وضاحت کسی سے لکھوا کر اپنے دستخط یا کم از کم اپنی مہر ثبت فرما کر بھیجیں، تا کہ اس کے مطابق ساتھیوں کو تصویر کے بارہ میں آپ کے ''نظریہ'' سے آگاہ کیا جا سکے۔ اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ تا دیر صحت وعافیت کے ساتھ ہمارے سروں پر سلامت رکھے۔ آمین۔

آپ کا بیٹا......عبدالقدوس قارن......مدرس: مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ......

۱۶ رجب المرجب ۱۴۲۷ھ 12 اگست 2006ء

جواب: میری لاعلمی میں کسی نے ایسی حرکت کی ہے، مجھے اس بات کا کوئی علم نہیں، باقی رہا مسئلہ فوٹو لینے کا تو ویڈیو کیمرہ یا خالی (سادہ) کیمرہ سے فوٹو لینا ''ناجائز'' ہے، میں اس کام کو حرام سمجھتا ہوں۔ والسلام......ابوالزاہد محمد سرفراز

جانشین شہید اسلام حضرت مولانا سعید احمد جلالپوری شہید رحمہ اللہ کا مؤقف:

بندہ ناچیز کے انتہائی مشفق ومہربان سرپرست حضرت اقدس مولانا سعید احمد جلالپوری شہید رحمہ اللہ نے T.V چینل اور تصویر کی حرمت پر قرآن وسنت کے کئی دلائل پر مشتمل متعدد مضامین تحریر فرمائے، جو ماہنامہ ''بینات''، ماہنامہ ''لولاک'' اور مجلّہ ''المصطفیٰ'' سمیت دیگر رسائل میں شائع ہوئے۔

جب بعض علماء نے T.V چینل اور ڈیجیٹل کیمرے کی (سکرینی) تصویر کے جواز کا فتویٰ دیا تو ایک بار آپ نے اسی سے متعلق گفتگو کے دوران فرمایا اور پھر بارہا یہ جملہ ارشاد فرماتے رہے کہ:

''جس مسئلہ پر مولانا خواجہ خان محمد صاحب اور حضرت امام اہل سنت کا اتفاق ہو جائے، حق اس کے علاوہ نہیں ہوسکتا۔''

ان تمام حضرات (حضرۃ قبلہ خواجہ صاحب، حضرۃ امام اہل سنت، حضرۃ جلالپوری شہید رحمہ اللہ اور حضرۃ مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم سمیت دیگر اکابرین، علماء کرام ومفتیان عظام کا) یہی مؤقف تھا کہ سکرین پہ نظر آنے والی صورت وشکل بہر حال تصویر ہے۔ کیونکہ اس سے تصویر کے تمام مقاصد حاصل ہوتے ہیں، اور عرف عام میں بھی اسے تصویر ہی کہا جاتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

شیخ المشائخ اور سیاسی تحریکات:

علمائے حق نے جہاں وراثت نبوی کے تحت دین وشریعت کی تبلیغ ہے وہاں دین وشریعت کے تحفظ واستحکام، غلبہ اور عروج کے لیے کفر وباطل کی طاغوتی طاقتوں سے نبرد آزما بھی رہے۔ ہمارے اسلاف میں جو صوفیائے کرام گزرے ہیں وہ بھی محض صوفی اور خانقاہی نظام میں مگن نہیں تھے بلکہ ان کو ملک وملت کے حالات سے پوری آگاہی رہتی تھی، اور وقت پڑنے پر وہ قوم کے ایمان وجان کی حفاظت کے لیے انتہائی اقدامات بھی فرمادیتے تھے۔

تاریخ پر نظر دوڑائیں تو پتہ چلتا ہے کہ حضرۃ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، حضرۃ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، حضرۃ مجدد الف ثانی اور حضرت شاہ ولی اللہ رحمہم اللہ جیسے صوفیاء کرام کی جہاں روحانی خدمات تاریخ کے صفحات پر چمک رہی ہیں وہیں ملی، قومی اور سیاسی خدمات بھی جگمگا رہی ہیں سلطان احمد شاہ ابدالی، سلطان شہاب الدین غوری رحمہما اللہ جیسے سلاطین ومجاہدین اسلام انہی بزرگوں کی دعوت پر مسلمانوں کی مدد کے لیے ہندوستان آئے اور مرہٹوں اور دیگر اسلام دشمنوں کے شکست دے کر اسلام کا جھنڈا بلند کیا۔

انگریزی استبداد کے خلاف ۱۸۵۷ء کی جنگ حریت جس میں اکابر دیوبند نے مجاہدانہ اور سرفروشانہ حصہ لیا تھا، ہمیشہ تاریخ ہند کی زینت رہے گی۔ اس کے بعد حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب اسیر مالٹا قدس سرہ اور آپ کے رفقاء وتلامذہ نے فرنگی کافرانہ اقتدار کو ہٹانے کے لیے جو قربانیاں دی ہیں ہمیشہ صفحات تاریخ پر یادگار رہیں گی۔

حضرۃ قبلہ شیخ المشائخ حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ بھی انہی علمائے حق کی ایک یادگار ہیں جو زندگی بھر اسلام اور اہل اسلام کی حفاظت اور بقا کے لیے ظالمانہ اقتدار کے خلاف نبرد آزما رہے ہیں۔ دار العلوم دیوبند کے تاریخی اسلامی مرکز سے حضرت رحمہ اللہ کو جو فیضان نصیب ہوا وہ جامعیت کے ساتھ

آپ کی مبارک حیات میں پھیلا ہوا ہے۔آپ نے جہاں خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف کی مسند کو رونق بخشی وہیں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے سپہ سالار بھی رہے۔ جہاں ہزاروں مدراس کی سرپرستی فرمائی وہیں جمعیۃ علماء اسلام کے سر پر بھی اپنا دست شفقت رکھا اور ہمیشہ ان کا بھرپور تعاون، مکمل سرپرستی اور دعاؤں سے نوازا۔(تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں: مولانا محمد عبداللہ مدظلہ کا مضمون ''حضرۃ کا جمعیۃ سے تعلق'' باب نمبر 5......مولانا اللہ وسایا مدظلہ کا مضمون ''میر کارواں کی رحلت!'' باب نمبر 2......اور دیگر مضامین شائع شدہ ماہنامہ ''الجمعیۃ'' راولپنڈی[خادم،حمزہ])

☆......☆............☆......☆

5 مئی 2010 بروز بدھ شام 8:15 پر کسی ساتھی نے کہا کہ سنا ہے حضرت خواجہ صاحب وفات پا گئے ہیں؟ احقر کو زمین گھومتی اور دنیا اندھیر ہوتی محسوس ہوئی، بے ساختہ زبان سے نکلا ''یا اللہ! یہ خبر غلط ہو!'' دل کی دھڑکن تیز ہوئی اور ہوتی چلی گئی، لرزتے ہاتھوں اور کپکپاتی انگلیوں سے حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے مرید خاص اور اپنے استاد مکرم حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن ضیاء صاحب مدظلہ کا نمبر ملایا، سلسلہ ملتے ہی عرض کیا ''استاد جی! حمزہ عرض کر رہا ہوں!'' سنتے ہی استاد مکرم نے فرمایا ''بیٹا! 15 منٹ پہلے حضرت کی وفات ہوگئی ہے'' احقر نے جنازے کا وقت دریافت کیا، لیکن لائن کٹ چکی تھی۔ زبان پر **"انا للہ"** کا ورد جاری ہو گیا، تصدیق طلب کرنے والے ساتھی کو نمناک آنکھوں اور بوجھل دل سے بتایا ''جی ہاں! یہ خبر سچی ہے۔'' واقعی حضرت ہم سے جدا ہو چکے ہیں۔ فوراً ہی دیگر احباب کو اطلاع دی، پاس بیٹھے ساتھی (جو اَب یاد نہیں کون تھے ان) سے عرض کیا کہ ''پچھلے سال اسی ماہ کی اسی تاریخ کو حضرت اقدس دادا جان رحمہ اللہ تعالیٰ کا انتقال ہوا تھا، آج اس سال کی اسی تاریخ کو حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے ساتھی سے جا ملے، وہ بھی 5 مئی کی تاریخ تھی اور آج بھی 5 مئی ہے۔''

میں سوچنے لگا کہ ابھی پرسوں ہی تو والد مکرم مولانا عبدالحق خان بشیر اور عم مکرم مولانا عبدالقدوس خان قارن مدظلہما کے ہمراہ ملتان ہسپتال میں حضرت کی زیارت کی سعادت حاصل کی تھی، طبیعت ناساز تھی، بولنا، مصافحہ کے لیے ہاتھ ہلانا محال تھا، لیکن اس حالت میں بھی چہرے پر نورانیت کا وہ سماں کہ خدا یاد آتا تھا، کسی نے شائد ان کے بارے میں ہی کہا ہے

خدا یاد آئے جن کو دیکھ کر وہ نور کے پتلے
نبوت کے یہ وارث ہیں یہی ہیں ظل رحمانی
یہی ہیں جن کے سونے کو فضیلت ہے عبادت پر

انہی کے اتقاء پر ناز کرتی ہے مسلمانی

چند لمحوں کی زیارت سے دل کو وہ سکون نصیب ہوا کہ دنیا کی ہزار ہا نعمتوں سے کبھی نہ مل سکے۔ والد محترم اور عم محترم تو کمرے کے اندر چلے گئے، جبکہ راقم باہر کھڑا شیشے سے حضرت کے چہرہ انور کو تکتا رہا۔ تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ اور احباب بھی آ گئے، ہم نے ان کے لیے جگہ چھوڑ دی اور بادل نخواستہ باہر نکل آئے۔ ہر کوئی زبان سے خاموش دل میں دعا گو تھا کہ ''یا اللہ! حضرت کا سایہ تادیر باقی رکھ!'' باہر ہال میں لگی کرسیوں پر بیٹھے، حضرۃ حکیم العصر مولانا عبدالمجید صاحب دامت برکاتہم بھی تشریف لائے ہوئے تھے، کچھ دیر ان کی صحبت میں گزری پھر راقم نے بہاولپور کی طرف اور عم محترم اور والد مکرم نے گوجرانوالہ اور گجرات کی طرف رخت سفر باندھا۔

☆......☆............☆......☆

حضرت کی وفات سے تقریباً 3 ہفتے قبل دارالعلوم مدنیہ کے چند احباب کے ہمراہ خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف میں حاضری اور زیارت کی سعادت نصیب ہوئی، اُس وقت بھی حالت بہت نازک تھی، نمازِ عشاء کا وقت تھا، حضرت ابھی نماز سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ خدام نے زیارت اور بیعت کے خواہش مندوں کے لیے گھر کا دروازہ کھول دیا، عقیدت مند لپکتے ہوئے آگے بڑھے اور بے تابانہ انداز میں حضرت کے کمرے کی طرف دوڑ پڑے، کمرے میں داخل ہوتے ہی حضرت کے نحیف وناتواں، کمزور وضعیف مگر نور سے بھرپور، تجلیات سے معمور چہرہ پر نظر پڑی، دل سے نکلا ''یا اللہ! اکابر کی اس یادگار کو سلامت رکھنا،'' آپ رحمہ اللہ کمرے کی دروازہ سے سامنے والی دیوار کی جانب پشت کیے سنگل بیڈ پر دائیں بائیں اور عقبی جانب تکیوں کا سہارا لگائے آنے والوں سے مصافحہ فرما رہے تھے۔ راقم نے بھی آگے بڑھ کر مصافحہ کیا، ضعف کی وجہ سے ہاتھ مبارک زیادہ بلند نہیں کر سکتے تھے، لیکن اس کے باوجود حتی الامکان آپ نے اپنا دست مبارک پاس رکھے تکیہ سے بلند کیا ہوا تھا۔

مصافحہ کے بعد راقم قدموں کے قریب بیٹھ گیا، چند ساعات ٹکٹکی باندھ کر چہرہ انور کی طرف دیکھتا رہا، جو تجلیات الٰہی کا مرکز اور انوارت ربانیہ کا منبع بنا ہوا تھا۔ اتنے میں آپ کے خادم خاص جناب یوسف صاحب نے آنے والے حضرات سے مخاطب ہو کر فرمایا ''بیعت کے خواہش مند ساتھی آگے آ جائیں!'' احقر اپنی جگہ سے تھوڑا سا بائیں جانب سرک گیا، چند احباب آگے بڑھے اور بیعت کے لیے اس رومال کا کنارہ پکڑ لیا جس کا دوسرا کنارہ حضرت کے ہاتھوں میں تھا، حضرت نے سر نیچے کیے نہایت نحیف اور ہلکی آواز میں بیعت کے الفاظ کہلوانے شروع کیے جو بہت ہی سادہ مختصر مگر جامع تھے، نقاہت اور ضعف کے غلبہ کی وجہ سے

ذہن پر کافی اثر تھا، بولنے کی سکت بھی نہ تھی، مگر قربان جاؤں! اس نازک حالت میں بھی اپنے مرشد کی امانت اور فیض سے طالبان سلوک وطریقت کو محروم نہیں فرمایا۔ کمزوری اتنی تھی کہ پڑھتے پڑھتے اچانک خاموش ہوجاتے، اور آنکھیں موند کر سر جھکا لیتے، نامعلوم بولنے کی سکت ختم ہوجاتی، یا اونگھ غالب آجاتی، یا غشی طاری ہوجاتی یا ذہول ہوجاتا تھا! پھر چند لمحے کے لیے خاموشی چھا جاتی، پاس کھڑے خادم دو لفظ آگے پڑھتے تو حضرت معمولی سا سر اٹھا کر آگے کہلوانے لگتے۔ چند کلمات میں غالبًا دو یا تین دفعہ یہ صورت پیش آئی۔ بیعت والے احباب حضرت کے ساتھ ساتھ الفاظ دہراتے رہے، دیگر ساتھی بھی ان کا ساتھ دیتے رہے۔ بیعت کے بعد حضرت نے مختصر دعا فرمائی، اور یوسف صاحب نے آنے والے احباب سے گزارش کی حضرت کی ناسازیٔ طبع کا خیال کرتے ہوئے اب ان کو آرام کا موقع دیں، تمام احباب اٹھے اور یوسف صاحب کے حکم کے مطابق بغیر مصافحہ کیے باہر نکل آئے۔ دلوں کی عجیب کیفیت تھی جس کی غمازی چہرے کر رہے تھے، ہر زبان پر یہی دعا تھی ''یا اللہ! ہمارے حضرت کو سلامت رکھ، صحت وعافیت اور تندرستی کے ساتھ تادیر ان کا سایہ ہمارے سروں پر قائم رکھ!''۔

☆......☆............☆......☆

اسی سال سہ ماہی امتحان کی تعطیلات میں خادم نے خانقاہ سراجیہ حاضری دی، اس وقت ماشاء اللہ طبیعت کافی اچھی تھی، دن 11 کا ٹائم تھا، راقم کے ساتھی، حضرت کے خادم، جامعہ عربیہ سعدیہ (کندیاں) کے متعلم محترم مولانا بلال صاحب راقم کا ہاتھ پکڑے تیزی سے عقبی جانب سے گھر میں داخل ہوئے اور دیگر احباب کے آنے سے قبل ہی حضرت کے کمرہ میں پہنچا دیا، راقم مصافحہ کرتے ہی قدموں کے بالکل ساتھ بیٹھ گیا، زیارت کے لیے تشریف لانے دیگر والے احباب بھی آپہنچے، ہر ایک مصافحہ کر کے بیٹھتا گیا، کمرہ بھر گیا، باہر برآمدہ میں بھی دروازہ کے سامنے کافی ساتھی بیٹھ گئے۔ ایک گھنٹے کی اس نشست میں خوب جی بھر کے زیارت کی، حضرت کے خادم خاص بابا جی کی شفقت سے الحمد للہ بالکل نزدیک سے فیوض وبرکات سمیٹنے کا موقع ملا، اس دوران مختلف احباب کی طرف سے ان کے مسائل، حاجات اور دیگر عواضات کے بارے دعا کی درخواست پر مبنی پرچیاں آتی رہیں، حضرت ضعف وکمزوری اور کبرسنی کے باوجود ہر ایک پرچی کو بغور پڑھتے پھر اس کے مناسب دعا فرما دیتے، جوں ہی کوئی پرچی آتی، خادم بابا جی، حضرت رحمہ اللہ کی دور کی عینک اتار کر قریب والی لگا دیتے، بعد میں پھر پہلے والی لگا دیتے، ایک گھنٹے میں بیسیوں پرچیاں وقفے وقفے سے آتی رہیں اور بار بار عینک کی تبدیلی ہوتی رہی، لیکن قربان جاؤں حضرت رحمہ اللہ کے تحمل اور شفقت پر اور ان بابا جی کی عاجزی پر کہ کسی کو ڈانٹا تک نہیں کہ ایک ہی دفعہ کیوں نہیں بھیج دیتے؟ جوں جوں

جسے کوئی بات یاد آتی رہی یا کوئی خواہش سر اٹھاتی رہی وہ فوراً اسے تحریر کر کے حضرت کی خدمت میں پیش کرتا رہا، بابا جی، حضرت رحمہ اللہ کو پیش کرتے اور عینک کی تبدیلی کی ڈیوٹی سرانجام دیتے رہے۔ مجلس میں موجود ایک پٹھان عالم حاضرین مجلس سے ناراضگی کے ساتھ فرمانے لگے کہ کیوں حضرت کو تکلیف دیتے ہو؟ زبانی کہہ دو! مگر مجلس میں مختلف مدارس سے آئے ہوئے کچھ طلباء بھی تھے وہ مسلسل پرچیاں بھیجتے رہے، چند ساعتوں بعد میری نگاہ پڑی تو وہ مولانا خود بھی کچھ لکھ رہے ہیں، مجھ سے آنکھیں چار ہوئیں تو مسکرا پڑے اور وہ پرچی حضرت رحمہ اللہ کو پیش کر دی۔ ان تمام پرچیوں کے جواب میں راقم نے حضرت سے صرف دو جواب سنے [۱] ''اللہ رحم کرے''۔ جو غالباً مصیبت زدہ اور پریشان حال لوگوں کی پرچیوں کا جواب تھا۔ [۲] ''اللہ نصیب کرے''۔ یہ جواب طلباء کی پرچیوں کا تھا جس میں انہوں نے علم وعمل میں ترقی، زیادتی اور برکت کی دعا کی درخواست کی تھی۔ مختلف احباب پانی کی بوتلیں اور دیگر اشیاء لے آئے، حضرت رحمہ اللہ نے سب پر دم کیا، پھر ایک صاحب نے ایک کتاب غالباً ''تفسیر چرخی'' حضرت رحمہ اللہ کی خدمت میں پیش کی اور پوچھا کہ ''کیا اس کتاب کا مطالعہ کر سکتے ہیں؟'' حضرت رحمہ اللہ نے کتاب لی، گود میں رکھی، خادم بابا جی نے عینک تبدیل کی، اور حضرت رحمہ اللہ بڑے اشتیاق سے کتاب کا مطالعہ کرنے لگے، کافی دیر ورق گردانی فرماتے رہے، مختلف مقامات سے کھول کھول کر پڑھتے رہے، وہاں اندازہ ہوا کہ علمی شوق کسے کہتے ہیں! طلب دین کیا چیز ہے! اور تڑپ کس کا نام ہے! آپ کتاب کے مطالعہ میں غرق تھے جبکہ ہم غور سے ان کے انہماک اور استغراق کو دیکھ رہے تھے۔

کافی دیر گزر گئی تو خادم بابا جی نے اعلان کیا کہ بیعت والے ساتھی قریب آ جائیں! راقم کیونکہ سب سے آگے بیٹھا تھا تو ارادہ کیا کہ اٹھ کر تھوڑا سا پیچھے ہو جاؤں تا کہ بیعت والے احباب کو جگہ مل سکے، خادم بابا جی نے میرا ارادہ بھانپ لیا اور حضرت کی چارپائی کی پائنتی کی جانب اشارہ کرتے ہوئے مجھے فرمایا کہ آپ اُس طرف تشریف رکھیں، راقم اٹھا اور اس طرف جا بیٹھا، یہ جگہ بھی بہت قریب تھی، مگر پہلے سے دو قدم دور۔۔ اب حضرت رحمہ اللہ نے وہ کتاب ان صاحب کو واپس کر دی اور معلوم نہیں کیا ارشاد فرمایا! پھر بابا جی نے وہ مخصوص کپڑا اٹھایا جو بیعت کے وقت حضرت اور مریدین کے مابین پھیلا دیا جاتا، ایک کونا حضرت تھام لیتے اور بقیہ کنارے بیعت والے احباب پکڑ لیا کرتے تھے۔ بابا جی نے اس کی طے کھولی اور حسب معمول حضرت کی گود میں پھیلا دیا، آپ نے کونا پکڑا اور بیعت کے الفاظ کہلوانے شروع کیے، ''**اٰمنت باللہ وملٰئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الآخر والقدر خیرہ وشرہ من اللہ تعالیٰ والبعث بعد الموت**'' نہایت سادہ مگر دلنشین انداز تھا۔ کیا ہی اثر تھا! ایک ایک لفظ پوری نورانیت کے ساتھ برکات سمیٹتا

ہوا دل میں پیوست ہوتا جا رہا تھا۔اب بھی آپ کے دھیمے دھیمے لہجے میں کہے الفاظ کانوں میں رس گھول رہے ہیں، بہت دفعہ راقم نے اپنے ہمسفروں سے ملکر حضرت کے اسی انداز کو یاد کر کر کے کانوں کو سرمست کیا۔آہ!اب تو فقط یادیں ہی باقی ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کی قبر کو بقعۂ نور بنائے اوران کے خلف الرشید مولانا لالہ خلیل احمد صاحب بھی تادم آخر ایسی ہی نورانی وروحانی محافل قائم فرما کر ہم بے سکونوں کے اطمینان کا سامان کرتے رہیں۔آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

بیعت سے قبل خادم باباجی نے مجھے کھڑا کیا اور کمرے کے دروازہ کے پاس سمٹ کر باادب بیٹھے ہوئے ایک ضعیف العمر بزرگ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ یہ باباجی میانوالی کے نیازیوں میں سے حضرت کے قدیم ترین مرید ہیں، پھر بڑی حسرت اورافسوس سے فرمایا کہ ''یہاں کے نیازیوں میں حضرت کے مرید بہت کم ہیں۔'' میں اپنے جی میں سوچنے لگا کہ ہماری اب تو ریت اور عادت یہی بن گئی ہے کہ اپنے بزرگوں کی قدران کی زندگی میں نہیں کرتے ،اور بعدان کے گُن گاتے نہیں تھکتے۔اوراگر کسی کو زندگی ہی میں قدر نصیب ہوتو وہ دُور کے کسی بزرگ کو تاڑتا ہے،اپنے قریب کے اکابر واولیاء اس کو بزرگ لگتے ہی نہیں۔الا ماشاءاللہ۔مشہور ہے''گھر کا پیر ہلکا ہوتا ہے'' نیز''گھر کی مرغی دال برابر''۔اپنے علاقے کے بزرگ چاہے کتنے ہی مرتبے والے ہوں وہ ہماری نگاہ میں ایک عام سی مسجد کے امام کے برابر ہوتے ہیں۔گویا لعل اورسنگ ہمیں یکساں نظر آتے ہیں۔لیکن جس کو چار دن کسی اللہ والے جوہری کی صحبت وسنگت نصیب ہوجائے اور دل روشن ہووہ پتھر اور نگینے میں ضرور فرق کرلیتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ حضرت قبلہ خواجہ صاحب رحمہ اللہ کے مریدین، متعلقین اور معتقدین ومحبین میں بڑے بڑے اکابر اور وقت کے شیوخ ہیں۔لیکن اپنے علاقے والے تو اکثر ناقدرے رہتے ہیں۔مشہور مثل ہے''مال مفت دل بے رحم''۔راقم نے گکھڑ میں بھی یہی حال دیکھا کہ حضرت اقدس داداجان رحمہ اللہ کی زیارت کے لیے دنیا بھر سے علماء،طلباء اور دیگر تبلیغی احباب تو حاضری دیتے رہتے تھے،مگر داداجان کی گلی میں رہنے والے افراد کو جمعے کے جمعے مسجد میں بادل نخواستہ جو زیارت ہوجاتی تھی اسی پر اکتفاء کرتے ،اور جب داداجان رحمہ اللہ بیمار ہوئے تو تقریباً 10 سال کے عرصے میں گکھڑ کے چند افراد کے علاوہ کسی کو عیادت کے لیے آتے رہنے کی توفیق بھی نصیب نہ ہوئی۔ہاں البتہ جب کسی کو دم تعویز یا کسی پریشانی سے چھٹکارے کا وظیفہ وغیرہ پوچھنے کی ضرورت پڑتی تو پھر بلاتمیز وقت، دن ہو یا رات، فجر ہو یا عشاء آکر بیل بجادیتے اور پوچھنے پر گویا ہوتے''حافظ سرفراز کو ملنا ہے!'' یا''مولبی سرفراز سے تویت لینا ہے''۔اوربعض دیہاتی تو''حافظ''،''قاری'' یا''مولبی'' کا لاحقہ لگانے کی بھی زحمت نہیں کرتے تھے بلکہ سیدھا آکر کہتے''سرفراز کا گھر یہی ہے؟ ہم نے تعویز لینا ہے؟'' مگر صدقے جاؤں

داداجان کے تحمل اور بردباری پر کہ کبھی اس بات پر نہ کسی کو ٹوکا، نہ ہمیں ٹوکنے دیا، نہ ڈانٹا اور نہ اپنی توہین سمجھی، بلکہ جب جس نے جس انداز سے بھی مخاطب کیا خندہ پیشانی سے پیش آئے اور حتی الامکان اس کا مقصد پورا کیا۔ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ۔ غالبا حضرت قبلہ خواجہ صاحب رحمہ اللہ کے علاقے کی بھی یہی صورت حال ہوگی۔ واللہ اعلم۔ دور کیوں جایئے! راقم کے ہی ایک ساتھی جو کندیاں شریف میں مقیم ہیں، راقم جب بھی خانقاہ شریف حاضری دیتا اور ان کو اطلاع کرتا تو وہ مجھ سے ملنے تو خانقاہ چلے آتے مگر اس وقت بھی حضرت قبلہ کی زیارت کی زحمت ان کو گوارا نہ ہوتی تھی۔ اور وفات کے بعد رابطہ پر معلوم ہوا کہ موصوف نے جنازہ میں بھی شرکت نہ کی۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ آمین

آج ہم اکابر کا نام تو لیتے ہیں، لیکن حال یہ ہے کہ اگر کوئی ''مولانا''، ''حضرت''، یا کم از کم ''حافظ صاحب'' کے بغیر فقط نام سے پکارے یا ''تم'' کہہ کر مخاطب کرے تو پیشانی پر سلوٹیں پڑ جاتی ہیں، اور اسے بہت بڑا گستاخ خیال کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمائے، ہمیں اکابر کے نقشِ قدم پر چلائے اور جو اکابر بقید حیات ہیں ان کی قدر ان کی زندگی میں کرنے اور ان سے خوب خوب فیض وبرکات حاصل کرنے کی توفیق سے سرفراز فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

مجلس کے اختتام پر سب نے ایک بار پھر مصافحہ کیا اور الٹے قدموں کمرہ سے باہر نکل آئے۔ دن کے 12 بج رہے تھے۔ اسی وقت حضرت کے چھوٹے صاحبزادے غالبا لالہ نجیب احمد صاحب کمرے میں تشریف لائے اور خادم بابا جی سے حضرت کے دوپہر کے کھانے کے بارے کوئی بات کرنے لگے، راقم کو ان حضرات کی قسمت پر اتنا رشک آیا کہ بے اختیار ان کے ہاتھ چوم لینے کو جی چاہا کہ حضرت قبلہ خواجہ صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں رہ کر دن رات برکتیں سمیٹنے اور سعادتیں حاصل کرنے میں مگن ہیں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور اپنی جانب سے اپنے شایان شان اجر جزیل سے نوازے۔ آمین۔ بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

☆......☆............☆......☆

خانقاہ سراجیہ کی حاضریوں میں قریب کی یہی تین حاضریاں تھیں جو اسی سال نصیب ہوئیں، اس کے علاوہ قریب میں حاضری کی سعادت سے محروم رہا البتہ 4/5 سال قبل اپنے محبوب ومہربان استاد مکرم حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن ضیاء صاحب مدظلہ [مدیر: مدرسہ تعلیم القرآن حسینیہ، سرگودہا] کی شفقت سے انہی کے ساتھ دو مرتبہ حاضری ہوئی۔ (گویا کل پانچ دفعہ حاضری نصیب ہوئی۔)

ایک مرتبہ حضرت قبلہ خواجہ صاحب رحمہ اللہ کے کوئی عزیز وفات پا گئے، احقر ان دنوں جامعہ مفتاح العلوم سرگودہا میں زیرِ تعلیم تھا، عصر کے بعد مغرب کے لگ بھگ کسی نے اطلاع دی کہ آپ کے استاد

قاری عبدالرحمٰن صاحب آپ کو بلا رہے ہیں، راقم نے فون کیا، استاد جی نے فرمایا کہ ''بیٹا! جلدی سے چھٹی لیکر آ جاؤ! خانقاہ سراجیہ جانا ہے، حضرت کے کوئی عزیز فوت ہو گئے ہیں''، عشاء کے بعد جنازہ ہے۔ راقم فوراً مدرسہ حسینیہ پہنچا، مغرب کے بعد روانگی ہوئی۔ راستہ قدرے خراب تھا، پہنچے تو معلوم ہوا کہ جنازہ ہو چکا ہے۔ حضرت مسجد کے دائیں جانب والے اپنے کمرے میں تشریف فرما تھے، احباب گرد بیٹھے تھے، بندہ کے استاد قاری عبدالستار صاحب مدظلہ [ناظم: مدرسہ حسینیہ] بندہ کا ہاتھ پکڑے حضرت کے کمرے کی طرف لے گئے، حضرت کے قریب بٹھایا، مصافحہ ہوا، قاری عبدالستار صاحب نے تعارف کرایا کہ ''یہ مولانا سرفراز خان صفدر صاحب کے پوتے ہیں!''، حضرت رحمہ اللہ نے نہایت ہی شفقت کا معاملہ فرمایا، دادا جان کا حال پوچھا، علم وعمل میں برکت کی دعا دی، تقریباً نصف گھنٹہ وہاں بیٹھا رہا، پھر قاری صاحب کے حکم پر اجازت چاہی، ان دنوں بندہ کو ٹائیفیڈ بخار تھا، حضرت سے عرض کی کہ دَم فرما دیں! آپ مسکرائے (ابھی تک آپ کا مسکراہٹ بھرا چہرہ نظروں میں گھوم رہا ہے) اور پوچھا کس چیز کا دم کروں؟ عرض کیا کہ ایک ہفتے سے بخار ہے، علاج کے باوجود آرام نہیں آ رہا، آپ نے سر مبارک ہلایا اور سر جھکا کر کچھ پڑھنے لگے، تھوڑی دیر بعد بندہ کی جانب متوجہ ہوئے تو بندہ نے مزید آگے ہو کر گریبان کھول دیا، حضرت نے دم فرمایا، اور شفاء کاملہ کی دعا سے نوازا۔ فرمایا ''جب جاؤ مولانا کو میرا اسلام دینا!'' بندہ عاجز دعا کی درخواست کرتا مصافحہ کر کے اٹھ کھڑا ہوا۔

انہی دنوں ایک مرتبہ پھر استاد محترم قاری عبدالرحمٰن ضیاء صاحب مدظلہ کے ساتھ حاضری کی سعادت حاصل ہوئی، جس کی تفصیل اب یاد نہیں۔

☆......☆............☆......☆

انہی سالوں میں دو مرتبہ جامعہ مفتاح العلوم کے سالانہ اجتماع پر زیارت نصیب ہوئی اور الحمدللہ خدمت کی سعادت بھی ملی، جامعہ کے مہتمم مولانا مفتی محمد طاہر مسعود مدظلہ اور راقم کے دیگر اساتذہ کی خصوصی شفقت سے بندہ طلباء کے اس گروپ میں تھا جس کی ڈیوٹی اجتماع میں مدعوا اکابر کی خدمت پر ہوتی تھی، ہم بیانات وغیرہ تو کم ہی سن سکتے تھے لیکن الحمدللہ اکابرین کی زیارت، صحبت، اور ان کی مجالس سے خوب مستفیض ہوتے۔ وہاں تشریف لانے والے اکابرین حضرت قبلہ خواجہ صاحب رحمہ اللہ، حضرت دادا جی رحمہ اللہ، مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ، مولانا عبدالجلیل صاحب رحمہ اللہ، مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہ، مولانا علامہ خالد محمود صاحب مدظلہ، مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ وغیرہم کی خدمت کو توفیق نصیب ہوتی رہی۔ الحمد لله حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیه

اور اسی دوران جب بندہ غالباً درجہ اولیٰ کے امتحان سے فارغ ہوا، مدرسہ تعلیم القرآن حسینیہ کی

سالانہ تقریب تحفیظ قرآن کریم آگئی، بندہ نے استاد مکرم قاری عبدالرحمٰن ضیاء صاحب مدظلہ سے عرض کیا کہ راقم نے جب آپ کے پاس منزل یاد کی تھی، اس کے اختتام پر آپ نے اختتامی تقریب تو کرادی تھی، اور کیا ہی خوب تقریب تھی، اس زمانے میں شاید ہی کسی کو ایسی تقریب نصیب ہوئی ہو، (جس کی تفصیل آگے آئیگی ان شاء اللہ) لیکن اس موقع پر جلدی اور افراتفری کی وجہ سے راقم کی دستار بندی نہ ہوسکی تھی، اب حضرت خواجہ صاحب تشریف لارہے ہیں، بندہ کی دستار بندی تو کرادیں!'' استاد جی بہت حیران ہوئے کہ اُس عظیم الشان تقریب پر دستار بندی کیسے بھول گئی؟ اور فرمایا کہ ''تُو نے تو بڑی عجیب بات سنادی!'' پھر حسب معمول شفقت فرمائی اور بندہ کا نام ان خوش نصیبوں کی فہرست میں شامل فرمالیا جن کی دستار بندی ہونی تھی۔

مقررہ تاریخ کو بیانات سے فراغت کے بعد دستار بندی ہوئی، حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ ہر طالب علم کے سر پر ٹوپی پہناتے اور دعا دیتے تھے، بندہ کے دادا اُستاد حضرت مولانا قاری قیام الدین صاحب مدظلہ، مولانا لالہ خلیل احمد صاحب مدظلہ، مولانا عبدالجبار صاحب مدظلہ اور مولانا مفتی طاہر مسعود صاحب مدظلہ پگڑی باندھتے جاتے تھے۔ پھر راقم نے اس پگڑی پر حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ سے ہاتھ پھروایا۔

☆......☆..........☆......☆

بفضلہٖ تعالیٰ راقم اس اعتبار سے خوش قسمت ہے کہ حفظ کی دستار قائد اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ [خلیفہ مجاز: حضرت مدنی رحمہ اللہ] اور شیخ الحدیث مولانا حسن جان شہید رحمہ اللہ کے دست اقدس سے نصیب ہوئی۔ گردان کے اختتام پر آخری سبق اپنے جد امجد امام اہل سنت، شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ، شیخ المشائخ خواجہ خواجگان مولانا خواجہ خان محمد رحمہ اللہ اور حضرت مولانا قاری عبدالسمیع صاحب رحمہ اللہ [فاضل دیوبند] کو سنایا۔ اور دستار بندی پھر حضرت خواجہ صاحب، مولانا قاری قیام الدین الحسینی مدظلہ اور مولانا لالہ خلیل احمد صاحب مدظلہ کے ہاتھوں نصیب ہوئی۔ ایں سعادت بزورِ بازو نیست۔ **فللہ الحمد علی ذالک**

☆......☆..........☆......☆

اور جامعہ مفتاح العلوم کے ایک اجتماع کا منظر تو آنکھوں سے اوجھل ہو ہی نہیں سکتا جس میں حضرت اقدس دادا جان رحمہ اللہ اور حضرت قبلہ خواجہ صاحب رحمہ اللہ کی ملاقات ہوئی۔ اللہ، اللہ! کیا ہی پر رونق منظر تھا، شاہین ختم نبوت مولانا اللہ وسایا صاحب مدظلہ بیان فرما رہے تھے، حضرت قبلہ خواجہ صاحب رحمہ اللہ اسٹیج پر مسند صدارت پر جلوہ افروز تھے، دادا جان رحمہ اللہ کو پتہ چلا کہ خواجہ صاحب اسٹیج پر تشریف لے گئے ہیں تو فرمایا کہ مجھے بھی لے چلو! دادا جان اس وقت بہت ضعیف تھے، فالج کا اثر بھی تھا، وہیل چیئر پر

آپ کو لایا گیا، خواجہ صاحب کی نشست بائیں جانب تھی، داداجان کی اس کے بالکل ساتھ دائیں جانب۔ ابھی سٹیج پر وہیل چئیر چڑھی ہی تھی کہ حضرت داداجان نے اپنا دایاں ہاتھ مصافحہ کے لیے وہیل چئیر سے باہر لٹکا دیا، اُدھر حضرت خواجہ صاحب کو جوں ہی علم ہوا کہ حضرتا سٹیج پر تشریف لے آئے ہیں تو آپ تکیے کا سہارا چھوڑ کر سیدھے باادب بیٹھ گئے، بیان رک چکا تھا، سارے مجمع کی نظریں دونوں بزرگوں کی طرف تھی، راقم نے وہیل چئیر قریب کی اور خواجہ صاحب کی نشست گاہ سے ملا دی۔ دونوں بزرگوں نے مصافحہ کیا، خیریت دریافت کی، تھوڑی دیر بات چیت ہوئی، پھر بیان شروع ہوگیا اور دونوں بزرگ شاہین ختم نبوت کے بیان کی طرف متوجہ ہوئے اور ہمہ تن گوش ہوگئے۔ بیان کے اختتام پر داداجان نے دورہ حدیث کے طلبہ کو اپنی سند حدیث عنایت فرمائی، اور حضرت خواجہ صاحب کے اصرار پر دعا بھی آپ نے ہی فرمائی۔

☆......☆............☆......☆

اور ایک برکتوں اور رحمتوں سے بھرپور تقریب (جس کا پیچھے اجمالی ذکر آیا) بندہ کے لیے بہت ہی بڑی سعادت اور خوش قسمتی کا باعث تھی، جسے تا دم مرگ فراموش کرنا ممکن ہی نہیں، کیا ہی عجیب نظارہ، پرنور فضا اور معطر ہوا تھی، تجلیات کا برابر نزول تھا اور رحمت خداوندی کا عروج تھا۔ انوارات کی بارش ہر ایک کو محسوس ہورہی تھی، جب وقت کے قطب اور امام کا مجمع البحرین جامعہ حسینیہ کے سٹیج پر ٹھاٹھیں مار رہا تھا اور شیخ مدنی کے جانشین، قائد اہل سنت کی مدنی نسبت پوری آب وتاب کے ساتھ جلسہ گاہ پر سرپرستی کا نورانی حصار باندھے ہوئے تھی، اور ان کی پر اثر مخلصانہ دعائیں باری تعالیٰ کی جانب سے فیضان رحمت کے نزول میں اضافہ کررہی تھی۔ شریعت وطریقت کے بحار کے سنگم نے جلسہ گاہ میں عجیب روحانیت پیدا کردی تھی۔ بڑا ہی پُرکیف، پرلطف، پررونق اور پرنور سماں تھا۔ لیکن ٹھہریئے! پہلے پس منظر دیکھ لیجیے!

بندہ مدرسہ تعلیم القرآن حسینیہ میں زیر تعلیم تھا، گردان ختم ہونے کو تھی، سال کا آخر تھا، سالانہ امتحان سر پر تھے۔ بندہ کے استاد مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب مدظلہ کا مطالبہ تھا کہ ''اپنے ختم پر اپنے نانا یا دادا کی تاریخ لے کر دینی ہے، اور ان کو یہاں لانا ہے!'' مزید فرماتے تھے کہ ''جب تک تُو ان کو نہیں لے آتا، تجھے میں چھٹی نہیں دوں گا!''۔ ایک دن راقم کو خیال آیا کہ داداجان کو فون کر کے اُن سے بات تو کر کے دیکھوں! لیکن ڈر بھی بہت لگتا تھا، خیر دل کڑا کر کے ایک دن بات کرنے کی ٹھانی، استاد مکرم سے عرض کیا کہ داداجان کو فون کرنا ہے، نمبر ملا دیں! استاد جی نے نمبر ملایا اور رسیور بندہ کو تھما دیا، سلسلہ ملا، داداجان نے حسب معمول خود فون اٹھایا، بندہ نے اپنا بتایا کہ حمزہ عرض کررہا ہوں، آپ نے خیریت دریافت کی، بندہ نے عرض کیا کہ ہمارے ہاں تشریف لائیں، میرا قرآن پاک ختم ہورہا ہے! فرمایا ''بیٹا! کمزور ہوگیا ہوں، بیمار بھی ہوں، صحت

اجازت نہیں دیتی!'' بندہ نے اپنے بچگانہ ذہن کے مطابق ضد کی اور عرض کیا ''تھوڑی دیر کے لیے ہی آجائیں!'' فرمایا ''بچوں والی باتیں کرتے ہو، بتایا تو ہے کہ ہمت نہیں ہے، نہیں آسکتا'' بندہ نے پھر کہا کہ ''کوئی بات نہیں، ذراسی دیر کے لیے آجائیں!'' تو ذرا غصے سے فرمایا کہ ''بتایا تو ہے کہ نہیں آسکتا، بچوں والی ضد نہ کرو! استادوں کو میرا سلام دینا!'' یہ فرما کر فون بند کرنا چاہا تو راقم نے عرض کیا کہ استاد مکرم پاس ہی تشریف فرما ہیں، ان سے بات کرلیں، السلام علیکم کہہ کر رسیور استاد جی کو دیدیا اور خود ایک جانب مایوسی اور ناامیدی سے منہ لٹکا کر کھڑا ہو گیا، استاد جی نے سلام دعا کے بعد عرض کیا کہ ''سنا ہے کہ آپ فیصل آباد تشریف لے جارہے ہیں! تو سرگودہا تو تقریباً راستے میں ہے؟'' داداجان نے فرمایا کہ ''مولانا! صحت اجازت نہیں دیتی'' اور سلام کہہ کر فون بند کر دیا۔

اُدھر راقم کے برادر مکرم مولانا ممتاز الحسن خان احسن صاحب ان دنوں گکھڑ میں زیر تعلیم تھے، داداجان کی خدمت کی سعادت بھی حاصل کر رہے، وہ اسی شام کو مدرسہ سے گھر لوٹے تو داداجان نے ان کو بتایا کہ حمزہ کا فون آیا تھا، مجھے کہتا تھا کہ آؤ! ضد کر رہا تھا میں نے اسے تو ڈانٹ دیا تھا، لیکن اب سوچتا ہوں کہ ایک تو اس نے پہلی بار کوئی مطالبہ کیا ہے، دوسرا میں نے فیصل آباد جانا بھی ہے، لہٰذا اس کو فون کرو اور بتادو کہ سوموار کو مغرب کے بعد فیصل آباد میں ختم بخاری کا جلسہ ہے میں ان شاء اللہ سوموار ظہر تک سرگودہا پہنچ جاؤں گا۔ وہ غالباً بدھ کی شام تھی۔ برادرم نے فون کر کے استاد جی کو بتایا، استاد جی نے خانقاہ رابطہ کیا تو معلوم ہوا کہ حضرت قبلہ خواجہ صاحب اسلام آباد تشریف لے گئے ہیں، استاد جی فوراً اسلام آباد گئے، حضرت خواجہ صاحب سے سوموار کا ٹائم لیا اور واپس آگئے، مجھے پتہ چلا تو خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی، پاؤں تھے کہ زمین پر ٹکتے ہی نہ تھے، خوشی سے پھولا نہ سماتا اُچھل اُچھل کر خوشی کا اظہار کر رہا تھا۔ استاد جی نے بندہ کے والد مکرم سے رابطہ کیا اور بتایا کہ داداجان سے تو ٹائم مل گیا ہے اب آپ ناناجان کی کوشش کریں اور جلدی بتائیں ہم نے اشتہار بنوانے ہیں۔ ابو جی نے فرمایا آپ ناناجان رحمہ اللہ کا نام لکھ دیں، ان شاء اللہ العزیز وہ بھی آجائیں گے۔ استاد جی نے بھاگم بھاگ کاتب پکڑا، اشتہار لکھوایا جو آج میرے پاس محفوظ ہے، اُوپر بڑا سا حضرت قبلہ خواجہ صاحب کا نام چمک رہا تھا، نیچے دائیں بائیں ترچھی مستطیلوں میں داداجان و ناناجان رحمہما اللہ کے اسمائے گرامی اپنی بہار دکھا رہے تھے۔ اوپر ایک جانب میں لمبی مستطیل میں زیر صدارت کے عنوان کے تحت مولانا قاری عبدالسمیع صاحب رحمہ اللہ کا نام دمک رہا تھا۔ اشتہار اگرچہ یک رنگہ اور سادہ تھا لیکن مجھے بہت ہی اچھا لگ رہا تھا۔ اب بھی کبھی اسکو نکال کر اپنی آنکھیں ٹھنڈی اور یادیں تازہ کرتا ہوں۔ جمعہ کے دن اشتہار کی لکھائی اور ہفتہ کی رات چھپائی ہوئی، ہفتہ اتوار کو لگائے گئے، سوموار کو جلسہ تھا۔

اُدھر والد مکرم حضرت نانا جی رحمہ اللہ کے پاس پہنچ گئے اور درخواست کی، انہوں نے بھی بیماری کا عذر کیا، ان کی صحت کچھ زیادہ ہی کمزور تھی، چنانچہ آپ نے انکار فرما دیا۔ استاد جی نے پھر مجھے نانا جان کے پیچھے لگایا، میں نے فون کیا، بار بار کیا اور یہی درخواست کی کہ ''تھوڑی دیر کے لیے ہی آجائیں! بے شک بیان نہ فرمائیں!'' پہلے تو آپ نے انکار فرمایا اور ہر بار راقم سے یہی فرمایا کہ ''اگر تھوڑی دیر کے لیے بھی آسکتا تو کیا ہی بات تھی، ضرور آجاتا'' زیادہ اصرار پر آپ کچھ ڈھیلے ہوئے تو میں نے استاد جی سے عرض کیا کہ مجھے چھٹی دیں، ہم دونوں بھائی جا کر ان کو مناتے ہیں، وہ ان شاء اللہ آجائیں گے! استاد جی نے فرمایا کہ ''اس سے اچھی کیا بات ہوسکتی ہے! بے شک تم جاؤ!'' میں نے چکوال فون کیا تو والدہ نے بتایا کہ نانا جان کو شدید بخار نے آلیا ہے، ان کو نہ آسکنے پر خود بھی افسوس ہے لیکن تقدیر بہر حال تدبیر پر غالب رہتی ہے۔ اس کے باوجود راقم آخر دم تک فون پہ اصرار کرتا رہا اور اپنے ذہن کے مطابق ہر قسم کی دلیلیں دیتا رہا، مگر خدا کو ایسا ہی منظور تھا، بخار نے ان کی جان نہ چھوڑی اور وہ نہ آسکے۔ جب بندہ کو پتہ چلا تو دکھ سے آنسو بہہ پڑے، پھر ابو جی نے تسلی دی تو کچھ ڈھارس بندھی۔

اس موقع پر اپنے مخدوم مناظر اسلام حضرت مولانا مفتی محمد شاہد مسعود مدظلہ کا ذکر نہ کرنا انتہائی نامناسب ہوگا جنہوں نے بندہ کے سر پر دست شفقت رکھا اور والد کی سی شفقت فرمائی، جب ہر کوئی اپنے گھر والوں سے نئے کپڑوں اور دیگر اشیاء کا مطالبہ کر رہا تھا، اور ان کے مطالبے پورے بھی ہو رہے تھے، ایک راقم تھا کہ والد صاحب گھر سے بھی دور، رابطہ بھی کوئی نہیں۔ قریب کوئی عزیز، رشتہ دار بھی نہیں۔ دل میں سوچ رہا تھا کہ اس تقریب میں کیا مجھے نئے کپڑے میسر نہ ہوں گے؟ تو حضرت مفتی صاحب ہی تھے جنہوں راقم کو نہ صرف کپڑے دلوائے بلکہ ہر ہر ضرورت کا خیال رکھا اور راقم کا جتنا عرصہ (تقریباً پانچ سال) سرگودھا میں گزرا کبھی انہوں نے کسی چیز کی کمی محسوس نہ ہونے دی۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ احسن الجزاء فی الدارین

خدا کا کرنا جلسہ کے روز علی الصبح بارش شروع ہوگئی، اور ایسی بارش ہوئی کہ ''جلسہ گاہ'' کو ''کیچڑ گاہ'' بنا دیا۔ تین چار گھنٹے کی شدید بارش نے ہمیں سخت پریشان کر دیا۔ بارش رکی تو استاد جی نے مٹی منگوا کر ڈلوائی اور جلسہ گاہ کو بیٹھنے کے قابل بنایا، مٹی ڈلنے کی دیر تھی کہ بارش پھر سے برسی اور دھوم دھام سے برسی۔ دن 12 بجے کے لگ بھگ رکی تو ایک بار مٹی ڈلوائی گئی۔ راقم سمیت تمام طلبہ بارش روکنے کی دعا بار بار پڑھ رہے تھے، نہ جانے کسی کی سنی گئی اور بارش رُک گئی۔

ایک بار پھر مٹی ڈلی، دریاں بچھیں، اسٹیج بنا، حضرت قبلہ خواجہ صاحب تشریف لائے تو بادل غائب، سورج اپنی کرنیں دکھانے لگا۔ حضرت اسٹیج پر تشریف لائے، اور راقم کا کسی نے ذکر کیا تو سٹیج سے اعلان ہوا

کہ حضرت قبلہ خواجہ صاحب، مولانا سرفراز خان صفدر صاحب کے پوتے کو یہاں سٹیج پر بلا رہے ہیں، راقم سامنے ہی تو بیٹھا تھا، مگر شرم، جھجک اور ادب کے مارے ہمت ہی نہ ہوئی اور چپکا بیٹھا رہا۔ اب افسوس ہوتا ہے کہ چلا جاتا تو شائد ایک نظر کرم سے میرا بیڑہ بھی پار ہو جاتا، اب تو کورے کا کورا ہی ہوں۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ آمین

ظہر کے بعد پروگرام تھا، کچھ دیر والد گرامی نے بیان کیا۔ پھر حضرت داداجان نوراللہ مرقدہ کا انتہائی جامع اور پر مغز یادگار بیان ہوا۔ قرآن پاک کی عظمت بتائی، سمجھائی بلکہ دل میں اتار دی، عوام الناس کو چند نصائح فرمائیں پھر ہم سے مخاطب ہوئے۔ نماز باجماعت کی تلقین کی، زندگی بھر قرآن پاک کے ساتھ تعلق جوڑے رکھنے کی بھی تاکید فرمائی، اور بھی نصائح فرمائیں۔ حضرت قبلہ خواجہ صاحب رحمہ اللہ ساتھ ہی تشریف فرما تھے۔ غالبًا بیان سے قبل ہمیں آخری سبق کے لیے سٹیج پر بلایا گیا۔ مائیک میرے آگے تھا، آخری سبق سنایا۔ بیان ہوا۔ اور دعا کے لیے شیخین ایک دوسرے کو کہنے لگے۔ خواجہ صاحب نے کہا کہ دعا آپ ہی کرائیں گے! داداجان نے فرمایا نہیں! آپ کرائیں۔ کچھ دیر جملوں کا تبادلہ ہوا۔ حضرت داداجان جلدی میں تھے۔ فیصل آباد کے پروگرام پر پہنچنا تھا۔ اس لیے آپ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے، دعا منگوائی اور یہ یادگار تقریب اختتام کو پہنچی۔



6 مئی کو صبح 5 بجے مولانا جمیل الرحمٰن عباسی مدظلہ کے ہمراہ بہاولپور سے روانہ ہو کر 2 بجے کندیاں شریف پہنچے۔ رش کے باعث گاڑی گاؤں سے باہر ہی کھڑی کر دی۔ اور پیدل دوڑتے ہوئے لوگوں کے سیلاب میں شامل ہو گئے۔ گاؤں کے مکین آج اپنے روحانی باپ سے محروم ہو چکے تھے، وہ اپنے اس محسن کے جنازے پر آنے والے لوگوں کو اپنا مہمان سمجھتے ہوئے ان کی خاطر مدارت میں لگے ہوئے تھے۔ چھوٹے چھوٹے بچے، مٹکوں، گھڑوں، کولروں، دیگچوں، اور دیگر مختلف برتنوں میں پانی بھرے راستوں اور گلیوں میں کھڑے آنے والوں گلاس بھر بھر کر دے رہے تھے۔

جنازے کا عین وقت ہو چکا تھا۔ جنازہ گاہ کے قریب محسن ومشفق مولانا مفتی محمد شاہد مسعود مدظلہ، مخدوم مکرم مولانا مفتی محمد طاہر مسعود مدظلہ، استاد زادہ جناب قاری عدنان ضیاء صاحب سلمہ وغیرہم کو وہیل چئیر پکڑے کھڑے پایا، ان سے ملا تو معلوم ہوا کہ حضرت الشیخ مولانا سلیم اللہ خان دامت برکاتہم کی انتظار میں کھڑے ہیں، راقم بھی انہی کے ہمراہ کھڑا ہو گیا۔ کراچی، ملتان دفتر وفاق، حضرت کے خادم، دفتر وفاق کی گاڑی کے ڈرائیور اور دیگر احباب کے نمبر ملاتے رہے مگر کسی سے رابطہ نہ ہوا۔ بڑی مشکل سے ایک صاحب

سے رابطہ ہوا تو پتہ چلا کہ حضرت اب سے پندرہ منٹ قبل خانقاہ سراجیہ کی حدود میں پہنچ چکے تھے۔ اب معلوم نہیں۔ کافی دیر بھاگ دوڑ کے بعد ہم نے متفقہ طور پر یہی سمجھ لیا کہ حضرت جنازہ گاہ یا سٹیج تک پہنچ چکے ہوں گے۔ مفتی طاہر صاحب فرمانے لگے کہ رش کی وجہ سے یا پولیس کے روکنے کی وجہ سے گاڑی اندر نہ بھی آسکی ہو تو بھی امید ہے کہ کسی موٹر سائیکل کے ذریعے پہنچ گئے ہوں گے۔ (بعد میں اس کی تصدیق بھی ہوگئی، دیکھیے حضرت الشیخ مولانا سلیم اللہ خان مدظلہ کا مضمون باب نمبر 2)۔ تھوڑی ہی دیر میں حضرۃ قبلہ کی میت گاڑی میں رکھ کر گھر سے جنازہ گاہ کی طرف لائی گئی تو عشاقان دیوانہ وار گاڑی کی طرف لپکے، پولیس کے حصار اور ہزار انتظامات کے باوجود پروانے اپنے محبوب قائد کی گاڑی تک جا پہنچے اور ہاتھ لگا لگا کر اپنی عقیدت کے جذبات کو تسکین دینے کی کوشش کرنے لگے۔

مستحسن فیصلہ:

حضرات صاحبزادگان نے حضرت قبلہ رحمہ اللہ کو گھر سے باہر نکال کر زیارت عام نہ کرانے اور چارپائی کی بجائے گاڑی میں لے جانے اور گاڑی میں ہی رکھنے کا جو فیصلہ فرمایا بلاشبہ یہ بہت ہی مناسب اور مستحسن فیصلہ تھا، اس میں اگرچہ مریدین و متعلقین جو جنازہ میں شرکت کے لیے آئے تھے ان کے لیے کچھ پریشانی تھی، لیکن بعض جذبات سے بے قابو حضرات اکابرین کے جنازوں کے ساتھ جو حشر کرتے ہیں وہ راقم حضرت اقدس امام اہل سنت نور اللہ مرقدہ کے جنازے پر اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا کہ لوگوں نے فرط عقیدت میں چارپائی کے پائے تک توڑ ڈالے تھے۔ خدا تعالیٰ نے خصوصی فضل فرمایا کہ گرنے سے محفوظ رہے ورنہ اندھے عقیدت مندوں نے تو کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔

خیر میں عرض کر رہا تھا کہ حضرت قبلہ کو لے کر گاڑی جنازہ گاہ کی طرف نکلی، اسی دوران قائد جمعیۃ مولانا فضل الرحمٰن مدظلہ بھی تشریف لے آئے اور ان کو سٹیج پر لے جایا گیا۔ صفیں سیدھی کرنے کا اعلان ہوا تو ہم بھی جنازہ گاہ میں جا پہنچے۔ قریب ہی حکیم العصر مولانا عبدالمجید لدھیانوی مدظلہ العالی، وکیل احناف مولانا مفتی محمد انور اوکاڑوی مدظلہ العالی اور دیگر حضرات نظر آئے، راقم تیزی آگے بڑھ کر ان کے ہمراہ صف میں کھڑا ہوگیا، صف بندی جاری تھی، آگے چارپائی کے پاس پھر وہی حال تھا، اندھے اور بے خود عقیدت مند بزرگوں کے بار بار منع کرنے اور سٹیج سے مسلسل اعلان کے باوجود گاڑی کے اوپر ٹوٹ پڑے تھے۔ جس کی وجہ سے نظم اور صف بندی میں خاصی دقت ہو رہی تھی۔ حضرت حکیم العصر مدظلہ بڑھاپے کی وجہ سے زیادہ دیر کھڑے ہونے سے قاصر تھے، ایک چھوٹی فولڈنگ کرسی پر حضرت تشریف فرما ہوئے۔ ادھر لوگ جو جنازے میں شرکت کے لیے سیلاب کی طرح بہے آرہے تھے اب تقریباً آچکے تھے، روڈ اور راستوں پر اکا دکا کوئی افراد

دکھائی دے رہے تھے۔ تقریباً 3:51 پر اعلان ہوا کہ حضرت شیخ المشائخ کا جنازہ ان کے صاحبزادے مولانا خلیل احمد مدظلہ پڑھائیں گے۔ ساتھ ہی نماز جنازہ کی پہلی تکبیر گونجی اللہ اکبر، یکدم خاموشی اور سکون ہو گیا، گویا کہ وقت ہی تھم گیا، کائنات کا نظام رک گیا۔ لاکھوں زبانیں حرکت کرنے لگیں سبحانك اللهم وبحمدك الخ۔ پھر دوسری تکبیر کی آواز آتے ہی آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا جانے لگا جن کی ناموس کی خاطر حضرت قبلہ نے اپنی زندگی کھپا دی تھی۔ تیسری تکبیر کے ساتھ ہی ہر کوئی حضرت قبلہ کے جنازے میں شرکت کے مقصد یعنی اپنی بخشش، مغفرت اور حضرت کے رفع درجات کی دعا کرنے لگا، اللهم اغفر لحينا و ميتنا......الخ۔ چوتھی تکبیر سنائی دی اور ساتھ ہی سلام پھر گیا۔ اب جو لوگ پھیلے، کوئی حضرت قبلہ کی گاڑی کی طرف، کوئی خانقاہ کی مسجد کی طرف، کوئی مدرسہ سعدیہ کی طرف اور اکثر اپنی اپنی سواریوں کی طرف تو گویا انسانوں کا ایک سیلاب بہہ پڑا، چہار جانب انسان ہی انسان تھے۔ تھوڑا سا ٹھہر کے ہم بھی گاؤں سے باہر کھڑی گاڑی کی طرف چل پڑے، راستے میں پھر وہی بچے پانی پلاتے نظر آئے، ہم نے بھی سعادت سمجھ کر ان کے ہاتھوں سے خانقاہ سراجیہ کی پاک سرزمین کا پانی پیا، اور سرگودھا، جھنگ، کبیر والہ، خانیوال سے ہوتے ہوئے دوسرے دن صبح 9 بجے بہاولپور پہنچ گئے۔

خادم کی ایک التجا:

گزشتہ سال جب راقم کے جد محترم امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کا انتقال ہوا تو راقم کے محسن ومحبوب استاد گرامی حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن ضیاء صاحب مدظلہ عمرہ کے لیے تشریف لے جا چکے تھے۔ دادا جان کی وفات سے تیسرے دن راقم کو مہمانوں سے ذرا فرصت ملی تو چند لمحوں کے لیے کمر سیدھی کرنے لیٹ گیا، اچانک خیال آیا کہ استاد مکرم سے گزارش کروں کہ حضرت دادا جان رحمہ اللہ کی طرف سے عمرہ ضرور کریں۔ خیال آتے ہی ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھا، فون ملایا استاد جی نے اٹھایا، سلام کرتے ہی میرے ضبط کے بندھن جو بڑی مشکل سے قائم کر رکھے ٹوٹ گئے اور دھاڑیں مار کر رونے لگا، پتہ نہیں کیوں؟ شاید جنازے سے اب تک میں رویا ہی نہ تھا اور غم اکٹھا ہوتا رہا اور اب اُبل پڑا......استاد محترم نے تسلی دی اور فرمایا کہ تمہیں خوش ہونا چاہیے کہ تمہارے دادا بہت ہی سعادت والی اور انتہائی خوش بختی والی زندگی گزار گئے ہیں، اب وہ مزے میں ہوں گے، راحت ہی راحت ہوگی، تم کیوں پریشان ہوتے ہو؟ وہ یہاں تھے تو تکلیف میں تھے، اب آرام میں ہیں۔ احقر نے بدستور روتے ہوئے عرض کیا کہ آپ ان کی طرف سے عمرہ ضرور کریں! فرمایا کیوں نہیں ضرور! پھر ان کی واپسی پر معلوم ہوا کہ انہوں نے بہت ہی شفقت فرمائی میری درخواست کو قبول فرمایا۔ فجزاه الله تعالیٰ احسن الجزاء

استاد محترم نے بندہ ناچیز سے فرمایا کہ ہر نماز کے بعد تھوڑا بہت ایصال ثواب کا معمول بنالو! اور اس کی پابندی کرنا، اس کا تمہیں بھی بہت فائدہ ہوگا، اس دن سے احقر کا معمول ہے کہ ہر نماز کے بعد ایصال ثواب کی نیت سے 3 مرتبہ چاروں قل پڑھ کر اپنے نانا محترم اور دادا محترم کے لیے دعا کرتا ہوں، اور اس سال 5 مئی سے حضرت قبلہ رحمہ اللہ کا نام بھی دعا میں شامل ہوکر میرے لیے مزید سعادت وحصول برکت کا باعث بن چکا ہے۔ واقعی اس سے اس عاجز کو بھی بہت نفع ہوا ہے، خدا تعالیٰ مزید سے مزید نوازے۔ جملہ قارئین کرام سے بھی گزارش ہے کہ وہ بھی ہر نماز کے بعد زیادہ نہیں تو صرف ایک بار چاروں قل پڑھ کر ان تین بزرگوں (قائد اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین، امام اہل سنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر اور شیخ المشائخ مولانا خواجہ خان محمد رحمہم اللہ تعالیٰ) کا نام لیکر اور بقیہ تمام امت کو ایصال ثواب فرمادیا کریں۔ اور یہ عمل دو چار دنوں، ہفتوں یا مہینوں کے لیے نہیں بلکہ زندگی بھر کے لیے، آخری دم تک جاری رکھیں۔ خدا تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق سے نوازے اور ہمارے لیے اس عمل کو نافع بنائے۔ آمین۔ بجاہ النبی اکریم صلی اللہ علیہ وسلم

آخر میں یہی دعا ہے کہ خدا تعالیٰ ہم سب کو حضرت قبلہ، حضرت امام اہل سنت اور حضرت قائد اہل سنت سمیت جملہ اکابرین دیوبند کے نقش قدم، ان کے عقائد ونظریات ان کے افکار واعمال اپنانے اور تادم آخر ان پر مضبوطی سے قائم ودائم رہنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین۔

محترم شیخ محمد اکرم صاحب مدظلہ نے شیخ التفسیر حضرت مولانا محمد علی کاندھلوی رحمہ اللہ سے درخواست کی کہ ہمیں اپنا مرید بنالیجیے!، حضرت کاندھلوی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''ارے! میں تو پیری مریدی کے ابجد کو بھی نہ جانوں، وہ کیا ہے!'' بار بار کے اصرار پر فرمایا: ''لو! آج آپ کو بتائے دیتا ہوں، اگر تو صرف نسبت چاہیے تو جس سے جی چاہے بیعت ہوجایئے گا، اگر احسان وسلوک سیکھنا چاہتے ہو تو میری نظروں میں صرف دو بزرگ ہستیاں ہیں سلسلہ چشتیہ میں حضرت ڈاکٹر عبدالحی رحمہ اللہ (کراچی) اور سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں حضرت خواجہ خان محمد صاحب۔ جس سے جی چاہے بیعت کا شرف حاصل کرلو!۔''

مرتب کی اول کاوش (امام اہل سنت نمبر)......اکابرین وعلماء کی نظر میں

استاذ المحدثین مولانا سلیم اللہ خان دامت برکاتہم :

آپ کی کتاب بہت پسند آئی، ماشاء اللہ بہت خوب ہے، بہت خوب ہے، بہت خوب ہے۔ بالخصوص آپ کا، آپ کے والد صاحب اور آپ کے بھائی احسن صاحب کا مضمون بہت ہی پسند آیا، دل سے آپ کے لیے بہت دعائیں نکلیں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور بہت بہت ترقی نصیب فرمائے۔ آمین

شیخ الاسلام مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ:

اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطاء فرمائیں کہ آپ نے بڑی خدمت انجام دی۔ حضرت قدس سرہ پر ایسی خصوصی اشاعت کی بڑی ضرورت تھی، ماشاء اللہ آپ نے اتنی جلدی جس سلیقہ سے یہ نمبر شائع کیا ہے، اس پر مبارک باد کے مستحق ہیں۔

شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد زرولی خان مدظلہ:

نمبر دیدہ زیب بھی ہے اور عناوین خاصے مربوط بھی ہیں اور اعلیٰ طباعت اور دیدہ زیب صنعت وکاریگری اس پر مستزاد۔ آنکھوں کا نور اور دل کا سرور بڑھتا گیا۔

شیخ الحدیث مولانا زاہد الراشدی مدظلہ:

اپنے عظیم دادا کو خراجِ عقیدت پیش کرنے میں محنت وکاوش کا حق ادا کیا ہے۔ موصوف کی محنت قابلِ داد ہے اور یقیناً قارئین بھی انکی کاوشوں کے ثمرات خوبصورت، ضخیم اور معیاری اشاعت کی صورت میں دیکھ کر محظوظ ہوں گے اور دعائیں دیں گے۔

جانشین امام اہل سنت مولانا عبد القدوس خان قارن مدظلہ:

نوعمری کے باوجود عزیز نے انتہائی ذمہ داری کا ثبوت دیا ہے اور مضامین حاصل کرنے میں کامیابی پائی، اکثر مضامین اس نے مجھے دکھائے جو کہ ''امام اہل سنت نمبر'' کے معیار پر پورے اترنے والے ہیں۔

استاذ العلماء مولانا قاری احسان الحق مدظلہ:

امام اہل سنت نمبر دیکھ کر بے انتہا خوشی ہوئی، دل سے آپ کے لیے بہت دعائیں نکلیں، حضرت قاضی (مظہر حسین) صاحب رحمہ اللہ کی غیرت کا پورا پورا عکس نظر آیا۔ اللہ تعالیٰ ترقی سے نوازے۔

خطیب اسلام مولانا عبد الرؤف چشتی مدظلہ:

میں نے ماہنامہ ''المصطفیٰ'' کے امام اہل السنۃ نمبر کی خوبصورت جلد بندی، شاندار کمپوزنگ، اعلیٰ ترتیب اور مضامین کی حسین تقسیم دیکھ کر آپ کو خوشی سے فون کیا کہ آپ کی محنت اور کاوش پر مبارک باد پیش کروں............

شیخ الحدیث مولانا قاری جمیل الرحمٰن مدظلہ:

امام اہل سنت نمبر دیکھ کر دلی خوشی ہوئی۔ آپ نے حضرت امام اہل سنت کے مسلک وموٴقف کو مثبت انداز میں پیش کیا ہے، جس پر آپ مبارک باد کے مستحق ہیں۔ یقیناً حضرت کی روح مبارکہ کو بھی تسکین پہنچی ہوگی۔

حضرت مولانا ثناء اللہ شجاع آبادی مدظلہ:

مجلّہ ''المصطفیٰ'' کی زیرِ نظر کاوش نے اپنے مقاصد میں نہایت واضح اور شاندار کامیابی حاصل کی ہے اس پر تمام انتظامیہ قابلِ صد مبارکباد ہے۔ ؎ اللہ کرے حسنِ نظر اور زیادہ

مولانا حافظ زاہد حسین رشیدی مدظلہ:

دینی صحافت میں ماہنامہ بھی نو وارد ہے اور خصوصی اشاعت کے مرتب بھی نوعمر......ایسے میں یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ 902 صفحات پر مشتمل علمی وتحقیقی دستاویز کا منظر عام پر آجانا توفیقِ ایزدی کے ساتھ ساتھ حضرت ممدوح علیہ الرحمۃ کی کرامت بھی ہے۔

حضرت مولانا عبد الجبار سلفی مدظلہ:

عزیزم نے جس عمدگی، شستگی اور شگفتگی سے مضامین کا انتخاب کر کے موتیوں کو مالا میں پرویا ہے، وہ قابلِ صد لائق تحسین ہے۔ ہر مضمون کو اس کے معیار کے مطابق ایسی جگہ دی ہے کہ پڑھنے سے نہ دماغ تھکتا ہے، اور نہ ہی دل بھرتا ہے۔ عزیزم سرفراز حمزہ نے اپنے داداجی کی مشکبار سیرت سے معاشرے کو چمکانے کی جو مبارک سعی کی ہے، اس پر وہ مبارکباد کے مستحق ہیں۔ لکھنے والوں کی تحاریر میں تاریخ کی واقعیت، ادا کا حسن اور جذبے کی حدت، منتہائے کمال پر جا کر بایں طور ہم آہنگ ہوگئی ہے کہ امام اہل السنۃ رحمہ اللہ کی زندگی فی الواقع ایک عہد آفریں اور ہمہ جہت نظر آتی ہے۔ اور ایک عالم ربانی کی زمانے پر پرچھائیوں کا عجیب منظر سامنے آتا ہے، جگر مرادآبادی کیا خوب کہہ گئے۔

جب عشق اپنے مرکزِ اصلی پہ آگیا　　　خود بن گیا حسین، زمانے پہ چھا گیا

حضرت مولانا محمد شفیق احمد سلیم مدظلہ:

مجلّہ ''المصطفیٰ'' بہاولپور کا ''امام اہل السنۃ نمبر'' حضرت الاستاذ رحمہ اللہ تعالیٰ کی حیات مستعار کے حسین لمحات اور زندگی کے خوبصورت چند گوشوں کی ایک بہت ہی دلآویز دلکش اور ظاہری وباطنی خوبیوں سے آراستہ وپیراستہ ایک حسین وجمیل تصویر ہے۔

حضرت مولانا محبوب احمد مدظلہ:

ماہنامہ المصطفیٰ کے امام اہل السنۃ نمبر کے مطالعہ کی سعادت نصیب ہوئی، آپ نے ماشاء اللہ خوب عرق ریزی، جفاکشی اور لگن سے اس شمارہ کی ترتیب وتدوین سرانجام دی ہے، **فجزاہ اللہ احسن الجزاء**. آپ کی محنت انتہائی قابل قدر اور قابل صد مبارک باد ہے، حق تعالیٰ اسے اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت سے نوازیں اور حضرت کی تعلیمات سے آگاہی کیلئے امت کی رہنمائی کا ذریعہ بنائیں۔

باب 6

تحریری خدمات

مختلف کتب پر تقاریظ وافتتاحیے، پیش لفظ......اپلیں

اہل اسلام کے عقائد کے تحفظ کے لیے وقیع خدمت

''عقائد اہل السنۃ والجماعۃ'' کی طباعت واشاعت

اس مجموعہ (عقائد اہل السنۃ والجماعۃ) کو ہر طبقۂ فکر تک عام کیا جائے۔ دینی مدارس کے طلباء کو اہتمام سے اس کی تعلیم کرائی جائے۔ سکول وکالجز اور دیگر شعبوں سے وابستہ مسلمانوں کو بھی اس سے بھرپور استفادہ کرنا چاہیے۔ خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف سے وابستہ حضرات کو بالخصوص تاکیدی گزارش ہے کہ اپنے عقائد کی حفاظت اور درستگی کے لیے اس مجموعہ کو حرزِ جاں بنائیں۔ غور وخوض سے مطالعہ فرمائیں۔ اپنی اولاد کو بھی انہیں عقائد پر کاربند فرمائیں۔ ان شاء اللہ یہ صراطِ مستقیم دنیوی واُخروی فلاح کا ذریعہ ثابت ہوگا۔

آخر میں اپنے عزیزوں حضرت مولانا زاہد الراشدی، حضرت مولانا عبد القدوس قارن، حضرت مولانا عبد الحق خان بشیر ودیگر صاحبزادگان سے عرض کروں گا کہ وہ اپنے والد محترم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ہمت اور استقامت کے ساتھ دین حق پر سختی سے کاربند رہیں اور اپنی اولاد کو بھی اس پر کاربند رکھیں تاکہ یہ چراغ بجھنے نہ پائے۔

حضرت امام اہل سنت، رحمہ اللہ تعالیٰ کی تالیف ''تسکین الصدور'' پر تقریظ

نوٹ: اس تقریظ کو اپنی کتاب میں شامل کرتے وقت حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ نے حضرت شیخ المشائخ رحمہ اللہ کے اسم گرامی کے ساتھ جو القابات درج فرمائے تھے، وہ بھی درج کیے جاتے ہیں، تاکہ حضرت امام اہل سنت کی نظر میں شیخ المشائخ رحمہ اللہ کی ثقاہت کا اندازہ ہو۔

شیخ الاتقیاء، بقیۃ السلف، قدوۃ الخلف، وحید العصر حضرت العلامہ **مولانا خان محمد** صاحب عمّت مکارمہم

خانقاہ سراجیہ، کندیاں، ضلع میانوالی

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ کی طرف سے

''تسکین الصدور فی احوال الموتیٰ فی البرزخ والقبور''

''حامداً ومصلیاً ومسلّما''

امابعد فقیر نے تالیف منیف ''تسکین الصدور'' مؤلفہ حضرت مولانا العلام محمد سرفراز صاحب دامت برکاتہم کا مطالعہ بڑی دلچسپی کے ساتھ کیا اور بحمدہ تعالیٰ احوال موتی کے بارے اس کو اسم بامسمی پایا۔

حقیقت حال یہ ہے کہ ۴۴۶-۴۴۵ھ میں فرقہ کرامیہ علیہا ما علیہم نے نیشاپور میں امام اہل سنت ابو الحسن اشعری رحمہ اللہ پر افتراءات کا اک طوفان بے پناہ اٹھایا تھا جس کی وجہ سے جماعت حقہ اہل السنۃ والجماعۃ کو سخت مصائب سے دوچار ہونا پڑا، جن کی تفصیل ''تلبیسِ کذب المفتری ''اور ''طبقاتِ الشافعیۃ الکبریٰ'' میں مذکور ہے کہ کرامیہ کے افتراءات کا اصل منشاء یہ تھا کہ انہوں نے اپنی فسادِ طبع اور عنادِ اہل حق کی بناء پر اولاً اہل سنت پر یہ الزام تراشا کہ اہل سنت کا خیال وعقیدہ یہ ہے کہ موت کے بعد میت علم وادراک سے بے نصیب ہو جاتا ہے، پھر اسی پر یہ شاخ وبرگ لگائے کہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ میت سے ایمان بھی مسلوب ہو جائے کیونکہ ایمان بھی علم ومعرفت کا ہی نام ہے، مزید برآں یہ بھی لازم آئے گا کہ نبی بھی بعد الموت نبوت سے معزول ہو جائے کیونکہ نبوت کا ثمرہ علم ومعرفت ہی ہے۔

امام بیہقی اور امام قشیری رحمہما اللہ نے اس دور پرفتن کے مصائب برداشت کرنے کے ساتھ ساتھ ان الزامات کی تردید میں رسائل تحریر فرمائے اور ثابت کیا کہ اہل سنت کے نزدیک تو میت کا صاحب ادارک و احساس وجود کے ساتھ قبر میں زندہ ہونا امر مسلم ہے کیونکہ عذاب وثواب قبر جو متواترات شرعیہ میں سے ہے اس کا ترتب بدون حیات متعذر رہے اور انبیاء علیہم السلام کی حیات فی القبر مع بقاء اجساد مطہرہ اہل السنۃ والجماعۃ

کا عقیدہ مجمع علیہا ہے۔ جس پر بہت سے مسائل متفرع ہوئے۔ مثلاً **سفر بقصد الزیارت الیٰ قبر النبی**، عرض صلاۃ وسلام در بارگاہِ رسالت **متوجهاً الیٰ روضة الاطهر علی ساکنها الصلوٰة والسلام ابد الدهر**، عرض اعمال امۃ اور توسل بسید الانبیاء وصلحاء امتہ علی نبینا وعلیھم الصلوٰۃ والسلام وغیرہ مسائل جن پر متعدد اور مستقل رسائل اہل حق علماء نے تصنیف فرمائے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ حیوۃ الانبیاء فی القبور کا مسئلہ تو تقریباً ضروریات دین میں سے شمار ہو کر امت کا ایک اجماعی مسئلہ بن چکا ہے۔ حتیٰ کہ علامہ ابن تیمیہ اور علامہ ابن قیم رحمہما اللہ تعالیٰ جو مداخل شرک کی تحقیق وتفتیش میں کافی توسع سے کام لیتے ہیں جس کی وجہ سے سفر الی قبر النبی والتوسل بہ علیہ السلام وغیرہ مسائل کو معرکۃ الآراء بنا دیا گیا ہے مگر اصل مسئلہ کے بارے میں ان کی رائے بھی امت مرحومہ کے مسلمہ عقیدہ کے موافق رہی ہے۔ چنانچہ علامہ ابن قیم رحمہ اللہ خود بعد ذکر دلائل تحریر فرماتے ہیں ''**یحصل من جملته القطع بان موت الانبیاء انما هو راجع الیٰ ان غیبوا عنا بحیث لا ندرکهم وان کانوا موجودین احیاء الخ** '' (صفحہ ۳۶ کتاب الروح)

مقامِ افسوس ہے کہ دورِ حاضر میں بعض قاصرین فی العلم طبائع نے اپنے متوحدانہ نظریات توحید میں اس قدر غلو اور تجاوز عن حد الاعتدال اختیار کر رکھا ہے کہ بعض مسنونات ومستحبات کو بھی حدود شرک میں کھینچ لانے کے من مانی تصرفات کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتیں۔ انہی عناصر نے اپنی متوحدانہ رنگ کی توحید کے نشہ میں عقیدہ حیوۃ الانبیاء کو بھی منافی توحید خود ساختہ قرار دے کر ہنگامہ آرائی شروع کر دی اور صدیوں کے مردہ کرامیہ کی یاد تازہ کر دی۔ **اراهم الله تعالیٰ الحق حقا وارزقهم اتباعه۔**

اہل حق نے جب اس شرذمہ قلیلہ کی ان ہنگامہ آرائیوں کو دیکھا تو حفظِ دین اور عقیدہ اجماعیہ کے تحفظ کی حتی الامکان سعی فرمائی۔ انفرادی مساعی کے علاوہ اجتماعی طور پر ان مسائل پر ایک مکمل دستور العمل مرتب کرنے کے لیے حضرت شیخ الحدیث مولانا العلام محمد سرفراز صاحب کو منتخب کیا جنہوں نے رسالہ ''تسکین الصدور'' تالیف فرما کر اس مسئلہ میں پوری پوری دادِ تحقیق دی اور پوری جماعت پر عائد شدہ فریضہ کو دلائل قاطعہ اور براہین ساطعہ کے ساتھ انجام دے کر سب کو سبکدوش کر دیا۔ **جزاهم الله تعالیٰ عنا وعن سائر المسلمین احسن الجزاء وتقبلها الله تعالیٰ قبولاً حسناً۔**

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو صراطِ مستقیم پر استقامت کرامت فرمائے اور اس رسالہ متبرکہ نافعہ سے منتفع ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ **وما ذالک علی الله بعزیز. وآخر دعونا ان الحمد لله رب العلمین. والصلوة والسلام علیٰ خیر خلقه محمد وآله واصحابه اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین** ۔ **ویرحم الله عبدا قال آمینا**

☆......☆............☆......☆

شاہین ختم نبوت، مناظر اسلام حضرۃ مولانا اللہ وسایا مدظلہ کی کتاب ''آئینہ قادیانیت'' پر افتتاحیہ

''**الحمد للہ رب العالمین، والصلوٰۃ والسلام علی اشرف الانبیاء وخاتم المرسلین اما بعد!** نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وعظمت ایمان کی بنیاد ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس نے جہاں دین متین کی حفاظت کی وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس علیٰ صاحبہا الصلوۃ السلام کی ناموس کے دفاع میں بڑی حساس اور غیرت مند رہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ ہی میں جھوٹے مدعیان نبوت کا فتنہ کھڑا ہوگیا تھا۔ مگر امت کے ہراول دستے نے عقیدہ ختمِ نبوت کے تحفظ کے لیے کسی قربانی سے دریغ نہیں کیا۔ گزشتہ صدی میں مرزا غلام احمد قادیانی نے جب نبوت کا دعویٰ کیا تو الحمد للہ! تمام مکاتب فکر کے علماء امت، خصوصاً علماء دیوبند نے بھرپور طور پر اس کا رد کیا۔ عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوت، الحمد للہ! ہر سطح پر عقیدہ ختمِ نبوت کے تحفظ اور دفاع کے لیے خدمت کر رہی ہے۔ حال ہی میں شاہینِ ختمِ نبوت عزیزم مولوی اللہ وسایا سلمہ نے وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے اکابرین کے حکم کی تعمیل میں بڑی عرق ریزی کے ساتھ تیس سوالات کے جوابات ''آئینہ قادیانیت'' کے نام سے مرتب کیے ہیں۔ فقیر دعا گو ہے کہ اللہ پاک اُن کی اس کاوش کو قبول فرمائیں۔ آمین! ان شاء اللہ! یہ محنت بارگاہِ رسالت علیٰ صاحبہا الصلوۃ والسلام میں ان کے قرب کا ذریعہ بنے گی۔ میں تمام اہل علم سے عموماً، اپنے سے محبت رکھنے والوں سے خصوصاً گزارش کروں گا کہ وہ اس کتاب کا مطالعہ کریں۔ اللہ پاک مرتب اور تمام معاونین کو جزائے خیر نصیب فرمائیں۔

فقیر ابوالخلیل خان محمد

از خانقاہ سراجیہ کندیاں

☆......☆............☆......☆

شاہین ختم نبوت، مناظر اسلام حضرۃ مولانا اللہ وسایا مدظلہ کی کتاب ''مناظرے'' پر تقریظ

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ کی طرف سے

شاہین ختمِ نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ فتنہ قادیانیت کے خلاف ایک کامیاب مناظر کی حیثیت سے دنیا بھر میں کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ انہوں نے اپنی زندگی میں بے شمار قادیانی مبلغین سے مناظرے کیے اور ہمیشہ کامیاب وکامران رہے۔ یہ بات کہتے ہوئے میرا سر فخر سے بلند ہو جاتا ہے کہ اس

وقت فتنہ قادیانیت کی سرکوبی کے میدان میں حضرت مولانا اللہ وسایا جیسا کوئی مناظر نہیں۔ اندازِ گفتگو اور طرزِ استدلال میں وہ منفرد اور یگانہ ہیں۔ حافظہ اس قدر تیز ہے کہ ہزاروں حوالے انہیں ازبر ہیں۔ وہ بڑے بڑے جید قادیانی مبلغین کو اڑنگے پر لاکر ایسی پٹخنی دیتے ہیں کہ وہ چاروں شانے چت ہو جاتا ہے۔ یوں تو دجل وکذب کی لنکا میں ہر قادیانی باون گز کا ہوتا ہے۔ لیکن لفظوں کے ہیر پھیر، باطل تاویلات اور کتمانِ حق میں وہ یدطولیٰ رکھتے ہیں۔ ان سے مناظرہ ومباحثہ ہر کس وناکس کے بس کی بات نہیں۔ ضرورت اس بات کی تھی کہ حضرت مولانا اللہ وسایا کی علمی اور مناظرانہ صلاحیتوں سے ہر شخص استفادہ کرے۔ اللہ بھلا کرے عزیزی محمد متین خالد کا جنہوں نے مولانا کی خطابتی فتوحات کو ''قادیانیوں سے فیصلہ کن مناظرے'' کے نام سے کتابی شکل دی۔ ناسازیٔ طبع کے باوجود میں نے اس کتاب کا لفظ لفظ بلکہ حرف حرف پڑھا ہے۔ کتاب اتنی دلچسپ، رواں دواں اور معلوماتی ہے کہ اسے مکمل کیے بغیر ہاتھ سے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ بعض مقامات پر میرا خون جوش مارنے لگتا اور میں خود کو مناظرے میں بیٹھا ہوا محسوس کرتا ہوں۔ ان مناظروں سے جہاں حضرت مولانا کی علمی وجاہت، برجستہ گوئی اور قادیانی لٹریچر پر مکمل دسترس کا پتہ چلتا ہے، وہیں قادیانیوں کا خبث باطن، ہٹ دھرمی اور اسلام دشمنی بھی پوری طرح آشکارا ہوتی ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ ہر مسلمان کو قادیانیوں سے مناظرے کا ماہر بنا دے گا اور کسی بھی سنجیدہ قادیانی قاری کا ادنیٰ سا انہماک اس کی چشم بصیرت کے سامنے راہِ ہدایت کو ''وا'' کر کے رکھ دے گا۔ مجھے یقین ہے کہ عزیز محمد خالد متین کی مرتب کردہ یہ کتاب حسبِ سابق ہر مکتبہ فکر میں انتہائی قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھی جائے گی۔ میں حضرت مولانا اللہ وسایا اور عزیز متین خالد دونوں کے لیے دعا گوں ہوں۔

فقیر ابوالخلیل خان محمد

از خانقاہ سراجیہ کندیاں

☆......☆............☆......☆

وکیل صحابہ مولانا بشیر احمد حامد حصاروی کی کتاب ''اصحاب محمد کا مدبرانہ دفاع'' پر تقریظ

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ کی طرف سے

محترم ومکرم!

جناب مولانا بشیر احمد حامد صاحب مدظلہ کی کتاب اصحاب محمد کا مدبرانہ دفاع کی فہرست مضامین کا مطالعہ کیا، مولانا کی یہ علمی کاوش ہے جو آج کی نوجوان نسل کے لیے ایک معلوماتی کتاب ہے، اور اہل السنۃ

والجماعۃ کی صحیح ترجمانی کی ہے۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مولانا کی اس کاوش کو قبول فرما کر عامۃ المسلمین کے لیے ذریعہ نجات بنائے۔آمین!

والسلام......فقیر خان محمد عفی عنہ......٦ شوال المکرّم ١٤٢٦ھ

☆......☆............☆......☆

مولانا مفتی محمد طاہر مسعود مدظلہ کی کتاب ’’عقائد اہل السنۃ والجماعۃ‘‘ پر تقریظ

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ کی طرف سے

اس کائنات میں انسان کی سعادت اور فرض شناسی، احکام خداوندی کی اتباع میں ہے۔احکام خداوندی میں بعض کا تعلق عقائد سے اور بعض کا اعمال سے ہے۔عقائد کی اہمیت اعمال سے کئی گنا زیادہ ہے، کیونکہ ابدی نجات کا مدار عقائد ہیں۔عقائد کے بغیر اعمال، جسمِ بے روح ہیں۔عمل کی کوتاہی اور فروگزاشت سے چشم پوشی کی بفضل حق جل شانہ امید ہوسکتی ہے لیکن عقیدہ کی باز پرس معاف نہیں ہوگی۔

ہر دور میں اسلامی عقائد کے صحیح ترجمان وحاملین اور جادہ حق واعتدال کے پیروکار اہل السنۃ والجماعۃ رہے ہیں۔افراط وتفریط سے اپنا دامن بچا کے سلف صالحین سے وابستگی کو اپنا شعار اور راہِ نجات تصور کیا۔

زمانہ حاضر کی ایمان سوز فضاؤں میں عقائد کی درستگی کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔عالم اسلام کو اس وقت عالمی ارتداد کا سامنا ہے، جدید اسلامی فکر وروشن خیالی اور اعتدال پسندی کے عنوان سے زندیقیت والحاد کی راہیں ہموار ہو رہی ہیں۔ایسے پرسوز حالات میں اکابر اہل السنۃ والجماعۃ سے نظریاتی وابستگی کا اہتمام انتہائی اہم ہے۔

میری یہ خواہش رہی ہے کہ عقائد اہل السنۃ والجماعۃ کا ایک ایسا مجموعہ تیار ہو جو ہر طبقۂ فکر کے لیے یکساں مفید ہو، بالخصوص خانقاہ سے وابستہ حضرات کی اعتقادی راہنمائی عمدہ انداز میں ہو۔وہ اعتقادی طور پر کسی بے احتیاطی کا شکار نہ ہوں۔

عزیزی مولوی خلیل احمد صاحب سلمہ نے اس عظیم کام کے لے ہمارے مکرم مولانا مفتی محمد طاہر مسعود صاحب سلمہ [مہتمم: جامعہ مفتاح العلوم سرگودھا] کو منتخب فرمایا۔انہوں نے ماشاء اللہ اس کو بڑی ہی خوبی اور عمدگی سے پایۂ تکمیل تک پہنچایا ہے۔عقائد مسلمہ کو مدلل وباحوالہ مرتب کیا ہے۔اس سے اہل علم بھی مستفید ہوں گے۔میں ان ہر دو حضرات کو اس عظیم جدوجہد پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

اس مجموعہ کو ہر طبقۂ فکر تک عام کیا جائے۔ دینی مدارس کے طلباء کو اہتمام سے اس کی تعلیم کرائی جائے۔ سکول و کالجز اور دیگر شعبوں سے وابستہ مسلمانوں کو بھی اس سے بھرپور استفادہ کرنا چاہیے۔ خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف سے وابستہ حضرات کو بالخصوص تاکیدی گزارش ہے کہ اپنے عقائد کی حفاظت اور درستگی کے لیے اس مجموعہ کو حرزِ جاں بنائیں۔ غور و خوض سے مطالعہ فرمائیں۔ اپنی اولاد کو بھی انہیں عقائد پر کاربند فرمائیں۔ ان شاء اللہ یہ صراطِ مستقیم دنیوی و اُخروی فلاح کا ذریعہ ثابت ہوگا۔

آخر میں دعا گو ہوں کہ حق تعالیٰ عزیز مولوی خلیل احمد صاحب سلمہ اور مولانا مفتی محمد طاہر مسعود سلمہ کی اس سعی عظیم کو قبول فرما کر دارین کی ترقیات کا ذریعہ بنائے۔ گم گشتہ راہِ ہدایت کے لیے ذریعہ راہنمائی اور فلاح بنائے۔

والسلام......فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ......۱۵ ذیقعدہ ۱۴۲۷ھ

☆......☆............☆......☆

محترم جناب صوفی اشفاق اللہ واجد کی کتاب ''فیضان معصومیہ'' پر تقریظ

بعد الحمد والصلوٰة وارسال التسلیمات والتحیات

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ کی طرف سے

عزیزی اشفاق اللہ واجد کی کتاب فیضان معصومیہ کا مسودہ میں نے دیکھا ہے، اپنے مشائخ کے حالات کے بارے میں ایک اچھی جستجو کی ہے۔

فقیر دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو مقبولیت عامہ عطا فرمائے۔ آمین

والسلام......فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ

☆......☆............☆......☆

جناب نذیر احمد رانجھا صاحب کی کتاب ''تاریخ و تذکرہ خانقاہ سراجیہ'' پر تقریظ

بعد الحمد والصلوٰة وارسال التسلیمات والتحیات

فقیر نے اس کتاب کی فہرست دیکھی ہے، جس سے اندازہ ہوا کہ مولانا نذیر رانجھا صاحب نے بڑی محنت سے اس کتاب کی تالیف فرمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ مولانا صاحب کی محنت کو قبول فرماوے اور مسلمانوں کی راہنمائی کا باعث بناوے۔ اور اپنی رضامندی و خوشنودی سے سرفراز فرماوے۔ آمین۔ والسلام......فقیر خان محمد عفی عنہ

خانقاہ سراجیہ......۵ رجب المرجب ۱۴۲۴ھ

☆......☆............☆......☆

علماء کرام وخطباء حضرات سے اپیل

ہر ماہ کا ایک جمعہ ختم نبوت کے لیے وقف کریں

☆......عقیدہ ختمِ نبوت دین کی اساس ہے۔ چنانچہ امام ابن نجیم رحمہ اللہ نے الاشباہ والنظائر ص۱۰۲ پر لکھا ہے کہ: ''**اذا لم یعرف ان محمدا صلی اللہ علیہ وسلم آخر الانبیاء فلیس بمسلم لانہ من الضروریات**'' جس شخص کو یہ معلوم نہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں۔ وہ مسلمان نہیں ہے۔ اس لیے کہ یہ عقیدہ ضروریات دین میں سے ہے۔

☆......آئین پاکستان کی رو سے قادیانی کافر ہیں۔ جبکہ وہ خود کو مسلمان اور امت محمدیہ کو کافر کہہ کر آئین سے بغاوت کر رہے ہیں۔

☆......تحریک ختمِ نبوت ۱۹۷۴ء کے بعد تحریک نظامِ مصطفیٰ، تحریک ایم، آر، ڈی، شیعہ سنی تنازعہ، لسانی قضیہ، عراق ایران، کویت عراق جنگیں، افغانستان میں روسی پھر امریکی یلغار، سقوط عراق سے سانحہ لال مسجد تک ہوشربا اور سنگین مسائل اور مجبوریوں کی وجہ سے ختمِ نبوت کے تحفظ کا کام اور قادیانیت کے احتساب کے عمل کی خطابت میں ثانوی حیثیت ہوگئی۔ حالانکہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، تبلیغ اور جہاد جیسے فرائض کا تعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال سے ہے اور ختمِ نبوت کا تعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک سے ہے۔

☆......ختمِ نبوت کی پاسبانی براہِ راست ذات اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرنے کے مترادف ہے۔

☆......لہٰذا تمام خطیب حضرات سے دردمندانہ اپیل ہے کہ وہ کم از کم ہر ماہ کا ایک جمعہ مسئلہ ختمِ نبوت کے بیان کے لیے وقف کر کے شفاعت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مستحقِ بنیں۔

قادیانیت سے خود بچنا اور امت کو بچانا ہمارے فرائض میں شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی وناصر ہو۔ آمین!

والسلام

فقیر خان محمد عفی عنہ

حمزہ احسانی

حضرۃ شیخ المشائخ رحمہ اللہ فتنوں کے تعاقب میں

......معہ......

حضرۃ قبلہ رحمہ اللہ کے عقائد ونظریات

عرض حال

راقم کے نانا جان قائد اہل سنت، وکیل صحابہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین نوراللہ مرقدہ نے امام الیاء، شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کی وفات کے بعد ''خدام الدین'' کی اشاعت خاص کے لیے ''حضرت لاہوری فتنوں کے تعاقب میں'' کے عنوان سے نہایت ہی جامع، عمدہ اور وقیع مقالا تحریر فرمایا جو اپنی افادیت کے پیش نظر بعد میں کتابی شکل میں بھی طبع ہوا۔

جن حضرات نے حضرت لاہوری رحمہ اللہ اور حضرت شیخ المشائخ رحمہ اللہ کو دیکھا، پڑھا، یا سنا ہے وہ میری اس بات کی تائید وتصدیق فرمائیں گے کہ دونوں حضرات میں بہت سی قدریں مشترک تھیں، مثلاً دونوں دارالعلوم دیوبند کے فیض یافتگان تھے......دونوں کی مسلکی، علمی، روحانی اور سیاسی بہت بڑی خدمات ہیں......دونوں اپنے اپنے وقت کے امام الاولیاء تھے...... دونوں نے قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں...... دونوں کے نظریات میں مکمل ہم آہنگی پائی جاتی تھی......دونوں نے نصف سے پون صدی تک دینی خدمات سرانجام دیں......دونوں پر اہل حق علماء کا اتفاق تھا......دونوں اپنے اکابر کے منظور نظر اور اپنے اصاغر کے مقتداء تھے...... دونوں جمیعۃ علماء اسلام کے سرپرست رہے......دونوں کے جنازے پاکستان کے بڑے جنازے تھے۔وغیرہ وغیرہ

اس لیے بھی اور بالخصوص دونوں کے نظریات میں ہم آہنگی اور مطابقت کی بنا پر راقم نے حضرت ناناجی رحمہ اللہ کے اس مقالے میں سے خاصہ مواد یہاں نقل کیا ہے (جسمیں انہوں مذہب اہل سنت، عظمت صحابہ واہل بیت، خلافت راشدہ، ابوالاعلیٰ مودودی کا غلط نظریہ اور اکابرین دیوبند کا مؤقف، سیدنا حسین ویزید۔اور بعض عقائد ونظریات اہل السنۃ والجماعۃ پر محققانہ گفتگو فرمائی ہے۔) اور راقم نے درمیان مضمون اس کا حوالہ نقل نہیں

کیا،اس کے علاوہ جہاں کہیں کوئی بات کسی اور کتاب کی ہے اسکا حوالہ ضرور دیا ہے، جہاں نہیں دیا وہاں سمجھ لیا جائے کہ وہ عبارت اسی مضمون سے منقول ہے۔یا راقم کی اپنی ہے۔نیز اکابرین بالخصوص شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ، حضرۃ لاہوری، حضرت مدنی، حضرت نانوتوی رحمہم اللہ کی عبارات بھی اسی مضمون سے منقول ہیں۔

وہ مضمون چونکہ حضرت لاہوری رحمہ اللہ کے نظریات کے حوالے سے تھا اس لیے اس میں حضرت کی کتب، اخبار اور رسالے ''خدام الدین'' کے حوالہ جات ہیں۔اور یہ مضمون حضرت شیخ المشائخ رحمہ اللہ کے عقائد وافکار پر مبنی ہے اس لیے اس میں حوالے اس سے ہٹ کر بھی ہیں، جن میں زیادہ تر حوالے ''عقائد اہل السنۃ والجماعۃ'' کے ہیں۔مذکورہ بالا کتاب حضرت قبلہ کے حکم سے لکھی گئی، پھر آپ نے خود خانقاہ سراجیہ سے طبع کرائی۔اس کا تفصیلی تعارف باب نمبر 9 کے آخر میں ''تبصرہ وتعارف'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

مضمون کی تفصیلی فہرست

عرض حال[580]......

مضمون کی تفصیلی فہرست[581]......

عقیدہ کی اہمیت [583]......حضرت قبلہ خواجہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں[585]......حضرت قبلہ کی تاکیدی نصیحت[586]......

مذہب اہل السنۃ والجماعۃ [586]......امام ربانی حضرۃ مجدد الف ثانی کا ارشاد[587]......حضرت نانوتوی کا ارشاد[588]......عقائد اہل السنۃ والجماعۃ میں لکھا ہے:[589]......

مسئلہ ختم نبوت [590]......ختم نبوت کا مطلب[590]......عقیدہ ختم نبوت کی اہمیت[590]......عقائد اہل السنۃ والجماعۃ میں لکھا ہے:[591]......

قادیانی فتنہ[591]......مختصر تاریخ[591]......عقائد اہل السنۃ والجماعۃ میں لکھا ہے:[593]......

عظمت صحابہ[594]......عقائد اہل السنۃ والجماعۃ میں لکھا ہے:[594]......

رافضی فتنہ[595]......شیخ المشائخ کا فتویٰ[596]......چند شبہات کے جوابات[596]............(۱) تمام شیعہ تحریف کے قائل ہیں۔[596]...... حضرت لکھنوی کا فتویٰ[597]...... دار العلوم دیوبند کا فتویٰ[597]......(۲) اثناء عشریہ بطور فرقہ کافر ہیں[597]...... حضرت لکھنوی کا فتویٰ[598]...... مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی کا فتویٰ[598]......(۳) بعض اکابر کا تکفیر نہ کرنے کی وجہ![598]......(۴) سبِّ صحابہ بھی

سبب کفر ہے[599]......مفتی محمود رحمہ اللہ کا فتویٰ[599]......(۵) خلافت شیخین کا منکر بھی کافر[600]......
(۶) شیعہ کو اسلامی فرقہ کہنے کی وجہ[600]......تکفیر ضرور مگر نعرہ نہیں[601]...... امام اہل سنت رحمہ اللہ کا فرمان[602]...... حضرت تھانوی و دریا آبادی کا مکالمہ[602]...... دفاع صحابہ علماء کی شرعی ذمہ داری[605]......خلاصۂ بحث[606]......عقائد اہل السنۃ والجماعۃ میں لکھا ہے:[607]......
عظمت اہل بیت[607]......حب اہل بیت، اکابر کے ارشادات[607]......حضرت لاہوری کا فرمان[607]...... حضرت مدنی کا فرمان[607]...... حضرت مجدد الف ثانی کا فرمان[608]...... حضرت نانوتوی کا فرمان[608]......عقائد اہل السنۃ والجماعۃ میں لکھا ہے[609]......
خارجی فتنہ[611]......عقائد اہل السنۃ والجماعۃ میں لکھا ہے:[612]......
خلافت راشدہ[612]......خلافت دین کی اصل ہے[615]......خلافت راشدہ تیس سال کیوں؟[615]......عقائد اہل السنۃ والجماعۃ میں لکھا ہے:[616]......نعرۂ حق چار یار اور حضرۃ شیخ[616]......
حضرت حسین و یزید[617]......
یزیدی فتنہ[617]......حوالہ جات[618]......شیخ المشائخ مسلک دیوبند کے متبع[619]......یزید کے بارے اکابر دیوبند کا نظریہ، امام اہل سنت کا فتویٰ[619]......فسق یزید[620]......حضرۃ قبلہ کا مسلک[621]......
عقیدہ عصمت انبیاء[622]......
صحابہ کرام معیار حق ھیں[622]......حضرت لاہوری کا فرمان[622]......حضرت مجدد الف ثانی کا فرمان[623]......صحابہ کرام حق کا تھرمامیٹر[624]......
مودودی فتنہ[625]......عقائد اہل السنۃ والجماعۃ میں لکھا ہے:[625]......حضرت مدنی کا فرمان[626]......
عقیدہ حیات النبی[627]......عقائد اہل السنۃ والجماعۃ میں لکھا ہے:[627]......
مماتی فتنہ[629]......آغاز فتنۂ مماتیت[629]......تسکین الصدور پر حضرۃ قبلہ کی تقریظ[631]......
گجراتی فتنہ کے بانی کی کہانی......چشتی کی زبانی[632]......شربت تسکین الصدور کے ایجاد کی وجہ[632]......حکیم گجرات کے بخار کی شدت[634]......علاج کی کوشش[635]......عقیدہ حیات کے تحفظ کے لیے شیخ المشائخ اور خلفائے شیخ کی کاوشیں[637]......مماتی فتنہ......علمائے دیوبند کی نظر میں[638]......عقیدہ حیات النبی......قرآن وسنت کی روشنی میں[638]......عقیدہ حیات النبی......علماء دیوبند کی نظر میں[640]......
مختصر عقائد ونظریات اہل السنۃ والجماعۃ[644]......

عقیدہ کی اہمیت

جگمگاتے روشن محلات...... بلند وبالا ٹاورز......دلکش خوشنما بنگلوں......آسمان سے باتیں کرتے عالیشان پلازوں......دلوں کو لبھاتی حسین وجمیل مساجد......اور......اذان اسلامی کے خوشگوار لہجوں سے فضا کو معطر ومنور اور دلوں کو سرمست کرتے فلک بوس میناروں سمیت دنیا کی ہر عمارت کی ......خوبصورتی، پائیداری، مضبوطی اور طمطراق......اس اساس اور ''بنیاد'' پر قائم ہے جسے......اس کے ماہر فن معماروں اور جفاکش عمالوں نے بڑی محنت وتوجہ سے ٹھوس، خالص اور اعلیٰ میٹیریل سے زیر زمین قائم کیا۔اگر کوئی ''بنیاد'' ٹیڑھی، کمزور، ناقص یا بے ڈھنگی ہو تو اسپر درست عمارت کا قیام ناممکن ہے اور اگر کوئی کاریگر ہاتھ کے کمال سے ناقص مٹیریل سے قائم ''بنیاد'' پر عمارت کا ڈھانچہ کھڑا بھی کر دے تو لمحوں میں وہ زمین بوس ہوکر اس معمار کا منہ چڑا رہی ہوتی ہے۔

ایسے ہی دین اسلام بلکہ ہر مذہب کی ''بنیاد'' اس کے ''عقائد وافکار'' اور ''نظریات'' پر رکھی جاتی ہے۔جس پر انسان اپنے اعمال وافعال، نیکی وپارسائی، تقویٰ وطہارت اور حسنات کو قائم کرتا ہے......عقل ودانش کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اگر ''حسی بنیاد'' صحیح اور مضبوط ہوگی تو اس پر تعمیر کی جانے والی عمارت بھی مضبوط وپائیدار ہوگی۔اور اگر کسی کا عقیدہ اور نظریہ درست نہیں تو اس پر قائم شدہ اعمال کو قرآن مقدس میں **"كَرَمَادِ نِ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ"** سے تعبیر کیا گیا ہے۔گویا بد عقیدہ کا عمل راکھ کا ڈھیر ہے جو بظاہر تو بڑا معلوم ہوتا ہے لیکن اس کا وزن نہیں ہوتا اور معمولی ہوا بھی اسے اڑا کر کالعدم کر دیتی ہے۔یعنی عقیدہ فاسد ہوا نہیں، قصر اعمال میں دراڑ پڑی نہیں۔نیز اعمال کا ڈھانچہ بغیر عقائد کے ایسا ہے جیسا کہ جسم بغیر روح کے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اعمال کا وزن ایمان سے ہے، جو عمل بھی ایمان کے بغیر کیا جائیگا اُس کا اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی وزن نہیں۔اسی لیے بد عقیدہ کا عمل مردود ہے۔

کوئی بھی جماعت، مذہب یا ادارہ اپنے افکار ونظریات اور عقائد کی وجہ سے باقی رہتا ہے، جس کا مسلک کا انحصار عقائد پر نہ ہو وہ کبھی بقا نہیں پا سکتا۔نیز تخلیق انسان کا مقصد معرفت الٰہیہ ہے، اور معرفت الٰہیہ کا حصول عقائد ونظریات کی درستگی کے بغیر ناممکن ہے۔لہٰذا عقیدہ کی تصحیح تخلیق انسان کے مقاصد میں شامل ہے۔اعمال کا مقصد تو تکمیل ایمان وتحفیظ ایمان ہے، کیونکہ اعمال صالحہ کے ترک کر دینے اور بد اعمالیوں کے اپنانے سے ایمان کے ضائع ہو جانے کا خطرہ ہے، جو اس دنیا کا سب سے بڑا خطرہ ہے حتیٰ کہ جان، مال، عزت اور آبرو کے ضیاع سے بھی بڑا۔اس لیے اعمال کو لازم قرار دیا گیا۔

مغفرت خداوندی کا وعدہ......ابدی نجات اور دخولِ جنت کا مدار بھی نفس ایمان پر ہی ہے، ارشاد

باری تعالیٰ ہے ''**اِنَّ اللّٰہ لَایَغفِرُ اَن یُّشرَکَ بِہٖ وَیَغفِرُ مَا دُونَ ذَالِکَ لِمَن یَّشَاءُ**'' [بےشک اللہ نہیں بخشتا اسکو جواس کا شریک کرے، اور بخشتا ہے اس سے نیچے کے گناہ جس کے چاہے (ترجمہ شیخ الہند رحمہ اللہ)]...... نیز جنت کا وعدہ بھی فقط ایمان والوں ہی سے فرمایا، ''**وَعَدَاللّٰہ المُؤ مِنِینَ وَالمُؤمِنٰتِ جَنّٰتٍ**'' ...... [وعدہ دیا ہے اللہ نے ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو باغوں کا (ترجمہ شیخ الہند رحمہ اللہ)] بے ایمان کبھی جنت میں نہ جاسکے گا، ارشاد خداوندی ہے ''**حَتّٰی یَلِجَ الجَمَلُ فِی سَمِّ الخِیَاط**'' [(کفار ہرگز جنت میں نہ جاسکیں گے) حتی کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہوجائے۔] یعنی جیسے سوئی کے ناکے سے اونٹ کا گزرنا حال وناممکن ہے ایسے ہی کافر کا بہشت میں داخلہ ناممکن ہے۔ اور بدعقیدہ نہ صرف یہ کہ جنت میں نہ جاسکے گا بلکہ جنت کی معمولی نعمت سے بھی محروم رہے گا۔ ان کے بارے میں ارشاد ربانی ہے، (اہل نار، اصحاب جنت سے کہیں گے کہ) ''**اَن اَفِیضُوا عَلَینَا مِنَ المَاءِ اَو مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰہ**'' اللہ نے تمہیں جو نعمتیں دی ہیں ان میں سے کچھ پانی ہی ہمارے اوپر بہادو، یا کچھ کھانے کی چیز دے دو، تو جنتی جواب دیں گے کہ ''**اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَهُمَا عَلَی الکَافِرِینَ**'' کہ اللہ نے یہ دونوں چیزیں (بلکہ جنت کی ہر نعمت) کافروں پر حرام کردی ہے۔

اہل ایمان کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے ''**قُل مَن حَرَّمَ زِینَتَ اللّٰہِ الَّتِی اَخرَجَ لِعِبَادِہٖ وَالطَّیِّبٰتِ مِنَ الرِّزقِ، قُل هِیَ لِلَّذِینَ آمَنُوا فِی الحَیٰوۃِ الدُّنیَا خَالِصَةً یَّومَ القِیَامَةِ**'' [تو کہہ! کس نے حرام کیا اللہ کی زینت کو جو اس نے پیدا کی ہے اپنے بندوں کے واسطے، اور ستھری چیزیں کھانے کی، تو کہہ! یہ نعمتیں اصل میں ایمان والوں کے واسطے ہیں دنیا کی زندگی میں، خالص انہی کے واسطے ہیں قیامت کے دن (ترجمہ: شیخ الہند رحمہ اللہ)] کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی تمام نعمتیں بھی اہل ایمان کے لیے پیدا کی ہیں، کفار کو ان کے صدقے مل رہی ہیں، وہ بھی اس لیے کہ آخرت میں ان کا کوئی حصہ نہیں۔ تو کافر کو دنیا میں جو روزی اور زینت حاصل ہے وہ بھی اہل ایمان کی برکت سے۔

روز قیامت خداوند قدوس ایمان کی برکت سے ہر ایک ایماندار کی طرف فرداً فرداً خصوصی توجہ اور نظر رحمت فرمائیں گے، ''ادخلی جنتی'' ایک ایک کو (پیار سے) خطاب ہوگا میرے بندے! تو بھی جا!، تو بھی جا!۔۔۔جبکہ کفار کے بارے میں ارشاد ہوگا ''ادخلوا ابواب جھنم'' دفع ہوجاؤ سب جہنم میں!، چنانچہ سب کو اکٹھے ہی ہانک دیا جائیگا۔

راقم کے استاد گرامی مولانا علی شاہ صاحب مدظلہ راوی ہیں کہ ''شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمہ اللہ کے ایک شاگرد جو چشتیاں میں رہائش پذیر تھے (نام اب یاد نہیں) اپنے درس میں فرمایا کرتے تھے کہ قرآن

مقدس میں عذاب کی جس قدر بھی آیات ہیں بدعقیدہ کفار کے لیے ہیں، مسلمان کو عذاب نہیں ہوگا، البتہ جن اہل ایمان کو جہنم میں ڈالا جائیگا وہ ان کی تطہیر کی خاطر ہوگا نہ کہ تعذیب کی خاطر۔“

چونکہ مغفرت کا وعدہ نفسِ ایمان پر ہے اس لیے قرآن وحدیث میں عقائد کی درستگی پر بہت زور دیا گیا ہے، حضرات فقہاء وعلماء کرام نے اپنی تحریروں میں اس کی خوب وضاحت فرمائی ہے۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ میری شفاعت میری امت کے اہل کبائر کے لیے ہوگی، [نہ کہ بدعقیدہ لوگوں کے لیے] گویا بدعقیدہ خدا کی نظر رحمت سے بھی محروم ہوگا اور آقا دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔

اور یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ اعمال میں تو وسعت کی راہیں کھلی ہیں لیکن عقیدہ کے اندر فقط ایک ہی بات صحیح ہوتی ہے، گویا عقائد کی گرہیں ایک ہی جگہ لگتی اور ایک ہی جگہ کھلتی ہیں۔اسی لیے عقائد کے اختلاف کو اصولی اختلاف کہا جاتا ہے، جبکہ اعمال کا اختلاف فروعی اختلاف کہلاتا ہے۔

اور عقائد کا صرف جاننا کافی نہیں ہوتا، بلکہ ماننا بھی ضروری ہے، ورنہ مشرکین مکہ اور یہود مدینہ اس بات سے بخوبی واقف تھے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حق پر ہیں جانتے تھے،لیکن مانتے نہیں تھے، اس لیے ہمیشہ کے عذاب میں مبتلا ہوئے۔

اور درست عقائد کی پہچان کے لیے ہر عاقل بالغ کی جماعت سے وابستگی ضروری ہے، فرمان نبوی ہے **”عَلَيكُم بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ المَهدِيِّين“** [تم پر میری اور میرے خلفائے راشدین مہدیین کی سنت لازم ہے۔] نیز فرمایا **”مَا اَنَا عَلَيه واَصحَابِی“** گویا جماعت صحابہ کو نشان نجات قرار دیا۔ایک اور حدیث پاک کا مفہوم ہے ”جو شخص جماعت سے بالشت بھر جدا ہو گیا اس نے اسلام کا قلادہ اپنے گلے سے نکال دیا“۔ مذکورہ احادیث کی روشنی میں علماء کرام نے جماعت سے وابستگی کو واجب قرار دیا ہے، اور جو عقائد میں جماعت کا پابند نہ ہو وہ گمراہی اور ضلالت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں اور ظلمات میں تو ہو سکتا ہے اسلام کے نورانی حصار میں نہیں۔

آج کے اس پرفتن دور میں اگر کوئی جماعت عقائد حقہ وافکارِ صحیحہ اپنائے ہوئے ہے تو وہ صرف اہل السنۃ والجماعۃ علماء دیوبند ہیں، اس لیے ہر مسلمان کے لیے لازم ہے کہ اکابرین علماء دیوبند کے دامن کو مضبوطی سے تھامے رکھے اور انہی کے نقش قدم پر زندگی گزارے۔

حضرت قبلہ شیخ المشائخ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”اس کائنات میں انسان کی سعادت اور فرض شناسی، احکام خداوندی کی اتباع میں ہے۔احکام

خداوندی میں بعض کا تعلق عقائد سے اور بعض کا اعمال سے ہے۔عقائد کی اہمیت اعمال سے کئی گنا زیادہ ہے، کیونکہ ابدی نجات کا مدار عقائد ہیں۔عقائد کے بغیر اعمال، جسمِ بے روح ہیں۔عمل کی کوتاہی اور فروگزاشت سے چشم پوشی کی بفضل حق جل شانہ امید ہوسکتی ہے لیکن عقیدہ کی باز پرس معاف نہیں ہوگی۔

ہر دور میں اسلامی عقائد کے صحیح ترجمان وحاملین اور جادہ حق واعتدال کے پیروکار اہل السنۃ والجماعۃ رہے ہیں۔افراط وتفریط سے اپنا دامن بچا کے سلف صالحین سے وابستگی کو اپنا شعار اور راہِ نجات تصور کیا۔

زمانہ حاضر کی ایمان سوز فضاؤں میں عقائد کی درستگی کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔عالم اسلام کو اس وقت عالمی ارتداد کا سامنا ہے، جدید اسلامی فکر وروشن خیالی اور اعتدال پسندی کے عنوان سے زندیقیت والحاد کی راہیں ہموار ہو رہی ہیں۔ایسے پرسوز حالات میں اکابر اہل السنۃ والجماعۃ سے نظریاتی وابستگی کا اہتمام انتہائی اہم ہے۔

حضرت قبلہ کی تاکیدی نصیحت:

اس مجموعہ ''عقائد السنۃ والجماعۃ'' کو ہر طبقۂ فکر تک عام کیا جائے۔دینی مدارس کے طلباء کو اہتمام سے اس کی تعلیم کرائی جائے۔سکول وکالجز اور دیگر شعبوں سے وابستہ مسلمانوں کو بھی اس سے بھرپور استفادہ کرنا چاہیے۔خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف سے وابستہ حضرات کو بالخصوص تاکیدی گزارش ہے کہ اپنے عقائد کی حفاظت اور درستگی کے لیے اس مجموعہ کو حرزِ جاں بنائیں۔غور وخوض سے مطالعہ فرمائیں۔اپنی اولاد کو بھی انہیں عقائد پر کاربند فرمائیں۔انشاءاللہ یہ صراطِ مستقیم دنیوی واُخروی فلاح کا ذریعہ ثابت ہوگا۔

(''عقائد اہل السنۃ والجماعۃ'' ص 26 طبع چہارم)

حضرت قبلہ کی اسی نصیحت کے پیش چند اہم نظریات پر کچھ روشنی ڈالی ہے، تاکہ قارئین جان سکیں سکیں کہ اس بارہ میں حضرت شیخ المشائخ سمیت جملہ اکابرین اہل السنۃ والجماعۃ دیوبند کے نظریات کیا ہیں، اور موجودہ فتنوں کے دام فریب سے بچ سکیں۔واللہ الموفق

مذهب اهل السنة والجماعة

اسلام کے نام پر امت مسلمہ کے اندر جتنے فرقے آپس میں اصولی اور بنیادی اختلاف رکھتے ہیں ان میں صرف ایک ہی فرقہ (گروہ) جنتی ہوسکتا ہے، جس کا امتیازی نام ''اہل السنۃ والجماعۃ'' ہے۔اور اہل السنۃ والجماعۃ کا فرقہ ناجیہ ہونا خود رسول رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے اس معجزانہ ارشاد سے ثابت ہے جو

ترمذی شریف میں منقول ہے۔

ترجمہ: اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹے گی، سوائے ایک فرقہ کے باقی سب دوزخ میں جائیں گے، لوگوں نے عرض کی یارسول اللہ! وہ کون سا فرقہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا (جو اس طریقہ پر ہوں گے) جس طریقہ پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔

امام ربانی رحمہ اللہ کا ارشاد:

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ ۷۳ فرقوں والی پیشگوئی کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''اس میں کوئی شک نہیں کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی پیروی کو لازم پکڑنے والے اہل السنۃ والجماعۃ ہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی کوشش کو قبول فرمائیں۔

پس اہل سنت ہی نجات پانے والا فرقہ ہیں، کیونکہ اصحاب رسول پر جو لوگ طعن کرتے ہیں وہ ان کی پیروی سے محروم ہیں اور اصحاب پر طعن کرنا دراصل پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن کرنا ہے۔ جس نے اصحاب کی عزت نہ کی وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لایا۔'' الخ

(مکتوبات مجدد الف ثانی جلد اول ص ۱۰۵)

چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا استثناء ''ما انا علیہ'' کے ساتھ ''واصحابی'' کے ارشاد سے تمام صحابہ کرام کو نہ صرف جنتی بلکہ ان کے طریقہ کی پیروی کو جنتی ہونے کی علامت قرار دیا ہے، اس لیے جو فرقے یعنی رافضی اور خارجی وغیرہ سارے صحابہ کو برحق اور جنتی نہیں قرار دیتے وہ اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج ہیں اور ان بہتر (۷۲) ناری فرقوں میں شامل ہیں جن کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ اسی لیے امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ اہل السنۃ والجماعۃ ہونے کی شرط یہ قرار دیتے ہیں کہ تمام صحابہ کرام کو ماننے کے ساتھ حضرات شیخین یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ سے افضل مانا جائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دامادوں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت رکھی جائے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

''ترجمہ: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ سے افضل ماننا اور حضور کے داماد حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے محبت رکھنا اہل السنۃ والجماعۃ کی خصوصیات میں سے ہے۔ (مکتوبات مجدد الف ثانی جلد ۲ ص ۵۰۔۵۱)

حسب ضرورت اہل السنۃ والجماعۃ ہونے کی شرطوں میں سے داماد رسول حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت بھی مقرر ہے، تاکہ کوئی جاہل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی کے ساتھ بدظنی پیدا نہ کرسکے۔ پس حضرت امیر (علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ) کی محبت سنی ہونے کی علامت قرار پائی ہے اور جو آپ سے محبت نہیں رکھتا وہ اہل سنت سے خارج ہو گیا اور اس کا نام خارجی ہو گیا۔

حضرت نانوتوی رحمہ اللہ:

حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ بانی دارالعلوم دیوبند ارشاد فرماتے ہیں:

''الف......مذہب اہل سنت بشہادۃ کلام اللہ اور عترت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحیح اور مذہب شیعہ بشہادت کلام اللہ اور عترت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سراسر غلط ہے۔'' (ہدیۃ الشیعہ ص ۵)

نیز فرماتے ہیں:

''ب......آیات کثیرہ حقیت مذہب اہل سنت اور بطلان مذہب شیعہ پر دلالت کرتی ہیں۔'' (ایضاً ص ۱۳)

''ج......بلکہ اکثر آیات کلام اللہ، عقائد واحکام واصول وفروع مذہبِ شیعہ کو رد کرتی ہیں اور مذہب اہل سنت کی حقیت اور حقانیت پر شاہد ہیں۔'' (ایضاً ص ۱۴)

بطور نمونہ بعض اکابر کے ارشادات اہل سنت کی حقیت اور حقانیت کے ثبوت میں پیش کر دیئے ہیں، ورنہ علمائے حق نے ہمیشہ ''اہل السنۃ والجماعۃ'' کے عنوان پر ہی تبلیغ واشاعت فرمائی ہے۔

کیونکہ اسلام حقیقی وہی ہے جو حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت جامعہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت مقدسہ (صحابہ کرام) سے مابعد کی امت کو حاصل ہوا ہے۔ اس لیے سنت اور صحابہ کو ماننے والے ہی صحیح اہل اسلام ہو سکتے ہیں اور اہل السنۃ والجماعۃ کی یہ اصطلاح نہ صرف یہ کہ ''ما انا علیہ واصحابی'' اور دیگر آیات واحادیث سے ماخوذ ہے بلکہ انہی الفاظ کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے ثابت ہے۔ چنانچہ سورۃ آل عمران کی آیت ''یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ'' کے تحت تفسیر ابن کثیر میں ہے۔

''یعنی قیامت کے دن جبکہ اہل السنّت والجماعت کے چہرے روشن ہونگے اور اہل بدعت وفرقہ کے چہرے سیاہ ہونگے۔ یہ قول حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا ہے۔''

(۲)......تفسیر مظہری میں حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

''حضرت سعید بن جبیر حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے یہ آیت پڑھی اور فرمایا کہ اہل سنت کے چہرے سفید (روشن) ہوں گے اور اہل بدعت

کے چہرے سیاہ ہونگے۔‘‘

(۳)......تفسیر در منثور میں بھی علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عباس کا قول نقل کیا ہے جس میں ’’اہل السنّت والجماعت‘‘ کے الفاظ ہیں۔

(۴)...... بلکہ تفسیر در منثور کی ایک دوسری روایت میں تو خود نبی کریم رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ’’اہل السنّت‘‘ کے الفاظ ثابت ہیں۔

’’حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت ”یوم تبیض وجوہ تسود وجوہ“ کے تحت فرمایا کہ اہل سنت کے چہرے قیامت کے دن روشن ہونگے اور اہل بدعت کے چہرے سیاہ ہوں گے۔‘‘

(۵)......تاریخ کامل بن اثیر جلد چہارم مطبوعہ بیروت ص ۶۲ میں ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے میدان کربلا میں اپنے مخالفین سے خطاب کرتے ہوئے یہ فرمایا تھا کہ:

’’تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے اور میرے بھائی (حضرت امام حسنؓ) سے فرمایا تھا کہ تم دونوں اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہو اور اہل سنت کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہو۔‘‘

(۶)......شیعہ مذہب کی مستند کتاب ’’احتجاج طبرسی‘‘ میں روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بصرہ میں خطبہ دے رہے تھے تو ایک شخص نے آپ سے دریافت کیا کہ اہل سنت اور اہل بدعت کون ہیں؟ تو آپ نے فرمایا:

’’اور اہل سنت وہ ہیں جو اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر فرمودہ طریقے کو مضبوطی سے پکڑنے والے ہیں۔ اگرچہ وہ تھوڑے ہوں۔ اور اہل بدعت وہ ہیں جو اللہ اور اس کی کتاب اور اس کے رسول کے حکم کے مخالف اور اپنی رائے اور اپنی خواہشات پر عمل کرنے والے ہوں۔ اگرچہ وہ زیادہ ہوں۔‘‘

ان حوالجات سے ثابت ہوا کہ اہل حق کیلئے ’’اہل السنّت والجماعت‘‘ کی اصطلاح دورِ رسالت اور دورِ صحابہ کرام میں معروف تھی۔ ورنہ شیعہ مذہب کی کتاب میں اہل حق کیلئے حضرت علی المرتضیٰؓ کی زبان سے اہل سنت کی اصطلاح منقول نہ ہوتی۔

چنانچہ ’’عقائد اہل السنۃ والجماعۃ‘‘ میں لکھا ہے:

’’بنی اسرائیل بہتر (۷۲) فرقوں میں بٹی تھی، امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام تہتر فرقوں میں بٹے گی، ان میں سے ایک فرقہ ناجیہ ہوگا باقی اپنے غلط عقائد و نظریات کی بناء پر دوزخ میں جائیں گے۔ فرقہ

ناجیہ کو حدیث میں "ما انا علیہ واصحابی" سے تعبیر فرمایا گیا ہے، جس کا معنیٰ ''اہل السنۃ والجماعۃ'' ہے۔

فرقہ ناجیہ یا اہل السنۃ والجماعۃ کون ہیں، ان کی چند علامات ذکر کی جاتی ہیں:

اہل السنۃ والجماعۃ وہ ہیں جو قرآن کریم، سنت نبوی اور صحابہ کرام کے طریق پر بڑی مضبوطی کے ساتھ قائم ہیں۔ جو تنازع اور اختلاف کے وقت کلام اللہ، اور کلام الرسول کی طرف رجوع کرتے ہیں اور ان پر کسی کے قول کو مقدم نہیں کرتے، جو تمام اسلامی عقائد کو ان کی صحیح اور اصلی شکل میں قبول کرتے ہیں اور کسی بھی عقیدے کے بارے میں غلو یا افراط وتفریط کا شکار نہیں ہوتے۔ جو کسی بھی طور غیر اللہ کی عبادت نہیں کرتے، غیر اللہ سے حاجتیں مرادیں نہیں مانگتے، غیر اللہ کو دعاء اور استعانت کے لیے نہیں پکارتے، غیر اللہ کی نذر و نیاز نہیں مانتے اور غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح نہیں کرتے۔ جو اپنی تمام عبادات، معاملات، سلوک اور زندگی کے طور طریقوں میں سنت کو اختیار کرتے ہیں اور ہر قسم کی بدعات وخرافات سے بچتے ہیں۔ جو اللہ اور اس کے رسول کو معصوم سمجھتے ہیں، ان کے علاوہ امت میں سے کسی کو معصوم نہیں سمجھتے اور نہ ہی امت میں کسی کے ہر قول کو بلا احتمال خطاء، صواب قرار دیتے ہیں۔ (البتہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو محفوظ ضرور تسلیم کرتے ہیں [خادم، حمزہ]) جو تمام صحابہ کرام، اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم، اولیاء اللہ اور ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ کا احترام کرتے اور غیر مجتہد کے لیے تقلید کو ضروری قرار دیتے ہیں۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہیں اور اس میں طرق مبتدعہ سے اجتناب کرتے ہیں۔ (''عقائد اہل السنۃ والجماعۃ'' ص 251 طبع چہارم)

مسئلہ ختم نبوت

ختم نبوت کا معنیٰ اور مطلب:

اللہ رب العزت نے سلسلۂ نبوت کی ابتداء سیدنا آدم علیہ السلام سے فرمائی اور اس کی انتہاء محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر فرمائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہوگئی۔ آپ آخر الانبیاء ہیں آپ کے بعد کسی کو نبی نہیں بنایا جائے گا۔ اس عقیدہ کو شریعت کی اصطلاح میں عقیدۂ ختم نبوت کہا جاتا ہے۔

عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت:

ختم نبوت کا عقیدہ ان اجماعی عقائد میں سے ہے، جو اسلام کے اصول اور ضروریات دین میں شمار کیے گئے ہیں، اور عہد نبوت سے لے کر اس وقت تک ہر مسلمان اس پر ایمان رکھتا آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بلا کسی تاویل وتخصیص کے خاتم النبیین ہیں۔

الف......قرآن مجید کی ایک سو (100) آیات کریمہ

ب......رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث متواترہ (دوسودس [210] احادیث مبارکہ) سے یہ مسئلہ ثابت ہے۔

ج......آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا سب سے پہلا اجماع اسی مسئلہ پر منعقد ہوا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ حیات میں اسلام کے تحفظ ودفاع کے لیے جتنی جنگیں لڑی گئیں، ان میں شہید ہونے والے صحابہ کرام کی کل تعداد ۲۵۹ ہے۔اور عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ ودفاع کے لیے اسلام کی پہلی جنگ جو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مسیلمہ کذاب کے خلاف یمامہ کے میدان میں لڑی گئی، اس ایک جنگ میں شہید ہونے والے صحابہ اور تابعین کی تعداد بارہ سو (1200) ہے۔(جن میں سے سات سو، قرآن مجید کے حافظ اور عالم تھے۔) (آئینۂ قادیانیت)

چنانچہ عقائد اہل السنۃ والجماعۃ میں لکھا ہے:

۷......حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت اور کتاب، گزشتہ تمام شریعتوں اور کتابوں کے لیے ناسخ ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک کوئی نبی آئے گا، جو آپ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے، وہ بلا شبہ کافر ومرتد اور زندیق ہے، اور اس کے ماننے والے بھی سب کافر ومرتد ہیں۔

۸......حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں، آپ کے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شخص کسی جھوٹے مدعیٔ نبوت سے دلیل یا معجزے کا مطالبہ کرے تو وہ بھی دائرہ اسلام سے خارج ہوجائے گا، اس لیے کہ یہ مطالبہ عقیدۂ ختم نبوت میں شک کے مترادف ہے۔ والا، فلا۔ (عقائد اہل السنۃ والجماعۃ، ص 100 طبع چہارم)

قادیانی فتنہ

قادیانی فتنہ ان باطل فرقوں میں ایک نہایت خطرناک فرقہ اور تحریک ہے جو براہِ راست عقیدۂ ختم نبوت پر حملہ آور ہو کر اسلام کے روشن اور تابناک چہرے کو داغدار کرنے اور مسلمانوں میں انتشار وافتراق پیدا کرنے کے لیے، دشمنان اسلام اور شاطران فرنگ کے درپردہ سازش سے وجود میں آئی۔

پنجاب میں ضلع گورداس پور کے قصبہ قادیان کے باشندے مرزا غلام احمد قادیانی نے انگریزوں کی شہ پر اپنی تحریک شروع کی، ابتداء میں اپنے دجل وفریب میں مسلمانوں کو گرفتار کرنے کے لیے عیسائی پادریوں سے مناظروں اور مباحثوں کا سلسلہ شروع کیا، ناواقف سادہ لوح مسلمانوں میں ان کا وقار اور اعتبار

بڑھنے لگا تو اسی دور کی اپنی کتاب ''براہین احمدیہ'' میں اپنے ''مجدد''، ''مامور'' اور ''ملہم من اللہ'' ہونے کا دعویٰ کیا۔۱۸۸۸ء میں اعلان کیا کہ مجھے بیعت لینے اور ایک جماعت تیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے، اس اعلان کے بعد ۲۳ مارچ ۱۸۸۸ء میں لدھیانہ کے چالیس لوگوں نے مرزا کے ہاتھ پر بیعت کی، یہ فتنہ قادیانیت کا نقطۂ آغاز تھا۔۱۸۹۰ میں مرزا نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا اور یہ بھی واضح کیا کہ مجھ پر ایمان لانا تمام مسلمانوں کے لیے ضروری ہے۔مرزا محمود پسر مرزا غلام احمد قادیانی نے اس عقیدے کا اظہار اس طرح کیا ہے:

> ''کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے، خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا، وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔(آئینہ صداقت: ص ۳۵)

چنانچہ قادیانیوں نے دنیا بھر کے ان تمام مسلمانوں کو جو مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی نہیں مانتے، کافر کہہ کر اپنی الگ ایک جماعت بنالی، اس گروہ نے اپنی سیاسی سرگرمیاں بھی جاری رکھیں اور مرزا نے اپنے آپ کو انگریز کا خود کاشتہ پودا بتایا۔(تبلیغ رسالت: ج ۷، ص ۱۹)

قادیانیوں کی یہ سرگرمیاں ارباب فکر ونظر کے لیے تشویش کا باعث بنیں، علماء دیوبند اور ہندوستان کے باغیرت مسلمانوں نے اس فتنے کی تخریب کاری اور خطرناکی کو پوری طرح محسوس کیا اور اس کے خلاف اپنی تمام توانائیوں کے ساتھ میدان عمل میں آگئے۔۱۳۳۱ھ میں امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی رحمہما اللہ نے فتویٰ صادر فرمایا کہ:

''مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے متبعین درجہ بدرجہ مرتد، زندیق، ملحد، کافر اور فرقہ ضالہ میں یقیناً داخل ہوں گے۔''

اس فتنے کے تعاقب کے لیے اس وقت علماء کرام کی ایک جماعت سامنے آئی۔حضرت علامہ مولانا انور شاہ کشمیری، مولانا محمد علی مونگیری، مولانا محمد یوسف بنوری، مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا احمد علی لاہوری، مولانا عبدالشکور فاروقی، مفتی محمد شفیع دیوبندی، مولانا غلام مرتضیٰ حسن چاند پوری، مولانا محمد علی جالندھری رحمہم اللہ اجمعین وغیرہ نے قادیانیت کی تردید کو اپنی زندگی کا عنوان قرار دیا، اور اس فتنے کا بھرپور تعاقب کیا، ردقادیانیت پر ہزاروں کتابیں منظر عام پر آگئیں۔

بالآخر قادیانی گروہ تقسیم ملک کے بعد مایوسی کا شکار ہوا، اور اس کو راہِ فرار اختیار کرنی پڑی، ہندوستان چھوڑ کر یہ گروہ پاکستان منتقل ہوگیا اور اپنا وہاں مستقر بنایا، ۱۹۵۳ء میں پاکستانی حکومت نے قادیانی کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔

پاکستان کی زمین بھی قادیانیوں کے لیے تنگ ہوتی نظر آئی۔ اگر یہ فتنہ کسی اسلام دشمن تحریک کی سازش کا نتیجہ نہ ہوتا تو ان حالات میں اس کا وجود بھی باقی نہ رہتا جیسا کہ گزشتہ سطور میں عرض کیا کہ انگریزوں نے خوب سوچ سمجھ کر اس فتنے کو قائم کیا اور ہر طرح سے اس کو تحفظ فراہم کیا تھا۔ اس لیے اب قادیانی سربراہ ''مرزا طاہر'' لندن فرار ہو گیا۔ (ماہنامہ ''ندائے شاہی'' مراد آباد، انڈیا...... ''فدائے ملت نمبر'' ص ۱۹۴)

علماء دیوبند نے اس فتنے کا تعاقب لندن سمیت پوری دنیا میں جاری رکھا۔ حضرت قبلہ شیخ المشائخ رحمہ اللہ اس تحریک کے سرپرست وراہنما رہے۔ اور تمام زندگی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کے تحفظ میں کھپا دی۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں شاہین ختم نبوت مولانا اللہ وسایا مدظلہ کا مضمون ''میر کارواں کی رحلت!'' باب نمبر 2۔

عقائد اہل السنۃ والجماعۃ میں لکھا ہے:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک کوئی شخص منصب نبوت پر فائز نہیں ہوسکتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے وہ مرتد اور زندیق ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے ۱۸۹۱ء میں مسیح موعود ہونے کا، ۱۸۹۹ء میں ظلی بروزی نبی ہونے کا اور بالآخر ۱۹۰۱ء میں مستقل صاحب شریعت نبی ہونے کا دعویٰ کیا۔

مرزا اپنے ان جھوٹے دعووں کی بنا پر کافر و مرتد اور زندیق ٹھہرا، اور اس کو نبی ماننے والے بھی کافر و مرتد اور زندیق ٹھہرے۔

مرزا کو ماننے والے دو طرح کے لوگ ہیں:

۱۔ قادیانی ۲۔ لاہوری

قادیانی مرزا کو اس کے تمام دعووں میں سچا مانتے ہیں۔ لہٰذا جو لوگ اسلام سے برگشتہ ہو کر قادیانی ہوئے وہ مرتد کہلائیں گیا ور جو پیدائشی قادیانی ہیں وہ زندیق کہلائیں گے۔

اگر لاہوری کہیں کہ ہم قادیانی کو نبی نہیں مانتے، اول تو یہ بات خلاف حقیقت اور غلط ہے، اور اگر تسلیم بھی کر لی جائے تو وہ اس کو مجدد، مہدی اور مامور من اللہ وغیرہ ضرور مانتے ہیں، اور جھوٹے مدعیٔ نبوت کو صرف مسلمان سمجھنے سے آدمی کافر و مرتد ہو جاتا ہے، لہٰذا قادیانی جماعت کے دونوں گروہ قادیانی اور لاہوری کافر و مرتد ہیں۔ (عقائد اہل السنۃ والجماعۃ، ص 219 طبع چہارم)

عظمت صحابہ

چونکہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشاد "ماانا علیہ واصحابی" میں اپنی سنت کی پیروی کے ساتھ اپنے اصحابؓ کے طریقہ کی پیروی کو بھی اہل جنت کی نشانی قرار دیا ہے اس لئے علمائے حق اور اکابر اہل سنت ہمیشہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شرعی عظمت کی تبلیغ و تعلیم اور اس کی حفاظت و نصرت کا فریضہ سرانجام دیتے رہے ہیں اور اسی بنا پر وہ منکرین و مخالفین صحابہ کی تردید کرتے چلے آئے ہیں۔اور یادگار سلف حضرت شیخ المشائخ رحمہ اللہ نے بھی دوسرے اعتقادیات کی طرح عظمت صحابہ کے شرعی مقام کی تبلیغ و حفاظت پائی ہے۔

''عقائد اہل السنۃ والجماعۃ'' میں لکھا ہے کہ:

ا......صحابی اسے کہتے ہیں کہ جس نے بحالت ایمان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہو یا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بحالت ایمان دیکھا ہو،اور ایمان پر اس کا خاتمہ ہوا ہو۔

۲......انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد تمام انسانوں میں سے سب سے افضل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔

۳......صحابہ کرام میں سے سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں، پھر عشرہ مبشرہ میں سے باقی چھ صحابہ دوسرے تمام صحابہ سے افضل ہیں، ان چھ کے نام یہ ہیں، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت سعید بن زید اور حضرت ابوعبیدۃ بن الجراح رضی اللہ عنہم، پھر اصحاب بدر، پھر اصحاب اُحد، پھر اصحاب بیعت رضوان، پھر فتح مکہ سے پہلے اسلام لانے والے اور غزوات میں شریک ہونے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فتح مکہ کے بعد اسلام لانے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے افضل ہیں۔

۴......تمام صحابہ عادل، مومنِ کامل اور جنتی ہیں۔

۵......قیامت تک کوئی بڑے سے بڑا ولی کسی ادنیٰ صحابی کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتا۔جس طرح کوئی ولی یا صحابی کسی نبی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔

۲۱......اللہ تعالیٰ نے دنیا ہی میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اپنی رضا کا اعلان فرمادیا، کہ اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔

۲۲......اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ کرم رضی اللہ عنہم سے مشورہ کرنے کا حکم دیا، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد مواقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ فرمایا۔

۲۳......صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے خلافت وحکومت اور اسلامی سلطنت عطا فرمانے کا وعدہ فرمایا اور خلافت راشدہ کی صورت میں اس وعدہ کو پورا فرمایا۔ کہ قیامت تک اس اسلامی فرمانروائی کی نظیر نہیں پیش کی جاسکتی۔

۲۴......صرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریق پر ایمان لانے کو معتبر قرار دیا، اس کے علاوہ طریقوں کو گمراہی اور بدبختی سے تعبیر کیا۔

۲۵......اللہ تبارک وتعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان، تقویٰ اور قلبی کیفیات کا امتحان لے کر انہیں کامیاب قرار دیا اور مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا۔

۲۶......اللہ تبارک وتعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قلوب کو ایمان کے ساتھ مزین فرمایا، ان کے دلوں میں ایمان کی محبت ڈال دی، اور کفر وفسوق اور عصیان کو ان کے لیے ناپسند قرار دیا۔

۲۷......صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا متبع اور پیروکار قرار دیا۔

۲۹......حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنی امت میں سب سے بہترین قرار دیا۔

۳۰......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ محبت کو اپنے ساتھ محبت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ بغض کو اپنے ساتھ بغض قرار دیا۔

(''عقائد اہل السنۃ والجماعۃ'' ص 177 تا 185 طبع چہارم)

رافضی فتنہ

رافضیت امت مسلمہ میں پیدا ہونے والا سب سے پہلا اور قدیم فتنہ ہے۔ تین وجوہ سے اس پر علماء امت اور اکابرین اہل السنۃ والجماعۃ علماء دیوبند نے فتویٰ کفر جاری کیا۔

''حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے ''ردِّ روافض'' میں رافضیوں کے مسلمان نہ ہونے کے تین وجوہ بیان فرمائے ہیں۔ [۱] وہ اس قرآن کو اصلی قرآن نہیں مانتے۔ اور ظاہر بات ہے کہ جو شخص موجودہ قرآن کو اصلی قرآن نہ مانے وہ کیسے مسلمان ہوسکتا ہے؟ [۲] یہ مہاجرین وانصار صحابہ کو کافر کہتے ہیں جبکہ رب تعالیٰ نے ان کے متعلق فرمایا ہے ''**اولئک هم المؤمنون حقاً**'' یہ پکے مومن ہیں۔ اور چھبیسویں پارے میں فرمایا ''**لقد رضی**

اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ" البتہ تحقیق راضی ہوگیا اللہ ان ایمان والوں سے جنہوں نے آپ کی بیعت کی درخت کے نیچے۔[۳] یہ ائمہ کو معصوم مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اماموں پر وحی نازل ہوتی ہے۔تو پھر نبی اور امام میں کیا فرق ہوا؟ گویا یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بارہ نبی مانتے ہیں یہ ختم نبوت کا انکار ہوا۔[**ذخیرۃ الجنان** جلد۸ص۱۲۸]

۱۴۰۷ھ میں جب مناظر اسلام حضرت مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ ایک استفتاء مرتب کر کے برصغیر پاک وہند کے علماء سے شیعہ کے کفر واسلام کے بارے فتویٰ طلب کیا تو جملہ اکابرین نے علی الاطلاق شیعہ کے کفر کا فتویٰ دیا۔(چند ایک نے نہ دیا ہو تو ان میں دو قسمیں ہیں،بعض نے بدعتی کہا ہے تو عرض ہے کہ علامہ حیدری شہید رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ بدعت دو قسم پر ہے[۱] بدعت ضالہ[۲] بدعت کفریہ۔جن اکابر نے شیعہ کو بدعتی کہا ہے ان کی مراد یہی دوسری قسم ہے۔لہٰذا یہ بھی تکفیر کے درجے میں ہے۔اور بعض جنہوں نے تکفیر کا انکار کرتے ہوئے بدعت کا فتویٰ لگایا ہے راقم کے خیال کے مطابق اسے اُن کا تفرد ہی کہا جاسکتا ہے۔بہر حال جمہور اہل السنۃ والجماعۃ علمائے دیوبند کا مسلک یہی ہے۔) اور کفر کی وجوہات وہی ہیں یعنی [۱] عقیدہ تحریف قرآن۔[۲] قذف عائشہ۔[۳] سب وتکفیر صحابہ۔[۴] عقیدہ امامت۔وغیرہ

شیخ المشائخ حضرۃ قبلہ رحمہ اللہ کا فتویٰ:

فقیر مندرجہ فتاویٰ سے متفق ہے،شیعہ اپنے کفریہ عقائد کی وجہ سے بلاشبہ کافر ہیں۔

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ

خانقاہ سراجیہ۔کندیاں شریف

[ماہنامہ ''بینات'' اشاعت خاص ص۲۰۹]

چند شبہات کے جوابات

(۱)......بعض ناواقف دوست یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ بعض شیعہ ایسے بھی ہیں جن کے یہ عقائد نہیں ہیں،ان کے بارہ میں کیا رائے ہے؟

الجواب:

تو عرض ہے کہ موجودہ دور کے تمام شیعہ کافر ہیں،پہلے زمانہ میں ضرور ایسے شیعہ موجود تھے۔لیکن اب نہیں ہیں۔اور اگر وہ ان عقائد کے قائل نہیں تو ان کے قائلین کی تکفیر کیوں نہیں کرتے؟

نیز ہمارے اکابرین نے لکھا ہے کہ شیعہ اگر ان عقائد کا انکار کرے تو بھی قبول نہیں کیونکہ تقیہ ان

کے مذہب کا جزو ہے۔ جیسا کہ خود ان کو اس بات کا اقرار ہے۔ ملاحظہ فرمائیں

اصولِ کافی (جو شیعہ مذہب کی بنیادی کتاب ہے) میں امام جعفر صادق کی طرف یہ منسوب ہے:

"قَالَ الِامَامُ جعفر الصَّادِق عَلَیہِ السَّلامُ لا اِیمَانَ لِمَن لَّا تَقِیَّۃَ لَہٗ" [اصول کافی ص۴۸۲] **"اِنَّ تِسعَۃَ اَعشَارِ الدِّینِ فِی التَّقِیَّۃِ وَلادِینَ لِمَن لَّا تَقِیَّۃَ لَہٗ "** [اصول کافی ج ۲ص ۲۱۷طبع تہران] (بحوالہ شمشیر حق)

ترجمہ: دین کے نو حصے (نوّے فیصد) تقیہ میں ہیں اور جو تقیہ نہیں کرتا اس کا کوئی ایمان نہیں۔

ابتداء سے لیکر آج تک تمام شیعہ تحریف قرآن کے عقیدے پر متفق ہیں، چند ایک انکار کرتے نظر آئے ہیں لیکن ان کے بارے میں امام اہل سنت مولانا عبدالشکور لکھنوی فاروقی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

''روافض کا کفر اس بنیاد پر قطعی ہے کہ وہ قرآن مجید کی تحریف کے قائل ہیں اور معاذ اللہ اس کو اصلی قرآن نہیں مانتے۔ تفصیل کے لیے ہماری کتاب تنبیہ الحائرین اور اول من الماتین دیکھو! اس میں مسئلہ مفصل ملے گا کہ کتب شیعہ میں زائد از دو ہزار روایات تحریف قرآن کی ہیں، اور کوئی شیعہ شنیعہ آج تک منکر تحریف نہیں ہوا نہ ہو سکتا ہے، گنتی کے چار شخص ان میں منکر کہے جاتے ہیں مگر ان کا انکار از راہ تقیہ ہے۔۱۲'' [سیرت خلفاء راشدین ص۱۴ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ ملتان]

نیز دار العلوم دیوبند کا فتویٰ بھی ملاحظہ فرمائیں:

واضح ہو کہ روافض تبرا گو ہی ہوتے ہیں، اگر چہ بوجہ تقیہ کے (جو ان کے نزدیک شرائطِ ایمان میں سے ہے) اپنے آپ کو چھپاتے ہیں اور اپنے عقائد مخفی رکھتے ہیں، لہٰذا ان کے قول وفعل کا اعتبار نہ کیا جائے بلکہ ان کے اصول مذہب کو دیکھا جائے۔ [فتاویٰ دار العلوم دیوبند ج۸ ص۴۵۵]

شیعہ اثناء عشریہ پر فتویٰ کفر بطور فرقہ کے ہے:

(۲)...... ''پھر ان کا اشکال یہ ہوتا ہے کہ اکابرین کا فتویٰ شیعہ کے عقائد پر تھا، نہ کہ فرقہ پر۔''

الجواب:

اس سلسلہ میں عرض ہے کہ یہ بات بھی صحیح نہیں، کیونکہ آج سے تقریباً 80/85 سال قبل امام اہل سنت مولانا عبدالشکور لکھنوی فاروقی رحمہ اللہ نے شیعہ اثنا عشریہ کے خارج اسلام ہونے کے بارے میں ایک فتویٰ مرتب کر کے اسے [۱] حضرت مدنی رحمہ اللہ، [۲] حافظ عبدالرحمٰن امروہی رحمہ اللہ، [۳] مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری رحمہ اللہ، [۹] مولانا مفتی مہدی حسن رحمہ اللہ، [۵] مولانا اعزاز علی رحمہ اللہ، [۶] مولانا مفتی

محمد شفیع رحمہ اللہ، [۷] مولانا اصغر حسین رحمہ اللہ، [۸] مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ، [۹] قاری محمد طیب رحمہ اللہ وغیرھم جیسے اکابر و مشائخ اور اصحابِ فتویٰ کی تصدیقات کے ساتھ شائع کیا تھا۔اس میں مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمہ اللہ نے شیعہ کے عقائد پر فتویٰ نہیں لگایا بلکہ شیعہ کو انہوں نے بحیثیت فرقہ کے خارج از اسلام قرار دیا، چنانچہ لکھتے ہیں کہ

''شیعہ اثنا عشری قطعاً خارج از اسلام ہیں۔''

[ماہنامہ بینات خصوصی اشاعت ص ۱۷۰]

نیز مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی (دارالعلوم دیوبند) **لکھتے ہیں:**

''اثنا عشری شیعہ بلاشک وشبہ کافر و مرتد ہیں۔''

[ایضاً ص ۹۹]

نیز یہی فتویٰ مولانا نعمانی نے اپنے استفتاء میں شامل فرمایا تو مولانا مفتی ولی حسن ٹونکی رحمہ اللہ نے اس کی تائید کی۔اور حضرۃ قبلہ خواجہ صاحب رحمہ اللہ نے بھی تائید کی جو پیچھے گزر چکی ہے کہ ''فقیر مندرجہ فتویٰ سے متفق ہے۔'' [ایضاً ص ۲۰۹]

لٰہذا یہ کہنا کسی بھی صورت صحیح نہیں کہ اکابر کا فتویٰ شیعہ کے عقائد پر تھا۔

بعض اکابر کا تکفیر شیعہ میں احتیاط کرنا:

(۳)......پھر وہ یہ سوال کرتے ہیں کہ ہمارے بعض اکابر نے تکفیر شیعہ میں تامل کیوں کیا؟

الجواب:

یہ بات واقعی ایک حقیقت ہے کہ ماضی میں ہمارے بعض اکابرین نے تکفیر شیعہ میں تامل کیا، لیکن اس کی وجہ یہ نہیں کہ شیعہ کے عقائد کفریہ نہیں تھے، بلکہ اس کی وجہ ان کا تقیہ تھا۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ **نے فرمایا:**

''مَن لَّم یُکَفِّرھُم لَم یَدرِ عَقَائِدَھُم '' (فیض الباری ص ۱۳۰ ج ۱)

ترجمہ : جس نے انہیں کافر نہیں کہا تو اسوجہ سے کہ اسے ان کے عقائد معلوم نہیں۔''

اور ماضی قریب کے حضرت مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ کا بھی ابتداءً یہی رویہ تھا۔لیکن خمینی انقلاب کے بعد جب انکی کتابیں منظرِ عام پر آئیں تو مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ نے نہ یہ کہ خود علی الاعلان شیعہ کی تکفیر کی بلکہ اس فرقہ کی تکفیر کو اسلام کے دفاع کے لیے ضروری اور وقت کی اہم ضرورت سمجھتے

ہوئے پاکستان، ہندوستان، برطانیہ، بنگلہ دیش ودیگر ممالک کے علماءِ کرام ومفتیانِ عظام سے اس فرقہ کے متعلق فتویٰ طلب کیا۔اور پھر ان فتاویٰ جات کو وقت کی ضرورت سمجھتے ہوئے اپنے رسالہ **''الفرقان''** میں خمینی اور اثناعشریہ کے بارہ میں علماءِ کرام کا متفقہ فیصلہ کے عنوان سے خصوصی اشاعت کے طور پر شائع کیا پھر اسی متفقہ فیصلہ کو (جس میں سینکڑوں، ہزاروں علماءِ ومفتیانِ کے مطلق شیعہ اثناعشریہ کی تکفیر کے فتاویٰ وتصدیقات ہیں) حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ نے بھی جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی پاکستان کے ماہنامہ **''بینات''** کی طرف سے اسی عنوان کے ساتھ شائع کیا۔

امام اہل سنت مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمہ اللہ **لکھتے ہیں:**

''ہمارے علمائے سابقین کو چونکہ ان کی حقیقت کماینبغی معلوم نہ تھی بوجہ اس کے کہ یہ لوگ اپنے مذہب کو چھپاتے ہیں اور کتابیں بھی ان کی نایاب تھیں، لہٰذا بعض محققین نے بنابر احتیاط ان کی تکفیر نہیں کی۔'' [ماہنامہ ''بینات'' خصوصی اشاعت ص ۱۷۰]

امام اہل سنت مولانا محمد سرفراز خان رحمہ اللہ **تحریر فرماتے ہیں کہ:**

''(تیسری وجہ یہ ہے کہ ان کے دین کے دس میں سے نو حصے تقیہ کے ہیں۔) وہ مسلمانوں جیسے نام بھی رکھتے ہیں اور اسلام کے دعوے دار بھی ہیں تو عوام بے چارے کیا خواص بھی ان کی تکفیر میں تامل کرسکتے ہیں۔ یہ وہ اہم وجوہ ہیں جنکی وجہ سے شیعہ کی تکفیر عیاں نہیں ہوئی جیسا کہ ہونی چاہیے تھی۔'' (ارشادالشیعہ ص ۲۸/۲۹)

سبِّ صحابہ بھی سبب کفر ہے:

(۴)......ایک اعتراض ان کا یہ بھی ہوتا ہے کہ اکابرین نے تکفیر صحابہ کو تو سبب کفر قرار دیا ہے، لیکن ''سبِّ صحابہ'' کو نہیں۔

الجواب:

یہ بات بھی درست نہیں، کیونکہ اوپر گزر چکا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ اور دیگر اکابرین نے ''سب صحابہ'' کو بھی سبب کفر قرار دیا ہے۔اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ سب صحابہ کو حلال سمجھتے ہیں۔

مفکر اسلام مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ **لکھتے ہیں کہ:**

''موجودہ وقت میں پاکستان کے شیعہ صحابہ کرامؓ کے سبّ (گالی) کو حلال موجبِ ثواب سمجھتے ہیں اس لیے اسلام سے خارج ہیں۔''

(ماخوذ از فتاویٰ مفتی محمود جلد سوم ص ۶۶،۶۷)

بحر الرائق میں لکھا ہے کہ:

''من سبَّ شیخین او طعن فیهما فقد کفر و یجب قتله''

[البحر الرائق ج۵ ص ۱۲۶]

یعنی جو شیخین کو سبّ کرے یا ان پر طعن کرے، پس تحقیق وہ کافر ہو گیا، اور اس کا قتل واجب ہے۔

خلافت شیخین کا منکر بھی کافر!

(۵)......کبھی وہ یہ اشکال بھی کر دیتے ہیں کہ چلو جی مان لیا، سب صحابہ سبب کفر ہے، لیکن شیخین کی خلافت کا منکر کیوں کافر ہوا؟ صحابیت صدیق کے منکر کو تو ہم بھی کافر مانتے ہیں، لیکن انکار خلافت بھی سبب کفر ہے، یہ بات تو کہیں نہیں ملتی؟؟

الجواب:

یہ بھی سراسر غلط اعتراض ہے کہ یہ بات کہیں نہیں ملتی، ہمارے اکابرین نے پوری صراحت و وضاحت کے ساتھ لکھا ہے کہ شیخین کی خلافت کا منکر بھی کافر ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے:

''من انکر امامة ابی بکر الصدیقؓ فهو کافر، وقال بعضهم هو مبتدعٌ ولیس بکافرٍ، والصحیح انه کافر، و کذالك من انکر خلافة عمرؓ فی اصح الاقوال، کذا فی الظهیریة ویجب اکفارهم بانکار عثمانؓ و علیؓ و طلحةؓ و زبیرؓ و عائشةؓ''

[فتاویٰ عالمگیری ج۲ ص ۲۳۹، الباب التاسع فی احکام المرتدین]

ترجمہ: جو امامت ابوبکر صدیق کا انکار کرے وہ کافر ہے۔الخ

فتح القدیر میں لکھا ہے:

''ان من انکر خلافة الصدیق او عمر فهو کافر''

[فتح القدیر ج۷ ص ۳۶۰]

ترجمہ: بے شک جس نے خلافت صدیق یا عمر رضی اللہ عنہما کا انکار کیا وہ کافر ہے۔

شیعہ کو اسلامی فرقہ کہنے کی وجہ:

(۶)......بعض اوقات یہ اعتراض بھی کر دیتے ہیں کہ اگر شیعہ ہیں ہی کافر، تو پھر اکابرین نے انہیں اسلامی فرقہ اور مسلمانوں کا گروہ کیوں لکھا؟

الجواب:

واقعی یہ بات بالکل بجا ہے کہ جن اکابرین نے شیعہ پر فتویٰ کفر جاری کیا انہوں نے ہی ان کو کلمہ گو فرقہ بھی کہا جیسا کہ امام اہل سنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ نے لکھا ہے۔

''راقم اثیم دیانۃً اس کا قائل ہے کہ اسلام کو جتنا نقصان روافض نے پہنچایا ہے وہ مجموعی لحاظ سے کسی کلمہ گو فرقے سے نہیں پہنچا۔'' (ارشادالشیعہ ص 30)

دیکھئے! حضرت امام اہل سنت شیعہ پر فتویٰ کفر کے باوجود ان کو ''کلمہ گو فرقہ'' فرمارہے ہیں۔ نیز ایک اور مقام پر بھی حضرت امام اہل سنت علیہ الرحمۃ نے ان کو اہل السنۃ والجماعۃ سے متصادم گروہ میں شمار کیا ہے نہ کہ اسلام کے مقابل مذاہب باطلہ میں، [ملاحظہ ہو عقائد اہل السنۃ والجماعۃ از: مولانا مفتی محمد طاہر مسعود، ص ۳۶ طبع سوم] لیکن کسی کو کلمہ گو، اور اسلامی فرقہ کہنے سے اسکی تکفیر پر کوئی اثر نہیں پڑتا، نیز اس کی وجہ مولانا عبدالقدوس قارن مدظلہ یوں لکھتے ہیں:

''اس کی وجہ یہ ہے کہ شیعہ حضرات خود کو اسلام کی جانب منسوب کرتے ہیں تو منسوب الی الاسلام ہونے کی وجہ سے ظاہر کے اعتبار سے ان کو مسلمان کہہ دیا گیا، جیسا کہ حضرات علماء کرام نے معتزلہ وغیرہ فرقوں کو کافر کہا اور اس کے باوجود ان کو اسلامی فرقہ کہنے کے اعتراض کے جواب میں کہا کہ ان کو اسلامی فرقے اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ اپنے آپ کو اسلام کی جانب منسوب کرتے ہیں۔ اسی سے ملتا جلتا نظریہ حضرت صوفی صاحب نے خوارج اور روافض کے بارہ میں پیش کیا ہے، اور لکھا ہے کہ ''خوارج اور روافض وغیرہ ایسے ہیں آخرت میں ان کا حکم کفار جیسا ہوگا تاہم دنیا میں وہ جماعت المسلمین کے افراد شمار ہوں گے، [ترجمہ سنن ابن ماجہ ص ۵۷۶] اور ایک مقام پر حضرت صوفی صاحبؒ خوارج کے بارہ میں فرماتے ہیں حالانکہ بظاہر وہ لوگ کلمہ گو، نمازی اور روزہ دار بھی ہوں گے مگر فاسد العقیدہ ہونے کی وجہ سے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہی ہوں گے''

[ترجمہ سنن ابن ماجہ ص ۵۷۱، بحوالہ رافضی کیا ہیں؟ ص ۳۰])

قارئین! یہ اعتراضات کا سلسلہ تو شائد ختم نہ ہو، بحث لمبی ہوتی جارہی ہے، بس اب چند ایک معروضات ذکر کر کے حضرت تھانوی اور مولانا عبدالماجد دریا آبادی رحمہما اللہ کا مکالمہ ذکر کرتا ہوں۔ پھر یہ بحث ختم۔

تکفیر ضرور مگر نعرہ نہیں:

یہ بات بھی بالکل مبنی بر حقیقت ہے کہ اکابرین اہل السنۃ والجماعۃ نے تکفیر شیعہ کا علی الاعلان فتویٰ ضرور دیا ہے لیکن وہ اسے بطور نعرہ استعمال کرنے کے حق میں ہرگز، ہرگز نہیں تھے۔

امام اہل سنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''جملہ اہل حق کھلے طور پر شیعہ کی تکفیر کرتے ہیں اور یہ ان کا اسلامی اور قانونی حق ہے مگر بایں ہمہ وہ امن عامہ کو بگاڑنے اور خراب کرنے کی پالیسی پر گامزن نہیں ہیں کیونکہ وہ مسئلہ کے ساتھ مصلحت کو نظر انداز نہیں کرتے''

ہم ہیں خاموش کہ برہم نہ ہو عالم کا نظام
وہ سمجھتے ہیں کہ ہم میں طاقت فریاد نہیں

(ارشاد الشیعہ ص 38)

حضرت قبلہ خواجہ صاحب رحمہ اللہ بھی اسی حق میں تھے کہ نعرہ لگانا کسی بھی طرح مناسب نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ماضی قریب میں جب امیر عزیمت حضرت مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمہ اللہ نے ''سپاہِ صحابہ'' کی بنیاد رکھی اور ''کافر، کافر شیعہ کافر'' کے نعرہ کو اس کی بنیاد قرار دیا، حتیٰ کہ ملک بھر میں یہ نعرہ گونجنے لگا تو حضرت قبلہ سمیت جملہ اکابرین نے ان کے حق مؤقف کی پوری پوری تائید کرتے ہوئے اس طرز سے اختلاف کیا اور مولانا شہید رحمہ اللہ کو اس سے باز رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی۔

حضرت تھانوی و مولانا دریا آبادی کے مابین مکالمہ:

یہی اشکالات جو موجودہ دور کے چند علماء کو پیش آئے ہیں کچھ عرصہ قبل حضرت مولانا عبد الماجد دریا آبادیؒ کو بھی پیش آئے تھے۔ جس کا پسِ منظر یہ ہے کہ جب مولانا عبد الشکور لکھنوی فاروقی رحمہ اللہ نے شیعہ اثنا عشریہ کے خارج از اسلام ہونے کے بارے میں فتویٰ مرتب کر کے شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ اور دیگر اکابر علماء واصحابِ فتویٰ کی تصدیقات کے ساتھ شائع کیا تو مولانا عبد الماجد دریا آبادیؒ نے حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس بارے میں اپنے اشکالات وشبہات تحریراً عرض کیے، حضرت تھانویؒ نے اپنے معمول کے مطابق مولانا دریا آبادیؒ کے خط کے ہر جز کا الگ الگ جواب تحریر فرمایا تھا۔ وہ خط اور حضرت تھانویؒ کا جواب ملاحظہ ہو! (نوٹ: ''السوال'' اور ''تتمۃ السوال'' کے زیرِ عنوان مولانا دریا آبادیؒ کے خط کی عبارت ہے اور ''الجوب'' اور ''تتمۃ الجواب'' کے زیرِ عنوان حضرت حکیم الامتؒ کا جواب ہے۔)

السوال: ایک فتوے کی نقل مرسلِ خدمت ہے، اس پر علاوہ دوسرے مستند علماء حضرت مولانا [حسین احمد] مدنی تک کے دستخط ثبت ہیں۔ لیکن میں عرض کروں کہ مجھے شرحِ صدر اب بھی نہیں، شیعوں کو ''مبتدع''،

''فاسق'' اور ''فاسد العقیدہ'' وغیرہ اور جو کچھ کہہ لیا جائے اس کا میں بھی پوری طرح قائل ہوں، لیکن کافر اور خارج از اسلام کہنے سے جی لرز اٹھتا ہے؟

الجوب: یہ علامت ہے آپ کی قوتِ ایمانیہ کی۔ مگر جنہوں نے فتویٰ دیا ہے اس کا منشأ بھی وہی قوتِ ایمان ہے کہ جس کو ایمانیات کا منکر دیکھا بے ایمان کہہ دیا۔

تتمۃ السوال: اگر ہر گمراہ فرقہ یوں ہی خارج از اسلام ہوتا رہا تو مسلمان رہ ہی کتنے جائیں گے؟

تتمۃ الجواب: اس کا کون ذمہ دار ہے؟ خدانہ کردہ اگر کسی مقام میں کثرت سے لوگ مرتد ہو جائیں اور تھوڑے ہی مسلمان رہ جائیں تو کیا اس مصلحت سے ان کو بھی کافر نہ کہا جاوے گا؟

تتمۃ السوال: شیعوں سے مناکحت اگر تجربہ سے مضر ثابت ہوئی ہے تو بس ''تہدیداً'' اس کا روک دینا کافی ہے....؟

تتمۃ الجواب: اس تہدید کا عنوان بجز اس کے کوئی اور ہے ہی نہیں، غور فرمایا جائے۔

تتمۃ السوال: میرا دل تو قادیانیوں کی طرف سے ہمیشہ تاویل ہی تلاش کرتا رہتا ہے....؟

تتمۃ الجواب: یہ غایتِ شفقت ہے لیکن اس شفقت کا انجام سیدھے سادے مسلمانوں کے حق میں ''عدمِ شفقت'' ہے، وہ اچھی طرح ان کا شکار ہوا کریں گے۔

تتمۃ السوال: جو بناءِ تکفیر قرار دی گئی ہے یعنی تحریف قرآن، مجھے اس میں تأمل ہے۔ اگر یہ عقیدہ ان کے مذہب کا جزو ہوتا تو حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ وغیرہ سے مخفی نہ رہتا....؟

تتمۃ الجواب: جب ان کی مسلم کتابوں سے جزئیت ثابت ہے، پھر حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا اگر سکوت ثابت ہو جس کی مجھ کو تحقیق نہیں تو ان کے سکوت میں کچھ تاویل ہوگی نہ کہ جزئیت میں۔

(ضروری وضاحت: حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی مشہور کتاب ''تحفہ اثنا عشریہ'' غالباً مولوی عبدالماجد صاحب رحمہ اللہ کی نظر سے نہیں گذری' (ورنہ اشکال کی نوبت نہ آتی) کیونکہ اس کے تتمۃ الباب چہارم میں جو تقریباً بیس [۲۰] صفحے ''دلائلِ شیعہ'' پر ہیں ان میں متعدد جگہ شیعوں کے عقیدۂ تحریفِ قرآن کا ذکر ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کی ان عبارات سے واضح ہوتا ہے کہ شاہ صاحب پر ان کا عقیدۂ تحریفِ قرآن مخفی نہیں تھا۔)

تتمۃ السوال: بہت زائد خلش مجھے اس امر سے ہو رہی ہے کہ اب تک ہم آریوں اور عیسائیوں کے سامنے کلام مجید کے غیر محرّف ہونے کو بطور ایک بالکل مسلّم اور غیر مختلف فیہ عقیدہ کے پیش کرتے رہے ہیں

'اب لوگوں کے ہاتھ میں ایک نیا حربہ آجائیگا کہ دیکھو خود تمہارا ہی کلمہ پڑھنے والے اور تمہارے قبلہ کو ماننے والے لاکھوں کروڑوں افراد قرآن کو ناقص اور محرّف مان رہے ہیں۔

تتمۃ الجواب: اس سے تو اور زیادہ ضرورت ثابت ہوگئی ان کی تکفیر کی' پھر ہمارے پاس صاف جواب ہوگا کہ وہ مسلمان ہی نہیں (اب سے قریباً ایک ہزار سال پہلے عیسائیوں کی طرف سے یہی اعتراض کیا گیا تھا اس وقت علامہ ابن حزم اندلسی نے اپنی کتاب ''الفصل'' میں اس کا یہی جواب دیا تھا کہ شیعہ مسلمان ہی نہیں لہذا ان کے عقیدہ تحریفِ قرآن سے کوئی اثر ہمارے عقیدہ محفوظیّتِ قرآن پر نہیں پڑتا۔)

تتمۃ السوال: حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کا جو مکتوب سرسید احمد کے نام تھا مجھے اس قدر پسند آیا تھا کہ میں نے اہتمام کے ساتھ اسے ''سچ'' میں شائع کیا تھا۔ پس میری فہمِ ناقص میں اسی کو معیار بنا لینا چاہیئے' اور اسی کے مطابق معاملہ تمام گمراہ فرقوں سے رکھنا چاہیئے' یعنی نہ مداہنت نہ اتنی مخالفت کہ ان میں اور آریوں، عیسائیوں وغیرہ میں کوئی فرق ہی نہ رکھا جائے۔

تتمۃ الجواب: لیکن اگر وہ خود ہی اپنے کو کافر بنائیں (بالنون) تو کیا ہم اس وقت بھی ان کو کافر نہ بتائیں (بالتاء)۔ دنیا میں اپنے کو آج تک کسی نے کافر نہیں کہا بلکہ کوئی عیسائی کہتا ہے کوئی یہودی۔ مگر چونکہ ان کے عقائد کفریہ دلائل سے ثابت ہیں اس لیے ان کو کافر ہی کہا جاوے گا۔ تو مدارِ اس حکم کا عقائدِ کفریہ پر ٹھہرا۔ تو اگر ایک شخص اپنے کو فرقہ شیعہ سے کہتا ہے اور کوئی عقیدہ کفریہ اس مذہب کے اجزاء یا لوازم سے ہے تو اپنے کو اس فرقہ میں بتلانا بدلالتِ التزامی اس عقیدہ کو اپنا عقیدہ بتلانا ہے۔ تو عدمِ تکفیر کی کیا وجہ؟ اور اگر ان کے یہاں یہ عقیدہ مختلف فیہ ہوتا تب بھی کسی کی تکفیر میں تردد ہتا، لیکن یہ بھی نہیں۔ اور جو اختلاف ہے وہ غیر معتدبہ ہے جس کو خود ان کے جمہور رد کرتے ہیں، اس حالت میں اصل تو کفر ہوگا۔ البتہ کوئی صراحتًہ کہے کہ یہ عقیدہ میرا نہیں ہے یا کوئی فرقہ اپنا لقب جدا رکھ لے، مثلاً جو علماء ان کے تحریف کے نافی ہیں، ان کی طرف اپنے آپ کو منسوب کیا کریں، مثلاً اپنے کو صدوقی یا قمی یا مرتضوی یا طبرسی کہا کریں، مطلق شیعی نہ کہیں تو خاص اس شخص کو یا اس فرقہ کو اس عموم سے مستثنیٰ کہہ دیں گے۔ لیکن ایسے استثناؤں سے قانونی حکم نہیں بدلتا ہے، حرمتِ نکاح اور حرمتِ ذبیحہ احکام قانونی ہیں۔ اس پر بھی جاری ہوں گے، جب تک وہ فرقہ متمیّز ومشہور نہ ہوجائے۔ خصوص جب تقیہ کا بھی شبہ ہو تو خواہ سوءِظن نہ کریں۔ مگر احتیاطاً عمل تو سوءِظن ہی ایسا (جیسا) ہوگا، البتہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کا معاملہ وہ اس کے عقیدہ کے مطابق ہوگا۔ اگر کوئی ہندو توحید کا بھی قائل ہو اور سالت کا بھی، لیکن اپنے کو ہندو ہی کہتا ہو، گو کچھ تاویل ہی کرتا ہو، تو اسکے ساتھ آخر کیا معاملہ ہوگا؟ یہی حالت

یہاں کی ہے۔ ضلع فتح پور میں ہندوؤں کی ایک جماعت ہے جو قرآن اور حدیث پڑھتے ہیں، اور نماز روزہ کرتے ہیں، مگر اپنے کو ہندو کہتے ہیں لباس اور نام سب ہندو جیسا رکھتے ہیں۔ اور اگر وہ اپنے کو ہندو کہیں اور اپنا مشرب ظاہر نہ کریں تو کیا سامع کے ذمہ تفصیل واجب ہوگی؟ کہ اگر ایسے عقیدہ کا ہے تو مسلمان۔

تتمۃ السوال: آپ کو ہر معاملہ میں اپنا کچا چٹھا لکھ بھیجتا ہوں، خدا کرے اس باب میں بھی آپ کا جواب بالصواب میرے حق میں ذریعہ تشفی ہو۔

تتمۃ الجواب: تشفی کا ذمہ تو مشکل ہے خصوصی اسی خشیت کا غلبہ خود مجھ پر بھی ہے، مگر حضرت جنید رحمہ اللہ نے لرزتے ہوئے ہاتھ سے حسین ابنِ منصور کے خلاف فتویٰ لکھا تھا محض حفاظتِ شرع کے لیے۔ ہم لوگ بھی انہی کے متبع ہیں اور راز اس کا وہی ہے کہ اس رعایت میں سادہ لوح مسلمانوں کی ہلاکت ہے [امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۵۸۴ تا ص ۵۸۷ طبع دیوبند]

ویسے تو ہمارے تمام اکابر ہمیشہ دینی و دنیوی امور میں نہایت احتیاط سے کام لیتے ہیں لیکن حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے تقویٰ وطہارت سے ہر خاص وعام بخوبی واقف ہے، کہ امورِ دینیہ و دنیویہ میں کس قدر احتیاط ان کے پیشِ نظر رہتی۔ اس احتیاط کے باوجود حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے اس فرقہ کے متعلق جو رویہ اختیار کیا، وہ قارئین کے سامنے ہے۔ اس کے بعد اس فرقہ کے کفر میں کسی قسم کے شک وتردد کی گنجائش نہیں رہتی۔

دفاع صحابہ علماء کی شرعی ذمہ داری ہے:

”وفی کتاب السنۃ للآجری من طریق الولید بن مسلم عن معاذ بن جبل قال..... الخ [کتاب الاعتصام ص 52 للشاطبی]

ترجمہ: ’’امام آجری رحمہ اللہ کی کتاب السنۃ میں ولید بن مسلم کے طریق سے حضرت معاذ بن جبل کی روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میری امت میں بدعات ظاہر ہوں اور میرے صحابہ کو برا کہا جائے تو عالم پر لازم ہے کہ اپنا علم ظاہر کرے، جس نے ایسا نہ کیا تو اُس پر اللہ تعالیٰ، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہوگی۔‘‘

یہ حدیث مبارکہ بمع ترجمہ پیش کرنے کے بعد حضرت امام اہل السنۃ فرماتے ہیں:

’’عقلی اور عرفی قاعدہ ہے کہ جب کسی خزانہ اور دولت پر چور اور ڈاکو آپڑتے ہیں تو چوکیدار اور پہرہ دار ہی اصحاب دولت کو آگاہ کرتے ہیں اگر ایسا نہ کریں تو یہ سمجھا جاتا ہے

کہ یہ بھی چوروں اور ڈاکوؤں سے ملے ہوئے ہیں اور جس سزا کے چور اور ڈاکو مستحق ہیں اس کے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر سزا کے چوکیدار حقدار ہیں۔ایسے دور میں جس میں بدعات ورسوم کا خوب زور ہو اور وہ نقطۂ عروج پر ہوں اور حضرات صحابہ کرام کو برملا برا کہا جاتا ہو تو علماء کا شرعی اور علمی فریضہ ہے کہ وہ باطل کی تردید کریں اور تبلیغ کا فریضہ ادا کریں۔کیونکہ علماء دین کے چوکیدار اور پہرہ دار ہیں اگر علماء خاموشی اختیار کریں گے تو وہ اللہ تعالی اور تمام فرشتوں انسانوں کی لعنت کے مستحق ہوں گے۔کیونکہ انہوں نے اپنی ڈیوٹی ادا نہیں کی اور وہ لالچ یا ڈر کے اسیر ہو گئے۔''

مسافر ان شب ِ غم ، اسیر دار ہوئے
جو رہنما تھے بکے اور شہر یار ہوئے

(ارشاد الشیعہ ص 76،77)

خلاصۂ بحث:

درج بالا میں جس قدر معروضات پیش کی ہیں سب کا خلاصہ یہ ہے کہ

[۱]......جمہور اہل السنۃ والجماعۃ اکابرین دیوبند سبِّ صحابہؓ یا تکفیر صحابہؓ کے مرتکب، حضرت عائشہؓ پر افتراء باندھنے والے اور انکار خلافۃ شیخین، تحریف قرآن، عقیدہ امامت، وغیرہ عقائد یا ان میں سے ایک عقیدہ رکھنے والے افراد و گروہ کو قطعی کافر، منافق، ملحد، بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔اور حضرت قبلہ شیخ المشائخ رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے اکابر کے ہم مسلک ہیں۔

[۲]......شیعہ اثناء عشریہ کو بطور فرقہ خارج از اسلام قرار دیتے ہیں۔نیز پاکستان کے تمام شیعہ کافر ہیں۔

[۳]......ابتداء سے آج تک کے تمام شیعہ تحریف قرآن کے قائل ہیں۔منکرین کا انکار از روئے تقیہ ہے۔

[۴]......تکفیر شیعہ میں احتیاط برتنے والے اکابرین کے بارے یہ فرماتے ہیں کہ وہ شیعہ کے تقیہ کی وجہ سے ان کے عقائد سے کماحقہ واقف نہیں تھے۔

[۵]......شیعہ پر فتویٰ کفر کے باوجود ان کو ''کلمہ گو''، ''اسلامی فرقہ'' یا ''مسلمان'' کہنے کا یہ معنیٰ ہے کہ وہ خود کو مسلمان ظاہر کرتے ہیں اور اسلام کا نام لیتے ہیں، لیکن عقائد کے فساد کی وجہ سے وہ کافر ہی ہیں۔

[۶]......روافض تبرا گو ہی ہوتے ہیں۔

[۷]......تقیہ کی وجہ سے ان کے قول وفعل (ان کی اصول کی کتب میں مذکور عقائد سے ظاہری انکار) کا اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔

[۸]......ان کو مسلمان کہنے میں سادہ لوح مسلمانوں کے ایمان کو شدید خطرہ لاحق ہے بلکہ ان کے لیے ہلاکت ہے۔

[۹]......علی الاعلان تکفیر شیعہ جملہ اہلِ حق کا اسلامی اور قانونی حق ہے۔لیکن نعرہ کسی بھی طور مناسب نہیں۔

[۱۰]......حضرات صحابہ کرام کو برملا برا کہا جاتا ہو تو علماء کا شرعی اور علمی فریضہ ہے کہ وہ باطل کی تردید کریں اور تبلیغ کا فریضہ ادا کریں۔کیونکہ علماء دین کے چوکیدار اور پہرہ دار ہیں اگر علماء خاموشی اختیار کریں گے تو وہ حدیث نبوی کے مطابق اللہ تعالی اور تمام فرشتوں انسانوں کی لعنت کے مستحق ہوں گے۔"تلك عشرة كاملة"

''عقائد اہل السنۃ والجماعۃ'' میں لکھا ہے کہ:

۱۱......جو شخص صحابیت صدیق کا منکر ہو یا الوہیت علی کا قائل ہو، یا حضرت عائشہ پر تہمت باندھتا ہو، یا تحریف قرآن کا قائل ہو وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے۔(اور موجودہ تمام شیعہ یہ عقائد رکھتے ہیں لہٰذا سب کے سب کافر ہوئے۔)(''عقائد اہل السنۃ والجماعۃ'' ص179 طبع چہارم)

عظمتِ اہلِ بیت رضی اللہ عنہم

حب اہل بیت اور اکابر کے ارشادات:

شیخ التفسیر حضرت لاہوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جب ایران فتح ہوا تو وہاں سے کچھ شہزادیاں حضرت امام حسین اور امام حسین رضی اللہ عنہما کے حضور میں بھجوادیں اور فرمایا کہ یہ شہزادیاں شہزادوں ہی کے لائق ہیں۔'' (مجلس ذکر حصہ سوم ص ۱۰۴)

شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ابنی هذا سيد، ولعل الله ای یصلح بين فئتين عظيمتين من المسلمين" (میرا یہ بیٹا سید [سردار] ہے اور امید ہے کہ اللہ

تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں صلح کرا دے گا)۔'' ......اور دونوں صاحبزادوں امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں فرمایا:...... ''سیدا شباب اھل الجنۃ الحسن و الحسین'' (اہل جنت کے جوانوں کے سردار امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما ہیں۔) اسکی وجہ سے صاحبزادوں کو ''سید'' کہا جانے لگا پھر ان کی اولاد کو بھی یہی لقب دیا گیا۔ جیسے قاضی کی اولاد کو قاضی اور راجاؤں کی اولاد کو راجہ کہا جاتا ہے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی صاحبزادی ہیں اور قاعدہ ہے کہ ماں باپ کو چھوٹی اولاد سے زیادہ محبت ہوتی ہے۔ اس لیے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بہت زیادہ محبت تھی جتنی کہ اور صاحبزادیوں سے نہ تھی۔ آپ نے فرمایا کہ ''فاطمۃ بضعۃ منی یریبنی ما ارابھا ویؤذینی ما اٰذاھا'' (فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے، جس چیز سے اس کو تکلیف ہوتی ہے اس سے مجھ کو تکلیف ہوتی ہے اور جو چیز اس کو ستاتی ہے مجھ کو بھی ستاتی ہے۔) مسلمان ہمیشہ اسی بنا پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد سے محبت کرتے رہے اور احترام کی نظر سے دیکھتے رہے۔''

(ملفوظات شیخ الاسلام، مرتبہ مولانا ابوالحسن بنگالی ص ۱۴۰)

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جو شخص اہل بیت سے محبت نہیں رکھتا وہ ''خارجی'' ہے۔ اور جو صحابہ کرام سے بیزاری اور مخالفت رکھتا ہے وہ ''رافضی'' ہے۔ اور جو محبت اہل بیت کے ساتھ تمام صحابہ کرام کی تعظیم و توقیر کرتا ہے وہ ''سنی'' ہے۔ اہل بیت کے محبت ایمان کا جزو ہے۔ محبت اہل بیت اہل سنت کا سرمایہ ہے۔'' (مکتوبات مجدد الف ثانی جلد۲ ص ۵۲)

نیز حضرت مجدد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''حضرت امیر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے محبت کرنے کا نام رِفض و شیعیت نہیں ہے، بلکہ خلفائے ثلثہ سے بیزاری اور عناد رکھنا ہی رافضیت اور شیعیت ہے۔''

(ایضاً ص ۵۲)

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اہل بیتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو ہمارے حق میں چشم و چراغ ہیں۔ ہمارے نزدیک اعتقاد اصحاب اور ''حُب اہل بیت'' دونوں کے دونوں، ایمان کیلئے بمنزلہ

دو پَر کے ہیں۔ دونوں ہی سے کام چلے ہے۔ جیسے ایک پَر سے طائرِ بلند پرواز، نصف پرواز تو کیا ایک بالشت بھی اڑ نہیں سکتا۔ ایسے ہی ایمان بھی بے ان دو پَروں کے سہارے کے موجب فوز مقصود (جس کی طرف "اولئك هم الفائزون" یا "فاز فوزاً عظیما" وغیرہ میں اشارہ ہے) نہیں ہوسکتا۔'' (ہدیۃ الشیعہ ص ۲۲۴، طبع جدید)

''عقائد اہل السنۃ والجماعۃ'' میں لکھا ہے کہ:

اہل بیت سے مراد بیوی، بچے ہوتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات، تین صاحبزادے، چار صاحبزادیاں اور صاحبزادیوں کی اولاد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت ہیں۔ (نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا جیسا کہ مسلم شریف اور ترمذی شریف میں مذکور ہے کہ "اللھم ھؤلآء اھل بیتی، فاذھب عنھم الرجس"۔ ''یا اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں۔ الخ'' لہٰذا اہل السنۃ والجماعۃ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کو بھی اہل بیت میں تسلیم کرتے ہیں۔ [خادم، حمزہ])

۱۹......ازواج مطہرات کی تعداد گیارہ ہے، جن میں سے دو نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ ہی میں وصال فرمایا، ایک حضرت خدیجہ دوسری حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ نو (۹) ازواج مطہرات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت حیات تھیں۔

ذیل میں ازواج مطہرات کے اسمائے گرامی بترتیب نکاح ذکر کیے جاتے ہیں:

(۱) حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا

(۲) حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا

(۳) حضرت عائشہ صدیقہ بنت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا

(۴) حضرت حفصہ بنت فاروق اعظم رضی اللہ عنہا

(۵) حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا

(۶) حضرت ام سلمہ بنت ابی امیہ رضی اللہ عنہا

(۷) حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا

(۸) حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا

(۹) حضرت ام حبیبہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہا

(۱۰) حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا

(۱۱) حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا

گیارہ ازواج مطہرات کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تین باندیاں تھیں۔

[۱] حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا، [۲] حضرت ریحانہ بنت شمعون رضی اللہ عنہا اور [۳] حضرت نفیسہ رضی اللہ عنہا۔

۲۰......آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تین صاحبزادوں کے اسماء گرامی یہ ہیں:

[۱] حضرت قاسم، [۲] حضرت عبداللہ ان کو طیب وطاہر بھی کہا جاتا ہے، بعضوں نے ان دونوں کو الگ الگ بھی شمار کیا ہے، اور [۳] حضرت ابراہیم۔ تینوں صاحبزادے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں وصال فرما گئے۔

......آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیوں کے نام یہ ہیں:

[۱] حضرت زینب، [۲] حضرت رقیہ، [۳] حضرت ام کلثوم اور [۴] حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن، سب بڑی ہوئیں اور بیاہی گئیں، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ تینوں صاحبزادیاں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں وفات پا گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی، سوائے حضرت ابراہیم کے، کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی باندی حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے۔

فضائل اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم:

۳۱......اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو دنیا بھر کی تمام عورتوں سے افضل قرار دیا اور انہیں ہر قسم کی ظاہری وباطنی گندگی سے پاک قرار دیا۔

۳۲......اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو طیبات یعنی پاکیزہ عورتیں قرار دیا اور ان پر الزام تراشی کرنے والوں کو دنیا وآخرت میں لعنت اور عذاب عظیم کا مستحق قرار دیا۔

۳۳......حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو اہل بیت سے محبت کا حکم دیا، ارشاد فرمایا کہ تم مجھ سے محبت کی بناء پر میرے اہل بیت سے محبت کرو۔

۳۴......حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بیت کو حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی مثل قرار دیا کہ جو حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی پر سوار ہو گیا اس نے نجات پائی اور جو کشتی نوح علیہ السلام پر سوار نہ ہوا وہ ہلاک ہو گیا۔

اسی طرح جس نے اہل بیت سے محبت کی اس نے نجات پائی اور جس نے اہل بیت سے بغض رکھا وہ گمراہ ہوا۔

۳۵......حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم اور اہل بیت کے متعلق ارشاد فرمایا کہ میں تم میں دو بھاری بھرکم چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، پہلی چیز کتاب اللہ ہے، جس میں ہدایت اور نور ہے، اس کو مضبوطی کے ساتھ پکڑے رہنا، پھر فرمایا (دوسری چیز) میرے اہل بیت ہیں میں تمہیں اپنے اہل بیت کے بارے میں اللہ سے ڈراتا ہوں کہ تم میرے اہل بیت کے حقوق کا خیال رکھنا۔

۳۶......حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی شخص کے دل میں اس وقت تک ایمان داخل نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر اہل بیت سے محبت نہ کرے۔

۳۷......حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے متعلق ارشاد فرمایا: جس نے میرے چچا (حضرت عباس رضی اللہ عنہ) کو ایذا دی، اس نے مجھے ایذا دی، کیونکہ آدمی کا چچا اس کے والد کے برابر ہوتا ہے۔ مزید فرمایا: عباس رضی اللہ عنہ مجھ سے ہیں اور میں عباس رضی اللہ عنہ سے ہوں۔

۳۸......حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جنتی عورتوں کی سردار قرار دیا اور فرمایا: فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے جسم کا ٹکڑا ہے، جس نے فاطمہ کو ناراض کیا، اس نے مجھے ناراض کیا۔

۳۹......حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے متعلق ارشاد فرمایا: میرا یہ بیٹا سردار ہوگا، اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کے درمیان صلح کرائیں گے۔ (یہ پیشین گوئی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد پوری ہوئی کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے پھر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بیعت کر کے خلافت سے دستبردار ہو گئے، یوں مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح ہوئی۔ [خادم، حمزہ])

۴۰......حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کے متعلق ارشاد فرمایا: جو ان سے جنگ کرے گا، میری اس سے جنگ ہوگی اور جو ان سے صلح رکھے گا، میری اس سے صلح ہوگی۔ (''عقائد اہل السنۃ والجماعۃ'' ص 182 تا 188 طبع چہارم)

خارجی فتنہ

ترجمان دیوبند مولانا عبدالحق خان بشیر مدظلہ لکھتے ہیں:

روافض کے انتہا پسندانہ طرز عمل کی بنا پر ردعمل کی صورت میں خارجی فتنہ ظاہر ہوا۔ جس نے روافض کی ضد میں نعوذ باللہ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کو

نشانہ مشق بنالیا۔انہوں نے حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہم کے فضائل ومناقب کی تمام احادیث کو عجمی سازش قرار دیتے ہوئے مسترد کردیا۔حضرت فاطمہ کے سیدۃ نساء اھل الجنۃ ہونے اور حضرات حسنین کی صحابیت سے انکار کردیا۔حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کو عبوری دور اور مشاجرات میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو مبنی برحق اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مبنی پر خطا قرار دے دیا۔یزید کو امیر المؤمنین اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو باغی قرار دے دیا۔

اس فتنۂ خارجیت کے ترجمان پروفیسر محمود احمد عباسی، مولوی عظیم الدین، مولانا محمد اسحاق سندیلوی، ابو یزید بٹ، حکیم فیض عالم صدیقی، حکیم محمود احمد ظفر وغیرہ لوگ ہیں۔اسلاف دیوبند نے ان خارجی نظریات کی بھرپور تردید کی۔(اور فضائل اہل بیت کو نہ صرف تسلیم کیا بلکہ حب اہل بیت کو شرط ایمان قرار دیا۔جیسا کہ پیچھے گزر چکا ہے۔اور یزید کا مسئلہ آگے آئے گا۔ان شاء اللہ العزیز[خادم،حمزہ])
(برصغیر میں اسلام کی آمد واشاعت اور اسلامی عقائد ونظریات،ص 125 طبع اول)

عقائد اہل السنۃ والجماعۃ میں لکھا ہے:

خوارج حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عائشہ اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کو کافر اور مخلد فی النار قرار دیتے تھے۔اس شخص کو بھی کافر کہتے تھے جو ان کا ہم مسلک ہونے کے باوجود ان کے ساتھ قتال میں شریک نہ ہوتا، مخالفین کے بچوں اور عورتوں کے قتل کے قائل تھے۔رجم کے قائل نہیں تھے۔اطفال المشرکین کے خلود فی النار کے قائل تھے۔(''عقائد اہل السنۃ والجماعۃ'' ص 238 طبع چہارم)

خلافت راشدہ

اہل السنۃ والجماعۃ کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تیس سال تک ''خلافت راشدہ'' کا زمانہ ہے، جس کو خلافت نبوت بھی کہا جاتا ہے، اور امت کے لیے یہ آئیڈیل نظام کی حیثیت رکھتی ہے۔ان تیس سالوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چار جلیل القدر صحابہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ بالترتیب خلیفہ بنے، ان چاروں کو خلفائے اربعہ، خلفائے راشدین اور چار یار کہتے ہیں۔ان کے فیصلوں کو قبول کرنا اور ان کی سنتوں پر عمل کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل کرنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلوں کو قبول کرنا۔کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے ''**علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین**'' الخ[سنن ابی داؤد ج ۲ ص ۲۹۰] ترجمہ: تم پر میری اور میرے خلفاء راشدین

مہدیین کی سنت (پر عمل کرنا) لازم ہے۔ لہٰذا جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہم پر لازم ہے ایسے ہی حضرات خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت بھی ہم پر لازم ہے۔

اس عقیدے کی بنیاد قرآن پاک کی ایک آیت کریمہ ہے جس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے مہاجرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے خلافت کا وعدہ فرمایا **"وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصٰلحٰت لیستخلفنھم فی الارض"** [پ۱۸ سورۃ النور آیت ۵۵] ترجمہ: وعدہ کرلیا ہے اللہ نے اُن لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے ہیں اور کیے ہیں انہوں نے نیک کام، البتہ پیچھے حاکم کردیگا ان کو ملک میں۔ [ترجمہ: حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ] اس آیت مبارکہ کو آیت استخلاف کہا جاتا ہے۔

اور اس کی تائید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث مبارکہ سے بھی ہوتی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **"الخلافۃ بعدی ثلاثون سنۃ"** [ترمذی ص۳۲۳، قرطبی ج۱۲ص ۲۹۸] میرے بعد خلافت تیس سال ہوگی۔ اس اعتبار سے وہ خلافت جس کا قرآن میں اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کی پیشین گوئی فرمائی ہے وہ صرف خلفاء اربعہ کے لیے ہے، کیونکہ خلفاء میں مہاجر صرف یہی چار ہیں اور ان کی خلافت تیس سال پر ختم ہوگئی۔ لہٰذا تمام مفسرین کرام رحمہ اللہ نے اس آیت کا مصداق خلفاء اربعہ کو ہی قرار دیا ہے۔ چنانچہ احکام القرآن للجصاص، تفسیر مظہری، تفسیر عثمانی، تفسیر معارف القرآن، تفسیر معالم العرفان اور تفسیر جواہر القرآن وغیرہ میں اس آیت کے تحت یہی لکھا ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ چونکہ مہاجرین صحابہ میں شامل نہیں اس لیے ان کی خلافت، خلافت راشدہ تو ہے (کیونکہ قرآن پاک نے سب صحابہ کو راشد کہا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے **"اولٰئک ھم الراشدون"**۔ اس لغوی معنیٰ کے اعتبار سے ان کی خلافت کو بھی خلافت راشدہ کہا جاسکتا ہے) لیکن قرآن کی موعودہ خلافت نہیں۔ لہٰذا خلافت راشدہ کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے [۱] خلافت راشدہ موعودہ [۲] خلافت راشدہ مطلقہ۔ پہلی قسم جس کا وعدہ قرآن نے کیا اس کے مصداق صرف چار یار ہیں۔ باقی خلفاء (حضرت حسن، حضرت امیر معاویہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم) کو دوسری قسم میں شمار کیا جاتا ہے، بعض علماء نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی خلافت کو بھی اس دوسری قسم (خلافت راشدہ مطلقہ) میں شمار کیا ہے، اور حضرت امام مہدی کی خلافت بھی خلافت راشدہ مطلقہ ہوگی۔

عمومی طور پر خلافت راشدہ سے مراد قرآن کی موعودہ خلافت ہوتی ہے اس لیے خلافت راشدہ کے جواب میں ''حق چار یار'' کہا جاتا ہے، اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ نعوذ باللہ صرف چار یار ہی حق ہیں، باقی

صحابہ حق نہیں۔ ایسا ہرگز نہیں بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر صحابی عادل، جنتی، برحق بلکہ معیارِ حق اور تنقید سے بالاتر ہے، اور کسی بھی صحابی کی ادنیٰ گستاخی انسان کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیتی ہے۔ بلکہ اس نعرہ سے مراد تو فقط خلافت راشدہ موعودہ کے مصداق حضرات ہوتے ہیں اور وہ چار ہی ہیں۔

امام اہل سنت مولانا عبدالشکور لکھنوی رحمہ اللہ نے اپنی مشہور کتاب ''سیرت خلفاء راشدین'' میں اور دیگر اکابرین نے اپنی کتب میں خلفاء راشدین کے عنوان کے تحت صرف خلفاء اربعہ کو ہی ذکر فرمایا ہے۔ مؤرخ اسلام علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید رحمہ اللہ ابتدا میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت کو ''خلافت راشدہ موعودہ'' میں سمجھتے تھے، لیکن اپنے استاذ گرامی مناظر اسلام، امین ملت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمہ اللہ سے اس مسئلے پر ایک گفتگو کے بعد انہوں نے اپنے سابقہ مؤقف سے رجوع کر لیا تھا[ماہنامہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ]۔ اور ہمارے اکابر کا ہمیشہ یہی طریق رہا ہے کہ کبھی اپنی رائے پر اڑے نہیں رہے بلکہ جب، جس وقت معلوم ہوا کہ ہماری رائے درست نہیں تو فوراً اس سے رجوع کر کے اعلان رجوع فرما دیا۔ چنانچہ حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی قدس سرہ کے ہاں دو سلسلے قائم تھے اور ان کی وقتاً فوقتاً اشاعت ہوتی رہتی تھی[۱] تصحیح اغلاط [۲] ترجیح الراجح۔ اور پھر اپنی اصل کتابوں میں اس کی نشاندہی فرما دیتے کہ پہلے اس طرح لکھا گیا تھا اب اس کی اصلاح کر کے یوں کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ نے ''اختیار الصواب'' کے عنوان سے بعض مسائل سے رجوع فرمایا۔ چنانچہ مولانا فاروقی شہید رحمہ اللہ نے بھی انہی اکابرین کی پیروی میں اپنے سابقہ مؤقف سے رجوع فرما لیا اور پھر ان کی موجودگی میں جبل استقامت مولانا محمد اعظم طارق شہید رحمہ اللہ نے فیصل آباد کی تاریخی ''پیغمبر انقلاب کانفرنس'' میں خلافت راشدہ ''حق چار یارؓ'' کے نعرے خود لگائے اور لگوائے۔ لہٰذا اس نعرہ سے کسی مغالطہ کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔ اور یہ چار یار کی اصطلاح آج کی نہیں ہے بلکہ ہمارے اکابرین اپنی کتابوں میں صدیوں سے ''چار یار'' کی اصطلاح استعمال فرماتے آ رہے ہیں چنانچہ حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ نے ''صراطِ مستقیم'' میں، حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے ''کمالات عزیزی'' اور ''وسیلۃ النجات'' میں، حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ نے ''کلیات امدادیہ'' میں، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ نے ''ھدایۃ الشیعہ'' اور ''اجوِبہَ اربعین'' میں اور حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمہ اللہ نے ''تعلیم الاسلام [جلد سوم] میں ''چار یار'' کی اصطلاح استعمال فرمائی، اور انہی چاروں کو خلفائے راشدین لکھا ہے۔ امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر نور اللہ مرقدہ نے اپنی مسجد کی بیرونی دیوار پر چار یاروں کے نام اور درمیان میں ''حق چار یارؓ'' لکھوایا، اور شیخ العرب والعجم حضرت مدنی

رحمہ اللہ کے خلیفہ مجاز حضرت مولانا قاضی مظہر حسین نور اللہ مرقدہ نے ''حق چار یار'' کے نام سے ایک ماہنامہ مجلّہ جاری فرمایا جو تا حال جاری وساری ہے۔

(نوٹ: جو قارئین اس مسئلہ کی تفصیل معلوم کرنا چاہیں وہ امام اہل سنت مولانا عبدالشکور لکھنوی فاروقی رحمہ اللہ کے رسالہ تفسیر آیت تمکین، اور قائد اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ [خلیفہ مجاز: حضرت مدنی رحمہ اللہ] کی کتاب ''سنی مؤقف'' اور ان دونوں بزرگوں کی دیگر کتب ملاحظہ فرمائیں۔)

خلافت اصول دین میں سے ایک اصل ہے:

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ ازالۃ الخفاء میں لکھتے ہیں:

> ''کہتا ہے حقیر فقیر ولی اللہ اس زمانہ میں بدعت آشکارا ہوگئی ہے اور عام لوگوں کے دل ان کے شبہات سے متاثر ہوگئے ہیں اور اس ملک کے اکثر لوگ خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی خلافت کے ثبوت میں شک کرنے لگے ہیں، لہٰذا توفیق الٰہی کی روشنی نے اس بندۂ ضعیف کے دل میں ایک علم پیدا کیا، جس سے یقین کے ساتھ معلوم ہوا کہ ''خلافت ان بزرگوں کی، ایک اصل ہے اصولِ دین سے''، جب تک لوگ اس اصل کو مضبوط نہ پکڑیں گے، کوئی مسئلہ مضبوط نہ ہوگا۔'' (ازالۃ الخفاء مترجم، اردو جلد اول ص ۸)

خلافت راشدہ تیس سال ہی کیوں؟

بعض لوگ مذکورہ تیس سالہ خلافت کی حدیث کو صحیح تسلیم نہیں کرتے اور کہتے ہیں کیا صحیح اسلامی حکومت صرف تیس سال کیلئے تھی اور بعد میں ساری حکومتیں غیر اسلامی ہی رہیں گی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تیس سالہ خلافت جس کو علیٰ منہاج النبوۃ کہا جاتا ہے دراصل وہ خاص خلافت ہے جس کا وعدہ قرآن مجید کی آیت استخلاف میں کیا گیا ہے اور یہ موعودہ خلافت سورۃ الحج کی آیت تمکین "الذین ان مکنھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونھو عن المنکر" کے تحت صرف ان مہاجرین صحابہ کیلئے ہے جن کو قریشِ مکہ نے ان کے گھروں سے نکال دیا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں بطور پیش گوئی ارشاد فرمایا ہے کہ اگر ان مہاجرین صحابہ کو ہم زمین (ملک) میں اقتدار دیں تو وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور نیکیوں کا حکم دیں اور برائیوں سے منع کریں۔

اسی بنا پر مہاجرین صحابہ کرام میں سے خلافت نبوت صرف خلفائے اربعہ حضرت ابوبکر صدیق۔ حضرت عمر فاروق۔ حضرت عثمان ذوالنورین اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم کو نصیب ہوئی ہے۔ یہ آیت تمکین اور سورۃ النور کی آیت استخلاف اس بارے میں نص ہیں کہ یہ چاروں خلفاء اپنے اپنے دور خلافت

میں خلیفہ راشد تھے اور گو ان میں باہمی فضیلت حسب ترتیب خلافت پائی جاتی ہے لیکن اپنے زمانہ میں وہ خلافت کے پورے اہل تھے اور خلافت کا بار مکمل طور پر اٹھانے کی قابلیت رکھتے تھے کیونکہ ان حضرات کا انتخاب حسب وعدہ خود اللہ تعالی نے کیا ہے اب انکی اہلیت اور قابلیت پر اعتراض کرنا ان پر نہیں بلکہ اللہ تعالی کے انتخاب پر اعتراض ہے۔ العیاذ باللہ۔ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ چونکہ مہاجرین صحابہ میں سے نہیں ہیں اس لئے وہ اس خلافت راشدہ موعودہ کا مصداق نہیں بن سکتے۔ البتہ امام حسن رضی اللہ عنہ کی صلح کے بعد آپ اہل السنۃ والجماعۃ کے عقیدہ میں خلیفہ برحق ہیں۔ اور حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہم سے ان کا اختلاف اجتہادی ہے۔ جس کی نوبت قتال باہمی تک پہنچ گئی تھی اور چونکہ حضرت علی المرتضی خلیفہ راشد کی مخالفت انہوں نے از روئے اجتہاد نیک نیتی سے کی ہے اس لئے ان کی اس خطا کو خطائے اجتہادی قرار دیا جائیگا۔ لیکن بحیثیت جلیل القدر صحابی اور کاتب وحی ہونے کے ان پر لعن طعن کرنا جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ روافض کرتے ہیں یا مودودی صاحب نے تنقید کے نام پر ان کو ہدف ملامت بنایا ہے۔

چنانچہ عقائد اہل السنۃ والجماعۃ میں لکھا ہے:

۱۲......حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تیس سال تک خلافت راشدہ کا زمانہ ہے، جس کو خلافت نبوت بھی کہا گیا ہے، ان تیس سالوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چار جلیل القدر صحابہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ بالترتیب خلیفہ بنے، ان چار خلفاء کے فیصلوں کو قبول کرنا اور ان کی سنتوں پر عمل کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں پر عمل کرنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلوں کو قبول کرنا۔

۱۷......حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو آپ کا جانشین مقرر کیا گیا، حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے صرف چھ ماہ تک خلیفہ رہنے کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرلی، خلافت راشدہ کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اسلامی سلطنت کے پہلے برحق حکمران اور بادشاہ تسلیم کیے گئے۔ (''عقائد اہل السنۃ والجماعۃ'' ص 180 طبع چہارم)

نعرۂ حق چار یار اور شیخ المشائخ:

مخدوم مکرم مولانا حافظ رشید احمد مدظلہ راوی ہیں کہ:

ضلع اٹک کے ایک خدامی مدرسہ کے سنگ بنیاد کے لیے حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ دعوت دی گئی جو آپ نے بخوشی قبول فرمائی۔ مقررہ وقت پر تشریف لائے اور سنگ بنیاد رکھا۔

بنیاد کے لیے چار اینٹیں رکھی گئی تھیں، حضرت قبلہ کو تین اینٹیں پکڑائی گئیں آپ نے بنیاد میں رکھیں اور چوتھی اینٹ خود ہی اٹھا کر رکھی اور ساتھ ہی فرمایا ''حق چار یار'' ......

اور ویسے بھی حضرت قائد اہل سنت رحمہ اللہ نے ملک بھر میں اپنی جماعت ''تحریک خدام اہل السنۃ والجماعۃ'' کے پلیٹ فارم سے دفاع صحابہ اور نفاذ نظام خلافت راشدہ کے لیے بے مثل جدوجہد کی۔ جس میں سرفہرست مسئلہ خلافت راشدہ اور نعرۂ ''حق چار یار'' تھا، جہاں دیگر اکابرین وعلماء نے اس کی پوری پوری تائید کی وہاں حضرت قبلہ خواجہ صاحب رحمہ اللہ نے بھی حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کے اس مشن سے پورا اتفاق کیا اور کبھی کسی بھی درجہ میں معمولی اختلاف بھی نہیں فرمایا۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ و یزید:

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب نواسے ہیں، ان کی محبوبیت وعظمت کے متعلق بہت سی احادیث منقول ہیں۔ چند ایک گزر چکی ہیں۔ یزید کے خلاف آپ نے جو اقدام کیا اس میں آپ حق پر تھے اور اپنے مؤقف پر استقامت کے نتیجہ میں آپ کو مقام شہادت نصیب ہوا۔

جیسا کہ پیچھے گزرا ہے کہ بدقسمتی سے ہمارے ہاں ایسے طبقے بھی موجود ہیں جو نعوذ باللہ نعوذ باللہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو ''باغی''، ''غیر صحابی'' اور یزید پلید کو ''امیر المؤمنین'' اور ''رحمۃ اللہ علیہ'' وغیرہ کہتے اور لکھتے ہیں۔ بعض ظالم تو حد سے ہی گزرے ہوئے ہیں اور بعض حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بارے اس قدر نازیبا اور الفاظ تو نہیں کہتے لیکن یزید کے عدل وانصاف کے گن گاتے نہیں تھکتے۔ اسے خلیفہ برحق بہر حال تسلیم کرتے ہیں۔ جب کہ یہ دونوں قسم کے نظریات اسلاف دیوبند کے اجماعی نظریات کے سراسر خلاف ہیں۔ یہ دونوں طبقے (خارجی ویزیدی) جو کہ رافضیت کے ردعمل کے طور پر نمودار ہوئے۔ خارجیت کا تعارف تو گزر چکا اب ذرا یزیدیت کا تعارف ہو جائے!

یزیدی فتنہ

ترجمان دیوبند مولانا عبدالحق خان بشیر مدظلہ لکھتے ہیں:

> ''رافضیت کے ردعمل میں خارجیت کا فتنہ نمودار ہوا، جس کے سکہ بند طبقہ نے تو کھل کر خلافت علی، صحابیتِ حسنین اور سیدہ فاطمہ کے خاتون جنت ہونے سے انکار کر دیا۔ بلکہ ان عنوانات سے متعلق احادیث صحیحہ سے بھی برأت ظاہر کر دی۔ لیکن ان کے نچلے طبقہ نے اپنی سرگرمیاں صرف ''عدالت یزید'' ثابت کرنے تک ہی محدود رکھیں اور بڑی ڈھٹائی

کے ساتھ ’’فسقِ یزید‘‘ کے بارہ میں جمہور ائمہ اہل السنۃ کے فیصلہ کو شیعی اثرات کا نتیجہ قرار دے دیا۔ یاد رہے کہ برصغیر کے اندر حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ سے لے کر (شاہ ولی اللہ دہلوی، شاہ عبدالعزیز دہلوی، سید احمد شہید، قاضی ثناء اللہ پانی پتی، مولانا قاسم نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا حسین احمد مدنی، علامہ انور شاہ کشمیری اور مفتی کفایت اللہ دہلوی رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین سمیت) امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ تک تمام اکابرین اہل السنۃ ’’فسقِ یزید‘‘ پر متفق ہیں اور کسی کو بھی اس سے اختلاف وانکار نہیں۔‘‘

(ماہنامہ ’’حق چاریار‘‘ لاہور امین ملت مولانا اوکاڑوی نمبر)

چنانچہ احقر کے والد مکرم مدظلہ کی مرتب کردہ ’’حق چاریار جنتری‘‘ 1991ء میں درج حوالہ جات اوراس کے علاوہ دیگر کتب جو احقر نے خود دیکھیں ان کے مطابق

’’مکتوبات [مترجم] مجدد الف ثانی [بحوالہ ’’آفتاب ہدایت‘‘]،...... فتاویٰ عالمگیری مقدمہ ص 11/12]،...... ’’حجۃ اللہ البالغہ‘‘ از شاہ ولی اللہ،...... ’’فتاویٰ عزیزی‘‘ [اردو] [ص 222]...... و ’’تحفہ اثنا عشریہ‘‘ [ص 11] از شاہ عبدالعزیز،...... ’’مجموعہ فتاویٰ مترجم‘‘ [ص 151] از علامہ عبدالحی لکھنوی،...... ’’صراط مستقیم مترجم‘‘ [ص 123] از شاہ اسماعیل شہید،...... ’’مکتوبات سید احمد مترجم‘‘ [مکتوب 50، 268] از سید احمد شہید، ...... ’’قاسم العلوم‘‘ [مترجم] [ص 173]،...... و ’’اجوبہ اربعین‘‘ [ص 185] از حضرت نانوتوی،...... ’’فتاویٰ رشیدیہ‘‘ [ص 78، 50] و ’’ہدایۃ الشیعہ‘‘ [ص 55] از حضرت گنگوہی،...... ’’مکتوبات شیخ الاسلام‘‘ از حضرت مدنی [288]،...... ’’امداد الفتاویٰ‘‘ از حضرت تھانوی [465/4]،...... ’’اکفار الملحدین مترجم‘‘ [ص 28] از حضرت کشمیری،...... ’’اعلاء السنن‘‘ از علامہ ظفر احمد عثمانی [618]،...... ’’فتاویٰ مفتی محمود‘‘ [320/1.... 250/1]،...... ’’سواطع الالہام‘‘ [103] از امیر شریعت،...... ’’آپ کے مسائل اور اُن کا حل‘‘ از حضرت لدھیانوی [230/1]...... اور ’’خارجی فتنہ‘‘ از مولانا قاضی مظہر حسین وغیرہ کتب میں اکابرین نے یزید کو فاسق، فاجر، پلید، بدبخت اور شرابی لکھا ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے جمہور ’’اہل السنۃ والجماعۃ‘‘ کا ’’فسقِ یزید‘‘ پر اجماع ہے، البتہ اس کے کفر کے بارے میں سکوت کا مسلک ضرور ہے، اسی لیے اُس پر لعنت کرنا جائز نہیں۔‘‘

حضرت اقدس قبلہ شیخ المشائخ رحمہ اللہ نہ صرف قرآن وسنت اور فقہ کے مسائل میں اپنے اکابرین

کے پیروکار تھے، بلکہ تاریخ کے بھی تمام افکار ونظریات میں وہ اپنے اکابر کے کفش بردار ہی تھے۔

چنانچہ ''فسقِ یزید'' کے مسئلہ میں بھی حضرت قبلہ خواجہ صاحب رحمہ اللہ نے اپنے اکابرین کا نظریہ ہی اپنایا۔ چنانچہ جب کسی صاحب نے حضرت قبلہ شیخ المشائخ رحمہ اللہ کے بارے یہ لکھا کہ وہ بھی ''فسق یزید'' کے قائل نہیں۔ تو

قائد اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ نے لکھا:

''حضرت مولانا موصوف کو اس طرح یزیدیت کے ساتھ ملوث کرنا ایک بڑی علمی خیانت اور فریب دہی ہے، جس کے ذریعے ناواقف لوگ حضرت مولانا خان محمد صاحب کی شخصیت سے سخت بدظن ہو سکتے ہیں۔''

آگے چل کر مزید لکھتے ہیں:

''میں پہلے بھی مطمئن تھا کہ حضرت مولانا خان محمد صاحب [صدر: عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت] اکابر دیوبند اور جمہور اہل سنت کے مسلک کے متبع ہیں۔''

[ماہنامہ ''حق چاریار'' جلد نمبر 3 شمارہ 1/2 صفحہ نمبر 34]

امام اہل سنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کا فتویٰ:

یزید کے متعلق اکابر علماء دیوبند کا نظریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الاستفتاء: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس بارہ میں کہ

اکابر اہل السنۃ اور اسلاف دیوبند کا یزید کے بارہ میں کیا نظریہ ہے؟ وہ خلیفہ راشد تھا یا نہیں؟ اور اس کو فاسق وپلید کہنا کیسا ہے؟ نیز واقعہ کربلا اور واقعہ حرہ میں یزید ملوث تھا یا نہیں؟ واضح فرما کر ممنون فرمائیں۔ بینوا وتوجروا

سائل عبدالقیوم طاہر، عرفات ٹاؤن گوجرانوالہ

الجواب ومنہ الصدق والصواب

(۱) آج تک کسی نے یزید کے دور حکومت کو خلافت راشدہ میں شمار نہیں کیا اور نہ ہی اس کو خلیفہ راشد کہا ہے۔

(۲) تاریخی حقائق کی روشنی میں یزید کا فسق تواتر تک پہنچا ہوا ہے، اس بنا پر علماء محدثین نے اس کے فسق کا اظہار کیا ہے، مشہور حنفی عالم علامہ ابوبکر الجصاص رحمۃ اللہ علیہ نے احکام القرآن میں یزید کے

فسق کا اظہار کیا ہے ملاحظہ ہو''احکام القرآن ص 119''......مذہب حنفی کے بلند پایہ محدث حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فسقِ یزید کا اظہار کیا ملاحظہ ہو''شرح فقہ اکبر ص 88''......اکابر علماء دیوبند میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے یزید کو ظالم اور پلید لکھا ہے ملاحظہ ہو''فیوض قاسمی ص 32'' ''اجوبہ اربعین ص 3 ج 2''......حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے یزید کو فاسق لکھا ہے ملاحظہ ہو''فتاویٰ رشیدیہ ص 10 ج 1''......حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے یزید کو فاسق لکھا ہے ملاحظہ ہو''امداد الفتاویٰ ص 416 ج 4''۔

(۳) واقع کربلا اور واقع حرہ یزید کے دور حکومت میں ہی ہوئے اس لیے اس کو ان واقعات سے بالکل علیحدہ نہیں کیا جاسکتا، ان کی ذمہ داری اسی پر آتی ہے، کیونکہ ان واقعات میں ملوث کسی کو اس نے سزا نہیں دی، واللہ اعلم بالصواب

احقر عبدالشکور عفا اللہ عنہ	الجواب صواب
دارالافتاء مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ	ابوالزاہد محمد سرفراز
۱۴۰۸/۲/۷ھ	صدر مدرس مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ
مہر دارالافتاء مدرسہ نصرۃ العلوم	۷ صفر ۱۴۰۸ھ یکم اکتوبر 1980ء

حضرت قبلہ شیخ المشائخ کے دو صاجبزادگان حضرت اقدس لالاجی عزیز احمد صاحب مدظلہ اور حضرت اقدس لالاجی خلیل احمد صاحب مدظلہ کی تائید وتصدیق شدہ کتاب ''اسلامی عقائد ونظریات'' (مؤلفہ: حضرۃ مولانا عبدالحق خان بشیر مدظلہ) میں لکھا ہے:

فسقِ یزید

......یزید کو اپنے بعد ولی عہد مقرر کرنا سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ کی اجتہادی خطا تھی، کیونکہ واقعاتی طور پر وہ امت کے مفاد میں نہیں رہی بلکہ امت کو اس سے ناقابل تلافی نقصان پہنچا، البتہ اس تقرر میں سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بددیانتی، خودغرضی یا مفاد پرستی کا دخل ہرگز نہ تھا، انہوں نے وقتی مصلحت کے تحت یہ فیصلہ پوری دیانت داری کے ساتھ کیا تھا۔

......تقرر کے وقت عملی اعتبار سے یزید اچھی پوزیشن میں تھا لیکن تقرر کے بعد مفاد پرست ''مشاورت'' کی وجہ سے اس میں عملی خرابیاں پیدا ہوگئیں، جس کی ذمہ داری سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر نہیں ڈالی جاسکتی۔

......واقعہ کربلا میں شہادت حسین رضی اللہ عنہ کی اصل ذمہ داری اگرچہ گورنرِ کوفہ عبیداللہ بن زیاد پر ہے، لیکن یزید کو بھی بحیثیت حکمران وقت اس سے بری الذمہ قرار نہیں دیا جاسکتا، کیونکہ اُس نے نہ ابن زیاد کو اس

جرم میں معزول کیا اور نہ سزا دی۔

......﴾ مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ پر چڑھائی، ان کی بے حرمتی اور مسلمانوں کی قتل وغارت گری بھی یزید کا سیاہ کارنامہ ہے۔

......﴾ جمہور اہل السنۃ اور تمام اکابرین دیوبند کے نزدیک یزید ''فاسق وفاجر'' تھا البتہ اُس پر لعنت کرنا درست نہیں۔اسی لیے امیر المؤمنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے یزید کو 'امیر المؤمنین'' قرار دینے والے شخص کو 20 کوڑوں کی سزا دی۔[لسان المیز ان ج 6 ص 294]

......﴾ تاریخی اعتبار سے یزید کو فاسق قرار دینے کے تین اسباب بیان کیے گئے ہیں، پہلا یہ کہ وہ ذاتی طور پر شدید قسم کی معصیتوں میں مبتلا تھا۔دوسرا یہ کہ وہ بالواسطہ یا بلاواسطہ ''واقعۂ کربلا'' کے جرم میں ملوث تھا۔تیسرا یہ کہ اس نے مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ کی حرمت پامال کی اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سمیت ہزاروں مسلمانوں کا قتل عام کیا۔

......﴾ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی عظمت وصحابیت کی آڑ میں ''فسقِ یزید'' سے انکار، یا ''فسقِ یزید'' کی آڑ میں امیر المؤمنین سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی توہین وتحقیر دونوں گمراہی ہیں۔واللہ اعلم

[برصغیر میں اسلام کی آمد واشاعت.....ص 172]

حضرۃ قبلہ شیخ المشائخ رحمہ اللہ کا مسلک:

حضرۃ قبلہ رحمہ اللہ اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

عدل وانصاف اور رعایا کے مال وجان وعزت وآبرو کی حفاظت وقت کے ہر حکمران کے ذمہ لازم ہے۔اور لازم رہی ہے۔جو حکمران اپنی رعایا میں عدل وانصاف قائم نہیں رکھ سکتا اور ظلم وستم اور جور جبر کو نہیں روک سکتا۔سارے کا سارا ظلم وستم اور ناانصافی جو اس کے ملک میں روا رکھا جائے گا اُس کا وہ پوری طرح ذمہ دار اور حصہ دار ہے۔

تمام اہل حق امت محمدیہ علیٰ صاحبھا الصلوٰۃ والتسلیمات والتحیۃ کے نزدیک اُس وقت حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ساری امت میں افضل اور بہترین تھے۔لہٰذا جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔یزید اور اس کے کارپردازوں کی طرف سے اُن کو میدان کربلا میں انتہائی سفاکی سے تختۂ مشقِ ظلم وستم بنانا اور امام عالی مقام رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کرام کو ناحق قتل کرنا ایسا گھناؤنا جرم ہے جس کا یزید پوری طرح ذمہ دار بلکہ حصہ دار ہے۔لہٰذا اہل حق کی جماعت نے یزید کو کافر تو قرار نہیں دیا۔لیکن اس سے کم درجے کا

مجرم مختلف عنوانات سے اس کو ضرور قرار دیا ہے۔ بعض نے فاسق وفاجر کہا ہے۔ بعض نے بے دولت و بے نصیب کہا ہے۔ اور بعض نے اس سے بھی زیادہ سخت تر الفاظ میں اسکی مذمت کی ہے۔

بہر حال یہ جان لینا چاہیے کہ حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں یزید کو بہتر اور برحق سمجھنے والا اپنے خاتمہ بالخیر کی توقع نہ رکھے۔

عقیدہ عصمت انبیاء علیہم السلام

اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ ہے کہ انبیاء کرام سب معصوم تھے اور ان کے قلوب اتنے نورانی اور پاکیزہ تھے کہ ان سے صغیرہ گناہ سرزد ہوتا ہے نہ کبیرہ۔

حضرت مولانا محمد حسن مدظلہم (لاہور) فرماتے ہیں:

انبیاء کا دامن اتنا پاک ہوتا ہے کہ اگر اس کو پانی میں بھگو کر نچوڑا جائے تو جبریل آ کر اس سے وضو کرے۔

حضرۃ علامہ علی شیر حیدری شہید رحمہ اللہ نے فرمایا:

بعض صحابہ کرام سے گناہ سرزد ہوئے، یہ اس لیے تھا کہ صحابہ امت کے لیے نمونہ ہیں، تو اگر گناہ ہو جائے تو توبہ کیسے کرنی ہے؟ یہ ذمہ داری تو نبی کی ہے، کہ سب کچھ سمجھائے، سکھائے، پر گناہ نہیں کر سکتا کیونکہ نبی معصوم ہے، نبی کے لیے عصمت مانع ہے۔ اور توبہ بغیر گناہ کیسے ہوگی؟ لہٰذا کسی صحابی سے گناہ ہوا، پھر توبہ کی اور ایسی توبہ کی کہ خود حضور نے فرمایا کہ ''ایسی توبہ کی ہے کہ اگر تقسیم کر دی جائے تو امت بخشی جائے۔'' (معلوم ہوا کہ انبیاء معصوم ہیں، صحابہ معصوم نہیں ہاں محفوظ ضرور ہیں۔ اس لیے کہ معیارِ حق ہیں۔)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم معیارِ حق ہیں

''انسان بنانے کا نصاب اور دستور العمل قرآن ہے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور اس کے بعد پھر صحابہ کرام معیار ہیں۔''

امام الاولیاء حضرت لاہوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> ''فرمان باری تعالیٰ ہے اور جو کوئی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے بعد اس کے کہ اس پر سیدھی راہ کھل چکی ہو اور سب مسلمانوں کے راستہ کے خلاف چلے تو ہم اسے اسی طرف چلائیں گے جدھر وہ خود پھر گیا ہے اور اسے دوزخ میں ڈالیں گے اور بہت برا ٹھکانا ہے۔''
>
> اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں صحابہ کرام کیلئے مبارک

بادی کے پیغام آسمان نازل فرمائے اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی صحابہ کرام کو معیاری درجہ دیا ہے۔ جو لوگ صحابہ کرام کو معیار نہیں مانتے وہ گمراہ ہیں۔ خدا تعالیٰ سب کو ہدایت عطا فرمائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ''میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں۔ ان میں سے تم جس کی اقتداء کرو گے ہدایت پاؤ گے۔'' (مجلس ذکر حصہ نہم ۱۵۹)

ایک شبہہ کا ازالہ:

بعض فرقے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ''معیارِ حق'' نہیں مانتے۔ ان میں سے جو العیاذ باللہ سوائے چند صحابہؓ کے سب اصحاب کے ایمان ہی کے منکر ہیں اور ان کو منافق اور کافر قرار دیتے ہیں وہ تو صحابہ کرام کو ''معیارِ حق'' مان ہی نہیں سکتے۔ کیونکہ وہ ان کو ''اہلِ حق'' ہی نہیں تسلیم کرتے۔ لیکن بعض دوسرے لوگ جو بظاہر صحابہ کرام کو مانتے ہیں، وہ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ جب صحابہ کرام میں بھی شدید اختلافات پائے جاتے ہیں حتی کہ باہمی جنگ وقتال تک بھی نوبت پہنچی ہے تو پھر وہ ''معیارِ حق'' کیونکر تسلیم کیے جا سکتے ہیں؟ اور جب کہ صحابہ میں سے کوئی بھی معصوم نہیں ہے؟ تو اس قسم کے اعتراضات کے جواب میں امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> ''تمام اصحاب کی پیروی اصول دین میں ضروری ہے اور ہر گز ان کا اختلاف اصول دین میں نہیں ہے۔ اگر اختلاف ہے تو فروع میں ہے۔ اور تمام اصحاب، شریعت کے مبلغ ہیں، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ کیونکہ تمام صحابہ عادل ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے درمیان جو اختلاف ہوا ہے وہ نفسانی خواہش کی بنا پر نہ تھا کیونکہ ان کے شریف نفس پاک ہو چکے تھے۔ اور امّارگی سے پاک ہو کر مطمئنہ بن چکے تھے۔ ان کی خواہشات شریعت کے تابع ہو چکی تھیں۔ بلکہ ان کا باہمی اختلاف اجتہاد پر مبنی اور کلمہ حق کے بلند کرنے کے لیے تھا۔ پس ان میں سے جس سے اجتہادی خطا صادر ہوئی ہے اس کو بھی اللہ کے ہاں ایک درجہ ملے گا اور جس کا اجتہاد صحیح تھا اس کو خود دو درجے ملیں گے۔ پس ان پر جفا اور ظلم کا الزام لگانے سے اپنی زبان کو باز رکھنا چاہیے اور سب اصحاب کو نیکی کے ساتھ یاد کرنا چاہیے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ ایسے خون ہیں کہ اللہ تعالی نے ہمارے ہاتھوں کو ان سے پاک رکھا ہے پس ہمیں چاہیے کہ اپنی زبانوں کو بھی ان سے پاک رکھیں۔''

امام ربانی کا یہ مکتوب گرامی صحابہ کے بارے میں عقیدہ اہل السنّت والجماعت کے سمجھنے کیلئے پوری راہنمائی کرتا ہے جس سے مخالفین کے اعتراضات کا قلع قمع ہو جاتا ہے اور یہاں یہ بھی ملحوظ رہے کہ کتاب و

سنت کی شہادت سے جب تمام اصحاب جنتی ہیں اوران کو جہنم کی آگ چھو بھی نہیں سکتی تو یہ اس بات کی بیّن دلیل ہے کہ ہر ہر صحابی کی وفات کامل الایمان ہونے کی حالت میں واقع ہوئی ہے۔اگر کسی صحابیؓ سے کبھی کسی گناہ کا ارتکاب ہوا ہے تو موت سے پہلے اللہ تعالی نے وہ معاف فرمادیا ہے اوران کو خالص توبہ کی توفیق نصیب ہوئی ہے۔اس لئے صحابہ کرام کی توبہ بھی دوسروں کی توبہ کیلئے ایک معیاری حیثیت رکھتی ہے۔اب صحابہ کرام میں سے کسی صحابی پرکسی کو جرح اور تنقید کرنے کا حق نہیں ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حق کا تھرمامیٹر ہیں:

حضرات صحابہ کی یہ مخصوص شان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد **"ماانا علیہ واصحابی"** سے واضح ہوتی ہےاور حضرت لاہوری قدس سرہ نے اسی حقیقت کے اظہار کے لئے حدیث "ماانا علیہ واصحابی" کے تحت ارشاد فرمایا:

"ماانا علیہ واصحابی" حق کا تھرمامیٹر ہے اس پر ہر جماعت کو پرکھ لیا جائے۔جس جماعت میں یہ رنگ ہو۔اللہ تعالی مجھے۔آپ کو اس کے ساتھ رہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔آمین یا الہ العالمین۔

(مجلس ذکر حصہ پنجم ص ۱۰۵)

اور صحابہ کرام کا معیار حق ہونا حضرت لاہوریؒ نے حسب ذیل آیات سے ثابت فرمایا ہے:

"ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدی ویتبع غیر سبیل المومنین" الخ

ترجمہ:اور جوکوئی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے بعد اِسکے کہ اُس پر سیدھی راہ کھل چکی ہو اور سب مسلمانوں کے خلاف چلے تو ہم اسے اسی طرف چلائیں گے جدھر وہ خود پھر گیا ہے اوراسے دوزخ میں ڈالیں گے اور بہت برا ٹھکانا ہے۔''

کمال دیکھئے!اللہ تعالی نے صحابہ کرام کو حضور کے ساتھ مساوی درجہ میں لاکر کھڑا کردیا۔اس آیت میں ''المومنین'' کے مصداق صحابہ کرامؓ ہی ہیں۔حضور تو پیغمبر ہیں۔معلوم ہوا کہ صحابہ کرام عین حضور کے نقش قدم پر جارہے تھے۔اس لیے اللہ تعالی نے ان کو بھی ہمارے لئے نمونہ بنادیا۔اللہ تعالی صحابہ کرام کی تنقیص کرنے والوں کو ہدایت عطا فرمائیں۔آمین یا الہ العالمین۔

صحابہ کرام نے کلمہ تو حضور ہی سے پڑھا تھا۔آپ کی برکت ہی سے ان کو ایمان اوراسلام نصیب ہوا۔لیکن اللہ تعالی نے ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معیاری بنادیا۔ان کی مخالفت کرنے والوں کیلئے فرماتے ہیں کہ ہم ان کو چھوڑ دینگے کیونکہ دین میں زبردستی نہیں ہے۔"لا اکراہ فی الدین"۔

(سورۃ البقرہ رکوع ۳۴پ ۳)

لیکن ان کی مخالفت کر کے کوئی یہ نہ سمجھے کہ اسکو جنت میں بھیجا جائیگا۔نہیں! اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔''نوله ما تولیٰ ونصله جهنم۔''(مجلس ذکر حصہ دہم ص۱۰)

مودودی فتنہ

مودودی صاحب نے ان عقائد ونظریات کو اپنایا جن کا ردصدیوں پہلے اہل السنۃ کے علماء کر چکے ہیں۔مودودی صاحب سے علماء دیوبند کے اختلاف کے دیگر اسباب کے علاوہ بنیادی سبب دو ہیں:

(۱)......انکار''عصمتِ انبیاء''۔وہ حیات پیغمبر کو دوحصوں میں تقسیم کر کے دعویٰ نبوت سے پہلے والے زمانے میں غیر معصوم اور بعد والے زمانے میں معصوم مانتے ہیں۔جبکہ اسلاف دیوبند کا عقیدہ ہے کہ نبی ولادت سے وفات تک معصوم ہوتا ہے۔

چنانچہ''عقائد اہل السنۃ والجماعۃ''میں لکھا ہے:

۱۶......ہر نبی معصوم ہوتا ہے،معصوم کا معنی ہے کہ کوئی صغیرہ یا کبیرہ گناہ،قصداً یا سہواً نبی سے سرزد نہیں ہوسکتا۔عصمت ایک ایسا وصف ہے جو جبر کے بغیر اپنے اختیار سے انبیاء کرام کو ہر قسم کے گناہوں سے روکے رکھتا ہے۔

۱۷......انبیاء کرام کے علاوہ کوئی معصوم نہیں ہے۔(''عقائد اہل السنۃ والجماعۃ''ص 97 طبع چہارم)

(۲)......(دوسرا بنیادی سبب)توہینِ صحابہؓ۔مودی صاحب نہ صحابہ کو معیارحق مانتے ہیں اور نہ ان کو تنقید سے بالاتر سمجھتے ہیں۔حالانکہ اسلاف دیوبند کا عقیدہ ہے کہ صحابہ کرام کی مقدس جماعت قیامت تک کی انسانیت کے لیے معیارحق وصداقت اور ہر قسم کی تنقید سے بالاتر ہے۔

چنانچہ''عقائد اہل السنۃ والجماعۃ''میں لکھا ہے:

۶......تمام صحابہ برحق،معیارحق،اور تنقید سے بالاتر ہیں۔

۷......صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے باہمی اختلاف ومشاجرات امانت،دیانت،تقویٰ،خشیت الٰہی اور اختلاف اجتہادی پر مبنی ہیں،ان میں سے جن سے خطا اجتہادی ہوئی وہ بھی اجر کے مستحق ہیں،اس لیے کہ مجتہد مخطی کو بھی ایک اجر ملتا ہے اور اس سے خطاء اجتہادی پر دنیا میں مواخذہ ہوتا ہے نہ آخرت میں۔

۸......کسی شخص کو صحابہ کی خطاء اجتہادی پر تنقید کرنے کا کوئی حق نہیں۔

۹......تمام صحابہ کرم رضوان اللہ علیہم اجمعین محفوظ عن الخطاء ہیں،یعنی یا تو صدورِ معصیت سے محفوظ ہیں،یا مواخذۂ اُخروی سے محفوظ ہیں،کسی بھی صحابی سے اللہ تبارک وتعالیٰ آخرت میں کوئی مواخذہ نہیں

فرمائیں گے۔

۱۰......نبوت ورسالت کے لیے جس طرح اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے برگزیدہ بندوں کا انتخاب فرمایا، اسی طرح مقام صحابیت پر فائز کرنے کے لیے بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس امت کے خاص بندوں کو منتخب فرمایا ہے۔ (''عقائد اہل السنۃ والجماعۃ'' ص 178 طبع چہارم)

شیخ العرب والعجم حضرت مدنی رحمہ اللہ کا فرمان:

چونکہ صحابہ کرام کا، مابعد کی امت کیلئے ''معیارِ حق'' ہونا ایک دینی اور شرعی مسئلہ تھا جو کتاب وسنت کی نصوص سے ثابت ہے اور بانی جماعت اسلامی سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب اور ان کی جماعت، سوائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی کو ''معیارِ حق'' نہیں مانتے جیسا کہ مودودی جماعت اسلامی کے دستور میں عقیدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت تصریح ہے کہ:

''رسول خدا کے سوا کسی انسان کو معیار حق نہ بنائے کسی کو تنقید سے بالا تر نہ سمجھے۔ کسی کی ذہنی غلامی میں مبتلا نہ ہو۔ ہر ایک کو خدا کے بتائے ہوئے اسی معیار کامل پر جانچے اور پرکھے اور جو اس معیار کے لحاظ سے جس درجہ میں ہو۔ اس کو اسی درجہ میں رکھے۔''

(دستور جماعت اسلامی پاکستان عقیدہ دفعہ نمبر ۳ دفعہ نمبر ۶)

اور یہ عبارت چونکہ عقیدہ کے تحت درج ہے اس لیے مودودی جماعت اسلامی کے ہر رکن کیلئے یہ عقیدہ لازمی ہے۔ چنانچہ اسی دستور میں شرائط رکنیت دفعہ 5 کے تحت نمبر 11 میں لکھا ہے کہ:

''جماعت کے عقیدے کو اسکی تشریح کے ساتھ سمجھ لینے کے بعد شہادت دے کہ یہی اس کا عقیدہ ہے۔''

اور مودودی دستور کا یہ عقیدہ چونکہ اسلامی عقائد کے خلاف ہے اس لئے شیخ الاسلام حضرت مولانا السید حسین احمد صاحب مدنی سابق شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے خلاف ایک مستقل رسالہ بنام ''مودودی دستور اور عقائد کی حقیقت'' تصنیف فرمایا جس میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ''معیارِ حق'' ہونا شرعی دلائل سے ثابت کر کے مودودی جماعت پر اتمام حجت کر دی ہے اور تصریح فرما دی ہے کہ:

''خلاصہ یہ کہ مودودی صاحب کا یہ دستوری نمبر ۶ اور اس کا عقیدہ نہایت غلط اور مخالف قرآن وحدیث اور مخالف عقائد اہل السنۃ والجماعۃ اسلاف کرام ہے، جس سے دین

اسلام کو انتہائی ضرر اور نقصان عارض ہوتا ہے۔ لوگوں کو اس سے احتراز ضروری ہے۔''

(''مودودی دستور اور عقائد کی حقیقت'' ص ۶۴)

(ب) حضرت مدنی اسی کتاب میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

''مودودی صاحب کا کتاب وسنت کا بار بار ذکر فرمانا محض ڈھونگ ہے وہ نہ کتاب کو کتاب مانتے ہیں اور نہ وہ سنت کو سنت مانتے ہیں۔ بلکہ وہ خلاف سلف صالحین ایک نیا مذہب بنا رہے ہیں اور اس پر لوگوں کو چلا کر دوزخ میں دھکیلنا چاہتے ہیں۔''

شیخ المشائخ حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ:

جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت قبلہ خواجہ صاحب رحمہ اللہ بھی دیگر اکابرین کی طرح مودودی صاحب کو ضال مضل اور گمراہ سمجھتے تھے، اس سلسلے میں انہوں نے غالباً ۱۹۵۳ء یا ۱۹۵۴ء میں ''نوائے پاکستان'' میں ردمودودیت پر تنقیدی مضامین تحریر فرمائے، [ماہنامہ ''القاسم، جون/جولائی 2010ء] جو فی الوقت ہمیں میسر نہ آسکے ورنہ ضرور شامل کیے جاتے۔ بہر حال اتنی بات یقینی ہے کہ حضرت قبلہ دیگر تمام نظریات کی طرح اس مسئلہ میں بھی اسلاف دیوبند کے پوری طرح متبع اور ہم مسلک تھے۔

عقیدہ حیات النبی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام

اہل السنۃ والجماعۃ کا اجماعی اور اتفاقی عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء علیہم السلام وفات کے بعد اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں، ان کے ابدانِ مقدسہ بعینہا محفوظ ہیں اور عالم برزخ میں ان کے جسدِ عنصری کے ساتھ ان کی ارواحِ طیبہ کو باقاعدہ تعلق حاصل ہے، ان کی یہ حیات حیاتِ دنیوی کے مماثل ہے، صرف وہ احکامِ شریعت کے مکلّف نہیں ہیں، لیکن وہ نماز بھی پڑھتے ہیں، اور روضۂ اقدس پر جو درود شریف پڑھا جائے وہ بلا واسطہ سنتے بھی ہیں، اور یہی جمہور محدثین اور متکلمین اہل السنۃ والجماعۃ کا مسلک ہے، اور دار العلوم دیوبند کا اس پر فتویٰ موجود ہے کہ: ''جو اس عقیدہ کے خلاف کہتا ہے وہ بدعتی ہے خارجِ اہل السنۃ والجماعۃ ہے، اور اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے''

چنانچہ ''عقائد اہل السنۃ والجماعۃ'' ہی میں لکھا ہے:

۱......حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والتسلیمات، وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں، حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والتسلیمات، کی یہ حیات، برزخی، حسی اور جسمانی ہے۔

۲......حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والتسلیمات، کی

قبور مبارکہ کے پاس کھڑے ہوکر جو شخص صلوۃ وسلام پڑھتا ہے، آپ خود سنتے ہیں اور جواب بھی دیتے ہیں۔

۳......انبیاء کرام علیھم الصلوۃ و التسلیمات ، اپنی قبور مبارکہ میں مختلف مشاغل اور عبادات میں مصروف ہیں، ان کی یہ عبادات تکلیفِ شرعیہ کے طور پر نہیں بلکہ حصول لذت وسرور کے لیے ہیں۔

۴......حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کرام علیھم الصلوۃ و التسلیمات ، کو قبر مبارک میں حاصل ہونے والی حیات اس قدر قوی اور دنیوی حیات کے مشابہ ہے کہ بہت سے احکام دنیوی حیات کے حضرات انبیاء کرام علیھم الصلوۃ و التسلیمات ، پر وفات کے بعد بھی جاری ہوتے ہیں، مثلاً ازواج مطہرات سے نکاح جائز نہ ہونا، نبی کی میراث تقسیم نہ ہونا اور سلام کہنے والے کا سلام سننا وغیرہ۔

۵......دور سے پڑھا جانے والا درودوسلام بذریعہ ملائکہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیا جاتا ہے۔

۶......قبر مبارک میں زمین کا وہ حصہ جو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کے ساتھ لگا ہوا ہے، اہل السنۃ والجماعۃ کا اجماع ہے کہ وہ تمام روئے زمین حتیٰ کہ بیت اللہ شریف اور عرش وکرسی سے بھی افضل ہے۔

۷......حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کرنا نہ صرف مستحب بلکہ عمدہ ترین نیکی اور افضل ترین عبادت ہے۔

۸......زائر مدینہ منورہ کو چاہیے کہ سفر مدینہ منورہ سے آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی نیت کرے، وہاں حاضری کے بعد دیگر مقامات معتبرہ کی زیارت بھی ہو جائے گی، ایسا کرنے میں آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم زیادہ ہے۔

۹......حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس حاضر ہوکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے دعا کرنا، شفاعت کی درخواست کرنا اور یہ کہنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میری بخشش کی سفارش فرمائیں، نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہے۔

۱۱......حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر تمام انبیاء کرام علیہم الصلوہ والتسلیمات وفات کے بعد اپنی قبور مبارکہ میں اسی طرح نبی ورسول ہیں جیسا کہ وفات سے پہلے دنیوی زندگی میں تھے۔ اس لیے کہ نبی کی وفات سے اس کی نبوت ورسالت ختم نہیں ہوتی۔

(عقائد اہل السنۃ والجماعۃ ص 169 تا 173)

مماتی فتنہ

لیکن ملک عزیز میں ایک طبقہ ایسا ہے جو اکابر کے اس اجماعی نظریہ کا نہ صرف انکار کرتا ہے بلکہ حیات النبی کے قائلین پر شرک وبدعت کا فتویٰ بھی جڑ دیتے ہیں۔ یہ فتنہ آیا کہاں سے؟ اس کا جواب امام اہل سنت رحمہ اللہ کے صاحبزادہ، بندہ کے والد گرامی، مناظر اسلام، وکیل احناف، ترجمان دیو بند حضرت مولانا عبدالحق خان بشیر مدظلہ العالی کی زبانی سنیے! وہ اپنی کتاب ''علماء دیو بند کا عقیدہ حیات النبی اور مولانا عطاء اللہ بندیالوی'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''سنی دیو بندی مکتبہ فکر کی ہمہ جہت، عظیم الشان خدمات دشمنان اسلام کی نگاہوں میں جب کانٹا بن کر کھٹکنے لگیں تو بعض شر پسند عناصر نے اس متحدہ قوت کو تقسیم ومنتشر کرنے کے لیے خفیہ منصوبہ بندی کر لی۔ اور عین اس وقت جب کہ ۱۹۵۳ء کے دس ہزار شہدائے ختم نبوت کے مقدس لہو کی سرخی بھی سرزمین لاہور سے مدھم نہ پڑی تھی، انہوں نے ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت چند بااثر افراد کے ذریعہ اہل السنۃ والجماعۃ کے اجماعی واتفاقی عقیدہ ''حیات النبی'' سے انکار کر کے ایک نئے مکتبِ فکر کی بنیاد رکھ دی۔

آغاز فتنۂ مماتیت:

چنانچہ 1956ء کے قریب جامعہ خیر المدارس ملتان کے سالانہ جلسہ میں مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری نے ''عقیدہ حیات النبی'' سے انکار کر کے اس نئے مکتبہ فکر کی بنیاد رکھتے ہوئے انکار حیات النبی کو اپنی تقریر کا موضوع بنالیا۔ دیو بندی حلقے اس فکر جدید سے قطعاً غیر مانوس تھے، لہذا عوام کو اس نئی گمراہی سے بچانے کیلئے حضرت مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ کے حکم پر حضرت مولانا محمد علی جالندھری نے اپنی تقریر میں شاہ صاحب کو نشانہ بنائے بغیر اس عقیدہ کی وضاحت فرمادی کہ اسلاف دیو بند، انبیاء کرام علیہم السلام کو انکی قبور مبارکہ میں روح مع الجسد زندہ مانتے ہیں۔ اور عند القبر سماع صلوۃ وسلام کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ جس پر شاہ صاحب نے برہمی کا اظہار فرمایا چنانچہ جامعہ کے میزبانوں کی طرف سے اسی موقع پر علماء کی ایک محفل سجالی گئی۔ تاکہ شاہ صاحب کو ''مسلک دیو بند'' سمجھایا جاسکے۔ لیکن شاہ صاحب نے مسلک دیو بند قبول کرنے کے بجائے اس مسئلہ کو اپنی عزت نفس کا مسئلہ بنالیا۔ اور پورے ملک میں تقریر کیلئے مستقل یہی عنوان اختیار کرلیا۔

تصفیہ کی پہلی ناکام کوشش!

مسلک دیو بند کی وحدت پارہ پارہ ہوتے دیکھ کر شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ

۱۸، ۱۹ جون ۱۹۶۰ء کو اپنے مرکز شیرانوالہ دروازہ لاہور میں فریقین کے چیدہ چیدہ علماء کا ایک خاص اجلاس طلب فرمالیا۔ تاکہ افہام وتفہیم کے ذریعے اس مسئلہ کا کوئی حل تلاش کیا جاسکے، لیکن شاہ صاحب اوران کے رفقاء اس خالص افہام وتفہیم کی مجلس کو مناظرانہ ومجادلانہ رنگ دینے کے لیے مختلف علاقوں سے عام لوگوں کی بسیں بھر کر لے گئے۔ جس کی وجہ تصفیہ کی یہ پہلی کوشش ناکام ہو کر رہ گئی۔

تصفیہ کی دوسری ناکام کوشش!

اس کے بعد ملک بھر میں جنگ وجدل کا بازار گرم ہوگیا۔ تو ایک بار پھر چند اکابر نے مصالحت کی کوششیں شروع کردیں۔ چنانچہ ۵ جنوری ۱۹۶۱ء کو سکھر کے اندر فریقین کا اجتماع ہوا جس میں فریقین نے متفقہ طور پر حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی اور حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی رحمہما اللہ کو ثالث تسلیم کیا اور ثالثوں نے اس مقصد کے لیے ۱۷، ۱۸ جنوری کو سکھر میں فریقین کو طلب کرلیا۔ اتفاقاً ان تاریخوں میں مولانا محمد علی ایک تقریر کے سلسلے میں گرفتار کرلیے گئے اور سکھر کا اجتماع مؤخر ہوگیا۔ اس کے بعد ثالثوں نے اپنی سہولت کے لیے فریقین سے تحریری مؤقف طلب کرلیے تاکہ اُن کی روشنی میں وجہ اختلاف تک رسائی آسان ہوسکے۔ مولانا محمد علی جالندھری اور مولانا لال حسین اختر رحمہما اللہ نے اپنا تحریری مؤقف ارسال کردیا۔ لیکن شاہ صاحب نے اپنا مؤقف ونظریہ تحریری طور پر دینے سے انکار کردیا۔ جس کی وجہ مصالحت کی یہ دوسری کوشش بھی ناکام ہو کر رہ گئی۔

تصفیہ کی تیسری ناکام کوشش!

اس کے بعد ۱۹۶۲ء میں حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ دیوبند سے پاکستان تشریف لائے تو انہوں نے بھی فریقین کے درمیان مصالحت کی کوششیں شروع کردیں۔ چنانچہ ۲۲ جون ۱۹۶۲ء کو راولپنڈی کے اجلاس میں انہوں نے درج ذیل تحریر فریقین کے سامنے رکھی۔

''وفات کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے۔ اوراس حیات کی وجہ روضۂ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔''

اس تحریر پر حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب......حضرت مولانا محمد علی جالندھری......حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب......اور حضرت مولانا غلام اللہ خان رحمہم اللہ نے دستخط ثبت فرمائے۔

نوٹ: اجلاس راولپنڈی کی مذکورہ تمام کاروائی حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نے اپنے مضمون بعنوان ''مسئلہ حیات النبی سے متعلق چارسالہ نزاع کا خاتمہ'' میں تحریر فرمادی ہے، جو ماہنامہ دارالعلوم دیوبند (ستمبر ۱۹۶۲ء) اور ماہنامہ تعلیم القرآن راولپنڈی (اگست ۱۹۶۲ء) میں شائع ہوچکا ہے۔

سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری نہ مذکورہ اجلاس میں شریک ہوئے اور نہ مذکورہ تحریر پر انہوں

نے دستخط فرمائے۔ جس کی وجہ سے حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب اور حضرت مولانا غلام اللہ خان صاحب نے ان کے بارہ میں درج ذیل تحریر علیحدہ لکھ کردی۔

''ہم (حضرت مولانا قاضی نور محمد صاحب اور مولانا غلام اللہ خان صاحب) اس کی پوری کوشش کریں گے کہ سید عنایت اللہ شاہ صاحب سے اس تحریر (مندرجہ بالا) پر دستخط کرائیں، جس پر ہم نے دستخط کیے ہیں۔ اگر ممدوح اس پر دستخط نہ کریں گے تو ہم مسئلہ حیات النبی میں اس تحریر کی حد تک ان سے برأت کا اعلان کردیں گے۔ نیز اپنے جلسوں میں ان سے مسئلہ حیات النبی پر تقریر نہ کرائیں گے۔ اور اگر اس مسئلہ میں وہ کوئی مناظرہ وغیرہ کریں گے تو ہم اس بارے میں ان کو مدد نہ دیں گے......

نور محمد خطیب قلعہ دیدا سنگھ......لاشئی غلام اللہ خان ۲۲ جون ۱۹۶۲ء۔......

(بحوالہ ماہنامہ دارالعلوم، ستمبر ۱۹۶۲ء ص ۱۵)

البتہ حضرت مولانا قاضی شمس الدین صاحب رحمہ اللہ چونکہ اپنے ایک مکتوب کے ذریعے اپنے ''عقیدہ حیات النبی'' کی وضاحت فرما چکے تھے، اس لیے مذکورہ تحریر پر اُن کے دستخط کرانے کی ضرورت محسوس نہ کی گئی۔ چنانچہ مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ اس کی وضاحت اس طرح فرماتے ہیں کہ اس مختصر عبارت کی کافی تفصیل کیونکہ قاضی شمس الدین (حضرات برادر خورد، مولانا قاضی نور محمد صاحب) اپنے مکتوب میں لکھ کر مولانا محمد علی صاحب جالندھری کے پاس بھیج چکے تھے، اس لیے یہ عبارت بالا ان کی مسلمہ ہے۔ بنا بریں اس عبارت پر ان کے دستخط کرانے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی، عبارت بالا کو ان کی مسلمہ سمجھا جائے۔......(ایضاً ص ۱۵)

اس اعتبار سے گویا جمعیۃ اشاعت التوحید والسنۃ کے تین ذمہ دار حضرات (مولانا قاضی نور محمد صاحب، مولانا غلام اللہ خان صاحب، مولانا قاضی شمس الدین صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ) عقیدہ حیات النبی کی مذکورہ تحریر پر متفق تھے۔ لیکن بدقسمتی سے سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری اور اور ان کے بعض شدت پسند رفقاء اس سے اتفاق نہ کر سکے۔ اور اس طرح مصالحت کی یہ تیسری کوشش بھی ناکام ہو کر رہ گئی۔

جمعیت علماء اسلام کا فیصلہ اور ''تسکین الصدور'' کی تالیف!

افہام وتفہیم کے ذریعے جب مصالحت کی تمام کوششیں ناکام ہوچکیں اور سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری، اپنی جماعت کے مرکزی امیر (حضرت مولنا قاضی نور محمد صاحب رحمہ اللہ) اور ناظم اعلیٰ (مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ) کی تائیدی تحریر بھی مسترد کر چکے تو اکابر دیو بند نے مصالحت کی جملہ کوششیں ترک کر کے ''مسلک دیو بند'' کو شاہ صاحب کے پیدا کردہ شکوک وشبہات سے بچانے اور قرآن

وسنت واجماع امت کی روشنی میں اسے واضح کرنے وآشکارا کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ۴ اگست ۱۹۶۲ء کو جمعیۃ علماء اسلام کی مرکزی شوریٰ کا ایک اجلاس منعقد ہوا، جس میں محدث کبیر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ کی تحریک اور دیگر علماء کی تائید سے امام اہل السنۃ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کو منتخب کیا گیا کہ وہ قرآن وسنت اور اجماع امت کی روشنی میں دلائل وبراہین کے ساتھ مسلک دیوبند کی ترجمانی کرتے ہوئے ''عقیدہ حیات النبی'' کو واضح کریں۔ چنانچہ جمعیۃ کی مرکزی شوریٰ کے فیصلے کے مطابق حضرت امام اہل السنۃ رحمہ اللہ نے **''تسکین الصدور فی تحقیق احوال الموتیٰ فی البرزخ والقبور''** تالیف فرمائی، جسے اکابرین جمعیۃ کی موجودگی میں پڑھ کر سنایا گیا۔ اور پھر تمام اکابر علماء نے اس پر تصدیقات ثبت فرمائیں۔''

تسکین الصدور پر حضرۃ قبلہ شیخ المشائخ کی تقریظ:

تسکین الصدور پر جہاں اور اکابر ومشائخ نے تقاریظ لکھیں وہیں حضرۃ قبلہ خواجہ صاحب رحمہ اللہ نے بھی ان کی پیروی میں نہ صرف تقریظ لکھی بلکہ تصدیق کے ساتھ ساتھ تحسین بھی فرمائی۔ قارئین! حضرت رحمہ اللہ کی تحریر باب نمبر 6 میں ملاحظہ فرمائیں!

بانی فتنہ گجرات کی کہانی......چشتی کی زبانی:

نیز خطیب اسلام مولانا عبدالروف چشتی مدظلہ نے اسی صورتحال کو اپنے منفرد دلچسپ انداز میں یوں بیان کیا، امام اہل سنت نمبر میں اپنے مضمون ''صفدر دواخانہ کی سکہ بند دوائیں'' میں رقم طراز ہیں:

شربت ''تسکین الصدور'' کی ایجاد کی وجہ:

عزیزو! ''بخاری دواخانہ'' گجرات کے ایک معروف طبیب (سید عنایت اللہ شاہ بخاری) تھے، وہ ''بدعتی پھوڑے'' اور ''شرکیہ خارش'' کا زبردست علاج کرتے تھے، ان کے دواخانہ میں اکابر علماء دیوبند کے اداروں کی تیار کردہ ادویات دی جاتی تھیں اور بفضل خدا مریض شفایاب بھی ہوتے تھے، جہاں بھی جاتے تھے، دیوبندی اداروں کی تیار کردہ مستند ادویات ہی دیا کرتے تھے، تمام مایہ ناز اطباء انہیں قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور ان کی تعظیم کرتے تھے، پھر نہ جانے انہیں بیٹھے بٹھائے کیا سوجھی کہ انہوں نے اپنے ''بخاری دواخانہ'' میں ''کشتۂ عقیق'' (اپنی تحقیق، عقیدہ مماتیت وغیرہ) تیار کیا۔ لیکن وہ کچا رہا (جمہور علماء امت کے نظریات کے خلاف) لیکن ان کے نزدیک بہترین تھا، اس ''کشتۂ عقیق'' کی تیاری کے بعد گجراتی حکیم صاحب، ملتان خیر المدارس کے جلسہ پر آئے تو اپنے خطاب میں اپنے تیار کردہ ''کشتہ'' کے فوائد بیان

کرنا شروع کر دیئے اور اسی ''کشتہ'' کو استعمال کرنے پر زور دیا اور دیگر دواؤں مثلاً.... ''شربتِ آبِ حیات'' .... ''سیرپِ فتاویٰ رشیدیہ'' .... ''خمیرہ المہند علی المفند'' .... ''عرق نشر الطیب'' .... اور ''سفوفِ نقشِ حیات'' .... جیسی ''سربند'' ادویات کو سراسر جعلی اور ناقابل استعمال (ناقابل عمل) قرار دے دیا، ''شفاخانہ خیر المدارس'' کے انچارج، استاذ الحکماء مولانا حکیم خیر محمد رحمہ اللہ نے بروقت اُس ''کُشتہ'' کو چکھ کر (سن کر) فوراً کشتہ کے ناقابل استعمال ہونے کی وضاحت کی، اور گجراتی حکیم صاحب کی تردید کی، مولانا خیر محمد رحمہ اللہ کو اندازہ ہوا کہ گجراتی حکیم صاحب کو اپنے اکابر علماء دیوبند پر ''عدم اعتماد'' کی حرارت ہے، لہٰذا انہوں نے ''نانوتوی دواخانہ'' کا تیار کردہ مشہور زمانہ ''شربتِ آبِ حیات'' ان کے لیے تجویز کیا اور پرہیز یہ بتایا کہ وہ ''کشتۂ عقیق'' (اپنا مماتی عقیدہ) عوام میں بیان نہیں کرنا تاکہ عوام انتشار کا شکار نہ ہوں، لیکن گجراتی حکیم صاحب اول درجہ کے بدپرہیز تھے، اسی بدپرہیزی کی وجہ سے تو ''عدمِ اعتماد علی السلف'' کا ''بخار'' ہوا تھا، لہٰذا مستند ادویات سے انکار (اکابرین کی کتابیں) اپنے تیار کردہ ''کشتۂ عقیق'' پر اصرار (خود ساختہ عقیدہ) اور جلسوں میں اس کی تشہیر کی مسلسل بدپرہیزی کی وجہ سے ''عدمِ اعتماد علی السلف'' کا بخار تیز ہوگیا، چنانچہ مسلک دیوبند کے جید علماء وحکماء نے مشورہ کر کے گجراتی حکیم صاحب کے علاج معالجہ کے لیے ''طبیہ یونیورسٹی'' دیوبند سے حکیم قاری محمد طیب قاسمی رحمہ اللہ کو بلوایا، انہوں نے تشخیص وتحقیق کے بعد بہت ہی مختصر اور کارآمد ''نسخہ'' تجویز کیا، جس کے اجزاء یہ ہیں ''وفات کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو برزخ (قبر شریف) میں بہ تعلق روح حیات حاصل ہے اور اس حیات کی وجہ سے روزہ اقدس پر حاضر ہونے والوں کا آپ صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں'' اس شافی نسخہ پر حضرت قاری طیب صاحب رحمہ اللہ، مولانا محمد علی جالندھری رحمہ اللہ، مولانا قاضی نور محمد صاحب رحمہ اللہ، شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ نے دستخط کر دیئے۔ [تسکین الصدور ص ۴۷] لیکن گجراتی حکیم صاحب نے اس نسخہ پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا، انہیں علم تھا کہ اگر میں نے اس نسخہ پر دستخط کر دیئے تو میرا تیار کردہ ''تحقیقی کشتہ'' کوئی نہیں استعمال کرے گا، اور اس تحقیقی کشتہ کی ''پرِ کاہ'' کے برابر حیثیت نہیں رہے گی۔ چنانچہ گجراتی حکیم صاحب اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ حضرت قاری طیب رحمہ اللہ کی خدمت میں لاہور پہنچتے ہیں اور اس نسخہ (معاہدہ) کو منسوخ کرانے پر زور دیتے ہیں اور شدید اصرار کرتے ہیں، حضرت قاری طیب صاحب رحمہ اللہ جواب میں فرماتے ہیں کہ میری سمجھ میں جو بات آسکتی تھی وہ میں کر چکا ہوں اگر مزید آپ کچھ کرنا اور کہنا چاہتے ہیں تو مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ سے ملتان میں ملاقات کریں! حضرت قاری طیب صاحب نے اپنے پروگرام کے مطابق ہندوستان واپس جانا تھا اور مزید پاکستان ٹھہرنے کی گنجائش نہ تھی، اس لیے حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ دیوبند روانہ

ہو گئے۔

گجراتی حکیم صاحب کے بخار کی شدت:

عزیزو! حضرت قاری محمد طیب صاحب کی ہدایت پر ''خیر المدارس'' ملتان میں گجراتی حکیم صاحب کو بلایا گیا، فریقین سے ملاقات کر کے وقت کی تعیین کی ذمہ داری اس وقت کے مشہور ''سرجن'' اور تمام امراض کے ''سپیشلسٹ'' مولانا محمد علی جالندھری رحمہ اللہ کو سونپی گئی، حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمہ اللہ نے گجراتی حکیم صاحب سے کہا کہ صرف پانچ آدمی لیکر آئیں، دوسری طرف سے بھی پانچ ہی ہوں گے، لیکن حکیم گجراتی صاحب وقت مقررہ پر تقریباً 25/30 افراد لے کر آپہنچے، حضرت مولانا محمد علی جالندھری رحمہ اللہ نے حکیم گجرات حضرت شاہ صاحب سے کہا کہ مولانا خیر محمد نے صرف پانچ آدمی لانے کا حکم فرمایا ہے تو ہمیں حضرت کے حکم کی تعمیل کرنی چاہیے تھی! تو گجراتی حکیم صاحب نے کہا کہ ''حضرت کا حکم نامہ کوئی آسمانی صحیفہ ہے کہ جس کی تعمیل واجب ہے؟'' حکیمِ گجرات کے اس جملہ کو بخار کی تیزی وجہ سمجھ لیا گیا، لیکن جب حضرت جالندھری رحمہ اللہ نے اپنے موقف پر اصرار کیا تو گجراتی حکیم جو کہ ''عدمِ اعتماد علی السلف'' کے ''بخار'' سے جھلس رہے تھے، انہوں نے مولانا محمد علی جالندھری رحمہ اللہ کے منہ پر طمانچہ مارا، قربان جائیں مولانا جالندھری رحمہ اللہ کے تحمل پر، انہوں نے جواباً ہاتھ نہیں اٹھایا بلکہ سید سے بدلہ لینے کے لیے سید امین شاہ صاحب رحمہ اللہ ہی آگے بڑھے اور کہا کہ ''فوراً مولانا محمد علی جالندھری رحمہ اللہ سے معافی مانگ لو! ورنہ میں اپنے ہاتھ سے بدلہ لوں گا!'' چنانچہ حکیم گجرات فوراً مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ کے قریب جا کر ان کی منتیں کرنے لگے کہ مجھے سید امین شاہ صاحب رحمہ اللہ سے بچایئے! مولانا خیر محمد صاحب نے فرمایا ''گجراتی حکیم صاحب! آپ کو مولانا محمد علی جالندھری رحمہ اللہ سے اپنی حرکت کی معافی مانگنا ہوگی! چنانچہ گجراتی حکیم صاحب نے بار بار مولانا جالندھری رحمہ اللہ سے معافی مانگی، تب جان چھوٹی [حق چار یار، قائد اہل السنۃ نمبر ص404]

میں کہتا ہوں یہ حرکت دراصل ''اعترافِ شکست'' تھا، ہر سنجیدہ، متین اور معقول آدمی اس امر کو انتہائی گھٹیا حرکت کہے گا، جو کسی بھی صاحب علم کو زیب نہیں دیتی۔ اور شاید یہی وہ موڑ ہے جب شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمہ اللہ نے ذہنی طور پر گجراتی حکیم صاحب سے اپنا راستہ الگ کرنے کا فیصلہ کر لیا، پھر بتدریج حکیم گجرات سے علیحدہ ہوتے چلے گئے۔ اور پھر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ جب مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کی قبر پر کھڑے ہو کر دعا کرتے اور روتے ہوئے اپنے اردگرد کھڑے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا

تھا کہ ''تم سب لوگ گواہ رہنا کہ میرا عقیدہ وہی ہے جو اس قبر والے کا ہے''۔[مناظرہ حیات النبی، از قلم مولانا عبدالجبار سلفی مدظلہ ص 91]

گجراتی حکیم صاحب کے علاج کی کوشش:

میرے عزیزو! جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے کہ گجراتی حکیم صاحب اپنے ہی تھے، اور مسلک دیوبند سے منسلک تمام علماء حضرات ان سے محبت کرتے تھے، ان کا احترام کرتے تھے، حکیمِ گجرات بھی دل وجان سے سب کی عزت وتکریم کرتے تھے۔ اس لیے ان کے ''مرض کی شدت'' کے پیشِ نظر ہر حکیم، طبیب اور ڈاکٹر کو تشویش تھی اور تمام اطباء (علماء) صدقِ نیت سے حکیم صاحب کے مرض کا علاج کرنا چاہتے تھے، لہٰذا سب حکماء کی یہ کوشش تھی کہ انہیں کسی نہ کسی طرح ''نانوتوی دواخانہ'' کا ''شربت آب حیات'' استعمال کرایا جائے تاکہ انہیں مکمل شفا ملے، لیکن بخار کی شدت (اسلاف پر عدمِ اعتماد) اور مناسب خوراک کی کمی (مخلص دوستوں کی بات نہ سننا) نے حکیم گجرات کے اندر ''خشکی'' اور ''چڑچڑاپن'' پیدا کر دیا' ایک مرتبہ جہلم کے مشہور طبیب مولانا عبداللطیف جہلمی رحمہ اللہ یہ سوچ کر کہ گجراتی حکیم صاحب میرے پرانے ساتھی ہیں اور میری بات ضرور مان لیں گے، گجراتی حکیم صاحب کو پلانے کے لیے (مطالعہ کے لیے) ''شربت آب حیات'' لے گئے، جب مولانا جہلمی رحمہ اللہ نے ''شربت آب حیات'' ان کے سامنے رکھا تو انہوں نے اٹھا کر جوتیوں پر پھینک دیا۔ حکیم جہلمی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس روز میں انتہائی مایوس ہو گیا کہ اب حکیم گجرات لاعلاج ہو چکے ہیں۔ اب ان کا علاج بہت مشکل ہے۔ حکیم گجرات کے علاج کے لیے چکوال شہر کے مشہور طبیب اور نامور سرجن حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ نے بھی بھرپور کوشش کی کہ ان کا علاج ہو اور گجراتی حکیم صاحب شفایاب ہوں، طبیب چکوال نے حکیم گجرات سے یہ بھی کہا کہ آپ کو جو جو ''بیماریاں'' ہیں وہ تحریری طور پر ہمیں بتائیں، ہم ان کے علاج کے لیے نسخہ جات لکھ دیں گے، لیکن باوجود کوشش کے گجراتی حکیم صاحب اپنے امراض (اپنا عقیدہ) لکھ کر دینے کو تیار نہ ہوئے۔ چونکہ گجراتی حکیم حضرت شاہ صاحب کے متعلق ہر طرف تشویش پائی جاتی تھی اور ہر طبیب (عالم) ان کی صحت کے لیے فکرمند تھا، چنانچہ ''مسلک دیوبند'' کے مایہ ناز عالم دین، طبیہ یونیورسٹی ''دارالعلوم دیوبند'' کے بااعتماد ''سرجن'' مشہور ومعروف جرّاح حضرت مولانا ڈاکٹر علامہ خالد محمود صاحب نے گجراتی حکیم صاحب کے علاج کے لیے ''معجون مقام حیات'' تیار کیا تاکہ کسی نہ کسی طرح ''عدم اعتماد علی السلف'' کے ''بخار'' میں افاقہ ہو، ''معجون مقام حیات'' سے بخاری حکیم کا بخار تو کیا اترنا تھا، مرض میں اور اضافہ ہو گیا، دراصل ''معجون مقام حیات''

کے تمام اجزاء خالص تھے، ان اجزاء کو دیکھ کر مریض کا سیخ پا ہونا لازمی امر تھا، چنانچہ مرض کی شدت میں اس قدر اضافہ ہوا کہ بعض لوگ اسے ''ہذیانی کیفیت'' سمجھنے لگے، لیکن میرے نزدیک یہ ہذیانی کیفیت نہیں تھی بلکہ مرض کا شدید حملہ تھا، ہذیانی کیفیت میں تو آدمی بے ہوش ہو جاتا ہے، لیکن یہاں بے ہوشی نہیں تھی بلکہ ہوش تھا، اس کی دلیل یہ ہے کہ ''سماعِ موتی'' کے تمام قائلین کو وہ ''ابوجہل کا ٹبر'' کہتے تھے۔ اب دیکھئے! اگر ہذیانی کیفیت ہوتی تو پھر کسی کا بھی نام لیا جا سکتا تھا، ابوجہل کا جو نام لیا، اس کا مطلب ہے یہ ہے کہ وہ ہوش میں تھے، اگر بے ہوش ہوتے تو ''ابوبکر کا ٹبر'' بھی کہہ سکتے تھے، لیکن تمام قائلین سماع کو ''ابوجہل کا ٹبر'' کہنا یہ ان کے ہذیان اور بے ہوشی کی نفی کرتا ہے۔ البتہ سلف پر عدم اعتماد کا ''بخار'' اس قدر تیز تھا کہ تمام ''قائلینِ سماعِ موتی'' کو ''ابوجہل کا ٹبر'' کہتے ہوئے یہ بھول گئے کہ ''سماعِ موتی'' کے قائلین میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جیسے جلیل القدر صحابہ کے نام آتے ہیں اور جمہور ائمہ کرام سماع موتی کے قائل ہیں، کیا یہ سب ''ابوجہل کا ٹبر'' ہیں؟

[مناظرہ حیات النبی، از مولانا عبدالجبار سلفی ص 86]

لیکن چونکہ ''بخار'' کی شدت، (عدمِ اعتماد علی السلف) خوراک کی کمی (ساتھیوں کی بات نہ سننا) نے ان کے اندر پریشان کن حد تک ''خشکی'' پیدا کر دی کہ گجراتی حکیم صاحب نے صاف صاف کہہ دیا کہ میں **''شربت آب حیات''، ''سیرپ فتاویٰ رشیدیہ''، ''خمیرہ المهند علی المفند''، ''عرق نشر الطیب''، ''سفوف نقش حیات''** وغیرہ استعمال نہیں کرونگا مجھے ان پر قطعاً اعتماد نہیں بلکہ اسی ''خشکی'' اور ''ترشی'' میں یہ بھی کہہ دیا کہ میں ''واں بھچراں دواخانہ'' کے تیار کردہ ''عرق'' (**تحریراتِ حدیث**) اور ''شیخ القرآن دواخانہ'' کی ''سلاجیت'' (ماہنامہ **تعلیم القرآن** ستمبر **1959** میں فتویٰ) بھی استعمال (مطالعہ) نہیں کرونگا۔ گجراتی حکیم صاحب کے ''سکہ بند ادویات'' سے نفرت کی حد تک پرہیز نے ان کے ''عدم اعتماد علی السلف'' کے ''بخار'' میں تشویش ناک حد تک اضافہ کر دیا اور ساتھ ''ضدی چنبل'' کا ایسا مرض لگا کہ اس مرض نے انہیں اپنے پرانے ساتھیوں سے دور کر دیا، اسی شدت مرض میں وہ نسخہ جات (آیات) جو اہل بدعت کے لیے استعمال کیا کرتے تھے اب انہی مؤحدین اور اپنے ساتھیوں پر چسپاں کرنے لگے، اس ہیجانی کیفیت میں پتہ نہیں کیا کچھ کہہ جاتے تھے، چنانچہ 4 اگست 1962ء کو لاہور میں جمعیت علماء اسلام کے ایک اجلاس میں ایک کمیٹی کی تشکیل کا فیصلہ کیا گیا جو حکیم گجرات کے تیار کردہ ''کشتہ'' کے نقصانات سے عوام الناس کو آگاہ کرے، چنانچہ گکھڑ کے مشہور طبیب، حکیم حاذق، ''صفدر دواخانہ'' کے انچارج حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کو اس کمیٹی کا چیئرمین بنا کر یہ کام انہی کے سپرد کر دیا گیا،

انہوں نے اپنی ذمہ داری نبھاتے ہوئے ”تسکین الصدور“ کے نام سے ایسا شربت تیار کیا جو ذائقہ اور لذت (دلائل و براہین) سے بھر پور تھا، اس شربت نے اہلِ حق کے سینوں میں سکون وراحت پیدا کر دی، لیکن ”مماتی خارش“ اور ”ضدی چنبل“ کے مریضوں کے لیے یہ ”تسکین“، ”سکین“ (چھری) ثابت ہوئی اور آج تک اس ”تسکین الصدور“ کو ”سکین الصدور“ سمجھتے ہیں۔ شربت ”تسکین الصدور“ کا استعمال (مطالعہ) تو کجا! اس کو ہاتھ لگانے سے ڈرتے ہیں، بلکہ اگر کسی کے ہاتھ میں ہو تو دیکھ کر منہ دوسری طرف پھیر لیتے ہیں۔ میرے عزیزو! یہ ایک ایسی دستاویز ہے، ایک ایسی تالیف ہے، ایک ایسی کتاب ہے، ایک ایسا نسخہ ہے جو مماتیت زدہ اشخاص کے علاج کے لیے تیر بہدف ہے، ”شربت تسکین الصدور“ کا ہر طالب علم اور ہر عالم کے پاس ہونا ضروری ہے۔ ”شربت تسکین الصدور“ کے مقابلہ میں (جواب میں) ”جام تسکین القلوب“، ”سیرپ ندائے حق“ اور ”عرق آئینہ تسکین الصدور“ کے نام سے بعض نسخے مارکیٹ میں آئے لیکن ”شربت تسکین الصدور“ کی خاصیت، افادیت اور اہمیت کم نہ کر سکے اور نہ ان شاء اللہ کر سکیں گے۔

عزیزو! خدا لگتی بات تو یہ ہے کہ ”تسکین الصدور“ کا جواب کسی سے ہو بھی نہیں سکتا، تمام علماء، محدثین تو امام اہل السنۃ مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کی علمیت اور فقاہت کے معترف ہیں، حضرت قاضی شمس الدین صاحب رحمہ اللہ جنہوں نے مماتی لوگوں کے شدید اصرار پر ”تسکین القلوب“ لکھی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ امام اہل السنۃ تین چیزوں میں مجھ پر فوقیت رکھتے ہیں، [۱] اسماء الرجال [۲] ادب [۳] فقہی جزئیات اب آپ خود ہی فیصلہ کریں کہ جو فن اسماء الرجال کا ماہر ہو، ادب میں فائق ہو، فقہی جزئیات میں تاک ہو، اس کی کتاب کا جواب پھر کون دے سکتا ہے؟ میں کہتا ہوں کہ یہی وجہ تھی کہ حضرت عنایت اللہ شاہ بخاری کو بھی ”تسکین الصدور“ پر جرح کی جرأت نہ ہوئی، وہ امام اہل السنۃ کی علمی، فقہی حیثیت جانتے تھے اور مانتے بھی تھے تبھی تو ”بیہقیِ وقت“ کے لقب سے پکارا تھا۔ [ماہنامہ الخیر جون 2009]

قارئین! بات لمبی ہو گئی، عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اکابرین کی اس فتنہ کے خلاف جدوجہد میں حضرت شیخ المشائخ ان کے شانہ بشانہ رہے اور ان کے حق مؤقف کی پوری پوری تائید فرمائی۔

شیخ اور خلفائے شیخ کی کاوشیں:

جیسا کہ قارئین جانتے ہی ہیں کہ حضرت قبلہ رحمہ اللہ کا حیات النبی کے بارے وضاحتی مکتوب جو ملک حاکم خان صاحب کے نام ہے، کئی بار طبع ہوا، کئی جگہ طبع ہوا اور کئی ہزار طبع ہوا۔ ان شاء اللہ اب کسی پتھری

کو یہ کہنے کی جرأت نہیں ہوگی کہ ''حضرت شیخ المشائخ ہمارے ہم فکر تھے'' جیسا کہ یہ حضرات دیگر اکابرین حتیٰ حضرت عائشہ، ودیگر صحابہ، حضرت مدنی، حضرت امام اہل سنت اور دیگر اکابرین کے بارے میں یہ کہتے ہوئے ذرا برابر خدا خوفی سے کام نہیں لیتے کہ ''یہ تمام حضرات ہمارے ہم مسلک ہیں'' (نعوذ باللہ)۔ یہ لوگ اتنی ڈھٹائی اور جرأت سے جھوٹ بولتے اور افتراء باندھتے ہیں کہ الامان والحفیظ۔ نجانے روزِ قیامت خداوند قدوس کو کیا جواب دیں گے، اور آقا مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کا سامنا کس منہ سے کریں گے؟ خدا تعالیٰ سب کو ہدایت دے اور اکابرین کے حق مسلک پر قائم ودائم رہنے کی توفیق مرحمت فرماتے ہوئے اسی عقیدے پر موت دے۔ آمین

مماتی فتنہ......علمائے دیوبند کی نظر میں

حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ نے تو وضاحت فرمائی ہی تھی، اُن کے خلیفہ حضرت مولانا محبّ اللہ صاحب دامت برکاتہم نے بھی خوب خوب حق ادا کیا اور حضرت قبلہ کے اس مکتوب سمیت دیگر اکابرین کے اقوال، اس عقیدے پر دال قرآنی آیات اور موجودہ اکابر کی تقریظات پر مشتمل ایک پمفلٹ بنام ''مماتی فتنہ......علمائے دیوبند کی نظر میں'' شائع کیا۔ جو بڑی تعداد میں تقسیم ہوا۔ جزاہ اللہ خیراً

یہ پمفلٹ بھی درحقیقت حضرت قبلہ شیخ المشائخ رحمہ اللہ کی ہی توجہات کی برکت ہے اور پھر اس پر حضرت قبلہ رحمہ اللہ کی تقریظ بھی ہے اس لیے اسے بھی یہاں اختصاراً درج کیا جاتا ہے۔

حضرت قبلہ شیخ المشائخ کی تقریظ:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو کچھ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتایا وہی حقیقت ہے۔

والسلام

فقیر خان محمد عفی عنہ

خانقاہ سراجیہ

قرآن وسنت کی روشنی میں عقیدۂ حیات النبی:

ا......قرآن پاک میں شہداء کے بارہ میں حیات ثابت ہے اور تم بھی مانتے ہو تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات ضرور ثابت ہوتی ہے۔

۲......حضرت سلمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عصا کو کیڑوں نے کھالیا سختی کے باوجود لیکن ان کے جسم کو نرمی کے باوجود بھی نہیں کھایا کیونکہ ان کے جسم اطہر میں حیات موجود تھی۔

۳......سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں قرآن پاک میں " **خَرَّ** " آیا" **سَقَطَ** "نہیں آیا۔''**خَرَّ**''زندہ کے گرنے کو جبکہ **"سقط"** بے جان کے گرنے کو کہا جاتا ہے۔اس سے حیات النبی ثابت ہوتی ہے۔

۴......قرآن پاک میں ہے کہ......''اور یہ لوگ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آویں جو کہ ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو یوں کہہ دیجیے کہ تم پر سلامتی ہے تمہارے رب نے مہربانی فرمانا اپنے ذمہ مقرر کرلیا ہے''(سورۃ انعام آیت نمبر۵۴)۔یہ حکم قیامت تک کے لے عام ہے، ماقبل الموت ومابعد الموت۔

۵......قرآن پاک میں ہے کہ''اور یہ لوگ جب اپنے حق میں ظلم کر بیٹھے تھے اگر تمہارے پاس آتے اور خدا سے بخشش مانگتے اور رسولِ (خدا) بھی ان کے لیے بخشش طلب کرتے تو خدا کو معاف کرنے والا (اور) مہربان پاتے۔''(سورۃ النساء آیت ۶۴)

''حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن کے تین روز بعد ایک بدوی نے روضہ اقدس پر حاضر ہو کر اس آیت کریمہ سے مغفرت طلب کی روضہ اطہر سے صداء آئی انہ قدغفر لك''(تفسیر قرطبی جلد۵ صفحہ ۲۶۵،۲۶۶)

۶......حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''(حضرات) انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز ادا فرماتے ہیں۔'' ("مجمع الزوائد جلد ۸ صفحہ ۲۱۱" ......"مسند ابو یعلی جلد ٦ حدیث ۳٤۲٥"......" فتح الباری جلد ٦ صفحہ ٤۸۷"...... "الجامع صغیر صفحہ ۱۲٤"...... بیهقی حیات الانبیاء صفحہ ۳"وغیرہ وغیرہ۔)

۷......حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا معراج کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر گزر ہوا تو وہ سرخ ٹیلے کے پاس اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ ("صحیح مسلم" جلد۲ صفحہ ۲٦۸ ...... "مسند احمد" جلد ۳ صفحہ ۱٤۸ ...... "سنن نسائی" جلد ۱ صفحہ ۲٤۲ ......وغیرہ وغیرہ۔)

۸......''مشکوۃ شریف'' صفحہ ۱۵۴......حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:''میں اپنے اس کمرہ میں جس میں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدفون ہیں بلا حجاب داخل ہو جاتی تھی اور سمجھتی کہ ایک تو میرے شوہر ہیں اور دوسرے میرے والد صاحب۔پس جب ان کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تدفین ہوئی تو

اللہ کی قسم میں اس حجرہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حیاء کی وجہ سے بغیر پردہ کبھی نہ جاتی تھی۔ علامہ طیبی شارح مشکوٰۃ لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں ایک امر کی دلیل ہے کہ میت کا احترام بھی اسی طرح کیا جائے کہ جس طرح زندگی میں کیا جاتا ہے۔ (شرح طیبی جلد۳ صفحہ ۴۱۸)

۹......حضرت سعید المسیب رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ''میں واقعہ حرہ کے دنوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف سے اذان اور اقامت کی آواز سنتا رہا۔ یہاں تک کہ لوگ واپس آگئے۔'' (خصائص کبریٰ جلد۲ صفحہ ۲۸۱۔ الحاوی للفتاویٰ جلد۲ ص ۱۴۸۔ زرقانی جلد۵ صفحہ ۳۳۲، ۳۳۳)

۱۰......ہر مسئلہ میں صریح آیت ضروری نہیں۔ اگر مماتی حضرات اس مسئلہ میں صریح آیت طلب کریں تو پھر انہیں گدھے کا گوشت کھانا چاہیے کیونکہ اس کے نہ کھانے میں کوئی صریح آیت موجود نہیں ہے۔ اسی طرح بندر کا بھی یہی حکم ہوگا مماتی حضرات کے لیے۔

۱۱......حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جو بتایا کہ **"مَاتَ رسول الله صلی الله علیه وسلم"** ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خیال تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ظاہری موت بھی نہیں آئی۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آرام کر رہے ہیں ابھی اُٹھ جائیں گے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ظاہری موت تو آئی ہے آیت **"اَفَاِن مَاتَ"** سے یہی مراد ہے۔ حقیقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور شہداء سب زندہ ہیں۔ شہداء صریح آیت سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دلالۃ النص سے۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کے بارے میں صریح آیت ہوتی تو مماتی حضرات کافر سمجھے جاتے۔ لہٰذا اس فتنہ کو ضال مضل (خود گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرنیوالا) بدعتی، اہل السنۃ والجماعۃ سے خارج مانا جائیگا اور اس فتنہ کا علماء دیوبند سے کوئی تعلق نہیں انکے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور گمراہ کرنے کے خطرہ سے بچوں کو ان سے تعلیم دلوانے سے سختی سے منع کیا گیا ہے۔

عقیدۂ حیات النبی علمائے دیوبند کی نظر میں:

۱......جمیع علماء دیوبند رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم کا عقیدہ:

''ہمارے نزدیک اور ہمارے مشائخ کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں'' (المہند علی المفند صفحہ ۲۱)

۲......حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں'' (ہدیة الشیعه صفحہ ۴۴)

۳......حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام بالیقین قبر میں زندہ ہیں'' (ھدایۃ الشیعہ صفحہ ۲۶۸)

۴......محدث العصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ:

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کہ انبیاء کرام علیہم السلام زندہ ہوتے ہیں کا مطلب یہ نہیں کہ فقط ان کی ارواح زندہ ہیں بلکہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام روح وبدن کے مجموعہ کے ساتھ زندہ ہیں۔ (تحیۃ الاسلام صفحہ ۳۶)

۵......حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ:

''حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر میں زندہ ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس عالم کا رزق دیا جاتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے ہیں جو کہ صرف لذت حاصل کرنے کے لیے ہے'' (نشر الطیب ماہنامہ الحسن کا حکیم الامت نمبر صفحہ ۷۰۴ دسمبر ۱۹۸۷ء)

۶......حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ:

''اکابر علماء دیوبند وفات ظاہری کے بعد انبیاء علیہم السلام کی حیات جسمانی کے صرف قائل ہی نہیں بلکہ مثبت بھی ہیں اور بڑے زور شور سے اس پر دلائل قائم کرتے ہیں'' (نقشِ حیات جلد ۱ صفحہ ۱۲۲)

۷......رئیس المفسرین مولانا حسین علی واں بھچراں رحمہ اللہ:

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے میری قبر کے پاس درود شریف پڑھا تو میں خود سنتا ہوں جس نے دور سے پڑھا تو مجھے پہنچایا جاتا ہے'' (تحریراتِ حدیث صفحہ ۲۱۱)

۸......شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ:

''علامہ سخاوی رحمہ اللہ نے قول بدیع میں لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں اپنی قبر شریف میں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن اطہر کو زمین نہیں کھا سکتی اور اس پر اجماع ہے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات میں مستقل رسالہ تصنیف فرمایا ہے اور علامہ سیوطی نے بھی اس موضوع پر مستقل رسالہ تصنیف فرمایا ہے'' (فضائل درود شریف صفحہ ۳۲، ۳۳)

۹......حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ:

اکابر دیوبند برزخ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جسمانی حیات کے قائل ہیں، علماء دیوبند اس کے

اقراری ہیں کہ آج بھی امت کے ایمان کا تحفظ گنبد خضراء کے منبع ایمانی سے ہو رہا ہے۔

(ماہنامہ الرشید، دارالعلوم دیوبند نمبر ۱۹۷۵ء)

۱۰......حضرت امام الاولیاء مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ:

’’میرا عقیدہ وہی ہے جو حضرات اکابر علماء دیوبند کا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں اسی جسدِ عنصری سے زندہ ہیں جو اس دنیا میں تھا۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ابدان دنیاوی کے ساتھ اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہونا اہل السنۃ والجماعۃ کا اجماعی اور متفقہ عقیدہ ہے‘‘ (خدام الدین دسمبر ۱۹۶۰ء)

۱۱......حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی رحمہ اللہ نے ۱۳۶۲ھ میں فریضہ حج ادا کرنے کے بعد روضہ رسول پر اشعار کہے وہ یہ ہیں۔

هو حيي فی قبره كحياة الانبياء

وحرم على الارض ان تاكل اجساد الانبياء

حياتهم اعلىٰ واكمل من الشهداء

وشانهم ارفع فی الارض والسماء

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں جیسا کہ دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام زندہ ہیں اور زمین پر حرام ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے جسموں کو کھائے۔ انبیاء علیہم السلام کی حیات شہداء کی حیات سے اعلیٰ اور اکمل ہے۔ اور انبیاء علیہم السلام کی شان زمین اور آسمان میں بہت اونچی ہے۔

۱۲......امام اہل سنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء علیہم السلام وفات کے بعد اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں، ان کے ابدانِ مقدسہ بعینہا محفوظ ہیں اور عالم برزخ میں ان کے جسدِ عنصری کے ساتھ ان کی ارواحِ طیبہ کو باقاعدہ تعلق حاصل ہے، ان کی یہ حیات حیاتِ دنیوی کے مماثل ہے، صرف وہ احکامِ شریعت کے مکلّف نہیں ہیں، لیکن وہ نماز بھی پڑھتے ہیں، اور روضۂ اقدس پر جو درود شریف پڑھا جائے وہ بلا واسطہ سنتے بھی ہیں، اور یہی جمہور محدثین اور متکلمین اہل السنۃ والجماعۃ کا مسلک ہے، اور دارالعلوم دیوبند کا اس پر فتویٰ موجود ہے کہ: ’’جو اس عقیدہ کے خلاف کہتا ہے وہ بدعتی ہے خارجِ اہل السنۃ والجماعۃ ہے، اور اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ جن لوگوں کا مذکورہ عقیدہ سے پورا تعلق ہے وہ میرے متعلقین میں شامل ہیں، اور جس کا یہ عقیدہ نہ ہو اس کے ساتھ میرا کوئی تعلق نہیں۔‘‘ (مجلّہ ’’نور بصیرت‘‘ بہاولپور جلد نمبر ۲ شمارہ نمبر ۶)

۱۴......شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ:

میرا اور میرے اکابر کا یہ عقیدہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے روضہ مطہرہ میں حیات جسمانی کے ساتھ حیات ہیں یہ حیات برزخی ہے مگر حیات دنیوی سے بھی قوی تر ہے۔ جو حضرات اس مسئلہ کے منکر ہیں میں ان کو اہل حق نہیں سمجھتا۔ نہ وہ علماء دیو بند کے مسلک پر ہیں۔''

(آپ کے مسائل اوران کا حل جلد اول صفحہ ۹۰،۹۱)

قارئین! اس ناچیز کا تو ارادہ تھا کہ ''مسئلہ توحید''......''علم غیب''......''مختار کل''......''حاضر وناظر''......''بریلوی فتنہ''......''مسئلہ تقلید''......فتنۂ غیر مقلدیت''......''حجیت حدیث''......''عقیدہ حیات عیسیٰ''......''فتنہ انکار حدیث''......کے بارے میں بھی اکابرین کا مسلک اور ان کے اقوال اس مضمون میں جمع کروں، لیکن وقت کی قلت، کام کی زیادتی اور اکیلے پن کی وجہ سے نہ کر سکا۔ خدا تعالیٰ اسے اپنی بارگاہ میں قبول فرما کر مفید و نافع بنائے۔ آمین

الاعتذار:

بندہ ناچیز نے بجائے واقعات، کرامات اور حالات کے حضرت رحمہ اللہ کے عقیدہ اور مسلک جو کہ اہل السنۃ والجماعۃ کے نظریات کے عین مطابق تھا، کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے، اس سے مقصد صرف یہ ہے حضور رحمۃ للعالمین، خاتم النبیین، شفیع المذنبین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد فرمودہ معیار حق "ماانا علیہ و اصحابی" اور "علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین المھدیین" کے نصب العین کے آئینہ حق نما میں حضرت شیخ المشائخ کی عظیم شخصیت کو دیکھا جائے۔ اور اس طویل نویسی پر خادم اہل سنت معذرت خواہ ہے۔

اب آخر میں مختصراً اہل السنۃ والجماعۃ کے عقائد و نظریات کو یکجا ذکر کیا جاتا ہے۔ جو حضرات تفصیل کے خواہش مند ہوں وہ اور حضرت قبلہ کے جملہ متعلقین تو ضرور بالضرور ''عقائد اہل السنۃ والجماعۃ'' (مؤلفہ: مولانا مفتی محمد طاہر مسعود مدظلہ......ناشر: خانقاہ سراجیہ، کندیاں شریف......تقسیم کنندہ، المیزان لاہور) خرید کر مطالعہ فرمائیں اپنی اولاد کو پڑھائیں بلکہ گھروں میں اس کی تعلیم کرائیں۔

دعا ہے کہ خدا تعالیٰ ہمیں اکابرین کے مسلک کو جاننے، پہچاننے اور ماننے بلکہ اس کی اشاعت وحفاظت کرنے کی توفیق سے مالا مال فرمائے۔ اور تا دم آخر ہمیں مسلک اہل السنۃ والجماعۃ دیو بند سے وابستہ رکھے۔ آمین۔ بجاہ النبی الکریم۔ صلی اللہ علیہ وسلم

مرتبہ: مولانا عبدالحق خان بشیر

عقائد ونظریات اہل السنۃ والجماعۃ

توحید باری تعالیٰ:

خدا تعالیٰ اپنی ذات وصفات کے اعتبار سے وحدہ لا شریک اور کل کائنات کا بلا شرکت غیر معبود بر حق ہے یعنی عالم الغیب، حاضر وناظر، مختارِ کل، حاجت روا، مشکل کشا ہونا صرف اسی کا خاصہ ہے۔ لہٰذا اس کے سوا کسی کی عبادت کرنا یا کسی سے مدد طلب کرنا شرک ہے۔

ملائکہ:

فرشتے خدا تعالیٰ کی نورانی مخلوق ہیں جو اسکے حکم سے خوراک، ہوا اور قبضِ روح وغیرہ ڈیوٹیوں پر مامور ہیں۔ حضرت جبریل علیہ السلام ان کے سردار ہیں۔

کتب سماویہ

:تورات، زبور، انجیل وغیرہ تمام آسمانی کتب برحق ہیں لیکن اس وقت نہ وہ اپنی اصلی حالت میں موجود ہیں اور نہ ان کے احکامات قابلِ عمل ہیں اب صرف قرآن پاک ہی ہر تحریف سے محفوظ ہے اور اسی کی اتباع میں انسانیت کی نجات ہے۔

انبیاء ورسل علیہم السلام:

حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر آنحضرت ﷺ تک تمام انبیاء کرام علیہم السلام برحق ہیں۔ اور بشر وانسان ہیں۔ ہر صغیرہ وکبیرہ گناہ سے معصوم ہیں، نہ ان سے فریضۂ رسالت میں کوتاہی ہوتی ہے اور نہ ہی وہ کسی بشری کمزوری میں مبتلا ہوتے ہیں علم اور مرتبہ میں وہ غیر انبیاء علیہم السلام کے مجموعی علم ومرتبہ سے افضل ہوتے ہیں اور ہمارے پیغمبر حضرت محمد ﷺ کا علم ومرتبہ خدا تعالیٰ کے بعد پوری کائنات سے برتر ہے۔ کسی نبی کا انکار کرنے والا کافر اور توہین کرنے والا واجب القتل ہے۔

ختم نبوت:

آنحضرت ﷺ آخری نبی ہیں آپ کے بعد نبوت کا دعوی کرنے والا یا اس کو نبی ماننے والا اس کے کفر مین شک کرنے والا کافر اور مرتد ہے۔ جیسے مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی قادیانی امت کافر و مرتد ہے۔

حیاتِ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ السلام:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر زندہ ہیں۔ قربِ قیامت میں نازل ہو کر چالیس سال شریعت اسلامیہ کے مطابق حکومت کریں گے۔ پھر ان کی وفات ہوگی اور وہ روضہ اقدس میں بچی ہوئی جگہ کے اندر مدفون ہوں گے۔

حیاتِ انبیاء علیہم السلام:

تمام انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں بہ تعلق روح زندہ ہیں۔ نمازیں پڑھتے ہیں اور عند القبر پڑھا جانے والا صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں۔

معجزات وکرامات :

باوثوق اسلامی ذرائع سے ثابت ہونے والے تمام معجزات وکرامات برحق ہیں جن میں ہاتھ نبی یا ولی کا اور قدرت خدا کی ہوتی ہے۔

حجیت سنت:

جو حدیث نبوی مسلمہ اصول حدیث کے مطابق صحیح ثابت ہو جائے وہ یقین کا فائدہ دیتی ہے اگر وہ منسوخ نہیں اور امت کے متواتر و اجماعی عمل میں داخل ہے تو اسکے مطابق عقیدہ و عمل اختیار کرنا واجب ہے۔ اور یہی سنت ہے جس پر تا قیامت کاربند رہنے کی قرآنی و نبوی تاکید موجود ہے۔ سنت کا ترک کرنا گناہ اور اسکا مذاق اڑانا کفر ہے۔

خلافت راشدہ:

قرآن پاک کی موعودہ خلافت راشدہ اور اسکے چاروں تاجدار (امام ابوبکر صدیق، امام عمر فاروق، امام عثمان غنی اور امام علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم) برحق ہیں۔ جنکی اتباع فرمان نبوی **علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الرشدین المهديين** کے مطابق سنت نبوی کی طرح لازم ہے۔

صحابہ کرام واہل بیت عظام:

تمام اصحاب رسول قرآنی ونبوی تعلیمات کے مطابق کامل الایمان، متقی، عادل، راشد، معیار حق وصداقت، تنقید سے بالاتر، رضائے الٰہی کے سند یافتہ، قیامت تک کی انسانیت کے لیے نجوم ہدایت، ہر قسم کے عذاب اخروی سے محفوظ اور قطعی ویقینی جنتی ہیں۔ البتہ ترتیب مراتب کے اعتبار سے ان میں اصحاب بیعت رضوان، ان میں اصحاب بدر، ان میں مہاجرین، ان میں عشرہ مبشرہ اور ان میں خلفاء راشدین بہ ترتیب خلافت سب سے افضل ہیں۔ اسی طرح آپ کی تمام اہل بیت (جس میں آپ کی تمام ازواج مطہرات، چاروں بیٹیاں، تینوں داماد، ان کی اولادیں اور آپکے دیگر مسلمان اقرباء شامل ہیں) بھی جماعت صحابہ میں داخل اور مذکورہ تمام قرآنی اوصاف سے متصف ہیں۔ جماعت صحابہ کے کسی فرد کے مذکورہ قرآنی اوصاف سے انکار تعلیمات قرآنیہ سے بغاوت اور اس کی توہین وتنقیص ہے، جو کہ صریح گمراہی ہے۔

قیامت وعذاب قبر:

قیامت اپنے تمام لوازمات (یعنی موت، صورِ اسرافیل، نظام عالم کی تباہی، میدان محشر کا اجتماع، قیام میزان، حساب وکتاب، اہل ایمان کے لیے مختلف شفاعتیں، حوض کوثر، جنت ودوزخ وغیرہ) سمیت برحق ہے۔ اور قبل از قیامت قبروں کے اندر عالم برزخ میں عذاب اور راحت میت کے جسم وروح دونوں کو حاصل ہوتے ہیں، اگرچہ میت کا جسم ریزہ ریزہ اور اس کے ذرات منتشر ہو چکے ہوں۔ یہی جمہور اہل سنت کا اجماعی عقیدہ ہے۔

تقدیر:

تقدیر برحق ہے، یعنی خیر وشر کی تخلیق اور اسباب عالم میں تاثیر من جانب اللہ ہے۔ البتہ انسان اپنے اختیاری عمل سے جو چیز اختیار کرتا ہے اس کی جزا وسزا کا حق دار ہے۔ کائنات کے اندر خالق کی طرف سے وہبی طور پر عطا ہونے والے یا مخلوق کی طرف سے اختیاری طور پر رونما ہونے والے تمام امور خدا تعالیٰ نے اپنے لامحدود علم کے ذریعے تخلیق کائنات سے پہلے لوح محفوظ پر تحریر کر دیے ہیں۔ اسی کا نام تقدیر ہے اور اس کا انکار کفر ہے۔

اجماع امت:

فرمان نبوی **''ان اللہ لایجمع امتی علی الضلالۃ''** کے مطابق اجماع امت دلیل قطعی اور

کسی قسم کی غلطی وگمراہی سے پاک ہے۔اس اعتبار سے قرآن وسنت کی تشریحات، تعامل خیرالقرون کی تعبیرات یا تاریخی واقعات کہ جس مسئلہ پر امت کے اصحاب علم وفضل کا اجماع منعقد ہو چکا ہو، اس میں اختلاف نری گمراہی ہے۔البتہ غیراجماعی مسائل میں فرمان نبوی **"اتبعوا سوادالاعظم"** کی روشنی میں اصحاب علم وفضل کی اکثریت کا راستہ اختیار کرنے میں ہی بہتری ہے۔

اجتہاد وتقلید:

فقہ کے چاروں امام (امام اعظم ابوحنیفہ،امام مالک، امام شافعی اورامام احمد بن حنبل رحمہم اللہ) اہل السنۃ والجماعۃ کے مسلمہ مجتہداوران کے مذاہب (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) برحق ہیں، لہٰذا اجماع امت کی روشنی میں ہرعامی وغیرمجتہد کے لیےان چاروں میں سے کسی ایک امام کی تقلید شخصی واجب ہےاور برصغیر کے تمام بزرگان دین حضرت علی ہجویری، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء، حضرت شیخ بہاوالدین نقشبند، حضرت بابا فریدالدین مسعود گنج شکر، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی، حضرت مجددالف ثانی اورحضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہم اللہ وغیرہم امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مقلد اورفقہ حنفی پرعمل پیرا تھے۔

تصوف وطریقت:

تصوف وطریقت کے چاروں سلسلے (نقشبندی، چشتی، قادری، سہروردی) برحق، مذہب اہل السنۃ والجماعۃ سے وابستہ اورکروڑوں مسلمانوں کے تزکیہ نفس کا ذریعہ بن چکے ہیں، لہٰذاان کوقرآن وسنت کے منافی قرار دینا گمراہی ہے۔آج کل مزارات اولیا رحمہم اللہ پراورعمومی خانقاہوں میں شرک وبدعات جاری ہیں (مثلاً مزارات پر چادریں چڑھانا، ان کوغسل دینا، ان کے طواف کرنا، ان کے سامنے سجدے کرنا، وہاں موسیقی کی محفلیں سجانا، وہاں بے پردہ عورتوں کا جمع ہونا، وہاں چڑھاوے چڑھانا وغیرہ) امورسب عوامی خرافات ہیں،ان کا تصوف کے پاکیزہ سلسلوں سے کوئی تعلق اورواسطہ نہیں۔

مکتوبات امام اہل السنۃ نور اللہ مرقدہ

حضرۃ اقدس امام اہل السنۃ نور اللہ مرقدہ کے علمی، تحقیقی، اصلاحی مکاتیب پر مشتمل تاریخی دستاویز

ملفوظات امام اہل السنۃ نور اللہ مرقدہ

حضرۃ اقدس امام اہل السنۃ نور اللہ مرقدہ کے نہایت قیمتی، نظریات ساز، علمی، اصلاحی ملفوظات کا دلنشین مجموعہ

حضرۃ اقدس امام اہل السنۃ نور اللہ مرقدہ کے حیرت انگیز واقعات

نظر ثانی

جانشین امام اہل السنۃ شیخ القرآن والحدیث حضرۃ مولانا علامہ

عبد القدوس خان قارن صاحب دامت برکاتہم

فرزند ارجمند و تلمیذ رشید و خلیفہ مجاز

حضرۃ اقدس امام اہل السنۃ نور اللہ مرقدہ

ان شاء اللہ العزیز عنقریب منظر عام پر

جن احباب کے پاس اس سلسلے میں مواد ہو، وہ جلد از جلد (باحوالہ) بذریعہ ڈاک ارسال فرمادیں۔ جزاک اللہ خیراً

خادم اہل السنۃ سرفراز حسن خان حمزہ

دار العلوم مدنیہ ماڈل ٹاؤن بی بہاولپور

0321.6820070
0334-4612774
062.2883363

مجلہ تسکین الصدور بہاولپور

بدعا: امام اہلسنت حضرۃ مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر رحمہ اللہ

بیاد: مناظر اسلام حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی

جمادی الاولیٰ، جمادی الاخریٰ ۱۴۳۱ھ

آئینہ مضامین

حرفِ تسکین

مسند لدھیانوی ایک مرتبہ پھر سوگوار......	جمیل الرحمٰن عباسی...........	3

ملفوظات اکابر

ملفوظات حضرت رائے پوری رحمہ اللہ......	مولانا حبیب الرحمٰن......	6

اولئک آبائی

آسماں راحق بود کہ خوں ببارد برزمیں	مولانا مفتی عطاء الرحمٰن......	11
امام اعظمؒ کے حیرت انگیز فتاویٰ........	مفتی محمد انور اوکاڑوی........	12
امام اہل سنتؒ کے حیرت انگیز واقعات......	سرفراز حمزہ...........	35

بحث ونظر

حوالہ میں دیانت داری یا......؟..........	مولانا نور محمد تونسوی......	14
رفع یدین پردوام یا ترک؟..........	مولانا منیر احمد منور......	17
منکرین حیات انبیاءؑ کی شکست.........	مولانا عبدالحق خان......	19
زبیر علی زئی کا تعاقب.............	مولانا چراغ صادق......	23
تحفہ حنفیہ پر ایک نظر.............	مفتی رب نواز بہاولپور......	26
چند شبہات کا ازالہ...............	مولانا عبدالجبار سلفی......	28
کنزالایمان.......چند نمونے..........	مولانا ابوایوب............	30
پرانی لکیر...............	اشتیاق احمد............	33
اجتہاد کی آڑ میں الحاد کی یلغار........	مولانا حبیب الرحمٰن......	38

من الظلمت الی النور

میں حنفی کیسے بنا؟................	مولانا امین اوکاڑویؒ......	8

احکام ومسائل

احکام ومسائل دلائل کی روشنی میں.........	مفتی محمد نعمان محمدی......	42

تبصرہ وتعارف

سالنامہ ''سرخرو'' کا امیر عزیمت نمبر.........	جمیل الرحمٰن عباسی	45

آراء وتاثرات

آراء، تاثرات، تبصرے............	مولانا سلیم اللہ خان، مولانا محمد نواز سیال	44

قیمت فی شمارہ 20 روپے
سالانہ زرتعاون 120 روپے

برائے رابطہ جمال الدین چشتی
0332-7790908
0321-7790908

وکیل احناف، ترجمان دیوبند
حضرت مولانا علامہ

عبدالحق خان بشیر نقشبندی مدظلہ

کی تالیفات

[۱] برصغیر میں اسلام کی آمد واشاعت......اور......اسلامی عقائد ونظریات

صفحات 190...... قیمت 88 روپے

[۲] علماء دیوبند کا عقیدہ حیات النبی اور مولانا عطاء اللہ بندیالوی

صفحات 128...... قیمت 70

[۳] نمازِ تراویح اور مذاہبِ اہل حدیث...... قیمت 80

[۴] مرزا غلام احمد قادیانی کا فقہی مذہب...... قیمت 80

[۵] قادیانی نبوت کے نشیب وفراز [غیر مجلد]...... قیمت 36

[٦] تنظیم فکر ولی اللہی اور مولانا عبید اللہ سندھی رحمہ اللہ...... قیمت 150

[۷] پاکستان ایک اسلامی ریاست......یا سیکولر سٹیٹ؟...... قیمت 20

حق چار یار اکیڈمی

مدرسہ ومحلّہ حیات النبی نزد فوارہ چوک گجرات

0301-6223211-053-3521644

باب 7

منتخب مکاتیب و مضامین

حضرت شیخ المشائخ نور اللہ مرقدہ

تلامذۃ، مریدین، معتقدین کے نام لکھے گئے چند خطوط

اور

اکابر و احباب کی یاد میں لکھے گئے چند مضامین

عدل وانصاف اور رعایا کے مال وجان وعزت وآبرو کی حفاظت وقت کے ہر حکمران کے ذمہ لازم ہے۔اور لازم رہی ہے۔ جو حکمران اپنی رعایا میں عدل وانصاف قائم نہیں رکھ سکتا اور ظلم وستم اور جور جبر کو نہیں روک سکتا۔سارے کا سارا ظلم وستم اور ناانصافی جو اس کے ملک میں روا رکھا جائے گا اُس کا وہ پوری طرح ذمہ دار اور حصہ دار ہے۔

تمام اہل حق امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیمات والتحیۃ کے نزدیک اُس وقت حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ساری امت میں افضل اور بہترین تھے۔لہٰذا جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ یزید اور اس کے کارپردازوں کی طرف سے اُن کو میدان کربلا میں انتہائی سفا کی سے تختۂ مشقِ ظلم وستم بنانا اور امام عالی مقام رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کرام کو ناحق قتل کرنا ایسا گھناؤنا جرم ہے جس کا یزید پوری طرح ذمہ دار بلکہ حصہ دار ہے۔لہٰذا اہل حق کی جماعت نے یزید کو کافر تو قرار نہیں دیا۔لیکن اس سے کم درجے کا مجرم مختلف عنوانات سے اس کو ضرور قرار دیا ہے۔بعض نے فاسق وفاجر کہا ہے۔بعض نے بے دولت وبے نصیب کہا ہے۔اور بعض نے اس سے بھی زیادہ سخت تر الفاظ میں اسکی مذمت کی ہے۔

بہرحال یہ جان لینا چاہیے کہ حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں یزید کو بہتر اور برحق سمجھنے والا اپنے خاتمہ بالخیر کی توقع نہ رکھے۔

بنام شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق خان صاحب نوراللہ مرقدہ

(۱)

(دارالعلوم حقانیہ دارالعلوم دیوبند کا متبادل)

بعدالحمدوالصّلٰوۃ وارسال التسلیمات

فقیرخان محمد عفی عنہ

عالی مرتبت حضرت مولانا عبدالحق صاحب دامت برکاتہم وعنایتہم

کی خدمت عالیہ میں عرض گزار ہے کہ جناب والا کا گرامی نامہ شرف صدور لایا مگرفقیریکم شعبان سے سرہندشریف (ہندوستان) کے سفر پر رہا اور آج رات کو واپس خانقاہ شریف پہنچا جبکہ آپکی تحریر باعث فرمودہ تاریخ گزرچکی تھی امید ہے کہ یہ معذوری بھی باعث دعاگوئی ہوگی۔فقیردعا کرتا ہے کہ حق سبحانہ دارالعلوم کوصحیح معنوں میں دارالعلوم دیوبند کا متبادل بنادے اورآپ حضرات کے بیش قیمت اخلاص میں مزید برکت عطافرمائے۔آمین، والسلام از خانقاہ سراجیہ مجددیہ ڈاک خانہ کندیاں ضلع میانوالی۔

سہ شنبہ ۱۶ شعبان ۶ے ھ

(۲)

۲ر رمضان المبارک ۹۱ ھ (مجلس شوریٰ حقانیہ میں شرکت)

مخدومی ومخدوم العلماء حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ

ملاحظہ فرمادیں مکتوب گرامی بسلسلہ دعوت حاضری مجلس شوریٰ موصول ہوامگر چونکہ فقیرسفر میں ہے اسلئے مکتوب شریف برموقع نہ پہنچ سکا یہاں سے مقامات سفر کا چکرکاٹ کر پرسوں ۲۹ر شعبان کو واپس پہنچا۔بہرحال حاضری تو نہ ہوسکی لیکن فقیر آپ کے لئے اور مدرسہ کے لیے ہمیشہ داعی الخیر ہے اللہ کرے اس دینی مرکز کو مزید ترقی عطافرمائے اورخدمات دینیہ کی انجام دہی مزید برمزید توفیقات کرامت فرمائے۔آمین،امید ہے کہ مزاج سامی مع الخیر ہونگے۔

والسلام از خانقاہ سراجیہ مجددیہ ۲ر رمضان المبارک ۹۱ ھ

(۳)

(فرزند کی علالت اوردعا کی درخواست ○ علماء کا باہمی انتشار اجتماع کراچی ○ حضرت مصالحت کرائیں)

۴ر رجب ۸۹ ھ

بگرامی خدمت حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ العالی

عرض گزار ہے کہ حضرت کا والانامہ موصول ہوکر باعث سرفرازی ہوا۔ یادفرمائی کا بہت بہت شکریہ۔ جزاک اللّٰہ تعالیٰ عنا خیر الجزاء

مجلس شوریٰ کے اجلاس میں شرکت کی خواہش کے باوجود شرکت سے معذور ہوں۔ فقیر کا بڑا لڑکا عزیز احمد بہ عمر چودہ سال بعارضہ بخار محرقہ پندرہ روز سے بیمار ہے۔ اب اگرچہ بخار کی شدت نہیں رہی لیکن ختم بھی نہیں ہوا۔ اور یہ ایام بہت ہی احتیاط کے ہیں اسکو اس حالت میں چھوڑ کر سفر نامناسب ہے۔ اسلئے معذرت پیش خدمت ہے۔ ؎ والعذر عند کرام الناس مقبول

حضرت سے دعا کی درخواست ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے عزیز کو صحت کاملہ وشفائے عاجلہ عطافرمادے۔ اور لمبی عمر عطا فرمادے اور علوم نافعہ دینیہ سے بہرۂ کامل نصیب فرما کر سعادت دینیہ، دنیویہ واُخرویہ سے سرفراز فرمادے۔ آمین، فقیر اس وقت کی غیر حاضری کی تلافی انشاء اللہ تعالیٰ موقع ملنے پر ضرور کریگا۔ اللہ تعالیٰ توفیق گردانے۔ آمین

فقیر کی دعائیں جو کچھ بھی ہیں وہ جاری ہیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے آپکے عزائم مبارکہ میں تکمیل کے اسباب پیدا فرمادے اور دارالعلوم حقانیہ کو مزید برآں ترقیات کرامت فرمادے اور اس پرفتن دور میں دارالعلوم اور آپ سب حضرات کی مساعی کو اپنے دین حقہ اسلام کی خدمت واشاعت اور حفاظت کیلئے قبول فرمادے اور اپنی رضامندی وخوشنودی کا وسیلہ بنادے۔ آمین

علمائے دیوبند کا باہمی خلفشار اجتماع کراچی، مصالحت کرائیں:

حضرت ایک انتہائی ضروری اور اہم ترین التماس یہ بھی ہے کہ کراچی میں حالیہ علماء کا جو اجتماع ہوا ہے اور ایک دوسری جمعیت العلماء اسلام قائم کی گئی ہے اور ان حضرات کے جو بیانات اخبارات میں آرہے ہیں ان سے ہم جیسے بادیہ نشین لوگوں کو از حد پریشانی لاحق ہے۔ ایک ہی مسلک کے چوٹی کے علماء میں یہ اختلاف عوام کیلئے مہلک اور گمراہ کن ہے۔ اور ملحد وزندیق قسم کے لوگوں کیلئے انتہائی خوشی ومسرت کا باعث ہے۔ حضرت تو دونوں کے درمیان مصالحت کنندگان میں سے ایک ہیں اسمیں ہر ممکن مساعی سے دریغ نہ فرمادیں۔ اگر آپ حضرات کی مساعی سے یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچ گیا تو یہ ایک عظیم کارنامہ ہوگا اور ملت اسلامیہ پر احسان عظیم ہوگا۔ اور اگر اسمیں تھوڑی سی بھی کوتاہی روا رکھی گئی تو اسکا جو نقصان ہوگا اور اسکے جو اثرات ظاہر ہونگے وہ اسقدر خطرناک اور بھیانک ہونگے جنکا کوئی اندازہ نہیں کیا جاسکتا۔ اللہ تعالیٰ آپ حضرات کی

اخلاص وللّٰہیت پر مبنی مساعی کو بارآور فرمادے اور آپس میں اتفاق واتحاد پیدا فرما کر اشاعت وحفاظت اور صیانت اسلام کا ذریعہ بنادے۔ آمین

این دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد۔ خان محمد خانقاہ سراجیہ کندیاں

اس تصدیع کی معذرت پیش ہے اور دعا کی درخواست محترم المقام مولانا سمیع الحق صاحب کو سلام مسنون۔

والسلام خانقاہ سراجیہ

(۴)

سہ شنبہ ۲۸/۲/۸۷ھ (خود حاضر ہو جاؤں گا تردد کی ضرورت نہیں)

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات

از فقیر خان محمد عفی عنہ

بخدمت گرامی مخدوم مکرم حضرت مولانا صاحب دامت برکاتہم وعنایتہم

گزارش آنکہ جناب والا کا نامہ گرامی موصول ہوگیا۔ ماشاء اللہ سبحانہ وتعالیٰ فقیر کا ارادہ بروز ہفتہ ۲۹ رجب ۸۷ بوقت صبح خود حاضر ہو جائیں گے کسی قسم کی تردد کی ضرورت نہیں اطمینان فرمادیں۔ قاری محمد امین صاحب سلام عرض کرتے ہیں۔

والسلام از مدرسہ فرقانیہ مدنیہ کوہاٹی بازار راولپنڈی

نوٹ: محترم المقام حضرت مولانا عبدالحق دامت برکاتہم ،سلام مسنون، مولانا سمیع الحق سے ملاقات تعلیم القرآن میں ہوگئی تھی ساری چیزیں انشاء اللہ بروقت پہنچ جائیں گی۔ مجھے بیحد خوشی ہے حضرت مدظلہ جلسہ میں شرکت فرمارہے ہیں۔

فقط والسلام

محمد امین عفا اللہ عنہ ۳/۱۰/۶۷

(۵)

سہ شنبہ ۶ جمادی الاخری ۱۳۸۷ھ (حقانیہ منبع فیوض وبرکات ومرکز علوم وکمالات ہے)

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات

از فقیر خان محمد عفی عنہ

بخدمت گرامی مخدوم مکرم حضرت مہتمم صاحب دارالعلوم حقانیہ دامت برکاتہم وعنایتہم

گزارش آنکہ والا نامہ موجب عزت ومسرت وافتخار ہوا یاد فرمائی کا شکریہ۔ بار بار اس منبع فیوض

وبرکات ومرکزعلوم وکمالات دارالعلوم کی زیارت موجب سعادت ہے لیکن فقیر کے مشاغل مقامی کچھ اس نوعیت کے ہیں کہ اجلاس شوریٰ اوراجلاس عام دونوں میں حاضری موجب تکلیف وتکلف ہوگی۔اگرآں جناب ازرہ لطف وعنایت کسی ایک حاضری سے مستثنیٰ فرمادیں توانتہائی کرم وعنایت ہوگی۔ دوسرے جناب والا کے علم عالی میں ہوگا۔کہ ہم لوگ جلسوں میں تقاریر کرنے سے معذور ہیں۔بلکہ بے کار محض ۔۔۔توجب کہ جلسہ عام کے موقعہ پر کثرت ضیوف کا ہونالازمی ہوتاہے اگرفقیر حاضر نہ ہوبلکہ پہلے اجلاس میں حاضر ہوجائے تو ممکن ہے انتظامی لحاظ سے آپکے لئے آسان رہے۔بہرحال جسطرح بھی آں جناب کا ارشادعالی ہوگا۔انشاءاللہ تعالیٰ تعمیل ہوگی۔دعاہے کہ اللہ تعالیٰ آں جناب کوافادہ خلائق کیلئے دیرگاسلامت باکرامت رکھےاورمکروھات زمانہ سے محفوظ اور حسنات دارین سے محظوظ رکھے۔

آمین ثم آمین

والسلام مع الاکرام

ازخانقاہ سراجیہ ڈاک خانہ کندیاں ضلع میاں والی

بنام شیخ الحدیث حضرت مولاناسمیع الحق صاحب مدظلہ العالی

(۱)

مارچ ۱۹۷۸ء

(مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کااجتماع اسلام آباد)

بخدمت جناب مکرم حضرت مولاناسمیع الحق صاحب زیدمجدکم۔

سلام مسنون!مزاج گرامی!

۲۲مارچ ۷۸ءبروز جمعہ صبح دس بجے سے نمازعصرتک مرکزی جامع مسجدلال اسلام آبادمیں آل پاکستان ختم نبوۃ کانفرنس مجلس عمل تحفظ ختم نبوۃ پاکستان کے زیراہتمام رکھی ہے۔کانفرس کی اہمیت مسئلہ ختم نبوت کی عظمت آپ پرپوشیدہ نہیں یہ کانفرنس اس افتراق وتشتت کے دورمیں اتحادِاُمت کاسیمینارثابت ہوگی۔آپ بروقت تشریف لاکرکانفرنس میں شرکت اورامت مسلمہ کی رہنمائی فرمائیں۔

والسلام فقیرخان محمدعفی عنہ صدرمرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوۃ پاکستان

(۲)

(قادیانیت آئینی ترامیم کی بحالی کی کوششوں کاشکریہ اورملت اسلامیہ کےموقف کی تیاری وغیرہ کااعتراف)

۲۳/رجب ۱۴۰۲ھ ۱۹۸۲ء

محترم المقام حضرت مولانا سمیع الحق صاحب زید مجدکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

بعد از سلام مسنون کے مطالعہ فرمادیں کہ کل یہاں سے ایک رجسٹری بھجوانے کے بعد آپکی رجسٹری موصول ہوئی آپکی اس کرم فرمائی کا بہت بہت شکریہ کہ اس حقیر کو اپنی اس شفقت وعنایت کے قابل سمجھا۔**جزاک اللہ تعالیٰ عنا خیر الجزاء** ،قادیانیت کے سلسلہ میں آئینی ترمیم کی بحالی کے متعلق آپ حضرات کی مساعی کا بھی بہت بہت شکریہ۔ **جزاکم اللہ تعالیٰ**، اللہ تعالیٰ آپ حضرات کی مساعی کو قبول فرمادے اور اس دور کے فتن سے دین حقہ اسلام کی حفاظت وصیانت کی مزید برآن توفیق رفیق گردانے۔آمین۔

ملت اسلامیہ کے موقف کی تیاری ۷۴ء کی تحریک ختم نبوت کے خدمات کا اعتراف۔

تحریک تحفظ ختم نبوت ۱۹۷۴ء میں تو آپ براہ راست شریک رہے ہیں ملت اسلامیہ کے موقف کی تیاری میں آپ کا بہت سا حصہ ہے۔اسلئے آپ پر اس موقف کی حفاظت کی ذمہ داری بھی آپکا اپنا فرض ہے۔اللہ تعالیٰ آپکو اس فریضہ کی ادائیگی کی کما حقہ توفیق عطا فرمائے۔آمین۔گزارش ہے کہ پنجاب ہائیکورٹ بار کے وکلاء کی جو عرضداشت[1] صدر صاحب کیخدمت پیش کی گئی تھی اسمیں دو ترمیموں کی منسوخی کی نشان دہی کی گئی تھی صدر صاحب نے ایک ترمیم کی منسوخی کو بحال کیا ہے اور دوسری ترمیم کی منسوخی کو باقی رہنے دیا ہے وہ عرضداشت ارسال خدمت ہے۔خط کشیدہ ترمیم کی منسوخی بدستور باقی ہے اس طرح یہ آدھا کام باقی اسکی تکمیل کیلئے مسلسل محنت اور جدوجہد کی ضرورت لازمی ہے۔

پاسپورٹ وغیرہ کے بیان حلفی میں گڑبڑ۔

اس پہلے کام کی تکمیل کیلئے سوچ وبچار اور غور وفکر جاری تھا کہ ایک اور افتاد میں مبتلا کردیئے گئے ہیں اور وہ ہے بیان حلفی میں جو کہ حج فارموں ،پاسپورٹ فارموں اور شناختی کارڈ فارموں میں درج ہے۔

اور ہر درخواست گزار مسلمان کو اسپر دستخط کرنے لازمی ہیں اس بیان حلفی کے تیسرے پیرے کو حذف کردیا گیا ہے۔ پہلے بھی ووٹوں کے اندراج کے وقت یہ بیان حلفی تبدیل کردیا گیا تھا۔اللہ تعالیٰ کروڑ ہا رحمتیں نازل فرمائے حضرت مفتی محمود صاحبؒ کی قبر پر انکی مداخلت سے یہ مسئلہ حل ہوا تھا اور حکومت کو کروڑ ہا روپے کا نقصان برداشت کرنا پڑا،اور کروڑوں فارم طبع شدہ کو ضائع کرنا پڑا اور نئے فارم صحیح بیان حلفی پر چھپوانے پڑے تھے۔اسکے متعلق صدر صاحب کی خدمت میں فقیر نے عریضہ ارسال کیا جسکی ایک کاپی آپکی خدمت میں پیش کی ہے۔

صدر ضیاء الحق کا نرم رویہ:

جب سے مارشل لاء نافذ ہوا ہے اور صدر ضیاء الحق صاحب نے مسند اقتدار کو زینت بخشی ہے قادیانیوں کی حفاظت اور سرپرستی اور انکی نمائندگی کے فریضہ کی ادائیگی کو اپنا فرض سمجھ رکھا ہے۔صدر صاحب کی اس روش نے خود انکے متعلق شک وشبہات کو تقویب پہنچائی ہے۔کیا آئین اسلام کے نفاذ کے سلسلہ میں قادیانیت کا تحفظ ضروری ہے اور لادین عناصر کے تعاون کے بغیر یہ کام سرانجام نہیں دیا جاسکتا۔اس معمہ کو سمجھنے کیلئے عامۃ المسلمین کے اذہان قاصر ہیں۔ع **رموز مملکت خویش خسروانان دانند**

واجب الاحترام حضرت مولانا صاحب مدظلہٗ العالی کی خدمت میں سلام مسنون اور درخواست دعا۔

والسلام فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ از خانقاہ سراجیہ

(۳)

۳۰ جمادی الاول ۱۴۰۲ھ

حقانیہ اکوڑہ خٹک میں وفاق المدارس کے اجتماع کے سلسلہ میں مشورے

بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ کی طرف سے

مکرم ومحترم جناب مولانا قاری محمد امین صاحب مطالعہ فرماویں کہ

وفاق المدارس کے اس اجتماع میں حاضری کا ارادہ تھا لیکن طبیعت کی خرابی کیوجہ سے اس سعادت سے محرومی پر بہت افسوس ہے بہ امر مجبوری عزیز احمد سلمہ اللہ تعالیٰ کو اپنی طرف سے بھیج رہا ہوں۔اللہ تعالیٰ اس اجتماع کو کامیاب بنادے اور مدارس عربیہ دینیہ کے استحکام اور ترقی اور اصلاح احوال کے بہترین نتائج کا حامل بنادے۔آمین۔یہ ایک خالص دینی اجتماع ہے اور پاکستان کا بہترین دینی عنصر اس میں جمع ہے اس میں ۱۹۷۳ء کے آئین میں ۱۹۷۴ء میں جو مسلمانان پاکستان کی عظیم قربانی کیوجہ سے مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار پانے کے متعلق ترمیم منظور ہوکر ۱۹۷۳ء کے آئین کا حصہ بنی تھی۔موجودہ حکومت نے منسوخ کردی ہے اسکے متعلق ضرور ایک قرارداد منظور کروائیں جو کہ بہت ضروری اور اہم ہے۔لاہور ہائیکورٹ بار کے ۱۶۹ وکیلوں کی عرض داشت جو ۲۳ مارچ کے روزنامہ جنگ میں شائع ہوئی ہے اس سلسلہ کی یقینی چیز ہے اسکی تین کاپیاں ارسال خدمت ہیں۔اسکی روشنی میں یہ احتجاجی قرارداد ضرور منظور کروائیں اور سب شرکاء کے دستخط کرواکر صدر مملکت کو رجسٹری کروائیں۔اللہ تعالیٰ آپکو کامیاب فرمادے اور ہمت واستقامت کرامت فرمادے۔آمین،فقیر کیطرف سے امیر وفاق المدارس مولانا محمد ادریس (میرٹھی) صاحب، ناظم

اعلیٰ مولانا محمد سلیم (اللہ خان) صاحب، حضرت مولانا عبدالحق صاحب ودیگر جملہ حضرات کی خدمت میں سلام مسنون اور درخواست دعا۔ والسلام از خانقاہ سراجیہ

(۴)

فروری ۱۹۸۵ء (مولانا محمد اسلم قریشی کا اغواء۔احتجاجی پروگرام اور مطالبات)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، زید لطفکم، مکرمی محترمی حضرت مولانا سمیع الحق صاحب ایڈیٹر الحق، مزاج گرامی؟

مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت پاکستان کے اجلاس منعقدہ چنیوٹ بتاریخ ۲۷ر دسمبر ۸۴ء کے فیصلوں کی روشنی میں گزارش ہے کہ فدائے ختم نبوت مولانا محمد اسلم قریشی کو اغواء ہوئے ۱۷ر فروری ۸۵ء کو دو سال ہو رہے ہیں لیکن حکومتی ادارے ابھی تک انکا سراغ لگانے اور اغواء کی سازش میں ملوث افراد کو شامل تفتیش کرنے میں ناکام رہے ہیں اور مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت پاکستان کے دیگر مطالبات کے سلسلہ میں بھی حکومت کوئی واضح پالیسی اختیار نہیں کر رہی ہے اس لیے مرکزی مجلس عمل نے فیصلہ کیا ہے کہ:

۱۷ر فروری ۸۵ء بروز اتوار کو ملک بھر میں یوم احتجاج منایا جائے

اس سلسلہ میں ملک بھر میں مجلس عمل کی شاخوں اور تمام مکاتب فکر کے علماء کرام، خطباء، طلبہ، راہنماؤں اور کارکنوں سے گزارش ہے کہ اس روز مقامی حالات کی روشنی میں عام جلسوں، کارکنوں کے اجتماعات، بیانات، تقاریر، اشتہارات اور دیگر ممکنہ ذرائع سے مولانا محمد اسلم قریشی کے اغواء کے پس منظر، مرکزی مجلس عمل کے مطالبات، قادیانیوں کی وطن دشمن سرگرمیوں اور افسر شاہی کے سرد مہری پر مبنی رویہ پر روشنی ڈالی جائے اور مندرجہ ذیل مطالبات کا تفصیل سے ذکر کیا جائے:

☆ مولانا محمد اسلم قریشی کے اغواء کی تفتیش کرنے والی موجودہ پولیس ٹیم کو برطرف کر کے کیس ملٹری انٹیلی جنس کے حوالے کیا جائے۔

☆ مرزا طاہر کے فرار کے ذمہ دار افسران کیخلاف کارروائی کیجائے اور اسکا پاسپورٹ منسوخ کر کے انٹرپول کے ذریعہ ملک واپسی کا انتظام کیا جائے۔

☆ قادیانیوں کی کلیدی آسامیوں سے علیحدگی، ارتداد کی شرعی سزا کے نفاذ اور مرکزی مجلس عمل کے دیگر مطالبات کی منظوری کا اعلان کیا جائے۔

☆ قادیانیوں کے بارے میں صدارتی آرڈیننس پر مکمل عملدرآمد کا اہتمام کیا جائے اور ٹال مٹول کا رویہ اختیار کرنے والے افسران کا نوٹس لیا جائے۔علاوہ ازیں یہ بھی بطور خاص گزارش ہے کہ عام انتخابات

میں قانون کی رو سے قادیانی نہ تو مسلمانوں کی نشستوں پر انتخاب میں حصہ لے سکتے ہیں نہ ووٹ استعمال کر سکتے ہیں۔اسلئے اپنے علاقہ میں اس بات پر خصوصی نظر رکھیں کہ کوئی قادیانی نہ تو الیکشن لڑ سکے اور نہ ہی ووٹ استعمال کر سکے اور اگر کہیں اس قسم کی کوئی شکایت پیش آئے تو متعلقہ ضلع حکام کو باضابطہ اطلاع دیکر مرکزی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کے دفتر حضوری باغ روڈ ملتان کو بھی اسکی نقل بھجوائیں، انتخابات کے فوراً بعد اسلام آباد میں مرکزی مجلس عمل کا اجلاس طلب کیا جا رہا ہے جس میں آئندہ لائحہ عمل کے بارے میں اہم فیصلے کئے جائیں گے۔انشاء اللہ العزیز (مولانا خواجہ) خان محمد

(۵)

۱۲/فروری ۱۹۸۵ء (قادیانیوں کی کلمہ مہم)

مخدوم ومحترم جناب چیف ایڈیٹر الحق حضرت مولانا سمیع الحق صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ، مزاج گرامی؟

۱۷رفروری ۱۹۸۵ء کو فدائے ختم نبوت مولانا محمد اسلم قریشی کے سانحہ اغواء کو دو سال پورے ہو جائیں گے۔قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا طاہر کا ملک عزیز سے فرار اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ وہ اس کیس میں مجرم ہیں۔ مدعی پارٹی کے نامزد کردہ مشتبہ افراد کو شامل تفتیش نہیں کیا گیا ہے۔تفتیشی ٹیم کے سربراہ میجر مشتاق ڈی آئی جی فیصل آباد اس سانحہ کے وقت گوجرانوالہ میں تعینات تھے انکی جانبداری اور مجرمانہ ذہنیت نے کیس کو لاینحل معمہ بنا دیا ہے۔آل پارٹیز مجلس عمل تحفظ ختم نبوت پاکستان اس صورت حال سے شدید کرب واضطراب میں مبتلا ہے مرزا طاہر کی لندن سے آمدہ کیسٹوں، تقاریر وہدایات سے پورے ملک کے قادیانی اپنے سینوں پر کلمہ طیبہ کے بیج لگا کر اپنی عبادت گاہوں، مکانات بالخصوص ربوہ کے در و دیوار پر کلمہ لکھ کر صدارتی آرڈیننس کی دھجیاں بکھیرنے میں شب وروز مصروف ہیں۔قادیانی اسلام کے امتیازی نشان (کلمہ طیبہ) کو لکھ کر یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں ہمیں غیر مسلم قرار دینے کا آرڈیننس پر کاہ کی حیثیت نہیں رکھتا۔الیکشن کے زمانہ میں قادیانی جنون کی حد تک اس طرح تصادم پر اتر آتے ہیں جس سے پورے ملک کے محبّ وطن مسلمان سخت تشویش میں مبتلا ہیں۔قادیانی بیرونی ہدایات پر کسی وقت بھی ملک کے امن کو تہہ وبالا کر سکتے ہیں۔قانون نافذ کرنے والے حکومتی ادارے خاموش تماشائی کا مجرمانہ کردار ادا کر رہے ہیں۔

ماہنامہ الحق اور مدیر الحق کو خراج تحسین:

آپ نے ہمیشہ حق وصداقت کا ساتھ دیا۔آپ کے رسالہ نے قومی مسائل میں ہمیشہ اسلامیانِ

پاکستان کی راہنمائی کی۔مولانا اسلم قریشی کیس میں آپکے رسالہ نے مثالی کردار ادا کیا۔ اس پر میں آپکا شکرگزار ہوں۔آپ سے درخواست ہے کہ ۱۷ فروری کو اپنے رسالہ کے ادارتی کالم میں اس مظلوم عالم دین، فدائے ختم نبوت کے سانحہ پر قلم اٹھا کر مشکور فرمائیں۔

والسلام...... فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ، امیر مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان ملتان،

صدر آل پارٹیز مجلس عمل تحفظ ختم نبوت پاکستان، سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ کندیاں، پاکستان

۱۲/۲/۸۵

(۶)

(عرضداشت بنام ضیاء الحق عبوری آئینی حکم میں قادیانیوں کے بارہ میں سقم)

بخدمت حضرت مولانا سمیع الحق صاحب

سلام مسنون،

صدر مملکت کے نام ہائی کورٹ کے ۱۶۹ ارکان کی عرضداشت برائے اطلاع ارسال خدمت ہے۔ فقیر خان محمد عفی عنہ

عرضداشت بخدمت جناب صدر مملکت چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل ضیاء الحق

جناب عالی! براہ کرم مذکورہ ذیل معروضات پر ہمدردانہ غور فرما کر مناسب حکم صادر فرمائیں۔امت مسلمہ کا متفقہ فیصلہ ہے کہ قادیانی و لاہوری، مرزائی دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔اس بناپر مرزائی نہ اپنے آپکو مسلمان کہہ سکتے ہیں اور نہ ہی مسلمانوں کے شعائر اختیار کر سکتے ہیں۔مسلمانان پاکستان کی عظیم قربانی کے باعث ستمبر ۱۹۷۴ء ترمیم نمبر ۲ کے ذریعہ مرکزی اسمبلی نے قادیانیوں (ہر دو گروپ) کو آئینی و قانونی طور پر غیر مسلم قرار دیدیا گیا تھا۔نہیں معلوم قادیانیوں کے متعلق کوئی نہ کوئی ایسی صورت کیوں پیدا ہو جاتی ہے کہ اس سے عامۃ المسلمین شک وشبہ کا شکار ہو جاتے ہیں جب آئینی عبوری حکم جاری کیا گیا تو اسمیں آئین ۱۹۷۳ء کی دفعہ نمبر ۱۰۶ جسمیں قادیانی لاہوری مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیتوں میں شمار کیا گیا تھا۔حذف تھی۔ممتاز علمائے کرام نے جب یہ امر جناب کی خدمت میں پیش کیا تو جناب والا کی ذاتی توجہ سے اس کمی کو پورا کیا گیا۔اور عبوری آئین میں دفعہ نمبر ۱۰۶ کا مفہوم پہلے سے بھی اچھی صورت میں داخل کر لیا گیا۔ جناب والا! عامۃ المسلمین کے خلاف دوسری تخریبی قانون سازی آرڈیننس نمبر ۲۷ مجریہ جولائی ۱۹۸۱ء کے ذریعہ کی گئی ان وفاقی قوانین (اعادہ واستقرار) کی دفعہ نمبر ۲ میں واضح طور پر لکھا گیا ہے کہ شیڈول اول میں مندرج تمام قوانین کلی طور پر ختم و کالعدم کر دیئے گئے ہیں۔اسی طرح ''شیڈول اول'' عنوان کے تحت ''منسوخ شدہ

قوانین'' کے الفاظ درج ہیں۔اسی شیڈول میں سیریل نمبر۲۷۲پر آئینی ترمیم نمبر۲ مجریہ ستمبر۱۹۷۴ءکو منسوخ ہونا درج ہے۔اور سیریل نمبر۳۱۳(آرڈیننس) عوامی نمائندگی کا ترمیمی آرڈیننس L مجریہ ستمبر۱۹۷۹ءکو منسوخ کیا جانا درج ہے۔(یہ بدستور منسوخ ہے اور بحالی ازحد ضروری ہے۔خان محمد) جس کی بنا پر قادیانی (ہر دو گروپ) صرف غیر مسلم اقلیتی نشستوں پر انتخاب میں حصہ لے سکتے تھے اور انکے ووٹر بھی صرف قادیانی ہی ہوسکتے تھے وفاقی قوانین (اعادہ واستقرار) کے اجراء کے بعد قادیانی ہر دو گروپ ۱۹۷۳ء کا آئین بحال ہونے کے بعد غیر مسلم اقلیت نہ رہیں گے۔اور آج عبوری آئین کی موجودگی میں قادیانی ہر دو گروپ پر غیر مسلم سیٹوں اور غیر مسلم ووٹروں کے ذریعہ انتخاب لڑنے کی پابندی ختم ہے۔

مودبانہ گزارش ہے! کہ اس نئے آرڈیننس نے عامۃ المسلمین سے ان تمام جانوں کا صلہ چھین لیا ہے جوانہوں نے ختم نبوت کی حفاظت کیلئے قربان کیں ان شہیدوں کا خون رائیگاں گیا جوانہوں نے رسول اکرم ﷺ کے نام پر پیش کیا۔پُر زور اور پُر سوز گزارش ہے کہ اس نئے آرڈیننس کے شیڈول میں سے سیریل نمبر۲۷۲،نمبر۳۱۳ حذف فرمایا جاوئے۔اور حکم دیا جاوے کہ وہ شروع سے ہی حذف تصور ہونگے جیسا کہ شیڈول میں شامل ہی نہ تھے۔ہم ہیں آپکے نیاز مند ہائیکورٹ بار لاہور کے ۱۶۹ معزز اراکین کے دستخط،

واجب الاحترام حضرت مولانا صاحب مدظلہ العالی کی خدمت میں سلام مسنون اور درخواست دعا۔

والسلام فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ از خانقاہ سراجیہ

(۷)

التاریخ۲۱/اپریل۱۹۸۵ء

(اپریل۸۴ء میں ضیاء الحق کا قابل تحسین آرڈیننس اور قادیانیوں کا باغیانہ رویہ)

محترم ومکرم جناب عالی!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ،امید ہے مزاج گرامی بخیر ہوگا۔

جیسا کہ آپکو معلوم ہے کہ قادیانیت کا مسئلہ،مملکت خداداد پاکستان کا حساس ترین مسئلہ ہے۔اس مسئلے کی سنگینی کا احساس یقیناً آپکو بھی ہوگا اور یہ بھی معلوم ہوگا کہ مسئلہ ''ختم نبوت'' کے حل کیلئے ملک میں تین بار تحریک چل چکی ہے۔دس ہزار مسلمانوں نے صرف لاہور میں تحریک تحفظ ختم نبوت ۵۳ء کے دوران اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔۷۴ء میں قومی اسمبلی نے متفقہ طور پر،پاکستان کے مسلمانوں کا دیرینہ مطالبہ پورا کرتے ہوئے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا اور اپریل۸۴ء میں صدر مملکت جنرل محمد ضیاء الحق نے ایک آرڈیننس کے ذریعہ قادیانیوں کو اپنے آپکو مسلمان کہلانے،اسلامی اصطلاحات کے استعمال اور قادیانیت

کی تبلیغ سے روک دیا۔[1]

اس وقت میں تفصیلات میں جانا نہیں چاہتا میں صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ملک کے استحکام اور سالمیت کیلئے قادیانی ٹولہ سب سے زیادہ خطرناک رہا ہے اور اب بھی ہے۔ مشرقی پاکستان کو توڑنے کا سب سے اہم کردار ایم ایم احمد قادیانی نے ادا کیا۔ آج بھی یہی ٹولہ ملک میں فرقہ ورانہ، لسانی وعلاقائی تعصبات کی آگ بھڑکانے میں نہایت خفیہ طریقہ سے کام انجام دے رہا ہے۔ سرکاری اداروں میں بڑے بڑے عہدوں پر فائز قادیانی ملک کو دیمک کیطرح چاٹ رہے ہیں۔ یہ مسئلہ بھی آپکی توجہ کا متقاضی ہے۔

<u>قادیانیوں کا آرڈیننس سے باغیانہ رویہ:</u>

قادیانیوں نے ۷۴ء کی آئینی ترمیم کی طرح صدر ضیاء الحق کے نافذ کردہ آرڈیننس کو ماننے سے انکار کر دیا ہے اور مسلمانوں کو مشتعل کرنے کیلئے انہوں نے ''کلمہ مہم'' چلا رکھی ہے۔ اپنی عبادت گاہوں پر کلمہ طیبہ کے بورڈ لگا کر مسلمانوں کی دل آزاری کر رہے ہیں۔ کیا پاکستان کا کوئی مسلمان کلمہ کا بورڈ کسی گرجا گھر، مندر یا گردوارہ پر لگانے کی اجازت دیں گے؟ قادیانیوں کا اسطرح کلمہ طیبہ کا بورڈ لگانے کا مقصد صرف اپنے آپکو مسلمان ظاہر کرنا ہے جو شرعاً اور قانوناً جرم ہے۔ مسئلہ قادیانیت الحمدللہ، علماء کرام کی محنت اور پاکستان کے مسلمانوں کی قربانیوں کے نتیجہ میں ممبر ومحراب سے نکل کر اسمبلی کے ایوانوں میں گونجنے لگا۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ حکومتی سطح پر قادیانیت کا تعاقب کیا جائے۔ میں آپکی خدمت میں مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے شائع کردہ رسائل کے سیٹ بھیج رہا ہوں تا کہ آپ پر قادیانیت کی اصلی حقیقت واضح ہو۔ اگر جناب قادیانیت کے بارے میں مزید معلومات چاہتے ہیں تو ہم سے رابطہ قائم فرمادیں۔ انشاء اللہ ہم رہنمائی کریں گے۔ اس سلسلے میں آپ سے درخواست ہے کہ

☆ اگر آپ قومی یا صوبائی یا سینٹ کے ممبر ہیں تو اس مسئلے کیلئے کلمہ حق بلند کیجئے۔

☆ اگر آپکا تعلق پولیس یا انتظامیہ سے ہے تو آرڈیننس پر عملدرآمد کرانا آپکا شرعی وقانونی فریضہ ہے

☆ اگر آپ جج، وکیل، ڈاکٹر، تاجر، ملازم، مزدور یا طالب علم ہیں یا آپ کا تعلق کسی بھی پیشہ سے ہو، آپکا فریضہ ہے کہ آپ اپنے دائرہ میں ناموس رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ میں اپنا کردار ادا کریں۔

یقین جانئے کہ اگر آپ آنحضرت ﷺ کی شفاعت چاہتے ہیں تو اس مسئلے کیلئے اٹھ کھڑے ہوں۔ اس سے پاکستان کے مسلمانوں کا بھلا ہوگا اور ملک کو استحکام ملے گا۔

فقیر خان محمد عفی عنہ (امیر مرکزیہ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان، ملتان)

(۸)

۷ر ستمبر ۱۹۸۹ء (لندن اور شکاگو امریکہ کے ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کی دعوت)

مکرمی و محترمی حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج گرامی؟

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام لندن میں سالانہ ختم نبوت کانفرنس ہوتی ہے۔اس سال یہ کانفرنس یکم اکتوبر ۸۹ء بروز اتوار لندن میں منعقد ہو رہی ہے۔ جماعت کے رفقاء کی خواہش ہے کہ اس دفعہ آنجناب [1] بھی شرکت سے ممنون احسان فرمائیں آپکی تشریف آوری سے فقیر کو بہت خوشی اور راحت ہوگی۔امید ہے مزاج گرامی بخیر ہونگے ۔دارالعلوم ٹھیک چل رہا ہوگا اللہ رب العزت آپکے حامی وناصر ہوں۔لندن کے بعد ۷،۸ر اکتوبر کو شکاگو امریکہ میں بھی کانفرنس ہے اگر گنجائش ہو اور ایک سفر میں تمام پروگرام ہو جائیں تو بہت اچھا ہو۔ورنہ لندن تو ضرور تشریف لائیں۔

والسلام......فقیر خان محمد عفاعنہ

پروگرام حسب ذیل ہونگے ۔یکم اکتوبر ویمبلے کانفرنس ہال لندن، ختم نبوت کانفرنس، ۷،۸ر اکتوبر جمیت حدیث و ختم نبوت کانفرنس شکاگو امریکہ، حضور والا لندن روانگی سے قبل مندرجہ ذیل فون پر لندن مطلع فرمائیں گے تا کہ خدام ختم نبوت آپکا استقبال کر سکیں اور آپ بسہولت قیام گاہ تک تشریف لے جائیں۔فون نمبر ۸۱۹۹۔۷۳۷۔۰۱ یہ ہے۔آپکا مکتوب گرامی حضرت الامیر کو خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف بذریعہ ڈاک بھیج دیا گیا ہے۔امید ہے کہ دعوات صالحہ میں ضرور یاد فرمائیں گے۔

والسلام...... محمد اسماعیل شجاع آبادی، مرکزی ناظم عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

(۹)

۳۵ ستاک ویلگرین لندن، ۱۶/۱ اکتوبر ۱۹۸۹ء

(ربوہ کے آٹھویں سالانہ کانفرنس میں شرکت)

محترم المقام جناب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج گرامی!

اللہ رب العزت کا لاکھ فضل واحسان ہے کہ آپ حضرات کی اخلاص بھری کوششوں سے عالمی مجلس اب پوری دنیا میں عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کا فریضہ سرانجام دے رہی ہے۔ برطانیہ وامریکہ کی ختم نبوت کانفرنسوں کے باعث جماعت کے اکثر ذمہ دار رہنما غیر ملکی سفر پر ہیں۔ربوہ میں ہونے والی سالانہ آٹھویں ختم نبوت کانفرنس کیلئے فقیر کے کہنے پر رفقاء نے ۲،۳ نومبر ۱۹۸۹ء جمعرات، جمعہ کی تاریخیں

مقرر کی ہیں۔ میں آپ سے توقع رکھتا ہوں کہ کانفرنس کی کامیابی کیلئے بھر پور کاوش کریں گے۔ پہلے سے زیادہ رفقاء کو اسمیں شرکت کیلئے آمادہ کریں گے۔اور ہماری غیر حاضری کو محسوس نہ ہونے دیں گے۔ ہم لوگ اب کانفرنس کے موقع پر ہی حاضر ہونگے۔ ہماری غیر حاضری میں آپ اپنی ذمہ داری کو بھر پور اور احسن انداز سے نبھانے کی کوشش کریں اور کانفرنس کو مثالی طور پر کامیاب بنائیں۔فقیر ہر وقت آپ حضرات کیلئے دعا گو ہے۔

والسلام فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ، امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حال وارد (لندن)

(۱۰)

(حکومت کی قادیانیت نوازی کی مثالیں)

بخدمت عالی جناب ومحترم زید مجدکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ، مزاج گرامی!

موجودہ حکمران اسوقت جسطرح قادیانیت نوازی کا مظاہرہ کررہے ہیں اسکی چند ایک مثالیں ملاحظہ ہوں۔

☆ وزیراعظم معین قریشی صاحب، ایم ایم احمد قادیانی کی دریافت ہیں۔ مبینہ طور پر اسکا نام اسنے پیش کیا۔ دونوں ورلڈ بینک میں ایکساتھ کام کرتے رہے ہیں یہ کہ دونوں امریکہ کے آدمی ہیں۔معین قریشی کی بیوی اور بیٹی کے قادیانی ہونے کی اطلاعات اخبارات میں چھپ چکی ہیں اور یہ کہ معین قریشی کا پریس سیکرٹری ریٹائرڈ کرنل اکرام اللہ قادیانی بتایا جاتا ہے۔

☆ قادیانیوں کے حقوق انسانی کمیشن کو حکومت کا تحفظ۔

قادیانیوں نے تحفظ حقوق انسانی کمیشن کے نام پر ایک ادارہ قائم کیا۔قادیانیوں نے امتناع قادیانیت آرڈیننس کی آڑ میں پاکستان اور اسلامیان پاکستان کو بیرونی دنیا میں اسی پلیٹ فارم سے بدنام کیا۔عاصمہ جہانگیر (لاہور)، مجیب الرحمان ایڈوکیٹ (راولپنڈی)، اور ائیر مارشل ظفر چوہدری ایسے متعصّب وجنونی قادیانی اس کمیشن کے رکن تھے۔ اب موجودہ حکومت نے اسی کمیشن (تحفظ حقوق انسانی کمیشن) کو قانونی تحفظ دے کر وزارت داخلہ کے ماتحت کر دیا ہے اور ظلم یہ کہ عاصمہ جہانگیر اور خالد احمد ایسے قادیانی بھی اسکے رکن ہیں۔ گویا قادیانی مفادات کے تحفظ اور بیرونی دنیا سے پاکستان پر دباؤ ڈلوانے کیلئے خود حکومت پاکستان نے قادیانیوں کا ایک ادارہ قائم کر دیا ہے۔

☆ اقلیتوں کے نام پر قادیانیوں کو نوازنے کے لئے جائزہ کمیٹی کی تشکیل:

حکومت نے اعلان کیا ہے کہ اقلیتوں کیساتھ امتیازی قوانین کا جائزہ لینے کیلئے ایک کمیٹی تشکیل دی جاری ہے جسکی رپورٹ پر اقلیتوں سے متعلق قوانین کو بدل دیا جائیگا اقلیتوں کیساتھ کیا امتیازی سلوک ہورہا ہے؟ سوائے قادیانیوں کے کوئی اقلیت موجودہ قوانین پر غیر مطمئن نہیں۔صرف قادیانیوں کو اپنے غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے پر عدم اطمینان ہے جسکے لئے اندرونی وبیرونی طور پروہ پاکستان کیخلاف پروپیگنڈہ کرتے رہے انکے اس عدم اطمینان کو ختم کرنے کیلئے حکومت نے کمیشن مقرر کیا ہے کہ اس کمیشن کی رپورٹ پر قوانین میں حکومت ترمیم کرے گی۔

☆ قادیانیوں کے پروردہ شخص کی وزارت قانون ومذہبی امور کے لئے نامزدگی:

پاکستان کے بیسیوں ریٹائرڈ جج حضرات موجود تھے لیکن وزیر قانون ومذہبی واقلیتی امور کیلئے ریٹائرڈ جسٹس اے ایس سلام کو لایا گیا دنیا جانتی ہے کہ موصوف کا خاندان معروف قادیانی ظفراللہ خان کے زیر اثر تھا اور خود سلام صاحب کی تعلیم وتربیت بھی چوہدری ظفراللہ قادیانی کی رہین منت ہے۔سلام صاحب نے اپنے فیصلوں میں جسطرح قادیانیوں کو تحفظ دیا، وہ سب باتیں ریکارڈ پر ہیں۔یہ وہ خطرات ہیں جن سے آپکو باخبر کرنا ضروری تھا۔وزیراعظم ووزیر قانون کی یہ مرزائیت نوازی پاکستان کیلئے سنگین خطرہ کا باعث اور اسلامیان پاکستان کیلئے کڑی آزمائش ہے۔ ۷/ستمبر ۱۹۷۴ء میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا گیا تھا اب موجودہ حکومت امت مسلمہ کی سوسالہ محنت پر پانی پھیرنا چاہتی ہے۔اس سلسلہ میں ۱۰ستمبر ۱۹۹۳ء کو پورے ملک کے خطیب حضرات جمعہ کے خطبات میں اظہار خیال فرمائیں گے۔آپ سے بھی استدعا ہے کہ اپنی ذمہ داریوں کو پورا فرمائیں۔حق تعالیٰ شانہ آپکے حامی وناصر ہوں۔

والسلام......دعاگو ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت،

محمد یوسف لدھیانوی نائب امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

(۱۱)

۱۳/مارچ ۱۹۹۷ء (دیوبندی مسلک کے اکابر کے اتحاد پر غور وحوض)

بخدمت عالی مرتبت حضرت مولانا سمیع الحق صاحب زیدعنایتکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج گرامی،

اس وقت ہلاکت ودہشت گردی کے روزافزوں جوواقعات ہورہے ہیں اس سے جہاں ملک عزیز پاکستان میں امن وامان کا مسئلہ پیدا ہوگیا ہے وہاں ہراہل دل پرامن شہری اضطراب وپریشانی کا شکار ہے۔اہل السنّت والجماعت دیوبندی مسلک حقہ سے وابستہ حضرات جسطرح افتراق وتشتت

کا شکار ہیں وہ آپکی نظروں سے اوجھل نہیں۔کیا اتفاق واتحاد کے رابطہ باہمی کی کوئی شکل ہوسکتی ہے؟ صرف اس ایک نکتہ پر غوروفکر کیلئے دیوبندی مسلک کے اکابر کی ایک میٹنگ مورخہ ۹ مارچ ۱۹۹۷ء بروز اتوار بعداز مغرب دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت مکان نمبر ۱۱۵۹۔۳۔۱/۶۔G اسلام آباد میں طلب کی گئی ہے۔آپ سے گزارش ہے کہ اپنی تمام تر گوناں گوں مصروفیات کے باوجود اس مسئلہ کی اہمیت ونزاکت کے باعث اسمیں اصالتہً شرکت فرما کر فقیر کو ممنون فرمائیں۔فقیر ذاتی طور پر آپ سے درخواست گزار ہے کہ ضرور شرکت فرمائیں۔اللہ رب العزت ہم سب کو اپنی مرضیات پر عمل کرنے کی توفیق ارزاں فرمائیں۔آمین

والسلام خان محمد عفاعنہ،امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت صدر دفتر حضوری باغ روڈ ملتان

(۱۲)

اکتوبر ۱۹۹۷ء (ربوہ کانفرنس)

محترمی،مکرمی جناب حضرت مولانا سمیع الحق صاحب زید مجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور ملت اسلامیہ کے خلاف قادیانی فرقہ کی ریشہ دوانیوں، سازشوں اور فریب کاریوں سے امت کو باخبر رکھنے کیلئے ۲/۱ اکتوبر ۱۹۹۷ء بمطابق ۲۹، ۳۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۸ھ بروز جمعرات، جمعہ جامع مسجد ختم نبوت مسلم کالونی ر صدیق آباد میں کانفرنس منعقد ہورہی ہے حسب سابق شرکت فرما کر عقیدہ ختم نبوت سے قلبی وذہنی وابستگی کا اظہار کریں۔ براہ کرم آمد اور پروگرام سے آگاہ فرمائیں۔متمنی شرکت فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کندیاں ضلع میاں والی، رابطہ کیلئے مولانا عزیز الرحمان جالندھری ناظم اعلیٰ مجلس تحفظ ختم نبوت۔حضوری باغ روڈ ملتان۔۵۱۴۱۲۲۔۰۶۱

(۱۳)

(مجلس غیر سیاسی تبلیغی جماعت O وفاقی مجلس شوریٰ میں مطالبات کی حمایتی جدوجہد کی خواہش)

مکرمی جناب مولانا سمیع الحق!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،مزاج گرامی!

مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان غیر سیاسی تبلیغی جماعت ہے اتحاد امت اور تحفظ عقیدہ ختم نبوت مجلس کا خصوصی امتیاز ہے۔قادیانی جماعت کے عقائد وعزائم سراسر اہل اسلام کیخلاف اور بین الاقوامی طور پر دشمنان اسلام کے حق میں ہیں۔مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان کی طرف سے شائع شدہ عرضداشت ارسال خدمت ہیں۔

وفاقی مجلس شوریٰ میں حمایتی جدوجہد کی خواہش:

اللہ رب العزت نے آپکو اس نازک دور میں ملک وملت کی خدمت کا موقع عطا فرمایا ہے۔ازراہ کرم۔قادیانیوں کے متعلق جو مطالبات عرضداشت میں درج کئے گئے ہیں وفاقی مجلس شوریٰ کے آنیوالے اجلاس میں ان مطالبات کی بھرپور حمایت فرما کر اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول برحق ﷺ کی خوشنودی حاصل فرمائیے۔

فقیر خان محمد عفی عنہ، امیر مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان حضوری باغ روڈ ملتان

(۱۴)

(پاسپورٹ سے بیان حلفی حذف کردینے کے بارہ میں صدر ضیاء الحق کو عرضداشت)

حضرت اقدس مولانا سمیع الحق صاحب ایڈیٹر ماہنامہ الحق!

السلام علیکم، مزاج گرامی،

حضرت اقدس مولانا خان محمد صاحب کے حکم پر جنرل صاحب کے نام خط [1] کی دو عدد کاپیاں ارسال خدمت ہیں ایک تو براہ کرم آپ اپنے جریدہ میں ضرور شائع کریں۔

ایک کاپی آپ جنرل صاحب کو اپنے ذرائع سے بھجوائیں اور اپنا خط ضرور لکھیں کہ ان پر عمل درآمد ہو۔یہ حضرت امیر مرکزیہ مولانا خان محمد صاحب سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ کا حکم اور پوری جماعت کی درخواست ہے۔امید ہے کہ حضرت اقدس والدگرامی بخیروعافیت ہونگے۔حضرت کا وجود امت کا متاع عزیز اور گرانقدر سرمایہ ہے۔اللہ تعالیٰ انکو ہمارے سروں پر تادیر سلامت رکھے۔

والسلام بحکم حضرت مولانا خان محمد صاحب عزیز الرحمان ناظم دفتر ختم نبوت ملتان

[1] بعالی خدمت جناب صدر پاکستان اسلامی جمہوریہ پاکستان۔اسلام آباد

السلام علیکم ورحمۃ اللہ، جناب عالی!

مسلمانان پاکستان کو اس خبر سے انتہائی صدمہ پہنچا ہے کہ پاکستان پاسپورٹ فارم میں درج بیان حلفی حذف کردیا گیا ہے۔جس کے مطابق ہر مسلمان درخواست گزار کو حلفاً یہ اقرار کرنا پڑتا تھا کہ وہ مرزا غلام احمد قادیانی کو جھوٹا نبی سمجھتا ہے۔اور یہ کہ وہ قادیانی ولاہوری ہر دو گروہوں کو غیر مسلم اقلیت تصور کرتا ہے۔حکومت کے اس اقدام کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ اس سے قادیانی عقیدہ کے لوگوں کی دل آزاری ہوتی تھی۔میں سمجھتا ہوں کہ حکومت میں مرزائیوں کے کچھ ایسے کل پُرزے موجود ہیں جو آئے دن مسلم اکثریت کے اس نظریاتی اسلامی ملک میں اس قسم کے اقدام کر کے مسلمانوں کی دل آزاری کرتے رہتے ہیں۔ہم حیران ہیں کہ اس عظیم مسلم اکثریت کی دل آزاری کی قیمت پر آخر اس غیر مسلم اقلیت کی ایسی دلجوئی کی

ضرورت ہی کیا آپڑی ہے۔ یہ لادین اور مرزائیت نواز عناصر کبھی تو ووٹوں کے فارم پر ایسی عبارت کے اندراج کا سبب بنتے ہیں جو عقیدہ ختم نبوت کے منافی ہو۔کبھی ۱۹۷۳ء سے متفقہ آئین میں سے اس ترمیم کو خارج کرانے کی کوشش کرتے ہیں۔جس سے عقیدۂ ختم نبوت کا آئینی تحفظ کیا گیا ہے۔اوراب یہ دل آزار اور تشویش ناک خبر سامنے آئی ہے کہ پاکستان پاسپورٹ فارم پردرج شدہ مذکورہ بالا بیان حلفی حذف کردیا گیا ہے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر کی حیثیت سے میری آپ سے پُرزوراور پُرسوز گزارش ہے کہ پاکستان پاسپورٹ کے مذکورہ بالا بیان حلفی کوحذف کرنے کے احکام فوری طور پرمنسوخ فرمائیں اور عامۃ المسلمین کے جذبات کومجروح کرنے والوں کے خلاف سختی سے نوٹس لیں۔

ابوالخلیل خان محمد (امیر مرکزی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان،حضوری باغ روڈ ملتان)

(۱۵)

(مجلس کواز سر نو منظّم اور فعال بنانے کی کوشش)

۸/مئی ۱۹۹۶ء باسمہٖ تعالیٰ

بگرامی خدمت مولانا سمیع الحق صاحب زیدت مکارکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،مزاج گرامی؟

گزارش ہے کہ قادیانیوں کی روزافزوں جارحانہ سرگرمیوں اورامریکہ ودیگر مغربی حکومتوں کی طرف سے قادیانیوں کی کھلم کھلاحمایت سے پیداشدہ صورت حال میں تحریک ختم نبوت کواز سر نو منظّم کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہےاوراس مقصد کیلئے کل جماعتی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت پاکستان کے زیراہتمام ''قومی ختم نبوت کنونشن''۱۶/مئی ۹۶،بروز جمعرات ۲ بجے دن فلیٹیز ہوٹل لاہور میں منعقد ہورہاہے جبکہ اسی روز صبح ۸ بجے دفتر ختم نبوت مسجد عائشہؓ حسین سٹریٹ نیو مسلم ٹاون لاہور میں دینی جماعتوں کے سربراہوں کا اجلاس منعقد ہوگا جسمیں مجلس عمل کے آئندہ پروگرام کا تعین کیا جائے گا اور تنظیمی ڈھانچے کو مکمل کیا جائے گا انشاء اللہ تعالیٰ آنجناب سے گزارش ہے کہ صبح ۸ بجے کے اجلاس میں بھی شریک ہوں اور ۲ بجے ختم نبوت کنونشن سے بھی خطاب فرمائیں تا کہ اس نازک مسئلہ پر رائے عامہ کومنظّم اور بیدار کرنے کا بہتر انداز میں آغاز کیا جاسکے۔

بے حد شکریہ!

منجانب خان محمد صدر کل جماعتی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت پاکستان

(۱۶)

مکرم ومحترم المقام حضرت مولانا سمیع الحق صاحب زید مجدکم!السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

سلام مسنون کے بعد التماس ہے کہ مرزائیت کے سلسلہ میں ۲۰ مارچ کو اسلام آباد مرکزی دفتر مجلس تحفظ ختم نبوت میں مجلس عمل کی ایک میٹنگ بعد از ظہر بلائی گئی ہے اسمیں جناب والا کی شرکت از حد ضروری ہے۔ تشریف لاکر احسان فرمادیں۔ فقیر ممنون ہوگا۔ فقیر آپ سب کی صحت و عافیت اور سلامتی کا طالب ہے۔ مولا پاک نصیب فرمادے۔ آمین، فقیر کی طرف سے سب کو سلام و دعوات،

والسلام...... فقیر خان محمد عفی عنہ از مرکزی دفتر ملتان

(۱۷)

اکتوبر ۲۰۰۳ء (ربوہ کانفرنس اتحاد امت کا مظہر)

بخدمت عالی جناب مکرم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب سینیٹر زید مجدکم،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج گرامی،

۲۲ ویں سالانہ کل پاکستان ختم نبوت کانفرنس ۲/۳ اکتوبر ۲۰۰۳ء بروز جمعرات دن دس بجے سے جمعہ عصر تک جامع مسجد ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر میں منعقد ہو رہی ہے۔ انشاء اللہ اس تشتت و افتراق کی مسموم فضا میں یہ کانفرنس اتحاد امت کا مظہر ہوگی۔ قادیانیت جیسے خطرناک ارتدادی فتنہ کی روک تھام کی خاطر امت مسلمہ کی راہنمائی کیلئے آنجناب سے شرکت کی درخواست ہے۔ امید ہے کہ تشریف لاکر ممنون احسان فرمائیں گے۔

رابطہ کیلئے: (مولانا) عزیز الرحمان جالندھری صدر استقبالیہ، (مولانا) صاحبزادہ طارق محمود ناظم استقبالیہ، (مولانا) مفتی محمد جمیل خان منتظم اعلیٰ، دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر۔

والسلام...... آپکا مخلص (مولانا خواجہ) خان محمد

امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت صدر دفتر حضوری باغ روڈ ملتان پاکستان

(۱۸)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گرامی خدمت جناب مکرم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب، زید مجدکم،

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج گرامی!

۲۴ ویں سالانہ ختم نبوت کانفرنس ۲۹/۳۰ ستمبر ۲۰۰۵ء بروز جمعرات دن دس بجے تا عصر بروز جمعۃ المبارک جامع مسجد ختم نبوت مسلم کالونی چناب نگر میں منعقد ہو رہی ہے۔۔ انشاء اللہ!۔۔۔۔ موجودہ پر فتن دور میں یہ کانفرنس اتحاد ملت کا مظہر ہوگی۔ پاکستان میں قادیانیت، بہائیت اور آغا خانیت جیسے خطرناک

فتنوں کی روک تھام کی خاطر امت مسلمہ کی راہنمائی کے لئے آنجناب سے شرکت کی درخواست ہے، امید ہے کہ اپنی تشریف آوری سے ممنون احسان فرمائیں گے۔

والسلام......آپکا مخلص (مولانا خواجہ) خان محمد

امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ۔۔۔ملتان

(۱۹)

(کسی کی سفارش)

بگرامی خدمت حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ العالی،

عرض گزارش ہے کہ حامل رقعہ ھذا ہمارے علاقے کا غریب آدمی ہے کام کی نوعیت زبانی عرض کریگا کچھ شفقت ہو جاوے تو فقیر ممنون اور شکر گزار ہوگا۔ فقیر کی طرف سے احباب کو سلام مسنون۔

والسلام، فقیر خان محمد عفی عنہ ۱۵ ار محرم ۱۴۲۰ھ

(۲۰)

(مولانا محمد یوسف لدھیانوی اور دیگر اجلہ علماء حق کی شہادت)

محترمی ومکرمی جناب شیخ الحدیث حضرت مولانا سمیع الحق صاحب زید مجدکم۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ امید ہے کہ مزاج گرامی بعافیت ہوں گے۔

حضرت اقدس مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت کے سانحہ نے پوری امت مسلمہ میں اضطراب کی لہر دوڑادی اور ہر فرد مجسمہ ءسوال بن گیا کہ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ کے ساتھ دن دھاڑے اور ہزاروں افراد کی موجودگی میں اس درندگی کا مظاہرہ کیا جاسکتا ہے تو عام انسان کی جان کی کیا وقعت ہوگی؟ آپ نے محسوس کیا ہوگا کہ کچھ عرصہ سے دین اور اہل دین کے خلاف ایک مخصوص طریقہ سے گھناؤنی سازش ہو رہی ہے جس کے نتیجہ میں ہمارے اکابر اہل علم اور قابل فخر ہستیوں کو قاتلانہ حملوں کے ذریعہ چن چن کر شہید کیا جارہا ہے۔ گزشتہ کچھ عرصہ سے یہ جان لیوا حملے ایسی شخصیات کے خلاف ہو رہے ہیں جو خالص علمی اور اصلاحی خدمات میں مصروف اور اس حوالہ سے عوام وخواص میں معروف تھے۔ جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے مہتمم حضرت مولانا محمد حبیب اللہ مختار شہیدؒ، مولانا عبدالسمیع شہیدؒ اسلام آباد کی مرکزی جامع مسجد کے خطیب اور مسلک علمائے دیوبند کیلئے عظیم خدمات انجام دینے والے حضرت مولانا عبداللہ شہیدؒ اور جامعہ اسلامیہ امدادیہ فیصل آباد کے شیخ الحدیث کے صاحبزادے مفتی محمد مجاہد شہیدؒ کو اس حوالے سے بطور مثال پیش کیا جاسکتا ہے۔ بدقسمتی کی انتہا یہ ہے کہ یہ جاں گداز سانحے مسلسل پیش آرہے ہیں۔ یہ

افسوسناک حوادث پیش آتے رہے اور ہم ان کو فراموش کرتے رہے یہاں تک کہ یادگار سلف حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ کی مظلومانہ شہادت کا سانحہ پیش آگیا۔اس سے ہمیں جو دھچکہ لگا ہے آپ سے مخفی نہیں کہ وہ کتنا شدید اور جاں گسل ہے۔لازم تھا کہ اس سانحہ کے مضمرات کو بھانپ کر اور ان پے در پے پیش آنے والے ان حوادثات کے خوفناک باہمی تعلق کا ادراک کرکے ہم ان کے سدباب اور علمائے کرام واکابرین کے تحفظ کو یقینی بنانے کیلئے متفقہ لائحہ عمل ترتیب دیتے اور اسے اجتماعی سطح پر پورے ملک میں منظّم طریقے سے بروئے کار لاتے لیکن افسوس ایسا نہیں ہوا۔حقیقت یہ ہے کہ ان حوادثات کے اسباب اور مضمرات بہت خوفناک اور ہماری فوری اور بھرپور توجہ کے طالب ہیں۔

اہل علم طبقہ واحد رکاوٹ:

یہ بات اپنے پرائے سب کے سامنے روشن ہو چکی ہے کہ پاکستان کا اہل علم طبقہ اس وقت کفر کی یلغار کے سامنے واحد رکاوٹ ہے۔بیرون دنیا میں عالمی طور پر یہ باور کر لیا گیا ہے کہ پاکستانی علماء حضرات اور دینی ادارے وہ آخری دیوار ہیں جنہوں نے رہے سہے دین کے گرد حفاظتی حصار کھینچ رکھا ہے۔چنانچہ وہ انکے خلاف بالواسطہ وبلاواسطہ مربوط اقدامات کرنے کیساتھ اب انہیں براہ راست ہدف بنانے کی پالیسی پر عمل پیرا ہو چکے ہیں۔اگر بات کسی ایک فرد یا ادارے کی ہوتی تو ہماری بے توجہی اور لاتعلقی کا شاید عذر ہو سکتا تھا لیکن یہ پورے مکتب فکر، تمام طبقات اور سارے مسلکی حلقوں کا معاملہ ہے۔

حاملین دین پر حملہ۔

بلکہ کہا جا سکتا ہے کہ پورے دین کا معاملہ ہے اس لئے کہ حاملین دین پر حملہ دین پر حملہ ہے۔اس لئے ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم فوری طور پر جمع ہو کر ان المناک واقعات کے سدباب کے لئے غور کریں اور آئندہ کے لئے ایسا لائحہ عمل تیار کریں جس کے بعد اس قسم کے واقعات کا اعادہ نہ ہو۔اس لئے مشاورت سے طے کیا گیا کہ اسلام آباد میں چیدہ چیدہ علماء کرام کا اجلاس درج ذیل پروگرام کے مطابق منعقد ہو۔آپ کی علمی اور تدریسی خدمات اپنی جگہ بہت اہم ہیں مگر اس اجلاس میں شرکت ملک اور دین کی ضرورت ہے۔اس لئے اس میں شرکت فرما کر مسلک حقہ سے وابستہ لاکھوں مسلمانوں کی رہنمائی فرمائیں۔اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

الداعیان:

شیخ المشائخ خواجہ خان محمد صاحب	شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر	ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر
امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت	شیخ الحدیث نصرت العلوم گوجرانوالہ	مہتمم جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی

مولانا حسن جان	قاری سعید الرحمان	مفتی نظام الدین شامزی
شیخ الحدیث جامعہ امداد العلوم پشاور	مہتمم جامعہ اسلامیہ راولپنڈی	شیخ الحدیث جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی
مفتی محمد جمیل خان	مولانا اسفندیار خان	مولانا عبد الغنی
نائب مدیر اقراء روضۃ الاطفال	شیخ الحدیث جامعہ دار الخیر کراچی	چمن بلوچستان
شیخ الحدیث مولانا نذیر احمد	مولانا فضل رحیم	
مہتمم جامعہ امدادیہ فیصل آباد	نائب مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور	

نظام الاوقات

بتاریخ۔۔۔۔۔۔۔۔۲۹ ربیع الاول ۱۴۲۱ھ بمطابق ۲/جولائی ۲۰۰۰ء

بروز۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔اتوار بوقت۔۔۔۔۔۔۔صبح ۹ بجے

بمقام۔۔۔۔۔۔۔۔۔جامعہ محمدیہ، ایف سکس فور، چائنا چوک، اسلام آباد

(۲۱)

(علماء کونسل کا اجلاس)

محترم ومکرم جناب حضرت مولانا سمیع الحق صاحب زید مجدکم۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

اس وقت اہل دین اور علماء کرام پر جو ابتلاء آئی ہوئی ہے اور مستقبل قریب میں جس طرح کے حالات پیش آنے کا اندیشہ ہے اس کے پیش نظر ہمارا مل بیٹھنا بہت ضروری ہے۔عزیزم محمد جمیل خان کو اس سلسلے میں اجلاس بلانے کی ذمہ داری سونپی تھی۔آپ احباب کی ملاقاتوں کی روشنی میں انہوں نے علماء کونسل اور دیگر بعض شخصیات کا ایک اہم اجلاس ۲۴/ جنوری کو جامعہ اسلامیہ، کشمیر روڈ، راولپنڈی میں رکھا جو قاری سعید الرحمٰن صاحب کی میزبانی میں منعقد ہو رہا ہے۔میری آپ سے حالات کے پیش نظر گزارش ہے کہ اس اجلاس میں ضروری طور پر شرکت فرمائیں، میں ذاتی طور پر بھی بہت زیادہ ممنون ہوں گا۔

والسلام فقیر خان محمد عفی عنہ

(۲۲)

(دعوت نامہ ختم نبوت کانفرنس)

مکرمی ومحترمی جناب حضرت اقدس مولانا سمیع الحق صاحب حفظکم اللہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔مزاج گرامی؟

وطن عزیز جن سنگین حالات سے دوچار ہے۔ ہر محبّ وطن پاکستانی کا دل شدید دُکھی اور پاکستان کو پُر امن خوشحال و مستحکم دیکھنے کا آرزومند ہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے اس مرحلہ پر اپنا تعمیری فریضہ ادا کرتے ہوئے۔ ۳۰ مئی ۲۰۰۹ء بروز ہفتہ بعد نماز مغرب لیاقت باغ راولپنڈی میں ایک تاریخ ساز ختم نبوت کانفرنس کے انعقاد کا فیصلہ کیا ہے جسمیں عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت اور وطن عزیز کی بقاو سالمیت کے تقاضوں کی تکمیل کیلئے قومی شعور کو بیدار کرنا اہم ہدف ہے انشاء اللہ ملک بھر سے جید علماء مشائخ اور دینی وسیاسی قائدین شرکت کرینگے۔ اس مقدس مقصد کے حصول کی جدوجہد میں آپکی شراکت ورہنمائی نہ صرف ہماری حوصلہ افزائی کا باعث ہوگی بلکہ آپکی دنیاو عقبٰی کی فوز وفلاح کا ذریعہ بھی۔

دعا گو...... فقیر خواجہ خان محمد امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

رابطہ کمیٹی: شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالرؤف امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اسلام آباد، مولانا قاضی مشتاق احمد امیر عالمی مجلس مذکور راولپنڈی، قاری عبدالمالک نقشبندی راولپنڈی، مولانا پیر عزیز الرحمٰن راولپنڈی، حضرت مولانا نذیر احمد فاروقی اسلام آباد، جانشین شیخ القرآن حضرت مولانا اشرف علی راولپنڈی، حضرت مولانا ظہور احمد علوی اسلام آباد، حضرت مولانا عبدالغفار اسلام آباد، مولانا عبدالمجید ہزاروی راولپنڈی، حضرت مولانا محمد رمضان علوی اسلام آباد۔

حواشی مکتوبات بنام مولانا عبدالحق رحمہ اللہ و مولانا سمیع الحق مدظلہ العالی

مکتوب نمبر۲:

۲ غالباً دارالعلوم کے مجلس شوریٰ میں شرکت کی دعوت دی گئی تھی۔

مکتوب نمبر:

ا جواس کے بعد شریک اشاعت ہے۔

مکتوب نمبر۷:

ا احقر نے اس وقت مجلس شوریٰ (وفاقی کونسل) میں دیگر درمند ساتھیوں کے ساتھ جدوجہد کی۔ صدر سے مذاکرات اور طویل قانونی وآئینی سوچ وبچار سے الحمدللہ یہ آرڈیننس نافذ کرایا گیا۔

مکتوب نمبر۸:

ا حضرت مدظلہ کے حکم کی تعمیل میں احقر نے برطانیہ جاکر کانفرنس میں شرکت کی اور اس کے بعد پہلی دفعہ لندن سے امریکہ جاکر شکاگو کانفرنس میں شریک ہوا۔ (سمیع الحق)

حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ کے شیخ حضرت مولانا عبداللہ صاحب نوراللہ مرقدہ کا انتقال ۱۹۵۶ء میں ہوا تو رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ نے حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ کو یہ تعزیتی خط لکھا۔

رئیس الاحرارؒ بنام حضرت مولانا خان محمد صاحبؒ، خانقاہ سراجیہ، کندیاں

۱۵ جون ۱۹۵۶ء محترم مولانا خان محمد صاحب! السلام علیکم۔

حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب لدھیانوی کے انتقال کی خبر معلوم ہو کر بے اندازہ صدمہ ہوا۔ ایک متقی اور باخدا انسان کی جدائی بہت بڑا نقصان ہے۔ وہ لدھیانہ کے تھے اور ہماری برادری کے تھے۔ اور انہوں نے ہمارے مدرسہ میں تعلیم بھی پائی تھی۔ ان کی بے نفسی کا یہ حال تھا کہ اس سال سفر حج میں مکہ معظّمہ میں میرے پاس اچانک تشریف لے آئے۔ وہ مجھ سے اس طرح ملے جس طرح کے ایک طالب علم کسی استاد اور بزرگ سے ملتا ہے۔ میں چونکہ بیمار تھا اس لیے میرے پاس بیٹھ کر میرے لیے دعاء کرتے رہے۔ مجھے اس وقت بڑی خوشی ہوئی کہ ان کے دل میں انا موجود نہیں ہے۔ اس کے بعد مدینہ شریف میں ملے۔ اور جاتے ہی بیمار ہو گئے۔ مجھے افسوس ہوا کہ ان کی بیماری کی اطلاع مجھے اس وقت ملی جب میرا سامان ہوائی جہاز پر جا رہا تھا۔ اس لیے میں اس وقت ان کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں جگہ عنایت فرمائے۔ ان کے بچوں کے سر پر میری طرف سے ہاتھ رکھیں اور ان کی بیوہ کو میری طرف سے ہمدردی کا پیغام پہنچا دیں۔ ان کے کتنے بچے ہیں، کیا نام ہیں اور کیا عمریں ہیں۔ تمام خانقاہ کے دوستوں کی خدمت میں سلام۔ میری صحت بہت زیاد خراب ہے، میں بہت زیاد دعاؤں کا محتاج ہوں۔ میری صحت اور سلامتی ایمان وخاتمہ بالخیر کے لیے دعاء فرمائیے، اور یہ بھی دعاء کریں کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہر قسم کی آزمائشوں سے محفوظ فرمائے۔ صاحب زادہ محمد جان صاحب موسیٰ زئی والے میرے گھر تشریف فرما ہیں، ان کو بھی یہیں پر مولانا کے انتقال کی خبر ملی۔ ان کو اس خبر سے بے پناہ صدمہ پہنچا۔ بہت بہت سلام فرماتے ہیں اور آج یا کل وہ لاہور روانہ ہو جائیں گے۔ وہ عنقریب خود خانقاہ میں پہنچیں گے۔ والسلام......حبیب الرحمٰن لدھیانوی

جواب از حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمہ اللہ بنام رئیس الاحرار رحمہ اللہ

یہ فارسی زبان میں ہے۔

کندیاں۔ ۵۶ء البسط الحمد و الصلوۃ ارسال التسلیمات ۔

از فقیر خان محمد عفی عنہ۔ محترمی جناب حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مدظلہ العالی، ملاحظہ فرمایند!

گرامی نامہ تعزیت و اظہار حسرت بروفات آں ذات والا صفات مجموعہ مکارم نسخہ کمالات الشیخ المربی حضرت الحاج مولانا عبداللہ نور اللہ مرقدہ کہ نامزد فقیر ساختہ در دریافتہ و موجب تسکین قلوب غم زدہ و سینہ ہائے مجروح شدہ گردیدہ تقبل اللّٰہ منکم و احسن جزاکم محترما! صدمہ وفات حضرت مرحوم نہ صرف صدمہ احباب است بلکہ مصیبت جملہ اہل اسلام است و ہر فرد مسلمان قابل تعزیت کہ موت العالم موت العالم فانا للّٰہ و انا الیہ راجعون۔

سبحان اللہ حضرت شیخ طاب اللہ ثراہ و اکرم مثواہ نہ فقط محط اصفیاء بود بلکہ مرجع فضلاء و ماویٰ ذوی الحاجات بود و نہ بر تلقین اشغال و اذکار طریقہ مکتفی بلکہ در اعلائے کلمۃ اللہ و جہاد اعداء اللہ بہر طریق ممکن سابق و ساعی و داعی از بصیرۃ نافذہ آں ذات ستودہ و صفات چہ اظہار نماید کہ اگر صوفیائے را بر دقائق عیوب نفس و حقائق کمالات مکتسبہ ازاں شمع نوریست ہم جہابذہ علماء را در تحقیق دقائق مسائل علوم از آنحضرت شر کتے بلکہ ہدایتے و تہنیت فجزاہ اللّٰہ تعالی عنی و عن جمیع احبابہ و عن المسلمین خیرا۔

و چوں احباب ایں فقیر را بر جائے حضرت والا بر گرفتہ اند باوجود آنکہ ایں فقیر در می خود چیزے نمی یاد بد کہ بادے شائستگی ایں منصوب دار دلاجرم مستدعی است کہ از دعوات مستجابہ خود ممد و معاون فقیر باشند کہ حق سبحانہ و تعالیٰ ثابت القدمی بر طریقہ حضرات عنایت فرمودہ توفیق ادائے حقوق الٰہی کرامت فرمایند انہ الیسر لکل عسیر و علی مایشاء قدیر۔ حضرت اقدس صبیہ بعمر ہفدہ سالہ و صغیر مسمی محمد عابد سلمہ بعمر سیزدہ سالہ گزاشتہ است در حفظ قرآن کریم مصروفست۔ عزیز آں جملہ احباب خانقاہ تسلیمات رسانند۔ بدعوات یاد فرمایند والسلام۔ لزڈنگ براستہ کندیاں خان محمد خلیفہ و سجادہ نشین مولانا عبداللہؒ شیخ طریقت خانقاہ، کندیاں



بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات۔

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ کی طرف سے مکرم و محترم جناب قاضی صاحب! مطالعہ فرماویں کہ

آپ کا گرامی نامہ موصول ہوا۔ حالات سے آگاہی ہوئی۔ بہت سے بزرگ از خود اپنی طرف سے فقیر کی طرف منسوب بیان شائع کرواتے ہیں۔ فقیر تردید کو ضروری نہیں سمجھتا۔ اللہ تعالیٰ رحم فرماوے۔ اور فقیر کی کمزوریاں دور فرماوے اور اپنی رضامندی سے سرفراز فرماوے۔ آمین

اللہ تعالیٰ آپ حضرات کی دینی خدمات کو قبول فرماوے اور مزید برآں توفیق کرامت فرماوے۔ آمین۔ فقیر کی طرف سے سب کو سلام و دعوات۔ والسلام...... فقیر خان محمد عفی عنہ......۱۲ شوال ۱۴۱۹ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات۔

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ کی طرف سے مکرم ومحترم سراج نعمانی صاحب! مطالعہ کریں کہ

آپ کا خط ملا، حالات سے آگاہی ہوئی، فقیر دعا گو ہے کہ مولا پاک آپ سب کو صحت وعافیت کے ساتھ رکھے اور اعمال خیر کا پابند بنائے اور مشائخ عظام کے طریقہ پر استقامت کرامت فرماوے۔آمین

بزرگوں کا فرمان ہے کہ یک در گیر محکم گیر ہر کہ ہمہ جا ہیچ جا

اگر کسی مجلس میں جانے کا اتفاق ہو جائے تو اپنے شیخ کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھے۔

فقیر بفضلہٖ تعالیٰ بعافیت ہے۔**والحمدللہ علیٰ ذالک**

فقیر کی طرف سے سب کو سلام ودعوات۔والسلام......فقیر خان محمد عفی عنہ......۲۲محرم ۱۴۱۸ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات۔

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ کی طرف سے مولانا قاضی سراج صاحب نعمانی! مطالعہ فرماویں کہ

آپ کا گرامی نامہ موصول ہوا، مندرجات سے آگاہی ہوئی، خانقاہ سراجیہ کے حضرات کا تعلق موسیٰ زئی شریف سے ہے اور یہ طریقۂ نقشبندیہ مجددیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔حضرت رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ اور جملہ حضرات دیوبند حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق رکھتے ہیں اور حضرت حاجی صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ طریقۂ چشتیہ صابریہ سے تعلق رکھتے ہیں، اس لحاظ سے ہمارے جملہ حضرات دیوبند والے چشتی صابری ہیں۔آپ بھی اسی سلسلہ کی مناسبت سے چشتی صابری کی تلاش کریں۔

اللہ تعالیٰ کامیابی عطا فرماوے۔اور جمعیت وسکون کرامت فرماوے۔آمین

فقیر کی طرف سے سب کو سلام ودعوات۔والسلام......فقیر خان محمد عفی عنہ......۱۱جمادی الثانی ۱۴۱۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات۔

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ کی طرف سے

مکرم ومحترم جناب مولانا قاضی سراج صاحب نعمانی! مطالعہ فرماویں کہ

آپ کا گرامی نامہ موصول ہوا، حالات سے آگاہی ہوئی۔

حضرت قاضی صاحب اور حضرت رائے پوری مدظلہم العالی ایک ہی سلسلہ کے بزرگ ہیں، اور وہ طریقۂ چشتی صابری ہے۔ان دو حضرات سے اگر استفاضہ نہیں ہو سکا تو بہتر یہی ہے کہ کسی اور چشتی صابری کی تلاش کریں، بہرحال پورے استفاضہ کے لیے بیعت ہونا ضروری ہے۔

مصروفیت کی وجہ سے جواب میں تاخیر ہوئی، جس کی معذرت پیش ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو صحت و عافیت اور سلامتی کے ساتھ رکھے اور اپنے دینی و دنیاوی مقاصد میں کامیابی عطا فرماوے اور ظاہری و باطنی جمعیت و سکون نصیب فرماوے۔ آمین

فقیر کی طرف سے سب کو سلام و دعوات۔ والسلام......فقیر خان محمد عفی عنہ......۳ جمادی الاول ۱۴۱۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات۔

منجانب: فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ

محترم جناب مولانا عطاء الحق صاحب سلمہ اللہ الرحمٰن۔! مطالعہ فرمائیں کہ

آپ کا مکتوب گرامی ملا، کوائف مندرجہ مطالعہ میں آئے۔ باعث اطمینان ہوئے۔ فقیر دعا گو ہے اللہ تعالیٰ آپ کو مزید استقامت و خیر و برکت اور سعادت و سلامتی دارین نصیب فرمائے۔ آمین۔ اور ذکر و شکر اور حسن عبادت کی توفیق کرامت فرمائے۔ آمین۔ مزید برآں آپ درود شریف صد بار اور کلمہ طیبہ صد بار جس وقت روزانہ فرصت ہو پڑھ سکتے ہیں۔ استغفار پورا پڑھا کریں۔ یعنی ''من کل ذنب واتوب الیہ'' تک، یہ اسلام کے پانچویں کلمہ استغفار کا مخفف ہے۔ والسلام مع الاکرام

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات۔

منجانب: فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ

محترم جناب مولانا محمد عطاء الحق قلبی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ! مطالعہ فرمائیں

آپ کا مکتوب گرامی ملا، کوائف مندرجہ بالا مطالعہ میں آئے۔ فقیر دعا گو ہے اللہ تعالیٰ آپ کو مع متعلقین کرام اپنے خاص فضل و کرم و رحمت و رضوان سے نوازے۔ آمین۔ اور جملہ مقاصد و مہمات خیر میں فائز المرام فرمائے۔ آمین۔ اور فی الدارین خیر کثیر سے سرفراز فرمائے۔ آمین۔ اور ذکر و شکر اور حسن عبادت کی توفیق بخشے۔ آمین۔ شجرہ شریف روزانہ صبح و شام پڑھ سکتے ہیں۔ نیز ۳۳ آیات بھی پڑھ سکتے ہیں، یہ کیفیت خوف و خشیت، بے بسی و ناکسی، عجز و انکساری، اظہار عبودیت ہے، پسندیدہ ہے۔ والسلام مع الاکرام

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات۔

منجانب: فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ

بگرامی خدمت حضرت مولانا العلام جناب سیّد حامد میاں صاحب مدظلہ العالی عرض گزار ہے کہ

اِجلاس ختم ہونے کے بعد جب آپ حضرات سے رُخصت ہوا تو طبیعت بہت خراب تھی۔ اپنی قیام گاہ پر پہنچنے کے بعد بھی نیند نہ آئی۔ ۱۱ رمئی صبح کو نزلہ اَور سر درد کی شدت رہی اِسی حالت میں واپسی کا اِرادہ کرلیا۔ بایں وجہ پریس کانفرنس میں بھی شریک نہ ہوسکا، لاہور سے چلتے وقت بذریعہ فون عزیز مکرم رشید میاں سلمہ اللہ تعالیٰ سے بات ہوئی اَور شکریہ اَدا کیا اُنہوں نے عرضِ خدمت کیا ہوگا۔

یہ حقیر حضرت کی معاونت اَور سرپرستی کا بے حد ممنون ہے۔ اَور سوائے **جَزَاکُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنَّا خَیْرَ الْجَزَاءِ** کے اِس احسانِ عظیم کے شکریہ سے عہدہ برآ ہونا ناممکن ہے۔

حضرت کی سرپرستی کی بدولت اِجلاس کامیاب اَور جماعت ایک اَور متحد ہوگئی، والحمد للہ علیٰ ذالک۔ (۱)

دِلوں کی کیفیت یہ اللہ تعالیٰ علیم وخبیر ہیں بہت بہتر جانتے ہیں۔ بہرحال یہ حقیر بہت مسرور ہے کہ مخالفین کے عزائم کو ایک دفعہ پھر ناکامی ہوئی، اللہ تعالیٰ اِس مفاہمت کو مستقل بنادے اَور دینِ حق اِسلام کی خدمت و اِشاعت اَور صیانت کا ذریعہ بنادے اَور ہم سب کی لغزشوں کو معاف فرماکر اپنی رضامندی وخوشنودی سے سرفراز فرمائے، آمین۔

(جماعتی) اَخراجات کے سلسلہ میں اگر اِطلاع ہوجاوے تو ضرور اَدائیگی ہوگی اِنشاء اللہ تعالیٰ۔

ہم سب حضرت کی عنایتوں اَور شفقتوں کے ہمیشہ اُمیدوار رہیں گے اللہ تعالیٰ حضرت کو مع جمیع متعلقین کے دیر تک سلامت باکرامت رکھے، آمین۔ سب حضرات کی خدمت میں سلام مسنون۔

اُن دونوں پرچوں کی فوٹو کاپیاں ضرور اِرسال فرمادیں: ایک مولانا محمد عبید اللہ صاحب اَنور کے دستخط والا، ایک حضرت درخواستی کے اعلان والا۔ والسلام......اَز خانقاہِ سراجیہ......۷/رجب ۱۴۰۱ھ

(۱) دیکھیے مضمون ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' لاہور۔ مولانا سید محمود میاں مدظلہ باب نمبر 8 [خادم، حمزہ]

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات۔

منجانب: فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ

بگرامی خدمت حضرت العلام مولانا سیّد محمد حامد میاں صاحب مدظلہ العالی!

عرض گزار ہے کہ ڈیرہ سے واپسی پر حضرت کا گرامی نامہ موصول ہوا حالات سے آگاہی ہوئی ڈیرہ کی کارروائی آنکھوں دیکھا حال رانا مبارک عرض کرے گا۔

آپ کا جو بیان اخبار میں صلح کے متعلق آیا ہے وہ بہت موزوں ہے مولانا سیّد اَمیر حسین شاہ صاحب گیلانی کے گھر والوں کو آرام ہو تو اُن سے فرمائیں کہ وہ بہاولپور ڈویژن کے دَورہ کا اہتمام کریں

اَور حضرت الامیر مدظلہ العالی کا دَورہ کروائیں، نہایت ضروری ہے۔

یہ فقیر آپ کی دُعاؤں کا محتاج ہے۔ پیشاب والی تکلیف بعض اَوقات پریشان کر دیتی ہے اللہ تعالیٰ رحم فرمائے، آمین۔ فقیر کی طرف سے حضراتِ صاحبزادگان سلّمہم اللہ تعالیٰ کو سلامِ مسنون۔

والسلام......اَز خانقاہِ سراجیہ......۷/ رجمادی الاوّل ۱۴۰۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات۔

منجانب: فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ حضرت مولانا العلام سیّد محمد حامد میاں صاحب مدظلہ العالی!

عرض گزار ہے کہ رمضان المبارک سے پہلے اَسفار کی کثرت اَور مصروفیت رہی۔ رمضان المبارک میں کچھ معمولات ایسے ہوتے ہیں کہ اُن کے علاوہ دُوسری سب مصروفیتوں سے الگ ہونا پڑتا ہے۔ اِسی لیے خدمت میں کوئی عریضہ پیش نہ کرسکا۔ معذرت پیش ہے۔ ع **وَالْعُذْرُ عِنْدَ كِرَامِ النَّاسِ مَقْبُوْلُ**

رمضان المبارک کے بعد اللہ تعالیٰ شرفِ ملاقات سے مشرف فرماوے، آمین۔

اَب تو بغیر کسی وجہ کے ملنے کو جی چاہتا ہے۔ جماعتوں وغیرہ کے کام ہوتے اَور چلتے رہتے ہیں۔

اللہ کرے اَلطافِ کرم اَور زیادہ

فقیر کی طرف سے عزیزانِ مکرم کو سلام ودعوات۔

والسلام......دُعاگو و دُعاجو......فقیر خان محمد عفی عنہ۔ اَز خانقاہِ سراجیہ......۱۱/ رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات۔

منجانب: فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ بگرامی حضرت مولانا سیّد محمد حامد میاں صاحب مدظلہم العالی!

عرض گزار ہے۔ گرامی نامہ موصول ہو کر باعثِ سرفرازی ہوا، یاد فرمائی کا بہت بہت شکریہ، **جَزَاكُمُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنَّا خَيْرَ الْجَزَاءِ**.

موتیہ دونوں آنکھوں پر تھا دائیں آنکھ کا پہلا ۳۰/ اکتوبر اَور بائیں آنکھ کا اَپریشن ۵/ نومبر کو ہوا۔ اَپریشن اچھے ہو گئے اَب احتیاطی دَور شروع ہے۔ کل جمعہ کو دوبارہ بہاولپور جانا ہے۔ اللہ تعالیٰ بینائی کو بحال فرمائے، آمین۔ فقیر بھی آپ حضرات کی صحت و عافیت کے لیے دُعاگو ہے۔ فقیر کی طرف سے رشید میاں صاحب، محمود میاں صاحب، مسعود میاں صاحب سب کو سلام ودَعوات۔

والسلام......اَز خانقاہِ سراجیہ......۱۴۰۵/۲/۲۷ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات ۔

منجانب:فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ محترمی جناب حضرت مفتی صاحب سلمہ ربہ!ملاحظہ فرمائیں۔

گرامی نامہ تعزیت موصول ہوکر باعث تسکین غمزدگان ہوا اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے واقعی حضرت نوراللہ مرقدہ کی وفات اوراس کا صدمہ جملہ اہل اسلام کے لیے صدمہ ہے اور ہر فرد مسلمان اس صدمہ کی تعزیت کا مستحق انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت کی تکلیف کی ابتدا تو ۶/۵ شوال سے ہوئی علی العموم دوپہر کو سموم کی وجہ سے قلب مبارک پر اثر نمایاں ہوتا تھا اور گرنے لگ جاتا تھا جس کی وجہ سے ظہر وعصر کو باہر تشریف نہیں لا سکتے تھے کبھی کبھی قے کا دورہ بھی ہو جاتا تھا علیٰ ہذا دو چار دن آرام اور پھر تکلیف ،بیس شوال کے بعد یہ قے کی تکلیف متواتر ہوتی چلی گئی نوبت یہاں تک آئی کہ اگر ایک پیالی پانی یا دوائی اندر جاتی تو اس سے کئی گونہ زیادہ پانی اندر سے دو تین منٹ کے وقفہ کے بعد قے ہو جاتا اور ساتھ جلن اندر سے اتنی سخت تھی کہ پانی چھڑ کے بغیر چین نہ ملتا تھا مگر باہر کا وجود مبارک سرد ہوتا تھا ، بالآخر حکماء اور ڈاکٹر کیفیت مرض کی تشخیص سے عاجز آئے اور ۲۶ رشوال کی عصر کے بعد حضرت کی طبیعت مبارک گھٹنے لگی حتیٰ کہ ۲۷ راور ۲۶ رشوال کی درمیانی شب ،شب خمیس کے ٹھیک ساڑھے بجے کو روح مبارک نے رفیق اعلیٰ کو پرواز فرمایا،انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت کے خلفاء اور احباب کا کافی مجمع تھا بقیہ رات سب اہل خانہ پر گزری جس طرح کہ ایسے حوادث کے وقت پر ہوا کرتا ہے صبح کو فقیر اور مفتی صاحب اور دیگر رفقاء نے غسل و تکفین کا فریضہ ادا کیا اور پورے نو بجے کو جنازہ مبارک ادا ہوا اطراف سے لوگوں کا ہجوم ہو گیا تھا۔

دفن سے فراغت ہوتے ہوئے احباب نے مسئلہ خلافت پیش کر دیا حضرت اعلیٰ مولانا ابوالسعد رحمہ اللہ کے خلفاء سے حکیم چن پیر احمد صاحب خوشاب والہ اور ڈاکٹر محمد شریف موجود تھے اور ان حضرت مرحوم کے خلفاء سے جناب حکیم عبدالمجید صاحب سیفی اور حضرت مفتی عطا محمد صاحب ملازم خدمت عالیہ موجود تھے تو اولاً جناب سیفی صاحب نے ضرورت قائم مقام کی واضح فرمانے کے بعد اس ذمہ داری کے لیے فقیر کا نام پیش کر دیا اس کے بعد مفتی صاحب نے اس کی اہمیت اور طریقۂ انتخاب اور علی الفور ہونا مدلل فرما کر حکیم صاحب کی تائید کی اور ساتھ ظاہر فرمایا کہ حضرت اپنے مخصوص احباب کو اسی تعین و تقرر کی نشاندہی اپنی زندگی میں اشارۃً فرمایا کرتے تھے اور متعدد طرف سے اس نامزدگی پر دلالت فرماتے تھے امامت اور ختمات وانتظام جملہ معاملات خانقاہ ومدرسہ مولانا خان محمد صاحب کے حوالہ فرمانا اور وہ بھی کافی عرصہ سے ہر ایک کے مشاہدہ میں ہے اس کے بعد حکیم چن پیر احمد صاحب نے تائید فرمائی اور ان حضرات کو بقیہ احباب

نے بیعت کے لیے مجبور کردیا بیعت شروع ہوگئی اس کے بعد حضرت اعلیٰ کے ورثہ نے کچھ تشویش پیدا کی اور کررہے (ہیں) ادھر وہ لوگ بھی تشریف لے آئے جو کہ خود حضرت مرحوم سے پہلے ان کے تقرر کے وقت باوجودیکہ خود شیخ نے تقرر فرمایا تھا ناراض تھے بلکہ مدت العمر حضرت مولانا مرحوم نور اللہ مرقدہ سے مخالف اور علیحدہ رہے اس وقت بھی انہوں نے اپنا فرض ادا کیا مگر بحمدہ تعالیٰ بعد حضرت مرحوم یا خود حضرت اعلی کے خلفاء و منتسبین جتنے بھی حاضر ہوئے ہیں سب نے منشرح الصدر ہوکر بلا تذبذب کے تجدید فرمائی اور اپنی اپنی تائیدات پیش کیں حضرت میاں حاجی جان محمد جبکہ حضرت اعلیٰ کے خلفاء سے ہیں آتے ہی فرمایا کہ میں نے اس آخری سفر سرہند شریف میں حضرت مرحوم سے اس تقرر کا یقین حاصل کرلیا تھا اور حضرت نے عدم اظہار کی وجہ بھی ارشاد فرمائی تھی اس اعلان کے اطراف و اکناف سے بھی علی العموم منتسب حضرات داخل بیعت ہوگئے اور سلسلہ شریف کا نظم و نسق بفضلہٖ تعالیٰ بدستور جاری ہوگیا، والحمدللّٰہ علیٰ ذٰلك البتہ مخالفین کی سعی مبارک نے یہ کام کیا کہ اعلیٰ حضرت کے ورثہ نے ہمیں مجبور کیا کہ ہماری خانقاہ چھوڑ دو علی الفور حضرت مرحوم کے بال بچوں کو بمع سامان کے خانیوال پہنچا دیا گیا اور فقیر مع احباب و طلبہ و اساتذہ کے اپنے آبائی قصبہ موضع ڈنگ جو کہ خانقاہ شریف سے دو میل مغرب کی طرف کنارا اور باہر واقع ہے چلے گئے ہیں اور یہیں بفضلہٖ تعالیٰ پورے اطمینان سے اپنے مشاغل میں مصروف ہیں احباب سیدھے ڈنگ پہنچ جاتے ہیں والخیر فیما صنع اللّٰہ ولعل اللّٰہ یحدث بعد ذٰلك امرا۔

التماس دعا ہے اور عرض ہے کہ آپ حضرات اپنی دعاؤں میں امداد فرماویں تا کہ اللہ تعالیٰ اپنے حضرات کے نقش قدم پر چلنے اور اہل حقوق کی صحیح خدمت کرنے کی توفیق رفیق فرماوے۔ والسلام۔ احباب تسلیمات کہتے ہیں علی الخصوص جناب مفتی صاحب تحائف تسلیمات گزارش کرتے ہیں۔ والسلام

۱۱/ذوالقعدہ ۵ ۷ ھ از ڈنگ ڈاکخانہ خاص براستہ کندیاں

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم۔ بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات۔

منجانب: فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ

محترم و مکرم جناب مولانا سید عبدالشکور صاحب ترمذی سلمہ اللہ الرحمٰن! مطالعہ فرمائیں کہ

آپ کا مکتوب گرامی ملا جو اشتہار منجانب علماء ہزارہ آپ کی نظر سے گزرا تھا وہ بالکل صحیح تھا اور جن صاحب نے یہ اشتہار مرتب فرمایا تھا وہ بھی فقیر کو ذاتی طور پر ملتے رہتے ہیں باقی رہا اصل مواد تو اس کے لیے آپ مندرجہ ذیل پتہ پر تحریر کریں اور فقیر کے حوالہ سے ان کو تحریر کریں کیونکہ اصل مشتہر مولانا محمد یعقوب خان

صاحب وہیں رہتے ہیں اور آپ کا عقدہ حل ہو جائے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

(بخدمت محترم مولانا قاضی محمد شمس الدین صاحب نقشبندی مجددی بمقام درویش ہری پور ہزارہ صوبہ سرحد)

والسلام مع الاکرام...... ۲۹؍رمضان المبارک ۱۳۹۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات۔

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ کی طرف سے محترمی ومکرمی حضرت صوفی عبدالحمید صاحب! ملاحظہ فرمائیں کہ جناب کا گرامی نامہ صادر ہوا۔ باعث مسرت وشادمانی ہوا۔فقیر کا ارادہ تھا کہ خود آپ کی مسئولہ باتوں کا کسی قدر مفصل جواب لکھوں۔لیکن طبیعت خراب رہی، اور تا حال جواب لکھنے کا موقعہ میسر نہیں۔آئندہ بھی جیسا منظورِ خدا ہو گا۔......والسلام......از خانقاہ سراجیہ......۵ رمضان ۱۳۸۵ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات۔

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ کی طرف سے مکرم ومحترم مولانا عطاء الرحمٰن صاحب! مطالعہ کریں کہ آپ کا خط ملا۔حالات سے آگاہی ہوئی۔

فقیر دعا گو ہے کہ مولا پاک آپ سب کو صحت وعافیت کے ساتھ رکھے۔اور آپ سب کو اعمال خیر کا پابند بناوے۔ اور بھائی صاحب کو جلدی رہائی عطا فرماوے(۱)۔ اور جملہ پریشانیوں سے خلاصی عطا فرماوے۔اور جمعیت وسکون نصیب فرماوے۔آمین۔فقیر کی طرف سے سب کو سلام ودعوات۔

والسلام......فقیر خان محمد عفی عنہ......۷ربیع الاول ۱۴۱۸ھ

(۱) دیکھیے مضمون مولانا مفتی عطاء الرحمٰن صاحب مدظلہ العالی باب نمبر 5 [خادم، حمزہ]

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات۔

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ کی طرف سے مکرم ومحترم جناب عطاء الرحمٰن صاحب! مطالعہ فرماویں کہ آپ کا گرامی نامہ موصول ہوا۔حالات سے آگاہی ہوئی۔

فقیر دعا گو ہے کہ مولا پاک آپ سب کو صحت وعافیت کے ساتھ رکھے۔اور دار العلوم کو ترقیات نصیب فرماوے۔اور اس خلفشار سے نجات عطا فرماوے۔اور جمعیت وسکون نصیب فرماوے۔آمین۔فقیر بفضلہٖ تعالیٰ بعافیت ہے۔والحمد للہ علیٰ ذالك......فقیر کی طرف سے سب کو سلام ودعوات

والسلام......فقیر خان محمد عفی عنہ......۱۷ربیع الاول ۱۴۱۸ھ

---

(۱) بسم اللہ الرحمن الرحیم۔بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات ۔
فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ کی طرف سے مکرم ومحترم محمد نذیر صاحب! مطالعہ فرمائیں

کہ آپ کا خط ملا۔حالات سے آگاہی ہوئی۔فقیر سفرِ حج سے 31 جنوری کو واپس بعافیت خانقاہ پاک پہنچا ہے اور یہاں ہر طرح کی عافیت ہے۔والحمد للہ علی ذالك فقیر آپ سب کی صحت وعافیت اور سلامتی کا طالب ہے۔مولا پاک نصیب فرمائے۔آمین۔

بزرگوں کے حالات کی کتابیں زیر مطالبہ رکھنی چاہییں۔''کیمیائے سعادت'' کا اردو ترجمہ۔ اصل کتاب فارسی میں ہے۔اسی طرح حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ العزیز کی کتابیں فائدہ مند ہوں گی۔آپ ان صاحب کو لے آسکتے ہیں۔یہ پروگرام ہفتہ عشرہ کے اندر اندر ہونا چاہیے۔بعد میں فقیر کا یہاں ہونا یقینی نہیں ہوگا اور ہر طرح عافیت ہے۔

والسلام......از خانقاہ سراجیہ......(۱۱محرم الحرام ۱۳۹۴ھ/فروری ۱۹۷۴ء)

(۲)بسم اللہ الرحمن الرحیم۔بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات ۔
فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ کی طرف سے محترم ومکرم جناب محمد نذیر صاحب سلمہ اللہ الرحمٰن! مطالعہ فرمائیں

کہ آپ کا گرامی نامہ ملا۔حالات مندرجہ سے آگاہی ہوئی۔اللہ تبارک وتعالیٰ آپ کو عفو وعافیت دارین،صحت وسعادت وسلامتی سے دائماً سرفراز فرمائے اور ذکر،شکر اور حسن عبادت کی توفیق ارزانی فرمائے۔آمین۔اپنے اوقات کو اتباع شریعت،ذکر الٰہی اور کثرت استغفار ودَرُود شریف سے معمور رکھنے کی سعی فرماتے رہا کریں۔اللہ تبارک وتعالیٰ توفیق رفیق فرمائے اور اپنے جملہ مقاصد ومہمات خیر میں کامیابی بخشے۔آمین۔العلم پہنچ گیا ہے اطمینان رکھیں۔جملہ احباب پرسان حال کو فقیر کے سلام پہنچیں۔

والسلام مع الاکرام......(۲۹صفر المظفر ۱۳۹۶ھ/فروری ۱۹۷۶)

(۳)بسم اللہ الرحمن الرحیم۔بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات ۔
فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ کی طرف سے مکرم ومحترم محمد نذیر صاحب مطالعہ فرمائیں کہ

آپ کا خط ملا۔حالات سے آگاہی ہوئی۔آپ کی مرسلہ کتابیں بھی مل گئی ہیں۔اطمینان رکھیں جزاك اللہ تعالی عن خیر الجزاء۔

لکھنے کا مشغلہ بڑا مبارک ہے اس کو جاری رکھیں۔اللہ تعالیٰ کامیاب فرمائے۔لوگوں کیلئے فائدہ مند گردانے اور آپ کو صحت وعافیت اور سلامتی کے ساتھ رکھے اور اپنے مقاصد میں کامیاب فرمائے اور ظاہری وباطنی اطمینان وسکون نصیب فرمائے۔آمین۔فقیر بفضلہٖ تعالیٰ بعافیت ہے۔والحمد للہ علی ذ

الك ۔فقیر کی طرف سے سب کوسلام ودعوات۔

والسلام......ازخانقاہ سراجیہ......(۹ ربیع الثانی ۱۳۹۶ھ/اپریل ۱۹۷۶ء)

(۴)بسم الله الرحمن الرحيم۔بعد الحمد والصلوٰة وارسال التسليمات والتحيات۔

فقیرابوالخلیل خان محمد عفی عنہ کی طرف سے مکرم ومحترم محمد نذیر صاحب مطالعہ فرمائیں کہ

آپ کا خط ملا۔حالات سے آگاہی ہوئی۔آپ کا پارسل بھی مل گیا ہے جس کا بہت بہت شکریہ۔جزاك الله عن خير الجزآء۔

شعر نہ کہنا تمام انبیاء علیم السلام کیلئے منع نہیں۔قرآن پاک میں صرف حضور نبی کریم ﷺ کے متعلق فرمایا۔وما علمنا الشعر ۔لیکن دوسروں کے شعر کہے ہوئے کہہ سکتے ہیں۔حضرت خضر علیہ السلام کے نبی ہونے میں علماء کا اختلاف ہے۔بعض کہتے ہیں کہ وہ نبی ہیں بعض کہتے ہیں وہ نبی نہیں ہیں' ولی ہیں۔بہرحال شعر کہہ سکتے ہیں۔

حضرت خضر علیہ السلام اور حضرت الیاس علیہ السلام اس قطب کی اقتدا میں نماز پڑھ سکتے ہیں۔جس طرح حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آخری مرض میں حضرت صدیق اکبرؓ کے پیچھے نماز پڑھی تھی۔آپ ان مسائل میں زیادہ تحقیق میں نہ پڑیں۔جس طرح لکھا ہے بس ترجمہ کردیں۔فقیر بفضلہٖ تعالیٰ بعافیت ہے۔والحمدللہ علی ذالک۔فقیر کی طرف سے سب کوسلام ودعوات۔

والسلام......ازخانقاہ سراجیہ......(۲۵ ذی الحج ۱۳۹۷ھ/دسمبر ۱۹۷۷ء)

(۵)بسم الله الرحمن الرحيم۔بعد الحمد والصلوٰة وارسال التسليمات والتحيات۔

فقیرابوالخلیل خان محمد عفی عنہ کی طرف سے مکرم ومحترم جناب محمد نذیر صاحب!مطالعہ فرمائیں کہ

فقیر بفضلہٖ تعالیٰ بعافیت ہے۔والحمدللہ علی ذالک۔فقیر آپ سب کی صحت عافیت اور سلامتی کا طالب ہے۔مولا پاک نصیب فرمائے اور اعمال صالحہ کا پابند بنائے اور اپنی رضامندی وخوشنودی سے سرفراز فرمائے۔آمین۔

آداب طریقہ کے متعلق امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات میں مکتوب نمبر ۲۹۲ جو کہ شیخ حمید بنگالی کے نام ہے' دیکھ لیں۔مکتوبات شریف وہاں ادارہ کے کتب خانہ میں ہوگا۔فقیر کی طرف سے سبکوسلام ودعوات۔

والسلام......ازخانقاہ سراجیہ......(۱۶ ربیع الاول ۱۳۹۸ھ/فروری ۱۹۷۸ء)

(۶)بسم الله الرحمن الرحيم۔بعد الحمد والصلوٰة وارسال التسليمات والتحيات۔

فقیرابوالخلیل خان محمد عفی عنہ کی طرف سے مکرم ومحترم محمد نذیر صاحب! مطالعہ فرمائیں کہ

آپ کا خط ملا۔حالات سے آگاہی ہوئی۔فقیر دعا گو ہے کہ مولا پاک اپنا فضل وکرم فرمائے اور آپ کو صلاح وفلاح سے مزین فرمائے اور اعمال صالحہ سے غفلت کو دور فرمائے اور ہمیشہ اپنی حفاظت میں عزت وآبرو اور جمعیت وسکون کے ساتھ رکھے۔آمین۔

بہ تکلف نماز کی پابندی کریں اور استغفار کثرت سے پڑھیں۔اپنے طریقۂ پاک نقشبندیہ کے ذکر اسم ذات کی پابندی ہی سب مرضوں کا بہتر علاج ہے۔اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

فقیر بفضلہٖ تعالیٰ بعافیت ہے۔والحمد للہ علیٰ ذالک۔فقیر کی طرف سے سب کو سلام۔

والسلام......از خانقاہ سراجیہ......(۸ جمادی الثانی ۱۴۰۱ھ/اپریل ۱۹۸۱ء)

(۷)بسم اللہ الرحمن الرحیم۔بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات۔

فقیرابوالخلیل خان محمد عفی عنہ کی طرف سے مکرم ومحترم محمد نذیر صاحب! مطالعہ کریں

آپ کا خط ملا۔حالات سے آگاہی ہوئی فقیر دعا گو ہے کہ مولا پاک اپنا فضل وکرم فرمائے اور والد بزرگوار کو صحت کاملہ وشفائے عاجلہ عطا فرمائے اور آپ کو مزید برآں صلاح وفلاح سے مزین فرمائے اور جمعیت و سکون نصیب فرمائے۔آمین۔فقیر انشاءاللہ ۲۹۔۳۰ مئی (۱۹۸۳) کو اسلام آباد جانے کا ارادہ کر رہا ہے۔

''اللھم نور قلبی بعلمك واستعمل بدنی بطاعتك'' ہر نماز کے بعد پڑھ کر اپنے سینہ پر دم کرلیا کریں' حافظہ کیلئے فائدہ مند ہے۔فقیر بفضلہٖ تعالیٰ بعافیت ہے۔والحمد اللہ علیٰ ذالک۔فقیر کی طرف سے سب کو سلام ودعوات۔والسلام......از خانقاہ سراجیہ......(۱۸ رجب المرجب ۱۴۰۳ھ/اپریل ۱۹۸۳ء)

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات۔

فقیرابوالخلیل خان محمد عفی عنہ کی طرف سے ملک حاکم خان صاحب مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

قرون اولیٰ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے لیکر آج تک جمیع علماء کرام کا اجماعی طور پر حیات النبی کے متعلق جو عقیدہ ہے وہ یہ ہے کہ حضرت اقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ سلم اور سب انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام وفات کے بعد اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کے ابدان مقدسہ بعینہا محفوظ ہیں اور جسد عنصری کے ساتھ عالم برزخ میں انکو حیات حاصل ہے اور حیات دنیوی کے مماثل ہے صرف یہ ہے کہ احکام شرعیہ کے وہ مکلّف نہیں ہیں روضہ اقدس پر جو درود شریف پڑھے وہ بلاواسطہ سنتے ہیں اور سلام کا جواب دیتے ہیں حضرات دیوبند کا بھی یہی عقیدہ ہے اب جو اس مسلک کے خلاف کرے اتنی بات یقینی ہے کہ اس کا

اکابر دیو بند کے مسلک سے کوئی واسطہ نہیں ہے جو شخص اکابر دیو بند کے مسلک کے خلاف رات دن تقریریں بھی کرے اور اپنے آپ کو دیو بندی بھی کہے یہ بات کم از کم ہمیں تو سمجھ نہیں آتی اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراط مستقیم اور اکابر دیو بند کے مسلک پر صحیح پابند بنا کر استقامت نصیب فرمائے آمین۔

والسلام......فقیر خان محمد عفی عنہ......خانقاہ سراجیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات۔

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ کی طرف سے جناب عبدالرحمٰن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ! مطالعہ فرماویں

کہ آپ کا گرامی نامہ ملا۔عدل وانصاف اور رعایا کے مال وجان وعزت وآبرو کی حفاظت وقت کے ہر حکمران کے ذمہ لازم ہے۔اور لازم رہی ہے۔جو حکمران اپنی رعایا میں عدل وانصاف قائم نہیں رکھ سکتا اور ظلم وستم اور جور جبر کو نہیں روک سکتا۔سارے کا سارا ظلم وستم اور نا انصافی جو اس کے ملک میں روا رکھا جائے گا اُس کا وہ پوری طرح ذمہ دار اور حصہ دار ہے۔

تمام اہل حق امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیمات والتحیۃ کے نزدیک اُس وقت حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ساری امت میں افضل اور بہترین تھے۔لہٰذا جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ یزید اور اس کے کار پردازوں کی طرف سے اُن کو میدان کربلا میں انتہائی سفاکی سے تختۂ مشقِ ظلم وستم بنانا اور امام عالی مقام رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کرام کو ناحق قتل کرنا ایسا گھناؤنا جرم ہے جس کا یزید پوری طرح ذمہ دار بلکہ حصہ دار ہے۔لہٰذا اہل حق کی جماعت نے یزید کو کافر تو قرار نہیں دیا۔لیکن اس سے کم درجے کا مجرم مختلف عنوانات سے اس کو ضرور قرار دیا ہے۔بعض نے فاسق وفاجر کہا ہے۔بعض نے بے دولت وبے نصیب کہا ہے۔اور بعض نے اس سے بھی زیادہ سخت تر الفاظ میں اسکی مذمت کی ہے۔

بہر حال یہ جان لینا چاہیے کہ حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں یزید کو بہتر اور برحق سمجھنے والا اپنے خاتمہ بالخیر کی توقع نہ رکھے۔فقط......والسلام......۲۹ محرم الحرام

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات۔

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ کی طرف سے عزیز مکرم محمد حامد سلمہ اللہ الصمد! (۱) مطالعہ کریں

کہ آپ کا گرامی نامہ موصول ہوا، یاد آوری کا بہت بہت شکریہ۔جزاك اللہ تعالیٰ عنا خیر الجزاء آپ دونوں کے خطوط سب کو باری باری مل رہے ہیں۔اسی طرح ہوتا ہے، جب آدمی پہلی بار باہر نکلتا ہے تو گھر سے جدائی کے جذبات کا اظہار ان خطوط ہی کے ذریعے کرتا ہے۔پھر جب کچھ عرصہ گزر جاتا ہے تو پھر جب جذبات متوازن ہو جاتے ہیں تو پھر خط لکھنے چھوٹ جاتے ہیں، تو پھر '' گھر والا نوں

انتظاراں ہوندیاں ہن جو بہوں ڈھاڑاں تھی گئیاں ہِن کوئی خط نہ آیا۔'' بہت عرصہ ہوا فقیر نے ایک لاری پر سفر کیا اس پر شعر لکھا ہوا تھا۔

واہ واہ وے ربا! تیرے کم چنگے ساڈیاں روزیاں دور کھلاریاں نی
اس روزی دی خاطر انسان پتہ نہ ہی کتھے کتھے تھڈے کھاندا ہے

سفر اور مسافری ایک عجیب چیز ہے، بہت سے تجربے ہوتے ہیں۔ عجیب عجیب واقعات پیش آتے ہیں، انسان کے سب سے زیادہ خیر خواہ اسکی اپنی قابلیت اور اس کے اچھے اخلاق اور عادات ہیں۔ جہاں بھی جاوے گا اس کے کام اسکی قابلیت اور اس کے اچھے اخلاق آگے کام آوینگے۔ اور سب سے بڑی دشمن انسان کی بری عادتیں ہیں، تمام دنیا ہمدردیاں کرنے والی ہو لیکن اس کی بری عادتیں اس کو کہیں کا نہیں چھوڑتیں اس لیے عزیزان من! اپنے میں قابلیت اور اچھی عادتیں پیدا کریں، جو ہر جگہ اور ہر وقت کام آنے والی چیزیں ہیں۔ فقیر کو پچھلے دو ہفتے تکلیف رہی اس لیے جواب میں تاخیر ہوئی، اب قدرے افاقہ ہے لیکن نزلہ وکھانسی تو فقیر کے ساتھ لازم ہیں، یہاں کے حال احوال تو سب کے خطوط سے معلوم ہو جاتے ہوں گے۔ عزیز احمد نے گاڑی قسطوں پر بیچ دی ہے، اتنا عرصہ موٹر سائیکل پر سوار نہیں ہوتا تھا۔ ''علو والی''، ''دوآبہ'' اور ''پپلاں'' کی طرف سے مبارک اور وہ گئے راستے میں کسی دوسرے موٹر سائیکل سے ٹکر ہو گئی، زخمی ہو گئے اور گھٹنوں اور کہنیوں پر خراشیں آئیں۔ ہڈی وغیرہ ٹوٹنے سے اللہ تعالیٰ نے بچا لیا۔ چار روز سے بستر پر لیٹے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آئندہ فضل فرماوے اور حادثات سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

نئی گاڑی خریدنے کی مختلف تجویزیں ہیں ابھی تک کوئی بات پک نہیں رہی، جس طرح اللہ تعالیٰ کو منظور ہوگا ہو جاوے گا۔ محمد قاسم سرگانہ کی شادی ۲۷۔۲۸ جنوری کو ہونا قرار پائی ہے۔ اس موقع (پر) محمد عارف صاحب، محمد حامد سلمہ اللہ تعالیٰ کی رسم منگنی تجویز کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ باعث برکت کرے۔ آمین۔

اپریل کے پہلے ہفتہ میں نور خان کی شادی پایہ تکمیل کو پہنچے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ فوری ملازمت کا پڑھ کر سب گھر والوں کو مسرت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے آپ دونوں کو بہترین ملازمتوں سے مشرف فرماوے اور اپنی حفاظت میں صحت و عافیت اور سلامتی کے ساتھ رکھے۔ اور عزت وآبرو اور جمعیت وسکون نصیب فرماوے۔ آمین۔ دو روز سے خلیل احمد بھی گھر آیا ہوا ہے، کل اس کو بخار ہو گیا۔ بخار ملیریا معلوم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ شفا عطا فرماوے۔ آمین۔

باقی سب گھر میں اور خانقاہ پاک میں ہر طرح عافیت ہے، سب چھوٹے بڑے راضی، خوشی اور صحت کے ساتھ ہیں۔......بھی ٹھیک ٹھاک ہے۔ والحمد للہ علیٰ ذالک۔ ملک منیر احمد کو اللہ تعالیٰ نے ایک اور

فرزند عطا فرمایا ہے، نام عبدالماجد رکھا گیا ہے، اللہ تعالیٰ دونوں کو صلاح وفلاح سے مزین فرماوے۔آمین۔

ملک محمد سلیم صاحب کے حالات سے کچھ خبر نہیں، نہ وہ گھر آئے اور نہ کسی کو خط لکھے۔ملک محمد اکرم خیریت سے ہیں۔اللہ تعالیٰ سب کو صحت وعافیت اور سلامتی کے ساتھ رکھے۔آمین۔سب گھر والوں کی طرف سے آپ سب کو فرداً فرداً بہت بہت سلام ودعوات۔محمود اقبال صاحب کے لیے مضمون واحد۔

آپ سب کو تاکیداً تحریر ہے کہ نماز میں ہرگز ہرگز سستی اور کاہلی نہ کریں، اس کی پابندی بہت بہت ضروری ہے۔اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرماوے۔آمین۔وظیفۂ سعدیہ کی اجازت ہے۔اللہ تعالیٰ باعث برکت کرے۔آمین۔والسلام......از: خانقاہ سراجیہ......۲۲ ربیع الاول ۱۴۰۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات۔

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ کی طرف سے اعزی ارشدی محمد حامد سلمہ اللہ تعالیٰ! مطالعہ کریں

کہ فقیر نے آپ کے خط کے جواب میں تفصیلی خط لکھا تھا، آپ سب کے خطوط میں اس کا کوئی تذکرہ نہیں کہ ملا ہے یا کہ نہیں؟ یہاں بفضلہٖ تعالیٰ ہم سب خیر وعافیت اور سلامتی کے ساتھ ہیں۔اور سب خورد وکلاں راضی خوشی ہیں۔ والحمدللہ علیٰ ذالک

اور آپ سب کی صحت وعافیت اور سلامتی کے طالب ہیں۔مولا پاک نصیب فرماوے اور آپ سب کو بہترین ملازمتیں عطا فرماوے۔اور آپس میں پیار ومحبت اور اتفاق کے ساتھ رکھے اور صلاح وفلاح سے مزین فرماوے۔آمین۔

۲۶ جنوری کو باگڑ میں آپ کی منگنی کی تقریب ہوئی، اللہ تعالیٰ ہم سب کے لیے باعث برکت کرے۔آمین۔صوفی محمد عبداللہ صاحب کا ۶۔۷ فروری کی درمیانی شب کو انتقال ہوگیا۔اور ہم لوگ اپنے ایک پرانے مخلص دعا گو رفیق کی رفاقت سے محروم ہوگئے ہیں۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرماوے۔آمین۔اکٹامک انرجی کے باہر محمد عارف صاحب نے جو تین کوٹھیاں بنوائی تھیں وہ اور باقی سب آبادی جو کہ واپڈا گیٹ کے باہر تھی حکومت نے زبردستی بلڈوزر چلا کر گرادی ہے۔اور لوگوں کو اُٹھوادیا ہے۔وہ ملبہ اٹھا کر لا رہے ہیں، اس سے شائد آپ کے لیے دو کمرے تعمیر کروائیں۔یہ گویا کہ شادی کی ابتدا ہوگی۔

آپ جب واپس آویں گے تو پھر اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ خوشی بھی نصیب فرماوے۔آمین۔بدھ ۲۳ فروری کو سعید احمد، اور نجیب احمد کا ختم قرآن پاک ہے، اس خوشی کی آپ سب کو مبارک باد پیش ہے، آپ تینوں ایسا پروگرام بنائیں جب کبھی اللہ تعالیٰ کو منظور ہو۔تاکہ شادیاں اکٹھی ہوجاویں۔خلیل احمد کل (سے)

گھر آیا ہوا ہے، جمعہ ۲۵ فروری کو واپس ساہیوال جاوے گا۔ان شاءاللہ تعالیٰ۔عزیز احمد، خلیل احمد............، رشید احمد، سعید احمد، نجیب احمد اور اپنی پھوپھو کی طرف سے بہت بہت سلام و دعوات۔

والسلام......از: خانقاہ سراجیہ......۸ جمادی الاول ۱۴۰۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات۔

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ کی طرف سے عزیز مکرم محمد حامد صاحب! مطالعہ کریں

کہ فقیر بفضلہٖ تعالیٰ بعافیت ہے، خانقاہ پاک میں ہر طرح عافیت ہے، گھر میں سب راضی خوشی اور صحت و عافیت کے ساتھ ہیں۔والحمدللہ علیٰ ذالک۔فقیر آپ سب کی صحت و عافیت اور سلامتی کا طالب ہے، مولا پاک نصیب فرماوے۔آپ سب کو آپس میں پیار و محبت اور اتفاق کے ساتھ رکھے اور صلاح وفلاح سے مزین فرماوے اور ہمیشہ اپنی حفاظت میں عزت و آبرو اور جمعیت و سکون کے ساتھ رکھے۔آمین۔

آپ سب پر لازمی ہے کہ نماز کی پابندی سب سے مقدم ہونی چاہیے، فارغ وقت ٹی وی اور ریڈیو پر صرف نہ ہو۔اچھا انسان اپنے اچھے اعمال ہی سے بنتا ہے۔اللہ تعالیٰ دارین کی اچھائیوں سے سرفراز فرماوے۔آمین۔

اس ہفتہ یہاں رونق رہی، باگڑ (سے) ایک ویگن باگڑ والوں کی بھر کر آئی، تین چار روز خوب چہل پہل رہی، آج ان کی واپسی ہوئی اور آپ کی والدہ ماجدہ بھی ان کے ہمراہ باگڑ تشریف لے گئی، تاکہ اپنی ہونے والی بہو سے مل آوے اور اپنے بیٹے کی جدائی والے جذبات کو اس طرح تسکین پہنچاوے۔

فقیر ان دنوں بہت مصروف ہے، ایک دن گھر اور ہفتہ عشرہ سفر ہوتا ہے، آج بڑی مشکل سے یہ چند حروف لکھنے کا موقع ملا ہے، صبح ۶ مئی کو پھر سفر کی تیاری ہے اور اس میں کم از کم ۱۵ یوم لگ جاویں گے۔ ۲۷ شعبان تک یہی سلسلہ جاری رہے گا۔ان شاءاللہ۔آج خلیل احمد بھی اپنی سالانہ رخصتوں کی وجہ سے ملتان والی ''عطاءاللہ'' پر آرہا ہے۔اپنے مدرسہ میں بھی یکم شعبان کو چھٹیاں ہوجاوینگی۔ان شاءاللہ

اس (مرتبہ) بارشوں کی وجہ (سے) فصل کو بہت نقصان پہنچا ہے، ہمارے رقبے ''منکیرہ'' میں تو بڑی سخت ژالہ باری ہوئی ہے، اور ساری کھڑی فصل بالکل ختم ہوگئی ہے۔فقیر کی طرف سے اور سب گھر والوں کی طرف سے آپ سب کو فرداً فرداً بہت بہت سلام و دعوات۔عزیز القدر راشد میاں کو بہت بہت پیار، سعید نجیب کی طرف سے بھی راشد میاں کو بہت بہت سلام۔والسلام از خانقاہ سراجیہ......۲۲ رجب ۱۴۰۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات۔

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ کی طرف سے عزیز مکرم محمد حامد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ مطالعہ کریں

کہ آپ کا خط ملا، حالات سے آگاہی ہوئی اور آپ سب کی خیریت وعافیت اور سلامتی کا پڑھ کر مسرت اور جمعیۃ وسکون ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنی حفاظت میں خوشیوں اور مسرتوں کے ساتھ رکھے اور بہترین ملازمتوں سے سرفراز فرماوے اور صلاح وفلاح سے مزین فرماوے اور ہر قسم کے مکروہات اور حادثات سے محفوظ ومصئون رکھے۔ آمین۔

نماز ہر حال میں پڑھنی لازمی ہے، وساوس کے ہجوم کے ساتھ نماز پڑھنا اس کا بہت بڑا ثواب ہے، لہٰذا وساوس کی وجہ سے نماز نہ پڑھنا بہت بڑا گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ بچاوے۔ اور نماز کا سختی (سے) پابند بناوے۔ آمین۔ تم سب کو نماز اور روزہ اور تراویح میں بالکل کوتاہی نہیں کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ آپ سب کو اعمال صالحہ کا پابند بناوے۔ اور بری عادتوں اور برے کاموں سے بچاوے۔ آمین۔

یہاں رمضان المبارک نہایت اطمینان سے گزر رہا ہے، پہلا عشرہ قاری عبدالرحیم صاحب نے سنایا دوسرا عشرہ قاری فتح محمد صاحب سنا رہے ہیں، تیسرا عشرہ باگڑ والے قاری محمد عابد صاحب سناویں گے۔ ان شاء اللہ۔

رشید احمد نے ہم سب کو مایوس کیا ہے، خیال تھا کہ چھوٹی تراویح میں قرآن پاک سنادے۔ لیکن ایسا نہ کرسکا، بس چند پارے سنائے گا، بیس سال عمر ہوگئی، ایک قرآن پاک نہ پڑھ سکا، جس کا کم از کم مجھے بڑا دکھ ہوا۔ اللہ تعالیٰ رحم فرماوے۔ آمین۔

گھر میں آپ کے والد صاحب اور والدہ صاحبہ اور دادی صاحبہ اور دونوں ہمشیرگان بالکل خیریت سے ہیں، آپ کی کمی کا احساس اثر انداز ہے، اور یہ فطری بات ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی اور آپ سب کو بھی خیریت وعافیت اور سلامتی کے ساتھ رکھے۔ اور سب کو سب کی خوشیاں نصیب فرماوے۔ آمین۔ عزیز احمد، خلیل احمد، رشید احمد، نجیب احمد، ....، امی جان سب کی طرف سے بہت بہت سلام ودعوات۔

والسلام......از: خانقاہ سراجیہ......۱۳؍ رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات۔

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ کی طرف سے عزیز مکرم محمد حامد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ! مطالعہ فرماویں

کہ آپ کا گرامی نامہ موصول ہوا، حالات وکوائف معلوم کرکے افسوس ہوا اور آپ سب کی صحت وعافیت کا پڑھ کر خوشی ہوئی۔ مولا پاک آئندہ اور ہمیشہ آپ سب کو خیریت وعافیت اور سلامتی کے ساتھ رکھے۔ اور سب کو صلاح وفلاح سے مزین فرماوے۔ اور مستقل باعزت ملازمت کا سبب ازغیب پیدا فرما کر بہترین

ملازمت نصیب فرماوے۔ اور ہمیشہ اپنی حفاظت میں عزت و آبرو اور جمعیت و سکون کے ساتھ رکھے۔

آپ نماز پابندی سے پڑھا کریں اور ہر نماز کے بعد جو تسبیحات پڑھی جاتی ہیں ۳۳ بار سبحان اللہ۔ ۳۳ بار الحمدللہ۔ ۳۴ بار اللہ اکبر اور ایک بار کلمہ شہادت، اس کے بعد ۳۳ بار **"یَـا رَبِّ"** پڑھ کر پھر اپنے مقصد کے لیے دعا کیا کریں۔ اس پر پابندی کریں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ فائدہ ہوگا۔

یہاں بفضلہٖ تعالیٰ عافیت ہے، گھر میں سب راضی، خوشی اور صحت (سے) ہیں۔ والحمد للہ علیٰ ذالک۔ سب گھروں میں خیریت ہے۔ ....، .... اپنے امتحانوں میں کامیاب ہوگئی ہیں۔ .... اپنی کلاس میں اول آئی ہے۔ آپ کے ابو اور اماں بھی بالکل خیریت سے ہیں۔ ۲۹ مارچ کو دو تین روز کے لیے یہ سب پنڈی گئے تھے، بعافیت واپس آگئے ہیں۔ البتہ آپ کی پھوپھی صاحبہ، سعید احمد کی والدہ کو آج کل تکلیف زیادہ ہے۔ ان دردوں والی تکلیف کے ساتھ ساتھ بخار بھی شروع ہوگیا ہے۔ علاج جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ فائدہ مند کرے۔ آمین۔

فقیر آج کل بہت مصروف ہے، قادیانیت کے مسئلہ نے سارے ملک کو پریشان کر رکھا ہے، فقیر کل ۱۲ اپریل کو لاہور، کوئٹہ، کراچی، حیدرآباد کے لیے روانہ ہو رہا ہے، ایک ہفتہ کا یہ سفر ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ فقیر کی طرف سے جناب محمد زاہد صاحب، ملک محمد نعیم صاحب، ملک محمد اقبال صاحب، ....، عزیزی راشد میاں سب کو بہت بہت سلام و دعوات۔ والسلام......از: خانقاہ سراجیہ......۸ رجب المرجب ۱۴۰۴ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات۔

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ کی طرف سے مکرم ملک محمود اقبال صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ! (۲) مطالعہ کریں کہ آپ کا خط ملا، ملازمت ملنے کا پڑھ کر ازحد خوشی ہوئی، مولا پاک مبارک کرے اور آپ سب کو صحت و عافیت اور سلامتی کے ساتھ رکھے۔ اور آپس میں پیار و محبت اور اتفاق کے ساتھ رکھے۔ اور صلاح وفلاح سے مزین فرماوے۔ اور ہر قسم کے مکروہات و حادثات سے محفوظ رکھے۔ آمین۔ ملازمت کے سلسلے میں اس کا خیال رہے کہ جو ملازمت مستقل اور لمبے عرصے کے لیے ہو، اگرچہ تنخواہ کچھ کم ہو، اس کو ترجیح دینی چاہیے، جو کوائف اس ملازمت کے آپ نے لکھے ہیں یہ بھی اسی قسم کی معلوم ہوتی ہے، بہتر سے بہتر کی تلاش میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ ہر جگہ اپنی قابلیت کام آتی ہے، آپ اپنا کام وقت اور محنت کے ساتھ کریں گے، تو اس کی قدر و قیمت ہوگی، اس کے علاوہ اپنے نفع و نقصان کی تمیز بھی لازمی ہے۔ ملازمت مل جانے کے بعد کھلونوں پر روپیہ ضائع نہ کریں، یہاں سے فرمائشات کی بھی کوئی حد نہیں رہے گی۔ آپ نے اپنی دنیا

خود ہی بنانی ہے اور زندگی کے جملہ لوازمات خود فراہم کرنے ہیں، حالات ہمیشہ ایک طریقے کے نہیں رہتے، انسان جب اپنے پاؤں پر کھڑا ہوتا ہے تو اس کی قدر و قیمت بھی ہوتی ہے۔ ورنہ ہر کوئی نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نفع و نقصان اور اپنے خیر خواہوں و بدخواہوں میں تمیز عطا فرماوے۔ آمین

۷ فروری کو صوفی محمد عبداللہ صاحب کا انتقال ہو گیا ہے۔ اور ہم لوگ اپنے ایک پرانے مخلص دعا گو رفیق سے محروم ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرماوے۔ آمین۔

..........کو باگڑ سے واپسی کے بعد بخار ہوا، اور خسرہ نکلا، اب اگرچہ آرام ہے لیکن طبیعت چڑچڑی ہو گئی ہے، اور اکثر اوقات روتی رہتی ہے، تمہاری والدہ کا علاج حکیم محمد رفیق صاحب میانوالی سے شروع ہے، پہلے دو ہفتے منزج ہوا، پھر دو جلاب دیئے اب ایک معجون عرق کے ساتھ صبح نہار منہ لینا پڑتا ہے، یہی علاج جاری رہے گا۔ اللہ تعالیٰ فائدہ مند کرے۔ آمین۔

عزیز احمد، خلیل احمد نے محمد خان خاکوانی سے موٹر کا سودا کیا ہے، مزدا ۷۶۔۷۷ ماڈل ہے۔ ۱۸۰۰ اسی سی ہے۔ ۷۰ ہزار روپیہ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فائدہ مند کرے۔ آمین۔ بدھ ۲۳ فروری کو سعید احمد، نجیب احمد کا ختم قرآن پاک ہے، خلیل احمد اسی سلسلے میں گھر آیا ہوا ہے، اچھا خاصا اہتمام کیا جا رہا ہے۔ آپ کو بھی اس کی مبارک ہو۔ محمد قاسم صاحب کو فقیر کی طرف سے بہت بہت سلام و دعوات۔ اسکی ہمشیرہ صاحبہ خیریت سے ہیں، قاری عبدالرحیم صاحب نے اپنی ہمشیرہ صاحبہ جو کہ مولوی شیر محمد صاحب کی بیوہ ہے کے ساتھ حج کی درخواست دی ہے، اپریل میں قرعہ اندازی ہو گی، محمد خان، محمد عارف صاحب کے ٹریکٹر پر کام کرتا ہے اور خیریت سے ہے۔ آپ سب کو یہ ہدایت ہے کہ نماز میں ہرگز ہرگز سستی نہ ہو۔ آپ لوگ نماز کی پابندی کرینگے تو بہت سی آفات سے بچے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرماوے۔ آمین۔ ہم سب بفضلہٖ تعالیٰ بعافیت ہیں۔ گھر میں بھی سب راضی خوشی اور صحت و عافیت کے ساتھ ہیں۔ والحمد للہ علیٰ ذالک۔ آپ (کو) والدہ صاحبہ، عزیز احمد، خلیل احمد، رشید احمد، ....، سعید احمد، نجیب احمد، بشیر احمد، ......، ......، سب کی طرف سے بہت بہت سلام و دعوات۔ اور ہر طرح عافیت ہے۔ والسلام......از: خانقاہ سراجیہ ۸ جمادی الاول ۱۴۰۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات۔

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ کی طرف سے اعزی وارشدی نجیب احمد سلمہ اللہ تعالیٰ! (۳) مطالعہ کریں

کہ آپ کا خط ملا، پڑھ کر اطمینان ہوا، سعید احمد اور خان محمد سے بھی حالات معلوم کر کے مزید اطمینان ہوا، آپ خوب پڑھیں، اور محترم لیکچرار صاحب کو کسی قسم کی شکایت کا موقع نہ دیں۔ یہاں بفضلہٖ

تعالیٰ ہر طرح عافیت ہے۔ والحمدللہ علیٰ ذالک

سعد اور............اور آپ کی امی آپ کو بہت یاد کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو اور لیکچرار صاحب اور ان کے سب گھر والوں کو ہمیشہ صحت وعافیت اور سلامتی کے ساتھ رکھے۔ آمین۔ سب گھر والوں کی طرف سے آپ کو بہت بہت سلام ودعوات۔ والسلام......فقیر خان محمد عفی عنہ......۲۲ محرم الحرام ۱۴۱۲ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات۔

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ کی طرف سے اعزی وارشدی نجیب احمد سلمہ اللہ تعالیٰ! مطالعہ کریں

کہ کل شام فون کر کے اطمینان ہوا، آپ کا سرٹیفکیٹ ارسال ہے، ۲۳/ اگست کو انتظار رہے گی، خوب محنت اور دل لگا (کر) پڑھیں، اللہ تعالیٰ کامیابی عطا فرماوے اور صلاح وفلاح سے آراستہ فرماوے۔ آمین۔ گھر میں سب خیر وعافیت سے ہیں۔ والحمدللہ علیٰ ذالک۔ سعد آپ کو بہت یاد کرتا ہے۔ آج صبح بھی کافی دیر ''چاچو جیبو! چاچو جیبو!'' کہہ کر روتا رہا۔ فقیر کی طرف سے سلطان محمود صاحب ودیگر سب کو سلام ودعوات۔......والسلام......فقیر خان محمد عفی عنہ......۲۸ محرم الحرام ۱۴۱۲ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔بعد الحمد والصلوٰۃ وارسال التسلیمات والتحیات۔

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ کی طرف سے محترم ومکرم ملک محمد نعیم صاحب مطالعہ کریں۔

کہ آپ کا رجسٹری گرامی نامہ موصول ہوا۔ حالات سے آگاہی ہوئی۔ ایک ہزار روپے کا ڈرافٹ بھی مل گیا تھا۔ وہ ہزار روپیہ جنابہ ہمشیرہ صاحبہ آپ کی والدہ کو دے دیا تھا۔ وہ اگر مناسب سمجھیں تو پانچ سو روپے......کو دے دیں۔ اب معلوم نہیں کیا کہ انہوں نے دیا یا نہیں دیا۔ گھر میں سب خیریت ہے۔ ملک محمد منیر صاحب اور اُن کے دونوں بچے بیوی خیریت سے ہیں۔ ملک محمد اکرم صاحب مظفر آباد کالونی میں بدستور ہیں۔ اور خیریت سے ہیں۔ ملک محمد سلیم صاحب مظفر آباد آزاد کشمیر میں ہیں۔ سسرال سے صلح ابھی تک نہیں کی۔ اکیلے کس طرح وقت گزار رہے ہیں، کم از کم اس فقیر کو تو کوئی پتہ نہیں۔ حج سے واپسی کے بعد صرف ایک دفعہ ملاقات وہ معمولی طور پر ہوئی۔ فقیر کے پوچھنے پر کچھ نہیں بتایا۔ آپ کی والدہ صاحبہ بھی بالکل خاموش ہیں۔ اُنہوں نے بھی کبھی کوئی بات نہیں کی۔ حالانکہ والدہ کو تو ایسے کاموں میں بہت فکر ہوتا ہے۔ چھوٹے بچے کی کوئی فکر ہونی چاہیے تھی۔ بہر حال اس معاملے میں کیا سوچ رکھا ہے۔ کچھ معلوم نہیں۔ اللہ تعالیٰ بہتری کرے۔ آمین۔ ۱۱ جون کو رمضان المبارک سے صرف دو دن پہلے عزیزم خلیل احمد سلمہ اللہ تعالیٰ کی منگنی کی گئی، اس کی مبارک باد قبول کریں۔ آپ سب اکٹھے تیاری کر کے آئیں، جب آنے کا پروگرام بنے۔ تاکہ اکٹھا

سب کا مسئلہ حل کیا جاوے۔اور اللہ تعالیٰ سب کی خوشیاں نصیب فرماوے۔آمین۔

فقیر بفضلہٖ تعالیٰ بعافیت ہے۔گھر میں بھی سب راضی خوشی اور صحت کے ساتھ ہیں۔والحمد للہ علیٰ ذالک۔ہم سب آپ سب کی صحت وعافیت اور سلامتی کے طالب ہیں۔مولا پاک نصیب فرماوے۔آمین۔سب گھر والوں کی طرف سے بہت بہت سلام ودعوات۔والسلام......از: خانقاہ سراجیہ ۱۳رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ

بسم الله الرحمن الرحيم۔بعد الحمد والصلوٰة وارسال التسليمات والتحيات۔

فقیر ابوالخلیل خان محمد عفی عنہ کی طرف سے مکرم ومحترم جناب حافظ محمد زاہد صاحب مطالعہ فرماویں

کہ آپ کا گرامی نامہ چار دسمبر کا لکھا ہوا یہاں یکم جنوری کو موصول ہوا۔حالات سے آگاہی ہوئی، دوسرے روز محمد عارف کو چیک دے دیا۔اور وہ بیس ہزار روپے کا ڈرافٹ بنا کر مطلوبہ آدمی کے نام رجسٹری کرآئے ہیں۔اطمینان فرماویں۔محمد عارف صاحب نے بھی شاید اطلاع دی ہوگی،معلوم نہیں اس دفعہ ڈاک میں کیا گڑبڑ ہے، بڑی دیر سے خطوط مل رہے ہیں۔

یہاں بفضلہٖ تعالیٰ ہر طرح سے عافیت ہے۔ والحمد لله علىٰ ذالك۔ہم سب آپ سب کی صحت وعافیت اور سلامتی کے طالب ہیں۔مولا پاک نصیب فرماوے۔اور ہمیشہ اپنی حفاظت میں عزت وآبرو اور جمعیت وسکون کے ساتھ رکھے۔آمین۔عزیزان محمد حامد اور محمود اقبال کے متعلق آپ نے جو محنت فرمائی اس کا بہت بہت شکریہ۔جزاك الله تعالىٰ عنا احسن الجزاء۔اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کے بخت ومقدر بہتر کرے۔اور بہترین ملازمتوں سے سرفراز فرماوے۔آمین۔محمد حامد کی ملازمت سے سب کو بہت خوشی ہوئی، آئندہ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم شاملِ حال ہووے۔آمین۔

راشد میاں تو بہت خوش ہوگا، اللہ تعالیٰ اس کو دارین کی خوشیاں اور سعادتیں نصیب فرماوے۔آمین۔ہم سب کی طرف سے عزیزہ............، راشد میاں سلمہ اللہ تعالیٰ اور ملک محمد نعیم صاحب کو بہت بہت سلام ودعوات۔محمد قاسم آیا کرے تو اُس کو بھی بہت بہت سلام۔

والسلام......از: خانقاہ سراجیہ ۲۲ ربیع الاول ۱۴۰۳ھ

(۱) مکتوب الیہ صاحبزادہ ''محمد حامد سراج'' صاحب زید قدرہ حضرت قبلہ رحمہ اللہ کے بھتیجے ہیں، حصول تعلیم کے لیے بیرون ملک قیام کے دوران حضرت والا نے یہ خطوط ان کو ارسال فرمائے تھے۔دیکھیے مضمون ''ہمارے بابا جی'' باب 3۔

(۲) مکتوب الیہ ملک محمود اقبال صاحب حضرت کی دوسری اہلیہ کے صاحبزادے اور صاحبزادہ سعید احمد ونجیب احمد کے خیفی بھائی ہیں۔

(۳) مکتوب الیہ حضرت قبلہ رحمہ اللہ کے سب سے آخری فرزند ہیں، دیکھیے خادم کا مضمون ''ازواج واولاد'' باب نمبر 2۔

قائد تحریک ختم نبوت، محدث کبیر، حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ

''مشفق استاد اور محسن و محترم بزرگ''

حضرت مولانا خان محمد بسط اللہ ظلہم العالی نے حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ایک مضمون ان کے وصال کے بعد تحریر فرمایا اور ہفت روزہ ''خدام الدین'' کے ایڈیٹر صاحب کو بھیجتے وقت گرامی نامہ میں تحریر فرمایا:

''یاد فرمائی کا شکریہ۔ آپ کو معلوم ہے کہ فقیر اہل قلم میں سے نہیں۔ نہ کبھی اس طرح کی تحریروں کا بالعموم اتفاق ہوتا ہے۔ لیکن حضرت مولانا بنوری فقیر کے مشفق استاد بھی تھے اور محسن و محترم بزرگ بھی' اس لیے چند سطور پیش خدمت ہیں۔ پسند آ جائیں تو درج رسالہ فرمادیں۔ ورنہ ''کالائے بد بریش خاوند''۔

''حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری بن حضرت سید محمد زکریا بنوری رحمہم اللہ تعالیٰ فقیر کے مشفق استاد تھے اور شفقت و محبت سے اپنا خادم اور ساتھی بھی تصور فرماتے تھے۔

وہ ہنس مکھ نورانی چہرہ اور میٹھی میٹھی رس بھری باتیں جو کانوں میں شیرینی گھول دیتی تھیں اور دل و دماغ کو تری و تازگی بخشتی تھیں۔ ان کو ''رحمۃ اللہ علیہ'' لکھنے سے دکھ ہوتا ہے۔ لیکن جب سب نے اسی راستے پر چلنا ہے تو اس شعر میں کوئی جدت اور ندرت باقی نہیں رہ جاتی:

ہر آنکہ زاد بناچار بایدش نوشید　　　　زم دھر مئے کل من علیھا فان

بہر حال دعا ہے کہ ''رحمہ اللہ رحمتہ واسعتہ۔

فقیر کو شوال ۱۳۶۰ھ سے شعبان ۱۳۶۱ھ تک جامعہ اسلامیہ ڈابھیل ضلع سورت (انڈیا) میں حضرت مولانا مرحوم سے سبعہ معلقہ، مقامات حریری، اور ادبی متوسطات پڑھنے کا اتفاق ہوا تھا۔

۱۳۷۵ھ/۱۹۵۶ء میں حضرت سیدی و مرشدی مولانا محمد عبداللہ صاحب نور اللہ مرقدہ [جانشین: قیوم زماں حضرت مولانا ابوالسعد احمد خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ، بانی خانقاہ سراجیہ کندیاں، ضلع میانوالی] کے وصال کے بعد خانقاہ سراجیہ کی خدمت کا بوجھ جب فقیر کے کندھوں پر آ پڑا تو اس کے بعد ایک دفعہ حضرت

مولانا مرحوم خانقاہ شریف رونق افروز ہوئے۔ سوئے قسمت سے فقیر ہری پور ہزارہ کے سفر پر تھا۔ خانقاہ شریف سے واپسی پر حضرت مولانا بھی اپنے محترم داماد مولانا محمد طاسین صاحب کو ملنے ہری پوری ہزارہ تشریف لائے تو وہاں ہری پور کے موضع درویش میں قاضی محمد شمس الدین صاحب کے مکان پر فقیر کو ملنے تشریف لائے اور بڑی محبت اور دلچسپی سے خانقاہ شریف کے پرسکون ماحول اور عظیم کتب خانے کا ذکر فرمایا اور پھر فرمایا:

> ''جی چاہتا ہے کہ علمی کام کیلئے آدمی خانقاہ شریف میں آجائے، کیونکہ ہر طرح کا سکون اور یکسوئی جس طرح وہاں میسر ہے کراچی جیسے معروف شہر میں اس کا تصور بھی نہیں ہوسکتا۔ پھر جبکہ اتنا عظیم اور جامع کتب خانہ بھی دسترس میں ہو۔''

پاکستان کے اہل علم بلکہ عوام تک کو معلوم ہے کہ حضرت مولانا بنوری پورے عالم اسلام کی چند اہم شخصیتوں میں سے ایک تھے بڑے بڑے عظیم علمی اور تصنیفی و تدریسی کام انجام دیئے۔ عجمی ہونے کے باوجود عربی پر وہ دسترس تھی کہ دمشق وقاہرہ، بلکہ مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کے ادیب علماء، مولانا کی رواں عربی تقریروں کو بڑی دلچسپی اور توجہ سے سنتے تھے اور مولانا کے ایک ایک جملے پر بے ساختہ جھوم جھوم کر داد دیتے تھے۔

اور بایں عظیم کمالات قابلیت ومقبولیت مولانا کی خاص بات یہ تھی کہ کوئی دنیاوی جائیداد نہیں چھوڑی اور کمال بے نفسی کی حد یہ ہے کہ جامعہ اسلامیہ اور جامع مسجد نیوٹاؤن کراچی کی عظیم عمارت کے بانی نے ان عمارت پر تو لاکھوں روپے خرچ کر ڈالے مگر اپنا ذاتی جھونپڑا تک بنانے کی نہ فرصت ملی نہ وسعت! مدت العمر ایک اینٹ پر دوسری اینٹ تک رکھنے کی نوبت ہی نہ آئی۔ تقریباً ۶ فٹ چوڑا اور ۸ فٹ لمبا کمرہ مولانا کا کمرہ طعام بھی، پھر یہی کمرہ ملاقات (ڈرائنگ روم) بھی تھا اور پھر یہی کمرہ دار التصنیف بھی تھا' عظیم علمی تصنیفات اسی مختصر کمرے میں انجام پائیں۔

دین اور خدمت دین حضرت مولانا کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ حتی کہ سفر آخرت بھی ایک دینی سفر کے سلسلے میں پیش آیا کہ اسلامی مشاورتی کونسل کے اجلاس میں شمولیت کیلئے راولپنڈی تشریف لائے تھے اور دین کی راہ میں غریب الوطنی کی وفات حسرت آیات سے دوچار ہوئے۔ ہزاروں اشکبار آنکھوں نے راولپنڈی میں نماز جنازہ ادا کی اور لاکھوں جگر فگار سینوں نے کتاب وسنت کی اس امانت کو سینۂ زمین کے اندر مستور کیا:

رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا — ہر بوالہوس کے واسطے دار ورسن کہاں

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی......شیخ الاسلام ''حضرت بنوری نمبر'')



محمود الملۃ والدین، مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ

’’میرے مخدوم ومکرم‘‘

مفتی صاحب میرے ’’مخدوم ومکرم‘‘ تھے۔ان سے تعلق بھی پرانا تھا اور رشتہ محبت بھی قدیم۔پہلی ملاقات ۱۹۵۲ء میں ہوئی۔حضرت والا محترم اس وقت بقید حیات تھے۔مفتی صاحب کو انہوں نے کندیاں شریف بلایا تھا۔ان کی آمد یہاں ایک فتوے کے سلسلے میں ہوئی تھی۔ہمارے یہاں دو خاندانوں کا مسئلہ طلاق پر باہمی جھگڑا تھا۔ایک عورت کو طلاق ہوئی۔ایک فریق کہتا تھا طلاق ہوگئی ہے اور دوسرا اس سے مختلف موقف رکھتا تھا۔علاقے کے علمائے کرام اور مفتیان عظام اس مسئلے پر اپنی رائے پیش کر چکے تھے لیکن جھگڑا ختم ہونے میں نہیں آ رہا تھا۔غالباً یہ لوگ حضرت کے پاس یہ پوچھنے کیلئے آئے کہ ان کی نظر میں جو مفتی سب سے زیادہ قابل اعتماد ہو اس کا نام، پتہ بتا دیں۔حضرت نے مفتی محمود کا نام تجویز کیا اور خود ہی ان کو کندیاں شریف اپنا مہمان بنا کر بلایا۔

مفتی محمود صاحب نے مقامی علماء سے بات چیت کی، فریقین کا موقف معلوم کیا' پھر فریقین کی براہِ راست بات سنی، ان کے موجودہ اور سابق موقف کا موازنہ کیا۔پھر جب وہ ایک نتیجے پر پہنچ گئے تو اپنا آخری فیصلہ سنا دیا۔ان کا فیصلہ وہی تھا جو دوسرے علماء پہلے دے چکے تھے، لیکن طریقِ معلومات اور طرزِ استدلال انوکھا تھا۔چونکہ وہ اس وقت نوجوان تھے' زیادہ پختہ عمر نہیں تھے' اس لئے مقامی علماء میں ان کی ذات موضوع گفتگو بن گئی۔اس بحث میں ان کے معاصرین ان کی علمی لیاقت پر اظہارِ حیرت کر رہے تھے۔بعض حضرات نے ہمارے حضرت سے سوال کیا کہ آپ کی نظر انتخاب ان پر پڑنے کا کیا سبب ہے؟ حضرت نے اس وقت علماء کو جو مختصر سا جواب دیا تھا وہ یہ تھا۔’’یہ گوہر قابل ہے۔اس کی حفاظت کرو! اس پر نظر رکھو!۔اللہ تعالیٰ اس سے کوئی بڑا کام لے گا۔‘‘

(حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کو خانقاہ سراجیہ سے بڑی عقیدت تھی اور اکثر و بیشتر یہاں تشریف لایا کرتے تھے۔مخدوم زماں حضرت خواجہ خان محمد بسط اللہ ظلہم العالی نے حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات کے بعد ایک انٹرویو ہفت روزہ ترجمان اسلام (لاہور) کو دیا جو اپریل ۱۹۸۱ء

میں طبع ہوا۔اس میں آپ نے مفتی صاحب کے بارے میں فرمایا۔[مؤلف])

جامع شخصیت:

''حضرت مفتی صاحب کی شخصیت ایک جامع شخصیت تھی۔علمی، فقہی، مذہبی اور سیاسی۔غرض یہ کہ وہ ہر فن میں درجۂ اولیٰ کی قابلیت رکھتے تھے اور خدا تعالیٰ نے انہیں فہم وفراست کا وافر انعام عطا فرمایا تھا۔حضرت مفتی صاحب عالموں میں جید عالم، قرآت میں سبعہ عشرہ کے قاری، مقررین میں پانچ زبانوں کے قادر الکلام مقرر، قائدین میں صاحبِ فکر قائد، مفسرین میں بہترین مفسر، فقیہوں میں بالغ النظر فقیہ، سیاست دانوں میں مدبر سیاست دان، غرضیکہ قائد تحریک اسلامی کی شخصیت ایک پہلو دار شخصیت تھی۔ بزرگوں کا مقولہ ہے کہ ''یک من علم را دہ من عقل باید''۔ بلکہ حضرت بنوری رحمہ اللہ تو فرمایا کرتے تھے۔ ''یک من علم راسو من عقل باید''۔اور حضرت مفتی صاحب واقعی اس کے مصداق اور حامل تھے۔

مفتی صاحب رحمہ اللہ کی جامعیت کا اثر:

''میں مفتی صاحب کی جامعیت سے متاثر ہوا ہوں۔عموماً یہ بات مشاہدے میں آئی ہے کہ اچھا خطیب، بہترین ادیب نہیں ہوتا......مدرس ہو تو درس وتدریس کے علاوہ کسی اور کام کا نہیں رہتا......مذہب میں دلچسپی رکھنے والا سیاست کے امور سے نابلد ہوتا ہے۔مگر اسکے برعکس حضرت مفتی صاحب نے ہر میدان میں اپنی قابلیت کا لوہا منوایا۔مدرسین میں ان کے پائے کے مدرس بہت کم ہوں گے اور جب سیاسی حیثیت دیکھی جائے تو مفتی صاحب کی سیاسی بصیرت اور ذہنی فراست سے متاثر ہو کر انہیں اس وقت نو جماعتوں کا سربراہ بنایا گیا جب کہ علماء کو ویسے ہی حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔

مفتی صاحب کی روحانی حیثیت:

''گو بظاہر انہوں نے کسی کو بیعت نہیں کیا' مگر وہ چاروں روحانی سلاسل میں بیعت کے مجاز تھے اور ان کا سلسلہ مرشد السید مولانا عبدالعزیز بن عبدالحلیم رحمۃ اللہ علیہ کے واسطے سے حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تک پہنچ جاتا ہے۔

مفتی صاحب کا تقویٰ:

غالباً ۷۷۔۱۹۷۶ء میں ہم اکٹھے حج پر روانہ ہوئے۔مکہ مکرمہ میں طواف کے دوران انہیں پاؤں کے زخم کا احساس نہ ہوا۔منیٰ میں پہنچ کر انہیں احساس ہوا کہ انگوٹھے کا ناخن اکھڑا ہوا ہے اور انہیں شک گزار کہ ممکن ہے میرا طواف نہ ہوا ہو۔لہٰذا وہ ناخن کٹوا کر دوبارہ مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اور طواف زیارت کا

اعادہ فرمایا۔ اس واقعہ سے ان کی پرہیز گاری اور ان کے تقویٰ کا پتہ چلتا ہے۔

مشفق و مہربان رفیق:

''بحیثیت ایک رفیق میں نے انہیں ہمیشہ مشفق و مہربان پایا۔ حضرت مفتی صاحب متعدد بار خانقاہ شریف حاضری کیلئے تشریف لائے۔ ایک مرتبہ موسم گرم میں بغیر پروگرام کے اچانک تشریف آوری ہوئی تو فرمایا کہ ادھر سے گزر رہا تو حاضری کیلئے چلا آیا۔ اور یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ میں خانقاہ کے پاس سے بغیر حاضری دیئے گزر جاؤں۔

مفتی صاحب کی وفات کا غم:

''میں حجاز مقدس میں عشاء کے بعد واپس مکان پر آیا تو مولانا اجمل خان صاحب میری قیام گاہ پر تشریف فرما تھے۔ اُنہی کی زبانی یہ اندوہناک اور افسوس ناک خبر ملی (کہ مفتی صاحب رحلت فرما گئے)۔ خبر کے سنتے ہی دماغ چکرا گیا اور سکتہ طاری ہوگیا۔ مفتی صاحب کی وفات سے ایک خلا پیدا ہوگیا۔ وہ اب ہمارے درمیان میں نہیں ہیں۔ خدا انہیں غریق رحمت کرے اور ان کے درجات میں ترقی و بلندی فرمائے۔

(تاریخ و تذکرہ خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ)



امام اہل سنت، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ

قافلۂ اہل حق کے سپہ سالار

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین

شیخ الحدیث والتفسیر امام اہل السنۃ حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ تلمیذ رشید شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی اور خلیفہ مجاز حضرت اقدس مولانا حسین علی صاحب رحمہ اللہ، ''قافلہ اہل حق کے سپہ سالار''، عظیم محدث، عظیم مفسر، اس دنیا فانی سے رخصت ہوگئے اور عزیمت واستقامت کے رہرو علماء کبار اور اولیاء ذی احترام کے پاس پہنچ گئے دارالعلوم دیوبند نے علم وعمل زہد وورع، تقویٰ وتدین، فضل وکمال، اخلاص واتباع سنت کے حامل افراد کا جو قافلہ تیار کیا تھا حضرت مولانا بھی اسی قافلے کے ہم سفر تھے فقیر کے ان کے ساتھ تعلقات تقریباً پون صدی پر محیط ہیں ویسے تو ان کے ساتھ بہت ساری قدریں مشترک ہیں لیکن دو قسم کے رشتے بڑے اہم ہیں۔ ایک یہ کہ ایشیاء کی عظیم درس گاہ دارالعلوم

دیوبنداور دیوبند میں مرجع الخلائق شیخ العرب والعجم سید حسین احمد مدنی سے اکتساب فیض اور انکی پاکیزہ صحبت جو اللہ جل شانہ نے ہمیں نصیب فرمائی اور اسی طرح ہمارے حضرت قدوۃ السالکین محبوب العارفین حضرت اعلیٰ خواجہ ابو السعد احمد خان صاحب رحمہ اللہ کا تعلق بھی خانقاہ موسیٰ زئی سے تھا اور حضرت مولانا کے مرشد حضرت مولانا حسین علی کا تعلق بھی خانقاہ موسیٰ زئی شریف سے تھا۔اس طرح اللہ جل شانہ نے رشد و ہدایت کے ان مراکز کے ساتھ ہمیں نسبت عطا فرمائی۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

حضرت مولانا کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی صلاحیتوں سے نوازا تھا وہ گونا گوں صفات کے مالک تھے ان کا سایہ بہت سے فتنوں کے لیے سدباب رہا۔ان کا تبحر علمی بے مثال تھا وہ علماء دیوبند کے علم وعمل کے وارث تھے ان کی سب سے بڑی خوبی یہ تھی کہ انہوں نے جو کام بھی شروع کیا مستقل مزاجی کے ساتھ کیا اور ہمیشہ عزیمت پر عمل کیا اپنی پوری زندگی دین حق کی حفاظت میں صرف کی اور جب بھی کسی اہل باطل نے اسلام کے مسلمہ اصولوں میں سے کسی ایک اصول کے خلاف قلم اٹھایا تو حضرت مولانا نے بطریقِ احسن اس کا خوب تعاقب کیا ''**وجادلھم بالتی ھی احسن** کا عملی نمونہ پیش کیا اور دلائل کے میدان میں ہمیشہ سرفراز ہی رہے لیکن اس مشکل گھاٹی سے گزرتے ہوئے کبھی آپ نے اپنے اکابرین کی تحقیقات سے سرِ مو انحراف نہیں کیا نیز جس طرح آپ نے اپنے قلم کے ذریعے اسلام کی نظریاتی سرحدوں کا پہرا دیا اسی طرح عملی تحریکات میں بھی شریک رہے بالخصوص 1953ء کی تحریک ختمِ نبوت میں آپ نے نمایاں کردار ادا کیا اور ناموسِ رسالت ﷺ کے لیے تقریباً 10 ماہ جیل کاٹی۔اللہ تعالیٰ ان کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے وہ دین کا روشن چراغ تھے، جن سے بے شمار دینی مشعلیں روشن ہوئی ان کو ایک عالم حق اور باعمل بااخلاص ہونے کی وجہ سے ہمیشہ یادرکھا جائے گا۔ ع خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

فقیر دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے جوارِ رحمت غفران ورضوان میں جگہ عطا فرمائے اور امت میں ایسے افراد زھاد پیدا فرمائے جو اقامتِ دین کا فریضہ اسی طرح ادا کرسکیں۔اللہ تعالیٰ ان کے اہل وعیال اور متعلقین کرام پر ہمیشہ اپنے فضل وکرم کا سایہ رکھے۔

آخر میں اپنے عزیزوں حضرت مولانا زاہد الراشدی، حضرت مولانا عبدالقدوس قارن، حضرت مولانا عبدالحق خان بشیر ودیگر صاحبزادگان سے عرض کروں گا کہ وہ اپنے والد محترم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ہمت اور استقامت کے ساتھ دین حق پر سختی سے کاربند رہیں اور اپنی اولاد کو بھی اس پر کاربند رکھیں

تا کہ یہ چراغ بجھنے نہ پائے۔

(مجلّہ المصطفیٰ ''امام اہل سنت نمبر'')



فقیہہ العصر حضرۃ مولانا مفتی عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ

بعد الحمد والصلوٰۃ فقیر خان محمد کو آج ۲۱ رشوال المکرّم ۱۴۲۱ھ کو حضرت مولانا مفتی عبدالشکور قدس سرہ العزیز کی تعزیت کے سلسلہ میں حاضری کا شرف حاصل ہوا اللہ تعالیٰ مرحوم ومغفور کی مغفرت فرماوے اور اپنی قبر میں راحت کرامت فرماوے اور حضرت کے جملہ پسماندگان کو حضرت مرحوم کے برکات سے سرفراز فرماوے اور ہر قسم کی بدمزگیوں سے محفوظ فرماوے، آمین۔ اور حضرات صاحبزادگان سلمہم اللہ تعالیٰ کو آپس میں پیار ومحبت سے سرفراز فرماوے آمین۔ والسلام۔

فقیر خان محمد عفی عنہ خانقاہ سراجیہ......۲۱ رشوال المکرّم ۱۴۲۱ھ



شہید ختم نبوت، حکیم العصر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمان ختم نبوت

''مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ ہمارے اس دور کی وہ عظیم شخصیت تھی جن پر اکابر امت کو ناز تھا۔ حضرت مولانا محمد علی جالندھری اور حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری کے فیض تربیت نے ان کو عقیدہ ختم نبوت سے وہ وابستگی اور تڑپ عطا کی۔ جس نے آپ کو ''ترجمان ختم نبوت'' کے منصب پر فائز کیا۔ ویسے تو حضرت بنوری کے زمانہ میں ان کے جوہر دنیا پر آشکارا ہو گئے تھے۔ علمائے امت ان کی تحریروں سے استفادہ کرتے تھے اور اکابر علماء کرام ان کو ''ترجمان علمائے حق'' کی حیثیت دیتے تھے اور ہمارے حضرت بنوری نے ان کو اپنا ہم نام ہم کام اور مدرسہ کا مدار قرار دے کر ایک ایسے اعزاز سے سرفراز فرمایا تھا جو بہت ہی کم لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔ حضرت بنوری کی وفات کے بعد آپ نے جس انداز سے ''بینات'' کے ذریعہ قلمی جہاد کیا اس نے حضرت بنوری کی کمی کا احساس نہیں ہونے دیا۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے دفتر میں حضرت بنوری کی طرف سے ان کی تقرری ہماری سمجھ سے بالا تر تھی۔ لیکن مولانا مفتی احمد الرحمٰن رحمہ اللہ کے انتقال کے بعد آپ نے جس طرح عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور میری ترجمانی کا حق ادا کیا وہ ان کی ایسی خصوصیت ہے جس کا تمام تر سہرا حضرت بنوری کی کرامت اور

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی کی تواضع اور مروت کو جاتا ہے۔اس وقت ہماری سمجھ میں آیا کہ حضرت بنوری نے ان کو اتنے اصرار سے دفتر میں کیوں بٹھایا تھا۔

۱۹۸۹ء سے لے کر شہادت تک انہوں نے یورپ' افریقہ سمرقند و بخارا اور پاکستان کے ایک ایک گوشے میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے کام کو وسیع کیا اور قادیانیت کی کمر توڑ دی۔اور مرزا طاہر کے مباہلہ کے چیلنج کو قبول کر کے مسلمانوں کی عزت و وقار میں اضافہ کیا اور مرزا طاہر سے لے کر عام قادیانی تک کے ایک ایک شبہ کا مدلل جواب دیا جو ان کے قلم کا ایسا شاہکار ہے جس پر تاریخ اسلامی عرصۂ دراز تک ناز کرتی رہے گی۔

تردید قادیانیت کے علاوہ دیگر موضوعات پر بھی ان کی کتب وتصانیف کا ایک اچھا خاصا علمی ذخیرہ ہے۔ خاص کر ''اختلاف امت اور صراط مستقیم'' سے تو امت صدیوں تک استفادہ کرتی رہے گی اور قومیں رہنمائی حاصل کرتی رہیں گی۔رشد وہدایت کی مسند سے ہزاروں لوگوں کی اصلاح ان کا ایسا صدقہ جاریہ ہے جس کا تسلسل قیامت تک جاری رہیگا۔

مسلک سے مضبوط وابستگی اور اصلاح کے سلسلہ میں پختہ شرائط ان کا ایک خاص وصف تھا۔علمائے دیو بند سے گہری عقیدت ان کے کمال کی سب سے بڑی دلیل ہے۔واقعی وہ اسلاف کی مکمل تصویر تھے۔ان کی شہادت کا سب سے بڑا نقصان میری ذات کو پہنچا۔کیونکہ میں اپنے ترجمان سے محروم ہوگیا۔میں یہ سمجھتا ہوں کہ حضرت کی شہادت امت مسلمہ کیلئے اس صدی کا سب سے بڑا نقصان ہے۔اللہ تعالیٰ اس کی تلافی کی بہتر صورت پیدا فرمائیں۔آمین

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی۔''شہید اسلام نمبر'')



مرشد العلماء، پیر طریقت، حضرت اقدس سید نفیس الحسینی شاہ رحمۃ اللہ علیہ

عشق رسالت کا پیکر

حضرت سید نفیس شاہ صاحب رحمہ اللہ اگرچہ عمر میں مجھ سے چھوٹے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے ان سے ہمہ جہت دینی خدمات کا کام لیا۔ان کا تعلق خانقاہ رائے پور سے تھا، جس طرح ان کے شیخ حضرت رائے پوری رحمہ اللہ فتنہ قادیانیت کے خلاف حساس دل رکھتے تھے اور اس کی سنگینی سے فکر مند تھے اور انہوں نے

اپنے متعلق اور خلیفہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ کو لاہور میں بٹھا کر ایک ماہ میں ختم نبوت کے عنوان پر پہلے عربی میں کتاب مرتب کروائی اور پھر اس کا اردو ترجمہ کروا کر اس کی اشاعت و تقسیم کا انتظام فرمایا، جو ان کی تحفظ ختم نبوت کے ساتھ گہری دلچسپی اور قادیانیت کے خلاف شدید نفرت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

ٹھیک اسی طرح حضرت سید نفیس شاہ صاحب رحمہ اللہ بھی اپنے شیخ کی اقتداء میں قادیانیت سے شدید نفرت کرتے تھے اور آقائے دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وناموس کے تحفظ کے سلسلے میں بہت ہی حساس تھے۔

آپ کے عشق رسالت صلی اللہ علیہ وسلم اور محبت نبوی کا اندازہ آپ کے نعتیہ کلام سے بخوبی کیا جاسکتا ہے۔ بلاشبہ آپ ''عشق رسالت کے پیکر'' تھے۔ میں نے سنا ہے کہ آپ کی نعت

اے رسول امیں، خاتم المرسلیں تجھ سا کوئی نہیں، تجھ سا کوئی نہیں

کسی بریلوی مکتبِ فکر کی کسی اونچی اور مشہور گدی کے سجادہ نشین کو سنائی گئی تو انہوں نے پوچھا کہ ''یہ کس کا کلام ہے؟''، جب بتلایا گیا کہ ایک دیوبندی بزرگ کا کلام ہے تو انہوں نے کہا ''اگر یہ نعت کسی دیوبندی بزرگ کی ہے تو میں آج کے بعد دیوبندی ہوں۔''

اللہ تعالیٰ نے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کو مختلف انواع واقسام کے کمالات سے نوازا تھا۔ آپ بیک وقت مصلح، عاشق صادق، محقق، مؤرخ، قادر الکلام شاعر، نعت گو، مجاہد، تحفظ ختم نبوت کے پاسباں اور تمام دینی تحریکوں کے سرپرست وروحِ رواں تھے۔

شاہ صاحب رحمہ اللہ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ کے بعد ہماری جماعت کے نائب امیر قرار پائے، مگر افسوس کہ وہ بہت جلد ہمیں داغِ مفارقت دے گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کو ان جیسا مخلص ومجاہد راہنما عطا فرمائے۔ آمین

(حیات نفیس ص ۱۰۱)



امین ملت، وکیل احناف حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ

باکمال انسان

موت ایک اٹل حقیقت ہے، جس سے کسی کو مفر نہیں، جو اس دنیا میں آیا ہے، اُسے ایک دن یہاں

سے رخصت ہونا ہے، مگر بعض جانے والے اس شان سے جاتے ہیں کہ ان کی حیات وافکار اور کارناموں کے دیر تک چرچے رہتے ہیں، اور ان کی شخصیت بھلائے نہیں بھولتی، ان کی زندگی اور موت میں ہزاروں درس عبرت ہوتے ہیں۔

حضرت مولانا محمد امین صفدر رحمۃ اللہ علیہ ہمارے اس دور کے باکمال انسان، فاضل عالم دین تھے، جنہوں نے علم وتحقیق اور بحث ومناظرہ میں اپنے اکابر واسلاف کی روایت کو زندہ کیا، بلاشبہ وہ اکابر علماء دیوبند کے صحیح ترجمان اور سچے جانشین تھے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی اوصاف وکمالات سے سرفراز فرمایا تھا۔ ان کا علم وحوصلہ اور متانت وسنجیدگی قابل تقلید تھی، فرق باطلہ کی تردید اور احقاقِ حق میں ان کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ فتنۂ مرزائیت کی سرکوبی میں ان کا بے مثال کردار ہے۔ وہ ہر سال چناب نگر کے تردید مرزائیت کورس میں تشریف لاتے، اور نہایت انہاک سے شرکاء درس کی تربیت فرماتے۔ چناب نگر کے آپ کے دروس اور تحقیقات رہتی دنیا تک امت مسلمہ کے لیے راہ نما ثابت ہوں گی۔ اسی طرح تمام فرق باطلہ کے خلاف ان کے فیصلہ کن مناظرے یادگار رہیں گے۔

بحث ومناظرہ اور جدل ومناقشہ کے میدان میں اترنے والے حضرات عام طور پر انتہا پسندی اور خود رائی اور خودروی کا شکار ہو جاتے ہیں، مگر یہ مولانا موصوف کا کمال تھا کہ وہ ان امراض سے یکسر پاک اور اکابر علماء حق کے مسلک کے پابند اور ان کی روایات کے پاسدار تھے، انہوں نے ہمیشہ کسی نہ کسی بزرگ اور ولی کامل کے دامن کو تھامے رکھا، چنانچہ ابتدائی طور پر وہ حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ سے منسلک رہے، ان کی وفات کے بعد تادم آخر حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب کے دامن فیض سے وابستہ رہے۔ اور تمام دینی ودنیاوی معاملات میں اپنی باگ ڈور ان اکابر کے ہاتھ میں دیئے رکھی۔ اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کی حسنات کو قبول فرمائے اور ان کی سیئات کو مبدل بہ حسنات فرما کر درجات عالیہ سے سرفراز فرمائے اور ان کے پسماندگان کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخشے۔ اور امت مسلمہ کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین۔ (ماہنامہ الخیر مولانا امین صفدر اوکاڑوی نمبر ص ۱۱)



امیر عزیمت حضرۃ مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمہ اللہ

مولانا حق نواز جھنگوی شہید رحمہ اللہ کا خانقاہ شریف (خانقاہ سراجیہ) سے قریبی تعلق رہا ہے۔ سپاہِ صحابہ کے قیام سے پہلے اور بعد بھی۔ سپاہِ صحابہ کے قیام کے بعد کے حالات ان کے لیے اگرچہ ناگفتہ بہ ہوتے چلے گئے۔ دن رات جلسوں میں مصروفیت، گرفتاریاں، جیلیں، قید، غرضیکہ اس طرح ان کے شب

وروز گزرتے رہے لیکن ان کا خانقاہ شریف سے مسلسل رابطہ رہا۔

کبھی مشکلات سے نکلنے کے لیے دعاؤں کی درخواست کر رہے ہیں اور کبھی خود چل کر آ رہے ہیں۔ تمام تر مصروفیات کے باوجود وہ ذکر وفکر کی نہ صرف اہمیت کے قائل تھے، بلکہ عملی طور پر اس کے لیے مصروف رہتے۔

عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوت کی امارت کی ذمہ داری جب ناچیز کے کندھوں پر ڈالی گئی تو مولانا شہید میری درخواست پر ختمِ نبوت کانفرنسوں میں شمولیت فرماتے رہے۔ حالانکہ اس زمانہ میں شیعہ بھی ختمِ نبوت کے اسٹیج پر آتے تھے۔ مولانا نے کبھی یہ عذر نہیں کیا کہ چونکہ شیعہ آپ کے اسٹیج پر آتے ہیں لہٰذا میں نہیں آتا نہ صرف تشریف لاتے بلکہ اسٹیج کی روایات کا احترام کرتے ہوئے صرف اور صرف ختمِ نبوت کے عنوان پر خطاب فرماتے۔ گوجرہ کی ''ختمِ نبوۃ کانفرنس'' جو بندہ کی صدارت میں کسی پارک میں منعقد ہو رہی تھی، مولانا اسمیں تشریف لائے اور حضرت نانوتوی رحمہ اللہ، ''تحذیر الناس'' اور ''ختمِ نبوت'' کے عنوان پر عام فہم انداز میں عالمانہ خطاب فرمایا۔ جس سے مولانا کی علمی قابلیت اور خطیبانہ جوہر کھل کر سامنے آجاتے ہیں۔ بہر حال جب بھی ضرورت ہوئی انہوں نے کبھی انکار نہیں کیا۔

عزیزی مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی حفظہ اللہ کی زبانی معلوم ہوا کہ ان کے برادر زادہ مولوی ثناء اللہ صاحب سلمہ مولانا شہید کی زندگی پر سالنامہ ''سُرخرو'' لاہور کا نمبر شائع کرنا چاہتے ہیں اور جناب ڈاکٹر خادم حسین ڈھلوں کا بھی پیغام ملا۔ چند ایک سطور لکھوا دی ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ پاک ان حضرات کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائیں اور مولانا شہید کی جرأت، بے باکی، بہادری، عظمتِ صحابہ کے تحفظ کے لیے ان کی جدوجہد کو مشعلِ راہ بنانے کی توفیق دیں۔

فقیر خان محمد عفی عنہ......خانقاہ سراجیہ، کندیاں شریف، میانوالی

(سالنامہ ''سرخرو'' لاہور......امیر عزیمت نمبر)



جانشین امام اہل سنت حضرت مولانا **عبدالقدوس خان قارنؔ** مدظلہ العالی

کی تالیفات

[۱] **خزائن السنن** (جلد دوم) کتاب البیوع

[۲] **جنت کے نظارے** (علامہ ابن القیم کی کتاب حادی الارواح کا اردو ترجمہ)

[۳] **حمیدیہ** (فن مناظرہ کی کتاب رشیدیہ کا اردو ترجمہ)

[۴] **امام ابوحنیفہ کا عادلانہ دفاع** (علامہ کوثری کی تانیب الخطیب کا اردو ترجمہ)

[۵] **غیر مقلدین کے متضاد فتوے**

[۶] **بخاری شریف غیر مقلدین کی نظر میں**

[۷] **ایضاحِ سنت** بجواب مصباح سنت (راہِ سنت پر اعتراضات کا مدلل جواب)

[۸] (تین طلاقوں کے مسئلہ پر مقالہ کا) **جواب مقالہ**

[۹] **الدروس الواضحہ** فی شرح الکافیہ

[۱۰] **اظہار الغرور** فی کتاب ''آئینہ تسکین الصدور''

[۱۱] **امام بخاری کا عادلانہ دفاع** (علامہ احمد سعید چتروڑھی کی کتاب کا جواب)

عمر اکادمی، نزد گھنٹہ گھر گوجرانوالہ

باب 8

رسائل وجرائد کا خراجِ تحسین

سانحۂ ارتحال پر مختلف رسائل وجرائد کا خراجِ عقیدت

خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ، اللہ کے ولی تھے۔ایمان اور تقویٰ کے نور سے اپنے ظاہر اور باطن کو منور کیے ہوئے ولی! وہ نہیں جن کی زندگی فطرت سے جنگ کرتے گزر جاتی ہے بلکہ وہ ولی جو زندگی بھر نفس کے ناجائز تقاضوں، شیطانی قوتوں اور گمراہ فرقوں سے برسرپیکار رہتے ہیں۔ نہ اندر کے دشمن کے سامنے ہتھیار ڈالتے ہیں نہ باہر کے دشمن کے سامنے۔ وہ ایسے مجاہد تھے جو زندگی بھر لڑتے رہے مگر ہاتھ میں تلوار نہیں تھی۔ایسے مبلغ تھے جو ''خموشی گفتگو ہے اور بے زبانی ہے زبان میری'' کا مصداق تھے۔ وہ کئی جماعتوں کے قائد تھے، مگر ان کی مقبولیت اور محبوبیت کا عنوان دیا جائے یا ان کے خلاقِ حسنہ کا کرشمہ کہا جائے کہ ایسی جماعتیں بھی ان کی قیادت اور ان کی طرف انتساب میں فخر محسوس کرتی تھیں جن کے قائد باہم شدید اختلاف رکھتے تھے۔ان کی حیثیت مجمع الانہار کی سی تھی۔کئی نہریں تھیں جو اس دریا میں آکر گرتی تھیں۔

ضبط وترتیب: خادم اہل سنت حمزہ احسانی

اخبارات......رسائل

......اور......

جرائد کا خراج تحسین

حضرت اقدس قبلہ خواجہ صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات پر ملال پر ملک بھر کے تقریباً تمام رسائل وجرائد، مجلّات سمیت قومی اخبارات ہفت روزہ، پندرہ روزہ، ماہانہ، دوماہی اور سہ ماہی رسائل میں مضامین شائع ہوئے، اکثر نے کتاب ''تاریخ وتذکرہ خانقاہ سراجیہ''، ''فیضان معصومیہ''، ''حضرات نقشبندیہ''، ''تحفہ سعدیہ'' اور ''تحفہ نقشبندیہ'' سے چند اقتباسات ذکر کیے۔ ملک بھرے رسائل میں مختلف احباب واکابر کے مضامین، اداریے، تعزیتی پیغامات، بیانات اور منظوم کلام شائع ہوئے، ان سب میں ماہنامہ ''لولاک'' ملتان،...... ماہنامہ ''الجمعیۃ'' راولپنڈی،...... ہفت روزہ ''ضرب مومن'' کراچی...... ''روزنامہ'' ''اسلام'' کراچی......روزنامہ'' آوازِ وطن'' بھکر......اور ماہنامہ ''نقیب ختم نبوت'' ملتان، خاص طور پر قابل ذکر ہیں جنہوں نے خاصی تعداد میں عمدہ اور بہترین مضامین کی اشاعت کا اہتمام کیا۔ طوالت اور تکرار در تکرار کے خوف سے تمام رسائل کے مکمل مضامین تو شامل اشاعت نہیں کیے جاسکے البتہ چند ایک مضامین مکمل اور چند ایک کے خلاصے حاضر خدمت ہیں۔

علاوہ ازیں سب سے جامع اور کامل خصوصی نمبر ماہنامہ ''لولاک'' ملتان کی طرف سے عنقریب شائع ہوگا۔ ان شاء اللہ۔

روزنامہ اسلام کے ادارتی صفحہ کے انچارج مولانا محمد شفیع چترالی،......ہفت روزہ ''ضربِ مومن'' کے نائب ایڈیٹر محمد انور غازی...... ماہنامہ ''الجمعیۃ'' راولپنڈی کے ایڈیٹر مولانا زاہد شاہ ڈیروی......روزنامہ'' آواز وطن'' کے عبدالعزیز انجم...... ماہنامہ الحق کے مولانا عرفان الحق حقانی......اور ماہنامہ ''نقیب ختم نبوت'' کے مدیر جناب سید کفیل شاہ بخاری سمیت دیگر احباب کا بندہ بطور خاص مشکور ہے کہ ان حضرات نے اپنے

اپنے جریدوں میں شائع ہونے والے مضامین بذریعہ ای میل بھجوائے جس سے وقت کے ساتھ ساتھ کھپت کی بچت بھی ہوئی۔ **فجزاهم الله تعالیٰ خيراً**

ہفت روزہ ''ضربِ مومن'' کراچی

ہفت روزہ ضرب مومن نے مورخہ 14 مئی 2010ء کو حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ سے متعلق خصوصی نمبر شائع کیا تھا اس میں اور اس سے آئندہ ہفتے والے شمارے میں ''دو آنسو'' کے عنوان سے مولانا مفتی ابولبابہ شاہ منصور مدظلہ، ''اللہ کے ولی'' کے عنوان سے مولانا محمد اسلم شیخوپوری مدظلہ ''آہ! صد آہ! خواجہ خواجگان......سلطان اولیاء'' کے عنوان سے مولانا عدنان کاکاخیل مدظلہ کا اور ''واہ خواجہ صاحب!'' کے عنوان سے مولانا قاری منصور احمد مدظلہ کے مضمون سمیت دیگر اہم مضامین شائع ہوئے تھا، ملاحظہ فرمائیے

[کالم نمبر 1]

دو آنسو

مفتی ابولبابہ شاہ منصور

گزشتہ ہفتے ایک تعلیمی دورے کے سلسلے میں بلوچستان کا سفر کرنا پڑ گیا۔ یہ سفر کچھ حوالوں سے یادگار تھا اور کچھ حوالوں سے دلخراش۔ یادگار اس حوالے سے تھا کہ ملک کے پسماندہ حصے میں عربی کی تدریس اور حفظ الحدیث جیسے موضوعات پر تین روزہ تربیتی دورہ منعقد کیا گیا جو الحمدللہ نہایت کامیاب ثابت ہوا اور دلخراش اس سنگلاخ زمین پر رقم کیے جانے والے نسلی تعصب کے المناک نقوش کی بنا پر جس کا مشاہدہ بلوچستان میں داخل ہونے سے لے کر نکلتے تک ہم کرتے رہے۔ سفری صعوبتیں اور حب الوطنی سے متصادم تحریکیں اپنی جگہ لیکن سب سے زیادہ افسوس ناک بات یہ ہوئی کہ ہم خضدار سے کچھ پہلے پنکچر کی ایک دکان پر ٹائر کی مرمت کے لیے رکے ہوئے تھے کہ شیخ المشائخ، رئیس الاولیاء حضرت خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ کے وصال کی خبر ملی۔ رات بارہ ایک بجے کا وقت تھا۔ جب وہاں سے روانہ ہوئے تو ''منگیچر'' کے قریب پہنچ کر معلوم ہوا کہ تھوڑا آگے ایک سردار نے بیچ بازار میں اپنے مسلح آدمیوں کے ساتھ دھرنا دیا ہوا ہے۔ نہ کراچی سے آنے والے آگے جا سکتے ہیں اور نہ کوئٹہ سے آنے والی گاڑیاں ادھر آ سکتی ہیں۔ انتظامیہ، پولیس نام کی کوئی چیز نہیں جو آ کر راستہ کھلوا سکے۔ سیکڑوں گاڑیاں، میلوں طویل لمبی قطار میں بے یار و مددگار رات کے اندھیرے سے دن چڑھے تک کھڑی رہیں اور کوئی صورت نہ تھی کہ اس جبری ناکے سے گزرا جا سکے۔ ہم نے چونکہ اللغۃ

العربیہ اور حفظ الحدیث کے دورے کے لیے جناب مفتی عبدالباری صاحب کے مدرسے ''احسن العلوم فیض آباد کوئٹہ'' پہنچنا تھا اس لیے ہم پکی سڑک چھوڑ کر ایک رہبر کی معیت میں دیہات اور پہاڑوں کی طرف نکل گئے اور کچے راستے سے لمبا چکر کاٹ کر واپس بڑی سڑک پر آ گئے۔ یہ مشق ستم نبھا کر ہم منزلِ مقصود پر پہنچ تو گئے مگر اب وقت نہ رہا تھا کہ حضرت خواجہ صاحب قدس سرہٗ پر کچھ لکھ کر بھجوایا جائے۔ نتیجتاً ساتھیوں نے وہ قسط وار مضمون لگانے پر اکتفا کیا جو پہلے سے ان کے پاس کمپوز رکھا تھا اور راقم اسے ان کے حوالے کر کے اطمینان سے سفر پر روانہ ہوا تھا۔ جب بھی حالات کی مناسبت کے بغیر اس عاجز کا مضمون چھپتا ہے اور احباب اس پر تعجب کا اظہار فرماتے ہیں تو اس کے پیچھے اسی طرح کی غیر متوقع صورتِ حال کارفرما ہوتی ہے۔

حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ اس دور میں ماضی کی ان اکابر شخصیات کی یادگار تھے جنہیں دیکھ کر خدا یاد آجاتا تھا۔ فتنوں سے بھرے اس دور میں انہوں نے جس طرح رشد وہدایت کی شمع جلائے رکھی، اصلاح وتزکیہ کی روایت کو قائم رکھا، ترقی دی اور مثال تک پہنچایا، دینی جماعتوں اور تحریکوں کی سرپرستی کی اور نصف صدی سے زیادہ عرصے تک اہلِ حق کو ایک لڑی میں پروئے رکھا، اس کی بنا پر وہ بلا شبہ خواجہ خواجگان، شیخ المشائخ اور رئیس الاولیاء شمار کیے جاتے تھے۔ یہ عاجز بھی چونکہ سلسلۂ نقشبندیہ سے وابستہ ہے اور ان اولیاء اللہ کے قدموں کی خاک کو سرمۂ سعادت سمجھتا ہے اس لیے نہایت افسوس ہے کہ آپ کی یاد میں جو کلمات خیر شائع ہوئے، ان میں بندہ اپنا حصہ نہ ڈال سکا۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق شامل حال رہی تو یہ عاجز ان شاء اللہ اس محرومی کا ازالہ کرنے کی اپنی سی کوشش ضرور کرے گا۔

اس وقت جبکہ وطن عزیز میں جاہلی تصوف کو عام کرنے اور گانے باجے کے ساتھ قوالی کرنے اور دھمالیں ڈالنے کو ''صوفی ازم'' کا نام دے کر موت کا انجکشن لگانے کی تیاریاں ہو رہی ہیں، اس دور میں حضرت جیسی شخصیات کا جو شریعت وطریقت کی جامع تھی، ہم سے اُٹھ جانا پیچھے رہ جانے والوں پر نہایت بھاری ذمہ داری عائد کرتا ہے کہ وہ تزکیہ واحسان کی پیغمبرانہ محنت کو جو ''تصوف'' کا حقیقی مقصود ہے، عام کریں اور سرکار (سرکار سے مراد بڑی سرکار ہے) کی سرپرستی میں پروان چڑھائے جانے والے نام نہاد صوفی ازم کے چنگل میں پھنسنے سے بچانے کے لیے بھرپور جدوجہد کریں۔

جب یہ تحریر لکھی جارہی تھی تو خبر آئی کہ ہنگو کے ''قطبین'' میں سے دوسرے قطب شیخ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ صاحب بھی وفات پا گئے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ۔ حضرت اس علاقے کے نامور عالم دین حضرت مولانا محمد امین اورکزئی صاحب رحمہ اللہ کے استاذ تھے۔ بندہ کو ان دونوں حضرات کی زیارت کا موقع برادرم مولانا سید عدنان کاکاخیل کی معیت میں ملا۔ سبحان اللہ! استاذ وشاگرد دونوں سفید ریش، دونوں معمر

اور دونوں کے سیکڑوں ہزاروں شاگرد اور باہمی احترام ومحبت واعتماد کا یہ عالم کہ باید وشاید۔ یہ عاجز اس منظر کو تو کبھی بھول ہی نہیں سکتا جب حضرت کے یہاں عشاء کی نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تو دیکھا کہ حضرت خلافِ معمول سلام پھرتے ہی اپنے حجرے میں تشریف لے گئے ہیں۔ حاضری دی تو معلوم ہوا علاقے کا یہ قطب اور ہزاروں مریدین کا شیخ اپنے ہاتھوں سے ہم جیسے مہمان طالب علموں کے لیے بادام توڑنے اور شہد طشتریوں میں ڈالنے میں مصروف ہے۔ جبکہ اسی حجرے میں کوئی سردار، وڈیرہ یا خان آجاتا تو حضرت اپنی مسند پر تمکنت سے تشریف فرما رہتے اور کمال استغناء کا پیکر بنے رہتے۔ آپ کے بارے میں تفصیلی مضمون عزیزم سید عدنان کاکاخیل کی تحریر میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ یہ عاجز تو عقیدت کے دو آنسوان دونوں عظیم المرتبت ہستیوں کی خدمت میں بہانا چاہتا تھا۔ سو دل کا بوجھ...... جو ظاہر ہے ان چند لفظوں سے اُتر نہیں سکتا...... ہلکا کرلیا۔ اللہ تعالیٰ ان مبارک ہستیوں کی برکت سے ہمیں محروم نہ فرمائے اور تمام پسماندگان کے ان کے مشن ومقصد کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

[کالم نمبر 2]

اللہ کے ولی

مولانا محمد اسلم شیخوپوری

صد باعث تعجب ہے وہ خودساختہ معیار جو لوگوں نے کسی کو ولایت اور بزرگی جانچنے کے لیے وضع کر رکھا ہے۔ جہلا کا خیال یہ ہے کہ اولیاء اللہ وہ ہوتے ہیں جو ہوا میں اُڑ سکتے ہیں، پانی پر چل سکتے ہیں اور بھڑکتے شعلوں میں بلاخوف وخطر کود سکتے ہیں۔ وہ ہفتوں بلکہ مہینوں کھائے پیے بغیر زندہ رہ سکتے ہیں۔ ان کے اشارے پر بغیر موسم کے پھل پیدا ہوجاتے ہیں اور موسم اپنے تیور بدل لیتے ہیں۔ ان کے دم سے بانجھ کوکھ ہری ہوجاتی ہے۔ وہ چشم زدن میں ہزاروں کوس کا سفر طے کرلیتے ہیں۔ فجر کراچی میں پڑھتے ہیں تو ظہر اور عصر مکہ اور مدینہ میں ادا کرتے ہیں۔ ایسے غالی بھی ہیں جن کی سوچ یہ ہے اللہ کے نیک بندے مہینوں غسل نہیں کرتے۔ ڈھنگ کا لباس نہیں پہنتے۔ چیتھڑوں پر گزارہ کرتے ہیں۔ بیوی بچوں اور عزیز واقارب سے کوئی تعلق نہیں رکھتے۔

ایک صاحب نظر جو سالہا سال تک قریہ قریہ اور شہر شہر چل پھر کر مرحوم مشائخ کے حالات ان کے مریدین اور خلفا سے جمع کرتے رہے۔ انہوں نے اپنی کتاب میں لکھا: ''میں بزرگوں کے متعلقین سے ان کے واقعات سن کر اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ ان کی ساری زندگی فطرت سے جنگ کرتے گزر گئی۔'' ظاہر ہے مہینوں

غسل سے احتراز، تعفن زدہ لباس، گندگی میں اٹی ہوئی زلفیں، معاشرتی ذمہ داریوں سے فرار، اہل وعیال سے وحشت، وسعت اور قدرت کے باوجود گھاس پات پر گزارہ، بے خوابی اور مسلسل بے خوابی، ایک ٹانگ پر قیام، زنجیروں میں جکڑا ہوا جسم، آبادی کے بجائے ویرانے میں بسیرا...... یہ سب کچھ فطرت سے جنگ ہی تو ہے۔ حیرت ہے دینِ فطرت کے ان پیروکاروں پر جو خلافِ فطرت زندگی کو ولایت کا اعلیٰ مقام سمجھتے ہیں۔

خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ، اللہ کے ولی تھے۔ ایمان اور تقویٰ کے نور سے اپنے ظاہر اور باطن کو منور کیے ہوئے ولی! وہ نہیں جن کی زندگی فطرت سے جنگ کرتے گزر جاتی ہے بلکہ وہ ولی جو زندگی بھر نفس کے ناجائز تقاضوں، شیطانی قوتوں اور گمراہ فرقوں سے برسر پیکار رہتے ہیں۔ نہ اندر کے دشمن کے سامنے ہتھیار ڈالتے ہیں نہ باہر کے دشمن کے سامنے۔ وہ ایسے مجاہد تھے جو زندگی بھر لڑتے رہے مگر ہاتھ میں تلوار نہیں تھی۔ ایسے مبلغ تھے جو ''خموشی گفتگو ہے اور بے زبانی ہے زبان میری'' کا مصداق تھے۔ وہ کئی جماعتوں کے قائد تھے، مگر ان کی مقبولیت اور محبوبیت کا عنوان دیا جائے یا ان کے خلاقِ حسنہ کا کرشمہ کہا جائے کہ ایسی جماعتیں بھی ان کی قیادت اور ان کی طرف انتساب میں فخر محسوس کرتی تھیں جن کے قائد باہم شدید اختلاف رکھتے تھے۔ ان کی حیثیت مجمع الانصار کی سی تھی۔ کئی نہریں تھیں جو اس دریا میں آ کر گرتی تھیں۔

آپ کے کمالات وہبی بھی تھے اور کسبی بھی۔ کسب میں ذاتی مجاہدوں کے علاوہ اعلیٰ حضرت مولانا ابوسعد احمد خاں قدس سرہٗ کی توجہات اور تربیت کا بڑا دخل تھا۔ انہوں نے آپ کے والد اور اپنے چچازاد بھائی خواجہ عمر سے آپ کو خود مانگ کر لیا تھا۔ ابتدائی کتابیں آپ نے خانقاہ سراجیہ ہی میں پڑھیں، پھر آپ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل تشریف لے گئے۔ وہاں آپ نے مولانا حافظ عبدالرحمٰن امروہی، مولانا بدر عالم، مولانا محمد یوسف بنوری، مولانا محمد ادریس سکروڈھوی اور مولانا عبدالعزیز کیمبل پوری رحمہم اللہ سے مشکوٰۃ شریف، جلالین، ہدایہ، مقاماتِ حریری اور دیگر کتب پڑھیں۔ حدیث وتفسیر کی تکمیل کے لیے 1362ھ میں دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ اس زمانے میں حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ نظر بند تھے۔ لہٰذا مولانا اعزاز علی صاحب اور دیگر اساتذہ کرام سے دورۂ حدیث پڑھا۔ وہاں سے فارغ ہو کر آئے تو تزکیۂ باطن کے مجاہدات اور سلوک وتصوف کی کتابوں کے درس ومطالعہ کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا۔ ذاتی استعداد، طبعی رجحان، شیخ کی خصوصی توجہ اور خانقاہ کے نورانی ماحول کی وجہ سے آپ کے پوشیدہ کمالات بہت جلد نکھر کر سامنے آ گئے۔

اعلیٰ حضرت مولانا احمد خان کے انتقال کے بعد ان کے جانشین حضرت مولانا محمد عبداللہ رحمہ اللہ نے

آپ کی تربیت پر خصوصی توجہ دی جس کا اندازہ اس واقعے سے لگایا جاسکتا ہے۔ انہوں نے ایک موقع پر حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے حوالے سے بیان کیا کہ جب وہ مالٹا میں اسیر تھے تو انہوں نے معارفِ قرآن حکیم پر ایک کتاب لکھنے کا ارادہ فرمایا مگر چند صفحات لکھنے کے بعد اسے ترک کردیا۔ استفسار پر فرمایا: ''میں نے کتاب کے بجائے ایک آدمی (مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ) پر محنت شروع کردی ہے تاکہ خلقِ خدا کی ہدایت کے لیے ایک چلتا پھرتا نسخہ تیار ہوجائے۔'' حضرت اقدس نے یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد فرمایا: میں بھی ایک آدمی تیار کررہا ہوں۔ بعدازاں قرائن سے پتا چلا کہ وہ آدمی حضرت خان محمد صاحبؒ تھے۔

یقیناً کتاب لکھنے سے کہیں زیادہ مشکل اور صبر آزما کام انسان سازی ہے۔ کتابوں سے وہ انقلاب برپا نہیں ہوتے جو تزکیہ اور تربیت کے مراحل سے گزرے ہوئے انسانوں سے برپا ہوتا ہے۔ حضرات انبیائے کرام علیہم السلام نے کتابیں نہیں لکھیں، انسان تیار کیے ہیں۔ جن میں سے ایک ایک کئی کئی کتب خانوں پر بھاری تھا۔ انبیاء کی آمد کا مقصد نہ تو عمارت سازی تھا نہ صنعت وحرفت کا قیام۔ نہ زراعت نہ تجارت۔ وہ تو انسان سازی کے لیے دنیا میں آتے رہے۔ یوں تو یہ کام ہزاروں سال سے ہورہا ہے مگر اس اُمت میں اس کا آغاز سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا۔ تب سے آج تک چراغ سے چراغ جل رہے ہیں۔ آج کے دور کا بڑا المیہ یہ ہے کہ لوہے، پانی، پتھر، ہوا اور دیگر اشیا پر تو خوب محنت ہورہی ہے، مگر انسان سازی کے کارخانوں میں بالعموم دھول اڑ رہی ہے۔ کہیں سکوتِ مرگ سا سناٹا ہے اور کہیں دکانیں کھل چکی ہیں۔ قبروں کی بولیاں لگ رہی ہیں اور خانقاہوں میں مجاور اور دکان دار بیٹھے ہیں۔

خانقاہِ سراجیہ اُڑتی ہوئی دھول اور زوال پذیر حالات میں روشنی کا ایک مینار ہے۔ حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ نے اپنے مشائخ حاجی دوست محمد قندھاری، خواجہ محمد عثمان دامانی، خواجہ سراج الدین، مولانا ابوسعد احمد خاں اور نقشبندی سلسلے کی روایات کو زندہ رکھنے کی کامیاب کوشش فرمائی۔ ان کے زمانۂ خلافت میں خانقاہِ سراجیہ کی شہرت چاردانگ عالم میں پھیل گئی۔ باوجودیکہ وہ ہر جگہ پچھلی صف میں بیٹھنے اور اپنے آپ کو گمنامی میں رکھنے کی کوشش کرتے تھے، لیکن دلوں میں ان کی محبت ایسی ڈال دی گئی تھی کہ جہاں وہ ہوتے مسندِ صدارت پر انہی کو بٹھایا جاتا۔ محدث العصر بنوری رحمہ اللہ کے استاذ ہونے کے باوجود ان کا احترام فرماتے تھے۔ بعض مواقع پر حضرت نے ان کی جوتیاں سیدھی کرنے کی بھی کوشش کی۔ اسے ہم حضرت بنوری رحمہ اللہ کی تواضع اور فنائیت بھی کہہ سکتے ہیں اور خواجہ صاحب کی محبوبیت اور مقبولیت بھی۔

آج جبکہ باطل کے علمبردار متحد ہیں اور حق کے نام لیوا انتشار در انتشار کا شکار ہیں، خواجہ صاحبؒ کا وجود صد غنیمت تھا کہ کم از کم ایک شخصیت تو ایسی تھی جس کے اخلاص، غیر جانبداری، تدین اور تقویٰ پر سب کا

اتفاق تھا۔ حضرت کے اُٹھ جانے سے ان کی صلبی اولاد ہی یتیم نہیں ہوئی، بلکہ ہزاروں طالبانِ اصلاح، سیکڑوں دینی ادارے اور دسیوں دینی جماعتیں بھی یتیم ہوگئی ہیں۔ کیسا شخص تھا جو ایک شہر کو نہیں، پورے ملک کو ویران کر گیا۔ جس کی جدائی کے غم میں جنگل ہی نہیں، آبادیاں بھی اُداس ہیں۔ اللھم اغفرہ وارحمہ وانت خیر الراحمین.

[کالم نمبر 3]

واہ خواجہ صاحب!

مولانا قاری منصور احمد

فطری تقاضے کی ادائی میں کچھ تاخیر ہوگئی ورنہ شروع رمضان سے پہلی صف میں امام کے پیچھے جگہ پاتا تھا۔ وضو سے فارغ ہوکر مسجد میں پہنچا تو پہلی صف مکمل ہوچکی تھی اور میری جگہ پر بڑی گھیر دار پگڑی باندھے، کلف لگے شلوار کرتے میں ملبوس کوئی جاگیردار ٹائپ ملک یا خان صاحب قابض تھے۔ چپ چاپ پچھلی صف میں نیت باندھ لی۔ امام نے سلام پھیرا تو خواجہ صاحب نے خلاف عادت پیچھے مڑ کر دیکھا اور اپنے پاس بیٹھے خاص عقیدت مند بڑے زمیندار کو باآواز بلند کہا: ''ملکا! پچھے ہٹ ونج۔'' اور ساتھ ہی مجھے آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔

یہ میرے لیے بڑا اعزاز تھا کہ میں اس وقت محض ایک طالب علم تھا۔ کچھ خاص شناخت نہ تھی۔ سوائے اس کے کہ میں روزانہ وقت سے پہلے پہلی صف میں موجود ہوتا تھا اور آج اگر کچھ تاخیر ہوئی تو کچھ باعث تاخیر بھی تھا۔ صاحب نظر سے یہ بات پوشیدہ نہ تھی۔

یہ 1978ء کی بات ہے۔ گویا 32 سال پہلے کی۔ گرمیوں کا رمضان تھا۔ شاید جون کا مہینہ۔ کسی نے بتایا تھا کہ خانقاہِ سراجیہ میں پورا رمضان شب بیداری ہوتی ہے۔ وہ عین مسنون طریقے پر۔ یعنی سحری تک تراویح میں قرآن پڑھا جاتا ہے۔ سوچا کہ ایک ایسا رمضان زندگی میں نصیب ہوجائے جس میں حصول لیلۃ القدر یقینی ہو۔ وہ بھی اس حالت میں کہ رمضان کی اعلیٰ ترین عبادت میں بسر ہو۔ آتش جوانی تھا اور یہ شوق بھی کہ پہلی صف میں خواجہ صاحب کے قریب جگہ مل جائے۔ اور اس رات مجھے اپنی طالب علمانہ نسبت پر بہت رشک آیا جب ایک بڑے دنیا دار سے میرے لیے جگہ خالی کروائی گئی اور اپنے اکابر کا دین کو دنیا پر ترجیح دینے کا ذوق بھی دل پر نقش ہوگیا۔ حالانکہ میں خواجہ صاحب کا مرید تھا نہ حاضر باش۔ واقفیت کیا، پورا تعارف بھی نہیں تھا۔ حضرت خواجہ کی اس نظر شفقت کے بعد میں خود بہت سے حاضرین کی نظر میں قابلِ رشک ہوگیا۔

اب قریب میں میرا جانا نہیں ہوا۔ 32 سال پہلے خانقاہِ سراجیہ جانے والے اکثر مسافر کندیاں جنکشن پر اُتر کر تقریباً تین میل پیدل چلنے کے بعد خانقاہ پہنچتے۔ خانقاہ سراجیہ کے نام سے اسٹیشن تو شاید اس وقت بن چکا تھا مگر کوئی ایک آدھ لوکل ٹرین ہی وہاں رُکتی تھی۔ زائرین اس انتظار کا تکلف نہ کرتے اور اکثر پیدل ہی حاضر ہوتے۔ اسٹیشن سے خانقاہ تک ریت ہی ریت تھی۔ خانقاہ کی حدود میں پہنچ کر ایک سکون اور طمانیت دل پہ چھا جاتی۔ سوائے مسجد کے ہر چیز سادہ تھی۔ مسجد کی کرسی زمین سے خاصی بلند تھی۔ میں نے پہلی مرتبہ یہ مسجد دیکھی تھی تو اس وقت میں یہ سمجھتا تھا کہ شاید اس سے خوب صورت مسجد دنیا میں نہیں ہے۔ گو اس کے بعد بہت سی خوبصورت مساجد دیکھیں مگر وہ ’’فرسٹ امپریشن از لاسٹ امپریشن‘‘ والی بات اب بھی ہے۔

قریب میں زیادہ آبادی نہ تھی۔ مسجد کی شمالی سمت لائبریری اور مہمان خانہ۔ جنوبی سمت سالکین کے لیے چند کمرے۔ خواجہ صاحبؒ کی رہائش بھی مہمان خانے کے پیچھے ہی تھی۔ باقی دور دور تک ریگستان دن کو لو کے تھپیڑے اور رات کو بادِ نسیم کے جھونکے۔ ہر قسم کی رسوم وقیود و تکلفات سے آزاد فضا۔

اگر ابتدائے شباب میں یہ خانقاہ اور خواجہ صاحبؒ کو نہ دیکھا ہوتا تو کتابوں میں لکھے پرانے بزرگوں کے قصے محض کہانیاں اور افسانے معلوم ہوتے۔ محض دماغ کو پیمانہ بنانے والوں کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا عشا کے وضو سے مسلسل کئی برسوں تک فجر کی نماز ادا کرنا کبھی ہضم نہیں ہوتا، مگر میں بغیر کسی تحقیق کے اس کو اس لیے قابل عمل مانتا ہوں کہ میں نے خواجہ صاحبؒ کو کم از کم ایک ماہ اپنی ان آنکھوں سے ایسا کرتے دیکھا ہے۔

خواجہ صاحبؒ کا معمول رمضان میں یہ تھا کہ آپ عشا کی نماز کے لیے تشریف لاتے تو امام کے پیچھے کھڑے ہو جاتے۔ چار تراویح کے عموماً 20 سے 25 منٹ تک کا وقفہ ہوتا تھا۔ تمام لوگ اس وقفے میں مختلف کاموں میں مشغول ہو جاتے۔ جبکہ خواجہ صاحب اسی طرح دوزانو حالت تشہد میں مراقب بیٹھے رہتے۔ پوری رات نہ لیٹتے، نہ کسی چیز سے ٹیک لگاتے نہ چوکڑی مار کر بیٹھتے۔ نہ اپنی جگہ سے حرکت کرتے۔ مختصر سحری کے بعد پھر مسجد میں۔ شب بیداری کے باوجود نماز فجر عام معمول کے مطابق اسفار میں ادا کی جاتی۔ پھر اشراق تک خواجہ صاحبؒ ذکر اذکار اور مراقبے میں مشغول رہتے اور اشراق کے نوافل ادا کرنے کے بعد آرام کے لیے گھر تشریف لے جاتے۔ اپنی زندگی کے کتنے رمضان ایسے گزرے ہوں گے۔

میں سوچتا ہوں ان کو کتنی لیلۃ القدریں نصیب ہوئی ہوں گی کہ وہ اس آیت کا مصداق ہوں: ’’تراھم رکعا سجدا۔‘‘

یہ تھے خواجہ خواجگان حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ جو ان مشقتوں کا بدلہ پانے اپنے رحیم وکریم رب کے حضور پہنچ چکے۔ یہ سوچ کر میں بڑا مطمئن اور خوش ہوتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسے بڑے عطا فرمائے۔

کبھی کبھی یہ نعرہ مستانہ لگانے کو بھی جی چاہتا ہے۔
کوئی ایسا ہو تو سامنے آئے!

[کالم نمبر 4]

آہ صد آہ! خواجہ خواجگاں......سلطانِ اولیاء

مولانا سید عدنان کاکاخیل

کچی قبر سے ابھی تک مٹی کی سوندھی سوندھی خوشبو اُٹھ رہی ہے۔ میں ابھی چند لمحے پہلے اس احاطے سے واپس آیا ہوں جس کی تین قبروں کو دیکھ کر نگاہوں میں تین زمانے پھر جاتے ہیں۔ خانقاہِ سراجیہ کندیاں شریف کے درودیوار پر ایک عجیب اُداسی طاری ہے۔ مسجد شریف کے میناروں کو میں کافی دیر ٹکٹکی باندھ کر دیکھتا رہا۔ نہ جانے کیوں یوں لگتا تھا کہ ابھی ان میناروں سے آنسو ٹپک پڑیں گے۔ کتب خانہ، تسبیح خانہ سب پر ایک غیر معمولی اثر نظر آتا ہے۔ حضرت کی نشست گاہ والے کمرے میں غم زدہ اور سوگوار عقیدت کیش ٹوٹے دل کے ساتھ بیٹھے ہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد دبی دبی سسکیوں کی آوازیں آنے لگتی ہیں۔

متبع سنت اور راہِ حق کے راہی یہ مریدانِ باصفا غم کی اس گھڑی میں بھی دامنِ شریعت کو مضبوط پکڑے بیٹھے ہیں۔ مجال ہے کسی کی آواز زیادہ بلند یا جزع وفزع ہو۔ پورے ملک سے علماء، صلحاء اور عقیدت مندوں کے قافلے آرہے ہیں۔ صبر واستقامت کی تصویر بنے صاحبزادگان گرامی ہر ایک کو تسلی دیتے اور ڈھارس بندھاتے نظر آرہے ہیں۔ یہی اہل سنت کا طریق اور یہی ہمارے اکابر کی تلقین ہے۔

حضرت خواجہ خواجگاں، سلطان اولیاء، خاندانِ نقشبند کے سب سے بڑے شیخ طریقت، لاکھوں مریدوں کے مرشدو پیر اور کروڑوں لوگوں کی محبت وعقیدت کا مرکز، قافلہ اہلِ حق کے راہنما جن کی دُعاؤں اور توجہات کی برکت سے خدا جانے کتنی آزمائشیں ٹلتی اور تکلیفیں کم ہوتی ہوں گی، نے سفرِ آخرت فرمالیا۔

حضرت اقدس خواجہ صاحبؒ کے چھوٹے صاحبزادے......صاحبزادہ نجیب احمد صاحب نے بتایا کہ علالت کے آخری دنوں میں حضرت پر غشی طاری ہوجاتی تھی مگر نماز کے وقت افاقہ ہوجاتا اور کامل توجہ سے نماز ادا فرماتے۔ اکثر نماز کے بعد پھر غشی کی سی کیفیت ہوجاتی۔ سبحان اللہ! سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کو اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک فرمایا ہے تو ان کے ان نائبین کی کیوں نہ یہ کیفیت ہو؟

خانقاہِ سراجیہ سلسلہ نقشبندیہ کے ایک معروف شیخ حضرت خواجہ سراج الدین صاحب رحمہ اللہ کے نام نامی سے موصوف ہے۔ حضرت خواجہ سراج الدین صاحب رحمہ اللہ اس اُمت محمدیہ کے ان مخصوص خاصانِ خدا میں شمار ہوتے ہیں جن کی قبولیت ومقبولیت نے قرنِ اول کے لوگوں کی یاد تازہ کردی۔ فقط سترہ سال کی عمر میں اپنے نامور اور باکمال والد حضرت خواجہ عثمان دامانی رحمہ اللہ کی جگہ پر بیٹھے اور 36 سال......جی ہاں......صرف 36 سال کی عمر میں برصغیر پاک وہند میں ایک دینی وروحانی انقلاب برپا فرما کر عالم آخرت کو روانہ ہوگئے۔ آج ملک بھر میں جتنی نقشبندی خانقاہیں نظر آرہی ہیں، جن سے لاکھوں کی تعداد میں سالکینِ راہ حق وابستہ ہیں، یہ سارا خواجہ سراج الدین رحمہ اللہ کا فیض ہے کہ ان میں سے بیشتر حضرات اسی سلسلے سے وابستہ ہیں۔

خانقاہِ سراجیہ کندیاں شریف کے بانی حضرت خواجہ ابوسعد احمد خان رحمہ اللہ بھی خواجہ سراج الدین رحمہ اللہ کے اجل خلیفہ تھے۔ ان کے بعد حضرت ثانی خواجہ محمد عبداللہ رحمہ اللہ کا دور آیا۔ یہ دارالعلوم دیوبند کے نامور فاضل اور اپنے عالی مرتبت شیخ کے جانشین تھے۔ ان کے بعد حضرت خواجہ خواجگان حضرت خواجہ خان محمد صاحب کا دور آیا جو تقریباً 55 سال پر محیط تھا۔ ان 55 سالوں میں اس مبارک خانقاہ سے علم وعرفان اور شریعت وطریقت کی جو سوغات بٹی، اس کی مثال ڈھونڈنی مشکل ہے۔ اہلِ حق کی سب سے بڑی تعداد اور علمائے حق کا سب سے بڑا مجمع خانقاہِ سراجیہ سے وابستہ تھا۔ اہلِ حق کی تمام تنظیمیں اور جماعتیں، ادارے اور رسالے، دینی کام اور محنتیں حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ کو اپنا بڑا اور سرپرست سمجھتے تھے۔ حضرت اپنی خاموشی اور گوشہ نشین طبیعت کے باوجود اہلِ حق کے اجتماعات اور جلسوں میں شرکت فرمایا کرتے تھے۔ حضرت کی شرکت ہی مخلصین کے اطمینان کے لیے کافی سمجھی جاتی تھی۔

آج اس ناچیز نے خانقاہ شریف حاضر ہوکر اپنے ہاں کے تمام طلبہ واساتذہ اور وابستہ صحافی اداروں کی طرف سے صاحبزادگان گرامی حضرت صاحبزادہ عزیز احمد صاحب، صاحبزادہ مولانا خلیل احمد صاحب، صاحبزادہ مولانا رشید احمد اور صاحبزادہ مولانا نجیب احمد صاحب سے تعزیت کی۔ اللہ تعالیٰ اس مرکز ہدایت وعرفان کو ہمیشہ بارونق اور آباد رکھے۔ جو دوائے دل یہاں سے تقسیم ہوتی رہی ہے، اللہ تعالیٰ اس مبارک سلسلے کو تاقیامت جاری وساری رکھے۔ صاحبزادگان کی عمر اور علم وعمل میں مزید برکت فرمائے۔ ان شاء اللہ حضرت پر تفصیلی مضمون کا ارادہ ہے۔ فی الحال حالتِ سفر میں چلتے چلتے یہ چند سطور قلمبند کی ہیں جن کو تعزیتی سطور کہنا ٹھیک ہوگا۔

[کالم نمبر 5]

اللہ رحم کرے!

محمد توصیف

''اللہ رحم کرے!'' حضرت شیخ کے یہ وہ مبارک الفاظ ہیں جو سب سے پہلے ہماری سماعت سے ٹکرائے۔ جب بھی آپ سے کوئی دعا کی درخواست کرتا تو آپ اپنے مخصوص لہجے میں اکثر یہ کلمات ارشاد فرماتے تھے جو اپنے ہمہ گیر معنی میں تمام خیروں کو سمیٹے ہوئے ہیں۔ اس ہستی کو یہ عالم خواجہ خان محمد صاحب قدس سرہٗ کے نام سے جانتی ہے۔

میانوالی سے جنوب مغرب میں پندرہ بیس میل کی مسافت کے بعد، چشمہ کالونی سے چند ہی فرلانگ پر، چشمہ جہلم لنک کینال کے بائیں جانب ایک سڑک نما رستہ نیچے کو اترتا ہے جو سدا ہی ٹھنڈی چھاؤں میں لیٹا رہتا ہے۔ اس راستے پر تھوڑا آگے ایک ننھی منی سی بستی ہے جس کی وسعتیں اہل نظر کو دنیا کے کونے کونے سے نظر آتی ہیں۔ یہی ''خانقاہ سراجیہ'' ہے۔ جب پہلی دفعہ ہم نے خانقاہ سراجیہ کا قصد کیا اور جیسے جیسے اپنی منزل و مراد کے قریب ہوتے چلے جارہے تھے، دل میں ایک عجیب فرحت، اطمینان اور سکون کا احساس پیدا ہوتا چلا جارہا تھا۔ یوں تو کائنات کی ہر شے اللہ کی تسبیح کرتی ہے، لیکن جوں جوں خانقاہ سے قریب ہوتے چلے جاتے۔ ایسا محسوس ہوتا تھا اردگرد کا ذرہ ذرہ خالق حقیقی کی پاکی حمد وثنا میں مشغول ہے۔ دل نے گواہی دی کہ ایک طرف پانی کا چشمہ بہہ رہا ہے تو دوسری طرف روحانیت کا سیل رواں بہہ رہا ہے۔ جو بھی حضرت کی خدمت میں زیارت کی غرض سے گئے، عقیدت کے پھول دامن میں چن کر واپس لائے۔ علماء وصلحاء کے گستاخوں کے دلوں میں حضرت کی نظر کرم سے اللہ والوں کے لیے اخلاص ہی اخلاص کوٹ کوٹ کر بھرتے دیکھا۔

اللہ سے لو لگانے کے لیے، عبادت وریاضت کے لیے، قلب ونظر کو منزہ کرنے، روح کو مجلّا کرنے کے لیے یہاں کا ماحول انتہائی موزوں تھا۔ نہ شور نہ ہنگامہ۔ نہ گاڑیوں اور کاروں کی آمد ورفت، نہ شہر کی بے ہنگم طرزِ زندگی۔ یہاں کی فضا بے پردگی اور گناہ آلود ماحول سے بے داغ اور نورانیت وروحانیت سے صاف اور نکھری ہوتی تھی۔ یہ روحانی فضا یہ پاکیزہ ماحول ازخود پیدا نہیں ہوجاتا، اس فضا اس ماحول کی کشش اینٹ پتھر سے تعمیر شدہ عمارت کی نہیں بلکہ یہ ایک خدا رسیدہ بزرگ کے وجود گرامی، ایک فقیر خدا مست، ایک درویش حق آگاہ، ایک مرد کامل اور بزرگ ہستی کی کشش ہے جس کی صحبت میں تپتے ہوئے دلوں کو راحت اور

مضطرب روحوں کو آسودگی میسر آتی ہے۔

آپ ساری زندگی فتنۂ مرزائیت کی سرکوبی اور عقیدۂ ختم نبوت کی حفاظت کے لیے سرگرداں رہے۔ اس کے لیے آپ نے پوری دنیا کے اسفار کیے۔ ہر قسم کے حالات میں آپ نے اس فتنے کے خلاف آواز اٹھائی اور خاص طور پر مجاہدین ختم نبوت کی ہر لحہ سرپرستی فرماتے رہے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے آپ کی قیادت میں افریقی و یورپی ممالک میں عقیدہ ختم نبوت کے جھنڈے لہرائے۔ وادی تصوف وسلوک ہو یا میدان خاردار سیاست، دینی مدارس ہوں یا دعوت وتبلیغ کا شعبہ، کفر کے خلاف عملی محاذ جنگ ہو یا خانقاہ میں اصلاح کی مجالس، حضرت شیخ نہ صرف وہاں کے میر محفل ہوتے بلکہ علمائے دیو بند کی تمام جماعتوں کو آپ کی روحانی نگاہوں اور دعاؤں نے ایک لڑی میں پرو رکھا تھا۔

نصف صدی سے زائد عرصے تک آپ کی رہنمائی میں سلوک واحسان کی منزلوں پر گامزن رہنے کے باوجود آپ کے 16 خلفا میں سے اس وقت صرف 5 حضرات زندہ ہیں جو خانقاہ سراجیہ کے تصوف میں اعلیٰ ذوق اور معیار کی عکاس ہے۔ بقول مولانا سرفراز خان صفدرؒ:

> ''قدیم ترین خانقاہ ہونے کے ساتھ ساتھ اس خانقاہ کی امتیازی شان یہ ہے کہ مولانا خواجہ خان محمد صاحب نے خانقاہ کو اپنی قدیم روش پر برقرار رکھا ہوا ہے اور آج بھی اس خانقاہ میں نقشبندیہ طریقے کے مطابق لطائف کے اجراء اور مجاہدات وریاضیات کے ذریعہ اصلاح نفس کا طریقہ رائج ہے اور مراقبہ کے ذریعے احسان کے درجہ تک پہنچانے کا عمل جاری ہے۔''

حضرت کے ہاں اخفاء انتہا درجے کا تھا۔ پھر اس پر خاموشی وسکوت کی دبیز چادر اس اخفا میں اور بھی اضافہ کر دیتی تھی۔ ہم نے ان کی مجلس میں بیٹھ کر ہمیشہ شریعت کی پابندی اور پائیداری ہی کا سبق سیکھا۔ ان کی مجلس میں نفس امارہ کی اماریت کا ازالہ ہوتا تھا۔ جب علائق دنیا کی گرد، دامن دل سے جھڑ جاتی ہے تو ذہن روحانیت کے اثرات اپنے اندر جذب کرنے اور پاکیزہ ماحول سے فیض حاصل کرنے کا اہل ہو جاتا ہے۔ حضرت شیخ اکثر خاموش رہتے تھے۔ اگر کوئی بات پوچھ لیتا تو مختصر جواب ارشاد فرماتے۔ البتہ اگر طریقہ مجیدیہ کے بارے میں پوچھے تو اس کو تفصیل سے بات سمجھاتے۔ جب بھی حضرت کوئی بات فرماتے تمام متعلقین اس موقع کو سعادت سمجھتے ہوئے ہمہ تن گوش ہو کر آپ کے ارشاد گرامی سے مستفید ہوتے۔ ایک دفعہ مجلس میں ایک صاحب نے عرض کیا: ''بعض نامساعد حالات اور ویزے کی دشواری کی وجہ سے سرہند شریف جانا مشکل ہے۔ وہاں کے انوارات وتجلیات سے کس طرح کسب فیض کیا جائے؟'' آپ نے فرمایا: ''جو سرہند نہ جا سکے وہ موسیٰ زئی (ڈیرہ اسماعیل خان) چلا جایا کرے۔ اس کو سرہند کی طرح فیض حاصل ہو جائے گا۔''

رمضان المبارک کے آخری دنوں میں متعلقین کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کی زیارت بھی کروائی جاتی تھی۔ ایک مرتبہ اس دوران آپ بھی تشریف لے آئے اور زیارت کرنے کے بعد آپ موئے مبارک کی طرف پیٹھ کیے بغیر الٹے قدموں واپس تشریف لے گئے۔ بعض اوقات معتکفین حضرات کو عید کے دن زیارت کروائی جاتی تھی۔ جس کے بعد حضرت کئی سال تک اہتمام سے موسیٰ زئی شریف تشریف لے جاتے رہے۔ ایک دفعہ ڈیرہ اسماعیل خان میں ایک جلسے سے واپسی پر کسی نے موسیٰ زئی شریف کی جانب سفر کے لیے توجہ دلائی تو فرمایا: ''میں ضمناً موسیٰ زئی نہیں جانا چاہتا اس کے لیے الگ سے سفر کروں گا۔''

54 سال تک طالبین حق ومعرفت کی تشنگی دور کرنے والی یہ شخصیت اس دنیا کو ویران کر کے سفر آخرت پر روانہ ہوگئی۔ آپ کافی عرصہ سے بیمار تھے۔ خاص طور پر آخری چند ماہ میں یرقان کا شدید حملہ ہوا جو مرض الوفات بنا۔ آپ ملتان میں 5 مئی بروز بدھ ملتان میں دوران علاج خالق حقیقی سے جا ملے۔ آہ! بے شمار ولا تعداد لوگوں کے میلے کچیلے لباس وبدن کو ظاہری وباطنی صفائی اور پاکیزگی سے آراستہ کرنے والا، کوہ قافِ معرفت وحقیقت کے سرگرداں وپریشاں کوہ پیماؤں کو جرعۂ آب حیات بخشنے والا آج ہم میں نہیں۔

ایک جم غفیر نے آپ کی نماز جنازہ آپ کے صاحبزادے مولانا خلیل احمد کی امامت میں بروزِ جمعرات بعد از نماز ظہر ادا کی۔ لاکھوں مریدین اور متعلقین نے شرکت کی۔ ان کے جنازے کے ہجوم کو دیکھتے ہوئے اسلام آباد کے شیخ الحدیث مولانا عبدالرؤف نے فرمایا: ''میں نے اپنی 80 سالہ زندگی میں اتنا بڑا جنازہ کبھی نہیں دیکھا۔'' تاحد نگاہ لوگوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر تھا۔ اس بحر بیکراں کی موجودگی میں آپ کی تدفین پرنم آنکھوں کے ساتھ خانقاہِ سراجیہ کے احاطہ میں ہوئی۔

حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ کے متعلق کچھ بھی لکھا جائے، وہ بحر زخار کے چند قطرے ہیں۔ اللہ نے حضرت شیخ کو جن فضائل وکمالات، علم وعرفان، اجابت وانابت اور قربت وقبولیت سے نوازا تھا ان کا احاطہ ممکن نہیں۔ یہ تو فقط عقیدت کے چند آنسو تھے۔ یا ایتھا النفس المطمئنة ارجعی الی ربك راضية مرضية فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی.

[کالم نمبر 6]

میرِ کارواں

عبدالمنعم فائز

جامعہ خالد بن ولید کے آنگن میں سینکڑوں ستارے اتر آئے تھے۔ مسجد کا وسیع وعریض دامن اجلے اجلے تابدار موتیوں سے بھرا جاتا ہے۔ تشنہ کامی سے جاں بہ لب انسانوں کا انبوہ تھا کہ لمحہ بہ لمحہ بڑھتا ہی جارہا تھا فرزانوں اور دیوانوں کا جوش وخروش دیدنی تھا۔ پاکستان بھر سے آئے ہوئے علمائے کرام اسٹیج پر جلوہ افروز تھے۔ گہما گہمی عروج پر تھی۔ ختم بخاری کی کیف آسا تقریب کو دلکش تقریروں نے ترنم ریز اور عطر بیز بنا دیا تھا۔ اسٹیج پر جگمگاتے علم کے ماہتابوں میں ایک بزرگ بڑی نرالی ادا سے سر نیچے جھکائے بیٹھے تھے۔ کوئی مقرر جب خطیبانہ ادا سے فقرہ اچھالتا تو وہ دھیمی دھیمی' نیم دروں نیم بروں مسکراہٹ سے داد دیتے۔ پروگرام ختم ہونے کو آیا مگر صدارت کی کرسی پر براجماں یہ بزرگ اسی شان دلبری سے بزرگانہ داد دادیتے رہے۔ آخر میں دعا کرانے کے لیے اعلان ہوا تو حاضرین کو پتہ چلا کہ یہ بزرگ تو خواجہ خان محمد ہیں۔ خواجہ باقی باللہ کے رستے کے رہرو، نے اپنی بزرگی کو خاموشی کی چادر اڑھا رکھی تھی۔ ایسا سکوت جس پر ہزاروں تقریریں فدا ہوں۔ محفل میں آنے والوں نے بہ کمال ادب عرض کیا ''حضرت آپ کو ہمیشہ خاموش ہی پایا' کبھی وعظ وارشاد ہی فرما دیتے'' مریدان باصفا کی مودبانہ عرضداشت سن کر خواجہ باقی باللہ گویا ہوئے'' جس نے ہمارے سکوت سے کچھ نہیں حاصل کیا' اسے وعظ سے بھی کچھ حاصل نہ ہوگا''۔ ابوالسعد احمد خان صاحب کا روحانی فرزند بھی خواجہ باقی باللہ کی نسبتوں کا امین تھا۔ خطیبانہ نکتہ طرازیاں' نہ حکیمانہ موشگافیاں بس ایک چپ ہے سینکڑوں سوالوں کے جواب میں۔ رومی کا جاں نشیں انہیں کی تعلیمات پر کاربند تھا۔

قال رابگزار مرد حال شو

خانقاہ سراجیہ کے اس مرد درویش نے اپنی سادگی سے اہل علم کو اپنا گردیدہ بنالیا۔ تمام دینی تحریکات آپ کو اپنا بڑا سمجھتی تھیں۔ روحانی خانقاہ کی صدر نشینی' بیسیوں تنظیموں کی سرپرستی' باقاعدگی سے دینی اجتماعات میں شرکت کرنا آپ ہی کا خاصہ تھا۔ کون سی ایسی دینی تنظیم ہے جو آپ سے رشتہ نہیں جوڑتی آپ مرنجان مرنج شخصیت کے مالک تھے ملک اقبال کے الفاظ میں ''جہاں کر دیا نرم نرما گئے' جہاں کر دیا گرم گرما گئے'' وہ جہاں دینی غیرت کا مسئلہ آتا تو گرما بھی جاتے۔ آپ تمام دینی حلقوں میں انتہائی احترام کی نظر سے دیکھے جاتے۔ اندرونی اور فروعی اختلافات سے کوسوں دور۔ تحریکی مصروفیات کے ساتھ تصوف کا سنگم۔ اپنے استاد مولانا یوسف بنوری کی ہدایات پر پوری طرح کاربند۔ دن کو جلسے جلوس اور رات کو رب کے حضور۔

جب سفید پوشاک اوڑھے قدسیان اراضی کے کندھوں پر سفر کرتے کندیاں شریف کی طرف بڑھ رہے تھے تو قدسیان سماوی بھی قطار اندر قطار پر باندھے استقبال کو پہنچے ہوں گے۔آبلہ پاؤں کا میر کارواں رخصت ہوا۔سالہا سال کی آبلہ پائی کے بعد ختم نبوت کا ایک اور خادم لب منزل جا پہنچا۔سرمیکدہ اک بے نام سی خاموشی چھائی ہے لیکن وہ زیرلب مسکراہٹ'ہزاروں تقریروں پہ بھاری سکوت اور نیم باز'اچٹتی سی نظر بھلائے نہیں بھولتی۔

[کالم نمبر 7]

ایک تاریخ ساز شخصیت

محمد عادل وہاڑی

یہ 17 جنوری 2005ء کی بات ہے۔شام کے سات بج رہے تھے۔سعودی ائیر لائن کی اسپیشل پرواز نے اسلام آباد انٹرنیشنل ائیرپورٹ سے جدہ ائرپورٹ کے لیے پرواز بھری۔اس پرواز میں حرمین کو سفر کرنے والے تقریبا300 سے زائد مسافر تھے۔11:30 پر جہاز نے جدہ ائیرپورٹ پر لینڈ کیا۔میگریشن کے مراحل سے گزرتے گزرتے نماز فجر کا وقت ہو چکا تھا۔ادائیگی نماز اور معلومات سحر کے بعد ہم وادیٔ نور مکہ مکرمہ کی جانب رواں دواں تھے۔شہرامن میں ایک دن ہی گزرا تھا کہ حضرت مولانا مکی حجازی سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔شیخ مکی کو میرے محسن عظیم مولانا ظفر احمد قاسم اور جامعہ خالد بن ولید سے قلبی وجگری تعلق چلا آرہا ہے۔انہوں نے استاذ جی کو حج کے ارکان اپنے قافلے کے ساتھ ادا کرنے کی دعوت دی۔استاذ جی نے کہا میرے ساتھ میرے بیٹے مفتی عزیز الرحمٰن'مولانا عبید الرحمٰن ہیں اور راقم الحروف کا نام بھی پیش کیا۔چنانچہ میدان عرفان میں حضرت شیخ مکی کے خاص حلقے میں جب پہنچے تو خوشی کی انتہا نہ رہی کہ وہاں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی امیر'فاضل دارالعلوم دیوبند شیخ المشائخ خواجہ خان محمد تشریف فرما تھے۔حضرت خواجہ صاحب کی اس قدر طویل صحبت نہ تو اس سے پہلے نصیب ہوئی اور نہ ہی اس کے بعد۔غروب آفتاب کے بعد جب عرفات سے منی کی طرف جانے کیلئے گاڑی پر سوار ہوئے تو خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ ہمیں حضرت خواجہ صاحب کی گاڑی میں جگہ مل گئی۔عرفات سے منی کا سفر تقریبا ساڑھے چار منٹ میں طے ہوا مگر سفر کے دوران اکابر کی اس مجلس میں بے شمار ایمان افروز واقعات سننے کو ملے۔ان میں سے ایک واقعہ جو استاذ جی مولانا ظفر احمد قاسم صاحب نے حضرت خواجہ خان محمد کی خدمت میں پیش کیا وہ قارئین کی نذر کرتا ہوں۔

1974ء میں ختم نبوت کی تحریک چل رہی تھی، عشاقِ رسول دیوانہ وار تحفظ ختم نبوت کیلئے ہر قسم کی قربانیاں دے رہے تھے۔ ملک کے مختلف شہروں کی طرح شاہینوں کے شہر سرگودھا میں بھی کرفیو لگا ہوا تھا تحریک تحفظ ختم نبوت کے ایک مجاہد نے کرفیو کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ایک بڑے چوراہے کی بلند عمارت پر کھڑے ہو کر تقریر شروع کر دی۔ سات فٹ قد' چوڑی چھاتی 'لال سرخ چہرہ اور دبنگ آواز آناً فاناً ہزاروں لوگ اکٹھے ہو گئے۔ اچانک اتنے مجمعے پر گولی چلانا فوج کیلئے دشوار تھا۔ کیپٹن نے اس مجاہد خطیب ختم نبوت کی گرفتاری کا آرڈر جاری کر دیا۔ جتنے میں فوجی جوان عوام کے جم غفیر کو چیرتے ہوئے اس دومنزلہ عمارت تک پہنچے اتنے میں ختم نبوت کا مجاہد اس عمارت کی پچھلی جانب سے کود پڑا اور قریبی ریلوے اسٹیشن سے ریل پر سوار ہو گیا۔ اگلا اسٹیشن ہنڈے والی تھا (جسے اب شاہین آباد کہتے ہیں) پولیس اور فوج اسٹیشن پر الرٹ کھڑی تھی، جونہی ٹرین پہنچی فوج کے جوان شہد کی مکھیوں کی طرح ٹرین پر لپکے، ختم نبوت کے مجاہد کو ہتھکڑی لگادی۔ اس عظیم مجاہد نے گرجدار آواز میں نعرہ لگایا ''ختم نبوت زندہ باد'' اور ہتھکڑی ٹوٹ گئی دوسری بار ہتھکڑی لگائی گئی مرد قلندر نے پھر نعرہ لگایا ''ختم نبوت زندہ باد'' ہتھکڑی ٹوٹ کر دور جا گری، پھر جب تیسری بار ہتھکڑی لگائی گئی تو مرد آہن نے نعرہ بلند کیا ''ختم نبوت زندہ باد ہتھکڑی کا کچھ پتا نہ چلا۔ ہتھکڑیاں لگانے والے قدموں میں گر پڑے تو تحریک ختم نبوت کے عظیم مجاہد سید نیاز احمد شاہ گیلانی رحمۃ اللہ نے کندھے سے اپنا رومال اتار کر دیا اور کہا ''ختم نبوت کے پروانے کو اس رومال سے باندھ کر لے جاؤ'' گاڑی، اللہ اکبر، اللہ اکبر کے نعروں سے گونج اٹھی ۔حضرت خواجہ صاحب بھی وجد میں آگئے اور بلند آواز سے نعرہ تکبر کہا آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

آج جب امت مسلمہ سے اس عظیم تاریخ ساز شخصیت کا سایہ اٹھ گیا تو حضرت شیخ کے ساتھ گزرے وہ لمحات رہ رہ کر یاد آرہے ہیں۔ اللہ رب العزت ختم نبوت کی خاطر آپ کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائیں اور جنت الفردوس میں تاجدار ختم نبوت کا قرب نصیب فرمائیں۔ آمین

ھفت روزہ ''القلم'' پشاور

ایک اور سایہ اٹھ گیا!

اداریہ

یہ بات نہایت افسوس اور حسرت کی ہے علماء ربانی آئے روز اٹھتے جا رہے ہیں اصحابِ کمال سے

دنیا خالی ہوتی جارہی ہے کسی باکمال شخصیت کا کوئی ایسا جانشین نہیں ملتا جو ان کا خلا پر کرسکے۔ امت پر فتنوں کا زور ہے، اندرونی و بیرونی، خفیہ وظاہری سازشیں مسلمانوں کے ایمان وعمل پر ڈاکہ ڈالنے میں پوری قوت سے مصروف ہیں اور جو لوگ ان فتنوں کی راہ میں رکاوٹ ہیں اوران کا وجود باعثِ خیر وبرکت ہے وہ اپنے رب کے مہمان بنتے جارہے ہیں۔ خواجۂ خواجگان حضرت مولانا خان محمد نقشبندی رحمہ اللہ (کندیاں شریف والوں) کا انتقال امت مسلمہ کے لیے بہت بڑا صدمہ ہے۔ آپ کی شخصیت محض اہل پاکستان ہی کے لیے نہیں پورے عالم اسلام کے لیے باعث برکت تھی۔ آپ عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ تھے۔ ربع صدی سے زائد تحفظ ختم نبوت جیسا عظیم الشان مبارک کام آپ کی امارت وزیرِ قیادت دنیا بھر میں جاری رہا یوں معلوم ہوتا ہے کہ ختمِ نبوت کے تحفظ کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کی ذات بابرکات کو چن لیا تھا۔

حضرت مولانا یوسف بنوری رحمہ اللہ اور مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ کے بعد آپ ہی نے اس محاذ کو سنبھالا اور اپنی خداداد صلاحیتوں سے اس مشن کو بامِ عروج تک پہنچادیا۔ ۱۹۸۲ء میں آپ ہی کی زیرِ سرپرستی قادیانیت کے گڑھ چناب نگر میں عظیم الشان بین الاقوامی تحفظِ ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی اور آج تک ہر سال یہ کانفرنس اسی انداز سے منعقد ہوتی ہے جہاں ہزاروں، لاکھوں ختمِ نبوت کے پروانے جمع ہوکر تحفظِ ختمِ نبوت کے عزم کی تجدید کرتے ہیں۔ ملک و بیرون ملک جب بھی، کہیں بھی قادیانیوں نے ارتدادی سرگرمیوں کی کوشش کی ختمِ نبوت کے دیوانے آپ کی مشاورت ورہنمائی میں ان کا ایسا تعاقب کرتے کہ ان مرتدین کو اپنی جانوں کے لالے پڑجاتے۔ آپ نے ختمِ نبوت کے تحفظ کے لیے ملک و بیرون ملک متعدد سفر کیے، قادیانیوں کے مرزا طاہر نے جب پاکستان سے فرار ہوکر برطانیہ میں پناہ لی اور وہاں اپنی ارتدادی سرگرمیوں کا آغاز کیا تو آپ خود دیگر علماء کو ساتھ لیکر برطانیہ کے دورے پر گئے جہاں جہاں ہوسکا عوامی اجتماعات منعقد کیے اور وہاں کے مسلمانوں کو فتنۂ قادیانیت کے ارتداد و کفر سے آگاہ کرکے ان کے ایمان کا بچاؤ کیا۔

حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ کی شخصیت میں اللہ تعالیٰ نے حد درجہ جاذبیت اور محبوبیت ودیعت کی تھی، آپ تمام مکاتب فکر میں عزت واحترام کی نگاہوں سے دیکھے جاتے اور ہر دینی جماعت کو آپ پر اعتماد تھا اسی اعتماد کا نتیجہ تھا جب بھی دینی جماعتیں متحد ہوتیں اس کے اتحاد میں مرکزی کردار آپ ہی ہوتے۔ آپ کی ایک اہم خصوصیت یہ تھی کہ آپ دارالعلوم کے فاضل ہونے کے ساتھ سلسلۂ نقشبندیہ کے عظیم روحانی پیشوا تھے۔ آپ خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف کے تیسرے سجادہ نشین تھے اپنے وقت کے بڑے بڑے اصحاب علم وفضل آپ کے حلقۂ ارادت وبیعت میں داخل تھے۔ آپ کے اسی نقشبندی مجددی سلسلے کا اثر تھا کہ آپ نے عمر بھر محض خانقاہ نشین بن کر گوشۂ عافیت کو ترجیح نہ دی بلکہ قوم وملت کے ہر اہم موقع پر میدان میں اترتے اور

جو فتنہ بھی امت کے ایمان وعمل پر ڈاکہ ڈالنے کی کوشش کرتا آپ اس کی راہ میں سدِ سکندری بن جاتے۔ افسوس کہ آپ ہم میں نہ رہے اہلِ علم وفضل کا یوں ہمارے سروں سے اٹھ جانا صرف حضرت کے نسبی پسماندگان کے لیے ہی نہیں بلکہ تمام اسلامیان پاکستان وامت مسلمہ کے لیے سانحۂ عظیمہ ہے۔

اللہ رب العزت حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ کے درجات کو بلند فرمائے اور آپ کے دینی مشن کو تا قیامت قائم ودائم رکھے۔ آمین۔

روزنامہ ''**اسلام**'' لاہور

[کالم نمبر 1]

تذکرہ چند بزرگوں کا

مولانا زاہد الراشدی

حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمہ اللہ کی وفات کے بعد ایک محفل میں ذکر چل پڑا کہ اب ہمارے ملک میں اس کھیپ کے بزرگوں میں سے کون کون موجود ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ میری معلومات کے مطابق مولانا محمد یوسف خان آف پلندری آزاد کشمیر اور حضرت مولانا قاضی عبدالکریم آف کلاچی اس کھیپ کے آخری دو بزرگ ہیں، جو ہمارے لیے برکات اور دعاؤں کا سہارا ہیں، ان کے ساتھ حضرت مولانا سلیم اللہ خان، حضرت مولانا عبیداللہ اشرفی، حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر، حضرت مولانا صوفی محمد سرور اور حضرت مولانا قاضی عبداللطیف آف کلاچی کو بھی میں اسی کھیپ کا حصہ سمجھتا ہوں، اللہ تعالیٰ ان سب بزرگوں کو صحت وعافیت کے ساتھ تا دیر سلامت رکھیں کہ اب یہی چند بزرگ ہیں جنہیں دیکھ کر پرانے بزرگوں کی یاد تازہ ہوتی ہے اور سلف صالحین کی صالح زندگیوں کا نقشہ ذہن میں موجود رہتا ہے، ان کے علاوہ اور بھی بزرگ ہوں گے مگر میں اپنی معلومات اور مشاہدہ کی حد تک بات کر رہا ہوں۔

حضرت مولانا محمد یوسف خان صاحب دامت برکاتہم میرے والد محترم حضرت مولانا سرفراز خان صفدر اور ہم کلام حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی کے دورۂ حدیث کے ساتھیوں میں سے ہیں اور حضرت والد محترم اپنے دارالعلوم دیوبند کے تعلیمی دور کے جن ساتھیوں کا تذکرہ وقتاً فوقتاً کیا کرتے تھے ان میں سے آخری بزرگ حضرت مولانا محمد یوسف خان ہیں، جو دارالعلوم تعلیم القرآن پلندری آزاد کشمیر میں گزشتہ نصف صدی سے علوم نبویہ کی تدریس اور آزاد کشمیر کے علماء کرام کی دینی وسیاسی رہنمائی میں مصروف ہیں۔ عمر کے لحاظ سے نوے سال کے لگ بھگ وقت اس دنیائے رنگ وبو میں گزار چکے ہیں، انہوں نے آزاد کشمیر

اسمبلی کے رکن بھی رہے ہیں اور جمعیت علماء آزاد جموں وکشمیر کی امارت بھی ایک عرصہ تک ان کے نام کا حصہ رہی ہے، اب ان کے فرزند مولانا سعید یوسف خان ان محاذوں پر اپنے والد مکرم کی نمایندگی کر رہے ہیں۔

حضرت والد محترم کے دورہ حدیث کے ساتھیوں میں حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی، حضرت مولانا خواجہ خان محمد، حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی، حضرت مولانا محمد یوسف خان، حضرت مولانا حافظ نذیر احمد آف جامعہ ربانیہ ٹوبہ ٹیک سنگھ، حضرت مولانا عبدالعزیز تھوراڑوی، حضرت مولانا مفتی عبدالحمید قاسمی (آزاد کشمیر) حضرت مولانا مفتی عبدالمتین (آزاد کشمیر) حضرت مولانا قاری محمد امین (ورکشاپی محلّہ راولپنڈی) اور حضرت مولانا محمد اسحاق قادری (باغبانپورلاہور) کے نام اس وقت ذہن میں ہیں، تین سال قبل بنگلہ دیش جانا ہوا تو وہاں سلہٹ میں ایک مدرسہ کے شیخ الحدیث صاحب نے جو خاصے معمر بزرگ تھے بتایا کہ وہ بھی اسی جماعت میں سے ہیں، خدا کرے کہ وہ صحت وعافیت کے ساتھ باحیات ہوں، آمین!

حضرت مولانا محمد یوسف خان کو ایک سال قبل فالج ہو گیا تھا، ابتداء میں بول چال اور جسمانی حرکت سے بالکل معذور ہو گئے تھے مگر اب طبیعت کچھ سنبھل گئی ہے اور تھوڑی بہت گفتگو بھی کر لیتے ہیں۔ حضرت والد محترم کی وفات کے بعد سے پلندری حاضری کو جی چاہ رہا تھا مگر عوارض اور سستی کے باعث تاخیر ہوتی گئی اور گزشتہ روز 20 مئی جمعرات کو حاضری ہو سکی۔ اسباق سے فارغ ہو کر گوجرانوالہ سے روانہ ہوا اور مغرب کی نماز دارالعلوم تعلیم القرآن پلندری میں ادا کی۔ دوستوں نے بتایا کہ حضرت مولانا محمد یوسف خان علالت اور ضعف کے باوجود روزانہ دارالعلوم میں تشریف لاتے ہیں، آج بھی تشریف لائے تھے اور عصر کے بعد گھر واپس گئے ہیں جو چند میل کے فاصلے پر ہے، ایک ساتھی نے کہا کہ وہ آپ کا تذکرہ کر رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ آج میرے دوست کا بیٹا آ رہا ہے۔

عشاء کے بعد گھر میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو گلے لگتے ہوئے رونے لگ گئے اور فرمایا کہ گزشتہ ایک سال سے تم مجھے نہیں ملے، میں نے ان کے چہرے کی طرف دیکھا تو یوں لگا جیسے وہ کہہ رہے ہوں کہ گزشتہ ایک سال سے میں تمہارے انتظار میں ہوں، جس پر کچھ شرمندگی سی ہوئی، تھوڑی دیر ان کے پاس بیٹھنے کی سعادت حاصل ہوئی اور اسی دوران زیادہ تر تذکرہ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر، حضرت مولانا خواجہ خان محمد اور حضرت مولانا صوفی عبدالحمید سواتی کا ہی ہوتا رہا۔ فرمانے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے ان حضرات سے دین کا بہت کام لیا ہے، میں نے عرض کیا کہ حضرت! آپ سے بھی اللہ تعالیٰ نے بہت کام لیا ہے اور دیگر علمی ودینی خدمات کے علاوہ آزاد کشمیر میں اسلامائزیشن کے لیے اب تک جتنا کام ہوا ہے، اس میں

اساسی کردار آپ کا اور آپ کے رفقاء کا ہے جو تاریخ کا ایک مستقل باب ہے۔اس پر ان کی آنکھوں سے پھر سے آنسو چھلک پڑے۔اسی گفتگو کے دوران مولانا قاضی بشیر احمد کا تذکرہ ہوا،جن کا گزشتہ ہفتہ کے دوران ہاڑی گیل ضلع باغ میں انتقال ہوگیا ہے۔آزاد کشمیر میں ان حضرات کی محنت سے سیشن کورٹ کی سطح پر جج صاحبان اور علمائے کرام کی مشترکہ عدالتیں قائم ہوئیں،جواب بھی کام کر رہی ہیں اور سیشن جج صاحبان کے ساتھ علمائے کرام بھی بطور ضلع قاضی بیٹھ کر فیصلوں میں شریک ہوتے ہیں۔جن فاضل علماء نے سیشن جج صاحبان کے ساتھ بیٹھ کر سالہا سال تک مقدمات کے فیصلے کیے،عدالتی صلاحیت اور کارکردگی کے حوالہ سے علمائے کرام کی ساکھ قائم کی اور عملاً یہ ثابت کیا کہ دینی مدارس کے فضلاء بھی عدالتی نظام کو چلانے اور فیصلے کرنے کی بھر پور صلاحیت رکھتے ہیں،ان میں مولانا قاضی بشیر احمد اور مولانا قاضی مقبول احمد کے نام سرفہرست ہیں۔مولانا قاضی بشیر احمد دارالعلوم کراچی کے فضلاء میں سے تھے،کم وبیش ربع صدی تک آزاد کشمیر کے مختلف اضلاع میں ضلع قاضی کے فرائض سرانجام دیتے رہے،ریٹائرمنٹ کے بعد ہاڑھی گیل میں دارالعلوم امدادیہ کے نام سے دینی ادارہ قائم کیا اور تعلیمی خدمات سرانجام دیتے ہوئے گزشتہ ہفتے انتقال کر گئے،انا للہ وانا الیہ راجعون۔اللہ تعالیٰ انہیں جنت میں بلند درجات سے نوازیں،آمین۔مولانا قاضی مقبول احمد جامعہ اشرفیہ لاہور کے فضلاء میں سے ہیں،انہوں نے بھی آزاد کشمیر کے مختلف اضلاع میں ضلع قاضی کے طور پر فرائض سرانجام دیے اور ریٹائرمنٹ کے بعد میر پور میں دینی علوم کی تدریس میں مصروف رہے،اللہ تعالیٰ انہیں تادیر صحت وسلامتی کے ساتھ سلامت رکھیں،آمین۔

حضرت مولانا محمد یوسف خان کے ساتھ اسی مجلس میں بیٹھے تھے کہ کلاچی ڈیرہ اسماعیل خان سے فون آ گیا،جس میں حضرت مولانا قاضی عبدالکریم کے فرزند مولانا قاضی عبدالحلیم کلاچوی کی وفات کے بارے میں بتایا گیا۔مجھے یہ اطلاع صبح جامعہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں تفسیر قرآن کریم کی کلاس کے دوران مل گئی تھی اور درس کے بعد دعا بھی کرادی تھی۔وہ کلاچی کے اس علمی خاندان کی روایات کے امین تھے جو کئی نسلوں سے علمی و دینی خدمات میں مسلسل مصروف ہے،ساٹھ برس سے زیادہ عمر پائی،دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے فاضل تھے،گزشتہ ایک عرصے اپنے والد مکرم اور خاندان کی علمی و دینی روایات کو سنبھالے مصروف عمل تھے،میرے ساتھ ان کی اکثر خط و کتابت رہتی تھی،میرے مضامین اہتمام سے پڑھتے تھے،جو بات اچھی لگتی،اس پر داد دیتے اور جس سے اختلاف ہوتا کھلے دل کے ساتھ اس سے اختلاف بھی کرتے۔یہ توازن اب ہمارے اجتماعی مزاج سے نکلتا جارہا ہے۔عارضۂ قلب میں مبتلا تھے،ڈاکٹر صاحبان آپریشن پر زور دیتے تھے مگر وہ مسلسل ٹالتے رہے کہ وقت اخیر آپہنچا اور وہ اپنے خاندان اور دوستوں کو سوگوار چھوڑ کر مالک

حقیقی کی بارگاہ میں پیش ہوگئے، اللہ تعالیٰ انہیں جوار رحمت میں جگہ دیں اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق سے نوازیں، آمین یارب العالمین۔

مولانا قاضی بشیر احمد کشمیری اور مولانا قاضی عبدالحلیم کلاچوی کے ساتھ اس تعزیتی کالم میں قاری ؟؟؟؟؟؟؟؟ کا تذکرہ بھی ضروری سمجھتا ہوں، جن کا دو روز قبل جھنگ میں انتقال ہوگیا ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ وہ جمعیت علماء اسلام کے بہت پرانے کارکنوں میں سے تھے، نابینا تھے اور حفظ قرآن کریم کے مدرس تھے، نظریاتی اور بے لوث کارکنوں کے لیے آئیڈیل کا درجہ رکھتے تھے، میرے ساتھ ان کا تعلق کم وبیش چالیس برس قبل اس دور میں استوار ہوا جب وہ اتاوٴلی بستی جھنگ صدر کی ایک مسجد میں امامت وتدریس کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ ان کی دعوت پر میں نے اس مسجد میں ایک جلسہ سے خطاب کیا۔ اس کے بعد یہ ربط مسلسل رہا۔ وہ اکابر جمعیت کے اندھے عقیدت مند تھے اور اپنے بزرگوں کا تذکرہ بھی ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ معذور ہونے کے باوجود اجلاسوں میں شریک ہوتے، دور دراز کے سفر کرتے اور جماعتی مسائل پر اجلاسوں میں بحث وتمحیص بھی کرتے۔ میرے ساتھ ان کا خصوصی محبت کا تعلقتھا۔ وقتاً فوقتاً ٹیلی فون پر رابطہ کرتے اور ملاقات میں زیادہ وقت گزر جاتا تو خود گوجرانوالہ آجاتے۔

دینی تحریکات میں دلچسپی اور اکابر کے ساتھ تعلق ومحبت میں انجیسے کارکنم دیکھنے میں آتے ہیں۔ ابھی چند روز قبل فون پر انہوں نے پوچھا کہ آپ جھنگ کب آرہے ہیں؟ میں نے کہا کہ سردست تو کوئی پروگرام نہیں ہے، کہا کہ پھر میں کسی روز گوجرانوالہ آجاتا ہوں، میں نے کہا کہ فون کرکے تشریف لائیں تاکہ میں اس وقت موجود رہوں، مگر یہ ہم میں سے کسی کو بھی معلوم نہیں تھا کہ ان کی اگلے سفر کے لیے تیاریاں مکمل ہوچکی ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں جوار رحمت میں جگہ دیں اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق سے نوازیں، آمین یارب العالمین۔

[کالم نمبر 2]

حضرت خواجہ خان محمد کی رحلت

پروفیسر خباب احمد خان

میانوالی سے جنوب مغرب کی طرف پندرہ بیس کلومیٹر کے فاصلے پر دریائے سندھ کو روک کر چشمہ جہلم لنک کینال نکالی گئی ہے۔ نہر کے ساتھ ساتھ کناروں سے ذرا ہٹ کر ریت کے بڑے بڑے ٹیلے دور تک پھیلتے چلے گئے ہیں۔ کہیں کہیں شیشم اور دوسرے درختوں کے جھنڈ پانی میں اپنا عکس دیکھ کر جھومتے لہلہاتے

اور پھر سرگوشیاں کرتے نظر آتے ہیں۔ چشمہ کالونی سے چند ہی فرلانگ پر نہر کے بائیں جانب ایک سڑک نما راستہ نیچے کو اترتا ہے۔ اسی راستہ پر تھوڑا سا آگے ایک ننھی منی بستی ہے، جس کی وسعتیں اہل نظر کو برصغیر کے کونے کونے سے نظر آتی ہیں، یہیں خانقاہ سراجیہ واقع ہے، جہاں ذاتی ملکیت میں ملک کی سب سے بڑی لائبریری ہے، اسے 1918ء میں ابوالسعد حضرت احمد خان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے استاد محترم خواجہ سراج الدین کے نام پر بنایا تھا۔ یہ خانقاہ کندیاں جنکشن (ضلع میاں والی) سے اڑھائی میل کے فاصلے پر ملتان کی طرف جانے والی ریل کی پٹڑی سے چھ سات فرلانگ کے فاصلے پر درختوں کے خوب صورت جھنڈ میں واقع ہے۔ خواجہ سراج الدین سے منسوب خانقاہ سراجیہ میں ابوالسعد خواجہ احمد خان اپنے وصال تک طالبان حق وسالکان طریقت کی روحانی تربیت فرماتے رہے۔ اپنے وصال سے قبل انہوں نے حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی کو اپنا جانشین نامزد کیا۔ وہ سولہ برس تک خانقاہ سراجیہ کی مسندِ ارشاد پر جلوہ افروز رہے۔ حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانوی کے وصال کے بعد مخدوم زماں سیدنا ابوالخلیل حضرت خواجہ خان محمد ان کے خلیفہ اور جانشین قرار پائے اور تقریباً 55-54 برس تک سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی مسند ارشاد پر رونق افروز رہے۔

راقم الحروف کو حضرت اقدس خواجہ خان محمد سے بیعت کا شرف حاصل ہے۔ آپ طویل عرصہ سے علیل تھے، اس دوران کچھ ماہ پہلے خانقاہ سراجیہ میں حاضری کی سعادت حاصل ہوئی اور حضرت والا کی محفل میں کچھ دیر کے لیے بیٹھنے کا موقع ملا۔ سالکان طریقت اور محبین کے گروہ چوں کہ حضرت کی زیارت کے لیے برابر آ جا رہے تھے، اس لیے حضرت سے دعا کرا کے واپس آ گئے۔ ان دنوں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے صدر حضرت مولانا سلیم اللہ خان مدظلہ العالی بھی تشریف لائے ہوئے تھے، ان سے ملاقات کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔ خانقاہ سراجیہ میں حضرت علامہ سید انور شاہ کشمیری، حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، حضرت علامہ سید محمد یوسف بنوری، حضرت مولانا مفتی محمود، حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی جیسے اکابر تشریف لا چکے ہیں۔

خانقاہ سراجیہ کی تفصیل کچھ یوں ہے۔ رہائشی مکانات جن میں ابوالسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ کے عزیز واقارب، ابوالخلیل خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان اور بعض مریدین کے گھر شامل ہیں۔ انتہائی خوب صورت عالی شان اور وسیع وعریض مسجد، مدرسہ سعدیہ جس میں طلبہ ومدرسین کی رہائش گاہیں، کتب خانہ سعدیہ جس کے ذخیرۂ نادرہ کی مقدار خانقاہ سراجیہ کے مشائخ عظام کی علم دوستی ومعارف پروری کا بین ثبوت ہے۔ تسبیح خانہ، مہمان خانہ، درویشوں اور سالکان طریقت کے حجرے اور مغرب کی طرف خانقاہ کے

مشائخ وقبور، متوسلین سلسلۂ عالیہ یہ کے قبور سادگی کا مرقع ہیں۔ یہ سنگ مرمر کی منقش سلوں سے مزین نہیں۔

حضرت مولانا قاضی شمس الدین نے خانقاہ سراجیہ کے جن خصوصیات کا ذکر فرمایا وہ یہ ہیں:

''اتباع سنت، سالکان طریقت کی تعلیم وتربیت کا صحیح انداز، یعنی بدعات کو طریقت سمجھ کر اعتقادی اور عملی معصیتوں کی بجائے اتباع کتاب وسنت کے سانچے میں ہر عمل ڈھلا ہوا ملتا ہے۔ قاطع شرک وبدعت حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوبات کی خصوصی تدریس بعد از نماز عصر کا معمول سالکان طریقت کی درست انداز میں تربیت میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ تزکیہ نفس کے لیے اس دور میں یہ ایک مثالی خانقاہ ہے جو دنیوی آلائشوں، دلکشیوں اور برائیوں سے پاک ہے۔ نہ شور، نہ ہنگامہ۔ سکون اور طمانیت یہاں کا طرۂ امتیاز ہے۔''

حضرت خواجہ خان محمد انتہائی کم گو بزرگ تھے، انہیں مروجہ خانقاہوں کے مطابق کسی تقریر کی ضرورت نہیں تھی، ان کی خاموشی مریدین کی زندگیوں کا رخ بدل دیتی۔ بیعت کے ذریعے توجہ کا راستہ کھلتا تو اولین سبق میں تلقین کی جاتی کہ اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے اس تصور میں رہو کہ تمہارا دل اللہ کے نام سے دھڑکتا اور رحمت خداوندی کی تجلیات اس پر پڑ رہی ہیں۔ سونے سے پہلے استغفار اور درود شریف اور صبح کا آغاز بھی استغفار اور درود شریف سے کرا کر غفلت سے بیدار کرنے کی مساعی کی جاتی، اس کے بعد مرید اور طالبانِ اصلاح کو 32 سے زائد مجاہدات سے پر لطائف مریدین کو عام صفوف سے نکال کر اہل اللہ کی صف میں شامل کر دیتی ہیں۔

آخری ایام میں بھی وہ تحفظ ختم نبوت کے لیے فکر مند تھے۔ آپ مجلس احرار اسلام اور جمعیت علمائے اسلام سمیت تمام دیوبندی جماعتوں کے سرپرست تھے اور ہر ایک سے شفقت کا برتاؤ کرتے تھے، اللہ تعالیٰ ان کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمائے اور ان کے فیض کو ہمیشہ جاری رکھے اور خانقاہ سراجیہ کے لیے دعا ہے کہ

یارب! تا عالم امکان بود ''مہر سراجیہ'' درخشاں بود

[کالم نمبر 3]

حضرت خواجہ صاحب کی عقلمندی

ولی خان المظفر

صاحب زادہ خلیل احمد نے عاجز کا ہاتھ پکڑا اور سیدھے حضرت والا کے حجرے میں لے گئے، تعارف کرایا اور انکے قدموں میں بٹھا دیا، مصافحہ کے لیے مین نے دونوں ہاتھ بڑھا کر حضرت کے دستِ راست کو پکڑا اور کچھ عرض کرنا ہی تھا کہ حضرت نے اپنا دستِ چپ بڑھا کر میرے ہاتھوں کو اپنے دونوں مبارک

ہاتھوں سے تھامااور **اٰمنت باللہ... وملائکتہ... وکتبہ... ورسلہ...** پڑھانا شروع فرمادیا، میں پڑھتا گیا۔۔۔آخر میں اسلامی تعلیمات پر سختی سے عمل پیرار ہنےاور گناہوں سے بچنے کا عھد لیا۔یوں ہم ان کے ہاتھ پر بیعت ہوئے ،ہم ہی کیا، وہاں پیچھے جتنا مجمع تھا وہ سب کے سب حلقہء ارادت میں داخل ہوگئے۔۔۔ہماری افتادِ طبع کچھ اس طرح کی ہے کہ جہاں بھی ہمیں کوئی اللہ والانظر آتا ہے اور وہاں اس طرح کی بیعت ہوتی ہے، دل بلاتکلف کہتا ہے کہ نسبت کا حصول ہے اور ایک نیک عھد و پیمان ہے، کیوں اس سے محروم رہا جائے؟ نیز یہ تجدیدِ عہد بھی ہے اور تذکیر بھی۔ چنانچہ یہاں بھی ایسا ہی ہوا، ہمارے دل ودماغ کی حالت یک دم بدل گئی۔اطمینان وسرور اور عجب قسم کے کیف سے پورا بدن معمور ہونے لگا۔

یہ ماہِ گزشتہ کا واقعہ ہے، عاجز اور پیر عزیز الرحمٰن رحمانی صاحب بائی روڈ براستہ کہروڑ پکا اور بواسطہ حضرتِ اقدس مولانا عبدالمجید لدھیانوی (شیخ الحدیث جامعہ باب العلوم) کندیاں شریف کے لیے روانہ ہوئے تھے، وہاں حضرت کے پاس عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی شوریٰ کا اجلاس تھا، ملک بھر کے علماء ومشائخ حضرت خواجہ صاحب کی بارگاہ سے باریاب ہورہے تھے۔

یہاں بہت کچھ دیکھنے کا تھا جامعہ عربیہ سعدیہ، خانقاہِ سراجیہ، عظیم الشان اور تاریخی جامع مسجد، ایک جامع اور لازوال کتب خانہ، اھل اللہ کا ایک قابل دید ولائق زیارت قبرستان، حضرت اقدس کے ایک سے ایک صاحبزادگان اور یہاں ارجائے عالم سے سالکین، صوفیا، صلحاء اور علمائے ربانیین کی ہمہ وقت آمد ورفت ۔لیکن ان سب میں جوسب سے بڑی اہم، پرکشش اور جاذب شیء تھی وہ خواجہء خواجگان حضرت مولانا ابوالخلیل خان محمد صاحب مرحوم ومغفور کی ذاتِ والاصفات تھی۔

کچھ سالوں قبل مفتی محمد جمیل خان شہید کی دعوت پر جب حضرت خواجہ صاحب کراچی تشریف لائے تھے تب ایک ملاقات ہوئی تھی، دوسری بار وفاق المدارس کے سالانہ پرچہ جات کی چیکنگ کے ایام میں حضرت خواجہ صاحب کی طبیعت ناساز تھی، ملتان میں زیرعلاج تھے، اس وقت بھی سماحۃ الامام حضرت شیخ سلیم اللہ خان صاحب صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان وصدر اتحاد تنظیمات مدارس دینیہ پاکستان کے ساتھ خادمانہ حاضری کا موقع ملا تھا اور اب ہم ان کے یہاں بالقصد وارادہ حاضر ہوچکے تھے۔

ہر مرتبہ انھیں دیکھ دیکھ کر جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا یہ مفہوم آئینہ دل پر دستک دیتا ''کہ عقلمند کی زبان اس کے دل میں اور احمق کا دل اسکی زبان پر،، وہ اگر بیعت نہ کراتے تو ہم انکی آواز کی سماعت سے محروم ہی رہتے کہ باتیں تو کرتے نہیں تھے، اشاروں پر سارا کام چلتا اور خدّام اشاروں کے اسرار کے ماہر، پانی، کھانا، قضائے حاجت، وضو، نماز وغیرہ اس طرح کے اعمال کے لیے ہم جیسوں کو تو بظاہر

ان کا اشارہ یکساں ہی معلوم ہوتا، مگر ان کے خواص فوراً سمجھتے اور مطلوبہ کام ہی کی انجام دہی ہوتی۔

وہ خانقاہِ سراجیہ کندیاں کے لیے حضرت خواجہ ابو السعد احمد خان مرحوم اور حضرت خواجہ عبد اللہ مرحوم، جب کہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے لیے محدث العصر علامہ محمد یوسف بنوریؒ کا انتخاب تھے۔

آج کے اس پرفتن اور پرآشوب دور میں وہ کتنا قابل رشک ہے کہ اپنے ان بزرگوں کے اعتماد کو کسی قسم کا ٹھیس پہنچائے بغیر انکے مشن پر نہایت بالغ نظری، حکمت عملی اور استقامت و پامردی کے ساتھ ایک صدی تک چٹان کی طرح جمے رہے۔

ہمارے المظفر ٹرسٹ انٹرنیشنل کا ایک وفد مولانا عبد الھادی کی قیادت میں جنازے میں شرکت کے لیے گیا تھا۔ وہ وہاں سے پل پل کی خبر دے رہے تھے، بقول ان کے حضرت خواجہ صاحب کا جنازہ ملک بھر و بیرون کے حکّام، علماء، فضلاء، پیران طریقت، ارباب سلوک واحسان، طلبہ، صلحاء اور عامۃ المسلمین پر مشتمل پاکستان کی تاریخ کا سب سے بڑا جنازہ تھا۔

وہ کم خوردن، کم خفتن، کم گفتن، کے عہد حاضر میں صحیح مستقل اور مستقیم مصداق تھے، بالخصوص'' کم گفتن،، کے تو شاید قرونِ اخیرہ میں وہ بے تاج بادشاہ تھے۔ سنن ابن ماجہ کے ابواب الفتن کی ایک روایت ''لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئیگا کہ جس میں زبان کا وار تلوار کے وار سے زیادہ تیز (خطرناک) ہوگا،، دماغ کی اسکرین پر بار بار نمودار ہورہی ہے اور دل بے ساختہ پکار رہا ہے: کہ اے کاش، ہمارے نوجوان فضلاء، علماء اور خانقاہوں کے وابستگان حضرت خواجہ صاحب مرحوم کی ان صفات کو اپنے لیے مشعلِ راہ بنائے، کھانے پینے میں اسراف، آرام وسونے میں دنیاداروں جیسی عیش کوشی اور لایعنی و بے جا کثیر الکلامی سے بچنے میں ہمیں اپنے ان اسلاف واکابر کے نقش قدم پر چل کر، انکی سیرتیں پڑھ کر، انکے احوال معلوم کر کے اسکے تناظر میں اپنی زندگی کا رخ متعین کر دینا چاہیے، کہ یہی انکے قول و فعل اور سیرت وصورت کا انمول ولازوال سبق ہے۔ کیا کوئی ہے جو یہ سبق سیکھے؟؟ wkmuzaffar@gmail.com

---

[کالم نمبر 4]

خاموش لوگ بھی بلا کے خطیب ہوتے ہیں

خالد عمران

نہ ان کی شہرت شیریں بیاں واعظ ومقرر کی تھی، نہ وہ ایسے ادیب وخطیب تھے کہ الفاظ جن کے ہاتھ کی چھڑی اور کلائی کی گھڑی قرار دیے جاتے ہوں لیکن گزشتہ 33 برس سے وہ اس جماعت کے امیر تھے جس

کے بانی امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ جیسے بے مثال خطیب تھے اور پھر جس کے امیر قاضی احسان احمد شجاع آبادی، مولانا لال حسین اختر، مولانا محمد علی جالندھری اور علامہ یوسف بنوری رحمہم اللہ جیسے لوگ رہے تھے، جنہوں نے خطابت کو نئے نئے اسلوب بخشے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کی وہ مسندِ امارت جس نے کبھی بخاری کی خطابت کی روانیاں دیکھیں، کبھی قاضی احسان احمد شجاع آبادی کی واعظانہ شیریں مقالی، کبھی مولانا لال حسین اختر کے مناظرانہ طرزِ خطاب اور مولانا جالندھری کی خطابت کی جولانیاں دیکھیں اور کبھی سید بنوری کی عالمانہ گفتگو کے نرالے انداز دیکھے تھے، 1977ء کے آخر میں اس مسند پر فروکش ہونے والا خانقاہ سراجیہ کا سجادہ نشیں وہ مردِ حق آگاہ تھا جس کے متعلق بلا مبالغہ کہا جاسکتا ہے ؎

خاموش لوگ بھی بلا کے خطیب ہوتے ہیں

اہلِ حق کی سرپرستی کا سلسلہ تو خانقاہ سراجیہ کے مؤسس اول حضرت مولانا ابوسعد احمد خانؒ کے دور سے ہی جاری ہوگیا تھا، جب 1939ء میں متحدہ پنجاب کے وزیراعظم سر سکندر حیات نے امیر شریعت کے خلاف بغاوت کا مقدمہ بنوایا تھا۔ یہ وہی مقدمہ ہے جو تاریخ میں ''لدھارام کیس'' کے نام سے مشہور ہے۔ امیر شریعت کی صاحبزادی سیدہ ام کفیل بخاری رقم طراز ہیں:

''اس مقدمے کے دوران خانقاہ سراجیہ کندیاں والے حضرت مولانا احمد خان رحمۃ اللہ علیہ کو جب اباجی نے دعا کے لیے پیغام بھیجا تو انہوں نے وظیفہ پڑھنے کے لیے بتایا اور ساتھ فرمایا ''جے میں ول ہوندا تے میرا اک رات دا کم سی، شاہ جی نوں آکھو تن راتاں پڑھن تے ہوئے گا تماشا'' (میری طبیعت اچھی ہوتی تو یہ میرے بس ایک رات کا کام تھا، شاہ جی سے کہو تین راتیں یہ پڑھ لیں پھر تماشا ہوگا)

پھر تماشا ہی ہوا کہ سرکاری رپورٹر لدھارام نے ہی جعلی تحریر کا بھانڈا پھوڑ دیا، اباجی فرمایا کرتے تھے ''میں بیٹھا پڑھ رہا تھا، آنکھیں بند کی تو تلوار چلتی دیکھی'' (سیدی وابی صفحہ نمبر 96)

اور پھر جب 1953ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت میں مولانا غلام غوث ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھتے ہی گولی ماردینے کا حکم صادر ہوا تو خانقاہ سراجیہ کے دوسرے سجادہ نشین حضرت ثانی مولانا عبداللہ لدھیانویؒ نے حضرت ہزارویؒ کو اپنے سایہ شفقت میں پناہ دی۔

1956ء میں حضرت ثانیؒ کی رحلت کے بعد خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد خانقاہ سراجیہ کے سجادہ نشین بنے تو آپ نے نہ صرف تصوف وطریقت کے مے خانے کی ساقی گری سنبھالی، بلکہ اہلِ حق کی ہر جماعت وتنظیم کی سرپرستی فرمانا شروع کردی۔ توحید وسنت، عظمت صحابہ واہل بیت، تبلیغ وتدریس، تعلیم وجہاد اور سیاست کے میدان میں جدوجہد کے لیے اترنے والے اہل حق کے ہر فرد، گروہ، جماعت اور تنظیم

کی آپ نے بھرپور سرپرستی فرمائی۔ حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:

''حضرت مولانا خان محمد صاحب مدظلہ ایسی شخصیت ہیں جن کے جسم میں ایسا دل ہے جو ہر دینی تحریک کے لیے دھڑکتا ہے اور ہر باطل تحریک کے ابھرنے سے ان کے دل کو صدمہ پہنچتا ہے اور انہیں ٹیس سی لگتی ہے۔ اس وقت ملک کی تمام دینی تحریکوں کی سرپرستی فرما رہے ہیں۔ کام دین کا ہو، اخلاص سے اس کی بنیاد اٹھائی جائے حضرت مولانا خان محمد صاحب مدظلہ اس کے لیے اپنی تمام توانائیاں صرف فرما دیتے ہیں۔ مولانا خان محمد صاحب روایاتِ سلف کے امین اور قافلہ حق وصداقت کے پاکستان میں حدی خواں ہیں (سوانح حیات مولانا حق نواز شہید صفحہ نمبر 162)

تحفظ ختم نبوت کا محاذ تو تھا ہی آپ کے سپرد اہلِ حق کے دیگر مورچوں کو بھی آپ کی بھرپور نصرت واعانت حاصل رہی۔ یہی وجہ ہے کہ اہل حق کے تمام طبقات کے لیے آپ کی سرپرستی سند کا درجہ رکھتی تھی۔ حضرت خواجہ صاحب جیسی کامل مقبولیت کی مثال ماضی قریب میں نہیں ملتی۔ آپ نے ایک ایسے ساقی کے فرائض سرانجام دیے کہ مے خانۂ حق کے کسی مے خوار کو کبھی آپ سے تشنہ لبی کی شکایت نہیں ہوئی۔ حضرت کی مسکراہٹ، توجہ اور دعا ایسے ہتھیار تھے جنہوں نے ہر محاذ پر اہل حق کو سرخ رو کیا۔ چند افراد کی مجلس ہو یا ہزاروں کا مجمع حضرت ہمہ وقت خاموشی کے ساتھ متوجہ رہتے اور اپنی پسندیدگی ورضامندی کا اظہار مسکراہٹ سے یا سر ہلا کر فرما دیتے۔

راقم کو حضرت کی زیارت کا شرف غالباً 1982ء یا 1983ء میں گوجرہ کی تاریخی ختم نبوت کانفرنس کے موقع پر حاصل ہوا، پھر متعدد بار اندرون وبیرون ملک حضرت کی مجالس میں حاضر ہونے کے مواقع ملتے رہے اور بیعت کا شرف بھی حاصل ہوا۔ اس حوالے سے چند واقعات بہت تاریخی اور یادگار ہیں جو آیندہ کسی نشست میں تحریر کیے جائیں گے، ان شاء اللہ۔

5 مئی بروز بدھ کو قدرت کے تکوینی نظام کے تحت جب حضرت خواجہ صاحب نے ملتان کے سیال کلینک میں موت کا ذائقہ چکھا تو خبر آناً فاناً پوری دنیا میں پھیل گئی اور اہل حق کو یوں محسوس ہوا جیسے ان کے سروں سے سایہ شفقت ہٹ گیا ہو۔ اہل حق کے تمام گروہوں، جماعتوں اور تنظیموں نے یوں جانا جیسے وہ یتیم ہو گئے ہوں۔ اگلے دن ظہر کے بعد خانقاہ سراجیہ میں جب حضرت کی نمازِ جنازہ میں ملک بھر سے لاکھوں افراد شریک ہوئے تو امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ایک بار پھر اپنی پوری صداقتوں کے ساتھ واضح تھا کہ ''ہمارے حق پر ہونے کا فیصلہ ہمارے جنازے کریں گے''۔

[کالم نمبر 5]

شجر سایہ دار نہ رہے

حافظ محمد طاہر محمود اشرفی

قارئین! بدھ کی رات جمعرات کا دن میرے لیے نہیں پورے عالم اسلام کے لیے غم اور افسوس کا دن ہے بدھ کی رات کے آغاز میں ہی لاکھوں انسانوں کے مرشد و روحانی باپ حضرت مولانا خواجہ خان محمد کے انتقال کی خبر موصول ہوئی بلاشبہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد گزشتہ کچھ عرصے سے علیل تھے ہفتہ قبل ان کی طبیعت زیادہ خراب ہوئی مگر گزشتہ روز ہی صبح ان کی طبیعت کے ٹھیک ہونے اور کچھ بہتر ہونے کی اطلاعات تھیں۔موت تو ایک ایسی چیز کا نام ہے جس کو ہر کسی کے پاس آنا ہے اور اسے ساتھ لے کر جانا ہے۔ابھی حضرت مولانا خواجہ خان محمد کے انتقال کی خبر کے افسردہ تاثرات سے باہر نہیں نکل پایا تھا کہ اطلاع ملی کہ ہمارے نانا جی بھائی شبیر احمد (جو کہ تبلیغی جماعت لاہور کے امیر تھے اور عالمی امور کو بھی دیکھتے تھے) بھی اس فانی دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں ان دونوں اکابر کی رخصتی سے ایسا لگ رہا ہے جیسے فضا میں سے بھرپور شجر سایہ دار اٹھا لیے گئے ہیں گزشتہ چند ماہ سے اہل توحید پر کڑے امتحان کا وقت ہے۔ بڑے بڑے اکابر رخصت ہو رہے ہیں۔ اللہ پاک خیر فرمائیں وہ ہاتھ جو رب کریم کے دربار میں ہمارے لیے ہر وقت دعاؤں میں مصروف رہتے تھے وہ لب جن سے ہمارے لیے خیر کی دعائیں نکلتی تھیں وہ رخصت ہوتے چلے جا رہے ہیں قرب قیامت کی علامات میں سے یہ بھی ہے کہ اہل اللہ اور اہل علم دونوں تیزی سے اٹھا لیے جائیں گے اس وقت جبکہ اہل حق امتحان اور کرب کی کیفیت میں مبتلا ہیں آزمائشوں اور امتحانوں کا سلسلہ جاری ہے ان اکابر کا اٹھ جانا جن کی دعاؤں سے ہمت اور حوصلہ ملتا تھا مزید آزمائش ہے اللہ کریم اہل اسلام کو اس آزمائش سے سرخرو کر کے نکالے۔حضرت مولانا خواجہ خان محمد سے میرا روحانی تعلق ہونے کے ساتھ ساتھ ذاتی تعلق بھی تھا حضرت خواجہ کے ہمراہ مجھے اپنے بچوں اور بیوی کے ساتھ حج اور عمروں کا موقع ملا ہے اور اکیلے بھی، حضرت خواجہ خان محمد کی سرپرستی میں متعدد مرتبہ حج کی سعادت میری زندگی کے ان اثاثوں میں سے ہے جن کو میں اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتا ہوں۔حضرت مولانا خواجہ خان محمد کی زندگی میں وہ لمحہ بہت ہی کم ہو گا جس میں اللہ کا ذکر نہ ہو۔ختم نبوت کے میدان میں انہوں نے اپنی ساری زندگی گزار دی اس عظیم مشن کے لیے انہوں نے ہمیشہ ہر چھوٹے بڑے کی سرپرستی کی لندن میں جب انٹرنیشنل ختم نبوت مومنٹ کے قیام کا فیصلہ کیا گیا تو اس کے لیے شرط رکھی گئی کہ اس کے لیے حضرت مولانا خواجہ خان محمد اور مولانا اسعد مدنی سے اجازت لی جائے۔ حضرت مولانا اسعد مدنی سے لندن میں ہی حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی کے ہمراہ اکابر نے ملاقات کی تو

انہوں نے حوصلہ افزائی فرمائی اور پھر حضرت خواجہ خان محمد نے نہ صرف اجازت دی بلکہ انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ کے لیے دعا بھی فرمائی۔ کہنے والے کہتے ہیں کہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد کی تمام زندگی کی گفتگو کے الفاظ کو جمع کیا جائے تو ایک تہائی بھی دنیا کے متعلق الفاظ نہ ہوں گے اہل اللہ اور اہل علم اٹھتے چلے جا رہے ہیں حضرت مولانا خواجہ خان محمد کے بعد بھائی شبیر احمد جن کو ہم بچپن سے اپنے آپ کو تبلیغی جماعت کے لیے وقف دیکھا ظہر تک سرکاری نوکری اور اس کے بعد اللہ کی رضا کے لیے مسجد بلال پارک میں عشاء تک اپنے آپ کو وقف کر دینے والے بھائی شبیر احمد لاکھوں ہزاروں انسانوں کی ہدایت اور رہنمائی کا ذریعہ بنے۔ اللہ نے ان کو یہ صلاحیت دے رکھی تھی کہ وہ اپنی محبت اور اخلاق سے دور ہونے والوں کو قریب کرتے اور چھوٹوں کو اتنی شفقت دیتے کہ وہ اپنے آپ کو بڑا محسوس کرتے ان کے دستر خوان کی وسعت اور ان کی رات کی مثال پورے عالم میں دو تبلیغی مرکز میں دی جاتی تھی بیماری اور بڑھاپے کے باوجود ساری زندگی اللہ کے راستے میں وقف کرنے والے حاجی شبیر احمد نے اپنی اولاد کی تربیت میں بھی کوئی کمی نہیں کی تھی۔ الحمد اللہ آج ان کی اولاد میں دین اسی طرح پایا جاتا ہے جس طرح ان کو اپنے آباء واجداد سے ملا تھا۔ ان کے صاحبزادے مفتی ضیاء الحق مرحوم سے لے کر مولوی زکریا مولوی انعام الحق مولوی عطاء الحق سب کو دین سے اسی طرح لگاؤ ہے جس طرح ان کے باپ کو تھا اللہ کے دین کو دنیا کے کونے کونے پر پھیلانے والے حاجی شبیر روحانیت کے امام حضرت مولانا خواجہ خان محمد کے ہمراہ ہی اسے اس بے وفا دنیا سے رخصت ہو گئے۔

بتانے والے بتا رہے ہیں کہ دونوں اکابر کا معمول اللہ اللہ کی صدائیں بلند کرنا تھا آج ان کے جنازے بھی اللہ اللہ کی صداامیں رخصت ہو رہے ہیں آسمان پہ بادل بھی گزشتہ رات سے تھوڑی تھوڑی دیر سے برس رہا ہے۔ فضا میں پرندے بھی آج اور ہی آواز میں بول رہے ہیں اور میں قلم ہاتھ میں لیے اس سوچ میں مبتلا ہوں کہ میں کیا لکھوں میرے لیے تو وہ اللہ کریم کے بعد ہمیشہ سہارا تھے جب کچھ اہل کرم نے حضرت نفیس الحسینی کے حوالہ سے میرے اوپر تہمتوں کی یلغار کی تو مجھے حضرت خواجہ کی شفقت نے ہی کھڑے رہنے کا حوصلہ دیا، جب کئی کرم کرنے والے میرے حوالہ سے اپنی کرم نوازیاں کرتے تو مجھے اپنے پاس بلا کر وضاحت کی بجائے پیار کر کے مجھے یہ حوصلہ دے کر روانہ کرنے والے بھائی شبیر جو کہ ہمیشہ کہتے کہ اگر تم اللہ کے دین پر قائم ہو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پہ تمہارا ایمان ہے اور اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت سے تمہاری محبت ہے تو پھر اللہ کے دین کی دعوت لے کر چلتے رہو۔ کسی ظالم کا ظلم کسی غاصب کا غضب کسی شریر کا شر کسی نقصان پہنچانے والے کی نقصان پہنچانے کی کوشش تم کو غم میں مبتلا نہ کر سکے گی۔ آج جب حالات کے کرب میں ہمیں ایسے شجر سایہ داروں کی ضرورت تھی اللہ کریم نے تپتے صحرا اور آسمان کی تپش کے

نیچے اگر ہمیں کھڑا کر دیا ہے تو اس میں ہی بہتری ہوگی سوچنے کی بات تو ان لوگوں کے لیے ہے جن کو ان اکابر کے بعد اللہ نے بڑا بنایا ہے کہ وہ ان اکابرین کی طرح شجر سایہ دار بنیں۔

آخر میں میری عقل، میرا ضمیر اور میرا دل مجھے یہ بات لکھنے کا حوصلہ نہیں دے رہا کہ میں کسی سے تعزیت کروں حضرت خواجہ کے صاحبزادگان سے، بھائی شبیر کے اہل وعیال سے یا اپنے آپ سے بلاشبہ ہم سب ہی یتیم ہوگئے ہیں اور ہمارے لیے حوصلہ کی بات یہی ہے کہ یتیموں کے سردار قیامت کے روز محمد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے۔

[کالم نمبر 6]

خانقاہ سراجیہ......ایک تعارف وتاریخ

حافظ حبیب اللہ چیمہ

برصغیر پاک وہند میں اشاعت اسلام میں بزرگ اولاء اللہ اور خانقاہوں میں بیٹھے صوفیائے کرام کا کردار بہت بلند ہے کہ اپنے اپنے قول وفعل اور کردار کے ذریعے کروڑوں انسانوں کو دین اسلام سے روشناس کرایا۔انہی خانقاہوں میں ہندوستان کے شہر ہند شریف میں حضرت امام ربانی مجدالف ثانی کی نسبت سے دہلی میں قائم خانقاہ مظہریہ اور وہاں سے خانقاہ احمدیہ موسی زئی شریف ڈیرہ اسماعیل خان کے تیسرے سجادہ نشین حضرت خواجہ محمد سراج الدینؒ کے محبوب خلیفہ حضرت مولانا ابوالسعد احمد خانؒ نے اپنے شیخ سے محبت اور ان کی یاد میں میانوالی کے مضافات میں اپنے آبائی رقبہ پر خانقاہ سراجیہ قائم کی جس کی تعمیر 1920ء سے پہلے شروع ہوئی۔حضرت مولانا احمد خانؒ اپنے علاقہ کے بہت بڑے زمیندار تھے لیکن اس سب کچھ کے باوجود دینی تعلیم کے حصول اور اس کے بعد خانقاہ احمدیہ موسیٰ زئی شریف میں حصرت خواجہ محمد عثمانؒ اور ان کے بعد ان کے جانشین وفرزندار جمند خواجہ محمد سراج الدینؒ سے روحانی فیوض حاصل کرنے کیلئے ہر طرح کی تکالیف صبر واستقامت کے ساتھ برداشت کیں اور اپنے مشن میں کامیاب ہوئے۔آپ نے طالبین حق کی خوب سے خوب تر تبیت کی اور جلد ہی خانقاہ سراجیہ کا فیض پورے برصغیر میں پھیلنے لگا۔اس وقت کے اکابر علماء حق اور دارالعلوم دیوبند کے مشائخ خانقاہ سراجیہ کا فیض پورے برصغیر میں پھیلنے لگا۔اس وقت کے اکابر علماء حق اور دارالعلوم دیوبند کے مشائخ خانقاہ سراجیہ تشریف لاتے رہے' آپ نے اپنی زندگی میں اپنے 31 مریدین کو روحانی تربیت کی تکمیل پر اپنی خلافت سے سرفراز فرمایا۔

1941ء میں آپ کے انتقال کے بعد آپ کی وصیت کی روشنی میں آپ کے خلیفہ حضرت مولانا

عبداللہؒ آپ کے جانشین ہوئے' حضرت مولانا محمد عبداللہ بھی اپنے شیخ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے دین اسلام کی ترویج واشاعت میں پورا پورا حق ادا کیا اور ان دو حضرات کے خلوص اور جذبہ خدمت دین کی بدولت خانقاہ سراجیہ کا روشن ستارہ چاندی کی مانند برصغیر سے نکل کر پوری دنیا میں جگمانے لگا۔ بانی خانقاہ سراجیہ نے جہاں اپنی مرید حضرت مولانا محمد عبداللہؒ کو با کمال بنانے میں بھرپور توجہ دی تو اس کے ساتھ ساتھ اپنے عزیز اور مرید خاص خواجہ محمد عمر سے انکے 3 بیٹوں میں سے ایک بیٹے کو اپنے لئے مانگ لیا۔ جس پر خواجہ محمد عمرؒ نے اپنے تینوں بیٹے حاضر خدمت کر دیئے' حضرت اقدسؒ نے ان میں اپنے بیٹے (حضرت خواجہ خان محمدؒ) کو منتخب کر لیا جس کے بعد حصرت مولانا خان محمد کی دینی تعلیم پر بھرپور توجہ فرماتے رہے اور دین کی اعلیٰ تعلیم سے فراغت کے بعد آپ حضرت مولانا محمد عبداللہ کے پاس رہ کر روحانی تربیت کے ساتھ ساتھ خانقاہ شریف میں قائم مدرسہ سعدیہ میں تدریسی خدمات اور خانقاہی امور کی انجام دہی میں مصروف ہو گئے اور حضرت مولانا احمد خاںؒ کی خانگی ضروریات کا اہتمام بھی آپ کے ذمہ تھا۔ مولانا محمد عبداللہ المعروف حصرت ثانیؒ سفر و حضر میں حضرت خواجہ خان محمد کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے اور ان کی تربیت کی اپنے شیخ کی سونپی گئی ذمہ داری کو بطریق احسن سنبھالتے رہے۔

اپنی زندگی کے آخری دنوں میں حضرت مولانا محمد عبداللہ اپنی اس محنت جو جو کہ انہوں نے خواجہ خان محمدؒ پر کی تھی کی کامیابی پر مکمل طور پر مطمئن اور شاداں تھے اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کی بعد مولانا محمد عبداللہ 1956ء میں اس دار فانی سی رخصت ہو گئے اور مولانا خواجہ خان محمد آپ کے جانشین نامزد ہوئے۔ حضرت الشیخ مولانا خواجہ خان محمد کے مفصل حالات سے پہلے میں عرض کر دوں کہ میرا تعلق 4 پشتوں سے خانقاہ سراجیہ سے ہے کہ میرے پر دادا حاجی غلام نبی چیمہ نے حصرت مولانا احمد خان کی بیعت کی۔ مولانا احمد خاں اور مولانا محمد عبداللہ نے ضلع ملتان' فیصل آباد' ساہیوال میں اپنا نائب حضرت حاجی جان محمد (ہاگڑ سرگانہ) کو مقرر کیا' میرے والد محترم حضرت حافظ عبدالرشیدؒ (مدفون مدینہ مورہ) نے پہلی بیعت حضرت حاجی جان محمد سے کی۔ حاجی جان محمدؒ نے میرے والد محترم کو خلافت سے نوازا' ان کے انتقال کے بعد والد محترم نے حضرت خواجہ خان محمد سے تجدید بیعت کی تو حضرت خواجہ صاحب نے بھی میرے والد محترم کو اپنی خلافت سے نوازا۔ حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ برسوں پرانی روایات کے سچے امین تھے' اپنے دور کے تمام اہل علم سے محبت فرماتے اور تمام اہل فضل و دانش حضرت کا دم بھرتے تھے' آپ کی شخصیت مرجع خلائق تھی' نہ صرف پاکستان بلکہ دنیا بھر سے علم و فضل اور تصوف و سلوک کے پیاسے آپ کے گرد جمع ہو کر اپنی پیاس بجھاتے تھے' آپ کا حلقہ ارادت پاکستان' ہندوستان' بنگلہ دیش' افغانستان' انگلستان سمیت پوری دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ بڑے

بڑے اہل علم آپ سے ملاقات کوایک شرف سمجھتے تھے۔

آپ اپنے زمانے کی تمام دینی تحریکات کے سرپرست تھے۔ پاکستان کی وہ مذہبی جماعتیں جن کا تعلق دیو بند مکتبہ فکر سے ہے وہ تمام جماعتیں اور ادارے آپ کو اپنا بڑا سمجھتے تھے۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے تحفظ کیلئے کوشاں ہیں' حضرت ان سب کی بلاتخصیص سرپرستی فرمایا کرتے تھے مجلس احرار اسلام کے اکابر حصرت امیر شریعت کے فرزندان اور ان کے خاندان کے ساتھ انتہائی شفقت ومحبت سے پیش آتے تھے مجلس احرار اسلام پاکستان کے ترجمان ماہنامہ ''نصیب ختم نبوت'' کی تاحیات سرپرستی فرماتے رہے' پاکستان کی سب سے بڑی مذہبی سیاسی جماعت جمعیت علماء اسلام پاکستان کے بھی حضرت خواجہ صاحب ہی سرپرست اور مویدتھے۔ حضرت خواجہ صاحب کی وفات سے عظیم روحانی خانقاہی نظام کی مسند اداس ہوگئی ہے یہ کہنا کہ آپکا کلاف مدتوں بعد پورا ہوگا' ایک رسمی سی بات ہوگی' جن لوگوں کا تذکرہ کتابوں میں پڑھ کر ایمان کو جلا ملتی ہے حضرت خواجہ خان محمد اسکی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ اللہ کرے کہ خانقاہ سراجیہ کی رونقیں زندہ تابندہ رہیں اور تحریک ختم نبوت اپنے اہداف کی طرف بڑھتی رہے۔ آمین یارب العالمین !

ماہنامہ ''**حق چاریار**'' لاہور

تصوف وسلوک کا گلِ سرسبد

مولانا عبدالجبار سلفی

وما من رزیات اکبر علی الاسلام من موت اهل الله وعلماء الدین

(اسلام پر کوئی مصیبت اہل اللہ اور علماء دین کی موت سے بڑھ کر نہیں۔)

سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ کندیاں (ضلع میانوالی) خواجہ' خواجگان مولانا خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی دار فانی سے کوچ کر کے بہشت بریں میں خیمہ لگا چکے ہیں۔ مولانا قاری عبدالرحمٰن پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 13 ستمبر 1896ء) کی وفات پر الطاف حسین حالی نے ایک جملہ کہا تھا......

''ان کا مثل آئندہ زمانہ میں پیدا ہونا محالاتِ عادیہ میں سے معلوم ہوتا ہے۔''

آج جبکہ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ دنیا سے رحلت فرما گئے' حالی مرحوم کا یہ جملہ بابار دماغ میں انگڑائیاں لے رہا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ نقشبندیہ میں تصوف وسلوک کے گل سرسبد مانے جاتے تھے (پھولوں کی ٹوکری میں سب سے اوپر والے بڑے اور خوبصورت پھول کو'' گل سرسبد'' کہا جاتا ہے)۔

آہ! مولانا خان محمدؒ کے انتقال سے قوس قزح کی رنگدار دھاری آسمانِ ولایت سے مٹ گئی شاعر

نے کہا تھا۔

اے دوست تو چمن سے ایسے گلوں کو چن
ہر شخص داد دے ترے حُسن انتخاب کی

یہ شعر موت کے کانوں میں گیا تو اس نے گلزار ہستی کا وہ پھول توڑا کہ آج ہر طرف بے رونقی اور پژمردگی نظر آ رہی ہے۔آپ مولانا محمد عبداللہ رحمہ اللہ کے خلیفہ اور جانشین تھے۔مولانا محمد عبداللہ صاحب رحمہ اللہ کی وفات کے بعد 27 شوال 1376ھ میں مسند ارشاد پر جلوہ گر ہوئے اور یوں آپ نے کم وبیش 54 سال تک مخلوق خدا کو دنیا بھر میں صراط مستقیم پر گامزن کرنے کی دعوت جاری رکھی۔اور شب و روز ایک کر کے پوری دنیا میں ختم نبوت اور دین اسلام کی آفاقی سرحدوں کی حفاظت فرمائی۔آپؒ کے مختصر حالات درج ذیل ہیں۔

سن ولادت اور مولد:

1920ء میں آپ کتم عدم سے عالم امکاں میں جلوہ گر ہوئے۔مقام پیدائش میانوالی کا ایک موضع ''ڈِنگ'' آپ ''تلوکر راجپوت'' قوم میں پیدا ہوئے۔لیکن جس شخص کو اس کے اعمال پیچھے چھوڑ دیں،حسب ونسب اس کو کبھی آگے نہیں لاسکتا۔آپ کو پوری دنیا میں جو عزت اور مقام ملا،وہ صاف ستھرے نظریات،نکھرے کردار اور اعمال صالح کی بنیاد پر ملا۔آپ کے والد گرامی کا نام ''محمد عمر'' اور دادا کا نام ملک مرزا تھا۔آپ کے والد گرامی حضرت خواجہ سراج الدین کے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت تھے۔

سلسلہ تعلیم:

ابتدائی تعلیم وتربیت گھر پر ہوئی۔سن شعور کو پہنچے تو گورنمنٹ مڈل سکول ''کھولہ'' میں داخل کرائے گئے۔جہاں پر آپ نے چھٹی جماعت تک تعلیم حاصل کی۔قدرت آپ کے حق میں اپنی مخلوق کے تزکیۂ نفوس کے انتخاب کا فیصلہ کر چکی تھی چنانچہ اسکول کی تعلیم سے اٹھا کر آپ کو خانقاہ شریف بھیج دیا گیا۔خانقاہ میں اولا مولانا سید عبداللطیف شاہ صاحب رحمہ اللہ سے قرآن مجید پڑھا،صرف ونحو کی بنیادی کتب حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب سے پڑھیں۔اس کے بعد دارالعلوم عزیزیہ بھیرہ میں داخل ہو کر متوسطاتِ عربیہ کی تعلیم حاصل کی......جس زمانہ میں آپ بھیرہ میں پڑھنے گئے تھے تو اس وقت دارالعلوم عزیزیہ کے مہتمم خاندان بگویہ کے ایک بڑے عالم مولانا ظہور احمد بگوی رحمہ اللہ تھے۔انہیں ایام میں قائد اہل سنت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ بھی بھیرہ میں زیر تعلیم تھے......قاضی صاحب ھدایہ،مشکوٰۃ شریف،حماسہ اور حمداللہ پڑھتے تھے۔جبکہ حضرت خواجہ صاحب ابتدائی کتب میں داخلہ لینے گئے تھے چنانچہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد نے

ایک ملاقات میں خود حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسین کو بتایا تھا کہ جب میں نے دارالعلوم عزیزیہ میں داخلہ لیا تو ''آپ اس وقت بڑی کتابیں پڑھتے تھے۔''

(ماہنامہ ''حق چار یارؓ'' جون، جولائی 1990ء)

بھیرہ میں کچھ عرصہ پڑھنے کے بعد آپ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل جا پہنچے، جہاں پر آپ نے مولانا عبدالرحمٰن امروہی، مولانا بدر عالم، مولانا محمد یوسف بنوری اور مولانا عبدالعزیز کیمل پوری رحمہم اللہ سے مشکوٰۃ شریف، جلالین اور دیگر بڑی کتب پڑھیں۔

مرکز رشد و ہدایت دارالعلوم دیوبند آمد:

حدیث شریف کی تکمیل کیلئے آپ نے دارالعلوم دیوبند جانے کا فیصلہ کیا۔ اس وقت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کا علمی فوارہ دارالعلوم میں اُچھل رہا تھا۔ شیخ مدنی کے علم وفضل کے غلغلے اور زہد و تقویٰ کے طنطنے چہار سو تھے۔ چنانچہ مولانا خان محمد دارالعلوم میں 1362ھ میں تشریف لائے۔ پاکیزہ ماحول ملا، کمال کے اساتذہ ملے، لیکن مولانا سید حسین احمد مدنی انہیں ایام میں نظر بند کردیئے گئے۔ جس کی وجہ سے آپ زانوئے تلمذ تہہ نہ کرسکے۔ بعض حضرات سے سنا ہے حضرت مدنی سے صرف ایک سبق پڑھا تھا۔ اس کے بعد شیخ الادب مولانا اعزاز علی سے دورہ حدیث شریف مکمل کیا۔ دارالعلوم دیوبند سے روشن فکر، پاکیزہ نظریات، اخاذ ذہن، مصفی روح اور محنتی طبعیت لے کر واپس تشریف لائے اور ہمہ تن خدمتِ اسلام میں مشغول ہوگئے۔ باطنی علوم اور قرب و معرفت کی طرف طبعی میلان تھا۔ چنانچہ آپ نے ''مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی'' بالاستیعاب تین مرتبہ پڑھی، باطن کا زنگ اترتا محسوس ہوا، تزکیۂ قلب کا لطف بڑھا تو ''کنز الہدایات'' اور ''مکتوباتِ معصومیہ'' کا مطالعہ بار بار کرتے رہے۔ اور اپنی روح کی شادابی و سیرابی کا سامان کرتے رہے۔

تحریک ختم نبوت میں کردار:

تحفظ ختم نبوت کے لیے بھی آپ نے مجاہدانہ کردار ادا کیا۔ چنانچہ خانقاہ سراجیہ کندیاں سے شائع ہونے والی کتاب ''تحفۂ سعدیہ'' میں ہے 1953ء میں تحریک ختم نبوت نے زور پکڑا تو امت مسلمہ کے ہر فرد و بشر نے جذب و مستی سے سرشار ہوکر اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ جاں نثارانِ حضرت ختمی مرتبت، فدایانِ ناموس رسالت، عاشقانِ رحمۃ للعالمین، علمبردانِ پیغام آخرین، دریائے خوں سے گزر کر تاریخ امت میں ایک نئے باب کا اضافہ کررہے تھے۔ اور اپنی جان سپاری سے روایاتِ عشق و محبت کو دوام بخش رہے تھے۔

نہ جب تک کٹ مروں میں خواجۂ یثرب کی حرمت پر
خدا شاہد ہے کامل میرا ایماں ہو نہیں سکتا

اس میں علماء کرام کی گرفتاریاں شروع ہوئیں۔حضرت قبلہ خان محمد صاحب جیسا کہ اجمالا مذکور ہو چکا ہے......آپ 5 اپریل 1953ء کو سیفٹی ایکٹ کے تحت گرفتار ہونے کے بعد میانوالی بھیج دیئے گئے اور 25 اپریل 53ء کو میانوالی سے سنٹرل جیل لاہور منتقل کر دیئے گئے۔28 اپریل 1953ء کو بورسٹل جیل جانا پڑا۔جہاں سے پھر ارباب بست وکشاد نے 11،اگست کو سنٹرل جیل منتقل کر دیا۔(تحفہ سعدیہ ص ۳۴۸)

حضرت مولانا محمد یوسف بنوری (متوفی 1977ء) کے بعد آپ کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا امیر منتخب کیا گیا۔اس منصب پر آپ تادم آخر فائز رہے اور اس دوران عالم اسلام خصوصا مسلک دیوبند سے وابستہ ہر جماعت کی سرپرستی فرماتے رہے۔فرقہائے باطلہ سے آپ نے ہمیشہ اپنے مریدین کو مطلع رکھا اور وقتاً فوقتاً تحریراً بھی آگاہ کیا۔مثلا منکرین حیات النبی کے خلاف آپ نے حاکم علی صاحب کے نام ایک مکتوب لکھا،جس کو ہزاروں کی تعداد میں چھپوا کر تقسیم کیا گیا اور راقم الحروف نے بھی مقدمہ پر مشتمل ایک کتابچہ بنام ’’سیف سراجیہ برفتنہ مماتیہ‘‘ چھپوا کر تقسیم کیا۔علاوہ ازیں فتنۂ رفض وبدعت،خارجیت،ناصبیت اور یزیدیت سے بھی آپ کی طبعیت نفور رہی۔حضرت خواجہ صاحب کی وفات کے چند دن بعد مخدوم مکرم مولانا محبّ النبی کے ہاں راقم کا جانا ہوا تو آپ نے ایک بلیغ اور خیال افروز جملہ کہا کہ

’’حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ نے ساری زندگی مسلک اور مذہب کے ہر پلیٹ فارم پر خدمت اور دفاع کیا لیکن کبھی زبان سے دعویٰ نہیں کیا۔یہ ایک صوفی المشرب اور کامل ولی کی نشانی ہے۔‘‘

جانشینی:

حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب رحمہ اللہ کا جب انتقال ہوا تو آپ کو جانشین منتخب کیا گیا۔اس وقت سے لے کر اب تک تقریبا 57 سال تک مطلع تصوف پر چھائے رہے۔آپ خاموش طبیعت کے مالک تھے۔بڑے بڑے خطیب اور واعظین گلے پھاڑ پھاڑ کر جو کام نہ کر سکے وہ آپ خاموشی میں کر گزرے۔

بقول اقبال مرحوم

جلا سکتی ہے شمع کشتہ کو موجِ نفس ان کی
الٰہیٰ کیا چھپا ہوتا ہے، اہل دل کے سینوں میں
نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو

یدِ بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

آپ نے تقریب 65 حج کیے دنیا بھر میں علماء، وکلاء، ڈاکٹرز اور ہر شعبے سے متعلقہ لوگ آپ کے مرید تھے۔ آپ رحمہ اللہ نے سعادت کی زندگی گزاری اور سعادت کی موت پائی۔

سفرِ آخرت:

پچھلے کئی ایام آپ کے علالت میں گزر رہے تھے۔ وفات سے چند دن پہلے طبیعت زیادہ خراب ہوئی۔ ملتان لے جایا گیا۔ جہاں پر آپ ''سیال کلینک'' میں داغِ مفارقت دے گئے۔ اگلے دن خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف میں نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔ بلا مبالغہ لاکھوں لوگ شریک ہوئے۔ پاکستان کا شاید ہی کوئی شہر ایسا ہو، جہاں سے لوگ نمازِ جنازہ میں شرکت کیلئے نہ پہنچے ہوں۔

آپ کے صاحبزادہ وجانشین مولانا خلیل احمد صاحب مدظلہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور پھر ہمیشہ ہمیشہ کیلئے یہ آفتاب رُشد وولایت، خانقاہ سراجیہ میں غروب ہوگیا۔ نمازِ جنازہ میں عوام کا اژدحام دیکھ کر اہل علم کے کانوں میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا مقولہ رس گھولنے لگا۔ جب انہوں نے جیل کی سلاخوں کے پیچھے کھڑے ہو کر فرمایا تھا:

''ہمارے اور اہل بدعت کے درمیان عظمتوں کے فیصلے ہمارے جنازے کریں گے۔''

اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت خواجہ خان محمد رحمہ اللہ اور جملہ اسلاف کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق دیں اور عصرِ حاضر کے فتنوں سے ہماری حفاظت فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

ماہنامہ ''بینات'' کراچی

حضرت خواجہ خان محمد رحمہ اللہ بھی چل بسے!

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

الحمد لله و سلام علی عباده الذين اصطفی

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر' محدث العصر علامہ سید محمد یوسف بنوری قدس سرہ کے تلمیذ رشید دست راست اور جانشین' خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف کے سجادہ نشین، مسند ولایت کے سرتاج، حریم نبوت کے پاسبان، سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے سرخیل، امام اولیاء، محبوب الصلحا، امام وقت قطب الاقطاب' امام زماں' جامع علم وعرفان' خواجہ خوجگان حضرت خواجہ خان محمد قدس سرہ سیال کلینک ملتان میں 20 جمادی الاولیٰ 1431ھ مطابق 5 مئی 2010ء کو مختصر علالت کے بعد خالق حقیقی سے جا ملے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ان لله مااخذ وله مااعطی و کل شی عنده باجل مسمی۔

اس دنیائے رنگ و بو میں آنا، جانے کی تمہید ہے یہاں جو بھی آیا وہ رہنے کیلئے نہیں' بلکہ جانے کیلئے آیا' یہاں آنا اور جانا سنت بنی آدم ہے۔ تاہم بعض شخصیتیں منارہ نور ہوتی ہیں' ان کا وجود اللہ کی رحمت کے نزول کا سبب ہوتا ہے' ان کے دم قدم سے علوم نبوت کا وقار قائم رہتا ہے' ان کے جانے سے امت ان فیوض برکات سے محروم ہو جاتی ہے' جن کا تعلق ان کی ذات کے ساتھ ہوتا ہے' ان کی دعائے نیم شبی' بارہ گاہ خداوندی میں ان کی گریہ زاری' پوری امت کیلئے ان کا سراپا سوز و گداز' اصلاح امت کیلئے ان کی فکر اور لگن' یہ تمام چیزیں ان کی ذات کے ساتھ ہی رخصت ہو جاتی ہیں اور امت کے لیے اس نقصان کی تلافی ناممکن ہو جاتی ہے۔ ایک حدیث میں ہے **''عن مرداس اسلامی قال :قال رسول اللہ ﷺ یذھب الصالحون الاول فالاول و تبقی حفالته کحفالته الشعیر او التمر لایبالیھم الله بالة رواہ البخاری''.**

ترجمہ:۔ حضرت مرداس اسلمیؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نیک لوگ یکے بعد دیگرے اٹھتے جائیں گے اور انسانیت کی تلچھٹ پیچھے رہ جائے گی' جیسا کہ ردی ''جو' یا'' کھجور'' رہ جاتے ہیں حق تعالیٰ ان کی پرواہ نہیں کریگا''۔

ایک اور حدیث میں ہے۔

''ان الله لایقبض العلم انتز اعا ینتز عه من العباد و لکن یقبض العلم بقبض العلماء حتی اذالم یبق عالما اتخذ الناس روسا جھالا فسئلو فافتوا بغیر علم فضلو ا و اضلو [متفق علیه]''.

ترجمہ:۔ ''بے شک اللہ تعالیٰ اس علم کو اس طرح قبض نہیں کرے گا کہ بندوں کے سینوں سے چھین لے گا' بلکہ قبض علم کی یہ صورت ہوگی کہ اللہ تعالی علماء کو اٹھا تا رہے گا' یہاں تک کہ جب ایک عالم باقی نہیں چھوڑے گا تو لوگوں جاہلوں کو پیشوا بنا لیں گے' ان سے سوالات ہوں گے وہ بغیر جانے بوجھی فتو دیں گے۔ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے''۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ انسانیت کی بقاء دو چیزوں پر منحصر ہے: ایک صحیح علم' دوسرا عمل صالح، جب تک ان دونوں صفات سے متصف شخصیات موجود ہیں' اس وقت تک انسانیت باقی ہی اور ان دونوں کی موت درحقیقت انسانیت کی موت ہے۔

علم وعمل کی جامع شخصیات بہت تیزی سے ہم سے رخصت ہو رہی ہیں' جو ہستیاں علم وعمل کی جامع

اور انسانیت کا اعلیٰ نمونہ ہیں ان کے بتدریج اٹھتے چلے جانے سے یہ دونوں چیزیں اٹھتی جا رہی ہیں اور انسانیت دم توڑ رہی ہے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی کے امیر مولانا سعید احمد جلال پوری شہید قدس سرہ کی شہادت کے غم سے کارکنان ختم نبوت اور جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے درودیوار ابھی تک افسردہ غمزدہ اور حسرت ویاس کی کیفیت سے نہیں نکل پائے تھے کہ امیر مرکزیہ حضرت خواجہ خان محمد قدس سرہ کی رحلت کا جان لیوا صدمہ پوری امت مسلمہ خصوصا مسلک دیوبند اور ختم نبوت کے کاز سے وابستہ افرادہ کارکنان کو نیم جان کرگیا **اللهم لاتحرمنا اجره ولا تفتنا بعده.**

حضرت خواجہ خان محمد قدس سرہ کے دل میں حد درجہ اپنے اساتذہ کا ادب واحترام تھا اور آپ کے اساتذہ بھی آپ سے حد درجہ محبت وشفقت اور آپ سے اکرام کا معاملہ فرماتے' جس کی ایک جھلک اس مضمون میں ملتی ہے جو حضرت خواجہ صاحبؒ نے محدث العصر حضرت بنوری قدس سرہ کے وصال پر ''مشفق استاذ'' کے نام سے تحریر کیا' حضرت لکھتے ہیں۔

''استاذ العلماء حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری بن حضرت مولانا سید محمد زکریا بنوری رحمہا اللہ تعالیٰ فقیر کے مشفق استاد تھے' اور شفقت ومحبت سے اپنا خادم اور ساتھی بھی تصور فرماتے تھے' وہ ہنس مکھ نورانی چہرہ اور میٹھی میٹھی رس بھری باتیں جو کانوں میں شیرینی گھول دیتی تھیں اور دل ودماغ کو تروتازگی بخشتی تھیں' جب یاد آتی ہیں تو ان کو ''رحمۃ اللہ علیہ'' لکھنے سے دکھ ہوتا ہے' لیکن جب سب نے اسی راستے پر چلنا ہے تو پھر اس شعر میں کوئی جدت اور ندرت باقی نہیں رہ جاتی کہ:

ہر آنکہ زاد بنا چار بایدش نوشید
زجام دھر مئے ''کل من علیها فان''

بہر حال دعا ہے کہ رحمه الله رحمته واسعته'' (مکمل مضمون باب 7 میں ملاحظہ فرمائیں۔خادم،حمزہ]

آپ مسلک دیوبند سے تعلق رکھنے والے ہر مدرسہ اور جماعت کو اپنا مدرسہ اور اپنی جماعت قرار دیتے تھے' ان کو اپنی دعاؤں اور توجہات سے نوازتے' اگر کوئی مسئلہ پیش آ جاتا تو حتی المقدوار اس کے حل کی کوشش فرماتے اور مزید اپنے رب سے دعائیں اور التجائیں فرماتے۔ لیکن زیادہ تر آپ کی عملی خدمات خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کیلئے وقف تھیں۔ تحفظ ختم نبوت اور ناموس رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشق ومحبت اور والہانہ لگاؤ خانقاہ سراجیہ کا خاصہ رہا' کیونکہ یہی عقیدہ

ایمان کی بنیاد ہے۔

آپ نے اپنے اکابر کی راہ پر چلتے ہوئے ساری زندگی عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ میں گزاردی اور ہرمحاذ پر فتنہ قادیانیت کا کامیاب تعاقب کیا۔آپ کے عہد امارت میں اندرون وبیرون ملک ہرسطح پر جماعت کو غیر معمولی کامیابیاں نصب ہوئیں ان میں سے چندایک یہ ہیں۔

1- حضرت خواجہ صاحبؒ نے کئی ممالک کے کامیاب دورے کرکے امت مسلمہ کو قادیانیوں کی ارتدادی سرگرمیوں سے بیدار اور آگاہ فرمایا۔

2- عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے تحت مدارس ومراکز قیام۔

3- سالانہ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر کا آغاز۔

4-......1984ء میں تحریک ختم نبوت کی سرپرستی' جس کے نتیجہ میں امتناع قادیانیت آرڈیننس کا پاس ہونا جس کے تحت قادیانیوں کو شعائر اسلام کے استعمال سے روک دیا گیا۔

5- لندن میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت دفتر کا قیام

6- برطانیہ میں ہرسال ختم نبوت کانفرنس کا انعقاد' جہاں تمام یورپی ممالک کے مسلمان جمع ہوکر عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور اپنے مسلمان بھائیوں کو قادیانیوں کی ارتدادی سرگرمیوں اور ریشہ دوانیوں سے بچانے کا عزم اور ولولہ لے کر جاتے ہیں۔

7- فتنہ قادیانیت کے متعلق لاکھوں کی تعداد میں عربی' اردو' انگلش تینوں زبانوں میں لٹریچر کی اشاعت ومفت تقسیم۔

8- ردقادیانیت کے موضوع سے علماء طلباء اور عوام الناس کو روشناس کرانے اور علمی مواد فراہم کرنے کی غرض سے درجنوں کتب کی طباعت۔

یہ سب حضرت امیر مرکزیہ کی مساعی جمیلہ اور توجہات خاصہ کا ثمرہ ہے۔

حضرت خواجہ صاحب اس قحط الرجال میں بلاشبہ اسلاف واکابر کی یادگار' تقوی وطہارت' عجز وانکسار' خشیت وخداخوفی' زہدواخلاص' گوشہ نشینی' فنائیت وعبدیت' فضل وکمال معصومیت وسادگی اور علم وعمل کے اعتبار سے گویا قرون اولیٰ کے قافلہ کے بچھڑے ہوئے ایک مسافر تھے' جو اپنی حیات مستعار کے ایام پورے کرکے اپنے پیش رو قافلہ سے جاملے۔اپنے اور پرائے سب ہی کے آپ مرجع تھے' بلاشبہ آپ حلقہ دیوبند میں متفق علیہ شخصیت کے اعزاز سے سرفراز تھے آپ کی رحلت سے آپ کے نسبی ابناء ہی نہیں' ہم سب یتیم ہوگئے ہیں۔

جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن سے جامعہ کے رئیس اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ' استاذ الحدیث حضرت مولانا امداداللہ صاحب' حضرت مولانا مفتی خالد محمود صاحب اور راقم الحروف حضرت کے جنازہ میں شریک ہوئے۔

جامعہ کے نائب رئیس مولانا سید سلیمان یوسف بنوری حفظ اللہ۔ عمرہ کے سفر پر ہونے کی بناء پر نماز جنازہ میں شریک نہ ہو سکے۔

اللہ تعالیٰ حضرت خواجہ خان محمد کی زندگی بھر کے حسنات کو قبول فرما کر آپ کے ساتھ رضا ورضوان کا معاملہ فرمائے اور آپ کے پسماندگان' مریدین اور کارکنان ختم نبوت کو صبر جمیل کی توفیق سے نوازیں۔

جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کے رئیس، نائب رئیس، اساتذہ اور ادارہ بینات اپنے آپ کو تعزیت کا مستحق سمجھتے ہیں۔

باتوفیق قارین بینات سے حضرت خواجہ صاحب کیلئے ایصال ثواب کی درخواست ہے۔

و صلی اللہ تعالی علی خیر خلقه سید نا محمد و علی آله واصحابه اجمعین۔

دوماهی مجله ''تسکین الصدور'' بھاولپور

حضرت خواجہ صاحب کا سانحۂ ارتحال

جمیل الرحمٰن عباسی

5 مئی بعد نماز مغرب مولوی محمد عمران ڈیروی نے خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف سے اطلاع دی کہ خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ خان محمد صاحب کی رحلت ہوگئی ہے، بے ساختہ زبان سے انا للہ وانا الیہ راجعون نکلا اور دیر تک طبیعت پر مردنی سی چھائی رہی۔

حضرت خواجہ صاحب کی وفات سے چند روز قبل حضرت کی زیارت کے لیے دلِ مضطر کی بے تابی ہر لحظہ بڑھ رہی تھی، حسن اتفاق سے برادر مکرم فاروق احمد عباسی صاحب نے اپنی گاڑی پر سرگودھا چلنے کی دعوت دیدی، میں نے شیخ الحدیث مولانا فضل الرحمٰن دھرم کوٹی مدظلہ اور مفتی امداداللہ انور مدظلہ سے بات کی تو وہ بھی جانے کے لیے تیار ہوگئے، اس طرح میانوالی جانے کی آرزو پوری ہوئی۔

عشاء کے وقت حضرت خواجہ صاحب کی زیارت کا شرف حاصل ہوا، ملاقات کے یہ چند لمحات کتنے حسین اور پرسکون تھے، دنیا کی ہزاروں راحتیں اس ایک دید پر قربان اور ہزاروں تمنائیں اس شوق وصال پر فداء، میں محبت سے حضرت کے رُخِ انور کو تکتا ہی رہ گیا، چاہتوں سے ان روشن آنکھوں کو دیکھتا ہی

رہ گیا، کتنی نظریں ہیں جو اس چہرے کی ایک دید کو ترستی ہوں گی اور کتنے عظیم القدر چہرے ہیں جو ان نظروں میں سمائے ہوں گے، حضرت نے دعا فرمائی، حال احوال پوچھا اور پھر تھوڑی دیر کے بعد نمناک آنکھوں کے ساتھ وہ پرسکون اور پر کشش کمرہ با دل نخواستہ اور ہزار آرزؤں کا خون کرتے ہوئے چھوڑنا پڑا اور آج دو ماہ بیت جانے کے باوصف ان چند لحظوں کی راحت اور ٹھنڈک سینے میں محسوس ہو رہی ہے۔

مَیں دار العلوم مدنیہ بہاولپور میں ابتدائی درجات میں تھا جب حضرت خواجہ صاحب جامعہ تشریف لائے اور استاذ محترم حضرت مولانا مفتی عطاء الرحمٰن صاحب مدظلہ نے خصوصیت کے ساتھ ہماری کلاس کے طلبہ کو بلایا، مصافحہ کروایا اور ہمارے حق میں حضرت سے دعا کروائی، وہ پہلی دعا تھی اور یہ آخری دعا، یہ دعائیں میری زندگی کا بڑا قیمتی اثاثہ ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں نجات کا ذریعہ بنائیں۔ آمین

ان دو ملاقاتوں کے درمیان کے عرصہ میں بارہا حضرت کی زیارت کی سعادت نصیب ہوئی اور حضرت کی دعاؤں کا حصہ پانے سے بہرہ ور ہوا، مزید کچھ لکھنے کا نہ سلیقہ نہ حوصلہ، اس لیے کہ حضرت تصوف کے ناپیدا کنار سمندر اور مجھے اس کا ایک قطرہ بھی میسر نہیں...... وہ تزکیہ کے آسمان کے آفتاب اور میں اس کی کرن سے بھی تہی دست...... وہ سلوک کے چمنستان کے باغباں اور میں اس کے ایک غنچہ کے لیے بھی ترساں...... وہ اصلاح مکتب کے روحِ رواں اور میں اس کا ابجد شناس بھی نہیں...... وہ تصوف کے ثریا پر جلوہ گر اور میں زمین کے ذرہ میں شمار نہیں...... وہ تزکیہ کی سلطنت کے تخت نشین اور میں اس مملکت کے عام باشندگان کی گنتی میں بھی نہیں...... وہ اصلاح قلب کے پیر مغاں اور میں اس کا رند بننے کی سعادت حاصل کرنے کو بھی تڑپتا ہوں...... وہ کردار کے فلک پر مہر درخشاں اور مجھے گفتار کا بھی قرینہ نہیں۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

یہ عرفان محبت ہے، یہ برہان محبت ہے
کہ سلطانِ جہاں ہو کر بھی بے نام ونشاں رہنا
یہ احسانِ محبت ہے، یہ فیضانِ محبت ہے
سراپا داستاں ہوتے ہوئے بے داستاں رہنا
قیامت ہے ترے عاشق کا مجبورِ بیاں رہنا
زباں رکھتے ہوئے بھی اللہ اللہ بے زباں رہنا

میرے لیے یہی بہت بڑا سرمایہ ہے کہ مجھے اپنی زندگی میں ان کے دیدار کا شرف حاصل ہے اور وفات کے بعد جنازہ میں شرکت نصیب۔

ماھنامہ ''الصیانہ'' لاھور

حضرت اقدس خواجہ جان محمد رحمہ اللہ کا انتقال

مولانا محمد زاہد

حضرت مولانا خان محمد صاحب متعدد پہلو رکھنے والی وقت کی انتہائی مغتنم ہستی تھے، وہ مستند عالم دین اور دارالعلوم دیوبند کے ان فضلا میں سے تھے جنہوں نے شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ جیسے محدثین اور اولیاء وقت سے استفادہ کرنے کی سعادت حاصل کی تھی۔ کچھ عرصہ قبل دارالعلوم دیوبند کے اس دور کے فضلا خال خال ملتے تھے جنہیں وہاں رہ کر امام العصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیری کے سامنے زانوئے تلمذتہہ کرنے کا شرف حاصل ہو لیکن حضرت مدنی رحمہ اللہ سے مستفیدین کی ایک قابل ذکر تعداد موجود تھی لیکن اب اس دوسری صف کے فضلاء دیوبند بھی ایک ایک کرکے دنیا سے رخصت ہو رہے ہیں، حضرت مولانا سرفراز خان کے بعد یہ سلسلے کا بڑا خلا ہے، اب نمایاں شخصیات میں اس طبقے سے تعلق والی پاکستان میں غالباً صرف شیخ المحدثین حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم ہی کی ذات گرامی رہ گئی ہے، اللہ تعالیٰ ان کے سایہ کو بصحت وعافیت اور بخیر وبرکت سلامت رکھے۔

حضرت مولانا خواجہ خان محمد کی حیات مبارکہ کا دوسرا اہم پہلوان کا خانقاہی نظام کا اہم حصہ ہونا ہے، اور وہ اپنے طریقہ نقشبندیہ کے اپنے وقت کے بہت بڑے شیخ طریقت اور کندیاں شریف کی خانقاہ سراجیہ کے سجادہ نشین تھے، ان کی یہ سجادہ نشینی محض رسمی نوعیت کی نہیں تھی بلکہ انہیں خانقاہوں کی سجادہ نشینی کی روایت کی آبرو قرار دیا جائے تو غالباً غلط نہیں ہوگا، آج جبکہ تصوف وسلوک جس میں برصغیر کی اسلامی روایت گندھی ہوئی تھی یا تو محض قصہ پارینہ بنتی جارہی ہے یا اسے محض چند خانقاہی رسوم تک محدود کردیا گیا ہے ایسے میں ہماری معلومات کے مطابق حضرت مولانا خواجہ خان محمد ان چند مستثنیات میں سے تھے جنہوں نے اس روایت کو تھاما اور برقرار رکھا ہوا تھا، ان کی کم گوئی ''خامشی معنی دارد کہ درگفتن نمی آید'' کا مصداق تھی مشکوۃ شریف کے کتاب الرقاق میں ایک حدیث ہے اس کی سند کی رو سے اسے حدیث کہنا صحیح نہ بھی ہو تو تجربے کی بات ضروری ہے کہ ''جب تم ایسے شخص کو دیکھو جسے دنیا سے بے رغبتی اور کم گوئی عطا کی گئی ہے تو اس کا قرب اختیار کرو، اس لئے کہ اس پر حکمت کا القا کیا جاتا ہے'' پاکستان میں یہ بات حضرت رائے پوریؒ کے سلسلے کے کئی بزرگوں میں دیکھی گئی ہے، حضرت خواجہ خان محمد صاحب بھی ایسی ہی شان رکھنے والے بزرگ تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کے فیض کو عام فرمایا تھا، پاکستان کا شاید ہی کوئی شہر یا قصبہ ایسا ہو جہاں کسی نہ کسی انداز میں ان کا

کوئی فیض یافتہ موجود نہ ہو پوری دنیا میں جہاں جہاں برصغیر کے مسلمان پہنچے ہیں وہاں بھی کسی نہ کسی درجے میں ان کا فیض ضرور منتقل ہوا ہے اتنی بڑی گدی سے وابستگی اور اتنے بڑے حلقے کے باوجود ان کے لباس اور وضع قطع سے لے کر ملاقات و گفتگو کے انداز تک کہیں بھی پیرانہ رسمیت یا تصنع کا شائبہ محسوس نہیں ہوتا تھا۔

حضرت کی زندگی کا تیسرا اہم عنوان دینی تحریکات کا ہے' خانقاہی نظام سے وابستگی' کم گوئی' یکسوئی اور کم آمیزی ان کیلئے تحریکات میں اپنا کردار ادا کرنے میں رکاوٹ نہیں بنی' وہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر تھے جس نے صرف قادیانیت ہی نہیں ختم نبوت کے خلاف اٹھنے والے ہر فتنے کا مقابلہ کیا' اتنی بڑی تحریکی تنظیم کی سربراہی کے باوجود انہوں نے اپنی زندگی اور انداز و مزاج میں تحریکی رنگ نہیں آنے دیا' دبنگ پن' جوشیلا پن' شعلہ بیانی وغیرہ صفات کی بجائے دھیما پن' تحمل اور کم گوئی وغیرہ اوصاف ان کی زندگی کے عنوان رہے اور اپنے اس صوفیانہ رنگ کے ساتھ ہی انہوں نے اس تحریکی تنظیم کی قیادت کی۔

بہر حال خواجہ صاحب رحمہ اللہ جیسی ہستیوں کا اٹھ جانا ملک وملت کیلئے بہت بڑے خلا کا باعث ہے۔ آج جب یہ سطور لکھ رہا ہوں جامعہ امدادیہ کے اساتذہ وطلبہ کی بڑی تعداد جنازے میں شرکت کیلئے گئی ہوئی ہے راقم کئی دن سے طبیعت کی ناسازی کی وجہ سے اس سعادت سے محروم رہا حق تعالیٰ حضرت کی برکات اور فیوض کو جاری وساری رکھیں ان کی حسنات کو اعلیٰ درجے میں قبول فرما کر ان کی کامل مغفرت فرمائیں' ان کے پس ماندگان اور صاحبزادگان کو صبر جمیل عطا فرمائیں۔ **اللھم لا تحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہ**

ماہنامہ ''**مدینۃ العلم**'' فیصل آباد

اور اک چراغ بجھ گیا!

(اداریہ) محمد طاہر سلیم

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے سرخیل عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ شیخ المشائخ خواجہ خواجگان حضرت مولانا خان محمد رحمہ اللہ بھی رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

حضرت مولانا مرحوم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کے شاگرد اور فاضل دارالعلوم دیوبند تھے مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے عالم اسلام میں جو خلا پیدا ہوا ہے وہ شاید کبھی پر نہ ہو۔ آپ اسلاف کی نشانی اور یادگار تھے' دینی ادارے اپنے ایک عظیم سرپرست سے محروم ہو گئے ہیں۔

حضرت مولانا مرحوم ومغفور کی نماز جنازہ میں لاکھوں افراد نے شرکت کی' نماز جنازہ رائیونڈ اجتماع کا منظر پیش کر رہی تھی' آبائی قبرستان میں سپرد خاک کر دیا گیا' مولانا مرحوم کی علمی ودینی خدمات کو فراموش

نہیں کیا جاسکتا' صدر وزیر اعظم' وکلاء علما' طلباء ہر طبقہ فکر کے افراد نے آپ کی وفات پر اظہار افسوس کیا ہے' حضرت خواجہ صاحب' ہمارے سرپرست اور ہمارے اکابر واسلاف کی ایک یادگار تھے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ رب کریم حضرت کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور ہمیں بھی انہی کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ماہنامہ ''**الخیر**'' ملتان

وہ جو بیچتے تھے دوائے دِل وہ دکان اپنی بڑھا گئے

مولانا محمد ازہر

کہیں مدت میں ساقی بھیجتا ہے ایسا مستانہ
بدل دیتا ہے جو بگڑا ہوا دستور مئے خانہ

قطبِ وقت، امام الاولیاء، مخدوم الصلحاء، زینت آراء مسندِ ارشاد، سرخیل سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ خواجۂ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد قدس سرہ امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان 20 جمادی الاولیٰ 1431ھ بروز بدھ مغرب اور عشاء کے درمیان سیال کلینک ملتان میں اس جہانِ آب وگل سے منہ توڑ کر معبود حقیقی سے جاملے، انا للہ وانا الیہ راجعون ان للّٰہ مااخذ ولہ مااعطیٰ وکل شئی عندہ باجل مسمّیٰ۔

اس عارضی قیام گاہ سے ہر متنفس نے عالمِ آخرت کی طرف رختِ سفر باندھنا اور اپنا دفتر عمل لے کر مالک حقیقی کی بارگاہ میں پیش ہونا ہے، جہاں دنیوی مفاخر ومناصب، عظمت وتمکنت اور عزت وثروت کی کوئی حیثیت نہیں وہاں عقیدۂ توحید ورسالت، بندگی وخاکساری اور اخلاص وتقویٰ ہی کام آئیں گے۔ کسی ایسی ہستی کے بارے میں قلم اٹھانا جو میراثِ نبوت سے سرفراز اور بے شمار خصائص کی حامل ہو اور جس سے اللہ رب العزت نے اپنے دین کا غیر معمولی کام لیا ہو، نہایت مشکل مرحلہ ہے۔

حضرت خواجہ قدس سرہ ایسی جامع الصفات شخصیت کے مالک تھے جو بہت کم دیکھنے میں آتی ہیں۔ انہوں نے نقشبندی بزرگوں کے مسلک ومزاج کے مطابق کم وبیش پون صدی خاموشی واخلاص کے ساتھ خلقِ خدا کو فیض یاب فرمایا۔ حضرت خواجہ خان محمدؒ قطب زمان حضرت مولانا محمد عبداللہ لدھیانویؒ (متوفی 1375ھ) کے فیض یافتہ، خلیفہ اجل اور جانشین تھے۔ مولانا لدھیانویؒ قیوم زمان حضرت مولانا خواجہ ابوسعید احمد خان نور اللہ مرقدہ (م 1360ھ) کے تربیت یافتہ تھے جبکہ مولانا احمد خانؒ شریعت وطریقت کے آفتابِ عالم تاب حضرت خواجۂ خواجگان خواجہ سراج الدین داماںؒ (م 1333ھ) کے خلیفہ

وجانشین تھے۔ یہ تمام بزرگ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں نہایت قوی النسبت اور رفیع المرتبت تھے۔ حضرت خواجہؒ کے شیخ ومرشد مولانا عبداللہ لدھیانویؒ آپؒ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ ''جو امانتیں اور خزانے میرے شیخ سیدی قیومِ زماں حضرت اعلیٰ مولانا خواجہ احمد خاں نوراللہ مرقدہ نے مجھے عنایت فرمائے تھے، وہ سارے کے سارے میں نے مولانا خان محمد صاحب کے سپرد کردیے ہیں، جبکہ آپؒ کے شیخ الشیخ حضرت خواجہ احمد خان نے اپنی زندگی میں بطور پیش گوئی فرمایا تھا کہ ''اس خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ کی گدی پر میرا ہم نام گدی نشین ہوگا، اس پر میرا فیض خاص ہوگا اور وہ امامِ وقت ہوگا، اسے دنیا دیکھے گی، چہار دانگ عالم میں اس کا شہرہ ہوگا، پھر ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ''یہ ریتلی زمین سرسبز وشاداب ہوگی، اس کے دور میں خانقاہ سراجیہ شریف بام عروج پر ہوگی اور اس کا شہرہ برصغیر ہی نہیں بلکہ ہفت اقلیم میں ہوگا۔ اس کے اور میرے نام میں ''الف'' اور ''میم'' کا فرق ہوگا''

حقیقت یہ ہے کہ یہ الہامی کلمات صد فیصد درست ثابت ہوئے اور حضرت خواجہ خان محمدؒ افق ولایت پر ایسے آفتاب کی طرح چمکے جس کی روشنی میں پورا عالم مستفید ہوا اور جس کی حرارت نے ہزاروں لاکھوں قلوب کو عشقِ حقیقی کی تپش سے گرما دیا۔

حضرت خواجہ صاحبؒ کی شہرت اگرچہ ایک سجادہ نشین اور پیر طریقت کے طور پر تھی لیکن آپ عمیق الرائے اور دقیق النظر عالم وفقیہ بھی تھے۔ آپؒ برصغیر کی سب سے معروف ومقبول دینی درسگاہ دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، حضرت مولانا سید فخر الدین احمد مراد آبادیؒ، حضرت مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ اور حضرت اعزاز علیؒ جیسے اساطین علم کے شاگرد تھے، ان حضرات سے آپ نے دورۂ حدیث شریف کے اسباق پڑھے جبکہ مشکوٰۃ شریف، تفسیر جلالین، ہدایہ، مقامات حریری اور دیگر اسباق ڈابھیل میں شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ، حضرت مولانا سید بدر عالمؒ، حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ اور حضرت مولانا محمد ادریس سکروڈھویؒ سے پڑھیں، فراغت کے بعد آپ نے کچھ عرصہ تدریس کی، جن طلبہ کو آپ سے پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی ان کا کہنا ہے کہ طلبہ پر آپ کی توجہ کرامت سے کم نہ تھی، جو الفاظ آپ کی زبان سے نکلتے وہ دماغ میں ایسے پیوست ہوجاتے تھے گویا کتاب سامنے ہے۔ بعدازاں خانقاہ کی مصروفیات کی وجہ سے آپ اسباب جاری نہ رکھ سکے۔

حضرت والا کو قیام پاکستان سے پہلے ڈابھیل میں محدث العصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ (م 1977ء) سے شرفِ تلمذّ حاصل رہا۔ قیام پاکستان کے بعد خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ کے سجادہ نشین کی حیثیت سے آپ کی باطنی وروحانی خدمات کا شہرہ تمام علمی ودینی حلقوں میں پھیل گیا، جیسا کہ عام طور پر

اساتذہ کو اپنے تمام شاگردوں کا پورا پورا تعارف نہیں ہوتا، حضرت مولانا محمد یوسف بنوری قدس سرہ بھی کندیاں شریف کے دور افتادہ علاقہ میں ایک صاحبِ اسرار شریعت وواقف رموز طریقت کی شہرت سن کر زیارت واستفادہ کی غرض سے تشریف لائے۔ اتفاق سے حضرت والا ان دنوں صوبہ سرحد کے سفر پر تھے۔ حضرت بنوریؒ طویل سفر طے کرکے آپ کی خدمت میں موضع درویش میں پہنچے اور کہا کہ ''آپ کی زیارت کے لیے آیا ہوں''۔

حضرت خواجہ صاحب نے کسی تکلف کے بغیر عرض کیا کہ ''حضرت میں تو آپ کا شاگرد ہوں، مجھے حکم فرمایا ہوتا، میں خود حاضر ہو جاتا آپ کو زحمت نہ اٹھانا پڑتی'' حضرت بنوریؒ نے فرمایا آپ میرے شاگرد کیسے ہیں؟ عرض کیا ڈابھیل میں آپ سے سبعہ معلّقہ وغیرہ کے اسباق پڑھے ہیں حضرت بنوریؒ اس صاف گوئی پر بہت خوش ہوئے۔ حضرت خواجہ صاحبؒ کا بیان ہے کہ ''جب مجلس برخاست ہوئی تو حجرے سے نکلتے وقت حضرت بنوری نور اللہ مرقدہ نے آگے بڑھ کر جلدی سے میرے جوتے اٹھا لیے بڑی کوشش کی اور عرض بھی کیا کہ حضرت! میں تو آپ کا شاگرد ہوں ایسا نہ کریں، فرمایا آپ اس کے مستحق ہیں، میں یہ سن کر بوجہ ادب خاموش ہو رہا''۔

یہ واقعہ حضرت بنوریؒ کی غایت درجہ تواضع و بے نفسی کے ساتھ ان کی جوہر شناسی اور حق شناسی کی بھی بیّن دلیل ہے۔ حضرت خواجہ صاحبؒ حضرت بنوریؒ سے استاذ کی حیثیت سے تاحیات انتہائی ادب واحترام سے پیش آتے رہے جبکہ حضرت بنوریؒ انہیں شاگرد کی بجائے شیخ طریقت کی حیثیت سے دیکھتے تھے۔ 1974ء کی تحریک ختم نبوت کے دوران حضرت بنوریؒ فیصل آباد حضرت مفتی زین العابدینؒ کے ہاں تشریف لائے۔ حضرت خواجہ صاحبؒ حضرت علامہ بنوریؒ کی زیارت کے لیے مفتی صاحب کی رہائش گاہ پر تشریف لے گئے۔ حضرت علامہ بنوری نے اٹھ کر آپ کا استقبال فرمایا۔ اس مجلس میں خواجہ صاحبؒ حضرت بنوری کے سامنے دوزانو ہو کر بیٹھے رہے۔ حضرت بنوریؒ نے فرمایا آپ ایسے نہ بیٹھیں لیکن حضرت خواجہ صاحبؒ اختتام مجلس تک اسی مودبانہ ہیئت پر رہے۔ مجلس برخاست ہوئی تو حضرت خواجہ صاحب نے حضرت علامہ بنوریؒ کے جوتے اٹھا کر ان کے سامنے رکھے۔ سچ ہے ولی را ولی می شناسد۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے نائب امیر کے لیے حضرت علامہ بنوریؒ ہی نے حضرت خواجہ صاحبؒ کا نام پیش فرمایا تھا بلکہ یہ شرط عائد کی تھی کہ میں امارت کا عہدہ صرف اسی صورت میں قبول کروں گا جب نائب امیر میرا نامزد کردہ ہو گا۔

تمام اہل علم حضرات جانتے ہیں کہ حضرت والا خطیب ومقرر یا واعظ نہ تھے جبکہ مجلس تحفظ ختم نبوت کے عہدیداران کا دن رات کا مشغلہ ہی خطابت وتقاریر ہیں لیکن حیرت انگیز امر یہ ہے کہ مجلس نے عالمی سطح پر فتنہ

قادیانیت کے تعاقب واستیصال کا جتنا کام حضرت والا کے دورِ نیابت اور پھر دورِ امارت میں کیا ہے، اس کی نظیر نہیں ملتی۔

آج حضرت والاؒ کی رحلت پر چار سو صف ماتم بچھی ہے، آسمان وزمین نوحہ کناں ہیں، انسانیت کا پرچم سرنگوں ہے، ذکر کی مجلسیں ویران ہیں، تصوف وسلوک کے حلقے اداس ہیں، جس ہستی کو دیکھ کر افسردہ دلوں میں بہار آجاتی تھی، وہ ہمیشہ کے لیے نظروں سے اوجھل ہوگئی ؎

اک آسرا تھا دید کا باقی، سو مٹ گیا ۔۔۔ سنتے ہیں بند روزنِ دیوار کر دیا

ایمان پرور یادیں

ماسٹر محمد عمر، خان گڑھ

خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف نقشبندی سلسلہ کا ایک عظیم روحانی مرکز ہے۔ ہر وقت سالکین کا پروانہ وار ہجوم رہتا ہے۔ حضرت اقدس رحمہ اللہ اپنی مبارک زندگی کے آخری ایام میں معذوری کی انتہاء کو پہنچ چکے تھے۔ حضرت اقدس رحمہ اللہ کی زیارت اور شرفِ ملاقات اور شرفِ صحبت سے جسمانی تھکاوٹیں دور ہو جاتی تھیں۔ بڑے حضرت خواجہ ابو سعد احمد خان رحمہ اللہ کے جانشین حضرت مولانا محمد عبد اللہ لدھیانوی رحمہ اللہ کے صحیح جانشین تھے۔ ملک کے دور دراز سے آنے والے سالکین زائرین کے لیے سراپا عجز وانکسار، زہد محبت، رواداری، حسن خلق اور روحانی توجہات کی وجہ سے طمانیت قلب اور فرحت روح کا ذریعہ تھے۔ حضرت اقدس کی پاکیزہ زندگی قرآن وسنت کا نمونہ تھی۔ وہ رضا بالقضاء کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ اپنوں اور بیگانوں کے لیے ان کا قلب مبارک کشادہ تھا۔ انہیں عالمی مجلس ختمِ نبوت کا تاحیات امیر ہونے کا شرف حاصل تھا۔

ختمِ نبوت کے لیے آپ نے دل سوزی سے کام کیا۔ آپ کی مجلس مبارک میں اکابرین اہلِ حق کے مقدس تذکرے ہوا کرتے تھے۔ وہ جمالی شان کے عظیم بزرگ تھے جس میں خلوص للہیت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہٗ کا تذکرہ مبارک کرتے ہوئے آبدیدہ ہو جاتے تھے۔ حضرت علامہ سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے مداح تھے۔ راہِ سلوک اور تصوف کے بارے میں وہ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی نور اللہ مرقدہٗ کی مقدس تعلیمات اور مکتوبات شریفہ کے گرویدہ تھے۔ مجلس مبارکہ میں ایک خاص روحانی کیف محسوس ہوتا تھا۔

ملکی حالات کے تناظر میں ملک کی سیاسی حالات پر عقابی نگاہ رکھتے تھے۔ ملک میں اکابر علماء کے قتل کا ذمہ دار قادیانیوں کو قرار دیتے تھے۔ قومی مسائل اور اس کی حقیقت کا فہم اور پورا ادراک رکھتے تے۔

آپ کی توجہات مبارکہ سے تحفظ ختم نبوت کے اہم امور آسانی سے حاصل ہو جاتے تھے۔مولانا عبدالرحیم اشعر رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ مجلس تحفظ ختم نبوت کے بیسیوں مقررین کی تقریروں سے وہ مسائل حل نہیں ہوتے تھے جو آپ کی ذات مبارکہ کی توجہ مبارک سے وہ حل ہو جاتے تھے۔آپ رحمہ اللہ کی وفات سے پورا عالم اسلام ایک دینی عالمی اور روحانی قائد سے محروم ہوگیا۔تقویٰ جو دین ودنیا کی ساری سعادتوں کی جڑ ہے اور وہ ایک مربی کی توجہات سے نصیب ہوتا ہے جو خداوند تعالیٰ کی رحمتوں اور کرم خاص سے نصیب ہوتا ہے۔ایسے رہبر اور متقی مقتدیٰ کا دنیا سے اٹھ جانا ایک المیہ سے کم نہیں ہے۔

سلطنت خداداد پاکستان خود خداوند تعالیٰ کی طرف سے امت مسلمہ کے لیے ایک نعمت عظیم ہے قادیانیت کی ریشہ دوانیاں ملک کو خطرات کی طرف لے جارہی ہیں۔حضرت اقدس رحمہ اللہ ختم نبوت کے اہم مسئلہ کے لیے ہر نووارد کو تاکیداً ارشاد فرماتے کہ اس محاذ پر ضرور اپنی مساعی بروئے کار لائیں۔آج مجلس ختم نبوت پاکستان یتیم نہیں ہوئی بلکہ ملتِ اسلامیہ کا ہر درد رکھنے والا بھی خود یتیم ہوگیا ہے، یہ وہ المیہ ہے جس کے زخم مدت تک مندمل نہیں ہو سکتے۔مسلک علماء دیوبند میں حضرت اقدس کی ذات مبارکہ غیر متنازع فیہ تھی۔ملک کی تمام اپنی مذہبی جماعتیں، اشاعتی ادارے مدارس عربیہ آپ کی سرپرستی پر فخر محسوس کرتے ہیں۔ آپ جمالی شان کے بزرگ تھے۔اندرون اور بیرون ملک قادیانیوں کی ریشہ دوانیاں اسلام اور مسلمانوں کے لیے خطرناک حد تک صورت اختیار کر گئیں تو حضرت اقدس کی دلسوز توجہات سے خس وخاشاک کی طرح بہہ گئیں۔عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عالم تھا آپ خانقاہ شریف کے جانشین بننے کے بعد ہر سال حج پر تشریف لے جاتے تھے۔۱۹۵۴ء سے لے کر ۲۰۰۸ء تک ۵۴ (چوّن) حج اور ایک سو سے زائد عمرے ادا کیے۔**ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء.**

ایک مرتبہ بندہ خانقاہ شریف حاضر ہوا تو فرمایا: ''کل ہم عمرہ پر جارہے تھے۔'' بندہ نے عرض کیا، حضرت! کوئی تعویذ عطا فرمائیں جس سے ہمیں بھی مدینہ منورہ کی زیارت نصیب ہو جائے۔معمول کے مطابق مسکرا دیے۔پھر فرمایا: ''مدینہ منورہ تعویذوں سے نصیب نہیں ہوتا، جس پر خدا کا کرم خاص ہو جاتا ہے اسے اپنے دَر پر بلا لیتے ہیں۔''

آپ رحمہ اللہ کی مقدس خانقاہ میں رمضان المبارک کے آخری جمعہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی وامی کے موئے مبارک کی زیارت کرائی جاتی ہے۔رمضان المبارک کے مقدس ایام میں خانقاہ شریف میں دو بجے تک نماز تراویح ادا کی جاتی ہیں۔ ہر چار رکعت کے بعد اتنی دیر مراقبہ میں چلے جاتے تھے۔ یہ راہِ

عزیمت تھی جسے آپ رحمہ اللہ نے وفات سے پہلے پچاس سال تک اپنایا۔ اعتکاف میں سینکڑوں آدمی دور دراز کا سفر کر کے خانقاہ شریف میں خداوند تعالیٰ کے حضور ہمہ تن یادِ خدا میں سارا رمضان گزارتے۔ رحمتِ خاص کا مسلسل نزول ہوتا، روحانی کیفیات کا عجیب عالم ہوتا۔ وہ اپنے آقا مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور سرخرو ہو کر عالمِ آخرت میں تشریف لے گئے۔ جب آپ رحمہ اللہ دنیا سے رخصت ہوئے تو تین لاکھ تک آدمیوں نے رحمتِ الٰہی کی بارش میں اشکبار آنکھوں سے جنازہ کی نماز ادا کر کے اپنے محبوب اور روحانی قائد اور عظیم مرشد الوداع کیا۔ آپ رحمہ اللہ حیات میں بھی مرجع عام وخاص تھے، وفات کے دن لاکھوں آدمیوں نے آہ وبکا کے ساتھ دنیا سے رخصت کیا۔

اے عظیم شیخ! خداوند تعالیٰ کی کروڑوں رحمتیں تیری تربت پر نازل ہوں۔ آمین! خداوند تعالیٰ ہمارے عظیم روحانی قائد اور مرشد کو جنت الفردوس کی اعلیٰ نعمتوں سے سرفراز فرمائے۔ آمین! بقول نوابزادہ نصر اللہ خان مرحوم ۔

فروغ شمع تو باقی رہے گا محشر تک
مگر محفل تو پروانوں سے خالی ہوتی جاتی ہے

حضرت اقدس رحمہ اللہ کی زندگی کا ہر لحہ اتباع سنت اور عشقِ رسالت کے رنگ میں ڈوبا ہوا تھا۔ حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ اُن نفوس قدسیہ سے تعلق رکھتے تھے جن کی زندگی کا ہر ہر لحہ دین اور ملک کی خدمت کے لیے وقف تھا وہ جب تک زندہ رہے اتباع سنت اور حضور خاتم المرسلین آقا مدنی کریم ﷺ کے تحفظ ختمِ نبوت کے لیے جب دنیا سے رخصت ہو گئے تو بڑا اخلاء چھوڑ گئے ۔

کچھ ایسے بھی اٹھ جائیں گے اس بزم سے جن کو
تم ڈھونڈنے نکلو گے مگر پا نہ سکو گے

ماھنامہ ''البلاغ'' کراچی

حضرت خواجہ خان محمد صاحب وفات پا گئے

مولانا عزیز الرحمٰن

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر، نامور عالم دین اور دقیقہ شناس طریقت، حضرت خواجہ خان محمد صاحب کی وفات سے ملک وبیرون ملک رنج کے بادل چھا گئے، بروز بدھ 20/ جمادی الاولیٰ 1231ھ

(5 مئی 2010) بعد نماز مغرب تقریباً آٹھ بجے حضرت خواجہ خان محمد صاحب کی روح عالم دنیا سے پرواز کر گئی اور عالم عرفان کے حلقوں میں سناٹا چھا گیا۔ اناللہ و اناالیہ راجعو ن۔

حضرت خواجہ صاحب نے 93/ سالہ عمر کے دوران علمی، انتظامی، دعوتی اور تربیتی مساعئ جمیلہ سے معمور، بامقصد زندگی کے شب وروز گذارے ہیں، ابتدائی ایام کے بعد حضرت خواجہ صاحب کی جدوجہد کا دائرہ سالکین طریقت کی تربیت، ملکی اور عالمی سطح پر قادیانی فتنے کا تعاقب اور عقیدہ ختم نبوت کا تحفظ واستحکام تھا۔

حضرت خواجہ صاحب' امام ربانی مجدد الف ثانی کے سلسلہ سلوک سے وابستہ تھے 1940ء میں میانوالی کے مضافات میں' خانقاہ سراجیہ کے نام سے سلسلہ سرہندیہ مجددیہ کے ایک بزرگ نے ایک تربیت گاہ قائم کی تھی جس کا فیض دور دور تک پھیل رہا تھا' حضرت خواجہ صاحب کے دور میں اس خانقاہ کے دینی اثرات ملک وبیرون ملک برق رفتاری سے پھیلنے لگے' علم ودانش اور سلوک وطریقت میں آپ کو جو امتیازی مقام حاصل تھا' اس کی وجہ سے تمام اہل علم آپ سے محبت کرتے تھے' آپ کی شخصیت مرجع خلائق تھی' آپ کی ذات میں اہل حق کی رہنمائی اور سرپرستی کا باہمت امیر' علم وعرفان کا سرچشمہ اور قیادت ورہبری کا روشن چراغ میسر تھا۔

ملک وبیرون ملک' دور دراز خطوں سے تشنگان علم وعرفان کے قافلے شب دروز وارد ہوتے تھے' اور خانقاہ سراجیہ کے چشمہ فیض سے سیراب ہو کر قلب ونظر کی آسودگی حاصل کرتے تھے' اسی لئے ہر موثر تحریک کی سرپرستی کیلئے نگاہ انتخاب آپ کو نامزد کرتی' ملک میں قائم ہر وہ دینی جماعت جس کی نسبت اکابر دیوبند سے تھی' آپ کو ہی اپنا بڑا سمجھتی تھی' حضرت خواجہ صاحب سب کی سرپرستی فرماتے' جبکہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے آپ باقاعدہ امیر تھے' اس منصب پر آپ کا تقرر 1977ء میں محدث عصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد ہوا تھا' قادیانی فتنے کا تعاقب آپ کی زندگی کا اہم ترین مقصد تھا اور شاید ہی کوئی ملک ایسا ہو جس کا آپ نے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کیلئے سفر نہ کیا ہو۔ حضرت خواجہ صاحب نے 55 دفعہ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی' جو حیرت انگیز بات ہے' پیرانہ سالی کے بعد بھی محنت ولگن اللہ تعالیٰ کی خصوصی عنایت معلوم ہوتی ہے' حضرت رسمی خطیب نہیں' آپ کو کسی جلسے میں تقریر کرتے ہوئے نہیں دیکھا گیا' لیکن پھر بھی لوگوں کے دلوں پر آپ کی حکمت وحکومت کی حکمرانی قائم تھی' آپ کے جنازے میں شرکاء

کی تعداد لاکھوں تک پہنچ گئی تھی۔

اس پرآشوب دور میں ایسے علمائے ربانیین کی جدائی‘ ملک وملت کیلئے بڑا خسارہ ہے مولائے کریم آپ کو اپنے قرب خاص میں درجات عالیہ سے سرفراز فرمائے اور ملک وملت کو ہر فتنے سے بچائے۔ اللھم لا تحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہ۔

حضرت خواجہ صاحب کے سانحہ وفات پر صرف خاندان اور متعلقین ہی نہیں‘ تمام اہل حق تعزیت کی مستحق ہیں۔

ماہنامہ ''**تذکرہ دارالعلوم**'' کبیروالہ

امیرِ تحریک ختمِ نبوت، سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ......کی رحلت

مولانا سراج الحق

مسئلہ ختم نبوت یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر قسم کی نبوت اور وحی کا اختتام اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری نبی ورسول ہونا اسلام کے اُن بدیہی مسائل وعقائد میں سے ہے، جن کو تمام عام وخاص، عالم وجاہل، شہری ودیہاتی اور صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ بہت سے غیر مسلم بھی جانتے ہیں۔

تقریباً چودہ سو برس سے کروڑہا مسلمان اسی عقیدہ پر رہے، لاکھوں علماء امت نے اس مسئلہ کو قرآن و حدیث کی تفسیر وتشریح کرتے ہوئے واضح فرمایا۔ کبھی یہ بحث پیدا نہیں ہوئی کہ نبوت کی کچھ اقسام ہیں اور ان میں سے کوئی خاص قسم اب بھی باقی ہے یا نبوت کی تشریعی، غیر تشریعی یا ظلی وبروزی یا مجازی اور لغوی وغیرہ اقسام ہیں، قرآن وحدیث میں اس کا کوئی اشارہ تک نہیں۔ پوری امت اور علماء امت نے نبوت کی یہ قسمیں نہ پڑھیں نہ سنیں بلکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین وتابعین کرام سے لے کر آج تک پوری امت محمدیہ اسی عقیدہ پر قائم رہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر طرح کی نبوت ورسالت ختم ہو چکی ہے اور آپ آخری نبی ہیں۔

یاد رہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے پیدا ہو کر منصبِ رسالت پر فائز ہو چکے ہیں، ان کا امتی کی حیثیت سے دوبارہ دنیا میں تشریف لانا ختم نبوت کے ہرگز منافی نہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے اس متفقہ مسئلے میں اختلاف کا دروازہ کھولا اور ان کی چھوٹی، بڑی بہت سی کتب میں یہ بحث ایسی منتشر اور متضاد ہے کہ خود ان کے ماننے والے بھی اس پر متفق نہ ہو سکے کہ وہ کیا کہتے ہیں اور ان کا دعوٰی کیا ہے؟ اس کا ثبوت یہ ہے کہ ایک صدی کے مختصر سے عرصے میں ان کے متبعین تین

فرقوں میں تقسیم ہو گئے۔ایک فرقہ ان کو صاحبِ شریعت اور تشریعی نبی ورسول مانتا ہے یہ ظہیرالدین اروپی کا فرقہ ہے۔ دوسرا فرقہ ان کو باصلاح خود غیر تشریعی نبی کہتا ہے، یہ قادیانی پارٹی ہے جو مرزا محمود کے پیروکار ہیں۔تیسرا فرقہ ان کو نبی یا رسول نہیں بلکہ مسیح موعود اور مہدی موعود قرار دیتا ہے، یہ مسٹر محمد علی لاہوری کے متبعین ہیں۔

اس مسئلے میں مرزائی دوراز کار تاویلات، بے ہودہ استدلالوں اور رقیق تحریفات کے ذریعہ اپنی مطلب براری کی ناجائز اور بے ہودہ کوشش کرتے ہیں۔اس لئے اہل علم واہل دین کو اس طرف متوجہ ہونا پڑا تاکہ ان کے شکوک وشبہات رفع کئے جائیں اور قرآن واحادیث صحیحہ اور سلف صالحین کی تصریحات کی روشنی میں اس مسئلہ کا مدلل ومضبوط پہلو سامنے لایا جائے۔

چنانچہ حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری ،حضرت مولانا مفتی محمود ،حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمہم اللہ تعالی اور دیگر اہل علم کی انتھک کوششوں اور قربانیوں سے پاکستان کی قومی اسمبلی میں ان کو نہ صرف غیر مسلم قرار دیا گیا، بلکہ ان کے اپنے آپ کو مسلمان کہنے پر بھی پابندی لگی اور ہم کہہ سکتے ہیں اس کیلئے بجا طور پر وہ قائدین علماء کرام اور نوجوانانِ تحریک ختم نبوت مبارک باد کے مستحق ہیں جنہوں نے برصغیر پاک وہند میں پورے عزم واستقلال، ہمت وقوت سے اس فتنہ کا مقابلہ کیا اور سرفروشی کی داستانیں رقم کیں اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کو اپنی زندگی کا مشن بنایا بالخصوص علامہ انور شاہ کشمیری نوراللہ مرقدہ نے اس فتنہ کی سرکوبی کے لیے تاریخی کردار ادا کیا اور پھر تحریک ختم نبوت کو باقاعدہ منظّم کرنے کے لیے امیر شریعت حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری قدس سرہ کو امیر مقرر کیا تو انہوں نے بھی پوری زندگی قادیانیوں کے قلع قمع میں صرف کردی۔عالمی تحریک تحفظ ختم نبوت کے بانی اور امیر آپ ہی تھے۔آپ کے بعد بالترتیب یہ حضرات امارت کے عہدہ پر براجمان ہوئے۔(۱)......حضرت مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی (۲)......حضرت مولانا محمد علی جالندھری (۳)......حضرت مولانا لال حسین اختر (۴)......حضرت مولانا محمد حیات (۵)......حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمہم اللہ تعالی (بانی جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی)اور پھر اس کے بعد ۱۹۷۷ء میں حضرت بنوریؒ کے انتقال کے بعد عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے چھٹے امیر حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب نوراللہ مرقدہ بنے تو آپ نے ساری زندگی عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ میں گزاردی اور دنیا بھر میں قادیانی فتنہ کے خلاف علم جہاد بلند کیا اور آپ نے اپنے قول وفعل سے درجنوں غیر مسلموں کو دائرہ اسلام میں داخل کیا اور بے شمار قادیانیوں کو مرزا غلام احمد کا اصل چہرہ دکھا کر محمد عربی ﷺ کا عاشق اور غلام بنادیا۔بلا مبالغہ دنیا کا کوئی کونہ ایسا نہ تھا جہاں آپ قادیانیوں کے تعاقب میں نہ گئے ہوں۔

تمام اہل علم حضرات اس بات کو بخوبی جانتے ہیں کہ حضرت والا مروج خطیب ومقرر یا واعظ نہ تھے، جبکہ مجلس تحفظ ختم نبوت کے عہدیداران کا صبح وشام کا مشغلہ خطابت اور تقاریر ہی ہے۔ لیکن حیرت کی بات یہ ہے کہ مجلس نے عالمی سطح پر فتنہ قادیانیت کے تعاقب اور استیصال کا جتنا کام حضرت والا کے دور میں کیا اس کی نظیر نہیں ملتی۔

لیکن ۵ مئی ۲۰۱۰ء بروز بدھ بعد نماز مغرب دنیا بھر میں جہاں جہاں سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے اُمتی موجود ہیں انہیں یہ خبر نہایت دکھ کے ساتھ سُنّی اور پڑھنی پڑی کہ انٹرنیشنل تحریک ختم نبوت کے امیر اور پاکستان کی نہایت ہی اہم ومتبرک روحانی ہستی، دار العلوم عیدگاہ کبیر والا اور مسلک دیوبند سے تعلق رکھنے والی تمام دینی ومذہبی جماعتوں اور سینکڑوں مدارس کے سرپرست اعلیٰ، خانقاہ سراجیہ کے سجادہ نشین، قطب الاقطاب، شیخ المشائخ، امام الاولیاء، مخدوم العلماء حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب نور اللہ مرقدہ ۹۰ سال کی عمر پاکر اللہ کو پیارے ہوگئے ہیں۔

حضرت والا گزشتہ کچھ عرصہ سے صاحبِ فراش تھے اور شدید علالت کے باعث ملتان سیال کلینک میں زیر علاج تھے۔ مگر یہ بات کسی معجزہ سے کم نہیں کہ اس بیماری ونقاہت اور پیرانہ سالی کے باوجود اپنے مشن پر کام کرتے رہے۔

عالِم کی موت کو عالَم کی موت قرار دیا جاتا ہے اور یہ مقولہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب نور اللہ مرقدہ کی ذات پر پوری طرح صادق آتا ہے۔ یوں کہا جائے تو بالکل بجا ہوگا کہ سرزمین پاکستان سے اسلاف کی ایک نشانی اٹھ گئی۔ ہر شخص کو بالآخر اپنے رب کے پاس جانا ہے، ہر نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے لیکن طوفان وحوادث میں گھری ہوئی دینی قوتوں اور ملت اسلامیہ پاکستان کے لیے خواجہ خان محمد صاحب نور اللہ مرقدہ کی رحلت ایک بہت بڑا نقصان ہے۔

آپ کے انتقال پُر ملال پر ملک پاکستان ہی نہیں بلکہ دنیا بھر کے دینی، علمی اور روحانی حلقوں میں رنج والم کے جذبات محسوس کیے گئے۔ حضرت کے سانحہ ارتحال کو دینی ومذہبی اور سیاسی رہنماؤں نے عالم اسلام کے لیے ناتلافی نقصان قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ امت مسلمہ ایک عظیم سرپرست سے محروم ہوگئی ہے۔

آپ کی شخصیت ایسی مرجع الخلائق بنی کہ نہ صرف پاکستان کے عوام وخواص بلکہ دنیا بھر سے علم وفضل اور تصوف وسلوک کے پیاسے آپ کے گرد جمع ہوکر اپنی علمی وروحانی پیاس بجھاتے۔ آپ کا حلقہ ادارت پاکستان، ہندوستان، بنگلہ دیش، افغانستان، انگلستان سمیت پوری دنیا میں پھیلا ہوا تھا۔ بڑے

بڑے اہل علم وفضل آپ سے ملاقات کو شرف سمجھتے تھے۔

دارالعلوم کبیر والا کے صدر و بانی حضرت مولانا عبد الخالق المعروف صدر صاحب نور اللہ مرقدہ (سابق مدرس وناظم دارالاقامہ دارالعلوم دیوبند انڈیا) اوران کے دونوں بھتیجے حضرت مولانا محمد منظور الحق اور مولانا ظہور الحق نور اللہ مرقدہما کا بھی روحانی تعلق ساری زندگی حضرت خواجہ صاحب کے سلسلہ سے ہی رہا، کہ حضرت صدر صاحب مولانا احمد خان صاحب جو خانقاہ سراجیہ کندیاں کے بانی ہیں ان کے ابتدائی مریدوں میں سے تھے۔ان کے انتقال کے بعد پھر حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ کندیاں سے تکمیل فرمائی اورآپ حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب کے اجل خلفاء میں سے رہے اور ہر سال رمضان المبارک میں دس پندرہ دن خانقاہ سراجیہ میں گزارنا آپ کا ہمیشہ معمول رہا۔

حضرت خواجہ خان محمد صاحب قدس سرہ کا بانی دارالعلوم کبیر والا حضرت صدر صاحب اور والد گرامی حضرت مولانا محمد منظور الحق نور اللہ مرقدہما کے ساتھ بڑا گہرا تعلق تھا۔اسی تعلق کی بنیاد پر دارالعلوم کبیر والا کی بنیاد سے تا حال حضرت خواجہ خان محمد صاحب نور اللہ مرقدہ دارالعلوم کی پوری طرح سرپرستی فرماتے تھے۔ چنانچہ حضرت صدر صاحبؒ کی خواہش کے مطابق آپؒ کی وفات پر حضرت خواجہ خان محمد صاحب نور اللہ مرقدہ دارالعلوم تشریف لائے اور حضرت صدر صاحب کی نماز جنازہ بنفس نفیس پڑھائی۔

باری تعالیٰ حضرت کی مساعی جمیلہ کو شرف قبولیت عطا فرما کر تمام لغزشات کو حسنات سے مبدل فرمائے اور حضرت کے لواحقین کو بالخصوص اور متعلقین ،متوسلین اور محبین کو بالعموم حضرت کے سانحہ ارتحال کو صبر وتحمل سے برداشت کرنے اوران کے فیض کو ہمیشہ جاری وساری رکھنے کی توفیق نصیب فرمائے۔**آمین بجاہ سید الانبیاء والمرسلین۔**

ماہنامہ ''لولاک'' ملتان

(ماہنامہ لولاک میں شائع شدہ دیگر مضامین ''میر کارواں کی رحلت!''[مولانا اللہ وسایا]......''حضرۃ قبلہ کا وصال اور بعد کی صورتحال''[مولانا اللہ وسایا]......''حیات وخدمات''[مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی]......وغیرہ ''باب نمبر 2''میں ملاحظہ فرمائیں)

رُشد وہدایت کا سورج غروب ہوگیا!

مولانا عبدالستار حیدری

باغ باقی ہے باغباں نہ رہا

اپنے پھولوں کا پاسباں نہ رہا
کارواں تو رواں رہے گا مگر
ہائے وہ میر کارواں نہ رہا

سیدی ومرشدی، مخدوم المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد 5 مئی 2010ء کو دارفانی سے رحلت فرما کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔انا للہ وانا الیہ راجعون ۔آپ مرنجان مرنج اور باغ و بہار شخصیت کے حامل تھے۔ ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے آدمی سے آپ بے پناہ محبت فرماتے تھے اور آج ہر آدمی آپ کے داغ مفارقت دینے کے بعد خود کو شفقتوں اور محبتوں کے آفتاب کی روشنی سے محروم تصور کرنے پر مجبور ہے۔آپ کی شفقت ومحبت میں سے مشت نمونہ ازخروارے ہدیہ قارئین پیش خدمت ہے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے شعبہ تبلیغ کی جانب سے احقر کی ڈیوٹی لیہ' بھکر' میانوالی اور ڈیرہ اسماعیل خان میں تفویض تھی۔میرے بخت جاگ اٹھے کہ حضرت امیر مرکزیہ خواجہ خان محمد صاحبؒ کا گھر میرے حلقہ میں تھا۔ ہر ماہ دو یا تین دفعہ حاضری کا شرف حاصل کرتا تھا۔جب بھی جاتا تو حلقے کے کارکنوں اور حضرت کے مریدین کی طرف سے سلام عرض کرنا اور دعاؤں کی درخواست کرنا میرے معمولات میں شامل تھا۔حضرت اقدس نوراللہ مرقدہ دعائیہ کلمات ارشاد فرماتے تو قلبی طمانیت میسر آتی تھی۔ایک دفعہ حاضر ہوا تو سلام کر کے مجلس میں بیٹھ گیا۔کارکنوں اور مریدین کی طرف سے سلام عرض کرنا بھول گیا تو حضرت اقدس نے احقر سے پوچھا کہ'' حیدری! کیا ملتان سے سیدھا خانقاہ آیا ہے؟'' احقر سمجھ نہ سکا کہ حضرت کیا پوچھنا چاہتے ہیں۔اسی اثناء میں حضرت نے پھر دریافت کیا کہ'' کیا ملتان سے آرہے ہو؟'' تو میں نے عرض کیا کہ حضرت رات غوثیہ مسجد کندیاں شریف میں درس تھا۔صبح حاضر ہوا ہوں۔حضرت اقدسؒ نے فرمایا کہ پہلے تو مجلس کے کارکنوں کی طرف سے سلام کہتا تھا۔اس دفعہ نہیں کہا تو میں سمجھا کہ آپ ملتان دفتر سے خانقاہ آگئے ۔حلقہ میں نہیں گئے۔اس دن کے بعد جب بھی احقر خانقاہ حاضر ہوتا تو حضرت اقدسؒ کو کارکنوں اور مریدین کا سلام عرض کرتا اور دعاؤں کی درخواست کرتا۔

ایک دفعہ ضلع لکی مروت کے ایک پروگرام میں مولانا مفتی شہاب الدین پوپلزئی تشریف لائے۔اختتام پروگرام پر مفتی صاحب نے پوچھا کہ'' بھائی عبدالستار! خانقاہ شریف جانا ہے؟'' میں نے عرض کیا کہ ضرور! جب خانقاہ شریف پہنچے تو حضرت اقدسؒ کی زیارت کے بعد مفتی صاحب نے اپنے ساتھ آنے والے پشاور کے علمائے کرام کا تعارف کرایا تو ان کے ساتھ میرا بھی تعارف کروانے لگے،تو حضرت اقدسؒ نے فرمایا کہ یہ تو ہمارے افسر ہیں۔حضرت جب گھر تشریف لے گئے تو مفتی صاحب نے تعجب سے

پوچھا کہ حضرت اقدس آپ کو جانتے ہیں؟۔میں نے عرض کیا کہ مہینے میں دو تین دفعہ ضرور حاضری کا شرف حاصل کرتا ہوں۔

اسی طرح 1430ھ کی رکنیت سازی کے موقع پر خانقاہ شریف حاضری ہوئی تو حضرت والا نے پوچھا کہ ''حیدری! کیا ابھی تک آپ نے رکنیت سازی شروع نہیں کی''۔تو احقر نے فوراً رکنیت سازی والی بک حضرت قبلہؒ کے سامنے پیش کردی۔حضرت والا نے اپنے مبارک ہاتھوں سے پہلا قرطاس رکنیت پر کیا۔رکنیت کی بک پر اپنے دستخط ثبت فرمائے، حضرت والا کے صاحبزادگان میں سے صاحبزادہ سعید احمد نے رکنیت فیس ادا کرنا چاہی تو حضرت نے منع فرمایا اور اپنی جیب سے پچاس روپے نکال کر مجھے عنایت فرمائے اور کہا کہ دس روپے تو رکنیت سازی کے ہیں۔باقی رقم آپ کیلئے ہدیہ ہے۔رکنیت سازی کی بک پر حضرت کے دستخط اور چالیس روپے یہ دونشانیاں ابھی تک میرے پاس محفوظ ہیں۔

ان واقعات کا تذکرہ کرنے سے ہر ذی شعور آدمی سمجھ سکتا ہے کہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد کارکنان ختم نبوۃ، مبلغین ختم نبوت اور عام آدمی سے کتنی شفقت اور محبت سے پیش آتے تھے اور تحفظ ختم نبوت کے کام پر آپ کی کس قدر روحانی توجہ ہوا کرتی تھی۔

ماہنامہ ''نقیبِ ختمِ نبوت'' ملتان

حضرت خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ

رانا عبداللطیف

برصغیر پاک وہند میں اسلام کی ترویج واشاعت اولیاء اللہ، بزرگان دین اور عوام کے دلوں میں روحانی طور پر فیض پہنچانے والے پارساء ہستیوں کی مرہون منت ہے۔متحدہ ہندوستان کی تاریخ سے پتا چلتا ہے کہ ایسی ہستیاں ملک کے کونے کونے میں موجود ہیں۔انہی میں سے چندروز پہلے انتقال فرما جانے والی ایک شخصیت حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔آپ اپنے وقت کے قطب الاقطاب تھے۔عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی امارت کے ساتھ ساتھ متعدد دینی تحریکوں کی سرپرستی فرمایا کرتے تھے۔جمعیت علماء اسلام کے سرپرست اعلیٰ تھے اور مجلس احرارِ اسلام کے سر پر شفقت وسرپرستی کا خصوصی ہاتھ رکھتے تھے اور عقیدۂ ختم نبوت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دفاع کو ایمان کا حصہ سمجھتے تھے۔ان کی شخصیت ایک غیر متنازع حیثیت کی حامل تھی۔پاکستان سمیت پوری دنیا میں ان کا حلقہ مدیرین ہے۔بالخصوص پاکستان، ہندوستان،

بنگلہ دیش، افغانستان، برطانیہ میں ان کا حلقہ ارادت پھیلا ہوا تھا۔

ہم نے متعدد بار حضرت مولانا خواجہ خان محمد کی زیارت کی ہے کہ چیچہ وطنی میں آپ کے خلیفہ مجاز حضرت حافظ عبدالرشید چیمہ جو کہ ۳ سال قبل مدینہ منورہ میں انتقال فرما گئے تھے۔ان کے ہاں حضرت مولانا خواجہ خان محمد عموماً سال میں ایک مرتبہ لازماً تشریف لاتے۔حکیم حافظ عبدالرشید چیمہ ایک نیک صالح انسان تھے۔وہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور جمعیت علماء اسلام سے تعلق کے باوجود ایک غیر متنازع اور ہر دل عزیز شخصیت اور فنافی الشیخ تھے۔آپ کے تین صاحبزادے ہیں۔سب سے بڑے جناب عبداللطیف خالد چیمہ مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے مرکزی سیکرٹری جنرل اور عقیدہ ختمِ نبوت کے تحفظ کے لیے پاکستان سمیت بیرون ممالک میں بھی بھرپور جدوجہد میں مصروف ہیں۔دوسرے جاوید اقبال چیمہ مقامی وعلاقائی سیاست میں سرگرم عمل ہیں۔آپ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے حافظ حبیب اللہ چیمہ اپنے والد گرامی کے جانشین ہیں۔اپنے والد محترم کی خانقاہ رشیدیہ (بستی سراجیہ) اوران کے طبی وروحانی علوم کے جانشین ہیں۔ جمعیت علماء اسلام سے وابستہ ہیں۔مذہبی طور پر مقامی وضلعی سطح پر مصروف عمل ہیں۔حضرت خواجہ خان محمد اپنے خلیفہ حافظ عبدالرشید کے ہاں شروع سے تشریف لاتے رہے ہیں۔ان کے یہاں حضرت خواجہ خان محمد کا قیام ۲،۳ دن تک ہوتا تھا۔ ضلع ساہیوال سمیت قریب کے اضلاع سے بھی آپ کے عقیدت مند چیچہ وطنی آتے۔حضرت خواجہ خان محمد کے ضلع ساہیوال میں ۳ خلفاء تھے۔جن میں حضرت حافظ احمد دین دادڑہ بالا (ہڑپہ)، حضرت حافظ قطب الدین بستی حافظ حبیب اللہ (ہڑپہ) اور حضرت حافظ عبدالرشید چیمہ خانقاہ رشیدیہ بستی سراجیہ ۴۲/۱۲۔ایل، چیچہ وطنی شامل ہیں۔یہی وجہ ہے کہ ضلع ساہیوال میں آج کے دور میں حضرت خواجہ خان محمد کا بہت بڑا حلقہ موجود ہے۔ہم نے دیکھا کہ حضرت خواجہ خان محمد بہت کم گفتگو فرماتے بلکہ خاموش رہ کر روحانی طور پر اپنے مریدین کو فیض منتقل فرماتے تھے۔چند سال پہلے حضرت خواجہ خان محمد نے ایک ٹریفک حادثے کی وجہ سے کمر پر تکلیف آنے پر سفر بند کر دیے تو پھر آپ کے باہمت وباکمال صاحبزادگان مولانا عزیز احمد اور مولانا رشید احمد مسلسل یہاں تشریف لاتے ہیں اور اپنے والد گرامی کے عقیدت مندوں کو ''مثل باپ'' بن کر روحانی تسکین پہنچا رہے ہیں۔چیچہ وطنی میں حضرت خواجہ خان محمد کی آمد پر خانقاہ رشیدیہ میں باغ وبہار کا سماں ہوتا تھا۔ عوام الناس کا جم غفیر اپنے شیخ سے روحانی فیض حاصل کرنے کیلیے جوق در جوق حاضری دیتے۔حضرت خواجہ خان محمد بھی حافظ عبدالرشید کے گھر کو اپنا گھر سمجھتے تھے۔حضرت خواجہ خان محمد کے حافظ عبدالرشید کے نام بعض خطوط کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خواجہ خان محمد کو حضرت حافظ عبدالرشید ان کی اولاد اوران کے خاندان سے کتنی محبت تھی کہ خوشی اور غم کے

موقع پر حضرت خواجہ خان محمد اپنے دلی جذبات کا کس طرح اظہار فرماتے تھے۔ ضلع ساہیوال میں سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کا ایک بہت بڑا حلقہ آپ سے متعلق ہے جنہوں نے حضرت خواجہ خان محمد سے فیض حاصل کیا اور یہ فیض تا قیامت جاری رہے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

اب حضرت خواجہ خان محمد اس دنیا میں نہیں رہے۔ ہم سب کا فرض ہے کہ ان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ان کے مشن کو آگے بڑھائیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کے جانشین مولانا خلیل احمد کو خانقاہ سراجیہ کی سجادہ نشینی کا حق ادا کرنے کی توفیق عطاء فرمائے آمین۔ خانقاہ سراجیہ کے اکابر نے قرآن وسنت کی روشنی میں سلوک، وتصوف کے ذریعے لوگوں کے باطن کو صاف کرنے اور عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے جو گرانقدر خدمات سرانجام دی ہیں اُنہیں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ اس خانقاہ نے دینی تحریکوں کے لیے خاموشی سے رجال کار تیار کئے جو پوری دنیا میں پھیل کہ اعلائے کلمۃ الحق کا فریضہ انجام دے رہے ہیں اور تحریک دارالعلوم دیوبند سے وابستہ سبھی جماعتوں اور اداروں میں خانقاہ سراجیہ کے تربیت یافتہ افراد صف اول میں نظر آتے ہیں۔ خانقاہ سراجیہ نے رخصت کی بجائے عزیمت کا راستہ اختیار کرنے والوں کی زیادہ حوصلہ افزائی کی۔ خود حضرت خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ نے پیرانہ سالی کے باوجود پوری دنیا میں تحریک ختم ِنبوت کی سرپرستی کا حق ادا فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ آج فتنۂ قادیانیت ہر مورچے پر منہ کی کھا رہا ہے۔ خانقاہ سراجیہ کا سب دینی قوتوں کے ساتھ سرپرستی کے رویے نے ایک ایسی مثال قائم کردی ہ جو مشاجرات کے زمانے میں ایک عمدہ اور قابل عمل مثال ہے۔ حضرت خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ نے جس انداز میں سب کے ساتھ شفقت کا معاملہ رکھا۔ یہ کام اتنا آسان نہیں لیکن حضرت مرحوم کے صبر واستقامت اور خاموشی سے جو اسلوب سامنے آیا یہ اپنی مثال آپ ہے۔

[مضمون نمبر 2]

نابغۂ عصر حضرت اقدس خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ

شیخ المشائخ، قطب الاقطاب، خواجہ خواجگان، حضرت مولانا خان محمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

زبان پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا۔ ان نادرہ روزگار ہستیوں میں سے تھے جو اپنی ذات میں ایک انجمن، ایک ادارہ اور ایک تحریک ہوتے ہیں۔ اس قسم کے عظیم اور عبقری انسان جہاں بیٹھ جائیں وہیں جنگل میں منگل کا سامان پیدا کردیتے ہیں اور اپنے سوز دروں سے ایک نئی دنیا بسا لیتے ہیں۔ کسے معلوم تھا کہ تلوکر ذات کے

ملک خواجہ عمر صاحب کے ہاں موضع ڈنگ میں ۱۹۲۰ء میں پیدا ہونے والا بچہ آگے چل کر شیخ المشائخ، سند العلماء اور مرشد حق کے عنوانات سے یاد کیا جائے گا۔ اور اس عظیم ہستی کی عقیدت و محبت بلا شک و شبہ کروڑوں انسانوں کے دلوں میں رچ جائے گی۔

حضرت مولانا ابوسعد احمد خاں رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت نے اس سونے کو پارس بنا دیا۔ حضرت اعلیٰ کی نگاہِ بصیرت و فراست نے یہ بھانپ لیا تھا کہ اس ہونہار نے مستقبل کا امام و قائد بننا ہے اور اسے دنیائے معرفت و طریقت کا شیخ اعظم بننا ہے۔ حضرت خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کو مالک حقیقی نے اپنی عطا و بخشش سے جو حصہ وافر عطا فرمایا اس میں دینے والے کی جود و بخشش کا کمال تو ہے ہی سہی لینے والے کی طلب کے ساتھ ساتھ حضرت ابوسعد احمد خان رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبداللہ لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت کا بھی دخل ہے۔

آپ ایک عظیم مرتبہ کے عالم دین اور مسند ولایت کے عظیم تاجدار تھے۔ جنھیں حب حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا وافر حصہ عطا ہوا تھا۔ حضرت خواجہ خان محمد صاحب آقائے کون و مکاں کے سچے غلام اور تاج و تخت ختم نبوت کے حقیقی پہریدار تھے۔ آپ کی عظیم خانقاہ قرن اولیٰ کی خانقاہوں کی مظہر تھی۔ آپ کی زندگی بلاشبہ اس شعر کا مصداق تھی۔

اسی کشمکش میں گزریں میری زندگی کی راتیں
کبھی سوز و سازِ رومی کبھی پیچ و تاب رازی

زندگی کا ایک ایک سال، سال کا ہر مہینہ اور مہینہ کا ہر دن اور دن کا ہر لمحہ ایسا گزرا کہ مقصد حیات بھی رقص ناز کرنے لگا۔ بلاشبہ دنیا میں ایسے لوگ بہت کم ہوتے ہیں جو مقصد زندگی کے لیے اپنی صحت و آرام اور اپنا ایک ایک لمحہ نثار کر دیتے ہیں۔

حضرت اقدس بے بہا خوبیوں کے مالک تھے۔ آپ مرد مجاہد، حق و صداقت کے پیکر، ختم نبوت کے علمبردار، علم و فکر کے معلم، محبوب خدا کے سچے عاشق تکلفات سے بے نیاز، قناعت تقویٰ و طہارت میں بے مثال تھے۔ سرتاپا زہد و عبادت، مجسمہ علم و عمل اور قاطع شرک و بدعت تھے۔ پیکر اتباع رسول امین تھے اور اخلاص و عمل کا امتزاج حسین تھے۔ نرم گفتار اور شیریں بیاں تھے۔ ہمارے قائد ہمارے پیر و مرشد کی شخصیت رہتی دنیا تک مشعل راہ بنی رہے گی۔ اور بھٹکے ہوئے راہی اس چراغ سے روشنی حاصل کرتے رہیں گے۔

بڑی مدت کے بعد ساقی بھیجتا ہے ایسا مستانہ
بدل دیتا ہے جو بگڑا ہوا دستور مے خانہ

آپ نے تقریباً نوے سال عمر عزیز گزاری۔ جذبہ عمل بیدار رہا۔ زخم کھا کر ابھرتے رہے۔ زندگی

خدمت دین سے عبارت رہی۔ غوغہ آرائی کی پروا کیے بغیر اپنا سفر جاری رکھا۔ ناموس رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی پاسداری میں زندانی بھی قبول کی۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں سیفٹی ایکٹ کے تحت گرفتار ہوئے اور نہایت جرات وحوصلہ سے عاشق محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ بشانہ جیل کاٹی۔ ۵/مئی ۲۰۱۰ء آٹھ بج کر پچیس منٹ پر خانقاہ سراجیہ مجددیہ کا سراج منیر اس دار فانی سے غروب ہوا۔ لاکھوں دلوں کی دھڑکن، کروڑوں مریدین کا پیر کامل، عالم اسلام کی متاع عزیز مخدوم زماں مخدوم العلما وصلحا حضرت اقدس خواجہ خواجگان خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ داعی اجل کو لبیک کہا۔ عالم اسلام میں کہرام ہے ہر دل رنجیدہ اور آنکھ پرنم ہے۔ اللہ والوں کے جنازے بھی قابل دید ہوتے ہیں۔

ملک بھر سے کاریں، کوچز، موٹر سائیکل، بسیں گویا ہر قسم کی گاڑیاں خانقاہ شریف کی طرف رواں دواں ہیں۔ جگہ جگہ پر مسجدوں میں درختوں کے نیچے ہوٹلوں کے تھڑوں پر راستوں پر لگے نلکوں کے قریب با جماعت نماز ہو رہی ہے۔ جی ہاں! یہ لوگ ہزاروں نہیں لاکھوں کی تعداد میں ہیں جو حضرت خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ کی نماز جنازہ کی شرکت کے لیے آرہے ہیں۔

حدیث شریف میں ہے کہ چالیس مومن جس کی نماز جنازہ ادا کریں وہ جنازہ بخشا جاتا ہے۔ بھلا اس جنازے کا کیا عالم ہوگا جس میں بے شمار افراد شریک ہوں ان میں علما، صلحا، طلبا، حاجی، حافظ، قاری، درویش، صوفی، فقیر ہوں گے عام مومنوں اور مسلمانوں کا تو کہنا کیا۔ مئی کا مہینہ، علاقہ تھل اور دوپہر اڑھائی بجے کا وقت اس میں سہانا موسم ٹھنڈی اور پرکشش ہوا خوبصورت پرندوں اور ابابیلوں کے چکر غرض عجیب نظارہ تھا۔ کہتے ہیں کہ بعض دفعہ نماز اور دعا کی وجہ سے جنازہ بخشا جاتا ہے لیکن بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ جنازہ اتنا بلند ہوتا ہے کہ اس کی روحانی عظمت سے شریک جنازہ بخشے جاتے ہیں۔ **اولئک هم المقربون فی جنت النعیم**

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشند خدائے بخشندہ

اسی طرح میرے پیارے حضرت جیؒ اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ اللہ رب العزت ان کی اولاد کو اور یتیم ہونے والے لاکھوں مریدین کو صبر وحوصلہ عطا فرمائے۔ آپ کی تعلیمات پر عمل کی توفیق عطا فرمائے اور آپ کے پایۂ نقش پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

تو میرے سامنے نہیں میرے رہبر حیات
لیکن تیری بتائی ہوئی رہگذر تو ہے

آخر میں اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ اس تابع سنت وشریعت شخص جو کہ شہر کو نہیں پورے ملک کو ویران کر گیا، اپنی رضا اور جنت الفردوس کے بلند درجات عطا فرمائے۔لواحقین و متعلقین کو صبر وحوصلہ سے یہ صدمہ جانکاہ برداشت کرنے کی ہمت اوران کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

ہر اک نفس کو چکھنا ہے موت کی لذت
بقا اگر ہے تو اک ذات کبریا کے لیے

ماہنامہ ''**انوار ربانیہ**'' لاہور

میکدہ سے اٹھ کے چل دیا ساقی

عثمان غنی ناظم ماہنامہ انوارِ ربّانیہ

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے سرخیل، عالمی مجلس تحفظِ ختم نبوت کے امیر مرکزیہ، خانقاہ عالیہ سراجیہ کے سجادہ نشین، شیخ المشائخ خواجہ خواجگان حضرت مولانا خان محمد قدس سرہ، ۲۰/جمادی الاولی ۱۴۳۱ھ بمطابق ۵/مئی ۲۰۱۰ء بروز بدھ بوقت شام سوا آٹھ بجے سیال کلینک ملتان میں رحلت فرما گئے۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔آپ کی نمازِ جنازہ آپکے صاحبزادہ خواجہ خلیل احمد مدظلہ العالی نے پڑھائی۔آپؒ کی نمازِ جنازہ میں لاکھوں عقید تمندوں، مریدین، متوسلین اور اہلِ حق کی تمام جماعتوں کے سربراہوں نے شرکت کی۔

آپ کی زندگی کا ایک اہم پہلو آپ کی خاموش مزاجی تھی جو کام بڑے بڑے خطباء اپنی مسحور کن تقاریر سے نہ کرسکے وہ کام آپ نے اپنی خاموشی سے کر دکھایا، آپ کی خاموشی نے ہی لاکھوں انسانوں کی زندگیوں میں انقلاب پیدا کر دیا اسی خاموش مزاجی کی وجہ سے آپ کے شیخ حضرت ثانی عبداللہ لدھیانوی خوش طبعی سے فرمایا کرتے تھے کہ ''یہ ہماری گونگی حُور ہے'' تواضع وانکساری بھی آپ کی طبیعت کا ایک جزوِ لاینفک تھا۔

آپ ایسے وقت میں اس دنیا سے تشریف لے گئے جب ہم من حیث القوم مختلف مسائل میں گھرے ہوئے ہیں۔دین سے دوری، قومی روایات سے بیگانگی اور مادیت پرستی یہ ایسی بیماریاں ہیں جو ہمیں اندرونی طور پر کھا رہی ہیں ان بیماریوں کا علاج صوفیاء کے یہاں ہی ہوتا ہے۔آج حضرت والا کی رحلت پر چارسُو صف ماتم بچھی ہوئی ہے، سلوک واحسان کی مجلسوں میں ویرانی چھائی ہوئی ہے، ذکر کی مجلسیں خالی ہیں۔**اَللّٰھُمَّ اَکْرِمْ نُزُلَہٗ وَوَسِّعْ مَدْخَلَہٗ وَاَبْدِلْہُ دَارًا خَیْراً مِنْ دَارِہٖ وَاَھْلًا خَیْراً مِنْ اَھْلِہٖ وَنَقِّہٖ مِنَ الْخَطَایَا کَمَا یُنَقَّی الثَّوْبُ الْاَبْیَضُ مِنَ الدَّنَسِ.**

ماهنامه ''مليه'' فيصل آباد

حضرت خواجہ خان محمد رحمہ اللہ کی رحلت

ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی:

موت ایک اٹل حقیقت ہے اس سے انکار یا فرار ممکن ہی نہیں۔ چاہے کتنی بڑی سے بڑی پاکباز ہستی ہو۔ موت ایک کڑوا سچ ہے جس کو اپنائے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ گذشتہ دنوں میری ایک عزیز ترین ہستی کا انتقال ہوا تو میری حالت غیر ہو رہی تھی کہ ایک تعزیت کرنے والے نے میری حالت دیکھ کر کہا کہ موت نہ صرف ایک کڑوا سچ ہے بلکہ ایک کڑوا گھونٹ ہے۔ اس کڑوے سچ کو ہر صورت سہنا پڑتا ہے، اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں۔ جس پر موت آتی ہے وہ تو اس کڑوے گھونٹ کو ہر صورت پی لیتا ہے چاہے کچھ بھی ہو، ہمارے سامنے تو ابھی ایک کڑوا سچ آیا ہے کڑوا گھونٹ نہیں، کم از کم ہمیں اس کڑوے سچ کو ہی قبول کر لینا چاہیے۔ یہ بات بڑے پتے کی کہی۔

اس لیے معتقدین و متوسلین جن میں، میں بھی شامل ہوں، کو یقین نہ بھی آئے تب بھی کڑوا سچ یہ ہے کہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب آف کندیاں شریف رحمہ اللہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

موت کو اگرچہ کڑوا گھونٹ کہا گیا ہے مگر میرا عقیدہ ہے جو اللہ کے نیک بندے ہیں ان کے لئے موت ایک ایسا میٹھا، رسیلا، نشیلا گھونٹ ہے جس کے پینے کے بعد محبوب سے ملاقات کا نشہ دو چند ہو جاتا ہے۔

مئی کی غالباً پانچ تاریخ تھی اور مغرب کی نماز کا وقت تھا میں اس وقت مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کی اگلی صفوں میں بیٹھا نماز کا انتظار کر رہا تھا کہ اچانک موبائل فون کی گھنٹی بج اُٹھی، فون کان سے لگایا تو میرے بیٹے مولوی حماد الرحمٰن کی آواز کان میں پڑی، سلام کے بعد اس نے پوچھا کہ آپ نے خبر سن لی، میں نے پوچھا کہ کونسی خبر، تو اس نے بتایا کہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب کندیاں شریف کا انتقال ہو گیا ہے۔ بلا اختیار میرے منہ سے انا للہ وانا الیہ راجعون نکل گیا۔

اسی سال ماہ فروری کی بات ہے کہ میرا اپنے ایک عزیز کلیم اللہ صاحب جو کہ برطانیہ سے آئے تھے اور ان کا اصلاحی تعلق بھی حضرت خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ تھا، ان کی فیملی کے ساتھ حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمہ اللہ کی زیارت کے لئے کندیاں شریف جانا ہوا۔ کیا خبر تھی کہ یہ زیارت آخری ہوگی۔ اور پھر انہیں دیکھنا

نصیب نہ ہوگا۔

حضرت خواجہ خان محمدؒ صاحب کی زیارت یاد نہیں کہ کتنی بار ہوئی۔البتہ اتنا ضرور علم ہے کہ ان کا ہمارے بزرگوں کے ساتھ گہرا تعلق تھا۔فیصل آباد میں جب تشریف لاتے تو ان سے تعارف کراتا تو بہت ہی محبت کے ساتھ پیش آتے اور فرماتے کہ تم مولانا انیس الرحمٰن کے بیٹے ہو ہمارا تم لوگوں کے ساتھ بڑا پرانا تعلق ہے۔

میرے بچپن کا زمانہ تھا جب حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ ہمارے ہاں تشریف لاتے تو اس وقت ہندوستان و پاکستان کے تمام مشہور علماء، صلحاء، بزرگان دین، گدّی نشین، بھی تشریف لاتے تھے۔انہی میں حضرت مولانا خان محمد بھی ہوتے تھے۔پتلا دُبلا جسم، لانبا قد، چہرے پر سیاہ داڑھی، سر کو جھکائے ہوئے چلنا، متین طبیعت، آہستہ آواز میں گفتگو کرنا، کسی دل لُبھانے والی بات پر صرف ہلکی سی مسکراہٹ، یہ ان کی امتیازی شان تھی۔ان کے ساتھ ان کے منتسبین کا حلقہ بھی ہوتا تھا۔

حضرت رائے پوریؒ کے انتقال کے بعد جہاں اور بزرگ دنیا سے اُٹھ گئے اور حضرات کا ہمارے ہاں آنا کم ہو گیا، تو حضرت مولانا خان محمد صاحبؒ کا بھی آنا نہ ہوا۔

میرے والد حضرت مولانا انیس الرحمٰن لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ (جو کہ حضرت رائے پوری قدس سرہ کے خلیفہ تھے) کا انتقال ۱۹۷۲ء میں ہوا، اس کے بعد میرا اصلاحی تعلق حضرت سید نفیس الحسینی رحمۃ اللہ علیہ سے ہو گیا۔

حضرت شاہ صاحب کے پاس جب کبھی جانا ہوتا تو اگر حضرت خواجہ صاحب لاہور تشریف لائے ہوتے تو حضرت شاہ صاحبؒ کے پاس ضرور تشریف لاتے اسی طرح حضرت سید نفیس الحسینیؒ بھی لاہور میں ان کے پاس تشریف لیجاتے۔آپس میں بزرگوں کا گہرا تعلق تھا۔

حضرت مولانا خواجہ خان محمد روحانی اعتبار سے سلسلہ نقشبندیہ کے روح رواں تھی۔ان کے پیش رو حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے جو کہ لدھیانہ کے رہنے والے تھے۔وہ حضرت مولانا محمد احمد خان کے جانشین تھے، جو کہ حضرت خواجہ سراج الدین دامانی کے جانشین تھے۔انہی کے نام پر مولانا محمد احمد خان رحمہ اللہ نے خانقاہ عالیہ سراجیہ کندیاں شریف کی بنیاد رکھی۔حضرت مولانا عبداللہ صاحب کے انتقال کے بعد ان کے جانشینی حضر مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ کو ملی۔

حضرت مولانا خان محمد صاحب کے منتسبین ہزاروں ہی نہیں لاکھوں کی تعداد میں پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔ان کی اصلاحی خدمات کے علاوہ سیاسی خدمات بھی ہیں، دیکھنے میں بظاہر وہ ایک فاقہ

مست درویش ہی لگتے تھے مگر ان میں سیاسی بصیرت بدرجہ اتم موجود تھی۔ سیاسی لحاظ سے وہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ فکر سے تعلق رکھنے کے ساتھ ساتھ ان سے متعلق لوگوں کی سر پرستی بھی فرماتے تھے۔ سیاسیات میں کئی موڑ آئے مگر ان کے موقف میں لچک پیدا نہیں ہوئی۔

حضرت مولانا عبداللہ صاحب میرے نانا حضرت مولانا محمد انوری کے بھی شاگرد تھے، انہوں نے اپنی کتاب ''انوار انوری'' میں اس کا ذکر کیا ہے۔

جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ لدھیانہ کے رہنے والے تھے۔ لدھیانہ میں مدرسہ انوریہ میں پڑھتے رہے جو کہ رئیس الاحرار حضرت مولانا حبیب لرحمٰن لدھیانویؒ کے زیر انتظام چلتا تھا۔

ماھنامہ ''الجمعیۃ'' راولپنڈی

ما پدر گم کردہ ایم............

حضرت اقدس خواجہ خان محمد رحمہ اللہ کا سانحہ ارتحال

زاہد شاہ ڈیروی

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر اور جمعیۃ علماء اسلام مرکزی سر پرست اعلیٰ خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب قدس اللہ سرہ 5 مئی بروز بدھ مغرب وعشاء کے درمیان ملتان میں انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت خواجہ صاحبؒ کے انتقال کی خبر پاکستان سمیت دنیا بھر میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ حضرتؒ کے عقیدت مند، مریدین اور جمعیۃ علماء اسلام کے کارکن اور راہنما جنازہ میں شرکت کیلئے دیگر مصروفیات ترک کرتے ہوئے خانقاہ سراجیہ کی طرف چل پڑے، حضرت خواجہ خان محمد ربع صدی سے جمعیۃ علماء اسلام کے سر پرست اعلیٰ تھے۔

حضرت خواجہ خان محمدؒ امام المحدثین حضرت شاہ ولی اللہ دھلویؒ اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن کی تعلیمات وتحریک کے جملہ اکابر کو قیام دارالعلوم دیوبند میں ملاحظہ فرما چکے تھے اور ان کے طرز تبلیغ واشاعت اسلام سے بخوبی واقف تھے، چنانچہ انہوں نے جمعیۃ علماء اسلام سے تعاون اور مکمل سر پرستی کا معاملہ زندگی بھر جاری وساری رکھا۔۔

ایک بات حضرت خواجہ صاحبؒ کے حوالے سے بہت عام ہے کہ حضرت تقریر نہیں فرماتے تھے مگر ایک موقع ایسا ہے جب حضرت نے مدرسہ دارالہدیٰ بھکر میں خطاب فرمایا۔ یہ جلسہ عام نہیں تھا بلکہ درس گاہ کے

اندر مخصوص لوگوں کا اجتماع تھا جس کا مقصد بھکر کی دینی شخصیات کے درمیان صلح کروانی تھی۔ یہ غالباً 88ء کا واقعہ ہے حضرتؒ کا یہ خطاب صلح کے موضوع پر قریباً پندرہ ،بیس منٹ جاری رہا بعد ازاں حضرتؒ نے دعا فرمائی۔

حضرتؒ خواجہ صاحب جمعیۃ علماء اسلام خصوصاً قائد جمعیۃ دامت برکاتہم سے تعلق بہت گہرا تھا۔بعض لوگ حضرت کے پاس تشریف لے جاتے اور جمعیۃ کے خلاف بولتے ،کبھی کبھار قائد جمعیۃ کی شکایت بھی کرتے اور آخر میں پوچھتے ''اس صورتحال میں آپ کا کیا حکم ہے؟'' حضرت فرمادیتے ''پھر بھی جمعیۃ علماء اسلام اور قائد جمعیۃ مولانا فضل الرحمٰن کا مکمل ساتھ دو۔'' حضرت خواجہ خان محمدؒ جمعیۃ علماء اسلام کے مرکزی اجتماعات کی صدارت فرمایا کرتے تھے، انتخابی میدان میں اترنے والے جمعیۃ علماء اسلام کے امیدواروں کی دل کھول کر مالی معاونت فرماتے تھے،ان کے انتخابی جلسوں میں شرکت فرماتے تھے، اپنے مریدین کو جمعیۃ کے ساتھ تعاون کی تعلیم دیتے تھے اور جمعیۃ کے امیدواروں کیلئے ووٹ مانگنے کیلئے بنفس نفیس نکلتے تھے۔ مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ کے انتقال کے بعد جن حضرات نے قائد جمعیۃ کے منصب پر مولانا فضل الرحمٰن کو بٹھانے میں اہم کردار ادا کیا حضرت خواجہ خان محمدؒ صاحب ان حضرات کی فہرست میں نمایاں ترین شخصیت تھے۔ دعا ہے کہ اللہ کریم حضرت اقدس کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے، آپؒ کی خدمات کو قبول فرما کر درجات عالیہ سے نوازدے، اور آپ کے لواحقین، مریدین اور عقیدتمندوں کو صبر جمیل عطاء فرمادے، آمین یا رب العالمین۔

سیاست وطریقت کا حسین امتزاج

ڈاکٹر عبدالحکیم اکبری،

خطیب گومل یونیورسٹی، ڈیرہ اسماعیل خان

راقم الحروف نے جب ۱۹۷۶ء میں دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے فراغت حاصل کی اور بھکر سے تدریس کا آغاز کیا۔ تو مہینہ میں ایک بار ضرور خانقاہ سراجیہ میں حاضری دیتا۔ اکثر و بیشتر بھکر کے دو تین ساتھی ضرور ساتھ ہوتے جو زیارت یا بیعت ہونے کے ارادہ سے حاضر ہوتے۔ حضرت رحمہ اللہ کی وجہ سے خانقاہ سراجیہ کا نہایت پاکیزہ ماحول ہوتا تھا جس سے روح کو تسکین ملتی تھی۔ ادب وآداب کا بڑا لحاظ رکھا جاتا ،چنانچہ وہاں کے درودیوار پر بھی یہ اثرات نمایاں نظر آتے۔ خانقاہ سراجیہ کے ماحول کی اپنی ایک عظمت ہے۔

خاموش ماحول اورخاص کرحضرت کی محفل میں بالکل خاموشی کی کیفیت ہوتی۔ اس خاموش فضامیں انوارات کاایک اپنااحساس ہوتاتھااوربقول شاعرحضرت کی محفل کی یہ کیفیت ہوتی تھی:

دل ونگاہ کے ہرامتحاں سے گذرے ہیں
خموش رہ کے بھی حسن بیاں سے گزرے ہیں

الغرض یوں توحسب معمول آپ کی مجلس میں خاموشی چھائی رہتی،لیکن اگرکوئی صاحب،حضرت سے ملاقات کیلئے حاضرہوتاتوحضرت صاحب ضروران کانام پوچھتے،خیریت دریافت فرماتے اوریہ کہ وہ کہاں سے تشریف لائے ہیں؟ جس شہریابستی کانام وہ بتاتے،اگروہاں حضرت کے متعلقین ہوتے توان کے بارے میں ضروردریافت فرماتے اوران سے یہ بھی دریافت فرماتے کہ وہ کس غرض کیلئے یہاں آیاہے؟ رخصت ہوتے ہوئے اگرکوئی صاحب دعاء کیلئے عرض کرتاتوحضرت ضروراس کیلئے اللہ کے حضوردعاکیلئے ہاتھ اٹھاتے۔حضرت کی دعامیں اگرایک طرف عاجزی اورانکساری ہوتی تودوسری طرف ایک وقاربھی ہوتاتھا۔چنانچہ وہ صاحب اس یقین سے رخصت ہوجاتاکہ اگرمشیت ایزدی نے چاہاتوضروریہ دعاءقبول ہوگی اورپھروہ خوداسکے اثرات محسوس کرتا۔اطمینان قلب بھی بڑی بات ہے جوحضرت صاحبؒ کی مجلس کی برکات ہی سے حاصل ہوتاتھا......اب وہ انوارات کہاں؟

راقم الحروف اس اعتبارسے اپنے آپ کوبہت خوش قسمت سمجھتاہے کہ حضرتؒ خواجہ صاحب کے جوتے سیدھے کرنے کاشرف حاصل رہاہے اورباربار دست بوسی کی سعادت سے سرفرازرہاہے۔حضرت خواجہ صاحبؒ جن متعلقین ومتوسلین سے ازراہ شفقت بےتکلفی فرماتے تھے،ان میں راقم الحروف بھی شامل ہے۔ ایک تویہ کہ حضرت صاحب ہرعالم دین اورخاص کرمدرسین کے بہت ہی قدرشناس تھےاوران کی عزت افزائی فرماتے تھے۔راقم الحروف کوجمعیۃ طلباءاسلام کے مرکزی صدرکی ذمہ داری سونپی گئی تواس نسبت سے اپنے تمام بزرگوں سے قربت کے بہت سے مواقع ملے۔حضرت مولانامفتی محمودصاحب کیساتھ اکثرسفروحضرمیں رہنے کاموقع ملا۔چنانچہ اس نسبت سے بھی اکثربزرگ بہت ہی شفقت فرماتے تھے۔کچھ اپنی طبیعت میں بےتکلفی اوربےساختگی بھی اکابرین کی توجہات وشفقات کے مبذول کرنے کی وجہ بنی۔ بیعت کاتعلق نہ ہونے کے باوجودختم خواجگان میں راقم الحروف یہ محسوس کرتاکہ حضرت کی تمام ترتوجہ کامرکزراقم الحروف کاقلب ہے یاشایداس مجلس ذکرمیں ہرشریک کی یہی کیفیت اوریہی احساس ہو۔عام مجلس میں اکثرراقم الحروف سے ملکی حالات،جمعیۃ علماءاسلام کے رہنماؤں خصوصاًحضرت مفتی صاحب کی مصروفیات اوران کے تازہ بیانات اورمجلس تحفظ ختم نبوت کی قادیانیت مخالف سرگرمیوں کے بارے میں ضروردریافت فرماتے۔حالات پربہت

مختصر،مگر جامع تبصرہ فرماتے۔

ذیل میں حضرت خواجہ خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق ان چند واقعات کا ذکرنا چاہتا ہوں، جو میرے سینے میں محفوظ ہیں۔جن کا اس سے قبل تحریری صورت میں لانے کا موقع نہیں ملا،اور الجمعیۃ کے صفحات کی تنگ دامنی کی وجہ سے صرف تین واقعات پر اکتفاء کرتا ہوں جن سے حضرت کا جمعیۃ علماء اسلام اور حضرت مفتی محمود سے گہرے تعلق کا پتہ چلتا ہے:۔

داستاں بن سکے تو لے لیجئے

یاد ہیں چند واقعات مجھے

☆......۱۹۷۲ء میں جب جمعیۃ نیپ معاہدہ کی ایک شق پر حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمہ اللہ اور جمعیۃ علماء اسلام کے دیگر اکابرین کے درمیان اختلاف کا واقعہ رونما ہوا اور دن بدن شدت اختیار کرتا گیا۔ بات اخباری بیانات اور تقریروں تک آ گئی، کئی مصالحتی کوششیں ہوئیں مگر بار آور ثابت نہ ہوئیں۔دوسری طرف اختلافات نے وہ صورت اختیار کرلی جو جمعیۃ کیلئے انتہائی نقصان دہ تھی۔اور اب یہ ایک متنازع فیہ شق کا اختلاف نہ رہا بلکہ حضرت ہزاروی اور ان کے ہمنواؤں نے برملا ذوالفقار علی بھٹو کی حکومت کی حمایت شروع کردی۔ قومی اسمبلی کے اندر اور باہر ہر پلیٹ فارم اور ہر اخباری بیان میں وہ حکومت کی حمایت میں پیش پیش رہے۔حتیٰ کہ صوبائی حکومتوں میں ان کے زیر اثر صوبائی اسمبلی کے ارکان نے کابینہ میں وزارتیں تک قبول کرلیں۔نتیجتاً حضرت ہزاروی نے جمعیۃ علماء اسلام سے علیحدگی اختیار کرکے علیحدہ گروپ کا اعلان کیا۔

دوسری طرف حضرت مفتی صاحب نے خود بھی اور اپنے عہدیداروں اور کارکنوں کو متنازعہ بیانات سے روک دیا تھا۔صرف ایک وضاحتی بیان...... وہ بھی روز روز کے الزامات کے جواب میں غالباً 31 اگست 1972ء کے ترجمان اسلام کے شمارہ میں شائع کرایا تھا۔باقی بالکل خاموشی اور یہی خاموشی مقابل فریق کو کھائے جارہی تھی۔

انہی مذکورہ بالا مصالحتی کوششوں میں ایک بھرپور کوشش حضرت خواجہ خان محمد صاحب نے بھی کی تھی۔زیادہ تفصیلات کا علم تو نہیں،مگر وہ جو راقم الحروف کی موجودگی میں جو کچھ ہوا وہ یہ ہے کہ حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ اور ان کے دو اہم ساتھی مولانا عبدالحکیم ہزاروی (راولپنڈی) اور مولانا شمس الدین درویش والے (ہزارہ) یہ تینوں حضرت کے مریدین اور اول الذکر اور موخر الذکر دونوں حضرت خواجہ کے خلفاء میں سے تھے، اسلئے حضرت خواجہ نے اس سلسلے میں کافی محنت کی اور اپنا پورا اثر ورسوخ استعمال فرمایا۔مقصد یہ تھا کہ جمعیۃ علماء اسلام جو کہ علماء دیوبند،علماء حق کی ایک سیاسی ونظریاتی قوت ہے وہ متحد ومتفق رہے اور غیروں کی تضحیک کا

نشانہ نہ بنے۔ راقم الحروف انہی دنوں میں مولانا فضل الرحمٰن کی معیت میں حضرت مفتی صاحب کے ایم این اے ہاسٹل کے کمرہ میں مقیم تھا کہ حضرت خواجہ خان محمد صاحب تشریف لائے اور علیحدگی میں حضرت مفتی محمود صاحب سے تفصیلی گفتگو فرمائی اور ان کے موقف کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ بعد میں راقم الحروف اور دیگر ساتھیوں کو معلوم ہوا کہ حضرت مفتی صاحب نے جماعت کی طرف سے حضرت خواجہ صاحب کو کلی اختیار دے دیا ہے کہ وہ مصالحت کیلئے جو بھی صورت قابل عمل ہو، اس کو اختیار کریں میں اور میری جماعت اس کو تسلیم کریں گے۔'' اس کے بعد حضرت خواجہ صاحب حضرت ہزاروی صاحب سے ملاقات کیلئے تشریف لے گئے، راقم الحروف بھی ساتھ تھا۔ مگر وہاں علیحدگی میں نہیں بلکہ تمام ساتھیوں کی موجودگی میں ملاقات ہوئی۔ حضرت خواجہ صاحب نے ان کے سامنے دو صورتیں رکھیں کہ یا تو جمعیۃ علماء اسلام کی مرکزی مجلس شوریٰ کو اختیار دیا جائے وہ جو فیصلہ دے، دونوں فریق اس کو تسلیم کریں اور یا دونوں آمنے سامنے اپنے دلائل دیں اور تیسرے فریق کو اختیار دیا جائے کہ وہ فریقین کا موقف اور دلائل سننے کے بعد جو فیصلہ دے وہ تسلیم کیا جائے۔ مگر حضرت ہزاروی صاحب نے دونوں صورتوں کے تسلیم کرنے سے معذرت کر لی۔ وہ چونکہ بہت آگے نکل چکے تھے اسلئے غالباً ان کی واپسی مشکل کر دی گئی تھی۔ اور یوں بد قسمتی سے نہیں بلکہ اپنوں کی بدبختی کی وجہ سے جماعت کو دولخت ہونا پڑا۔ ان کے اس رویہ سے حضرت کے قلب پر کیا گزرتی ہوگی، اس کا اندازہ ہر شخص کے بس کی بات نہیں مگر یہ جو کہا جاتا ہے کہ: تاریخ خود بھی بہت بڑی منصف ہے'' بجا...... مگر جو نقصان ہوتا ہے، اتنی تاخیر کے بعد اس کی تدارک کی کوئی صورت ہاتھ نہیں لگتی۔ اب کہاں گئی وہ جمعیت اور کہاں گئے اس کے وہ بہی خواہ؟ عبرت کا مقام ہے۔

☆......اس سلسلے کا دوسرا اہم واقعہ وہ ہے کہ جب حضرت مولانا مفتی محمود صاحبؒ کا انتقال ہوا تو ان کی جگہ ناظم عمومی کے انتخاب کیلئے حضرت الامیر مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ نے مدرسہ مخزن العلوم خانپور میں مرکزی مجلس عمومی کا اجلاس طلب کیا۔ جس کے ایجنڈا کی اہم شق ناظم عمومی کا انتخاب تھا۔ راقم الحروف مرکزی جنرل کونسل کے رکن کی حیثیت سے اپنے ساتھیوں کے ہمراہ خان پور پہنچا، جبکہ مولانا فضل الرحمٰن ان دنوں ڈسٹرکٹ جیل ڈیرہ اسماعیل خان میں قید تھے۔ جب ہم وہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ رات کو مرکزی مجلس شوریٰ کا اجلاس طلب کیا گیا تھا جس میں مرکزی مجلس عمومی کے ایجنڈے کے بارے میں اظہار خیال ہوا ہے اور جب ناظم عمومی کے بارے میں رائے لی گئی تو 30 میں سے 5 ممبران کے علاوہ باقی تمام ممبران نے مولانا فضل الرحمٰن کے بارے میں رائے دی ہے۔

اگلے روز مقررہ وقت پر مدرسہ مخزن العلوم کی جامع مسجد میں جب اجلاس کا آغاز ہوا تو وہاں معلوم ہوا کہ

حضرت الامیرؒ نے مرکزی مجلس شوریٰ کے اراکین پر خاموش رہنے کی پابندی عائد کی ہے۔ چنانچہ حضرت الامیر نے ایجنڈا کی اہم شق پر اپنی گفتگو کا آغاز کیا تو ساتھ ہی ساتھ انہوں نے بحیثیت امیر یہ اعلان فرمایا کہ حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب مرکزی ناظم عمومی ہوں گے۔ آپ کے اس اعلان اور یکطرفہ فیصلے کو ارکان کی بڑی واضح اکثریت نے مسترد کر دیا۔ تین دفعہ آپ نے وقفہ وقفہ سے یہ اعلان کیا اور ہر بار ارکان نے اس کو مسترد کیا۔ بلکہ ہر دفعہ ایک شور اٹھتا اور نا منظور نا منظور کے نعرہ بلند ہوتے۔ آخری دفعہ تو اتنا شور اٹھا کہ ان کو خاموش کرنا ایک مشکل صورت بن گئی۔ آخر کار جن (ارکان شوریٰ) پر پابندی لگائی گئی تھی ان کو درمیان میں آنا پڑا اور انہوں نے اراکین مجلس عمومی کو خاموش کرایا۔ مگر اس بار حضرت الامیر نے حالات کے جبر کے تحت یہ اعلان کر دیا کہ میں بحیثیت امیر یہ اعلان کرتا ہوں کہ جمعیۃ علماء اسلام کی تنظیم ختم، دستور ختم اور تمام عہدیداروں کے عہدے اور اراکین کی رکنیت ختم...... '' اور نامنظور نامنظور کے شور میں اجلاس کو برخاست کیا گیا۔ ان حالات میں ہر فرد پریشان اور ہر بزرگ سر پکڑے حیران تھا کہ یہ کیا ہو گیا ہے؟ ایک عجیب کیفیت کا عالم تھا۔ حضرت میاں سراج احمد دین پوریؒ نے راقم الحروف کو بلایا اور فرمایا کہ: عبدالحلیم کو تلاش کرو تا کہ وہ مجھے دین پور پہنچا دے (عبدالحلیم حضرت مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ کے ڈرائیور تھے، جو بعد میں کافی عرصہ تک مولانا فضل الرحمٰن صاحب کے ڈرائیور بھی رہے) راقم الحروف تو حضرت میاں سراج احمد صاحب کو دین پور پہنچانے کیلئے گیا اسکے بعد جب وہاں سے واپس لوٹا تو دیکھا کہ سارے اراکین مجلس عمومی مدرسہ کے صحن میں موجود ہیں۔ معلوم ہوا کہ حضرت خواجہ خان محمد صاحب تشریف لائے ہیں، وہ غالباً اجلاس میں شریک نہیں تھے۔ جب ساتھیوں نے ان کو حالات بتائے تو انہوں نے اعلان فرمایا کہ: ''کوئی ساتھی جائے نہیں، بزرگوں سے مشورہ کے بعد ضروری اعلان ہوگا۔''

سارے حضرات اللہ کی طرف متوجہ تھے اور جماعت کے مستقبل کے بارے میں پریشان بھی تھے اور دعا گو بھی، کہ اس دوران خواجہ خواجگان حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ ایک کمرہ سے نمودار ہوئے۔ نہایت سکون اور وقار کے ساتھ مدرسہ کے دارالحدیث کے سامنے بنے چبوترے پر کھڑے ہوئے، مختصر سے خطبۂ مسنونہ کے بعد آپ نے ساتھیوں کی ڈھارس بندھائی اور یہ اعلان فرمایا کہ جمعیۃ علماء اسلام کے امیر نے چونکہ جماعت کی تنظیم، دستور اور عہدیداروں کو سبکدوش کر دیا ہے، لہٰذا میں بحیثیت نائب امیر اول قائم مقام امیر کے فرائض سنبھالتے ہوئے یہ اعلان کرتا ہوں کہ جماعت بھی بحال ہے دستور بھی اور تمام اراکین بھی بحال ہیں اور عنقریب خانقاہ سراجیہ کندیاں ضلع میانوالی میں مرکزی مجلس عمومی کا اجلاس طلب کیا جائے گا، اب آپ سب جائیں جماعت کیلئے کام کریں اور مرکزی مجلس عمومی کے اجلاس کی تاریخوں کا جونہی اعلان ہو، سب اس میں

شریک ہوں''......راقم الحروف اس موقع پر حضرت خواجہ صاحبؒ کے بروقت فیصلے کی تحسین کیلئے وہ الفاظ نہیں پاتا جس کے ذریعے اپنے جذبات کا اظہار کردے کہ حضرتؒ نے اپنی تدبر اور اصابت رائے سے عین وقت پر کتنا اہم قدم اٹھایا اور اکابر کی جماعت کو انتشار وافتراق سے بچایا۔

ہماری جماعت کی تعلیم وتربیت یہ بھی ہے کہ وہ ایسی کوئی بات کہنا اور سننا گوارا نہیں کرتے جس میں بزرگوں کی توہین کا تھوڑا سا پہلو نکلتا ہو یا اس کا شائبہ تک اس میں موجود ہو۔ یہی راقم الحروف کی بھی کوشش رہی ہے کہ ایسی بات تحریر میں نہ لائی جائے جس سے کسی کے جذبات واحساسات کو ٹھیس پہنچے، چنانچہ راقم الحروف اپنی زیر نظر تحریر کے حوالے سے ایسی کسی بھی لغزش پر صدق دل سے معذرت خواہ ہے۔

☆......تیسرا واقعہ جہاں حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ کے جمعیۃ علماء اسلام اور مفتی صاحبؒ سے گہرے تعلق کا آئینہ دار ہے وہاں وہ حضرت خواجہ صاحبؒ کی کرامت بھی ہے۔

1983ء میں راقم الحروف دارالعلوم نعمانیہ ڈیرہ اسماعیل خان میں مدرس تھا۔ جمعیۃ علماء اسلام ڈیرہ اسماعیل خان سٹی کی تنظیم میں ناظم عمومی اور ضلعی تنظیم کا ناظم نشریات اور مجلس تحفظ ختم نبوت ضلع ڈیرہ اسماعیل خان کا ناظم نشرواشاعت تھا۔ 1983ء کے شروع میں جمعیۃ علماء اسلام کی ضلعی تنظیم نے فیصلہ کیا کہ یکم مارچ 1983ء کو حق نواز پارک ڈیرہ اسماعیل خان میں مفتی محمود کانفرنس منعقد کی جائے گی۔ اس سلسلے میں ایک اہم اجلاس میں انتظامی کمیٹیوں کی تشکیل ہوئی۔ ضلعی حکومت سے اجازت کیلئے درخواست دی گئی جس کو حکومت نے مسترد کردیا۔ جنرل ضیاء الحق صدر پاکستان اور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر، جنرل فضل حق صوبہ سرحد کے گورنر تھے۔ حکومت کی طرف سے اجازت نہ ملنے پر راقم الحروف اور جناب امیر نواز خان ایڈووکیٹ نے کوہاٹ میں ڈپٹی مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر سے ملاقات بھی کی اور ان کو درخواست دی مگر اجازت نہ ملی۔ کانفرنس کی تاریخ جوں جوں قریب آتی گئی حکومت کی طرف سے سختی بڑھتی گئی، یہاں تک معلوم ہوا کہ حکومت گرفتاریوں کا ارادہ رکھتی ہے۔ اس پر جماعت کی ایک اہم میٹنگ ٹانک میں منعقد ہوئی اور وہاں گرفتاریوں کی صورت میں متبادل قیادت اور متبادل انتظامی کمیٹیوں کے فیصلے ہوئے۔ انہی دنوں جنرل فضل حق گورنر صوبہ سرحد نے ڈیرہ اسماعیل خان کا دورہ کیا، اس دورہ میں انہوں نے ڈیرہ اسماعیل خان میونسپل کمیٹی کے نومنتخب ممبران سے خطاب کیا۔ جس میں بعض ممبران نے ان کے شاہانہ مزاج کیخلاف عوامی مطالبات پیش کئے جو ان کے نازک مزاج پر ناگوار گزرے اور اس نے کمیٹی اور اسکے تمام نومنتخب ممبرز کو معطل کرنے کا مارشل لائی حکم جاری کیا اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہ تمام ممبروں کو گرفتار کرکے جیل بھیج دیا جائے۔ ان کی گرفتاریاں شروع ہوئیں تو ساتھ ساتھ جمعیۃ علماء اسلام کے تمام عہدیداروں اور فعال کارکنوں کی گرفتاری بھی شروع ہوئی۔ ضلعی

عہدیداروں میں صرف ضلعی ناظم عمومی مولانا قاضی خادم محمد صاحب آف درابن کلاں اور راقم الحروف بچ گئے۔ راقم الحروف کے بھی وارنٹ تھے مگر گرفتاری سے بچتا رہا۔ مولانا فضل الرحمٰن ڈیرہ اسماعیل خان کے جیل میں قید تھے، ان کے مشورہ سے راقم نے حضرت مولانا محمد خان صاحب شیرانی اور جناب امیر نواز خان ایڈووکیٹ کو ڈیرہ اسماعیل خان طلب کیا۔ وہ تشریف لے آئے اور ان کو ایک نامعلوم جگہ پر ایک مکان میں رکھا۔ جہاں میں صبح شام ان سے ملتا اور ضروری امور میں مشورہ لیتا اور جماعت کے کارکنوں کو اس کی روشنی میں ہدایات جاری کرتا۔

کانفرنس کی مقررہ تاریخ یکم مارچ کے قریب آنے کے ساتھ ساتھ حکومت کی طرف سے رکاوٹیں بھی بڑھتی گئیں۔ اخبار میں جب بھی راقم الحروف کی طرف سے یہ بیان جاری ہوتا کہ جمعیۃ علماء اسلام کا فیصلہ ہے کہ کانفرنس ضرور مقررہ تاریخ پر مقررہ مقام پر ہوگی تو وہ اور زیادہ سیخ پا ہو جاتے۔ ادھر جیل میں ایک رونق لگی رہتی اور روزانہ ایک دو تین ساتھی گرفتار کئے جاتے، ان کا استقبال ہوتا اور زندہ باد، مردہ باد کے نعرے لگتے۔ حتیٰ کہ بعض ساتھی جیل میں موجود اونچے اونچے درختوں پر چڑھ کر یہ نعرہ لگاتے تو قرب وجوار کے لوگ ان کے نعروں سے لطف اندوز ہوتے۔ ہم نے باہمی مشورہ سے یہ طے کر دیا تھا کہ اگر حکومت نے پارک میں جلسہ کی ممانعت کر دی یا کوئی رکاوٹ ڈالی تو متبادل جگہ جامع مسجد کلاں ہوگی اور اگر وہاں بھی جلسہ نہ کرنے دیا گیا تو تمام کارکنوں کو یہ ہدایت کی جائے کہ وہ دار العلوم نعمانیہ پہنچنے کی کوشش کریں۔ ادھر حکومت نے ہمارے احباب تمام ٹیلیفون لائنز کاٹ دیئے۔ 27,26 فروری کو شہر کی طرف آنے والی ٹریفک کی تلاشیاں شروع کر دیں۔ انتظامیہ والے گاڑیوں اور بسوں میں سوار ہر باریش شخص کو اتارتے اور واپس بھیجتے رہے۔ جبکہ 28 فروری کو ہر قسم کی ٹریفک جام کر دی گئی اور اگلے دن یکم مارچ کو تو ڈیرہ اسماعیل خان شہر میں ہر طرف ہو کا عالم تھا، پرندہ تک پر نہیں مار سکتا تھا، تمام بازار اور سڑکیں سنسان تھیں، لوگوں کی نقل وحرکت کو بند کر دیا گیا تھا، کرفیو کا عالم تھا۔ حق نواز پارک میں پانی چھوڑ دیا گیا، ادھر پولیس کا بھی سخت پہرہ تھا۔ جامع مسجد کلاں کو جانے والے تمام راستے بھی بند کر دیئے گئے تھے۔

راقم الحروف مع چند دیگر کارکنان کے دار العلوم نعمانیہ پہنچ گیا تھا، حضرت مولانا محمد خان شیرانی مدظلہ اور امیر نواز خان ایڈووکیٹ صاحب دار العلوم نعمانیہ کے قریب ایک مکان میں تشریف فرما تھے، اکا دُکا کارکن کسی طریقے سے پولیس سے چھپتا چھپاتا وہاں پہنچنے کی کوشش کرتے۔ اس میں کوئی چالیس پچاس کے قریب کارکن جمع ہوئے، کانفرنس کی مکمل کاروائی مع قراردادوں کے راقم الحروف نے لکھ کر ایک اہم ذمہ دار کارکن کو علی الصبح بھکر روانہ کر دیا تھا۔ جہاں فون کے ذریعہ سے راولپنڈی میں مقیم بی بی سی کے نمائندہ سے رابطہ ہوتا تھا اور وہ

رات کے پروگرام میں روزانہ کے حالات پر تبصرہ نشر کرتا تھا۔ادھر کارکن بڑے پریشان تھے کہ کانفرنس ہوگی بھی یا نہیں کہ اسی دوران اطلاع آئی کہ بازار سے کوئی پندرہ سولہ گاڑیوں پر مشتمل ایک جلوس دارالعلوم نعمانیہ کی طرف آرہا ہے۔ہم سب بہت حیران ہوئے کہ یہ کیسے تمام ناکہ بندیوں کو توڑتا ہوا آرہا ہے۔ہم سب دارالعلوم نعمانیہ سے باہر نکلے تو اس وقت تک جلوس بھی پہنچ چکا تھا۔جب دیکھا تو یہ تو حضرت خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ جلوس کی قیادت کرتے ہوئے تشریف لارہے ہیں،ساری گاڑیاں بھری ہوئی ہیں۔امیر جے یو آئی پنجاب حضرت مولانا امیر حسین شاہ صاحب گیلانیؒ،حضرت مولانا عبداللہ صاحب بھکر والے اور دیگر حضرات کے علاوہ لاہور اور میانوالی کے پرنٹ میڈیا کا پورا گروپ بھی ساتھ تھا۔نہ تو پولیس نے کہیں روکا اور نہ ہی کسی کی جرأت ہوئی......اور ہم نے یہ سمجھا کہ یہ سب حضرت خواجہؒ صاحب کی کرامت ہے اور یہ ان کے حضرت مفتی صاحبؒ سے محبت وتعلق کا بین ثبوت تھا۔

حضرت خواجہ صاحبؒ نے آتے ہی کانفرنس کی کاروائی شروع کرنے کی ہدایت فرمائی۔تلاوت کلام پاک کے بعد مولانا سید امیر حسین شاہ گیلانیؒ،مولانا محمد عبداللہ صاحب،مولانا محمد خان شیرانی مدظلہ اور امیر نواز ایڈووکیٹ نے تقاریر فرمائیں۔راقم الحروف سٹیج سیکرٹری تھا،قراردادیں بھی راقم الحروف نے پیش کیں اور حضرت خواجہؒ صاحب کی دعاء سے کانفرنس کی کاروائی اختتام پذیر ہوئی۔اور پھر جلوس کی شکل آپؒ خانقاہ سراجیہ کندیاں تشریف لے گئے۔کانفرنس کے فوراً بعد راقم الحروف،حاجی امیر نواز خان ایڈووکیٹ کے علاوہ صوبائی صدر جمعیۃ طلباء اسلام شفیق الرحمٰن اور جمعیۃ طلباء اسلام ڈیرہ کے فعال کارکن خیر محمد کو گرفتار کر کے جیل بھیج دیا گیا۔

قارئین!حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب قدس سرہ علم وعمل،زہد وتقویٰ اور ایثار وقربانی کے مجسم پیکر،اخلاق وانسانیت کے بلند وبالا مظہر اور سلف صالحین کی ایک زندہ یادگار تھے۔ان کی ذات ستودہ صفات نہ صرف پاکستان،ہندوستان،بنگلہ دیش،عرب ممالک بلکہ پورے عالم اسلام کیلئے ایک نہایت بے بدل سعادتوں اور انوارات وبرکات کا سرچشمہ تھی۔شرور وفتن سے معمور اس دنیا میں آپؒ انسانیت کیلئے ان کی اصلاح وارشاد اور رشد وہدایت کے مینار تھے،ان کی پوری زندگی انسانیت کے فوز وفلاح اور اصلاح ورہنمائی کیلئے وقف تھی۔اللہ تعالیٰ نے آپؒ کو علم وعمل،اعلیٰ کردار واخلاق،عزم واستقلال اور مردم شناسی وقدر شناسی کے وہ تابناک جواہر عطا فرمائے تھے جو صدیوں بعد کبھی قدرت کی طرف سے کسی انسان کو عطا ہوتے ہیں۔حضرت خواجہؒ صاحب کی پاکیزہ زندگی تحفظ عقیدۂ ختم نبوت اور نصف صدی سے زائد عرصہ تک اصلاح وارشاد اور مخلوق خدا کی رہنمائی،تزکیہ نفوس کے رفیع مسند پر متمکن رہ کر لاکھوں تشنگان دین کو فیوض وبرکات سے نوازنے کیلئے وقف تھی۔اللہ

تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کی قبر پر رحمت کی بارش کا نزول ہو۔ان کی خانقاہ ذکر اللہ اور ذاکرین سے آباد ہو۔

ماھنامہ ''نصرۃ العلوم'' گوجرانوالہ

حضرۃ لاہوری رحمہ اللہ کے جنازہ کی یاد تازہ ہوگئی

مولانا مہر محمد میانوالوی

''کائنات کی ہر چیز کو فناء وزوال ہے۔دوام وبقاء اس رب کو ہے جو بڑی بزرگی اور عزت والا ہے۔''

فرمان الٰہی سچا ہے، پاکستان کی انتہائی محترم شخصیت، شیخ المشائخ، طرقہائے تصوف میں نقشبندیہ مجددیہ کی روحِ رواں، حضرت مولانا دوست محمد قندھاری ثم موسیٰ زئی شریف کے وارث، مولانا محمد عثمان دامانی کے جانشین، مولانا سراج الدین آف سون سکیسر کے خلیفہ احمد خان [بانی: خانقاہ سراجیہ کندیاں] کے جانشین وخلیفہ، فاضل دیوبند ۱۹۴۱ء اور حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے شاگرد، عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوت پاکستان کے امیر حضرۃ مولانا خواجہ خان محمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ ۵ مئی ۲۰۱۰ء رات آٹھ بجے سیال کلینک ملتان میں اپنے محبوب، اللہ وحدہ لاشریک لہ سے جاملے۔

ہم سب اللہ کے ہیں اور اللہ ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

خواجہ خان محمد رحمہ اللہ مسلمانوں کی وہ مقبول شخصیت تھے کہ پیرانہ سالی کے باوجود ختمِ نبوت کی خدمت اور فتنہ قادیانیت کی گوشمالی کے لیے ہر سال لندن، افریقہ، امریکہ اور مغربی ممالک میں پہنچتے، اراکین ختمِ نبوت اور عاشقانِ رسولِ رحمت کو منظّم رکھتے، مرزائی مبلغوں کے تعاقب میں بھیجتے اور پاکستان میں گویا مرزائیوں کو دفن کرنے کے بعد مغربی ممالک مین بھی جن کا یہ فرقہ خود کاشتہ پودا تھا، ان کے ناک میں دم کیے ہوئے تھے۔

جب مجلس ختمِ نبوت کی ذمہ داری آپ کے کندھوں پر آ گئی تو آپ کا حلقۂ ارادت وطریقت وسیع ہو گیا، مریدین کی تعداد لاکھوں تک پہنچ گئی، خانقاہ سراجیہ میں سڑکوں سے دور اور کندیاں شہر سے ۸ کلومیٹر ہٹ کر گویا جنگل میں منگل بن گیا، ضلع میانوالی کے سب سے بڑے مدرسہ فیض القرآن کی خدمت کے علاوہ ملک بھر سے اوسطاً روزانہ ۱۰۰/۱۵۰ کی تعداد میں آئے ہوئے مریدین معتکفین رہتے اور مدرسہ سے الگ لنگر خوان نعما بنا رہتا۔اور اس میں زیادہ خرچ آپ کی ذاتی زرعی زمین سے خدا فراہم کرتا ہے۔ایسی خدمت کم ہی زمینداروں اور چوہدری خانوں کو میسر ہوتی ہے۔اعلیٰ حضرۃ ابوالسعد احمد خان (خلیفہ مجاز: خواجہ سراج الدین) کی خانقاہ سراجیہ (قائم شدہ: ۱۹۲۰ء تا ۱۹۲۲ء) کی دو خصوصیات یہ بھی خوش کن ہیں۔

(۱) شاہی مسجد لاہور کی طرح مسجد تین گنبد والی بمعہ وسیع دالان، قدیم طرز کا ایسا شاہکار ہے اور گنبدوں میں سلوٹوں کی وہ فنکاری ہے کہ فیصل مسجد اسلام آباد کی ایسی وسیع ترین مسجد اس سے قاصر ہے۔

(۲) اسلامی تمام علوم، حدیث، فقہ، سیرت، علوم ادبیہ، تاریخ وغیرہ اور شروح میں کتب اہلِ سنت کی وہ وسیع لائبریری ہے جو کراچی لاہور وغیرہ کے مدارس کو بھی مات کرتی ہے، جبھی تو علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے اس کی تحسین فرمائی تھی۔ راقم نے بھی دیکھی اور مدح صحابہ میں کچھ استفادہ کیا ہے۔

ابھی استاذ العلماء محقق ومصنف اہل سنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر استادیم رحمہ اللہ کا صدمہ زائل نہ ہو پایا تھا کہ ایک سال بعد ٹھیک وہی ۵ مئی ۲۰۱۰ء کو حضرت خواجہ خان محمد رحمہ اللہ بھی جاں بحق ہو گئے۔

قدرت اپنے پیاروں کی محبت (حدیث نبوی کے مطابق) فرشتوں اور پھر نیک آدمیوں کے قلوب میں بھر دیتی ہے اور لوگ ان کے فریفتہ بن جاتے ہیں، شاگردوں، مریدوں، معتقدوں، میں محبوبیت کے علاوہ علماء دیوبند تو جنازوں کی کثرت اور مدینہ منورہ میں موت کی سعادت سے بھی پہچانے جاتے ہیں۔

احقر کو فروری ۶۲ء میں مولانا احمد علی لاہوری کا جنازہ نصیب ہوا، جو یونیورسٹی گراونڈ لاہور میں فقید المثال بہت بڑا جنازہ تھا کہ میت جنازہ گاہ میں پہنچ چکی تھی تو ۵ میل دور شیرانوالہ سے لوگ چل رہے تھے، یہ تو شہر لاہور کا بھی تقاضا تھا، مگر خانقاہ سراجیہ کا جنگل گاہ ہونا بھی اس کا نظارہ بن گیا کہ رائے ونڈ اجتماع جیسا انسانوں کا سمندر امڈ آیا۔ ہر طرف ہزاروں کاریں، سینکڑوں بسیں، دو دو میل دور روک دی گئیں۔ طوفانی سیلاب کی طرح لوگ پیدل آرہے تھے، نظم بے قابو معلوم ہوتا تھا، اللہ کا یہ خصوصی فضل ہوا کہ اس جگہ چھوٹی نہریں اور صاف پانی کے کھالے بہت تھے، ایک دن پہلے بارش ہوئی، دوسرے ۶ مئی سارا دن بادل سایہ فگن رہے، مئی کی گرمی اور وضو وغیرہ کی کوئی تکلیف نہ ہوئی، ورنہ ۲ بجے کے بجائے ۳ بجے جنازہ پڑھنے والی یہ ۴ لاکھ کی خدائی فوج ظفر موج گرمی سے تڑپ اٹھتی، یہ حضرت کی بعد موت، کرامت بن گئی اور میرے جیسے مریض کا وضو ڈیڑھ گھنٹے برقرار رہا، الحمد للہ، مصنف بے نظیر ترجمان مسلک اہل السنۃ دیوبند مولانا صفدر رحمہ اللہ کا جنازہ بھی بہت بڑا تھا مگر جی ٹی روڈ بند ہو جانے کے باعث ہزاروں احباب شرکت سے محروم رہے۔ نیز ہائی سکول گکھڑ کے چند مربع فرلانگ رقبہ محدود تھا اور یہ تو تا حد نظر کھیتوں پر چھایا ہوا تھا۔

احقر کی حضرت خواجہ خان محمد رحمہ اللہ سے پہلی ملاقات وزیارت ۱۹۸۲ء میں گوجرانوالہ نزد گھنٹہ گھر حاجی نذیر احمد کے مکان میں ہوئی جبکہ راقم یہاں کی سپاہ صحابہ کی طرح وہاں لکھنؤ کی انجمن فدایان صحابہ کی دعوت پر پیہانی ضلع ہردوئی میں تازہ خطاب کر کے آیا تھا اور امام اہل سنت مولانا عبدالشکور لکھنوئی رحمہ اللہ کے بیٹوں، پوتوں نے شانِ صحابہ میں مؤلفہ میری کچھ کتابوں کا حافظ مہر محمد میانوالوی کے نام سے اپنے رسالہ البدر

میں ذکر کر دیا جو حضرت کے پاس آتا تھا، تو اب نام وشکل اپنے ضلع کے آدمی کی دیکھ کر بہت خوش ہوئے، فرحمہ اللہ۔ اللہ آپ کی دینی خدمات قبول فرمائے، خانقاہ سراجیہ کو فیض تصوف اور تزکیہ قلب کے لیے آفتاب عالمتاب بنائے رکھے، آمین۔

دوماھی مجلہ ''المصطفیٰ'' بھاولپور

میرِ کارواں خواجہ خان محمد رحمہ اللہ کی رحلت

مفتی محمد یوسف الحسینی

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے قربِ قیامت کی علامتوں میں سے ایک علامت یہ بھی ارشاد فرمائی کہ علم رخصت ہو جائیگا۔ پھر اس کی وضاحت اس طرح ارشاد فرمائی کہ علم اس طرح رخصت نہیں ہوگا کہ لوگوں کے سینہ سے اٹھا لیا جائے، بلکہ علم رخصت اس طرح ہوگا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اہلِ علم علماء کو دنیا سے اٹھا لیں گے اور ان کا علم بھی انہیں کے ساتھ دنیا سے رخصت ہو جائیگا۔

اس پُرفتن دور میں یہ حدیث اپنی تمام تر عظمتوں کے ساتھ روزِ روشن کی طرح کھل کر ہمارے سامنے آ گئی ہے، اگر ہم اپنے قریبی زمانہ کی طرف نظر دوڑائیں تو ہمیں پچھلے چند سالوں میں علم وعمل، زہد وتقویٰ، اخلاص ولِلّٰہیت، فضل وکمال کے اوج ثریا پر پہنچے اکابرین واساطین علماء دیوبند کی ایک صف نظر آتی تھی۔ اب ان میں سے چند ایک ہی خال خال نظر آ رہے ہیں۔ اس طرح یہ حدیثی پیشن گوئی ہمیں کھلی آنکھوں پوری ہوتی نظر آ رہی ہے۔ ابھی ان گزشتہ حضرات کے صدمات سے جماعتِ دیوبند نڈھال تھی کہ اس جماعت حق کو ایک اور صدمہ عظیمہ سے دوچار ہونا پڑا۔ وہ صدمہ امیرِ مجلسِ تحفظِ ختمِ نبوت خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف کے روح رواں ہزاروں مدارس کے سرپرستِ اعلیٰ تمام دینی جماعتوں کے سرپر دستِ شفقت رکھنے والے جماعت دیوبند کے میرِ کارواں، حضرت اقدس خواجہ خواجگان خواجہ خان محمد رحمہ اللہ کے سانحۂ ارتحال کا ہے۔

۲۰ جمادی الاولیٰ مطابق ۵ مئی بروز بدھ آسمانِ دنیا کا سورج جیسے ہی غروب ہوا اسی کے ساتھ چند لمحوں بعد آسمانِ علم وعمل، رشد وصلاح کا یہ آفتابِ کامل بھی نصف صدی سے زائد عرصہ تک اپنی ضوء فشانیوں سے دنیا کو سیراب کرتے ہوئے بالآخر غروب ہو گیا۔

حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ کی وفات حسرت آیات صرف خانقاہ سراجیہ یا حضرت رحمہ

اللہ کے مریدین کا ہی نقصان نہیں بلکہ پورے عالمِ اسلام کا نقصان ہے۔ ان کے جانے سے صرف خانقاہ سراجیہ ہی ایک عظیم سرپرست سے محروم نہیں ہوئی بلکہ ہزاروں مدارسِ دینیہ ومکاتب قرآنیہ بھی ان کی سرپرستی سے محروم ہوگئے۔

ان کے جانے سے صرف خانقاہ سراجیہ کی مسند ہی سوگوار نہیں بلکہ عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت، جمعیت علماء اسلام سمیت تمام دینی جماعتیں بھی اپنے محسن کے جدا ہونے پر سوگوار ہیں۔

یہ سب باتیں اپنی جگہ بالکل بجا۔ لیکن ان سب سے بڑھ کر جس بات کے سامنے سب کو سرنگوں ہونا پڑتا ہے وہ حق سبحانہٗ وتقدس کا فیصلہ اٹل یعنی موت ہے۔ اوراس فیصلۂ حق سے کسی کو مفر نہیں۔ نہ کسی نبی کو نہ کسی ولی نہ کسی صحابی کو نہ تابعی نہ کسی قطب کو نہ کسی ابدال کو۔ نہ کسی چھوٹے کو نہ کسی بڑے کو۔ غرض اس دنیا میں جو بھی آیا اس نے ضرور ایک نہ ایک دن موت کا مزہ چکھنا ہے۔ لیکن خوش نصیب ہیں وہ افراد جو اپنی زندگی کو اس طرح گذراتے ہیں کہ ان کی زندگی آنیوالی نسلوں کو مشعلِ راہ کا کام دیتی ہے۔ دنیا ان کی زندگی سے ایک بامقصد سبق حاصل کرتی ہے اور جب وہ دنیا سے جاتے ہیں تو امت کے لیے ایک بہترین نمونہ چھوڑ کر جاتے ہیں۔ حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ نے بھی اپنی حیات مستعار کے ایام کو اسی طرح گزارا۔

حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ سے ویسے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے بے پناہ دینی کام لیے۔ لاکھوں انسانوں کی زندگیوں میں ان کی خاموش تبلیغ سے انقلاب برپا ہوا۔ گم کردہ راہوں کو راہِ ہدایت نصیب ہوئی۔ زیغ وضلال کی گھاٹیوں میں سرگرداں لوگوں کو صحیح رہبری ملی۔ لیکن خواجۂ صاحب رحمہ اللہ کو جو خصوصی شغف حاصل ہوا وہ ناموسِ رسالت کی حفاظت وصیانت کا کام تھا۔ اس سلسلہ میں آپ رحمہ اللہ نے صعوبتیں بھی برداشت کیں اور پاکستان کی مختلف جیلوں میں اسیری کے ایام بھی گذارے اور آنے والی تمام مشکلات کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا یہ علامت تھی آنحضرت ختمی المرتبت صلی اللہ علیہ وسلم سے خصوصی عشق وتعلق ومحبت کی کہ ساری زندگی کو اس میں کھپا دیا۔ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت رحمہ اللہ کے اس کام کو ایسا قبول فرمایا کہ حضرت بنوری رحمہ اللہ کے دنیا سے رخصت ہوتے ہی آپ کو عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کا امیر بنا دیا گیا اور آپ تاحینِ حیات اس جماعت کے امیر رہے۔ آپ کے دورِ امارت میں تحفظِ ختمِ نبوت کے کاز نے صرف اندرون ملک ہی نہیں بلکہ بیرون ممالک میں بھی خوب ترقی کی اور دشمنانِ ختمِ نبوت کا ہر جگہ ڈٹ کر مقابلہ کیا اور ان کو ہر جگہ منہ چھپانے پر مجبور کر دیا۔ انشاء اللہ عقیدہ ختمِ نبوت کے تحفظ کے لیے حضرت رحمہ اللہ نے جو خدمات سرانجام دیں

یقیناً یہ ان کے درجات کی ترقی اور شفاعتِ نبوی کا باعث ہوگا۔ **رحمہ اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً**

محترم! جانے والے تو چلے گئے لیکن ان کا مشن انشاء اللہ جاری وساری رہے گا۔ افراد کے چلے جانے سے مشن نہیں رکا کرتے۔ میرے اللہ نے چاہا تو پہلے سے بڑھ کر تحفظِ ختمِ نبوت کے محاذ پر کام بڑھے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی وناصر ہو۔

''جانے والوں کو بھلا روک سکا ہے کوئی''

جمشید اقبال (بہاولپور)

پروردگارِ عالم نے اس جہانِ رنگ وبو کو بسا کر'' اس میں اپنی منشا ومرضی کے اصول وضوابط بھی لاگو فرما دیئے اور یہ قاعدے کلیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے چنے ہوئے برگزیدہ بندوں (پیغمبروں) کے ذریعے نافذ کروائے......ان قاعدوں ضابطوں کو آج تک کوئی نہ تبدیل کر سکا نہ کروا سکا، حتیٰ کہ وجہِ کائنات، رشکِ جہاں نبی آخر الزمان ﷺ کو بھی فرما دیا گیا کہ جتنا چاہے جی لیں، آخر دنیا سے رخصت ہونا ہے،......تو ایسے عالَم میں عالمی مجلس تحفظ ختمِ نبوت کے امیر، محدث العصر، سلطانِ اولیاء، شاہِ صلحاء، امامِ وقت قطب الاقطاب، امامِ زماں جامع علم وعرفاں، خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ خان محمد قدس سرہٗ کا اس جہانِ فانی سے رخصت ہونا، اس عالمی روایت سے ہٹ کر نظر نہیں آتا......حضرت کا وصال ایک جانکاہ حادثہ ہے، مگر......ایک حقیقت ہے......مگر دکھ کی بات یہ ہے کہ ان کے جانے سے جو خلا پیدا ہوا ہے اس کی خانہ پری، ایک ایسا سوال ہے جس کا جواب شاید کسی کے پاس نہیں۔

آپ کی مبارک زندگی کا خاصا حصہ تحریک ختمِ نبوت کی آبیاری اور سربراہی میں گذرا، ختمِ نبوت کی تحریک کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچانا، آپ کا مشن رہا، اس میدان کارزار میں آپ کے کارہائے نمایاں اتنے ہیں کہ ان کا احاطہ کرتے کرتے صفحات ختم ہو جائیں مگر آپ کے کارنامے ختم نہ ہوں'' اور یہ یقیناً آپ کی دلی والہانہ محبت اور سوز کا نتیجہ ہے۔

۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۱ھ (5 مئی 2010ء) کو مختصر علالت کے بعد، سیال کلینک، ملتان میں اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے، آپ کی نمازِ جنازہ، آپکے فرزند ارجمند حضرت مولانا خواجہ خلیل احمد خان صاحب دامت برکاتہم نے پڑھائی اور بلاشک، اس میں لاکھوں کی تعداد میں طرح طرح کے لوگوں نے شرکت کی۔ اور جگہ جگہ رنج والم وسوگواری کے مناظر دیکھنے میں آئے۔

آپ کے پسماندگان میں پانچ صاحبزادے اور ایک صاحبزادی ہیں اور حضرت مولانا خواجہ خلیل احمد

صاحب دامت برکاتہم العالیہ آپ کے جانشین مقرر ہوئے ہیں۔

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم ... تو نے، وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کیے

ماھنامہ الحق اکوڑہ خٹک

حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ کی جدائی

راشد الحق سمیع

حضرت خواجہ خان محمد نور اللہ مرقدہ بھی گزشتہ ماہ خالق حقیقی سے ایسے وقت میں جا ملے جب دکھوں اور مصیبتوں کی ماری ہوئی امت کو آپ کے سائباں کی اشد ضرورت تھی' پہلے ہی پاک و ہند کی سرزمین کی ہریالی بادِ فنا کی ''مہربانیوں'' سے بے رونق ہوگئی تھی۔ اس نئے حادثہ فاجعہ کے بپا ہونے کے بعد تو آثار قیامت ہر کسی کو صاف نظر آ رہے ہیں۔ دن بدن اللہ کے مقرب اور نیک بندوں سے یہ زمین خالی ہوتی جا رہی ہے خصوصاً حضرت خواجہؒ کے پایہ کی ہستی کی جدائی تو بیان سے باہر ہے۔ حضرت اقدسؒ پاکستان میں اس وقت مسلک دیوبند کے میرِ کارواں سرخیل اور روحانی پیشوا تھے۔ ان کی ہر دلعزیز اور پر اثر روحانی شخصیت پر تمام حلقوں کا اتفاق تھا۔ وہ ایسے برگد کے تناور درخت تھے جن کے سایہ عاطفت میں ہر طبقہ اور ہر حلقے سے وابستہ افراد سماتے تھے۔ افسوس! صد افسوس! وہ سایہ بھی جاتا رہا۔

مردِ حق آگاہ مخدوم جہاں رخصت ہوا ... سب پہ تھا سایہ فگن وہ سائباں رخصت ہوا

حضرت خواجہ صاحبؒ زندگی بھر مجلس تحفظ ختم نبوت کی تحریک سے وابستہ رہے اور اس کی بھرپور خدمت تادم واپسیں کرتے رہے' اس کی ترقی ونشو ونما کے لئے اپنے نحیف بدن مگر طاقتور ارادوں اور خون جگر سے اس کی آبیاری فرماتے رہے۔ آج جو مجلس تحفظ ختم نبوت کا پلیٹ فارم تمام دنیا میں فعال اور متحرک نظر آ رہا ہے اس کے پیچھے حضرت خواجہ صاحبؒ کی زندگی بھر کی کاوشیں اور دعائیں ہیں۔ اس کے علاوہ آپ تصوف کے میدان میں بھی زندگی بھر خلق خدا کی رہنمائی فرماتے رہے۔ تصوف اور سلوک کے راستوں پر آپ مختلف منازل طے کرتے ہوئے اوجِ کمال تک پہنچ گئے تھے۔ سینکڑوں اور ہزاروں افراد کے دلوں کی بنجر زمین میں آپ نے اللہ کی محبت اور عشق رسول کے بیج بوئے۔ اور ہزاروں تشنگان ہدایت آپ کے بحر فیضان سے فیضیاب ہوئے۔ آپؒ کی شخصیت میں بلا کی سادگی تھی۔ آپؒ نہ بظاہر کوئی بڑے مقرر' نہ ادیب اور نہ آتش نوا خطیب تھے۔ لیکن پھر بھی اللہ نے آپ کی خاموش طبع طبیعت میں وعظ ونصیحت اور دعوت و ارشاد کے ہزار ہزار دفتر سجائے تھے۔ بڑے بڑے سنگ دل اور سیاہ کار آپ کی مجلس' آپ کی صحبت اور آپ

کی توجہ سے ریشم اور موم کی طرح نرم بلکہ پگھل جاتے تھے۔شاید آپؒ ہی کے لئے علامہ اقبالؒ نے فرمایا تھا کہ

ع...... نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

کافی عرصہ سے آپؒ صاحب فراش تھے اور پھر آخر میں کچھ وقت ملتان کے ایک ہسپتال میں زیر علاج بھی رہے لیکن کاتبِ تقدیر کے سامنے انسانی تدابیر' کارگر ثابت نہیں ہوئیں اور جمعہ کی رات آپ انتقال فرماگئے۔

امام احمدؒ کا یہ قول ایک بار پھر سچا ثابت ہوا کہ اہل حق کا امتیاز ان کے جنازوں سے نمایاں ہوگا۔ جمعرات کا دن میانوالی اور پنجاب کی تاریخ کا یادگار دن تھا جب لاکھوں انسانوں کے اجتماع نے آپؒ کی نماز جنازہ میں شرکت کی اور یہ گواہی دی کہ آپ نے دین کی خدمت کا حق ادا کر دیا۔

مقدور ہوں تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کئے

ماهنامه ''علم وعمل'' لاهور

قطب عالم حضرت خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

مولانا عتیق الرحمٰن

حضرت کی خدمات:

1- حضرت خواجہ خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو تصوف کے چاروں سلسلوں سے بیعت کی اجازت تھی۔

2-1984ء میں امتناع قادیانیت آرڈیننس حضرت کی ہی برکت سے نافذ العمل ہوا۔

3- حضرت ہزاروں مدارس کے سرپرست تھے۔

4- بڑے علمائے کرام وقتاً فوقتاً خانقاہ سراجیہ حاضر ہو کر راہنمائی اور دعائیں حاصل کرتے تھے۔

5- برصغیر کی (قدیمی کتب کے حوالہ سے) سب سے بڑی لائبریری حضرت کی ذاتی لائبریری تھی۔اس لائبریری میں حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیر رحمہ اللہ تعالیٰ تین دن کیلئے برائے مطالعہ تشریف لائے تھے اور تین کتابیں بھی اس لائبریری سے لے گئے کہ ہمارے دارالعلوم دیوبند کی لائبریری میں یہ تین کتابیں نہیں ہیں پھر اپنے ہاتھ سے وہ کتابیں لکھ کر کاپی کرلیں اور تینوں کتابیں واپس کر دی تھیں۔

6- ہزاروں قادیانیوں نے حضرت کے ہاتھ پر توبہ کر کے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی غلامی اختیار کی۔

آپ کی کل عمر: عربی حساب سے تقریباً 93 سال ہوئی۔

تاریخ وفات: 20 جمادی الاولیٰ 1431ھ 5 مئی 2010ء بروز بدھ ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت کے تقویٰ کی ایک مثال:

حضرت کی وفات سے کچھ دن قبل پنجاب کی ایک اہم شخصیت نے حضرت والا کو بیرون ملک علاج کیلئے جانے کا مشورہ اور اپنی خدمات پیش کیں تو اس پر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ موت کا وقت مقرر ہے اگر زندگی ہوگی تو یہاں بھی مل جائے گی اور بیرون ملک علاج کی پیش کش قبول نہ فرمائی۔

حضرت کی خدمات کی برکات:

1- حضرت کی ساری زندگی ختم نبوت کی حفاظت اور قادیانیوں کے تعاقب میں گزری۔ اس کا یہ صلہ ملا کہ آپ کو بار ہا امام الانبیاء سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت نصیب ہوئی۔

2- حضرت کی وفات پر اتنے لاکھوں کے مجمع کا جمع ہونا حضرت کی خدمات کا صلہ اور حقانیت کی دلیل ہے۔

3- جنازہ پر حاضری کے وقت بارگاہِ عزاسمہ کی طرف سے موسم کا ٹھنڈا ہونا اللہ تعالیٰ کے ہاں قبولیت کی علامت ہے۔

4- حضرت کا جنازہ حضرت کے صاحبزادہ مولانا خلیل احمد صاحب نے 2:51 پر پڑھایا اور جنازے میں پورے ملک کے علماء اور مشائخ دینی اور دنیاوی حضرات نے شرکت کر کے حضرت کے ساتھ دلی محبت کا اظہار کیا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت کے فیض سے مستفید فرمائے اور مشن جاری رکھنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

ماھنامہ ''نور علی نور'' کراچی

شعلہ عشق سیاہ پوش ہوا تیرے بعد

عبدالرشید انصاری

کافی عرصے سے علالت کے باعث صاحب فراش تھے مگر زندگی کا چراغ روشن تھا اس لئے ہزاروں امیدیں وابستہ تھیں کہ آج نہیں تو کل ان کی صحت لوٹ آئے گی اور پہلے کی طرح شمع ختم نبوت کے پروانوں کے جھرمٹ میں جلوہ افروز ہوں گے اور ارباب صدق ووفا ان کی صحبت سے خوشہ چینی کرتے رہیں گے۔ لیکن 20 جمادی الاولی 1431ھ مطابق 5 مئی 2010ء کو نماز مغرب کے بعد وہ وقت آ پہنچا جس سے کسی کو رستگاری نہیں ہر کسی کو اس مرحلہ سے گزرنا ہے اور **کل نفس ذائقة الموت** کی صداقت پر مہر

تصدیق ثبت کرتے ہوئے دنیا سے چلے جاتا ہے۔ مولانا خواجہ خان محمد کی کوئی تقریر یا خطاب یہاں نقل نہیں کیا جا سکتا اس لئے کہ مجمع عام سے مخاطب ہونا اور تقریر کرنا ان کے طریقہ تربیت میں شامل نہیں تھا ایسے بزرگ جو نہ تقریر کریں اور نہ وعظ کہیں، نہ انکے ہاں سالانہ ہفتہ وار یا ماہانہ مریدین کا اجتماع ہوتا ہو با ایں ہمہ جب دنیا سے جائیں تو کروڑوں انسان ان کی جدائی کے صدمہ سے گرفتہ اشکبار ہوں اور دنیا کے اطراف واکناف میں ان کا فیض جاری وساری نظر آئے۔ اب ایسے اہل فکر ونظر کہاں؟

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری جب لاہور آتے تو شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری ان سے ملاقات کیلئے تشریف لے جاتے۔ جانشین شیخ التفسیر ولی ابن ولی حضرت مولانا عبیداللہ انور نے بتایا کہ دو دو تین تین گھنٹے دونوں بزرگ خاموش بیٹھے رہتے۔ بظاہر ان میں کوئی گفتگو نہ ہوتی۔

حضرت مولانا خان محمد کو پہلی مرتبہ راقم السطور نے گوجرہ میں دیکھا سردیوں کا موسم تھا ایک پارک میں ختم نبوت کانفرنس کا انعقاد ہو رہا تھا اور صدارت کی کرسی پر حضرت خواجہ صاحب جلوہ افروز تھے تین چار گھنٹے مسلسل علماء اور خطباء بولتے رہے۔ فتنہ قادیانیت کا تعاقب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ختم نبوت کا بیان جاری رہا اور حضرت خواجہ صاحب نہایت چاق وچوبند خاموشی کے ساتھ سنتے رہے آخر میں چند دعائیہ کلمات سے کانفرنس کا اختتام فرمایا خواجہ صاحب وعظ نہیں کہتے تھے تقریر نہیں کرتے تھے لیکن کام انہوں نے وہ کیا جو بڑے بڑے خطیب ادیب اور مقرر نہیں کر سکتے۔

اس خامشی پہ کون نہ مر جائے اے خدا
کہ از دل خیز و بر دل ریز

یعنی بات کہتے ہیں مگر لب بھی نہیں ہلتے۔

ہندوستان میں دین توحید کے ابلاغ کیلئے اللہ تعالیٰ نے جن ہستیوں کو یہ فریضہ سونپا ان میں امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی کا نام نامی اسم گرامی آفتاب ماہتاب کی طرح جگمگا رہا ہے۔ ان کے سلسلہ مجددیہ نقشبندیہ کے بزرگ حضرت مرزا مظہر جان جاناں نے دہلی میں ڈیرہ جمایا اور ان سے یہ سلسلہ فیض خانقاہ موسیٰ زئی ڈیرہ اسماعیل خان پہنچا۔ خانقاہ موسیٰ زئی کے تیسرے جانشین تھے حضرت خواجہ محمد سراج الدین ان کے صحبت یافتہ مولانا ابوالسعد احمد خان نے کندیاں شریف میں آج سے نوے سال پہلے خانقاہ قائم کی۔ گزشتہ صدی میں میانوالی کے ریگستان میں زہد وتقویٰ اور علم وخدمت کا جو گلشن آباد ہوا، اس کی خوشبو آج چہار دانگ عالم میں پھیل چکی ہے۔

اس نابغۂ روزگار ہستی نے نصف صدی سے زیادہ عرصے تک سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے طریق پر

قلوب وارواح کی دنیا کو منور کیا اور ربع صدی تک عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اور قادیانیت کے خلاف کام کرنے والی تمام دینی تحریکوں کی سرپرستی فرمائی۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت خواجہ صاحب کے انتقال سے نہ صرف یہ کہ پاکستان کی تمام دینی تحریکیں اپنے سرپرست سے محروم ہوگئیں بلکہ تمام دینی مکاتب فکر ایسے متفقہ اولوالعزم رہبر کے انتقال سے یتیم ہوگئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حضرت خواجہ صاحب کی مغفرت فرمائے اور ان کی روح کو کبار اہل حق کی ارواح مقدمہ کے ساتھ جمع فرمائے اور حضرت کے جانشین صاحبزادہ خواجہ خلیل اور دیگر کو خواجہ صاحب کا مشن پوری دنیا میں جاری وساری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

ماھنامہ ’’انوار مدینہ‘‘ لاھور

حرف آغاز

مولانا سید محمود میاں مدظلہ

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد!

خانقاہ سراجیہ کے سجادہ نشین، عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کے اَمیر، جمعیۃ علماء اِسلام کے سرپرست خواجۂ خواجگان حضرت اَقدس مولانا خان محمد صاحب قدس سرہ العزیز ۲۰؍جمادی الاولیٰ مطابق ۵؍مئی بروز بدھ کو طویل علالت کے بعد نوے برس کی عمر پا کر اِس دارِفانی سے رِحلت فرما گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

حضرت خواجہ صاحب نوراللہ مرقدہ کی ذات جامع کمالات تھی موجودہ پرفتن دَور میں دَجالی قوتوں کے مدّمقابل آپ کی قیادت میں اللہ تعالیٰ نے ایسی برکات عطا فرما رکھی تھیں کہ جن کے سائے تلے اہل حق سکینہ محسوس کرتے تھے اَور اہل باطل ہیبت زدہ رہتے تھے، ملک اَور بیرونِ ملک اہلِ حق کے اَکثر اِداروں کے آپ سرپرست تھے۔

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے جہاں آپ اَمیر تھے وہیں آپ جمعیۃ علماءِ اِسلام کے سرپرست اعلیٰ بھی تھے ملک کے سیاسی معاملات پر گہری نظر کے ساتھ ساتھ بصیرت سے بھرپور رائے بھی رکھتے تھے ۔حضرت مولانا مفتی محمود صاحب قدس سرہ العزیز کی وفات کے بعد جمعیۃ علماء اِسلام جب بہت بڑے بحران سے دوچار ہوئی تو ملک بھر کی تمام بڑی بڑی خانقاہوں کے بزرگوں نے جماعت کو اِس بحران سے نکالنے کے لیے یکجان ہو کر جماعت کی سرپرستی کرتے ہوئے حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب مدظلہم

العالی کی دستگیری کی اَور ہر دُشوار گزار موقع پر اُن کی حوصلہ اَفزائی بھی کرتے رہے اَور پرزور دفاع بھی۔ اِن بزرگوں میں سب سے بڑھ کر دو شخصیتوں والد ماجد شیخ المشائخ حضرت اَقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب اَمیر مرکزی جمعیۃ علماء اِسلام اَور شیخ المشائخ خواجہ خواجگان حضرت اَقدس مولانا خان محمد صاحب نور اللہ مرقد ہمانے اِس سفینۂ نوح کو طوفان سے نکال کر پوری اُمت کے لیے اَیسا سنہری کارنامہ اَنجام دیا جو رہتی دُنیا یاد رکھا جائے گا۔ اِن ہر دو بزرگوں بلکہ تمام ہی بزرگوں کو اللہ تعالیٰ اہلِ حق کی جماعت کی اِس خدمت پر آخرت میں اپنے شایانِ شان اَجرِ عظیم عطاء فرمائے۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ لاکھوں سوگواروں کو یہ صدمہ برداشت کر کے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مشن کو آگے بڑھانے کی توفیق عطا فرمائے اَور حضرتؒ کی برکات سے ہمیں محروم نہ فرمائے۔ اہلِ اِدارہ اِس موقع پر حضرتؒ کے سوگوار خاندان کی خدمت میں تعزیتِ مسنونہ پیش کرتے ہیں۔

ماھنامہ ''الابرار'' کراچی

حضرت خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ کی رحلت

مولانا محمد ارشاد اعظم

5 مئی 2010ء بروز بدھ شیخ المشائخ حضرت خواجہ خان محمد صاحب رحمہ اللہ ایک طویل علالت کے بعد وفات پا گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون، حضرت نے 90 برس کی عمر پائی دارالعلوم دیوبند کے قدیم فضلاء اور حضرت مدنی قدس سرہ کے شاگردوں میں سے تھے۔

حضرت عارف باللہ مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے خلیفۂ مجاز جناب حافظ حبیب اللہ صاحب زید مجدہم خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال کراچی کی نمائندگی کے طور پر حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ کی عیادت کے لیے حاضر ہوئے تھے، واپسی میں دورانِ سفر اطلاع ملی کہ حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ کا انتقال ہو گیا تو پھر جنازے میں شرکت کی سعادت حاصل کی، بعد ازاں حضرت رحمہ اللہ کے صاحبزادگان مولانا عزیز احمد صاحب اور مولانا خلیل احمد صاحب سے تعزیت بھی کی، اور اس دوران مہتمم جامعہ اشرف المدارس حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب نے بھی فون پر اس سانحے پر گہرے رنج وافسوس کا اظہار کرتے ہوئے تعزیت کے کلمات ارشاد فرمائے۔

اللہ تعالیٰ حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ کی خدمات کو شرفِ قبولیت عطا فرمائیں، کامل مغفرت کا معاملہ فرمائیں، درجات عالیہ سے بہرہ مند فرمائیں، آمین۔

روزنامہ '' نوائے وقت''

موت العالم موت العالم

(اداریہ)

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی امیر اور عالم اسلام کی روحانی شخصیت حضرت مولانا خواجہ خان محمد طویل علالت کے بعد 90 سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔ آپؒ 1920ء کو میانوالی کے نواحی قصبہ موضع ڈنگ میں پیدا ہوئے۔ آپؒ نے جید علماء سے تعلیم حاصل کی۔ 1954ء کو خانقاہ سراجیہ کے جانشین مقرر ہوئے۔ 1977ء کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر بنے اور تادم مرگ اس عہدے پر فائز رہے۔ دنیا بھر میں ختم نبوت کے دفاتر قائم کئے لوگوں کو فتنہ قادیانیت سے محفوظ رکھنے کیلئے کوششیں کرتے رہے۔ ہزاروں قادیانیوں نے آپؒ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ تصوف کے چاروں سلسلوں نقشبندیہ' قادریہ چشتیہ اور سہروردیہ میں آپ بیعت کرتے تھے۔ آپؒ کے مریدین کی تعداد لاکھوں میں ہے۔ ختم نبوت کی تحریکوں میں آپؒ نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور متعدد مرتبہ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ ساری زندگی مکین گنبد خضرا کی ختم نبوت کا تحفظ کرتے ہوئے گزاری 1984ء میں امتناع قادیانیت آرڈیننس جس کے تحت قادیانی اپنے آپکو مسلمان نہیں لکھ سکتے آپکی کوششوں سے نافذ ہوا۔ عارضی مسکن میں ایک بیٹی اور پانچ بیٹوں سمیت لاکھوں محبین کو سوگوار چھوڑ کر ابدی مسکن کی جانب کوچ کر گئے اللہ مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ دے اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را۔

روزنامہ '' جنگ ''

موت العالم موت العالم

(اداریہ)

ممتاز عالم دین اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے امیر خواجہ خان محمد گزشتہ روز 90 سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان کی وفات حسرت آیات پر میاں نواز شریف' شہباز شریف' مولانا فضل الرحمٰن' سید منور حسین' چوہدری شجاعت حسین' اور پرویز الٰہی کے علاوہ ملک کے متعدد علمائے کرام اور مذہبی وسیاسی قائدین نے گہرے دکھ کا اظہار کرتے ہوئے پسماندگان سے ہمدردی کا اظہار کیا ہے۔ مرحوم نے اپنی ساری زندگی تحفظ ختم نبوت کیلئے وقف کر رکھی تھی۔ دنیا بھر میں ان کے عقیدت مندوں کی بڑی تعداد موجود ہے۔ مولانا مرحوم نے عالمی اور علاقائی سطح پر بھی تحفظ ختم نبوت کی متعدد کانفرنسوں سے خطاب کیا۔ وہ

عالم اسلام کا ایک قیمتی اثاثہ تھے اور تحفظ ختم نبوت کیلئے ان کی خدمات کو کبھی فراموش نہیں کیا جاسکے گا۔ ان کی وفات سے بلا شبہ پاکستان ہی نہیں بلکہ عالم اسلام ایک عظیم روحانی شخصیت اور عالم دین سے محروم ہوگیا ہے۔ مرحوم کے پسماندگان میں ایک بیٹی اور 5 بیٹے ہیں- اللہ تعالی انہیں صبر جمیل کی توفیق بخشے اور مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین۔

روزنامہ ''آوازِ وطن'' بھکر

حضرت خواجہ خان محمد رحمہ اللہ کی عظمت ان کے ہم عصروں کی نظر میں

حضرت مولانا عبد الہادیؒ سجادہ نشین دین پور شریف فرماتے ہیں

''آپ بادشاہ وقت ہیں' بادشاہ سے مراد قطب الاقطاب اور قطب المدار ہیں۔

حضرت مولانا مفتی محمود رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں

''آپ امام وقت ہیں''۔

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ:

حضرت خواجہ خان محمد اس وقت قطب الاقطاب ہیں۔

حافظ محمد افضل فقیر صاحبؒ نے فرمایا کہ:

حضرت خواجہ خان محمد کی کوئی نظیر نہیں ہے۔ شراب معرفت سے بھرا ہوا کامل ومکمل سالک شیخ ہیں۔

حضرت میاں عبد الرشیدؒ المعروف نوٹوں والی سرکار فرماتے ہیں کہ

''حضرت خواجہ خان محمد صاحب امام زماں ہیں''

حضرت مفتی محمد شفیق عارف مجددی مدظلہ العالی (مفتی جامعہ دار العلوا الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی) فرماتے ہیں:

''حضرت شیخ کو اللہ تعالیٰ جل شانہ نے جو فضائل وکمالات، علم وعرفان، اجابت وانابت اور قرب وقبولیت سے نوازا ہے ان کا احاطہ ممکن نہیں''۔

صبغت الرحمان، اسد جہانگیر مرزا۔ ڈسٹرکٹ پبلک سکول اینڈ انٹر سائنس کالج بھکر

☆☆☆☆☆☆

حضرت خواجہ خان محمد رحمہ اللہ کی غمناک جدائی

شیخ المشائخ حضرت خواجہ خان محمدؒ نے پون صدی تک اپنے روحانی فیض سے دنیا کو سیراب کیا

حضرتؒ نے پوری زندگی عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور فتنوں کے تعاقب میں گزاری

تحریر: جمیل الرحمان فاروقی

قطب عالم، امام الاولیاء، مخدوم الصلحاء، سرخیل سلسلہ عالیہ نقشبندیہ خواجہ خواجگان حضرت خواجہ خان محمدؒ امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان 20 جمادی الاولیٰ 1431 ہجری بمطابق 5 مئی 2010 بروز بدھ مغرب اور عشاء کے درمیان سیال کلینک ملتان میں اس جہان آب وگل سے منہ موڑ کر معبود حقیقی سے جا ملے۔انا للہ وانا الیہ راجعون

اس عارضی قیام گاہ سے ہر متنفس نے عالم آخرت کی طرف رخت سفر باندھنا اور اپنا دفتر عمل لے کر مالک حقیقی کی بارگاہ میں پیش ہونا ہے، جہاں دنیوی مفاخر ومناصب، عظمت وتمکنت اور عزت وثروت کی کوئی حیثیت نہیں، وہاں عقیدہ توحید ورسالت، بندگی وخاکساری اور اخلاص وتقویٰ ہی کام آئیں گے۔ کسی ایسی ہستی کے بارے میں قلم اٹھانا جو میراث نبوت سے سرفراز ہو اور بے شمار خصائص کی حامل ہو اور جس سے اللہ رب العزت نے اپنے دین کا غیر معمولی کام لیا ہو، نہایت مشکل مرحلہ ہے۔ حضرت خواجہ قدس سرہ ایسی جامع الصفات شخصیت کے مالک تھے جو بہت کم دیکھنے میں آتی ہیں۔ پون صدی خاموشی واخلاص کے ساتھ خلق خدا کو فیض یاب کیا اور مردہ دلوں کو جلا بخشی ۔ واقفان حال جانتے ہیں کہ حضرت والا خطیب ومقرر یا واعظ نہ تھے اور محافل میں تقریر نہیں کرتے تھے۔ جبکہ مجلس تحفظ ختم نبوت کے عہدیداران کا دن رات کا مشغلہ ہی خطابت و تقاریر ہیں لیکن حیرت انگیز امر یہ ہے کہ مجلس نے عالمی سطح پر فتنہ قادیانیت کے تعاقب واستیصال کا جتنا کام حضرت والاؒ کے دور نیابت اور پھر دور امارت میں کیا، اس کی نظیر نہیں ملتی۔ آج حضرت والاؒ کی رحلت پر چار سو صف ماتم بچھی ہے۔ آسمان وزمیں نوحہ کناں ہیں، انسانیت کا پرچم سرنگوں ہے، ذکر کی مجلسیں ویران ہیں ،تصوف وسلوک کے حلقے اداس ہیں، جس ہستی کو دیکھ کر افسردہ دلوں میں بہار آجاتی تھی، وہ ہمیشہ کے لیے نظروں سے اوجھل ہوگئی۔ حضرت کی حیات کا ہر پہلو اتنا روشن اور منور ہے کہ لکھتے وقت یہ فیصلہ کرنا مشکل ہوجاتا ہے کہ کون سے پہلو پر قلم اٹھایا جائے۔ حضرت خواجہ خان محمدؒ دارالعلوم دیوبند سے فارغ التحصیل تھے انہوں نے 1941 میں دورہ حدیث کی تکمیل کی۔ حضرت خواجہ خان محمدؒ، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے خاص شاگرد تھے۔ حضرت مدنیؒ کو آپ پر بھرپور اعتماد تھا اور انہوں نے آپؒ سے بڑا کام لینے کی پیش گوئی کی تھی۔ آپؒ 1956 میں خانقاہ سراجیہ کے سجادہ نشین مقرر ہوئے اور اس خانقاہ کو علمی وروحانی تربیت کا عظیم مرکز بنا دیا جس کی شہرت دنیا بھر میں پھیل گئی۔ ہزاروں لوگ آپؒ سے فیض حاصل کرنے کے لیے خانقاہ سراجیہ میں موجود رہتے تھے۔ آپؒ سے روحانی تربیت پانے والے لوگوں کی تعداد لاکھوں میں ہے۔ 1977

میں مولانا محمد یوسف بنوریؒ کے انتقال کے بعد حضرت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے چھٹے امیر منتخب ہوئے۔ اس کے بعد ان کی ساری زندگی عقیدہ تحفظ ختم نبوت میں گزری۔انہوں نے دنیا بھر میں قادیانی فتنے کے خلاف اور عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے جدو جہد کی۔ بلا مبالغہ دنیا کا کوئی کونہ ایسا نہ تھا جہاں آپؒ قادیانیت کے تعاقب میں نہ گئے ہوں۔حضرت خواجہ خان محمدؒ مسلک اہل حق سے تعلق رکھنے والی تمام مذہبی جماعتوں اور اکثر مدارس کے سرپرست سمجھے جاتے تھے۔وہ نہ صرف علماء دیوبند کا عظیم علمی سرمایہ شمار ہوتے تھے بلکہ تمام دینی جماعتوں کے لیے قابل احترام شخصیت تھے۔انہوں نے 90 سے زائد برس کی عمر پائی اور اس پوری عمر کا ہر ہر لحہ اللہ کی اطاعت اور رسول اکرم ﷺ کی پیروی، دین کی خدمت و اشاعت، مخلوق خدا کی بھلائی اور نیکی کے کاموں میں صرف ہوا۔واقعی یہ ان پر خدا کا خاص فضل تھا کیوں کہ ''ایں سعادت بزور بازو نیست'' ان کے انتقال پر ملک ہی نہیں بلکہ دنیا بھر کے دینی، علمی اور روحانی حلقوں میں رنج وغم، کے جذبات محسوس کیے گئے۔ملکی سطح پر علمائے کرام، دینی و مذہبی جماعتوں کے قائدین کے علاوہ اکثر سیاسی رہنماؤں نے بھی تعزیتی پیغامات بھیجے۔مذہبی و سیاسی رہنماؤں نے ان کی وفات کو عالم اسلام کے لیے ناقابل تلافی قرار دیتے ہوئے کہا کہ امت مسلمہ عظیم سرپرست سے محروم ہوگئی ہے۔مولانا خواجہ خان محمدؒ کا انتقال ایک ایسے وقت میں ہوا جب ملک وقوم کو علمی و روحانی شخصیات کی شدید ضرورت ہے۔ملک وقوم مجموعی طور پر جس بد حالی، کسمپرسی، پسماندگی، ابتلا و آزمائش اور مشکلات و مسائل سے دوچار ہیں ان کی واحد وجہ محض یہ نہیں کہ من حیث القوم ہم سائنسی ترقی میں اقوام مغرب سے پیچھے ہیں یا ملک آئین و قانون کی بالادستی سمیت جمہوری اقدار سے محروم ہے، اس کی وجہ محض یہ نہیں کہ پاکستان عالمی طاقتوں کی سازشوں، ریشہ دوانیوں کا نشانہ یا تخریب کاروں اور عسکریت پسندوں کی سرگرمیوں کی آماجگاہ ہے۔یہ تمام مسائل اپنی جگہ اہمیت کے حامل ہیں اور ان میں سے ہر ایک مسئلہ کا حل تلاش کیا جانا ضروری ہے تاہم یہ امر بھی بلاشبہ درست ہے ہم کہ من حیث القوم نہ صرف اپنی سماجی اور معاشرتی روایات سے محروم ہوتے جارہے ہیں بلکہ ہم اپنی روحانی اقدار، دینی نظریات پر بھی سمجھوتہ کر چکے ہیں۔موجودہ صورتحال برقرار رہی تو کچھ بعید نہیں کہ ہماری آنے ولی نسلیں خدانخواستہ اپنے عقائد سے بھی ناواقف ہو چکی ہوں گی۔ درحقیقت ہمارے معاشرتی بگاڑ کا بہت بڑا سبب ہماری مادیت پرستی، ہمارے مزاجوں کا فتور، نیتوں کا کھوٹ، ریاکاری، طمع، حسد، کینہ، غرور اور فخر و بڑائی کے جذبات واحساسات ہیں۔صوفیاء کے یہاں انسانوں کے مذکورہ سفلی جذبات واحساسات کی اصلاح کی جاتی ہے۔قوم کی روحانی اصلاح کے لیے اہل قلوب کی نمائندگی ضروری ہے۔ ماضی کی طرح مسلم معاشروں میں دینی نظریات کے تحفظ، دین کی اشاعت، علوم کی ترویج کے ساتھ فکر ونظر کو جلا بخشنے کے لیے روحانی تزکیے

،اخلاق باطنی کی ستھرائی اور آئینہ قلب کی صفائی کا عمل اور اس کا اہتمام جاری وساری رہنا چاہیے۔تاریخ گواہ ہے کہ برصغیر میں صوفیائے کرام کے فیض سے دنیا سیراب ہوئی اور اسلام کی اشاعت کا بڑا ذریعہ یہی اہل اللہ بنے۔مولانا خواجہ خان محمدؒ کی پوری زندگی اس امر کا نمونہ ہے کہ مسلم معاشروں میں اہل علم کا کیا کردار ہونا چاہیے اور عام مسلمانوں کے عقائد ونظریات اور جذبات واحساسات کی اصلاح کے لیئے کن خطوط پر کس طرح کی خدمات انجام دی جاسکتی ہیں۔حضرت خواجہ خان محمدؒ کی رحلت سے تزکیہ وسلوک اور تحریک تحفظ ختم نبوت کے محاذ پر ایک بڑا خلا پیدا ہوا ہے۔اس خلا کو پر کرنے کی بات تو محض رسمی ہے تاہم اللہ کی بارگاہ میں دعا ہی کی جاسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے فیض کو جاری وساری فرمائے اور پسماندگان کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔حضرت خواجہ صاحبؒ کی جامع الصفات حیات مبارکہ اور بلند کردار حیثیت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ حضرت مرحوم کی شخصیت اور ان کے کردار وکارناموں کو مرتب کرکے آنے والی نسل تک پہنچا یا جائے جو بھی یہ عظیم کام کرے گا آئندہ نسلوں پر اسکا احسان عظیم ہوگا۔

☆☆☆☆☆☆

وہ جو بیچتے تھے دوائے دل وہ دکان اپنی بڑھا گئے

مولانا شبیر احمد بہلوی

یہ تحریر لکھتے ہوئے،میرا وجود غم وحزن کی جس کیفیت سے دوچار ہے اس کا علم اللہ تبارک وتعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں،دل بے تاب سینہ چاک ہے،رنج وغم کی شدت نے میرے احساس کی تمام تر قوت سلب کرلی ہے۔یہ رنج وغم،کرب اور حزن کی کیفیت اس لیے ہے کہ میرے شیخ،مربی،محسن ودعا گو قطب الاقطاب،امام الاولیاء،خواجہ خواجگان،حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ ہمیں داغِ مفارقت دے گئے ہیں۔آہ!کل تک جنہیں ہم حضرت مولانا خواجہ خان محمد دامت برکاتہم،دامت فیوضھم لکھتے اور کہتے تھے آج انہیں رحمۃ اللہ علیہ کہہ رہے ہیں۔یوں تو یہ جہان فانی ہے اور اس میں رہنے والا ہر فرد خواہ وہ امیر ہو یا غریب،نیک ہو یا بد،بوڑھا ہو یا جوان ہر کسی نے مقررہ وقت پر چلے جانا ہے۔دوام وبقاء صرف رب کریم کو ہے مگر کچھ لوگ اپنی پاکیزہ زندگی میں انسانیت کی صلاح وفلاح اور رشد وہدایت لے لیے کچھ اس طرح کے کارنامے سرانجام دیتے ہیں کہ ان کی وجہ سے وہ اپنی ذات میں خود مستقل جماعت کی حیثیت اختیار کرجاتے ہیں اور ان کی حیات طیبہ ایک گھنے درخت کی مانند ہوجاتی ہے جس کے سایہ میں راہ حق کے مسافر آرام کرتے ہیں اس لیے ان کی رحلت سے ایک عالم ویران ہوجاتا ہے میرے مرشد حضرت خواجہ خان محمدؒ کی ذات بھی یقیناً ایسی ہی تھی۔باکمال لوگوں کی زندگی لغو اور بے مقصدیت سے خالی ہوتی ہے وہ اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ،ایک ایک لحظہ مقصد کے حصول

کے لیے خرچ کرتے ہیں۔ یوں تو حضرت اہلِ حق کی تمام جماعتوں اور اکثر مدارس دینیہ کی سرپرستی فرماتے رہے لیکن خاص طور پر عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لیے جو خدمات سرانجام دیں وہ ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔ پوری دنیا میں جس خلوصِ نیت وہمت سے ردِ قادیانیت ومرزائیت کے لیئے جو کام کیا اس کے ذریعہ ہزاروں لوگوں کو اس فتنہ سے تحفظ ملا۔ کتنے ہی جبالِ علم ہیں جنہوں نے حضرت اقدسؒ کے سامنے دوزانو ہو کر تلمذ کی سعادت حاصل کی۔ جو لوگ بے راہ روی کا شکار تھے آپ کی صحبت کی برکت سے رشد وہدایت کا چراغ بن گئے۔ میں نے حضرت اقدس قدس سرہ کی زیارت پہلی مرتبہ مولانا محمد عثمان (اوکاڑہ) مولانا جلیل احمد (کوئٹہ) کے ہمراہ جامع مسجد باب الرحمت کراچی میں کی اور وہاں حضرتؒ سے اصلاحی تعلق قائم کیا اور اس کے بعد متعدد مرتبہ آپؒ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوتا رہا۔ آخری مرتبہ 24 مارچ 2010 بروز بدھ حاضری کی سعادت حاصل کی میرے ساتھ حاجی محمد شفیع جھنڈیر، مولوی اختر معاویہ اور میرا بیٹا حسنین معاویہ تھے۔ کیا خبر تھی یہ دیدار آخری ثابت ہوگا۔ حضرت خواجہ صاحبؒ کی ذات کے اتنے پہلو اور گوشے ہیں کہ ہر پہلو اور گوشہ مستقل مضمون اور مقالہ کا محتاج ہے۔ اس کے باوجود بھی حق ادا نہ ہوگا اور نہ آئندہ نسلیں اس کا یقین کر سکیں گی کہ اس پرفتن دور میں ایسی عظیم شخصیت تھی! ایسی جامع کمالات شخصیت کا وجود صرف اللہ کی قدرت کا کرشمہ تھا! آج خلق خدا اس عظیم، نابغہ روزگار، جلیل القدر ہستی کی جدائی میں اداس ہے حضرت خود تو اگرچہ امر الٰہی سے مقبرہ سعدیہ خانقاہ سراجیہ میں آرام فرما رہے ہیں مگر اپنے پیچھے اپنے فیض یافتہ اور تربیت یافتہ لوگوں کی اتنی تعداد چھوڑ گئے ہیں جو حضرت کے مشن کو جاری رکھیں گے۔ اسی لیے تو کہا جاتا ہے کہ بامقصد لوگ مرا نہیں کرتے کیونکہ ان کا مشن زندہ رہتا ہے تابندہ رہتا ہے۔

بجھا چراغ اٹھی بزم کھل کے رو اے دل
وہ سب چل بسے جنہیں عادت تھی مسکرانے کی
سنے کون ہائے صدائے دل ملے کسے آہ شفائے دل
وہ جو بیچتے تھے دوائے دل وہ دکان اپنی بڑھا گئے

☆☆☆☆☆☆

عالم اسلام کے مربی.........حضرت خواجہ خان محمد رحمہ اللہ

اخت مفتی محمد ابوبکر

ولی دوراں، قطب زماں حضرت خواجہ خان محمدؒ عالم اسلام کے لیے مربی کی حیثیت رکھتے تھے، دین اسلام کی ترویج واشاعت اور بالخصوص عقیدہ تحفظ ختم نبوت کی خاطر ان کی خدمات تا قیامت یاد رکھی جائیں

گی۔انہی کے دم قدم سے دین حق کو تقویت پہنچی۔عالم اسلام پر ان کا گھنا سایہ تھا،ان کی رحلت سے ایسا لگتا ہے کہ عالم اسلام ایک بہت بڑی علمی وروحانی شخصیت سے محروم ہو گیا ہے۔جونہی ان کے وصال کی خبر ملی حلقہ ارادت منداں میں ہر طرف آہ وبکا کی سی فضاء قائم ہوگئی۔

؎ بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی اک شخص سارے شہر کو ویراں کر گیا

حضرت والا کی وفات پر عالم اسلام کا یوں پریشان ہونا بجا ہے کیونکہ وہ ایک عظیم نابغہ روزگار ہستی سے محروم ہو گیا ہے،ان کے یوں چلے جانے سے عالم اسلام کا جو علمی وروحانی نقصان ہوا ہے اس کا ازالہ ناممکن ہے،ایسا کیوں نہ ہو جبکہ وہ عالم اسلام کا قیمتی اثاثہ تھے،آج امت مسلمہ اس عظیم ہستی سے محروم ہو چکی ہے،محروم ہونے والی آنکھیں بصد حسرت ویاس اپنے محبوب رہبر ورہنما کو تلاش کرتی ہیں،

؎ وے صورتیں الٰہی کس دیس بستیاں ہیں اب جن کے دیکھنے کو آنکھیں ترستیاں ہیں

ان کے عقیدت مندوں کو چاہیے کہ ظاہری سوگ منانے سے بہتر ہے کہ حقیقی طور پر ان کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوں اور ان کے حق سچ کے مشن کو پھیلانے کے لیے بھرپور کوشش کریں،دین حق کی ہر طرح سے حفاظت کریں اور اپنے ملک سے انتشار کی سی فضاء کے خاتمے کے لیے اپنا کردار ادا کریں۔اتحاد واتفاق کی فضا قائم کریں تا کہ ہمارے درمیان سے غیروں کی ہوا بھی نہ گزر سکے۔

☆☆☆☆☆☆

گلشن تیری یادوں کا مہکتا ہی رہے گا

محمد سرور،محمد عمران گڈولہ روڈ بھکر

شیخ المشائخ حضرت خواجہ خان محمدؒ کی رحلت سے عالم اسلام ایک ایسی شخصیت سے محروم ہو گیا ہے جس کی ذات میں محبوب حقیقی کے جلوے نظر آتے تھے اور جن کی زندگی نبی کریم ﷺ کے طریقوں سے سرشار تھی،وہ دین مبین کے محافظ وعلمبردار اور ایک سچے عاشق رسول ﷺ تھے،

خدا یاد آئے جن کو دیکھ کر وہ نور کے پتلے
نبوت کے یہ وارث ہیں یہی ہیں ظل رحمانی
یہی ہیں جن کے سونے کو فضیلت ہے عبادت پر
انہی کے اتقاء پر ناز کرتی ہے مسلمانی

ان کی جگہ اب کوئی بھی نہیں لے سکے گا اور حقیقت بھی یہی ہے کہ ان جیسا اب کوئی نہیں ہے،ان کی شخصیت اتنی پر اثر تھی کہ دیکھنے والے ضرور کچھ نہ کچھ سیکھتے اور اتنے بارعب تھے کہ دیکھنے والا دل ہی دل

میں اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی تلافی کرتا، ان کو دیکھ کر لوگ دین کی طرف لوٹ آتے اور ان سے فیض حاصل کرتے،

؎ نگاہِ ولی میں یہ تاثیر دیکھی بدلتی زمانے کی تقدیر دیکھی

آج وہ ہم میں نہیں ہیں لیکن ان کی شخصیت ہمیشہ دلوں میں رہے گی۔

آتی ہی رہے گی تیرے انفاس کی خوشبو گلشن تیری یادوں کا مہکتا ہی رہے گا

ہمیں صرف خالی دعوؤں سے نہیں بلکہ ان کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر ان کی عقیدت اور محبت کا ثبوت دینا ہوگا، ہم ان جیسے تو نہیں بن سکتے مگر ان کی تعلیمات پر تو عمل کر سکتے ہیں، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے مرقد مبارک کو نور سے منور فرمائے اور ہمیں ان کی تعلیمات کی سچی پیروی کی توفیق عطا فرمائے، آمین

☆☆☆☆☆☆

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

اخت نعمان، محلّہ حیدر آباد بھکر

چشمہ بیراج کے علاقہ ڈنگ سے اٹھ کر خانقاہ سراجیہ کو اپنے فیض سے منور کرنے والی وہ ہستی ،افسوس آج وہ ہم میں نہیں ہے، وہی جو لاکھوں فرزندان توحید کے دلوں کی دھڑکن اور آنکھوں کا نور تھے اب وہ دھڑکنیں دھک دھک کی لے تو سناتی ہیں مگر زندگی کی حرارت کھو چکی ہیں، یہ آنکھیں بظاہر سب کچھ دیکھتی ہیں مگر بے نور ہو چکی ہیں۔ حضرت خواجہ صاحب جو پانچ مئی کی ابر آلود شام کو ہم سے جدا ہو گئے، وہ منبع فیض تھے، وہ رب عظیم کی طرف سے ہمارے لیے ایک سایہ رحمت تھے، اسلام اجتماعیت کا درس دیتا ہے، اس کے ہاں رنگ، نسل کی کوئی قید نہیں ہے یہاں سب کی خوشیاں اور دکھ سانجھے ہوتے ہیں۔

اخوت اس کو کہتے ہیں چبھے کانٹا جو کابل میں
تو ہندوستان کا ہر پیر و جواں بے تاب ہو جائے

حضرتؒ کی رحلت پر ان کے کروڑوں پسماندگان جس دکھ میں ہوش و حواس سے بے گانے ہو رہے ہیں وہ سپرد قلم نہیں کیا جا سکتا، یہ دکھ تو زمین و آسمان کا دکھ ہے، یہ دکھ تو کون و مکان کا دکھ ہے، اللہ کے نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ جب رجال اللہ میں سے کوئی داعی اجل کو لبیک کہتا ہے تو اس کے لیے زمین روتی ہے، آسمان کے وہ راستے اور دروازے جن سے ان کے اعمال جایا کرتے تھے وہ بھی اب اپنی قسمت پر گریہ کناں ہیں اور پھر حضرت خواجہ صاحبؒ تو وہ عظیم ہستی تھے کہ ان جیسی عظیم شخصیات کے بارے میں اقبالؒ فرما گئے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

آج ان کی وفات سے جو خلا پیدا ہوا ہے اس کا پر ہونا ناممکن ہے، لیکن ان کی تعلیمات باقی ہیں، ان کا سکھایا ہوا سبق باقی ہے، ان کے بتائے ہوئے راستے کہ جن پر چل کر قرب الٰہی کا حصول ممکن ہے وہ اب بھی روشن ہیں، دکھ اور محبت کے اظہار کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہم ان کی طرز پر رب کریم سے تعلق کو پائیدار بنائیں اور ان کا حق اور سچ کا مشن گھر گھر پہنچانے کے لیئے اپنا کردار ادا کریں۔



''ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے''

معلّمہ جامعہ قادریہ محلّہ رحیم آباد بھکر

ملا جو وقت مجھے ان کی بات کرنے کا
میرا نصیب کہ لفظوں نے ساتھ چھوڑ دیا

آج جس شخصیت پر قلم اٹھایا جا رہا ہے وہ عظیم شخصیت، جن کی وجہ سے کائنات میں عجیب سا انقلاب رونما ہوتا ہے ایسی عظیم ہستی کا کائنات میں موجود ہونا ہی انسانیت کے لیے بہت بڑا سہارا تھا۔ جہاں کی رونقیں اور شادابیاں انہی کے دم سے تھیں۔ جس علاقے میں قیام پذیر تھے ہر سو ہریالی ہی ہریالی تھی۔ عجب پر لطف منظر ہوتا ہر جگہ ان کی برکات کے جلوے رونما ہوتے لیکن افسوس آج وہ ہستی ہم میں موجود نہیں وہ جسے دنیا کل تک حضرت خواجہ خان محمد مدظلہ العالی کے نام سے جانتی تھی آج انہیں خواجہ خواجگان حضرت خواجہ خان محمد رحمتہ اللہ علیہ کے نام سے پکارتی ہے۔ ان کی وفات کی خبر سنتے ہی ہر انسان گویا سکتے کی سی حالت میں آ گیا۔ یوں محسوس ہونے لگا جیسے زندگی کی بہاریں ہم سے روٹھ گئی ہیں۔

کیا لکھوں! کیا بتاؤں! شبِ غم گزار کے
تم کیا گئے کہ روٹھ گئے دن بہار کے

ہر جگہ عجیب منظر تھا۔ آن کی آن میں ہر جگہ ان کی وفات کی خبر پھیل گئی۔ بعض جانیوالے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جن کی جدائی پر انسان تو کیا آسمان بھی اپنا حوصلہ کھو بیٹھتا ہے اور زار و قطار رونے لگتا ہے۔ حدیث میں آتا ہے جب نیک روح دنیا سے جاتی ہے آسمان کے وہ دروازے جن سے ان کے اعمال جاتے تھے وہ روتے ہیں زمین پر موجود ہر شے اس کے غم میں روتی ہے ایسا ہی ہوا وہ اللہ کے ولی، ختم نبوت کے داعی، اسلام کے سپہ سالار، مجاہد اسلام دنیا سے رخصت کیا ہوئے آسمان ایسا برسا گویا مدتوں سے برسنے کے لیے

بے تاب تھا، زمین پر صفِ ماتم بچھی ہوئی تھی۔ یقین نہیں آتا تھا کہ وہ عظیم ہستی آج ہم سے جدا ہو گئی ہے اور ہم اتنی بڑی ہستی سے محروم ہو گئے ہیں۔ اس موقع پر میں مولانا ابوالکلام آزادؒ کی قبر پر کہا گیا شورش کاشمیریؒ کا مرثیہ اپنے مربی کے حضور پیش کرنا چاہوں گی

عجب قیامت کا حادثہ کہ اشک ہیں، آستیں نہیں ہے
زمیں کی رونق چلی گئی ہے ، افق پہ مہر مبیں نہیں ہے
تری جدائی میں مرنے والے ! وہ کون ہے جو حزیں نہیں ہے
مگر تری مرگ ناگہاں کا مجھے ابھی تک یقیں نہیں ہے
کئی دماغوں کا ایک انسان سوچتا ہوں ،کہاں گیا ہے
قلم کی عظمت اجڑ گئی ہے زباں سے زرورِ بیاں گیا ہے
اتر گئے منزلوں کے چہرے ،امید کیا ؟ کارواں گیا ہے
مگر تری مرگِ ناگہاں کا مجھے ابھی تک یقیں نہیں ہے
یہ کون اٹھا کہ دیر و کعبہ شکستہ دل ،خستہ گام پہنچے
جھکا کے اپنے دلوں کے پرچم خواص پہنچے ،عوام پہنچے
تری لحد پر خدا کی رحمت ، تری لحد کو سلام پہنچے
مگر تری ،مرگِ ناگہاں کا مجھے ابھی تک یقیں نہیں ہے

ایک عالم کے دنیا سے چلے جانے سے اتنا بڑا خلا آ جاتا ہے جس کی تلافی ممکن نہیں نورِ عرفاں کا روشن ستارہ ہمیشہ کے لیے بجھ گیا اور انسانیت کو درس دے گیا کہ دنیا رہنے کی جگہ نہیں یہ فنا کا مقام ہے۔ دنیا میں رہتے ہوئے اپنے رب کو منا لو۔ دنیا امتحان گاہ ہے اسے امتحان گاہ سمجھو۔ باری تعالیٰ امت مسلمہ کو صبر جمیل عطا فرمائے اور حضرت کی قبر مبارک پر رحمتوں کی بارش نازل کرے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین ؎ خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

☆☆☆☆☆☆

علاقہ تھل میں میرے مرشد کی قائدانہ صلاحیتوں کی جھلکیاں

تحریر: ڈاکٹر دین محمد فریدی
(ضلعی امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بھکر)

1962ء کا سال تھا بندہ رواں دواں زندگی میں پہلی مرتبہ کسی بزرگ کی زیارت کیلئے خانقاہ سراجیہ حاضر ہوا، فصلیں اٹھائی جارہی تھیں اس دور میں خانقاہ کے چاروں طرف صرف کھیت تھے حضرت اقدسؒ نماز ظہر کے بعد معمولات سے فارغ ہو کر خانقاہ سے مشرقی جانب کھلواڑے میں کھڑے تھے اور نخود کی فصل اٹھائی جارہی تھی اردگرد مریدین حلقہ بنائے باادب بیٹھے تھے، بندہ سیدھا کھلواڑے میں داخل ہوا، السلام علیکم کہہ کر دونوں ہاتھ ملانے کیلئے حضرتؒ کے ہاتھوں میں دیئے حضرت اقدس نے وعلیکم السلام کہا میرے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں کی مضبوط گرفت میں لے لیا شفقت بھری نگاہ اس ناکارہ پر ڈالی کچھ ایسی نگاہ تھی کہ آج بھی اس نگاہ کی لذت محسوس کرتا ہوں۔ پوچھا کہاں سے آئے ہو؟ میں نے کہا ہرنولی سے، نام پوچھا عرض کیا کہ دین محمد فریدی میں نے بے دھڑک کئی سوالات کیئے حضرت اقدسؒ نے مسکراتے ہوئے جواب دیے میں نے اردگرد نگاہ دوڑائی تمام مریدین خاموشی سے دیکھ رہے تھے میرے لیئے وہ لمحات بہت حیران کن تھے کیونکہ اس سے پہلے کی میری جو مجالس تھیں وہ ایسی تھیں کہ بندہ اس سے پہلے مساجد اور علما سے دور تھا بلکہ دین داروں پر شدید تنقید کر کے خوشی محسوس کرتا تھا آج جب وہ زندگی یاد آتی ہے تو اللہ تعالیٰ سے ہر وقت معافی مانگتا ہوں کہ اس دور کی غلطیاں معاف فرمادے آمین ایک ولی وقت کی ایک نگاہ نے ایسا انقلاب پیدا کیا کہ شیطان کے راستے سے ہٹا کر رحمان کے راستے پر لگا دیا۔ حضرت اقدسؒ اپنے حجرے میں تشریف لائے میں نے دیکھا کہ بیسیوں مریدین خاموشی سے سر جھکائے بیٹھے ہیں آپؒ بھی خاموش تھے مگر میری بے دھڑک گفتگو جاری تھی ان دنوں جمعیت علما اسلام کی ملک میں بڑی مضبوط قیادت تھی آپؒ جمعیۃ کے سرپرستوں میں سے تھے میرے زیادہ تر سوالات جمعیت علمائے اسلام کے متعلق تھے میرے سوال کے جواب میں حضرتؒ ایک ایسا فقرہ کہتے کہ سوال کرنے والا فوراً مطمئن ہو جاتا، میں نے وہیں فیصلہ کیا کہ جمعیت علمائے اسلام میں شامل ہو کر دین کی سربلندی کیلئے کام کیا جائے مجھے پہلے مرزائیت سے کوئی واقفیت نہ تھی اتنا جانتا تھا کہ نبی کریم ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور مرزائیت نے نیا نبی بنایا ہے جو کہ غلط ہے اس سے زیادہ کوئی علم نہیں تھا حضرت اقدسؒ سے ایک دو سوال مرزائیت کے متعلق بھی ہوئے آپ نے میرا اطمینان کرایا پہلی ہی ملاقات میں بندہ مطمئن ہو کر واپس آیا گو کہ میں نے اس دن باضابطہ بیعت نہ کی مگر حضرتؒ کے اسی دن اسیر ہو گئے تھے حضرتؒ کی نگاہ میں ایسے جچے کہ میانوالی کے علماء کسی اہم معاملہ میں مشورہ کیلئے حاضر ہوتے تو اس کام کیلئے حضرتؒ اکثر دفعہ کہتے کہ دین محمد کے سپرد کر دو میانوالی میں قادیانیت نے دسٹرکٹ ہومیو پیتھک ایسوی ایشن کے بانی ڈاکٹر نور خان اور ان کے دوستوں پر ڈورے ڈالے میں اس وقت اس ایسوی ایشن کا سیکرٹری نشرواشاعت تھا جدوجہد ہوئی 16 اپریل 1966ء کو گروبازار حالیہ مسلم بازار میانوالی میں مولانا لال حسین

اخترؒ اور قادیانی مناظر نذیر لائلپوری کے درمیان زبردست مناظرہ ہوا جس کے صدر چوہدری محمد یوسف مجسٹریٹ میانوالی تھے قادیانیوں کو عبرت ناک شکست ہوئی ڈاکٹر نورخان اوران کے ساتھیوں کا ایمان بچ گیا الحمد اللہ 21 اگست کو 1966ء کو قادیانیوں نے چک نمبر 15 ڈی بی کا علاقہ خالی دیکھ کر مسلمانوں سے مناظرہ طے کرلیا حضرت اقدسؒ اور مولانا محمد علی جالندھری کے حکم سے معاملہ کو بندہ نے ہاتھ میں لیا مولانا لال حسین اخترؒ اور مولانا غلام محمد مبلغ ختم نبوت کے ہمراہ چک نمبر 15 ڈی بی پہنچ گئے مرزائی مقابلے سے فرار ہوگئے مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی دونوں واقعات میں حضرت مولانا محمد عبداللہ بھکری بھی ہمارے ساتھ شفقت فرماتے رہے۔ ہرنولی میں مرزائیت نے جال ڈالا الحمد اللہ صرف دوسال کے عرصہ میں ہرنولی کو قادیانیت سے پاک کردیا، حالانکہ ایکسین چشمہ بیراج کندیاں امام حقانی آنجہانی تمام تر دنیاوی لالچ سے مسلمانوں کو گمراہ کررہا تھا حضرت اقدسؒ کی توجہ سے امام حقانی کا بھی تیاپانچہ کردیا۔ بندہ جوکہ ایک گمنام خاندان سے تعلق رکھتا تھا اور خود بھی گمنام تھا نہ تعلیم نہ سرمایہ نہ برادری ازم کا رعب صرف حضرت اقدسؒ کی توجہ تھی پورے ملک سے اہم علماء کی توجہ کا مرکز بن گیا۔ 16 اگست 1972ء کو میرا ایک ساتھی چک نمبر 57,58 نیوی بھکر شفٹ ہوا، نہ جانے اچانک کیا دل میں خیال آیا بیوی سے کہا کہ ہرنولی سے ترک سکونت کرتے ہیں وفا کی پتلی نے کہا کہ جہاں رکھو گے جیسے رکھو گے ساتھ ہوں اس ساتھی نے سامان میں اپنا مختصر سا گھر کا اثاثہ ڈالا بھکر کے علاقہ رکھ مہوٹہ خانسر بلا اطلاع کے سامان اتارا ایک جھونپڑی سی بنائی۔ رہائش اختیار کی پندرہ دن بعد حضرت اقدسؒ کی خدمت میں خانقاہ حاضر ہوا دل میں یہ تھی کہ بغیر منصوبہ کے کہاں آگیا زندگی کیسے گذرے گی حضرت کو اپنا ترک سکونت کا بتایا تو حضرت اقدسؒ نے کہا کہ ٹھیک جگہ پہنچ گئے ہو کچھ دنوں بعد اس علاقہ میں مرزائیت کا فتنہ پھوٹ پڑا ایک ماسٹر شاہ عالم نامی پٹھان مرزائی ہوگیا ایک شخص غلام حسین جو کہ صرف ساڑھے بارہ ایکڑ کا مالک تھا وہ بھی قادیانی تھا، وہ گھر گھر پہنچ کر قادیانیت کی تبلیغ کرنے لگا مقابلہ شروع ہوا ہر طریقہ سے مسلمانوں کا ایمان بچایا آخر تنگ آکر حضرتؒ کی خدمت میں تمام حالات پیش کئے حضرت اقدسؒ نے جو فرمایا اس پر عمل کیا الحمدللہ رکھ مہوٹہ خانسر میں قادیانیت کا فتنہ اپنی موت آپ مرگیا اور علاقہ میں مسلمانوں ہی کا نہیں ان دونوں گھرانوں میں سے بھی کوئی قادیانی نہیں ہوا بلکہ ماسٹر شاہ علام کی اولاد اور اس کی بیوی نے قادیانیت سے نفرت کا اس قدر اظہار کیا کہ اس کا شدید بائیکاٹ کیا اپنی ہمشیرہ کے نکاح پر باپ کو بیٹھنے نہ دیا اللہ تعالیٰ ان کی اس غیرت کو قبول فرمائے (آمین) 1984ء کے امتناع قادیانیت آرڈیننس کے نفاذ کے بعد کلیدی آسامیوں پر فائز قادیانیوں نے پاکستان میں ایسے حالات پیدا کردیے کہ ملک میں شیعہ سنی اختلافات شدت سے بھڑک اٹھے جھنگ میں مولانا حق نواز جھنگویؒ کی شہادت کے بعد قتل وغارت گری پیدا

ہوئی بھکر، جھنگ کا سرحدی ضلع ہے ایک منصوبے کے تحت بھکر کے قادیانی سرگرم عمل ہوئے اتفاق سے یہاں کئی اہم پوسٹوں پر قادیانی فائز تھے ان کے کاروبار بھی تھے گو کہ بھکر کے مذہبی قائدین حافظ محمد ممتاز مرحوم، مولانا محمد عبداللہ اور شیعہ رہنما وزارت حسین نقوی امن پسند صلح جو تھے مگر پھر بھی بھکر کے جلسے جلوسوں میں شدت آمیز مخالفانہ نعروں سے دونوں جانب تلخیاں بڑھ رہی تھیں بھکر کے قادیانی عبدالطیف اعوان ،نذیر اعوان، شیخ دبیر نمبردار، ڈاکٹر ولی ان تلخیوں کو نفرت میں تبدیل کر رہے تھے اس دور میں ممتاز اعوان ڈپٹی ڈائیریکٹر زراعت اور ارشاداللہ جج اور اس کی بیوی دوسرے قادیانیوں کو تحفظ دے رہے تھے، حالات خراب تھے ان حالات میں میرے مرشدؒ نے حکم دیا کہ بھکر منتقل ہو جاؤ اور ختم نبوت کے محاذ کو سنبھالو بندہ نے یہ نہیں پوچھا کہ میں تہی دامن کیا کروں گا البتہ اتنا عرض کیا کہ حضرت قادیانیوں کا تیاپانچہ آپ کی دعاؤں سے کردونگا صرف اتنی عرض ہے کہ میری شکایت اگر کوئی کرے تو بلاوجہ مجھ پر گرفت نہ ہو اور یہ دعا کریں کہ مکان کرایہ پر کسی اچھے محلّہ میں مل جائے حضرت اقدسؒ نے دعاؤں کے ساتھ اجازت دی ابتداء میں دو دیسی کمپنیوں کے سیل ایجنٹ کے طور پر کام کیا اس سے گھر کا گذارا ہوا اور پورے ضلع میں قادیانیوں سے متعلق آگاہی ہوئی کچھ دن کالج روڈ پر مطب کیا مگر رکھ مہوٹہ خانسر کے عوام کی خواہش پر مطب واپس لے جانا پڑا اب پانچ دن مطب اور دو دن ختم نبوت کیلئے وقف کیے اس دوران محمد اکرم نیازی ایک سادہ لوح انسان جس کو قادیانیوں نے اپنے جال میں پھنسا کر مرزا طاہر قادیانی سربراہ قادیانیت سے خط وکتابت میں پھنسا دیا تھا مگر اللہ تعالی نے اس کا ایمان بچایا۔ الحمدللہ آج وہ سادہ لوح نوجوان قادیانیوں کے خلاف شدید جذبات رکھتا ہے چوہدری محمود احمد ڈپٹی ڈائریکٹر محکمہ زراعت نے قادیانی لڑکیوں کے ذریعے بھکر کے کئی افراد کو پھنسا رکھا تھا اس کی رپورٹ محکمہ زراعت کے ایک ملازم کے ذریعے مجھ تک پہنچی اس وقت میرے ساتھ محمد اشرف بلوچ جو کہ ملک ظہیر کے پیٹرول پمپ کا منیجر تھا ہوتا تھا بڑے کام کا آدمی ہے جب موقع ملا بندہ نے عین وقت پر ڈپٹی کمشنر کا چھاپہ مروادیا چوہدری محمود احمد بدحواس ہو کر نکل بھاگا باہر ختم نبوت کا جیالا ورکر محمد اشرف کھڑا تھا اس کا پیچھا کیا اور حیدر آباد تھل تک دوڑایا اس کے بعد محمود احمد چوہدری بھکر نہ آیا اپنا تبادلہ کرا گیا اب ہم ارشاداللہ کے پیچھے لگے اس نے اور اس کی بیوی نے بھکر میں گہرے تعلقات بنا رکھے تھے بڑی جدوجہد ہوئی اس کی بیوی پرنسپل گرلز کالج تھی اس کے خلاف انکوائری ہوئی ایک مخصوص طبقہ کے چند افراد اس کی حمایت میں پہنچ گئے ارشاد اللہ سیال ان دنوں ایڈیشنل سیشن جج بھکر تعینات تھا ہم نے چھاپا مروایا اور کالج کا تقریبا لاکھوں روپیہ کا سامان فریزر اور قالین سمیت برآمد کریا ارشاداللہ بھی اپنا تبادلہ کرا کر دفع ہوا دوسری طرف ہم نے مرزائیوں کے خلاف امتناع قادیانیت آرڈیننس کے تحت مقدمات کی بھرمار کردی اب قادیانیوں کو صرف اپنی دفاع کی

پڑی وہ مسلمانوں کے خلاف کوئی تخریب کاری نہ کر سکے مجلس تحفظ ختم نبوت کے کارکنوں نے قادیانیت کے بارے میں لٹریچر کی بھرمار کردی شاید کوئی فرد بچا ہو جس تک ختم نبوت کا لٹریچر نہ پہنچا ہو اس کا یہ فائدہ ہوا کہ مسلمانوں میں قادیانیوں کے خلاف شدید نفرت پیدا ہوئی جب ہم نے بائیکاٹ کی مہم چلائی تو بھکر میں اتنا شدید بائیکاٹ ہوا کہ قادیانیوں کی دکانوں پر گاہک نظر نہیں آتا تھا کاروبار تباہ ہوتے دیکھ کر قادیانیوں نے بھکر سے کوچ کرنے میں ہی عافیت سمجھی، بھکر میں قادیانیوں کے خلاف مقدمات تو کئی ہوئے مگر سب سے اہم مقدمہ شیخ دبیر احمد قادیانی پر ہوا جس نے ڈسٹرکٹ کونسل میں خاندانی منصوبہ بندی کے اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے اسلامی شعائر کا استعمال کیا اُس اجلاس میں محکمہ صحت، محکمہ عدلیہ، وکلاء اور صحافی حضرات تھے وہ افراد نہیں جانتے تھے کہ یہ قادیانی ہے۔ صرف چند صحافی حضرات جانتے تھے یہ واقعہ 29 جون 1994ء کا ہے غالباً ذوالقرنین سکندر نے مجھے فوراً خبر پہنچائی تمام تر تفصیلات لیکر بندہ نے خانقاہ سراجیہ رابطہ کیا حضرت اقدس نے مقدمہ کی فوری اجازت دی ان دنوں ایس پی ضلع پولیس کا انچارج ہوتا تھا میں نے فوراً درخواست دی قانونی مراحل کے بعد مقدمہ درج ہوا عوام الناس میں چہ مگوئیاں تھیں کہ دین محمد فریدی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنے سے بھی روکتا ہے شیخ دبیر نے ضمانت قبل از گرفتاری کرائی مگر جب دلائل کا میدان لگا تو الحمد اللہ عدالت میں ضمانت کنفرم ہونے کی بجائے خارج ہوئی دبیر گرفتار ہوا خبریں اخبارات میں لگیں ملک بھر میں دھوم مچ گئی اپنوں کی طرف سے میری حوصلہ افزائی تھی سید پیر نصیر الدین شاہؒ سے ملاقات ہوئی وہ بھی خبر پڑھ چکے تھے، انہوں نے بھی بندہ کے حق میں بہت سی دعائیں کیں آج شیخ دبیر مقدمہ میں اشتہاری ہو کر بیرون ملک فرار ہے اس مقدمہ میں بھکر کے صحافی حضرات عاکف الیاس رانا، حفیظ اللہ شاہ اور ذوالقرنین سکندر کا کردار بہت اہم رہا۔ اسی دوران میانوالی کے چک نمبر 15 ڈی بی میں چار قادیانیوں نے توہین رسالت کی حضرت اقدسؒ نے بندہ کو بلا کر مقدمہ کی پیروی کا حکم دیا قادیانیوں کی پانچ سال تک ضمانت نہ ہونے دی پاکستان میں حقوق انسانی کی چمپیئن عاصمہ جہانگیر بھی میدان میں آئی میرے خلاف امریکہ تک اخبارات میں شور مچا مگر منہ کی کھائی عاصمہ جہانگیر نے بندہ کو کمزور سمجھا تھا مگر جو عظیم ہستی میری پشت پر تھی اس پر نگاہ نہیں گئی۔ اسی طرح ڈاکٹر اختر مجوکہ قادیانی جو نور پور تھل میں تحصیل ہیڈ کوارٹر ہسپتال میں 14 سال سے تعینات تھا علاج سے زیادہ تبلیغ قادیانیت سے دلچسپی تھی میرے چچا زاد بھائی کو بھی تبلیغ کی زد میں لیا مجھ تک اطلاع پہنچی تو بندہ نے خانقاہ سراجیہ حاضر ہو کر مرشد کو حالات بتائے حضرت اقدس نے فرمایا: ''کچھ کرو'' میں نے عرض کیا: ''کیا کروں'' آپؒ نے کھلی اجازت مرحمت فرمائی میں نے عرض کیا کہ اے سی نور پور تھل کو خط لکھ دو۔ آپ نے اجازت دی خانقاہ شریف سے کاغذ لیا حضرت کے پاس سے ڈاک کا لفافہ لیا اے سی نور پور تھل

کو اختر مجوکہ قادیانی کی قادیانیت کی تبلیغ اور اے سی کی قانونی ذمہ داری کے احساس کا خط لکھا پانچویں دن تحصیل دار نور پور تھل جو کہ بھکر کا رہائشی تھا، کالج روڈ پر ان دنوں دفتر ختم نبوت ہوتا تھا اپنی گاڑی میں آیا میرا خط ان کے ہاتھ میں تھا میں نے خط پہچان لیا انہوں نے کہا'' کہ آپ کو اے سی نور پور تھل نے بلایا ہے میں نے تیسرے دن پہنچنے کا وعدہ کیا، وقت پر پہنچا رات کو اپنے چچا زاد بھائی کے ہمراہ اس کی رہائش پر دو گھنٹہ ملاقات کر کے قادیانیت کی صورت حال بتائی اسے سی صاحب کو اللہ تعالی ترقی دے اگلے دن ڈاکٹر مجوکہ کو گرفتار کرلیا گیا گواہیاں ہوئیں ،ضمانت ہونے کے بعد اختر مجوکہ بھی ملک سے فرار ہوگیا۔نور پور تھل ضلع خوشاب کا غلام حسین ہنجرہ نامی مسلمان کی عورت ایک مرزائی کے ساتھ بھاگ گئی ایف آئی آر کٹوائی مرزائیوں نے جو کہ علاقہ کے بااثر زمیندار تھے ان کے مقابلے میں غلام حسین ایک غریب آدمی تھا کی عورت غائب کر دی الٹا دفعہ 182 کا کیس مل ملا کر غلام حسین پر کر دیا وہ سات سال تک دھکے کھاتا رہا حضرت اقدسؒ کی خدمت میں پہنچا حالات بیان کیے حضرت نے بندہ کو حکم دیا کہ نور پور تھل اے سی سے ملو پہلے دفعہ 182 کا مقدمہ خارج کیا گیا ڈی ایس پی نور پور تھل سے تحقیقات کا مطالبہ کیا ڈی ایس پی نے ملزمان طلب کیے قادیانیوں کو علم نہیں تھا وہ اس عورت کا نکاح نامہ لیکر پیش ہوئے میں نے مطالبہ کیا کہ یہ قادیانی ہیں۔مسلمان عورت سے نکاح نہیں ہوسکتا اگر انہوں نے عورت قادیانی کر لی ہے تو آئین کی دفعہ 298 سی کی خلاف ورزی کی ہے لہذا مقدمہ قائم کیا جائے تحقیقات ہوئیں مرزائی نوجوان اور عورت دونوں گرفتار ہوئے اور ایڈیشنل سیشن جج کی عدالت سے سزایاب ہوئے۔حضرت اقدسؒ کی خصوصی توجہ سے سات سال کا مسئلہ دنوں میں حل ہوگیا۔اسی طرح چک نمبر 93 کروڑ لعل عیسن میں قادیانیوں نے مسلمانوں کی مسجد کے بالمقابل مسجد تعمیر کی وہاں بھیجا گیا ڈی سی او، ایس پی لیہ کے حکم سے اے سی کروڑ نے تحقیقات کیں قادیانی گرفتار ہوئے اور کیفر کردار تک پہنچے۔21 جولائی 2007 کو ایک دوست وکیل نے اطلاع دی کہ ارشاد اللہ سیال ڈسٹرکٹ سیشن جج بن کر بھکر چارج لینے پہنچ گیا ہے بڑی فکر ہوئی حضرت اقدسؒ سے رابطہ کیا وہاں سے حکم آیا کہ ڈٹ جاؤ نہیں آئے گا صبح ڈسٹرکٹ بار بھکر میں بات کی رفیق احمد خان نیازی ایڈووکیٹ متحرک ہوئے بھکر کے 53 وکلاء نے قرارداد پاس کی ،قرارداد چیف جسٹس لاہور ہائی کورٹ کو بھیجی گئی عوامی احتجاج بھی فیکس کیا گیا اور الحمد اللہ 25 تاریخ کو اس کی تعیناتی کے منسوخی کے آرڈر پہنچ گئے۔حضرت اقدس کی علاقہ تھل پر جو نظر شفقت تھی میں کس کس کا ذکر کروں مضمون بہت طویل ہوگیا، بندہ پر میرے مرشد کی خاص شفقت تھی ایک دفعہ کوئی حاسد میرے مرشد کی خدمت میں حاضر ہوا اور میری شکایت کی مرشد ہر ایک پر شفیق تھے مسکراتے تھے مگر پختہ اطلاع ہے کہ جب اس نے میرے خلاف بات کی حضرت اقدسؒ کو سخت غصہ آیا

اور فرمایا کہ میں ان باپ بیٹوں (مراد مولوی محمد علی) کی شکایت نہیں سننا چاہتا تم ان کے مقابلے میں کام کر کے دکھاؤ۔ شکایت کرنے والا بھری محفل میں نکو بن کر رہ گیا۔ اسی طرح 1970ء کے الیکشن میں حضرت کے چھوٹے بھائی ملک محمد افضل الیکشن میں حصہ لے رہے تھے علووالی حضرتؒ کی صدرات میں جلسہ عام تھا میں نے مدمقابل کے کچھ ایسے حالات سے پردہ اٹھایا جو کہ بالکل صحیح تھے مدمقابل حضرتؒ کی خدمت میں پہنچ کر شکایت کنندہ ہوا آپ نے بڑے تحمل سے جواب دیا کہ میں نے خود تقریر سنی ہے الیکشن میں دعوے پر دعووں کے پردے اکٹھے جاتے ہیں مگر مدمقابل امیدوار سخت غصہ میں کہنے لگا کہ میں دین محمد فریدی پر ہتک عزت کا دعویٰ کردونگا، حضرت اقدس نے فرمایا کہ اگر میں ملک محمد افضل کے الیکشن پر پندرہ ہزار خرچ کرسکتا ہوں تو دین محمد کی عزت بچانے کیلئے تیس ہزار روپے خرچ کردونگا۔ مدمقابل امیدوار اپنا سہ منہ لے کر چلا آیا اسی طرح کی ایک اور شکایت پہنچی، آپ نے سخت غصہ میں فرمایا: ''خاموش ہوجاؤ دین محمد فریدی اس گھر کا فرد ہے'' مرشد کے یہ الفاظ میرے لیے بہت بڑا انعام ہیں۔ 30 جولائی 2009ء کو پپلاں میں میرے اوپر جو قیامت گذری ڈاکو لڑکیوں اوران کے بھائی نے جس طرح میری بیٹی اور نواسوں کو ذبح کیا اطلاع ملنے پر میں نے سب سے پہلے موجودہ سجادہ نشین صاحبزادہ خلیل احمد مدظلہ کے ذریعے مرشدؒ کو اس سانحہ سے آگاہ کیا پپلاں پہنچا صبح دس بجے جنازہ مولانا صاحبزادہ خلیل احمد مدظلہ نے پڑھایا حضرت مرشدؒ کی طرف سے تسلی دی کہ قاتل جلد گرفتار ہونگے قاتل فرار ہوگئے تھے خانقاہ شریف میں روزانہ صبح کی نماز کے بعد میرے لیے دعاؤں کا سلسلہ جاری تھا۔ 17 اگست 2009ء کو صبح نماز فجر کے بعد حضرت مرشد نے خود فرمایا کہ ''دعا کرو آج دین محمد کی بیٹی اور نواسوں کے قاتل گرفتار ہوجائیں۔ دن میں مردوں کی گرفتاری شروع ہوئی رات چار بجے تک راجن پور اور ملتان سے قاتل لڑکیاں بھی گرفتار ہوگئیں۔ دوستوں کو مایوسی تھی کہ قاتل گرفتار نہیں ہوسکتے کیونکہ پپلاں ایسا تھانہ ہے جہاں کا انچارج ایس ایچ او دن دیہاڑے قتل ہوا آج تک قاتل گرفتار نہیں ہوے۔ اسی طرح چار قتلوں کے قاتل گرفتار نہ ہوئے میرے لیے حضرت مرشدؒ اور لاکھوں عوام کی دعائیں ہیں کہ قاتل گرفتار ہو کر دہشت گردی کی عدالت میں کیفر کردار تک پہنچ رہے ہیں۔ بندہ اپنے مرشد کی قادیانیت کے خلاف قیادت اور اپنے اوپر شفقت کا بیان کہاں تک کرے، مرزائی بھی آپ کی خاموش نگاہ سے خائف تھے ایک قادیانی نے کہا کہ سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، قاضی حسین احمد شجاع آبادیؒ، مولانا لال حسین اخترؒ بہترین مناظر تھے مولانا محمد یوسف بنوریؒ عالمی شخصیت کے مالک تھے، ان (بزرگوں) نے ساری زندگی میں ہمیں اس قدر نقصان نہیں پہنچایا مگر ختم نبوت والوں کا یہ امیر نہ مقرر ہے نہ مناظر نہ سکالر مگر جس طرف خاموشی سے نگاہ اٹھاتا ہے ہمارا بیڑہ غرق کردیتا ہے مضمون بہت طویل ہوگیا ہے دل چاہتا ہے کہ 48 سالہ

رفاقت کی باتیں لکھتا ہی رہوں میرے مرشد اتنے شفیق تھے کہ ہم ان کی شفقت صحیح معنوں میں بیان نہیں کر سکتے ۔ 5 مئی کو بدھ اور جمعرات کی درمیانی رات آج کے دور کا امت مسلمہ کا یہ شفیق رہبر ملتان سیال میڈیکل سنٹر میں کافی عرصہ بیمار رہنے کے بعد اللہ کو پیارا ہوا۔ یہ ہستی جو کہ عالم اسلام کیلئے شجر سایہ دار کی حیثیت رکھتی تھی تمام دینی تحریکوں کی سرپرست تھی، اسلام کے اتحاد کی نشانی تھی کروڑوں مسلمانوں کو روتا بلکتا چھوڑ کر اپنی اصل منزل کی طرف روانہ ہوگئی۔ 6 مئی 2010ء کو خانقاہ سراجیہ میں تین بجے کے قریب بلاشبہ لاکھوں مسلمانوں نے آپ کا جنازہ پڑھا آپ کے جانشین صاحبزادہ خلیل احمد مدظلہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ لوگ دو دن پہلے شدید گرمی اور لو سے پریشان تھے، اس دن اللہ تعالیٰ نے بھی شفقت کی کہ میرے دوست کے جنازے پر آنے والے مسلمانوں کو کوئی تکلیف نہ ہو ہلکے ہلکے بادل آسمان پر اور دو بجے دن جو فرحت بخش ہوا چلی اس کو سب نے محسوس کیا آخر جنازہ میں آنے والے انسانوں میں لاکھوں ایسے اللہ والے تھے جو کہ کراچی سے لیکر خیبر تک پاکستان کے ہر حصہ سے ہی نہیں بیرون ملک سے بھی تشریف لائے تھے ختم نبوت کے ورکر آپؒ کی وفات پر سخت غم زدہ ہیں مگر اللہ کی رضا پر راضی ہیں اس منزل کی طرف انبیاء بھی روانہ ہوئے حبیب کبریا ﷺ بھی تشریف لے گئے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں صبر عطا فرمائے میرے مرشد کے درجات بلند فرمائے آپ کے جانشین صاحبزادہ خلیل احمد مدظلہ کو آپؒ کا صحیح جانشین اور ہمارا صحیح رہبر بنائے اور ان کی عمر میں برکت عطاء فرمائے (آمین)



قلم قاصر ہے کیونکر داستان ابتلاء لکھوں

ش۔ر۔ گورنمنٹ کالج برائے خواتین بھکر

آج ہمیں جس شخصیت پر قلم کشائی کا موقع ملا ہے وہ حضرت خواجہ صاحبؒ کی کمال شخصیت ہے، حضرت جیؒ کے کمالات کا اندازہ تو وہ کر سکتا ہے جو خود صاحب کمال ہو ہم جیسے عاری کمال تو اس میدان میں عاجز و ناکام ہیں۔ حضرتؒ کے چلے جانے کے بعد تو یہ حالت ہے کہ

گزرتے جا رہے ہیں حادثوں پہ حادثے پیہم
قلم قاصر ہے کیونکر داستان ابتلاء لکھوں
فضاء مغموم، طائر مضطرب، شاخیں خزاں دیدہ
سمجھ میں کچھ نہیں آتا کہ اس حالت میں کیا لکھوں

ہمارے حضرت جی نہایت ہی شفیق و عاجز انسان تھے، ہر خاص و عام سے شفقت سے پیش آتے

جب بھی حضرت جیؒ کا خیال آتا ہے تو بقول شاعر یہ صورتحال ہوتی ہے

دل پژمردہ اک بے نام خوشبو سے مہک اٹھا
سجایا میں نے لرزیدہ لبوں پر نام جب اس کا

صحیح عالم باعمل انسان ہو تو بلاشبہ تنہا بھی دنیا کو نور سے بھر دیتا ہے۔

جوکوئی اس کے سامنے آگیا وہی روشنی میں نہا گیا
عجب اس کی ہیبت حسن تھی ،، عجب اس کا رنگ جمال تھا

یہ حضرت جیؒ ہی تھے کہ جنہوں نے اس دنیا کی ظلمتوں کے درمیان ایمان کا دیا جلایا اور علم کی روشنی سے دنیا کو منور کیا، مگر آج کا مسلمان تو اپنے اکابر سے بھٹکا ہوا نظر آتا ہے۔

تجھے آباء سے اپنے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی — کہ تو گفتار وہ کردار، تو ثابت وہ سیارہ

باری تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں اور تمام انسانیت کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے اور ان کے نقش قدم پر چلائے (آمین)

☆☆☆☆

ولی کامل حضرت خواجہ صاحب ....ایک سچے عاشق رسول

شیخ المشائخ عالم اسلام کے جید عالم دین، ولی کامل حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ، تمام مسالک میں یکساں مقبول تھے۔ پیر طریقتؒ، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے چالیس سال سے امیر چلے آرہے تھے، ان کے وصال سے پیدا ہونے والا خلا صدیوں میں بھی پر نہیں ہوسکتا آپ کئی سالوں سے خانقاہ سراجیہ میں مسند نشین تھے اور دنیا کو اپنے فیض سے منور کررہے تھے، ہر مسلک کے ماننے والے آپ کی قدم بوسی کے لئے خانقاہ سراجیہ میں ضرور حاضری دیتے، آپ کی رحلت سے دنیا ایک عظیم اور سچے عاشق رسول سے محروم ہوگئی ہے۔ دعا ہے کہ خداوند تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں بھی ان کے نقش قدم پر چلنے والا بنادے۔ (آمین)......محمد اکبر شاہد، دریا خان ضلع بھکر

☆☆☆☆

ہمارے بعد ہی ہمارے تذکرے ہوں گے

اخت مجاہد الرحمان۔ بھکر

بدھ کی رات اور جمعرات کا دن عالم اسلام کے لیے بہت ہی غم کا دن تھا، کیونکہ اس دن ایک ایسی ہستی ہم سے جدا ہوگئی کہ جن کی جدائی سے پرندوں نے چہچہانا چھوڑ دیا، آنکھیں اشک بار ہوگئیں، جن کی

جدائی کی وجہ سے دنیا میں ایک ایسا خلا پیدا ہو گیا جو کبھی پر نہ ہو سکے گا۔ آج ہر ایک ان سے محبت کا دعوے دار ہے، مگر حقیقی محبت تبھی ہوگی جب ہم ان کے نقش قدم پر چلیں گے۔ وہ ایک ایسی ہستی تھی جن کی زیارت کے لیے ہر مسلمان ترستا تھا، جن کی خانقاہ میں ہر وقت لوگوں کا ہجوم رہتا تھا جن کی جدائی سے ساری خانقاہ ویران ہو کر رہ گئی۔

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویراں کر گیا

اور......

چمن کے تخت پر جس دم شہہ گل کا تجمل تھا
ہزاروں بلبلوں کی فوج تھی اک شور وغل تھا
جب آئے دن خزاں کے کچھ نہ تھا بجز خار
بتاتا تھا باغباں رورو یہاں غنچہ یہاں گل تھا

حضرت جیؒ کی رحلت میں بھی ہمارے لیے ایک سبق ہے کہ موت ہر ایک کو آنی ہے، چاہے وہ پیر ہو یا فقیر، آج بے شک حضرت جیؒ تو اپنی آخرت بنا کر چلے گئے، اب ہم نے اپنی موت کی فکر کرنی ہے، اپنی کامیابی کے لیے کچھ محنت کرنی ہے۔ حضرت صاحب خود تو اس دنیا سے رخصت ہو گئے جو شاید یہ کہہ گئے ہوں کہ

ہمارے بعد اندھیرا رہے گا محفل میں
بہت چراغ جلاؤ گے روشنی کے لیے

ہمارے بعد ہی ہمارے تذکرے ہوں گے ہمارے بعد ہی محسوس ہر اک کمی ہوگی

☆☆☆☆

گلشن دیں کے باغباں، حریم نبوت کے پاسباں، سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے میر کارواں

امام پاکبازاں، نور عرفاں، ہادی دوراں......حضرت خواجہ خان محمد رحمہ اللہ

تحریر: عبدالعزیز انجم (ڈپٹی سیکرٹری جنرل بھکر یونین آف جرنلسٹس ڈسٹرکٹ بھکر)

Cell: 0312-6838485 E.Mail: azizbk87@yahoo.com

جان کر منجملہ خاصانِ میخانہ مجھے
مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ مجھے

1920 میں موضع ڈنگ ضلع میانوالی میں حضرت خواجہ عمرؒ کے آنگن میں طلوع ہونے والا آفتاب علم وعرفاں جس نے فلک رشد وہدایت پر طلوع ہوکر چون سال تک عالم ہست وبود کو اپنی ضیاپاش شعاعوں سے منور کیا تھا عمر کی نوے منزلیں طے کر کے پانچ مئی 2010 کی المناک شام کو غروب ہوگیا۔ **انا لله وانا اليه راجعون**

دلوں میں درد کی شمعیں جلا کے چھوڑ گیا
وہ اک جہاں کو اپنا بنا کے چھوڑ گیا

جب یہ خبر کانوں میں پڑی تو حواس ختم، عقل گم، زباں گنگ اور شعور معطل ہوگیا آنکھوں سے آنسو اور زبان سے آہیں جاری ہوگئیں۔ ہر شخص اپنی جگہ مجسمہ حیرت اور سراپا غم والم بنا ہوا تھا واقعی اگر خدا کی طرف سے صبر نہ ملتا تو نہ معلوم کتنے دھڑکتے دل بند ہوجاتے، کتنے ہی مسکراتے چہرے ماند پڑ جاتے۔

آخر کہاں چلا گیا سالارِ کارواں ؟
کس سے کہیں حشر کا ساماں ہے دوستو !

شفیق ومہربان شیخ ومربی کے بچھڑ جانے پر دل مضطرب بے ساختہ کہتا ہے

لے گیا چھین کے کون آج ترا صبر وقرار
بے قراری تجھے اے دل کبھی ایسی تو نہ تھی

آج اگر بھٹکتی، سسکتی اور تڑپتی دنیا میں کسی کا رہنا ضروری تھا تو واللہ وہ حضرت خواجہ خان محمدؒ کی ذات تھی وہ کیا تھے؟ زبان کی فصاحت، قلم کی روانی، لفظوں کے بندھن اور تحریر وتقریر کی رسمیں ان کی ذات گرامی کو خراج تحسین پیش کرنے سے عاجز رہیں گی۔ آپ کا وجود مسعود طالبان راہ حق کیلئے کبریت احمر تھا، سراپا حلم اور بے پناہ بردباری جس طرح سینہ بحر میں کوئی چٹان ہو متلاطم موجیں بڑھ کر اس سے ٹکرائیں اور خود ہی پاش پاش ہوکر رہ جائیں طاغوتی قوتوں کے مقابل ہر آن سینہ سپر اہل ایمان کی زبوں حالی کا چارہ گر اتباع سرور کائنات ﷺ کا پیکر، نورِ باطن سے آراستہ اور اخلاص وتقویٰ سے پیراستہ تھے۔

حضرت صاحبؒ برہان حق تھے، انکا وجود اہل حق کے لیے باعث رحمت اور امت مسلمہ کے لیے سعادت تھا۔ اب کون ہمارا پرسانِ حال ہے؟ یہ وہ سوال ہے جو اہلِ حق کے سامنے کھڑا ہے اور وہ محروم ہوجانے والی ترستی نگاہوں سے اس کا جواب تلاش کررہے ہیں کہنے والے کہتے ہیں کہ ہم یتیم ہوگئے ہیں، ہمارا اثاثہ چھن گیا ہے، یقیناً اس محرومی کا ازالہ بہت مشکل ہے۔

ہمارے بعد کہاں وفا کے ہنگامے — کوئی کہاں سے ہمارا جواب لائے گا

آپؒ کے دورِ امارت میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے عقیدہ تحفظ ختم نبوت کے سلسلہ میں شاندار کامیابیاں حاصل کیں جو کہ اسلامی تاریخ کا ایک گرانقدر سرمایہ ہیں اور جنہیں تاریخ میں سنہری الفاظ سے لکھا جائے گا۔ آپؒ کے دور امارت میں پہلی مرتبہ چناب نگر میں ختم نبوت کانفرنس 7-6 ستمبر 1982 کو منعقد ہوئی، جس میں تمام مکاتب فکر کے راہنماؤں نے شرکت کی یہ کانفرنس آغاز سے لے کر اب تک نہایت تزک واحتشام سے منعقد ہوتی ہے، چناب نگر میں ہونے والے مرزائیوں کے سالانہ اجتماع پر 1984 میں پابندی لگادی گئی۔ 1408 ہجری میں آپؒ نے روئداد عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا مقدمہ لکھ کر گویا سمندر کو کوزے میں بند کر دیا۔ جس میں مرزا غلام احمد قادیانی ملعون کے حالات اور ابتدائے تحریک تحفظ ختم نبوت کے حالات بیان کیے گئے ہیں، اس سے آپؒ کے عقیدہ ختم نبوت کے ساتھ عشق ومحبت اور والہانہ لگاؤ کا پتا چلتا ہے۔ انہی عظیم المرتبت ہستیوں کی کوششوں سے 7 ستمبر 1974 کو نیشنل اسمبلی آف پاکستان نے مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا۔

حضرتؒ کے بارے میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ ان جیسی عظیم ہستی پر تحریر وتقریر کی تمام رسمیں دم توڑ جائیں گی۔ اور یہ حقیقت بھی ہے کہ ہم جیسا پر تقصیر اور ناکارہ انسان حضرت جیؒ کے بارے میں کیا کچھ لکھ سکتا ہے، اولیاء اللہ کے احوال ومعارف تحریر کرتے ہوئے جو کیفیات لکھنے والے کے دل ودماغ پر طاری ہوتی ہیں قلم انہیں سپرد قرطاس نہیں کرسکتا اور پھر فکر میں بھی یہ رفعت کہاں کہ کسی بااحوال ہستی کے صحیح مقام تک رسائی حاصل کر پائے۔ بہر حال جو کچھ لکھا اللہ تعالیٰ اس کو اپنے دربار میں قبول فرمائیں اور بخشش کا ذریعہ بنائیں۔ حضرت وفات سے تین ماہ قبل سخت علیل تھے حالت بگڑنے پر وفات سے کم وبیش ایک ہفتہ قبل ملتان کے سیال کلینک لائے گئے، یرقان کے مرض میں شدت کے باعث حضرت بدھ کی شام آٹھ بجے کے لگ بھگ صاحبزادہ نجیب احمد کی گود میں سر مبارک رکھے اللہ، اللہ کا ورد کرتے ہوئے خالق حقیقی سے جا ملے۔ جسد خاکی خانقاہ سراجیہ لایا گیا اور اگلے دن چھ مئی کو خانقاہ سراجیہ میں ہی نماز جنازہ ادا کیا گیا۔ ایک جم غفیر تھا جو اُمڈ آیا تھا، تاحد نظر انسان ہی انسان تھے، نماز جنازہ حضرتؒ کے صاحبزادے اور موجودہ سجادہ نشین خانقاہ سراجیہ کندیاں حضرت خواجہ خلیل احمد مدظلہ العالی نے پڑھایا۔ بعدازاں مریدین ومتعلقین نے بصد حسرت ویاس اپنے ہادی ومحبوب، عزیز شیخ اور پیشوائے کامل کو مشیت الٰہی پر راضی رہتے ہوئے آغوش لحد میں رکھ دیا۔ بلاشبہ حضرت خواجہ خواجگانؒ کی رحلت ایک ناقابل فراموش صدمہ ہے لیکن ان کا فیض آج بھی چہار سو موجود ہے جہاں سے ان کے فکر کی خوشبو اور نقوش پا ملتے ہیں۔

تو میرے سامنے نہیں ہے میرے رہبرِ حیات

لیکن تیری بتائی ہوئی رہ گزر تو ہے

بلاشبہ پانچ مئی کا دن پاکستان کی روحانی اور دینی تاریخ میں ایک المناک سانحہ اور جانگداز المیہ کی حیثیت سے یاد رہے گا۔جس دن گلشنِ دیں کا باغباں ،حریم نبوت کا پاسباں اور علم ومعرفت کا بحرِ مواج اس دنیا سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رخصت ہوگیا۔اللہ تعالیٰ ان جیسی عظیم ہستیوں جن سے ہماری تاریخ کی عظمتیں وابستہ ہیں اور جن کا روحانی فیض آج بھی بھٹکے ہوئے مسافروں کے لیے روشنی کا مینار ہے، کے مرقد مبارک پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔

آسمان تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

☆☆☆☆☆☆

یادوں کے جھروکے

حافظ محمد شریف جامعہ قادریہ رحیم آباد بھکر

1989 کی بات ہے میں نویں جماعت کا طالبعلم تھا،اپنی جماعت کے ساتھیوں کے ہمراہ پرانا ہائی سکول چکڑالہ ضلع میانوالی میں کھڑا تھا سامنے قاضیوں والی مسجد کے سامنے دو کاریں جا کر رکیں،ایک کار میں سے مولانا محمد عبداللہ صاحب بھکر والے باہر نکلے اور دوسری کار میں سے ایک بزرگ نکلے کالا چغہ پہنا ہوا تھا،سفید پگڑی سر پر باندھی ہوئی تھی،عینک لگی ہوئی تھی عصاء ہاتھ میں تھا مولانا محمد عبداللہ صاحب نے ان سے معانقہ کیا تو ہمارے ساتھ کھڑے ماسٹر عبدالستار صاحب نے فرمایا کہ یہ بہت بڑے بزرگ ہیں یہ سننا تھا کہ ملنے کے لیے بیقرار ہوگیا،چھٹی کا انتظار کرنے لگا،جونہی چھٹی ہوئی فوراً قاضیوں والی مسجد میں پہنچا تو اس وقت ظہر کی جماعت ہونے والی تھی جلدی جلدی وضو کیا اور پہلی صف میں ان بزرگ کے قریب پہنچ گیا جماعت کھڑی ہوگئی۔معلوم ہوا کہ اس بزرگ ہستی کا نام نامی اسم گرامی حضرت خواجہ خان محمد ہے خانقاہ سراجیہ کندیاں کے سجادہ نشین ہیں۔جناب ماسٹر قاضی ظفر اقبال ذبیح نے امام کے پیچھے حضرت صاحبؒ کے سامنے اعلیٰ قسم کی جائے نماز بچھادی تو حضرت صاحبؒ نے وہ جائے نماز لپیٹ کر صف کے آگے رکھ دی قاضی صاحب نے عرض کیا،حضرت پھر آپؒ نماز پڑھائیں،حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ میں مسافر ہوں،قاضی صاحب نے عرض کیا حضرت ہم اپنی نماز مکمل کرلیں گے۔مولانا محمد عبداللہ صاحب نے اعلان فرمایا کہ حضرت صاحب مسافر ہیں آپ لوگ سلام کے بعد اپنی نماز مکمل کر لینا۔حضرت صاحبؒ نے امامت فرمائی ،نماز کے بعد وہیں کرسی صدارت پر تشریف فرما ہوئے اور مولانا محمد عبداللہ نے اجتماع سے خطاب فرمایا جس

میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی سیرت، بچپن میں ہی بتوں سے نفرت کا واقعہ بیان فرمایا چونکہ مولانا حقنواز شہیدؒ کی شہادت انہی دنوں ہوئی تھی اس پر حکمرانوں کی غفلت پر ان کو جھنجوڑا اور آخر میں حضرت قاضی قمرالدینؒ کے واقعات مفصل بیان فرمائے خانقاہ سراجیہ کے بڑے حضرت مولانا خواجہ ابوالسعد احمد خانؒ حضرت قاضی قمرالدینؒ کے شاگرد تھے۔ خطاب کے بعد حضرت نے دعا فرمائی اس کے بعد لوگوں کو بیعت فرمایا تو میرے پھوپھی زاد بھائی مولوی محمد خان جو وہاں موجود تھے انہوں نے مجھے اشارہ کیا تو میں نے بھی وہیں الحمداللہ حضرتؒ سے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت کی۔ حضرت نے وظائف بتلائے اور دعا کے بعد لوگ اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہوگئے۔ حضرت پہلی منزل میں اترے اور حجرے میں تشریف لے گئے۔ دس، بارہ آدمی اور بھی ساتھ تھے میں بھی ساتھ اندر داخل ہوگیا صاحبزادہ عزیز احمد صاحب بھی ہمراہ تھے۔ ایک بوڑھا خادم اور ایک نوجوان جو رشتہ دار معلوم ہوتا تھا ساتھ تھے وہاں مولانا عبیداللہ صاحب خطیب چکڑالہ اور حکیم دوست محمد ڈھوک نورشاہ بھی موجود تھے۔ صاحبزادہ صاحب اور حکیم صاحب آپس میں باتیں کر رہے تھے صاحبزادہ صاحب نے حضرت صاحبؒ سے عرض کیا کہ حضرت حکیم صاحب کچھ پوچھنا چاہتے ہیں حضرت صاحب نے فرمایا کہ پوچھیں۔ حکیم صاحب نے فرمایا حضرت آپ نے عینک لگا کر نماز پڑھائی ہے مولانا اشرف علی تھانویؒ نے لکھا ہے کہ نماز مکروہ ہوتی ہے۔ حضرتؒ نے فرمایا کیوں لکھا ہے؟ حکیم صاحب نے کہا پتا نہیں پھر حضرت صاحبؒ نے وضاحت فرمائی کہ عینک کا فریم بھاری ہوتا ہے جب پرانا ہو جاتا ہے تو ڈھیلا ہو جاتا ہے جب آدمی سجدہ کرنے لگتا ہے تو عینک گر جاتی ہے بار بار اس کو ٹھیک کرنا پڑتا ہے اس لیے مکروہ ہے اگر گرے نہیں اور سجدہ کرنے میں رکاوٹ بھی نہ بنے تو مکروہ نہیں۔ حضرت صاحبؒ کے ساتھ جو نوجوان تھا اس نے حکیم صاحب سے پوچھا کہ کہاں لکھا ہوا ہے تو حکیم صاحب کے جواب دینے سے پہلے حضرت صاحبؒ نے کتاب کا نام لیکر فرمایا کہ فلاں جگہ لکھا ہوا ہے۔ پھر قاضی ظفر صاحب نے اعلیٰ قسم کی خوشبو حضرت کو استعمال کرنے کے لیے پیش فرمائی تو حضرتؒ نے استعمال فرمانے کے بعد مسکرا کر فرمایا کہ عرب کے اندر دستور ہے کہ جب مہمان کو رخصت کرنے کا ارادہ ہو تو اسے خوشبو پیش کی جاتی ہے۔ مہمان خوشبو استعمال کر کے رخصت ہو جاتا ہے، قاضی صاحب نے عرض کیا حضرت میرا یہ مقصد نہیں تھا۔ نماز عصر سے پہلے حضرت صاحبؒ اور مولانا محمد عبداللہ چکڑالہ سے واپس تشریف لائے۔ 1995 میں جب میں نے مدرسہ عربیہ دارالھدیٰ میں داخلہ لیا تو جلسہ کے موقع پر حضرتؒ تشریف لایا کرتے تھے ایک دفعہ حضرت دارالھدیٰ کے جلسہ پر تشریف لائے تو مولانا محمد لقمان علی پوریؒ پہلے آ گئے تھے حضرت بعد میں دارالھدیٰ پہنچے اور چارپائی پر بیٹھ گئے لوگ مصافحہ کرنے لگے۔ مولانا محمد لقمانؒ نے آ کر مصافحہ کیا تو مولانا محمد عبداللہ نے عرض کیا حضرت یہ

مولانا محمد لقمان ہیں حضرت فوراً کھڑے ہو گئے اور مولانا محمد لقمانؒ کو گلے ملے اور فرمایا کہ مجھے معلوم ہوا کہ مولانا محمد لقمان صاحب تشریف لا رہے ہیں تو میں نے کہا کہ میں ضرور بھکر جاؤں گا۔ رات کو مولانا محمد لقمانؒ نے تقریر شروع کی تو کچھ لوگوں نے کہا کہ تقریر اردو میں ہو، کچھ نے کہا سرائیکی میں ہو مولانا نے فرمایا کہ پہلے طے کرلو حضرت صاحبؒ صدارت فرما رہے تھے فرمایا کہ سرائیکی میں بیان کرو مولانا نے فرمایا کہ بس اب مجھے حضرت کا حکم ہو گیا ہے پھر تقریر سرائیکی میں کی۔ چونکہ حضرت جلسہ پر مولانا محمد عبداللہ کی کار پر تشریف لائے تھے۔ صبح ناشتے کے بعد اسی کار پر واپسی تھی۔ مولانا نے مجھے بھی فرمایا کہ ساتھ چلے جاؤ۔ خانقاہ سراجیہ پہنچے ،حضرت حجرے میں تشریف فرما ہوئے، مریدین ساتھ بیٹھ گئے۔ حضرت کی ڈاک لائی گئی، ڈاک کا مطالعہ فرما یا اور ایک اخبار۔ پھر ایک دفعہ خانقاہ سراجیہ حاضر ہوا صاحبزادہ عزیز احمد صاحب نے حضرت صاحب کا خط دیا کہ مولانا محمد عبداللہ صاحب کو دے دینا یہ وہوا ضلع ڈیرہ غازیخان پہنچانا ہے اصل میں وہاں جمعیت علمائے اسلام کے کارکنوں کے درمیان اختلاف ہو گیا تھا۔ مولانا عبدالمجید اور ان کے چچا مولانا مہر محمد نے علیحدہ نظریا تی گروپ بنالیا تھا مولانا محمد عبداللہ نے مجھے خط دیکر وہوا بھیجا کہ جب دونوں مولانا عبدالمجید اور مولانا مہر محمد اکٹھے ہوں تو ان کو خط دینا میں خط لے کر وہوا پہنچا اور مولانا عبدالمجید کو ساتھ لے کر مولانا مہر محمد کے پاس پہنچا ۔ وہاں دونوں حضرات نے کہا کہ حضرت کا خط ہے اس لیے نئے کپڑے منگوائے اور غسل کیا اور کہا کہ اب خط دو میں نے مولانا مہر محمد کو خط دیا انہوں نے پڑھ کر مولانا عبدالمجید کو دیا انہوں نے پڑھا اور دونوں حضرات خاموش ہو کر بیٹھ گئے۔ رات کو مولانا عبدالمجید نے اپنے گروپ کے ساتھیوں کو ثوبت کی دعوت پر بلایا اور ان سے کہا کہ پرسوں ہمارا ضلعی اجلاس ڈیرہ غازیخان میں ہے اور حضرت مولانا خواجہ خان محمد کا خط آیا ہے وہ خط اس اجلاس میں پڑھ کر سنایا جائے گا۔ تیسرے دن ان کا اجلاس تھا چونکہ حضرت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی امیر ہونے کے ساتھ جمعیت علمائے اسلام کے مرکزی سرپرست اعلیٰ بھی تھے اس لیے خط میں تحریر فرمایا کہ آپ نے جو نظریاتی گروپ بنایا ہے اسے ختم کر کے جمعیت علمائے اسلام میں شامل ہو جائیں۔ اس اجلاس میں خط پڑھنے کے بعد نظریاتی گروپ ختم کر دیا گیا بعد میں مولانا عبدالمجید نے مجھے ایک ملاقات میں فرمایا کہ ہمارے لیے یہ اعزاز تھا کہ حضرتؒ نے ہمیں حکم دیا کہ جمعیت علمائے اسلام میں داخل ہو جاؤ ۔ حضرت کئی مذہبی جماعتوں کے ساتھ متعدد دینی مدارس کے سرپرست بھی تھے۔ 5 مئی 2010 کو حضرت نے کافی عرصہ بیمار رہنے کے بعد وصال فرمایا اور 6 مئی 2010 کو خانقاہ سراجیہ کندیاں ضلع میانوالی میں آپؒ کا جنازہ ہوا۔ لاکھوں انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا۔ اللہ تعالیٰ حضرتؒ کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے۔ آمین۔



خانقاہی نظام اور قبلہ خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ

تحریر: محمد رمضان عظیمی نائب

نگران مراقبہ ہال دریا خان

0334-7645613

علمائے طریقت نے لوگوں کی باطنی اصلاح و تربیت کیلئے جس نظام کی بنیاد رکھی اسے '' خانقاہی نظام '' کے نام سے شہرت حاصل ہوئی عالم اسلام میں جب تک خانقاہی نظام قائم رہا مسلمان حاکم اور غیر مسلم محکوم رہے خانقاہی نظام (روحانی درسگاہیں) نہ رہیں تو امت مسلمہ فرقوں میں بٹ گئی اور اس طرح مسلم امہ کا تشخص ختم ہوگیا۔ باری تعالیٰ نے آدمؑ اور حواؑ کو پیدا کیا اور پھر انہیں دین پھیلانے کیلئے زمین پر بھیج دیا جہاں رب ذوالجلال کی مرضی اور منشا کے مطابق آدمی کی تخلیق کا سلسلہ جاری ہے جیسے جیسے آبادیاں اور گروہ بڑھتے گئے آدمی کی ضرورتوں میں اضافہ ہوتا رہا مہینے اور سال گذرتے گئے صدیاں اور قرون بننے لگے لوگوں کی ہدایت کیلئے نبیوں پر صحیفے آنے لگے جب یہ قبیلے اور قافلے زیادہ پھیل گئے تو توریت، زبور انجیل اور سب سے آخر میں قرآن مجید فرقان حمید کا نزول ہوا اور خداوندی ہدایت کا سلسلہ مکمل ہوگیا۔ کم وبیش دنیا میں ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر تشریف لائے جن میں سے پچیس تیس کی آمد اور خدمات کی تائید اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کے ذریعے کی ہے اور ان کی مثالیں دی ہیں سب سے آخر میں دونوں جہانوں کے سردار ہادی دین مبین ﷺ تشریف لائے۔ ایک مومن بننے کیلئے ہادی رسول برحق ﷺ اور صحابہ کرامؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ اور پھر اولیاء کرامؒ ہدایت اور رہبری کا ذریعہ رہے ہیں قدرت اپنے پیغام کو پہنچانے کے لیے دیے سے دیا جلاتی رہی معرفت کی مشعل ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں منتقل ہوتی رہی، آخر یہ قطب۔ غوث، ولی، ابدال، صوفی۔ مجذوب اور قلندر سب کیا ہیں یہ قدرت کے وہ ہاتھ ہیں جو روحانی روشنی کی مشعل کو لیکر چلتے رہتے ہیں اسی روشنی سے اپنی ذات کو بھی منور رکھتے ہیں اور دوسروں کو بھی روشنی کا انعکاس دیتے ہیں۔ لازوال ہستی اپنی قدرت کا فیضان جاری وساری رکھنے کیلئے ایسے بندے تخلیق کرتی رہتی ہے جو دنیا کی بے ثباتی کا درس دیتے ہیں خالق حقیقی سے تعلق قائم کرنا اور آدم زاد کو اس سے متعارف کرانا ان کا مشن ہوتا ہے ایسے بندوں میں سے ایک بندے کا نام خواجہ خان محمدؒ ہے روحانی لوگوں کی باتیں بھی روشن اور منور ہوتی ہیں زندگی میں ان کے ساتھ ایک لمحے کا تقرب سو سالہ اطاعت بے ریا سے افضل ہے اور عالم قدس میں چلے جانے کے بعد ان کی چار ہزار سالہ اطاعت بے ریا سے افضل ہے ایسے مقرب، بابرکت بندوں کے تذکرے سے آدمی کا انگ

انگ اللہ تعالی کی قربت کے تصور سے رنگین ہو جاتا ہے۔ذیل میں ہم قبلہ حضرت خواجہ خان محمدؒ اور خانقاہ سراجیہ کا ایک اجمالی تعارف پیش کر رہے ہیں۔حضرت اقدس خواجہ خان محمد صاحبؒ نے سلوک کی منازل حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحبؒ سے حاصل کیں حضرت اقدس مولانا ابوالسعد احمد خاان صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔حضرت ابوسعد رحمتہ اللہ علیہ کا آبائی گاؤں بکھڑا (ضلع میانوالی) دریائے سندھ کے سیلابی علاقے میں واقع تھا آپؒ نے موضع کھولہ میں عارضی سکونت اختیار فرمائی اور پھر اشارہ غیبی سے موجودہ مقام پر (جو کہ آپ کا آبائی رقبہ ہے) مستقل خانقاہ تعمیر کرنے کا فیصلہ فرمایا جسے اپنے مرشد و مربی حضرت خواجہ حاجی محمد سراج الدین رحمتہ اللہ علیہ کے نام نامی سے منسوب کیا جسے دنیا آج خانقاہ سراجیہ کے نام سے جانتی ہے خانقاہ سراجیہ کی تعمیر کا آغاز 1920ء میں ہوا اور اس کی تکمیل 1922ء میں ہوئی تقریباً تیس سال حضرت اعلیٰ رحمتہ اللہ علیہ دلوں کو نور الہی سے منور فرماتے رہے۔1941ء میں آپؒ کے انتقال کے بعد حضرت مولانا محمد عبداللہؒ جانشین ہوئے اور 15 سال سے زائد عرصہ تک لوگوں کی روحانی پیاس بجھاتے رہے۔1956ء میں مولانا محمد عبداللہ رحمتہ اللہ علیہ کا وصال ہو گیا حضرت قبلہ خواجہ خان محمد رحمتہ اللہ علیہ نے ذمہ داری سنبھالی اور لوگوں کے دلوں کو نور الہی سے منور فرماتے رہے۔آپ کے وصال کے بعد بھی انشاء اللہ روحانی فیض کا سلسلہ جاری رہے گا دعا ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ حضرت خواجہ صاحب کے روحانی درجات بلند فرمائے اور ہم سب کو خانقاہی نظام کے مقاصد سے آگاہی نصیب ہو اور اللہ تبارک تعالیٰ ہمیں اولیاء کرام کے فیوض و برکات سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے،(آمین رب العالمین)

☆☆☆☆☆☆

حافظ محمد حسان، محمد ہشام رحیم آباد بھکر

ویرانے سے آتی ہے تیری خوشبو
جدھر جاتا ہوں میرے ساتھ جاتی ہے تیری خوشبو
مجھے اب اب دل کے ویرانے سے آتی ہے تیری خوشبو
یہ میرے دل میں کیسا مشک نامہ رکھ دیا تو نے
مجھے اب اپنے پہلو سے بھی آتی ہے تیری خوشبو

☆☆☆☆☆☆

چارہ دل سوائے صبر نہیں

طالبات درجہ عالمیہ جامعہ قادریہ بھکر

حضرت خواجہ خان محمدؒ ہمارے لیے سرمایہ حیات تھے وہ تمام علمائے کرام کو یتیم کر گئے ان کا وصال ہمارے لیے بہت بڑا امتحان ہے کہتے ہیں کہ جب انسان سے کوئی عمل نہیں ہوسکتا تو اللہ تعالیٰ اس کو امتحان میں مبتلا کر دیتے ہیں واقعتاً ہم تو بہت گناہ گار ہیں بڑا عمل تو دور کی بات چھوٹے اعمال میں اخلاص کی کمی ہوگئی ہے لیکن ہم اس امتحان کے قابل نہیں پھر بھی دل کو تسلی دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کو تکلیف دیا کرتے ہیں لیکن ان کے جانے سے جو خلا پیدا ہو گیا ہے اس کو کوئی پورا نہیں کر سکتا۔ ایسی ہستی جس میں خدا کے جلوے نظر آئیں جو دعا میں مشغول ہو تو ہاتھوں سے اللہ اللہ کی آواز آئے بھلا کیسے کوئی ان کا خلا پر کر سکتا ہے انہی کی دعاؤں کا ثمرہ ہی تو ہے کہ یہ مدارس اور خانقاہیں الحمد اللہ خوش اسلوبی سے اپنا کام سرانجام دے رہی ہیں آج کے اس پرفتن دور میں کون ان سے زیادہ دین کی تعلیمات کی پیروی اور فروغ کرنے والا تھا۔ حضرتؒ کے فیض سے لاکھوں بھٹکے ہوئے لوگوں نے ہدایت کا رستہ پایا۔ ہمارے حضرت جیؒ کا ہم سے جدا ہو جانا ہمارے لیے بہت بڑا امتحان اور صدمہ ہے یہ اتنا بڑا صدمہ ہے کہ اس کو ذہن کی گہرائی سے نکالنا بہت مشکل ہے ۔ہمیں دکھ اور حسرت بھی رہے گی کہ ہم ان کی زیارت کا ارادہ کر چکے تھے لیکن شاید قدرت کو یہ منظور نہ تھا۔ بعض کے جنازے میں شریک ہونے سے میت کی بخشش ہو جاتی ہے اور بعض کے جنازے میں شریک ہونے سے خود شریک ہونے والوں کی ہی بخشش ہو جاتی ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ انشاء اللہ ان کے جنازے میں شریک ہونے والوں کی اللہ تعالیٰ بخشش فرما دیں گے۔ ہم تصور میں ان کو سوچتے ہیں تو افسوس ہوتا ہے کہ ان کا آخری دیدار بھی نہ ہوسکا۔ اے دین کے خادم، اے قوم کے محسن ہم تجھ کو بھلا دیں گے ہرگز ممکن نہیں۔ اے ہمارے پیارے مربی و مرشدی اب آپ کی یادیں ہی رہ گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی دعاؤں کو تا قیامت مستجاب بنائے کیونکہ ہم کو ہاتھ پکڑ کر زندگی گزارنے نہیں بلکہ زندگی سنوارنے کے طریقے آپ ہی نے تو سکھائے تھے یہ آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں یہ دل غمزدہ ہیں لیکن ہم زبان سے کچھ ادا نہیں کر سکتے۔ حضرت جیؒ علم کا سمندر اور عاجزی و انکساری کا پیکر تھے اللہ تعالیٰ آپؒ کے پسماندگان، خلفاء، اقرباء اور رفقاء کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ہم سب کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

☆☆☆☆☆☆

مختلف رسائل میں چھپنے والے چند مضامین کی فہرست

[۱] ماہنامہ ''لولاک'' ملتان......جون......میر کارواں کی رحلت! (۱)......مولانا اللہ وسایا

[۲] ماہنامہ ''لولاک'' ملتان......جون......مخدوم المشائخ کا وصال......مولانا اللہ وسایا

[۳] ماہنامہ ''لولاک'' ملتان......جون......حیات وخدمات..........مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

[۴] ماہنامہ ''لولاک'' ملتان......جون......حضرۃ مرشد..............فیاض حسن سجاد

[۵] ماہنامہ ''لولاک'' ملتان......جولائی......''علماء کی نظر میں''......مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

[۶] ماہنامہ ''لولاک'' ملتان......جولائی......اخبارات کا خراج تحسین......ادارہ

[۷] ماہنامہ ''لولاک'' ملتان......جولائی......خانقاہ سراجیہ کے معمولات......مولانا محمد علی صدیقی

[۸] ماہنامہ ''لولاک'' ملتان......جولائی......میر کارواں (۲)......مولانا اللہ وسایا

[۹] ماہنامہ ''لولاک'' ملتان......اگست......میر کارواں (۳)......مولانا اللہ وسایا

[۱۰] ماہنامہ ''انوارِ مدینہ'' لاہور......جون......حرف آغاز......مولانا سید محمود میاں (مدیر)

[۱۱] ماہنامہ ''انوار مدینہ'' لاہور......جون......آہ! مولانا خان محمد......مولانا محمد عابد

[۱۲] ماہنامہ ''انوار مدینہ'' لاہور......جون......بیاد خواجہ صاحب (نظم)......پروفیسر محمد افضل میاں

[۱۳] ماہنامہ ''ھدی للناس'' گوجرانوالہ......جون......اجمالی خاکہ......سید مقصود علی شاہ

[۱۴] ماہنامہ ''ھدی للناس'' گوجرانوالہ......جون......اکابر کے تاثرات......ادارہ

[۱۵] ماہنامہ ''الخیر'' ملتان......جون......جو بیچتے تھے دوائے دل......مولانا محمد ازہر

[۱۶] ماہنامہ ''الخیر'' ملتان......جولائی......چند یادیں......ماسٹر محمد عمر

[۱۷] ماہنامہ ''بینات'' کراچی......جون......مولانا خان محمد......مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

[۱۸] ماہنامہ ''بینات'' کراچی......جون......موت العالم (نظم)......محمد یاسر

[۱۹] ماہنامہ ''نصرۃ العلوم'' گوجرانوالہ......جون......قافلہ حق کے میر کارواں......مولانا زاہد الراشدی

[۲۰] ماہنامہ ''نصرۃ العلوم'' گوجرانوالہ......جون......حضرۃ لاہوری کے جنازہ کی یاد......مولانا مہر محمد

[۲۱] ماہنامہ ''نصرۃ العلوم'' گوجرانوالہ......جون......خواجہ صاحب کی رحلت......پروفیسر خباب احمد خان

[۲۲] ماہنامہ ''نصرۃ العلوم'' گوجرانوالہ......جون......جو بیچتے تھے دوائے دل......مولانا محمد ازہر

[۲۳] ماہنامہ ''الجمعیۃ'' راولپنڈی......جون......ماپدر گم کردہ ایم......مفتی زاہد شاہ ڈیروی

[۲۴] ماہنامہ ''الجمعیۃ'' راولپنڈی......جون......ہم متاع عظیم سے محروم ہوگئے......مولانا فضل الرحمٰن

[۲۵] ماہنامہ ''الجمعیۃ'' راولپنڈی......جون......حضرۃ کا جمعیۃ سے تعلق......مولانا محمد عبداللہ

[۲۶] ماہنامہ ''الجمعیۃ'' راولپنڈی......جون......ماپدر گم کردہ ایم......سید عبدالمجید ندیم

[۲۷] ماہنامہ ''الجمعیۃ'' راولپنڈی......جون......چند یادیں، چند باتیں......مولانا اللہ وسایا

[۲۸] ماہنامہ ''الجمعیۃ'' راولپنڈی......جون......ماپدر گم کردہ ایم......مفتی زاہد شاہ ڈیروی

[۲۹] ماہنامہ ''نقیب ختم نبوت'' ملتان......جون......شیخ المشائخ کا انتقال......سید کفیل شاہ بخاری

[۳۰] ماہنامہ ''نقیب ختم نبوت'' ملتان......جون......قافلہ حق کا میر کارواں......مولانا زاہد الراشدی

[۳۱] ماہنامہ ''نقیب ختم نبوت'' ملتان......جون......ایک مشفق کی رحلت......سید محمد معاویہ بخاری

[۳۲] ماہنامہ ''نقیب ختم نبوت'' ملتان......جون......جو بیچتے تھے دوائے دل......مولانا محمد ازہر

[۳۳] ماہنامہ ''نقیب ختم نبوت'' ملتان......جون......خاموش لوگ بھی بلا کے خطیب......خالد عمران

[۳۴] ماہنامہ ''نقیب ختم نبوت'' ملتان......جون......خانقاہ سراجیہ کا تعارف......حافظ حبیب اللہ چیمہ

[۳۵] ماہنامہ ''نقیب ختم نبوت'' ملتان......جون......حضرۃ رحمہ اللہ......رانا عبداللطیف

[۳۶] ماہنامہ ''نقیب ختم نبوت'' ملتان......جون......نابغۂ عصر......................

[۳۷] ماہنامہ ''حق نوائے احتشام'' کراچی......جون......خواجہ صاحب اور خانقاہ......ادارہ

[۳۸] ماہنامہ ''ایوان اسلام'' کراچی......جون......شیخ المشائخ کا سانحۂ ارتحال......اداریہ

[۳۹] ماہنامہ ''ایوان اسلام'' کراچی......جون......مختصر حالات......مفتی ابوعبیدہ محی الدین

[۴۰] ماہنامہ ''ایوان اسلام'' کراچی......جون......مرشدِ کامل......مولانا ولی خان المظفر

[۴۱] ہفت روزہ ''ختم نبوت'' کراچی......23 تا 31 مئی......امیر مرکزیہ......اداریہ

[۴۲] ہفت روزہ ''ختم نبوت'' کراچی......23 تا 31 مئی......جو بیچتے تھے دوائے دل......مولانا محمد ازہر

[۴۳] ہفت روزہ ''ختم نبوت'' کراچی......23 تا 31 مئی......خواجۂ خواجگان......حافظ محمد فیاض حسن

[۴۴] ہفت روزہ ''ختم نبوت'' کراچی......16 تا 22 جون......میر کارواں! (ا)......مولانا اللہ وسایا

[۴۵] روزنامہ ''آوازِ وطن'' بھکر............5 جون......حضرۃ کا جمعیۃ سے تعلق......مولانا عبداللہ

[۴۶] روزنامہ ''آوازِ وطن'' بھکر............5 جون......حضرۃ قبلہ اور میرے جدامجد......راشد قاسمی

[۴۷]روزنامہ ''آوازِوطن'' بھکر............5 جون......حضرۃ قبلہ اور خانقاہی نظام......رمضان عظیمی

[۴۸]روزنامہ ''آوازِوطن'' بھکر............5 جون......گلشن دیں کے باغباں......عبدالعزیز انجم

[۴۹]روزنامہ ''آوازِوطن'' بھکر............5 جون......ایک عظیم سانحہ......مبشر اقبال......مظہر محی الدین

[۵۰]روزنامہ ''آوازِوطن'' بھکر............5 جون......ایسا کہاں سے لاؤں......اخت جہانگیر مغل

[۵۱]روزنامہ ''آوازِوطن'' بھکر............5 جون......ہم عصروں کی نظر میں......صبغت الرحمٰن۔ف۔اسد

[۵۲]روزنامہ ''آوازِوطن'' بھکر............5 جون......عالم اسلام کے مربی......اخت مفتی ابوبکر

[۵۳]روزنامہ ''آوازِوطن'' بھکر............5 جون......گلشن تیری یادوں کا مہکتا......محمد سرور، محمد عمران

[۵۴]روزنامہ ''آوازِوطن'' بھکر............5 جون......وہ جو بیچتے تھے دوائے دل......مولانا شبیر حمد بہلوی

[۵۵]روزنامہ ''آوازِوطن'' بھکر............5 جون......یادوں کے جھروکے......حافظ محمد شریف

[۵۶]روزنامہ ''آوازِوطن'' بھکر............5 جون......ایک سچے عاشق رسول......محمد اکبر شاہد

[۵۷]روزنامہ ''آوازِوطن'' بھکر............5 جون......خصوصیات سلسلہ نقشبندیہ......خالد اقبال

[۵۸]روزنامہ ''آوازِوطن'' بھکر............5 جون......حضرۃ کی غمناک جدائی......جمیل الرحمٰن فاروقی

[۵۹]روزنامہ ''آوازِوطن'' بھکر............5 جون......قائدانہ صلاحیتوں کی جھلکی......دین محمد فریدی

[۶۰]روزنامہ ''آوازِوطن'' بھکر............5 جون......چارہ دل سوائے صبر نہیں......طالبات درجہ عالمیہ

[۶۱]روزنامہ ''آوازِوطن'' بھکر............5 جون......ناز کرتی ہے مسلمانی......ح۔ع۔ر۔

[۶۲]روزنامہ ''آوازِوطن'' بھکر............5 جون......ویرانے سے آتی ہے......حسین احمد، نور الاسلام

[۶۳]روزنامہ ''آوازِوطن'' بھکر............5 جون......ایک عظیم روحانی رہنما......مفتی محمد طاہر مسعود

[۶۴]روزنامہ ''آوازِوطن'' بھکر............5 جون......قلم قاصر ہے کیونکر داستان......ش۔ر۔

[۶۵]روزنامہ ''آوازِوطن'' بھکر............5 جون......امام الاولیاء، حضرت قبلہ......بنت کوثر حجازی

[۶۶]روزنامہ ''آوازِوطن'' بھکر............5 جون......ہمارے بعد ہمارے تذکرے......اخت مجاہد الرحمٰن

[۶۷]روزنامہ ''آوازِوطن'' بھکر............5 جون......نذرانہ عقیدت......غلام مصطفیٰ قاسمی

[۶۸]مجلّہ المصطفیٰ بہاولپور......میر کارواں کی وفات......مفتی محمد یوسف الحسینی

[۶۹]ہفت روزہ ضرب مومن......اشاعت خاص......دو آنسو......مفتی ابولبابہ شاہ منصور......

[۷۰]ہفت روزہ ضرب مومن......اشاعت خاص......اللہ کے ولی......مولانا محمد اسلم شیخوپوری......

[۷۱]ہفت روزہ ضرب مومن......اشاعت خاص......واہ! خواجہ صاحب......قاری منصور......

[۷۲] ہفت روزہ ضرب مومن......اشاعت خاص......سلطان الاولیاء......سید عدنان کا کا خیل......

[۷۳] ہفت روزہ ضرب مومن......اشاعت خاص......اللہ رحم کرے......محمد توصیف......

[۷۴] ہفت روزہ ضرب مومن......اشاعت خاص......میر کارواں......**عبدالمنعم فائز**......

[۷۵] ہفت روزہ ضرب مومن......اشاعت خاص......تاریخ ساز شخصیت......محمد عادل......

[۷٦] ہفت روزہ القلم پشاور......ایک اور سایہ اٹھ گیا..............ادار یہ

[۷۷] روزنامہ اسلام کراچی......قافلۂ اہل حق کے میر کارواں......مولانا زاہد الراشدی......

[۷۸] روزنامہ اسلام کراچی......تذکرہ چند بزرگوں کا......مولانا زاہد الراشدی......

[۷۹] روزنامہ اسلام کراچی......خواجہ صاحب کی رحلت......پروفیسر خباب احمد......

[۸۰] روزنامہ اسلام کراچی......خواجہ صاحب کی عقلمندی......مولانا ولی خان المظفر ......

[۸۱] روزنامہ اسلام کراچی......خاموش لوگ بھی بلا کے خطیب......خالد عمران......

[۸۲] روزنامہ اسلام کراچی......شجر سایہ دار نہ رہے......طاہر محمود اشرفی......

[۸۳] روزنامہ اسلام کراچی......خانقاہ سراجیہ ایک تعارف......حبیب اللہ چیمہ......

[۸۴] ماہنامہ حق چار یارؓ لاہور......تصوف وسلوک کا گل سر سبد......مولانا عبدالجبار سلفی

[۸۵] تسکین الصدور، بہاولپور......خواجہ صاحب کا سانحہ ارتحال......مولانا جمیل الرحمٰن عباسی

[۸٦] ماہنامہ الصیانہ لاہور......خواجہ صاحب کا انتقال...........قاری محمد زاہد

[۸۷] ماہنامہ مدینۃ العلم فیصل آباد......اک چراغ اور بجھا......طاہر سلیم

[۸۸] ماہنامہ البلاغ کراچی......خواجہ صاحب وفات پا گئے......مولانا عزیز الرحمٰن

[۸۹] ماہانہ تذکرہ دارالعلوم، کبیر والا......امیر تحریک کی رحلت......مولانا سراج الحق

[۹۰] ماہنامہ انوار ربانیہ......اٹھ کے چل دیا ساقی ....محمد عثمان غنی

[۹۱] ماہنامہ ملیہ فیصل آباد......خواجہ صاحب کی رحلت......حبیب الرحمٰن لدھیانوی

[۹۲] ماہنامہ ملیہ فیصل آباد......خواجہ صاحب جوارِ رحمت میں......سید خضر شاہ مسعودی

ان کے علاوہ بھی بہت سے رسائل وجرائد نے حضرۃ قبلہ کے بارے مضامین شائع کر کے ان کی خدمات کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے اپنی عقیدت اظہار کیا ہے، طوالت کی وجہ سے سب کا ذکر کرنا مشکل ہے۔ اللہ رب العزت اپنی بارگاہ میں سب کی مخلصانہ کاوشوں کو قبول ومنظور فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

باب 9

منظوم خراجِ عقیدت

مختلف شعراءِ کرام کا منظوم خراجِ عقیدت

کاروانِ وفا

حاصل تمنائی

وہ رہبرِ طریق تھے شیخِ کبیر تھے
استاذِ اہلِ علم تھے پیروں کے پیر تھے
برسوں رہے وہ ختمِ نبوت کے سر پرست
یعنی کہ کاروانِ وفا کے امیر تھے

حضرۃ سید نفیس الحسینی شاہ رحمہ اللہ

گیا کون اس جہاں سے کہ بدل گئیں فضائیں

حضرت سید نفیس الحسینی شاہ رحمہ اللہ نے زیر نظر مرثیہ اپنے والد ماجد کی رحلت پر لکھا تھا مگر حضرت خواجہ صاحب کے سانحۂ ارتحال پر یہ قصیدہ پوری امت مسلمہ کے اظہارِ غم کی ترجمانی اور حضرت مرحوم کی عظمت کا عکس پیش کر رہا ہے، اس لیے پیش خدمت ہے۔(ادارہ)

دل زخم زخم لوگو! کوئی ہے، جسے دکھائیں؟ کوئی ہم نفس نہیں ہے، غم جاں کسے سنائیں

یکا یک جو چھا گئی ہیں، غم ودرد کی گھٹائیں گیا کون اس جہاں سے کہ بدل گئیں فضائیں

اٹھا سائبان شفقت، بڑی تیز دھوپ دیکھی نہیں دور دور چھاؤں، کہاں اپنا سر چھپائیں

رہیں زندگی کی مونس، انہیں محسنوں کی یادیں شبِ زیست کے ستارے، وہ خلوص کی دعائیں

وہ رفاقتوں کی راتیں، وہ ہر اک سے دل کی باتیں گئے دور کے وہ قصے، ہمیں یاد کیوں نہ آئیں

وہ شجاعتوں کے پالے، بڑے صبر وشکر والے وہی حوصلے حسینؓ، وہی زیدؒ کی ادائیں

وہ خوشا نصیب، قراں کی حسیں حسیں نگارش زہے وہ صریر خامہ، کہ ملک بھی جھوم جائیں

دم مرگ تھی تسلی، سر قبر ہے تجلی ہوں مدام عنبر افشاں، یہاں خلد کی ہوائیں

ہو نصیب جامِ کوثر، یہ نفیسؔ کی دعا ہے مگر اک حسیں تمنا کہ حضورؐ خود پلائیں

مولانا فضل الرحمٰن افضل

حضرت خواجہ خان محمد رحمہ اللہ

خواجہ خان محمد تھے کبیر الاولیاء　　وقت کے اصحاب باطن ان کے تھے زیرِ لوا
مجلس ختم نبوت کے امیرِ عام تھے　　دیوبندی مکتبہ کے سب سے اونچے سربراہ
دیوبند ،ڈھابیل دونوں جگہ سے ہیں فیضیاب　　مولانا عبداللہ کے تھے وہ مرید باصفا
نقشبندی سلسلہ کے دورِ حاضر کے امام　　سالکان راہ کے تھے راہبر اور رہنما
نبض ان کی چلتی تھی بس وردِ الا اللہ سے　　لاالہ کی تیغ سے ہو چکے تھے خود فنا
ذکر وفکر حق میں وہ رہتے سدا مشغول تھے　　ہر گھڑی اللہ اللہ ان کا دائم مشغلہ
ان کوذات حق سے ہوگئی اک رسم وراہ تھی　　حق سے ہوں مجوب وہ اس کا نہیں تھا حوصلہ
کاروبارِ دنیا گرچہ سب معطل ہو گئے　　تادمِ آخر رہا وردِ زباں نامِ الہ
دیکھ کر ان کو یقین عقبیٰ یہ افزوں ہوگیا　　گرگیا نظروں سے اس دنیا کا سارا مال وجاہ
میں نے چند دن قبل افضل ان کو دیکھا تھا فریش　　لیک سوئے آخرت تھی دوڑاں کی بے پناہ

سید سلمان گیلانی، لاہور

حضرۃ خواجہ خان محمد رحمہ اللہ

(حضرت کے جنازے میں شرکت کے لیے جاتے ہوئے)

وہ میرا شیخ، وہ مرا مرشد چلا گیا
رحمت نے اس کو گودی میں اپنی اٹھالیا

تقویٰ کا شہریار تصوف کا بادشاہ
رہ کر زمیں پہ رکھتا تھا وہ عرش پر نگاہ

نہ تاج اس کے پاس تھا نہ تخت نہ زمیں
لیکن دلوں پہ اس کی حکومت تھی بالیقیں

پیشِ نظر وہ رکھتا تھا سیرت رسول کی
ہر ہر عمل میں اس کے تھی سنت رسول کی

اٹھتا تھا اس کا دین کی خاطر ہی ہر قدم
حکمِ خدا کے سامنے ہر وقت جبیں تھی خم

کم گو تو تھا ضرور، نہ لیکن تھا کم نظر
لاکھوں سخن میں وار دوں اس کے سکوت پر

دیوانگانِ عشق ومحبت کا پیر تھا
وہ کاروانِ ختمِ نبوت کا میر تھا

لالہ عزیز! اب ترے ہاتھوں میں ہے علَم
لالہ خلیل! رب ہے تیرے ساتھ کر نہ غم

اے خانقاہ سراجیہ! رتبہ ترا بلند
ان ہستیوں سے ہوئی تیری خاک ارجمند

اللہ صبر دے میرے غم خوار دوستو!
ہم پھر یتیم ہوگئے اک بار دوستو

مطیع الرحمٰن اطہر ہاشمی

ہم پہ شفقت کرنے والا مہرباں جاتا رہا......

شمع بجھ کر رہ گئی، روشن سماں جاتا رہا جس کے دم سے رونقیں تھیں وہ جواں جاتا رہا
جس کے ہونٹوں پر کھلے رہتے تھے گل قرآن کے کیا کہوں اوصاف لوگو! اس محمد خان کے
وہ گلِ تر، وہ چمن، وہ گلستاں جاتا رہا
مکتب دیوبند کا وہ اک مہکتا پھول تھا تلمیذِ مدنی، پیر کامل، تھا وہ شخص انمول تھا
دردِ فرقت دے کے ہم کو جانِ جاں جاتا رہا
جس کے سائے میں پھلے پھولے تھے لاکھوں سایہ دار جس کی گھٹی میں خدا نے رکھ دیا تھا اپنا پیار
موت کی بجلی گری وہ آشیاں جاتا رہا
شمع ختم نبوت کا وہ اک پروانہ تھا الفت ختم الوریٰ کا بے مثل دیوانہ تھا
پیار کا کھلتا ہوا وہ گلستاں جاتا رہا
محروم ہو کر رہ گئیں اپنی نگاہیں اے اطہرؔ رو رہی ہیں یہ ہوائیں یہ فضائیں اے اطہرؔ
ہم پہ شفقت کرنے والا مہرباں جاتا رہا

پروفیسر میاں محمد افضل، ساہیوال

راہیِ خلدِ بریں

چل دیئے ہیں جانبِ خلدِ بریں خان محمدؒ سرگروہِ سالکیں
اُن کی فرقت میں ہوئے ہیں اشکبار آسماں ساتوں ، ہماری یہ زمیں
دِل مرا مغموم ہے مہجور ہے اہلِ دل سب اُن کے جانے پر حزیں
علم کے پیکر، عمل میں بے مثال ایسی جامع ہستی اب ملتی نہیں
مشن تھا ختم نبوت کا دفاع عظمتِ اصحابؓ کے تھے وہ اَمیں
زندگی جُہدِ مسلسل آپ کی آپ کا مقصد ، فقط احیاءِ دیں
آپؒ کے فیضِ نظر سے ہوگئے کتنے بندے صاحبِ دل ذُوالیقیں
آپ نے تو پالیا اعلیٰ مقام آپ آخر ہوگئے جنت مکیں
رورہے ہیں میرے خواجہ سب تمہیں یاد کر کے ، راہیِ خلدِ بریں
اَب خدایا! اُن کے جو اَخلاف ہیں لے لے اُن سے خدمتِ دینِ متیں
وارثانِ خواجہؒ کو رکھ متحد پھر بنادے اُن کو سچا جانشیں
افضلؔ خستہ بہت ناشاد ہے چھپ گیا ہے اُس کا مرشد[1] بھی کہیں

[1] میرے شیخِ طریقت سید نفیس الحسینی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مراد ہیں۔

مولانا عطاء الحق قلبیؔ

شجرہ طیبہ

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ

الٰہی بحرمت محمدؐ رفیق! الٰہی بحرمت صدیقؓ عتیق
الٰہی بحرماتِ سلمانؓ وقاسمؒ تو رحمت بیفشاں بر بندہ آثم!
بحرمات جعفرؒ ویک بایزید زاحباب عرفاں کنم مستفید
بحرمت درِ بوحسنؒ، بوعلیؒ زیوسف بکن سینہ ام منجلی!
بحرمت درِ عبد خالقؒ وعارفؒ برِ ماکشائے گنجینہ معارف!
الٰہی بمحمودؒ وخواجہ عزیزاںؒ تومارا زراہِ فتن کن گریزاں
و بابا سماسیؒ ومیر کلاں عطا کن انابت وصدق مقال!
الٰہی بحرمت بہاؤؒ و عطارؒ الٰہی بحرمات یعقوب واحرار
بزاہدؒ ودرویشؒ وامکنگئے زارواحِ ما دُور کن تنگئے
الٰہی بباقیؒ وشیخ سرہندؒ عطا کن چوں معصوم ذوقِ بلند
الٰہی بمظہرؒ وشاہِ غلامؒ فسلم علینا سلاما سلام
بقندہاریؒ، عثمانؒ و شیخ سراجؒ وبوسعد وعبداللہ ءِ نیک راج!
الٰہی بخان محمد مرا عطاکن ہمایوں دلِ حق گرا
خدایا مبارک شود عہدِ ما بحرمت خلیل احمد بو سعدِ ما

الٰہی بحرمت بزرگانِ ما!
سبز کن دل وجان ومژگانِ ما!

۸صفر ۱۴۱۹ھ / 24 مئی 1999ء

مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی

نذرانۂ عقیدت

یہ سجادہ نشین ہیں مسند آراء حضرت ثانی
یہ نورِ عین احمد خاں یہ نورِ چشم لدھیانی

خدا یاد آئے جن کو دیکھ کر یہ سادہ دل بندے
مگر عرش بریں کی بات کرجاتے ہیں وجدانی

تلمذ کی انہیں حاصل ہے نسبت شیخ مدنی سے
وہ جن کی گونج سے دشمن کا پتہ ہوگیا پانی

یہی ہیں جو تحفظ کرتے ہیں ختم نبوت کا
یہی ہیں وہ کہ جن پہ ناز کرتی ہے مسلمانی

تحریک تحفظ کب رکے گی دست قاتل سے
کہیں روکے سے رکتی ہیں سمندر کی یہ طغیانی

اسیر زلف جاناں رہ چکے ختم نبوت میں
عدو کو کیا خبر، دیتے ہیں عاشق کیسے قربانی

یہ وارث ہیں نبوت کے یہی وارث ولایت کے

یہ فخر خاندان نقشبند، یہ ظل رحمانی
یہ مرکز ہے تصوف کا یہ منبع علم وحکمت کا
یہاں سے فیض پاتی ہے ہمیشہ نسل انسانی
یہ سرچشمہ ہدایت کانہیں تفریق ایں وآں
مگر اخلاص سے ملتی ہے لذت ہائے روحانی
اسی ہی میکدے کا فیض ہے اطراف عالم میں
اسی ساقی کے ہاتھوں پی رہے جام عرفانی
مقام ومرتبہ تم کو بتاؤں گا فقیروں کا
غلام اہل حق بہتر، ہیں از مسلک سلیمانی
اسی قدسی صفت کا نام خواجہ خاں محمد ہے
انہی کی ذات سے ہے سلسلہ کی آج تابا نی
خدایا قاسمی کو اپنے ہی لطف وکرم سے تُو
عطا کر اس کو خاص الخاص نعمت ہائے ربانی

مولانا محمد یوسف، مانسہرہ

ہمارے شیخ خواجہ خان محمد رحمہ اللہ

آہ! کہ وہ آکر ہمیں اک روشنی دکھلا گئے　　زندہ رہنے کا سلیقہ وہ ہمیں بتلا گئے
وہ ہمارے شیخ وہ علم وادب کا گلستاں　　وہ شگفتہ پھول ساری بزم کو مہکا گئے
خلق نبویؐ کا نمونہ تھی ان کی زندگی　　خلق نبویؐ پر عمل کر کے ہمیں دکھلا گئے
بندگی تھی ان کی پونجی، ذکر سرمایہ حیات　　اللہ اللہ کا وظیفہ بھی ہمیں بتلا گئے
علم کی دنیا کے تھے وہ آفتاب وماہتاب　　علم کی اس روشنی کو ہر طرف پھیلا گئے
کون کہتا ہے کہ ان کی زندگی خاموش تھی　　ساری دنیا پر محمدؐ کا علم لہرا گئے
ان کا ہر تلمیذ بھی ہے چشمۂ علم وادب　　ابرِ رحمت بن کے وہ سارے جہاں پر چھا گئے
علم وتقویٰ زہد وورع ان کی زندگی کا کمال　　اس کمال زندگی کو ہر طرف پھیلا گئے
ڈٹ گئے دین کی خاطر ہر میدان میں　　وقت کے فرعون ان کے سامنے تھرّا گئے
یہ ہمارے شیخ ساری بزم کی رونق تھے　　یہ اٹھے ایسے کہ ساری بزم کو تڑپا گئے
ان پہ رحمت ہو خدا کی، زندگی کا تھے چراغ　　اس چراغ زندگی سے اک جہاں چمکا گئے

محمد یاسر، جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن، کراچی

موت العالم موت العالم

دن آج دوستو ہے یوم الاربعاء بجلی بن کر خبر گری ہے قبل العشاء
خواجہ خواجگان ہیں اس جہاں سے رخصت ہوئے یتیم آج ہوئے ہیں سب اولیاء
سایہ ہمارے سروں پہ تھے جو کیے ہوئے آج وہی شجر ہوگئے ہیں ہم سے جدا
تھا فخر جن پہ اقطاب وابدال کو آج ہوئے ہیں الوداع وہ غوث اولیاء
وہ گل گلشن بھی آج پہنچے ہیں تہہ گل ملتی تھی جس سے یہ ہوا یہ فضاء
کیوں جہاں میں ہے آج ظلمت چھانے لگی؟ قمر ہوا بے نور کیوں، ہے شمس بے شعاء
رخصت آج ہوا ہے آفتاب جہاں تھا جو امام الاتقیاء وامام الاولیاء
موت العالم کا مصداق آج سبھی نے دیکھ لیا آج رونے لگے ہیں یہ ارض وسما
پہاڑ بھی آج اشک بار ہونے لگے سسکیوں سے گونجنے لگی ہے یہ فضا
کیا کروں میں بیاں کہ کیسے تھے آپ لگتا ایسے ہے کہ آپ شیخ کی تھے اک دعاء
مبارک آپ کو ہو شیخ لحد میں جمعہ کی یہ رات گلے لگانے کھڑے ہیں محمد مصطفیٰ
کہہ رہے ہیں کہ محمدؐ کا خان محمد غلام آیا آپ محمدؐ فخر الزمان وہ محمد امام الانبیاء
قلب سلطان بہت محزون ومکروب ہے سفینہ ڈوبنے لگا ہے، نہیں ہے کوئی ناخدا

منہاج الاسلام داؤدی

تبصرہ وتعارف

نام کتاب:..........عقائد اہل السنۃ والجماعۃ

بحکم:..........شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد رحمہ اللہ وجانشین شیخ المشائخ مولانا خلیل احمد مدظلہ العالی

تصنیف:..........مولانا مفتی محمد طاہر مسعود مدظلہ

صفحات:..........270 قیمت:..........220

ناشر:..........خانقاہ سراجیہ، کندیاں شریف، ضلع میانوالی

باہتمام:..........المیز ان، ناشران وتاجران کتب، اردو بازار لاہور

''عقائد اہل السنۃ والجماعۃ مدلل''''جامعہ مفتاح العلوم'' سرگودھا کے مہتمم وشیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد طاہر مسعود صاحب مدظلہ العالی کی تالیف انیق ہے۔

کتاب کیا ہے......؟ جہالت وتاریکی کے اس دور میں عوام الناس کے قلوب کو نور ایمان سے روشن کرنے اور اہل السنۃ والجماعۃ کے عقائد ونظریات جاننے کا احسن ذریعہ ہے......طلباء کے لیے گوہر نایاب، عظیم علمی، تحقیقی شہ پارہ اور انمول موتی ہے......علماء کرام کے لیے عقائد حقہ کا لازوال مدلل خزینہ، براہین کا نادر نمونہ اور دلائل صادقہ کا دلکش شاہکار ہے......اللہ رب العزت خوب خوب جزائے خیر عطا فرمائے حضرت مفتی صاحب کو کہ انہوں نے......بڑی عرق ریزی سے......عمدہ ترتیب اور نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ...... اعلیٰ پیرایہ، شستہ زبان اور دل آویز لہجہ میں عقائد ''اہل السنۃ والجماعۃ'' کو......قرانی آیات، نبوی روایات، سلف کی عبارات، ٹھوس ومحکم حوالہ جات اور مضبوط دلائل کے ساتھ مبرہن ومعطر ومنور کیا......مضامین کا ربط وتسلسل، فرقِ باطلہ اور ان کے مذموم عقائد کی نشان دہی......کتاب کی خصوصیات میں سے ہیں......اور اس کتاب کی انفرادیت یہ ہے کہ یہ کتاب شیخ المشائخ، خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد نور اللہ مرقدہ کے حکم سے ان کی اور دیگر اکابرین (شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان مدظلہٗ، شیخ الحدیث مولانا عبد المجید لدھیانوی مدظلہٗ، مفکر اسلام علامہ خالد محمود مدظلہٗ، شیخ الحدیث مولانا زاہد الراشدی مدظلہٗ، پیرِ طریقت مولانا سعید احمد جلالپوری مدظلہٗ) کی نگرانی میں تحریر کی گئی ہے......اور سونے پر سہاگہ یہ کہ......دیگر اکابرین (جانشین

فدائے ملت، بحرالعلوم حضرت مولانا ارشد مدنی مدظلہ، امام اہل سنت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ، قائد اہل سنت مولانا عبدالستار تونسوی مدظلہ، شیخ الحدیث مولانا عبدالرزاق اسکندر مدظلہٗ اور مولانا ابوبکر غازی پوری مدظلہ سمیت دیگرا کابرین) کی تقاریظ بھی موجود ہیں......جس کی وجہ سے کتاب کی افادیت اور زیادہ بڑھ گئی ہے۔

انشاءاللہ العزیز حضرت مفتی صاحب مدظلہ کی یہ عمدہ کاوش قارئین کے لیے رشدوہدایت کا موجب ......عوام الناس کو صحیح اسلامی عقائد ونظریات سے روشناس کرنے کا مفید ترین ذریعہ اور متذبذب ومتزلزل حضرات کی استقامت علی الدین کا باعث ہوگی......حاشیہ کے اندر اصل مأخذ مکمل متون کے ساتھ درج کر کے موصوف نے علماء وطلباء پر احسان فرمایا...... ''فجزاه الله احسن الجزاء فی الدارین''

کمال فن کا یہ شاندار مظاہرہ لائقِ صد تحسین ہے......اسلام کے ایسے آڑے وقت میں جبکہ دین حق کے خلاف منکرات کا طوفان بڑی تیزی سے اُمڈ رہا ہے، (اور طلباء کو اسلامی عقائد تک کا علم نہیں) منکرات کی روک تھام کے لیے اس عظیم دینی خدمت پر موصوف ہم طلباء کی طرف سے صدہا مبارک باد کے مستحق ہیں...... اس طالب علم کے پاس تشکر واحسان کے اظہار اور دلی جذبات کی ادائیگی کے لیے الفاظ نہیں ہیں......حقیقت یہ ہے کہ...... یہ ایک بے حد اہم مورچہ تھا جسے موصوف نے ایک بڑی حد تک سر کر لیا ہے (اگر چہ [۱] اندرونی خطرناک ترین فتنوں [مودودیت، یزیدیت وغیرہ] اور ان کے باطل نظریات کی صراحتاً نشان دہی کی شدت سے کمی محسوس ہوئی ہے، کیونکہ ہمارے ہی طلباء ان فتنوں سے ناواقفیت کی بناء پر ان کا شکار ہو جاتے ہیں...... [۲] اور ہمارا تو جی چاہتا تھا کہ اس کتاب کے تعارف میں یہ بھی ذکر کرتے کہ '' عام فہم، سادہ وسہل انداز...... اور...... دقیق الفاظ، ومشکل تشبیہات وعلامات سے احتراز......بھی اس کتاب کی خاصیت ہے'' ......مگر ہم ایسا نہ کر سکے...... کیونکہ بعض مقامات پر ایسی اصطلاحات (بغیر سہل تشریح) استعمال کی گئی ہیں جنہیں پرائمری سطح کی عوام سمجھنے سے قاصر ہے...... بہر حال) مطالعہ کا ذوق رکھنے والے مختلف شعبہ ہائے زندگی سے متعلق افراد کے لیے ایک عظیم تحفہ اور قیمتی اثاثہ ہے......صحیح اسلامی عقائد کے متلاشی حضرات بالخصوص پروفیسرز، وکلاء، کالجز اور یونیورسٹیز کے طلباء اور صحافیوں کے لیے تو بہت ہی پیارا تحفہ ہے۔ اہلِ دل حضرات سے بندہ کی گذارش بلکہ پرزور اپیل ہے کہ اس سے خود بھی مستفید ہوں، اپنی اولاد کو اسکی تعلیم دیں اور اپنے احباب ومتعلقین کو بھی یہ پیارا سا تحفہ پیش کریں، خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ موصوف کو اپنی شان عالی کے مطابق اجرِ عظیم سے نوازے۔ اس حسین تحفے کو ان کے لیے سعادتِ دارین کا ذریعہ بنائے۔ اور اس نعمت عظمیٰ سے ہم سب کو کامل استفادہ کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین، یارب العالمین، بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

''عقائد اہل السنۃ والجماعۃ''......اکابرین کی نظر میں

شیخ المشائخ، خواجۂ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب نور اللہ مرقدہ:

خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف سے وابستہ حضرات کو بالخصوص تاکیدی گزارش ہے کہ اپنے عقائد کی حفاظت اور درستگی کے لیے اس مجموعہ کو حرزِ جان بنائیں۔ غور وخوض سے مطالعہ فرمائیں۔ اپنی اولاد بھی انہی عقائد پر کاربند فرمائیں۔ ان شاء اللہ یہ صراطِ مستقیم دنیوی واُخروی فلاح کا ذریعہ ثابت ہوگا۔

فخر السادات، جانشین شیخ الاسلام حضرۃ مولانا محمد ارشد مدنی دامت برکاتہم العالیہ:

راقم الحروف نے مفتی محمد طاہر مسعود صاحب کی تصنیف ''عقائد اہل السنۃ والجماعۃ'' کو کہیں کہیں سے دیکھا اور اسم بامسمیٰ پایا۔

امام اہل سنت، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ:

اصلاح عقائد کے لیے ان کی یہ بے نظیر کاوش فکر اسلاف کی حقیقی ترجمان ہے، اور اس میں ان کا طرز بیان عوام وخواص دونوں کے لیے یکساں مفید ہے۔

وکیل احناف حضرت مولانا ابوبکر غازی پوری صاحب دامت برکاتہم العالیہ:

بلاشبہہ یہ کتاب اپنے موضوع پر بڑی جامع کتاب ہے۔ زبان وبیان سادہ، عام فہم اور مدلل ہے۔

قائد اہل سنت، حضرت مولانا علامہ عبد الستار تونسوی دامت برکاتہم العالیہ:

مصنف موصوف نے انتہائی شاندار ترتیب وتعبیر کے ساتھ جدید تقاضوں کے عین مطابق عقائد کو اصل حوالوں سمیت تحریر کیا ہے۔

مفکر اسلام حضرت مولانا علامہ خالد محمود صاحب دامت برکاتہم العالیہ:

یہ کتاب اس لائق ہے کہ اسے مدارس عربیہ کے درس میں قرار واقعی جگہ دی جائے۔

شیخ المحدثین حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ:

میرے خیال میں یہ کتاب مفصل اور مدلل ہونے کی وجہ سے عوام وطلبہ کے علاوہ علماء کے لیے بھی قیمتی اثاثہ ہے۔

حکیم العصر حضرت مولانا عبد المجید لدھیانوی دامت برکاتہم العالیہ:

واقعی نہایت مفید مجموعہ ہے، اللہ تعالیٰ قبولیت سے نوازے اور آپ کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔ کتاب کے مندرجات پر مکمل اعتماد کا اظہار کرتا ہوں۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم العالیہ:

مؤلف موصوف نے بڑی محنت اور استیعاب کے ساتھ اہل السنۃ والجماعۃ کے عقائد مستند کتب کے حوالوں سے جمع فرمائے۔

قاطع الشرک والبدعۃ حضرت مولانا محمد مکی حجازی دامت برکاتہم العالیہ:

الحمدللہ! آپ کی تحقیق، انداز بیان وسلاستِ زبان پر قلبی مسرت ہوئی۔

ترجمان اہل حق حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ العالی:

اُردو زبان میں عقائد اسلام پر مرتب کتابوں میں جو کمی تھی اس کو پورا کر دیا ہے۔ مولانا موصوف کی یہ تالیف لطیف سکول وکالجز اور مدارس عربیہ کے طلبہ کے علاوہ عامۃ الناس کے لیے بے حد مفید ہے۔

جانشین شہید اسلام حضرت مولانا سعید احمد جلالپوری شہید رحمہ اللہ:

میں بجا طور پر سمجھتا ہوں کہ یہ کتاب عام مسلمانوں، سکول وکالج اوع دینی مدارس کے طلبہ کے لیے بے حد مفید اور ان کے دین وعقیدے کے تحفظ کے لیے تریاق کا کام دے گی۔

فاضل جلیل حضرت مولانا مفتی محمد صاحب مدظلہ العالی:

موصوف نے عقائد اسلامیہ کو مختصر اور شستہ عبارات میں بیان کیا ہے، اور حاشیہ میں قرآن وسنت اور کتاب اہل سنت سے دلائل بھی ذکر کر دیئے ہیں۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا زاہد الراشدی صاحب مدظلہ العالی:

بہت خوشی ہوئی کہ آج کے حالات کو سامنے رکھتے ہوئے عام فہم انداز میں اسلامی عقائد کی تشریح کی ہے۔

آیۃ الخیر حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری صاحب مدظلہ العالی:

''عقائد اہل السنۃ والجماعۃ'' عقائد اسلامیہ کو جاننے کے لیے نہایت موزوں ومناسب ہے، یہ تالیف نہ صرف سکول وکالج کے طلبہ وطالبات بلکہ دینی مدارس کے طلبہ وطالبات اور عوام کے لیے بھی نہایت مفید اور قابل مطالعہ ہے۔